

U11468.

P -23-1-10

Title - FATAOI HINDIYA TARSTOMA FATAOI ALAMGERRIYA,
creation - metajima, songed Ameri Oti Marluwan.
Publication - matas ceased (ishere Muelawee)

Rece - 1932.

Rece - 488.

Subject -

فقیہ و احکام شریعت علی لشیطن من الفیاض
الحمد لله والبرکات

فتاویٰ حبیب ترجمہ فتاویٰ عالمگیری



علامہ مولانا سید امیر علی مرحوم علیہ السلام

مؤلف

تفسیر مواہب الرحمن و عین التسلی و غیرہ

باتمام کمپری داسیٹھ پرنٹرز

۱۹۳۲ء

مطبعہ
ولکشور لکھنؤ میں طبع ہوا

1174A



CHECKED-2002

1174A

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱	تیسری فصل - بیع صرف	۲	کتاب الصرف
۲	بیان میں	۳	اس میں چھ باب ہیں۔
۳	چوتھی فصل - بیع صرف میں صلح کے بارے میں	۴	فصل پہلی - بیع صرف کی تعریف اور اس کے رکن
۴	پانچواں باب - بیع صرف کے اقسام غیار کے بیع میں	۵	اور حکم اور شرائط کے بیان میں۔
۵	چھٹی فصل - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۶	دوسرا باب - ان احکام کے بیان میں جو عقود علیہ متعلق ہیں
۶	ہفتاں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۷	پہلی فصل - سونے اور چاندی کی بیع کے بیان میں۔
۷	اٹھواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۸	متصلات -
۸	نواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۹	دوسری فصل - چاندی وغیرہ پڑھی ہوئی تلوار وغیرہ
۹	دسواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۰	کی بیع کے بیان میں۔
۱۰	ایسواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۱	تیسری فصل - سیپیوں کی بیع کے بیان میں۔
۱۱	بیسواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۲	چوتھی فصل - کانون میں اور سارون کی مٹی میں
۱۲	تیسواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۳	بیع صرف واقع ہونیکے بیان میں۔
۱۳	چھٹا باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۴	پانچویں فصل - عقد صرف میں قبضہ سے پہلے خریدی
۱۴	ساتواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۵	ہوئی چیز کے تلف کردینے کے بیان میں۔
۱۵	اٹھواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۶	تیسرا باب - بعد عقد کے متعاقبین کے تصرفات
۱۶	نواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۷	کے بیان میں۔
۱۷	ایسواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۸	پہلی فصل - قبضہ سے پہلے بدل الصرف میں تصرف
۱۸	بیسواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۱۹	کرنے کے بیان میں۔
۱۹	تیسواں باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں	۲۰	دوسری فصل - بیع صرف میں مراجعہ کے بیان میں۔
۲۰	چھٹا باب - بیع صرف میں ان احکام کے بیان میں		
۲۱	کتاب الکفالت		
۲۲	پہلا باب - کفالت کی تعریف اور اس کے رکن و شرائط		
۲۳	کے بیان میں۔		

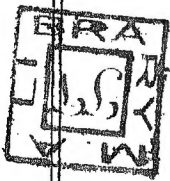
صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۶	شرائط کا بیان -	۲۶	دوسرا باب - کفالت کے الفاظ اور اسکے اقسام اور احکام کے بیان میں -
۱۱۱	دوسرا باب - قاضی ہونا اختیار کرنے کے بیان میں -	۲۶	پہلی فصل ان الفاظ کے بیان میں جن سے کفالت واقع ہوتی ہے اور جن سے واقع نہیں ہوتی -
۱۱۲	تیسرا باب - دلائل پر عمل کرنے کی ترغیب -	۲۶	دوسری فصل - نفس اور مال کی کفالت کے بیان میں -
	چوتھا باب - اختلاف علماء کا اس بات میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ کرتے تھے یا نہیں -	۲۹	تیسری فصل - کفالت سے بری ہونے کے بیان میں -
۱۱۶	پانچواں باب - قاضی کو مقرر کرنے اور معزول کرنے کے بیان میں -	۵۰	چوتھی فصل - واپس لینے اور رجوع کرنے کے بیان میں -
	پھٹا باب - سلطان اور امرا کے احکام کے بیان میں اور خود قاضی کے اپنے ذاتی معاملہ کے فیصلہ کے بیان میں -	۵۸	پانچویں فصل - تعلیق اور تعلیل کے بیان میں -
۱۲۱	ساتواں باب - قاضی کی نشست اور اسکے مکان نشست اور تعلقات کے بیان میں -	۶۵	تیسرا باب - دعویٰ اور خصومت کے بیان میں
۱۲۲	آٹھواں باب - قاضی کے افعال و صفات کے بیان میں -	۷۶	چوتھا باب - دو شخصوں کی کفالت کے بیان میں -
۱۳۰	نواں باب - قاضی کے روزنامہ اور دعوت اور ہدیہ وغیرہ کے بیان میں -	۷۹	پانچواں باب - غلام اور ذمی کی کفالت اور تنفقات کے بیان میں -
۱۳۲	دسواں باب - ان صورتوں کے بیان میں جو حکم ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں -	۸۱	
۱۳۵	گیارہواں باب - عدویٰ اور تیسرے اور مجموع علی التمسوم کے بیان میں	۹۲	کتاب الحوالہ
۱۳۷	بارہواں باب - کن صورتوں میں قاضی اپنے علم پر فیصلہ کر دے گا -	۹۲	پہلا باب - حوالہ کی تعریف و رکن و شرائط اور احکام کے بیان میں -
۱۴۲	تیرہواں باب - ان چیزوں کے احکام میں کہ قاضی نے اپنے دفتر میں کچھ ایسی تحریریں لکھی ہیں کہ اسے یاد نہیں ہے -	۹۶	دوسرا باب - حوالہ کی تقیم کے بیان میں -
۱۴۳		۱۰۳	تیسرا باب - حوالہ میں دعویٰ و شہادت کے بیان میں -
		۱۰۵	مسائل متفرقات -
		۱۰۶	کتاب ادب القاضی
			پہلا باب - معنی ادب و فضل کے اور اس کے اقسام و

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۲۸	سوائیوان باب۔ کس کس سبب کے ساتھ حکم قاضی رو کیا جاتا ہے اور کب نہیں رو ہوتا ہے۔	۱۴۵	ہو اور ناحق قضا واقع ہونیکے بیان میں۔
۲۳۱	اٹھائیوان باب۔ گواہی قائم ہونے کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے کسی امر کے حادث ہونے کے بیان میں۔	۱۵۰	پندرہواں باب۔ قاضی کے اقوال میں اور ان افعال میں جو قاضی کو کرنا چاہیئے ہیں۔ اور جو نہ کرنا چاہیئے ہیں۔
۲۳۲	انیسواں باب۔ ان شخصوں کے بیان میں جبکہ حاضر ہونا مخصوص اور گواہوں کی سماعت میں شرط ہے اور حکم قاضی اور اسکے متعلقات کے بیان میں۔	۱۵۵	سولہواں باب۔ قاضی معزول کی کچھری سے محضروں پر قبضہ کرنے کے بیان میں۔
۲۳۷	تیسواں باب۔ قاضی کے وصی اور قیم مقرر کرنے اور قاضی کے پاس وصیت ثابت کرنیکے بیان میں۔	۱۵۸	سترہواں باب۔ ان صورتوں کے بیان میں جنہیں بھٹائی گواہی پر فیصلہ واقع ہو گیا اور قاضی کو اس کا حکم نہ ہوا۔
۲۴۰	اکتیسواں باب۔ قضا علی الغائب کے بیان میں۔	۱۶۰	اٹھارہواں باب۔ حکم قاضی پر خلاف اعتقاد حکم یا محکوم علیہ کے واقع ہونیکے بیان میں۔
۲۴۹	فصل متفرقات۔	۱۶۳	انیسواں باب۔ مسائل اجتہادی میں حکم قضا واقع ہونیکے بیان میں۔
۲۵۶	کتاب الشہادات	۱۶۶	بیسواں باب۔ جس میں قضاے قاضی جائز ہے اور جس میں نہیں جائز ہے۔ ان صورتوں کے بیان میں۔
۲۵۸	پہلا باب۔ شہادت کی تعریف اور اس کے کرن و سبب اور حکم و شرائط و اقسام کے بیان میں۔	۱۸۶	اکیسواں باب۔ ترجیح و تعدیل کے بیان میں۔
۲۶۵	دوسرا باب۔ گواہی کو بجا دہشت کرنے اور ادا کرنے اور انکار کرنیکے بیان میں۔	۱۹۰	بائیسواں باب۔ قاضی کو کب عادل کے ہاتھ سپرد کرنا چاہیئے اور کب نہ چاہیئے۔
۲۷۱	تیسرا باب۔ گواہی ادا کرنے اور اسکی سماعت کی صورت کے بیان میں۔	۲۰۴	تیسویں باب۔ ایک قاضی کے دوسرے قاضی کو خطا لکھنے کے بیان میں۔
	چوتھا باب۔ ان لوگوں کے بیان میں جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی گواہی نہیں مقبول ہے۔	۲۱۶	چوبیسواں باب۔ حکم مقرر کرنے کے بیان میں۔
	فصل اول۔ ان لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی اس سبب سے نہیں مقبول ہے کہ وہ گواہی کے لائق نہیں ہیں۔	۲۲۰	پچیسواں باب۔ وکالت اور وراثت اور قرضہ ثابت کرنیکے بیان میں۔
			چھبیسواں باب۔ قید اور چھاپا کرنیکے بیان میں۔



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۵۳	تیسرا باب۔ مان کے حق میں گواہی دے کر اس سے رجوع کر نیکے بیان میں۔	۲۷۲	دوسری فصل۔ ان لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی بسبب فسق کے مقبول نہیں ہے۔
۳۵۴	چوتھا باب بیع اور ہبہ اور مہن و عمارت و دولت و بضاعت و مفادرت و شرکت و اسرارہ کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں۔	۲۷۴	تیسری فصل۔ ان لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی بسبب قحط و غیرہ کے نامقبول ہے۔
۳۵۸	پانچواں باب نکاح اور طلاق اور دخول اور خلع کی گواہی سے رجوع کر نیکے بیان میں۔	۲۹۴	چھٹا باب۔ میراثوں میں گواہی ادا کرنے کے بیان میں۔
۳۶۲	پچھٹا باب۔ آزاد و مہرہ کا تب کر نیکے بیان میں۔	۳۰۳	ساتواں باب۔ دعویٰ اور گواہی میں اختلاف و تناقض واقع ہو نیکے بیان میں۔
۳۶۴	آٹھواں باب۔ وصیت کی گواہی سے رجوع کر نیکے بیان میں۔	۳۰۴	پہلی فصل۔ مدین یعنی مال غیر معین و دم و دینار و مرض کے دعویٰ کے بیان میں۔
۳۶۶	گیارہواں باب۔ متفرقات کے بیان میں۔	۳۰۶	دوسری فصل۔ املاک کے دعوے کے بیان میں۔
۳۸۲	کتاب الوکالت	۳۱۲	تیسری فصل۔ ان صورتوں کے دعوے میں جن میں کسی عقد کا دعوے ہے۔
۳۹۱	پہلا باب۔ وکالت کے شرعی معنی اور اس کے رکن اور شرط و الفاظ و حکم و صفت کے بیان میں۔	۳۱۴	آٹھواں باب۔ گواہوں کے اختلاف کے بیان میں۔
۳۹۶	فصل وکالت کے اثبات کرنے اور اس پر گواہی دینے اور تعلقات کے بیان میں۔	۳۲۵	نواں باب۔ نفی پر گواہی کے بیان میں۔
	دوسرا باب۔ خرید و نیکے واسطے وکیل کر نیکے بیان میں۔	۳۳۰	دسواں باب۔ اہل کفر کی گواہی کے بیان میں۔
		۳۳۷	گیارہواں باب۔ گواہی پر گواہی دینے کے بیان میں۔
		۳۴۲	بارہواں باب۔ حج و تعدیل کے بیان میں۔
		۳۵۰	کتاب الرجوع عن الشہادۃ
			پہلا باب۔ اس کی تفسیر اور رکن اور حکم اور شرط کے بیان میں۔
			دوسرا باب۔ بعض گواہوں کے رجوع کرنے کے بیان میں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۳۹	دوسری فصل۔ طلاق و خلع کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں۔	۴۰۵	فصل غیر عین چیز خریدنے کی واسطے وکیل کرنے اور وکیل و مؤکل میں امتیلاف ہونیکے بیان میں۔
۴۴۴	ساتواں باب۔ بھڑوت و صلح وغیرہ میں وکیل کرنا کے بیان میں۔	۴۱۳	تیسرا باب۔ بیچ کرنے کے واسطے وکیل کرنا کے بیان میں۔
۴۵۰	فصل۔ تقاضائے قرض اور اس کے وصول کرنا کے واسطے وکیل کے احکام میں۔	۴۲۰	فصل بیہ کے واسطے وکیل کرنا کے بیان میں۔
۴۵۶	فصل وصول قرض کے لیے ایچی بھیجنا۔	۴۲۸	چوتھا باب۔ اجارہ وغیرہ کی وکالت کے بیان میں۔
۴۵۸	فصل سولی قرضہ کیلئے وکیل کرنا۔	۴۳۸	پہلی فصل۔ اجارہ دینے اور اجارہ لینے اور کھیتی اور معاملہ کی وکالت کے بیان میں۔
۴۶۱	فصل مال عین پر قبضہ کرنا کے واسطے وکیل کے احکام میں۔	۴۳۲	فصل دوسری مضارب و شریک کو وکیل کرنے کے بیان میں۔
۴۶۴	فصل وکیل صلح کو بھڑوت کا اختیار نہیں ہوتا ہے۔	۴۳۳	فصل تیسری۔ بضاعت کے بیان میں۔
۴۶۸	آٹھواں باب۔ دو شخصوں کو وکیل کرنا کے بیان میں۔	۴۳۵	پانچواں باب۔ زمین کے معاملہ میں وکیل کرنے کے بیان میں۔
۴۷۲	نواں باب۔ اُن صورتوں کے بیان میں جسے وکیل وکالت سے باہر ہو جاتا ہے۔	۴۳۸	چھٹا باب۔ ان عقود میں جن میں وکیل سفیر محض ہوتا ہے۔
۴۷۸	متفرقات عدل وغیرہ کے بیان میں۔	۴۳۸	پہلی فصل۔ وکالت بالکراج کے بیان میں۔
۴۸۰	دسواں باب متفرقات کے بیان میں۔		



Handwritten signature

Checked 1968-69

إِنَّا إِلَهُكَ اللَّهُ عَمَّا خَيْرَ الْفَقِيهِ فِي الدِّينِ

اسلام حاوی احکام و بنیہ فرعیہ اخذ از تفصیل حکمہ سنن سینہ الحسن الفتاویٰ و رفقہ حقیقہ

عنه

مکتبہ اشرفیہ

تجربہ

وَمِنْكُمْ أَكْثَرُ مُتَبَدِّلِينَ

جلد پنجم

متخرج جامع صناعات رياضية عقيدة جادى اصناف فروع الفقه اشارة صوفية الفقه جافى ايل الفقه سراسر الفقه

مجله فقهی و حقوقی اسلامی

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U11468

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البصر

اور اس میں چھ باب ہیں

فصل اول بیج صرف کی تعریف اور اسکے دکن اور شرائط کے بیان میں۔ اسکی تعریف یہ ہے کہ بعض مثنون کو بعض کے عوض بیج کرنے کو صرف کہتے ہیں یہ فتح القدر میں لکھا ہے۔ اور اسکے دکن وہی ہیں جو ہر بیج کے ہیں یہ بھرائی میں لکھا ہے۔ اور اسکا حکم شرعی یہ ہے کہ دونوں صرف کرنے والوں میں ہر ایک کو اس چیز پر جو اسے دوسرے سے خریدی ہو ابتدا و ملک حاصل ہو جو اسے جیسا بیج میں ملتا ہے یہ محیط شرعی میں لکھا ہے اور اسکے شرائط چند ہیں اولاً سبھلہ جدا ہونے سے پہلے دونوں بدل پر قبضہ ہونا شرط ہے کذا فی البدل الخ خواہ دونوں بدل متعین ہوں جیسے بدھلی ہوئی چیزیں یا متعین نہ ہوں جیسے سکے یا ایک متعین ہو دوسری متعین نہ ہو کذا فی البدل یہ اور قواعد متعدد ہیں میں لکھا ہے کہ یہاں قبضہ سے مراد ہاتھ سے قبضہ ہونا ہے تخلیہ مراد نہیں ہے یہ فتح القدر میں لکھا ہے اور جدا ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دونوں عقد کرنے والے برنی جدائی اختیار کریں یا بطور کہ ایک ایک طرف چلا جائے اور دوسرے طرف یا ایک چلا جائے اور دوسرا بیٹھا رہے حتیٰ کہ اگر دونوں اپنی جگہ پر ہوں۔ اور وہاں سے نہ گئے ہوں تو جدا ہونا حکم نہ دیا جائیگا اگرچہ بیٹھے ہوئے دیگر گزری مگر جبکہ ان دونوں میں برنی جدائی ہو جائے اور ایسے ہی اگر دونوں مجلس میں سو جاویں یا دونوں بہوش ہو جاویں یا اپنی جگہ سے ایک ساتھ کھڑے ہوں اور ایک طرف ایک ہی راستہ پر چلیں اور ایک میل یا زیادہ جاویں اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہو تو متفرق نہ ہلائیگی یہ بدل میں لکھا ہے اگر زید کے

عمد پر ایک ہزار درم قرض ہوں اور عمرو کے زیر پر و نیاز قرض ہوں پھر ایک نے دوسرے کو دیوار کے پیچھے سے
یا دور سے آواز دیکر کہا کہ جو تیرا بھروسہ ہے وہ بعوض اسکے جو میرا بھروسہ ہے میں نے بیع کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسے
ہی اگر ابھی بھجکر بیع صرف کی تو بھی جائز نہیں ہے کیونکہ دونوں میں برائی جدائی ہے یہ محیط سرحدی میں لکھا ہے
اور مجلس کا کچھ اعتبار نہیں ہے مگر صرف ایک مسئلہ میں اور وہ یہ ہے کہ اگر باپ نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے
اپنے نابالغ بیٹے سے یہ دینار دس درم کو خرید لیا ہے پھر دس درم وزن ہونے سے پہلے اٹھ کھڑا ہوا تو صرف
باطل ہوگئی ایسا ہی امام محمد سے مروی ہے کیونکہ باپ ہی عقد کرنے والا ہے اور بدائی جدائی کا اعتبار بیان ممکن
نہیں ہے تو مجلس کا اعتبار کیا جاوے گا یہ بکر الرائق میں لکھا ہے پھر جاننا چاہیے کہ درم کو درم کے عوض سمجھنے اور دینار کو دینار
کے عوض سمجھنے میں اور بیٹے کو درم یا دینار کے عوض سمجھنے میں فرق ہے کیونکہ بیسوں کو درم یا دینار کے عوض سمجھنے میں فرق
بدل پر قبضہ ہونا شرط نہیں ہے صرف ایک بدل پر جدائی سے پہلے قبضہ ہونا کافی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ انا بخلہ یہ کہ
اس عقد میں خیال شرط کسی کو نہونا چاہیے انا بخلہ یہ کہ اس عقد میں میعاد نہونا چاہیے یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اگر دونوں
نے میعاد کی شرط کی پھر جدائی سے پہلے باہم قبضہ کر لیا تو یہ میعاد کا ساقط کرنا ہوگا اور بیع صحیح ہو جاوے گی
اور اگر خیال کی شرط لگائی پھر جدائی سے پہلے دونوں نے باطل کر دی یا خیال والے نے باطل کی تو استحساناً بیع جائز
ہو جاوے گی اور اگر عقد میں میعاد تھی پھر میعاد والے نے جدائی سے پہلے اسکو باطل کیا تو استحساناً عقد جائز
ہو جائیگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر درم کو دینار سے سمجھنے میں کسی ایک بدل میں ادھار کی شرط لگائی پھر شرط والے
نے کچھ نقد دیا اور کچھ نہ دیا تو امام اعظم کے نزدیک کل بیع فاسد ہوگی اور اسکی صورت یہ ہے کہ کسی نے ایک دینار
بعوض دس درم کے ایک مہینہ کے وعدہ پر خریدا پھر پانچ نقد دیے اور دونوں جدا ہو گئے تو پانچ درم کے حصہ کی
بیع ہو جاوے گی اور اگر بعض پانچ نقد اور پانچ ادھار کے خریدا پھر نقد داکر دیے اور جدا ہو گئے تو پوری بیع فاسد ہے اور اگر
پورے دس داکر دیے تو بیع جائز ہوگئی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پھر خیال یا مدت کی شرط لگانے سے بیع صرف حیر سے فاسد ہے
ہرگز کہ یہ فساد نفس عقد میں ہوتا ہے اور قبضہ نہونے کی وجہ سے عقد صحیح ہونے کے بعد فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ بعض مشایخ
کے نزدیک قبضہ سواستے شرط ہے کہ عقد اپنی صحت پر باقی رہے اور بعضوں کے نزدیک ابتدا صحیح ہونے کے واسطے
شرط ہے اور پہلا قول صحیح ہے اور ثمرہ خلافت کا اس صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ جب عقد صرف بسبب قبضہ نہونے
کے فاسد ہوتا تو امام اعظم کے نزدیک نابار قول بعضے آخرین کے جو صورت نہیں ہے وہ بھی باطل ہو جاوے گا اور نابار قول
بعضے اولین کے فاسد نہوگا اور یہی صحیح ہے حتیٰ کہ اگر کوئی باندی کہ جسکے گردن میں چاندی کا طوق ہے بعوض چاندی
کے خریدا ہے اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو قبضہ نہونے کی وجہ سے حصہ صرف کی بیع باطل ہوگئی اور باندی
سلف یعنی مجلس معتد ہے تو صرف صحیح ہو جاوے یہ معتد نہیں ہے اسلئے قولہ بیسوں کیونکہ یہ اصلی نہیں بلکہ منبرۃ متعار ہیں۔ اسلئے
قولہ ثمرہ خلافت لینے اس خلافت سے جو نتیجہ پیدا ہوتا ہے وہ ایسی صورت میں ظاہر ہوگا کہ اگر کسی نے قولہ اولین لینے پہلے
قول بعض مشایخ پر فاسد نہوگا اور دوسروں کے قول پر فاسد ہوگا۔

کی بیع فاسد نہ ہوگی اور اگر باندی کو مع چاندی کے طوق کے بعض چاندی کے خیار یا مدت کی شرط لگا کر خرید لیا تو امام اعظم کے نزدیک صرف اور بیع دونوں فاسد ہیں اور صاحبین کے نزدیک بیع فاسد نہ ہوگی یہ محیط شرعی میں لکھا ہے۔ اگر قبضہ سے پہلے مجلس سے جدا ہونے کی وجہ سے بیع صرف فاسد ہو جاوے تو بیع باطل کو واپس دینے سے پہلے مشتری کی ملک سے نہیں نکلتی ہوا اس مسئلہ کی صورت امام محمد نے جامع حنفیہ میں ذکر کی ہے کہ کسی نے چاندی کی چھانگل دو دنیا میں خریدی اور اسے قبضہ کر لیا اور ایک دنیا اور ایک چھروں دوسرا دنیا دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو ادھی چھانگل کی بیع فاسد ہو گئی اور یہ فساد دوسرے آدمی کی طرف متعدی نہ ہو گا پس اگر باطل غائب ہو گیا اور کسی شخص نے ادھی چھانگل کا اپنی ملک ہونیکا دعویٰ کیا تو مشتری اسکا مدعا علیہ ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور عقد صرف میں اگر معتود علیہ ایک ہی جنس ہو تو وزن میں برابر ہونا بھی شرط ہے کہ ذاتی خزانہ اور اگر ایک جنس نہ ہو مثلاً سونیکو بعض چاندی کے بیچ تو برابر ہی شرط نہیں صرف دونوں پر قبضہ شرط ہے یہ تمہید میں لکھا ہے

دوسرا باب ان احکام کے بیان میں جو معتود علیہ سے متعلق ہیں اور اس میں پانچ فضیلتیں ہیں۔

فصل اول سونے اور چاندی کی بیع کے بیان میں۔ ہمارے نزدیک معاوضہ کے عقدوں میں درم اور دنیا دار متعین نہیں ہوتے ہیں اور سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض بیچنا فقط برابر جائز ہے خواہ دو چیز ہوں یا ٹھکے ہوئے یا سکے ہوں اور اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز اپنی جنس کے عوض فروخت ہوئی اور دونوں عقد کرنا والوں نے دونوں چیزوں کا وزن نہ جانا یا ایک کا جانا دوسری کا نہ جانا یا ایک نے جانا دوسرے نے نہ جانا پھر دونوں جدا ہوئے پھر دونوں نے وزن کیا اور دونوں کو برابر پایا تو بھی بیع فاسد ہوا اور اگر جدائی سے پہلے مجلس میں وزن کیا اور برابر پایا تو مستحکم بیع جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر چاندی کو چاندی کے عوض یا سونے کو سونے کے عوض سب کو برابر پایا تو سونے کے دونوں برابر ہو گئے تو جائز ہے اگرچہ ہر ایک کی مقدار نہ معلوم ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور سونے کو چاندی کے عوض ملانہ اور زیادتی پر بیچنا جائز ہے یہ محیط شرعی میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ کسی نے ہزار درم بعض سونے کے دوسرے سے خریدے اور ہر ایک نے دوسرے کی وزن بیان کرنے میں تصدیق کی اور تو لے سے پہلے دونوں نے قبضہ کر لیا تو یہ جائز ہے اور ہر ایک اپنی خریدی ہوئی چیز سے نفع اٹھا سکتا ہے اور اگر کسی نے کہا کہ یہ درم جو تیرے ہاتھ میں ہیں میرے ہاتھ بعض ان دنیا روں کے جو میرے ہاتھ میں ہیں فروخت کر دے اور دونوں نے گنتی کر لی اور وزن کا نام نہ لیا اور قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور شمار اور وزن کرنے سے پہلے ہر ایک اپنی خریدی ہوئی چیز سے نفع اٹھا سکتا ہے اور اسی کو اندازہ پر بیچ کر لے لیتے ہیں اور اگر اس نے کہا کہ میرے ہاتھ ہزار درم بعض ہزار درم کے فروخت کر دے اور اسے فروخت کیا اور بغیر وزن کے دونوں نے قبضہ کر لیا اور ہر ایک نے دوسرے کے اس کہنے کی کہ یہ قبضہ نہ ہزار درم میں تصدیق کی پھر ہر ایک نے جب سونے کے بعد یا اس سے پہلے وزن کیا اور دونوں کو برابر پایا تو جائز ہے اور اگر کسی نے دوسرے کی تصدیق نہ کی اور جدا ہو گئے پھر وزن کیا اور برابر پایا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی نے ایک چاندی کے قول پر قبضہ کر لیا تو یہ سب کے سب قول کے کہ یہ دونوں میں مل کر لے لے گی کہ بیچ کو پھر برابر پایا ہوئے ہیں ۱۲۔

اکا کنگن کہ جس میں ایسے دم بھرے ہوئے تھے کہ جبکا وزن نہیں معلوم ہوتا تھا تو بیع باطل ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور نہرہ اور
 ز پوت درمون کو کھرے درون کے عوض بیچنا فقط برابر ہی سے جائز ہے اور اگر ستوقہ کو بعض خالص درمون کے فروخت
 کیا تو جائز نہیں مگر جب یہ معلوم ہو کہ خالص کی چاندی ستوقہ کی چاندی سے زائد ہے یہ بیع شرعی میں لکھا ہے اگر کسیاہ یا سہ
 چاندی بعض سپید چاندی کے فروخت کی گئی تو بھی برابر ہو نا شرط ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر درمون میں چاندی زیادہ
 ہو تو وہ چاندی میں اور اگر دنیا روں میں سونا زیادہ ہو تو وہ سونا میں پس جدا ہونے کے بعد اعتبار کھرے میں ہوتا ہے وہی نہیں بھی
 ہو گا کہ زیادتی حرام ہوگی حتیٰ کہ اگر خالص درم یا دنیا روں کے عوض فروخت ہوں یا انہیں کے بعض بعض کے فروخت ہوں
 تو فقط وزن میں برابر ہی کے ساتھ جائز ہے اور ایسے ہی انکا قرض لینا بھی فقط وزن سے جائز ہے کتنی سے جائز نہیں ہے اور اگر ان
 میل زیادہ ہو تو درم اور دنیا روں کے حکم میں ہوں گے بلکہ اسباب کے حکم میں ہوں گے اور مستصفیٰ میں لکھا ہے کہ یہ حکم ہوتے ہیں کہ جب
 ایسے میل جدا نہ ہو سکے بلکہ ایک دوسرے میں کھپ گیا ہو اور اگر اس سے جدا ہو سکے تو نہیں کھپا ہے پس اگر ایسے میل کے درم
 بعض خالص چاندی کے فروخت کیے جاویں تو یہ اند تانے اور چاندی کی بیچ کے پس بطریق اعتبار جائز ہوگی پس اگر کسی
 جنس کے عوض زیادتی سے بیچے جاویں تو جائز ہے اور وہ چاندی اور تانے کے حکم میں ہیں لیکن یہ بیچ صرف ہو پس چاندی کی چیز
 سے اسی مجلس میں قبضہ ہونا شرط ہوگا اور جب چاندی میں شرط ہوا تو پتل و تانے میں بھی شرط ہوگا اور اگر چاندی و پتل
 برابر ہو تو ان کو بعض چاندی کے بیچنا فقط وزن سے جائز ہوگا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور اگر ایک دنیا روں دو درم
 بعض دو درم دنیا روں کے خریدے تو جائز ہے اور اس طرح اعتبار کیا جاوے گا کہ ایک طرف سے ایک دنیا روں بعض دو درمون
 کے ہوگا اور دوسری طرف سے دو دنیا روں بعض دو درمون کے یہ حاوی میں لکھا ہے اور ایک درم صحیح اور دو درم غلہ کو
 بعض دو درم صحیح اور ایک درم غلہ کے بیچنا جائز ہے یہ ہمایہ میں لکھا ہے اور اگر کسی نے گیارہ درم بعض دس درم
 ایک دنیا روں کے بیچے تو جائز ہے اور یہ اعتبار ہوگا کہ دس درم بعض دس درم کے اور ایک دنیا روں بعض ایک درم کے ہے
 یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اگر ایک کپڑا اور گلائی ہوئی چاندی بعض ایک کپڑے اور گلائی ہوئی چاندی کے بیچا تو کپڑا
 کپڑے کے مقابل اور چاندی چاندی کے مقابل ہوگی اور اگر ایک چاندی دوسرے سے زائد ہو تو وہ کپڑے کے ساتھ
 لگا کر دوسرے کپڑے کے مقابل ہوگی پس اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو حصہ صرف لوٹ گیا اور کپڑے کی بیچ
 اپنے مقابل کے عوض جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک کپڑا اور دنیا روں بعض ایک کپڑے اور درم کے خریدے پھر باہمی
 قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صرف باطل ہوگئی اور باقی کی بیچ جائز ہے کیونکہ یہ مختلف چیزیں ہیں پس برابر ہو
 واجب نہیں ہے اور یہ کہا جاوے گا کہ دنیا روں کپڑے کو درم اور کپڑے پر باعتبار قیمت کے تقسیم کیا جاوے پس درم میں سے بقدر
 دنیا روں کے حصہ میں پڑے وہی بیچ صرف تھی کہ جو باطل ہوگئی اور باقی کی بیچ ہو جاوے گی یہ جیسے شرعی میں لکھا ہے اگر ایک تلوار
 جو چاندی سے مٹی پر بعض ایک کپڑے اور دس درم کے فروخت کی اور عوض پر قبضہ کر لیا اور دوسرے نے تلوار پر قبضہ
 نہ کیا ہوا تاکہ وہ دونوں جدا ہو گئے تو پوری بیچ باطل ہو جاوے گی یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے سے ایک
 قہرہ نہرہ کھوئے اور ز پوت جبکہ خزانہ نہیں لیتا ہے اور یہ دونوں درم میں بخلان ستوقہ یا خالص کے ساتھ بیچے کھرے کی چاندی کے وزن میں زائد

ہزار درم کے عوض سود نیار کی بیع قرار دی اور دونوں میں کسی کے پاس نہ درم ہیں اور نہ دنیا رہن پھر ہر ایک نے اپنے موافق قرض لیا اور جدا ہونے سے پہلے دوسرے کو دیدیا تو جائز ہے اور ایسے ہی سونے کے پتر بعض چاندی کے پتر کے اور چاندی کے پتر بعض سونے کے پتر کے پیچھے کا بھی یہی حکم ہوا یہ حکم سو قضا ہے کہ جب پتر بھی نقدی کی طرح لوگوں میں رائج ہوں یہ مبسوط میں لکھا ہوا اگر ایک دنیار بعض درہمن کے خریدار کسی کے پاس نہ درم ہیں اور نہ دنیا رہن پھر ایک شخص نے اپنا بدل ادا کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو جائز نہیں ہو اگر کسی نے کوئی چیز بعض قرضہ کے خریدی اور دونوں یقیناً جانتے ہیں کہ اس پتر قرضہ نہیں ہو تو خرید جائز نہیں ہو اور یہ گویا دونوں میں کے خریدنا ہوا اور اگر یہ گمان ہو کہ اس پتر قرضہ ہے پھر دونوں نے بیع کیا کہ اس پتر قرض نہیں ہو تو خریدنا اس قرضہ کے منحل نہ ہو صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ہزار درم بعینہ بعض سود نیار کے خریدے اور درم سپید ٹھہرے ہیں پھر بجائے ان کے سیاہ ادا کیے اور باقی رضامند ہو گیا تو جائز ہے اور ایسے ہی اگر درہمن پر قبضہ کر لیا اور دنیا رہن میں یہ چاہا کہ جو ٹھہرے ہیں اسکے سود دوسری قسم کے ادا کرے تو بدون دوسرے کی رضا مندی کے جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہوا اگر دونوں نے بیع صرف ٹھہرائی اور نقد کو صاف نہ بیان کیا پس اگر شہر میں ایک ہی نقد چلتا ہو تو وہی رکھا جاوے گا اگر شہر میں نقد مختلف ہوں پس اگر رواج میں سب برابر ہوں اور کوئی دوسرے سے بڑھ کر نہ ہو تو بیع جائز ہے اور اگر کوئی دوسرے سے بڑھ کر ہو تو بعض بعض سے بڑھ کر نہ ہو لیکن ایک زیادہ رائج ہو تو بھی جائز ہے یہ محیط مشرعی میں لکھا ہے اور اگر کوئی نقدان میں سے زیادہ معروف ہو اور عقد میں اسکے سود و سطر نقد شرط کیا تو عقد اسی نقد پر جو شرط کیا ہے قرار پاوے گا پھر اگر دونوں نے اختلاف کیا اور ایک نے کہا کہ تو نے مجھے فلان نقد جو اس نقد معروف سے بڑھ کر نہ ہو شرط کیا ہے اور دوسرے نے انکار کیا تو دونوں پر قسم آوے گی پس جو شخص قسم سے بازر میگا اسی پر دوسرے کا دعویٰ لازم ہو گا اور اگر دونوں نے قسم کھائی تو بیع پھر لین گے اور اگر دونوں نے دلیل دے کر واپس کیے تو جو شخص افضل نقد ہونے کا مدعی ہو اسی کی دلیل مقبول ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے **متصلات** لوہے کو لوہے کے عوض اور پتیل کو پتیل کے عوض یا اور ایسی چیزیں جو جاری ہوتا ہو وہ فقط برابر ہونے میں مجوز نہ ہونے اور چاندی کے ہیں نہ قبضہ میں پس اسی وقت قبضہ ہونا واجب نہیں ہو یہ محیط مشرعی میں لکھا ہے لوہا ایک ہی نوع ہوا اسکا جید اور ردی برابر ہو فقط وزن کی برابری سے بیع جائز ہوگی اور اگر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جاویں تو بیع باطل نہ ہوگی و لیکن شرط ہے کہ معین بعض معین کے ہوا اور یہی حکم تمام ذنی چیزوں میں ہے یہ ذنیہ میں لکھا ہوا اور بعض اص اور قلعی اور سب یہ سب لاک ہی کی قسم ہیں اور سب ذنی ہیں و لیکن بعض سے بعض بڑھ کر نہ ہو پس ایک کو دوسرے کے عوض فقط برابری سے بیچنا جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے تانبے کو بعض کا تانبے کے اس طرح بیچنا کہ کانسہ ایک خضہ ہو اور تانبہ دو خضہ ہو تو ہاتھوں ہاتھ جائز ہو اس جہت سے کہ ۱۵ قولہ گمان یعنی پہلے یہ گمان تھا جب عقد صرف ٹھہرا یا تھا پھر دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ قرضہ نہیں تھا ۱۶ قولہ مثل یعنی اگر قرضہ کے مثل بھی دیر سے قبل جدائی کے تو جائز ہے ۱۷

کافسے میں صنعت زیادہ ہے پس تانبے کی زیادتی اس کے مقابل کچاویگی اور اس کے ادھار میں بہتری نہیں ہے کیونکہ وہ ایک نوع ہو اور زیادتی صنعت سے جنس نہیں بدلتی ہو اور کافسے کو بعوض سپید پتیل کے ہاتھوں ہاتھ اس طرح بیچنے میں کہ کافسہ ایک حصہ اور پتیل دو حصہ ہو کچھ ڈر نہیں ہو اور اس کے ادھار میں بہتری نہیں ہو یہ مبسوط میں لکھا ہوا اور اسی طرح سفید پتیل کو بعوض سرخ تانبے کے اس طرح بیچنے میں کہ پتیل ایک حصہ اور تانبہ دو حصہ ہو ہاتھوں ہاتھ کچھ ڈر نہیں ہو اور ادھار میں بہتری نہیں ہو کیونکہ جنس اور وزن دونوں کو شامل ہو اور جب ایک کی وجہ سے ادھار حرام ہوتا ہو۔ تو دونوں کی وجہ سے ہر جہادلی حرام ہو گا یہ محیط میں لکھا ہوا اگر دو متقال چاندی اور ایک متقال تانبہ بعوض ایک متقال چاندی اور تین متقال لہے کے خریدی تو جائز ہے۔ اس طور پر کہ چاندی بعوض چاندی کے برابر کی جاوے اور باقی چاندی اور تانبہ مقابل لہے کے رکھا جاوے پس رہا نہ ہو گا اور ایسے ہی ایک متقال پتیل اور ایک متقال لہا بعوض ایک متقال پتیل اور ایک متقال لہا کے خرید کر یا جائز ہو کیونکہ پتیل پتیل کے مقابل اور لہا لہا کے مقابل ہو گیا یہ مبسوط میں لکھا ہوا اور تجربہ میں لکھا ہوا کہ پتیل اور لہے کے برتن لوگوں کے تعامل سے عددی ہو جاتے ہیں پس ایک دوسرے کے عوض ہر طرح فروخت ہو سکتے ہیں یہ اتنا غنائیہ میں لکھا ہوا۔ اور اگر لوگوں میں ان پر متون کا وزن سے بیچا رائج ہو نہ گنتی سے تو ان کو اپنی جنس کے عوض بیچنا فقط برابری کے ساتھ جائز ہو گا یہ نہر الفائق میں لکھا ہوا۔ اگر تانبے کا برتن بعوض ایک رطل غیر معین لہے کے خریدنا اور کچھ میعاد نہ لگائی اور برتن پر قبضہ کر لیا تو جائز ہو بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے لہا اس کو دیدہ ہو اور اگر لہا دیدہ بنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پس اگر اس برتن کے وزن سے بیچنے کی عادت نہ ہو تو بھی کچھ ڈر نہیں ہے اور اگر وزن سے لکھا ہو تو ادھار میں بہتری نہیں ہو اور اگر مجلس میں لہے پر قبضہ کر لیا اور دو کرنے برتن پر قبضہ نہ کیا ہوا تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو عقد فاسد نہ ہوا اور اسی طرح اگر ایک رطل لہا معین بعوض دو رطل لہا کھرے غیر معین کے خرید لیا اور لہے پر قبضہ کر لیا اور لہا پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہوئی اور اگر دونوں غیر معین ہوں تو بیع فاسد ہوگی خواہ اس مجلس میں باہم قبضہ ہو یا وہاں یہ مبسوط میں لکھا ہوا

دوسری فصل چاندی وغیرہ چڑھی ہوئی تلوار یا ایسی چیزوں کی بیع کے بیان میں کہ جن میں چاندی یا سونا اپنے غیر کے ساتھ فروخت کیا گیا اور اس چیز کی بیع کے بیان میں کہ جو وزن سے فروخت ہوئی پھر کم یا زیادہ نکلی۔ اگر کوئی تلوار کہ جسے چاندی کا حلیہ ہو یا روپہلی لگام بعوض نئی خالص چاندی کے کہ جس کا وزن تلوار یا لگام کے حلیہ سے زائد ہو خریدی تو جائز ہو اور اگر حلیہ سے کم یا اس کے برابر ہو یا کچھ نہ معلوم ہو تو جائز نہیں ہو یہ محیط خنری میں لکھا ہوا اور اگر درمیان کی مقدار بیع کے وقت معلوم نہ ہوئی پھر معلوم ہوئی تو تلوار کی چاندی سے زائد نکلی پس اگر دونوں مجلس میں موجود ہونے کی حالت میں معلوم ہوئی تو بیع جائز ہو اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد معلوم ہوئی تو جائز نہیں ہو اور قدری نے فرمایا ہو ایسے ہی اگر دانستہ لوگ اس میں اختلاف کریں بعض کہتے ہیں کہ ثمن تلوار کی چاندی سے زائد ہو اور بعض کہتے ہیں کہ برابر ہو تو بھی جائز نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہوا اگر درمیان تلوار کے حلیہ سے

نرائند ہون بھر باہمی قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے پس اگر وہ حلیہ تلوار میں سے بدن ضرر کے جدا نہیں ہو سکتا تو کل کی بیج ٹوٹ جاو گی اور اگر بدن ضرر کے جدا ہو سکتا ہو تو حلیہ کی بیج باطل ورتلواری کی جائز ہوگی اور اگر حلیہ ہونے کا ہوا ورتن درم ہوں تو ہر طرح بیج جائز ہو اور اگر دشمن ادا کرنے میں مبیعا کی شرط کی خواہ وہ دشمن حلیہ کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو تو پوری تلوار کی بیج باطل ہو جاو گی خواہ اس حلیہ کا جدا ہونا بدن ضرر کے ممکن ہو یا نہ ہو اسی طرح اگر دونوں جدا ہو گئے اور ایک نے خیار شرط کی تھی تو بھی بیج باطل ہو اور اگر بیج میں دشمن کی مدت قرار دی تھی پھر مشتری نے بقدر حلیہ کے دشمن ادا کر دیا تو اسخسانا بیج جائز ہو اگرچہ صاف ظاہر نہ کیا ہو کہ دشمن مقبضہ حلیہ کا حصہ ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور جس مکان میں سونے یا چاندی کے پیر ہوں تو اسی جنس کے عوض بیچے کا حکم مثل چاندی چڑھی ہوئی تلوار کے ہو یہ محیط خسی میں لکھا ہو اور ایک سونے کا زیور جس میں موتی اور جواہر میں دوسرے کے ہاتھ بعض دنیاروں کے بیجا اور خریدار نے زیور پر قبضہ کر لیا پس اگر یہ دنیار زیور کے سونے کے برابر ہوں یا کم ہوں یا کچھ معلوم ہو تو پوری بیج جائز ہوگی نہ سونے کی نہ جواہر کی خواہ جواہر کا جدا کر لینا بدن ضرر کے ممکن ہو یا نہ ہو اور اگر یہ دنیار زیور کے سونے کے من سے زیادہ ہوں تو زیور کے سونے اور جواہر کی بیج جائز ہو پھر اسکے بعد اگر جدا ہونے سے پہلے پورا دشمن ادا کر دیا تو بیج پوری ہوگی اور ایسے ہی اگر زیور کے سونے کے قدر ادا کیا تو بھی بیج جائز رہی اور اگر جدا ہونے تک کچھ بھی ادا نہ کیا تو زیور کے سونے کی خاص بیج فاسد ہوگئی اور جواہر کی بیج اگر بدن ضرر کے انکا نکالنا ممکن نہ ہو تو فاسد ہوگی اور اگر بدن ضرر کے جدا کر لینا ممکن ہو تو بیج فاسد ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو اور ایسا زیور کہ جسے جواہر بدن ضرر کے جدا ہو سکتے ہوں اگر اسکی قیمت میں ایک دنیار ادا ہوا کیا تو جائز نہیں ہو کیونکہ سونے کا حصہ میں عقد صرف واقع ہوا ہو پس مبیعا کی شرط سے فاسد ہوگا اور موتی اور جواہرات کا جدا کر کے سپرد کرنا بدن ضرر کے ممکن نہیں ہو پس جب تھوڑے کا عقد فاسد ہو تو کل کا فاسد ہو گیا یہ مبسوط میں لکھا ہو اور اگر ایسا زیور ہو جسکے جواہرات کا بدن ضرر کے نکالنا ممکن ہو تو اس مسئلہ میں اختلاف ہونا چاہیے امام اعظم کے نزدیک جواہر کی بیج جائز نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک ایسی تلوار حلیہ ہو جو بعض اسقدر چاندی کے خربہ کی کہ جب کا وزن حلیہ سے زائد ہو ورتن میں سے بقدر حصہ حلیہ کے ادا کر دیا اور کہا کہ دونوں کے دشمن میں یا کہا کہ تلوار کے دشمن میں دیتا ہوں یا کچھ نہ بیان کیا تو یہ دشمن حلیہ کا ہوگا اور کل کی بیج جائز رہی یہ محیط خسی میں لکھا ہو اور اگر اسنے کہا کہ یہ دشمن خاص تلوار کے پھل کا ہو تو لحاظ کیا جاوے گا کہ اگر حلیہ بدن ضرر کے جدا نہیں ہو سکتا ہو تو جو اسنے ادا کیا وہ حلیہ کا دشمن ہوگا اور پوری بیج صحیح ہوگی اور اگر بلا ضرر جدا ہو سکتا ہو تو حلیہ کی بیج باطل ہو جاو گی یہ نہر الفائق میں لکھا ہو اور اگر اسنے کہا کہ اسکو لے اسکا آدھا حلیہ کا دشمن ہو اور آدھا تلوار کا تو بھی بیج صرف باطل نہ ہوگی اور سب حلیہ کا دشمن رکھا جائے گا یہ تبیین میں لکھا ہو بشام نے روایت کی کہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر تلوار کا حلیہ بدن ضرر کے بیجا تو جائز نہیں ہو بلکہ جب اس شرط پر فروخت کرے کہ مشتری اسکو جدا کرے تو دونوں کے جدا ہونے سے پہلے اسکو جدا کر لیا اور اگر کہنے میں یہ شرط نہ لگائی پھر جدا کی سے پہلے بائع نے کہا کہ میں نے تجھ کو اسکے الگ کر لینے کی اجازت دی تو امام نے فرمایا کہ اگر جدا کی سے

پہلے اسنے الگ کر لیا تو بیع جائز ہے اور اگر الگ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہو گئی ہشام کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اگرچہ مشتری نے تلوار پر قبضہ کر لیا ہو جب بھی نہیں جائز ہو تو فرمایا کہ جائز نہیں ہو کیونکہ جب تک حلیہ کو تلوار سے الگ نہ کر لیا اس پر قابض نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہو کسی نے ایک ایسی باندی فروخت کی کہ جسکی قیمت ہزار انتقال چاندی ہو اور اسکے گردن میں ایک چاندی کا طوق ہو کہ جس میں ہزار انتقال چاندی ہو اور اسکا ٹخنہ دو ہزار انتقال چاندی ٹھہری پھر مشتری نے ایک ہزار انتقال دیکھے اور پھر دونوں جدا ہو گئے تو جو اسنے ادا کیا ہے وہ طوق کی قیمت ہے اور اگر دو ہزار انتقال پر اسی طرح خرید کیا کہ ایک ہزار نقد اور ایک ہزار ادھار ہوں تو نقد میں طوق کے دام ہو گئے اور اسی طرح اگر اسنے کہا کہ یہ ایک ہزار دونوں کے داموں میں ہے تو صرف طوق کے دام رکھے جاویں گے اور پوری بیع صحیح ہوگی اور اگر اسنے تصریح کر دی کہ ہزار باندی کا ٹخنہ ہو اور قبضہ کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو طوق کی بیع باطل ہو جاوے گی یہ بھرا لائق میں لکھا ہو اگر ایک گنگن مع کپڑے کے بعض بیس درم کے خریدا اور گنگن پر قبضہ کیا اور دس درم ادا کر دیے پھر دونوں جدا ہو گئے تو یہ دس درم استحقاق گنگن کا حصہ رکھا جائیگا اور اگر دس درم ادا کر کے اسنے کہا کہ دونوں کے ٹخنہ میں ہے تو بھی پہلی صورت کے موافق رکھا جائیگا اور اگر اسنے کہا کہ یہ خاص کپڑے کا حصہ ٹخنہ میں ہو اور دوسرے نے انکار کیا یا اقرار کیا اور اسی پر دونوں جدا ہو گئے تو گنگن کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور اگر گنگن ایک شخص کا ہو اور اسکی قیمت دس درم ہو اور کپڑا دس درم قیمت کا دوسرے شخص کا ہو پھر دونوں کسی شخص کے ہاتھ میں آجائیں اور فروخت کر دیں اور ہر ایک نے اپنا مال فروخت کیا مگر بیع ایک ہی صفحہ میں واقع ہوئی پھر مشتری نے گنگن والے کو دس درم دیدے تو وہ خالص اسی کے ہوں گے دوسرا اس میں شریک نہ ہو گا اور اگر دونوں نے کپڑے کو بیچا اور دونوں نے گنگن کو بیچا پھر اسنے گنگن والے کو دس درم دیے پھر دونوں جدا ہو گئے تو آدھے گنگن کی بیع ٹوٹ جاوے گی یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ ایک حلیہ دار تلوار بعض دنیا کے خریدی اور اس پر قبضہ کر کے دنیا را داکر نے سے پہلے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی اور دوسرے نے اس پر قبضہ کر لیا اور ٹخنہ ادا نہ کیا یہاں تک کہ یہ سب جدا ہو گئے تو دونوں بیع باطل ہو جاوے گی اور تلوار پہلے بائع کو واپس ملے گی اور اگر دوسرے مشتری اور اسکے بائع نے باہم قبضہ کر لیا ہو نہ اول بائع نے تو دوسری بیع صحیح ہوگی اور پہلا مشتری اپنے بائع کو تلوار کی قیمت ادا کرے اور ایسے ہی اگر مشتری نے اسکا ادھا فروخت کیا تو آدھے کی بیع صحیح ہوگی اور آدھی تلوار پہلے بائع کو واپس ہوگی اور اسکو یہ اختیار ہو گا کہ کھڑے ہونے کے عیب کی وجہ سے قبول نہ کرے اور دوسرے آدھے کی قیمت کی ضمانت دینا یہ محیط سرخی میں لکھا ہو اگر ایک حلیہ دار تلوار دو شخصوں میں مشترک تھی پھر ایک نے اپنا نصف حصہ ایک دنیا کے کو اپنے شریک یا دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر اپنے شریک کے ہاتھ بیچا اور اسنے دنیا را داکر دیا اور تلوار ٹھہری رہی تو پھر اس پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع ٹوٹ جاوے گی یہ مبسوط میں لکھا ہو اگر ایک حلیہ دار تلوار جس میں سو درم حلیہ پر بعض دوسرے درم کے خریدی پھر معلوم ہوا کہ اس میں سو درم حلیہ ہی تو اسکی دو صورتیں ہیں کہ اگر دونوں کے قبضہ کرنے اور جدا ہونے کے بعد یہ معلوم ہوا تو پورا عقد باطل

ہو جاوے گا اور اگر جدا ہونے سے پہلے معلوم ہوا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو من میں سودرم ٹرہا دے ورنہ کل کا عقد فسخ کر دے اور اگر دونوں کو پہلے سے یہ بات معلوم تھی کہ اسکا حلیہ دو سودرم بھرے اور تلوار کو بعض دوسو درم بچا بھر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے سودرم بڑھانا چاہے تو عقد جائز ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر ایک چاندی کا کنگن اس شرط پر کہ وہ سودرم جو بعض سودرم کے بچا بھر جائی سے پہلے اسکو تولا تو زیادہ پانچ سو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو درمون میں بڑھا کر اسکے برابر وزن میں لے لے ورنہ چھوڑ دے اور اگر کم نکلا تو بھی ایسا ہی حکم ہے اور اگر دونوں جدا ہو گئے تھے پھر اسکو ڈیڑھ سودرم پایا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو اسکا دو تہائی سودرم من سے ورنہ چھوڑ دے اور اسی طرح اگر کم پایا تو بھی اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے مثل وزن پر لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی میں لکھا ہو اگر گلائی ہوئی چاندی سودرم کے عوض اس شرط پر خریدی کہ یہ سودرم بھرے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر وہ دوسو درم نکلی تو مشتری کو اسکی آدھی نیلی اور اسکو خیار ہوگا یہ مابوط میں لکھا ہے اور یہ سب حکم اس صورت میں ہے کہ جب خریدنا اسی جنس کے عوض واقع ہوا اور اگر بعض خلاف جنس کے ہو مثلاً ایک حلیہ دار تلوار اس شرط پر کہ اسکا حلیہ دو سودرم جو بعض دس دینار کے خریدی یا ایک چاندی کی چھال اس شرط پر کہ ہزار درم بھرے بعض سودنار کے خریدی پھر وہ دو ہزار درم بھرے تو ان سب صورتوں میں بیع جائز ہے اور جب عقد جائز ٹھہر دیا چاندی کی صورت میں جو وزن مشتری سے ٹھہرا ہو اس سے زیادہ مشتری کو بلا عوض نہ دیا جاوے گا اور چھال کی صورت میں زیادتی بلا عوض دی جاوے گی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر من دینار ٹھہرے ہوں پھر بیعت کو ناقض پایا تو مشتری کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پورے من میں لے ورنہ چھوڑ دے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ایک موئی اس شرط پر کہ اسکا وزن ایک مثقال ہو ایک درم کو خرید یا پھر وہ ٹرہا تو سب مشتری کو دیدیا جاوے گا اور اگر یہ ٹھہر گیا ہو مثقال اتنے درم کو جو بھرے تو پورا واپس کرے یا زیادتی کو اسکے حصہ کے عوض لے اور اگر چاندی کا کنگن بعض درمون کے بچا اور کما کما ہر درم اتنے کو ہر پانہ کما پھر وہ زیادہ نکلا اور دونوں جدا نہیں ہوئے ہیں تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ زیادتی کے قدر حصہ بڑھا کر لے لے اور بلا عوض نہ دیا وے گی یہ محیط رخی میں لکھا ہے اگر تلوار پر سونے یا چاندی کا لمع ہو پھر اسکے جنس کے عوض خریدی تو ہر حال میں بیع جائز ہو اور لمع کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ وہ طہب کیا ہو یہ مضمرات میں لکھا ہے اور اگر چاندی کا پانی بھری ہوئی لگام بعض درمون کے اس سے کم یا زیادہ پر خریدی تو جائز ہے اور ایسے ہی اگر کسی کا نہیں سونے کا پانی بھرا ہو اور اسکو بعض میعاد کی من کے خرید یا تو جائز ہے اگرچہ اسکی چھتو نہیں من سے زیادہ نہ ہو پانی بھرا ہو یہ حاوی میں لکھا ہے

پیسوں کی بیع کے بیان میں پیسے بھی درمون کے مانند اگر من گردانے جاوے تو عقد میں متعین نہیں ہوتے ہیں اگرچہ عین کیے جاوے اور نہ ان کے تلف ہونے سے عقد فسخ ہوتا ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے درمون کے عوض پیسے خریدے اور من را کر دیا اور بائع کے پاس پیسے نہ تھے تو بیع جائز ہو پس اگر بائع نے پیسے کسی سے قرض لیکر جدا ہونے سے پہلے یا بعد اسکے مشتری کو دیدیے تو بیع پوری ہو گئی بشرطیکہ درمون

حلیہ بیعت کا پانی بھرا ہو اگر کم درم یا زیادہ ۱۲

ہر مجلس میں قبضہ کر لیا ہوا اور ایسا ہی اگر پیسوں پر قبضہ کر لیا اور درموزن پر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بھی جائز ہے یہ شرط
 میں لکھا جو حسن نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ اگر پیسے بعض درموزن کے خریدے اور نہ اس کے پاس پیسے تھے
 اور نہ اس کے پاس درم پھر کسی ایک کے ادا کرنے کے بعد دونوں جدا ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر کسی نے
 نہ ادا کیا اور جدا ہو گئے تو جائز نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پیسوں کو پیسوں کے عوض بچا پھر دونوں کے قبضہ
 سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہوگئی اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرے نے نہ کیا یا دونوں نے
 قبضہ کیا پھر جدا ہونے کے بعد جو ایک کے قبضہ میں ہو اسکا کوئی حقدار پیدا ہوا اور اسنے لے لیا تو بیع اپنے حال پر
 صحیح رہیگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے چاندی یا سونے کی انگوٹھی حسین مکینہ تھایا نہ تھا کسی قدر پیسوں کے
 عوض خریدی اور پیسے اسکے پاس نہیں ہیں تو یہ جائز ہے خواہ جدا کی سے پہلے دونوں نے قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو
 کیونکہ یہ بیع صرت نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر چاندی کا پتر بعض فلوں غیر معینہ کے بچا اور باقی قبضہ
 سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے اور اگر تیر اسکے پاس موجود نہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر آدھے درم
 کے پیسوں پر کوئی چیز خریدی تو صحیح ہے۔ اور اس پر اتنے پیسے واجب ہونگے جو آدھے درم کو کہتے ہیں اور ایسے ہی
 تھائی یا چوٹھائی درم کہنا بھی جائز ہے یہ نہیں میں لکھا ہے اور اگر ایک دانگ پیسے یا ایک تیسرے پیسے کے
 عوض خریدی تو مستحساناً درست ہے اور شمس لائے حلوائی نے کہا کہ یہ حکم ہر وقت کے دانگ اور قیراط کو کون میں مختلف
 ہو اور اگر مختلف ہو کہ بعض دس کا اور بعض نو کا لیتے ہوں تو جھگڑے کی وجہ سے عقد جائز نہ ہوگا یہ محیط نثری میں
 لکھا ہے اور اگر کہا کہ بعض ایک درم پیسوں کے یا دو درم پیسوں کے خریدی تو بھی امام ابو یوسف کے نزدیک
 جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہیں ہے ایک درم سے کم میں جائز ہے اور مشائخ نے کہا کہ امام ابو یوسف
 کا قول اصح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کو ایک درم دیا اور کہا کہ اسے آدھے کے پیسے دیدے اور آدھے
 کا ایک چھوٹا درم دیدے تو جائز ہے پس اگر چھوٹا درم اور پیسے لینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو پیسوں کا عقد قائم
 ہے اور حصہ درم کا ٹوٹ گیا اور اگر اسنے بڑا درم نہیں دیا تھا اور جدا ہو گئے تو کل کی بیع ٹوٹ جاوے گی یہ ذخیرہ میں لکھا
 ہے اور اگر کہا کہ آدھے درم کے پیسے دے اور باقی آدھے کے عوض ایک چھوٹا درم کا اسکا وزن آدھے درم کے
 برابر ہو مگر ایک حبه یعنی ایک حبه کم ہو تو امام اعظم کے نزدیک سب کی بیع باطل ہو جاوے گی اور صاحبین کے نزدیک
 خاص چھوٹے درم کی بیع باطل ہوگی یہ محیط نثری میں لکھا ہے اور اگر دینے کا لفظ کہہ کر کہا تو امام کے نزدیک بھی وہی
 حکم ہے جو صاحبین کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر ایک ایسا درم زلف جو نہیں چلتا ہو دوسرے
 کے ہاتھ بچا بعض پانچ دانگ پیسوں کے اور اسکا عیب معلوم تھا تو یہ جائز ہے اور ایسے ہی اگر آدھے درم پیسے
 اور ایک چھوٹے درم کے عوض جبکا وزن دو دانگ ہو بچا تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہونے سے پہلے دونوں قبضہ
 کر لیں اور اگر پانچ دانگ چاندی کے عوض یا بعض ایک درم کے سواے ایک قیراط چاندی کے بچا تو جائز
 نہیں ہے اور اگر کہا کہ بعض اس چاندی کے میرے ہاتھ اتنے پیسے فروخت کر تو جائز ہے اور اگر اسکو پانچ چھوٹے

درم یا آدمی کے عوض جی تو جائز نہیں ہے یہ بسوٹ میں لکھا ہے۔ اگر سو پیسے بوضو ایک درم کے خریدے پھر درم پر قبضہ کیا اور دوسرے نے پیسے پر قبضہ نہ کیا ہاں تک کہ وہ پیسے کا سد ہو گئے تو قیاساً بیع باطل نہوگی و مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو ان کا سد پیسوں پر قبضہ کرے ورنہ بیع قبیح کرے اور یہی قول امام زفر کا ہے اور استحساناً بیع باطل ہو جائیگی اور اگر پچاس پیسوں پر قبضہ کیا پھر پیسے کا سد ہو گئے تو آدمی کے بیع باطل ہو جائیگی پس اگر وہ درم واپس کرے یہ محیط سرخی میں لکھا ہے اور اگر وہ پیسے کا سد نہوے و لیکن ارزاں یا گران ہو گئے تو بیع فاسد نہوگی اور باقی پیسے مشتری کو ملین گے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر درم کے عوض کچھ پیسے خریدے اور ان پر قبضہ کر لیا اور درم نہ دیا یہاں تک کہ پیسے کا سد ہو گئے تو بیع جائز ہے اور درم اس پر قرض ہوگا یہ بسوٹ میں لکھا ہے اگر ایسے درمون کے عوض جن میں میل زیادہ ہو یا پیسوں کے عوض کوئی چیز خریدی اور حالانکہ یہ دونوں چلتے تھے ہاں تک کہ بیع جائز ہو گئی اور ہنوز مشتری نے بالغ کو نہ دیے تھے کہ اس کا چلن جاتا رہا اور کا سد ہو گئے تو بیع باطل ہو جائیگی اور لوگوں کو دستیاب نہونا مثل کا سد ہو جانے کے ہی اور مشتری پر واجب ہوگا کہ بیع اگر باقی ہو تو واپس کرے اور اگر نہ باقی ہو تو اس کا مثل واپس کرے اگر وہ مثلی چیز ہو ورنہ اس کی قیمت واپس کرے اور اگر بیع پر قبضہ نہوا ہو تو امام اعظم کے نزدیک اس بیع کا کچھ فائدہ نہیں ہے اور صاحبین نے کہا کہ بیع باطل نہوگی اور جب بیع باطل نہوگی اور اس پر ذکر یا متذکر ہو تو اس کی قیمت واجب ہوگی لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک بیع کے دن کی قیمت اور امام محمد کے نزدیک کا سد ہونے کے روز کی قیمت واجب ہوگی اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے اور محیط اور نمیمیہ اور حقائق میں ہے کہ لوگوں پر آسان کرنے کے واسطے امام محمد کے قول پر فتویٰ ہے جو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کوئی معین مال یا معین اسباب یا معین میوہ بعوض پیسوں کے خریدے اور پیسے اسکے پاس نہیں ہیں تو جائز ہے اور اگر معین مال بعوض معین پیسوں کے خریدے تو مشتری ان پیسوں کے سوا دوسرے جیسا کہ لوگوں میں چلن ہو دے سکتا ہے اور اگر ان فلوس معینہ کو دیا اور دونوں جہا ہو گئے پھر ان میں ایک ایسا پیسا یا پا جو نہیں چلتا ہے پھر واپس کر کے اسکو بدل لیا پھر ایسی صورت میں کہ جس میں پیسے مال کا ثمن ہیں عقد باطل نہیں ہوتا ہے خواہ یہ واپس کیے ہوئے پیسے تھوڑے ہوں یا بہت ہوں اور خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدل لیا ہو اور اگر یہ پیسے درم کا ثمن ہوں تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو درم پر قبضہ ہو گیا ہوگا یا نہوا ہوگا پس اگر قبضہ ہو گیا ہے پھر ایسا پیسا واپس کیا جو نہیں چلتا ہے اور بدل لیا یا نہ بدل لیا تو بیع انہی صحت پر باقی رہیگی اور ایسے ہی اگر سب پیسے اس صورت میں ایسے پاسے کہ نہیں چلتے ہیں اور انکو واپس کر کے بدلایا نہ بدلا تو بھی عقد انہی صحت پر باقی رہیگا اور اگر درمون پر قبضہ نہیں ہوا ہے پس اگر سب پیسوں کو ایسا ہی پایا جو نہیں چلتے ہیں اور واپس کیا تو امام اعظم اور زفر کے نزدیک عقد باطل ہو جائیگا خواہ اسنے واپسی کی مجلس میں بدل لیے ہوں یا نہ بدلے ہوں اور صاحبین نے کہا کہ اگر واپسی کی مجلس میں بدل لیے تو عقد صحیح رہیگا اور اگر نہ بدلے تو ٹوٹ جائیگا اور اگر بعض ایسے ہوں کہ جو نہیں چلتے ہیں اور ان کو واپس کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ عقد انکی مقدار تک

۱۱۲
کے کا سد بیع باطل چلتا ہے

خواہ تھوڑے ہوں یا بہت ہوں ٹوٹ جائے خواہ واپسی کی مجلس میں بدلایا نہ بدلا ہو اور یہ امام اعظم کے قول میں ہے اور یہی قول امام زعفران کا ہے لیکن امام اعظم نے قلیل کے باب میں اگر واپس کر کے اسی مجلس میں بدل لیا تو استحسانا کہا ہو کہ عقد نہ ٹوٹے گا اور قلیل کی حد بیان کرنے میں امام اعظم سے مختلف روایتیں آئی ہیں ایک روایت میں ہے کہ اگر آدھے سے زیادہ ہو تو وہ کثیر ہو اور اس سے کم قلیل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اگر آدھے تک پہنچ جاوے تو کثیر ہو اور ایک روایت میں ہے کہ اگر تہائی سے زائد ہو تو کثیر ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ خواہ تھوڑے واپس کرے یا بہت اگر مجلس واپسی میں انکو بدل لیا تو عقد نہ ٹوٹے گا اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جب یہ غلوں سے ہوں کہ کبھی چلتے ہیں اور کبھی نہیں چلتے لیکن اگر ایسے پیسے ہوں گے جو کبھی نہیں چلتے ہیں اور بائع اور مشتری جدا ہو چکے ہیں پھر اسے واپس کیے تو عقد ٹوٹ جائیگا خواہ اسی مجلس میں بدل لیے ہوں یا نہ بدلے ہوں اور اگر بعض پیسے اس صفت کے پائے اور ان کو واپس کر دیا تو تقدیر ان کے عقد ٹوٹ جائے گا خواہ مجلس واپسی میں بدلے ہوں یا نہ بدلے ہوں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کچھ پیسے بعوض درمیان کے خریدے اور دونوں جدا ہو گئے پھر کسی قدر پیسوں کا کوئی حقدار پایا اور حقدار نے اجازت نہ دی پس اگر پیسوں کے خریدار نے درم ویدیا ہو تو وہ ان کے مثل بدل لے اور عقد جائز ہو گا اور اگر اسے درم نہیں دیا ہے تو بقدر استحقاق کے عقد ٹوٹے گا اگر بعض پیسوں کا کوئی حقدار ہوا تو اسکے قدر اور کل کا کوئی حقدار ہوا تو پورا عقد ٹوٹ جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے

چوتھی فصل کانوں میں اور سناروں کی مٹی میں بیع صرف واقع ہونے کے بیان میں۔ اور کان کی مٹی سے سونے اور چاندی کو پاک کرنے پر مزدور مقرر کرنا بھی اس بیان میں داخل ہے اگر سونے کی مٹی بعوض سونے کے یا چاندی کی مٹی بعوض چاندی کے خریدی تو جائز نہیں ہے مگر حیب یہ معلوم ہو جاوے کہ اس مٹی میں استقدیر ہو کہ جتنا یہ دیتا ہو اور ایسے ہی اگر بعوض سونے اور چاندی کے بھی تو جائز نہیں ہو اور اگر سونے کی مٹی بعوض چاندی کے یا چاندی کی مٹی بعوض سونے کے خریدی تو باحقون ہاتھ جائز ہو اور جو کچھ سہین بکے اسکے دیکھنے کے وقت مشتری کو خیال ہو گا اور اگر کچھ سونانہ نکلا تو بیع جائز نہیں اور من واپس کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر ایک قفیر مٹی غیر معین کو بعوض کسی مال یا اسباب کے یا سونے کے خرید لیا کوئی اسباب بعوض ایک قفیر مٹی غیر معین کے خرید تو بیع جائز نہیں کیونکہ معقود علیہ مجہول ہے یہ خزانہ المقتنین میں لکھا ہے اور اگر آدھی مٹی یا جو تھائی مٹی خریدی تو جائز ہو اور جو سہین سے نکلیگا وہ دونوں میں بقدر اپنی اپنی ملکیت کے مشترک ہو گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر وہ مٹی سونے اور چاندی کی ہو پس اگر سونے یا چاندی کے عوض سچی جائے تو جائز نہیں ہو اور اگر سونے اور چاندی کے عوض سچی جائے تو جائز ہے اور ہر جنس اپنے خلاف کے مقابل ہوگی اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ اس مٹی میں سونا ہو یا یہ نہ معلوم ہو کہ اس میں دونوں چیزیں ہیں یا ایک ہو پس اگر سونے یا چاندی کے عوض سچی جائے تو جائز نہیں ہو اور ایسے ہی اگر سونے اور چاندی کے عوض سچی جائے تو بھی جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اور اگر اسکے مثل مٹی کے عوض خریدی جائے تو بھی جائز نہیں اور اگر اسکے خلاف جنس مٹی کے

مخوض خریدی جائے تو جائز ہے اور اگر دونوں میں سے کچھ نکلا تو بیع صرف ہوگی اور اگر دونوں میں سے با ایک میں سے کچھ نہ نکلا تو بیع باطل ہوگی یہ محیطہ شرعی میں لکھا ہے اور اگر بعض کپڑے یا کسی قسم کے اسباب کے خریدی تو خرید کر ناجائز ہو اور اس میں بیع صرف کے شرائط ملحوظ نہ ہوں گے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور یہی حکم سنار وکی مٹی کا ہے یہ محیطہ شرعی میں لکھا ہے۔ اور شعبی سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ سنار وکی مٹی فروخت کرنے میں بہتری نہیں ہے اور یہ بھی مثل پانی کے اندر مچھلی جینے کے ایک دھوکا ہے اور ہم اسی قول کو لیتے ہیں لیکن یہ حکم اس وقت ہے کہ جب یہ نہ معلوم ہو کہ اس میں کچھ سونا اور چاندی ہے یا نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ اگر کسی نے سنار وکی مٹی بعض اسباب کے خریدی اور اس میں کچھ سونا یا چاندی نہ نکلا تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس سے صرف مٹی کو نہیں خریدا ہے جو کچھ اس میں ہے وہ خریدا ہے پس اگر اس میں سونا یا چاندی ہو تو بیع جائز ہوگی اور سنار کو یہ حلال نہیں ہے کہ اس مٹی کا منہ اپنے کھانے میں صرف کرے کیونکہ جو کچھ اس میں ہے وہ لگو نکال مال ہے الا اس صورت میں کہ اس نے لوگوں کو ادا کرتے وقت جو کچھ انکا مال مٹی میں گر پڑا ہو اس کے عوض کچھ زیادہ کر کے ادا کیا ہو پس اگر اس نے ایسا کیا ہو تو اسکو اس مٹی کا منہ کھانا حلال ہے اور بھی امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جب تک مشتری کو سنار یہ خبر نہ دے کہ میں نے لوگوں کو انکا مال پورا کر دیا ہو تب تک اسکو خرید کر ناجائز نہیں ہے کیونکہ مشتری یقیناً جانتا ہے کہ سنار اسکا مالک نہیں ہے یہ محیطہ میں لکھا ہے اگر کوئی ایسا دالہ جس میں سونے کی کان تھی بعض سونے کے خریدا تو جائز نہیں ہے اور بعض چاندی کے خریدا تو جائز ہے یہ محیطہ شرعی میں لکھا ہے اور اگر سونے اور چاندی کی کان کی مٹی دو شخصوں میں مشترک تھی اور ان دونوں نے اٹکل پر تقسیم کر لیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مٹی میں سے جدا کر کے باعتبار وزن کے تقسیم کیا تو جائز ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اگر کسی شخص کا دوسرے پر کچھ قرض تھا پھر اس نے کوئی معین مٹی ہاتھوں ہاتھ دیدی پس اگر قرضہ چاندی تھا اور اس نے چاندی کی مٹی دی تو جائز نہ ہوگا اور اگر سونے کی مٹی دی تو جائز ہے اور جو کچھ اس میں سے برآمد ہوا سکے دھینے کے وقت قرضخواہ کو اختیار ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کسی نے سونے یا چاندی کی مٹی دوسرے سے قرض لی تو اس پر مثل اسکے قرض ہوگا جو مٹی سے نکلے اور اسکی مقدار بیان کرنے میں قرض لینے والے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اس شرط پر یہ مٹی قرض لی کہ اسکے مثل مٹی ادا کرے گا تو جائز نہیں ہے یہ محیطہ میں لکھا ہے اور اگر کان میں گڈھا کیا پھر اس گڈھے کو بیجا تو جائز نہیں ہے اور اگر کسی مردہ زمین میں کوئی گڈھا کھودا تو وہ اسکا مالک ہوگا کسی خاص کان کی مٹی صاف کرنے کے واسطے اس کان کی معین مٹی کے عوض کوئی مزدور کیا تو جائز ہے اور جو کچھ اس میں سے نکلے اسکے وقت اسکو اختیار ہوگا پس اگر اس نے واپس کیا تو اس شخص سے اپنی فردوری کے مثل لے لے اور اگر اسکو کسی غیر معین مٹی کے کسی قدر وزن پر مزدور کیا تو جائز نہیں ہے اگر کسی شخص کو مزدور کیا کہ کسی کان میں گڈھا کرے اور جو کچھ اس میں نکلے اسکا آدھا فردوری ہے تو جائز نہیں ہے اور اسکو موافق کام کے مزدوری ملے گی یہ محیطہ میں شرعی میں لکھا ہے کسی نے ایک مزدور کیا کہ جو سونے یا چاندی کو کان کی مٹی یا سنار وکی کی مٹی اسے صاف کرے اسکے لیے بھالتا تھا تو کسی تین چوبیس سالہ کید نہ یہ عوارہ نمبر لے چ کے ہوا و مٹی میں سے الگ ہونے سے پہلے دونوں حصوں کا ساوی ہونا معلوم ہوگا ۱۲

ہیں یا تو اس سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس واسطے مزدور کیا کہ تو ہزار درم چاندی میرے واسطے اس مٹی سے صاف کر دے یا
 کہا کہ ہزار شقال سونا اس مٹی سے نکال دے اور یہ نہیں معلوم کہ اس مٹی سے جسکی طرف اشارہ کرتا ہو اس قدر سونا
 یا چاندی نکلے گا یا نہیں تو ایسی مزدوری جائز نہیں ہے اور یا یہ کہا کہ میں نے تجھ کو اس واسطے مزدور کیا کہ تو اس
 مزدوری پر میرے لیے سونا یا چاندی اس مٹی میں سے نکال دے اور یہ جائز ہے اور یا یہ کہے کہ میں نے تجھ کو
 اس واسطے مزدور کیا کہ تو میرے واسطے ہزار درم چاندی مٹی میں سے نکال دے اور کسی مٹی کی طرف اشارہ نہ
 کیا تو یہ بھی ناجائز ہے جیسا کہ کسی شخص کو اس واسطے مزدور کیا کہ بعض ایک درم کے ایک قمیص میرے واسطے
 سی دے اور کپڑا معین نہ کیا تو نہیں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو اگر کوئی لگام کسی شخص کو اس واسطے دی کہ وہ کسی قدر
 وزن معلوم کی چاندی اس لگام پر ملمع کر دے کہ وہ اس شخص پر فرض رہے اور کسی قدر معلوم مزدوری وہ اس کو دے گا تو یہ
 جائز ہے اور اس پر فرض لازم آئے گا اور اگر چاندی کی مقدار میں جو جمع میں صرف ہوئی ہو دونوں اختلاف کریں
 تو لگام کے مالک کا قول قسم لیکر معتبر ہو گا اور اسکے علم پر قسم لی جاوے گی اور اگر اس نے کہا کہ تو اس پر سو درم بھر چاندی کا ملمع
 کر دے اس شرط پر کہ میں تجھ کو اس کا من ادھتیرے گا مگر کسی مزدوری سب دس دینار دو ٹنگا اور اسی تول پر دونوں جدا
 ہو گئے تو یہ ناسد ہے اور جب بعد بعینہ اس کا واپس کرنا متعذر ہو گیا تو اس کا مثل واپس کرنا اس پر واجب ہوا اس کو اپنے کام
 کے موافق دینار و ن ہن سے اجرت لینی مگر حقیقت اس نے بیان کیا ہو اس سے تجاوز نہ ہو گا یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

یا بنحوین فصل عقد صرف میں قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی چیز کے تلف کر دینے کے بیان میں۔ ایک چاندی کا
 انگن بعض ایک دینار کے خرید اور مشتری کے قبضہ سے پہلے اس کو کسی شخص نے توڑ ڈالا پس مشتری نے کہا کہ میں
 انگن لیکر توڑنے والے سے اسکی ضمانت لے گا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کوئی چاندی کا انگن
 بعض ایک دینار کے خریدا اور دینار دید یا پھر مجلس میں کسی نے اس کو جلا دیا تو مشتری کو اختیار ہو گا پس اگر اس نے
 بیع تمام کرنی چاہی اور چاہا کہ جلائے والے سے انگن کی قیمت میں سونا لے پس اگر مشتری اور بائع کی جدائی سے
 پہلے اسکی قیمت پر قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر اس میں دینار پر کچھ زیادتی ہو تو حد قہر کر دے اور اگر قیمت پر قبضہ سے
 پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو جاوے گی اور بائع کو چاہیے کہ دینار واپس کرے اور جلائے والے سے انگن
 کی قیمت لے یہ قول امام محمد کا ہے اور پہلا قول امام ابو یوسف کا بھی ہے ہر پھر انھوں نے رجوع کیا اور کہا کہ جب
 مشتری نے جلائے والے سے ضمان لیا اختیار کیا تو اس سے قیمت لینے سے پہلے دونوں کے جدا ہونے سے صرف
 باطل نہ ہو گی اور یہی قول امام اعظم کا ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے ایک حکمہ دار تلواری کہ جس میں سچا س درم حلیہ ہر بعض
 سو درم کے یا بعض دس دینار کے خریدی اور من اور دیا اور تلواری پر قبضہ نہ کیا ہوا تک کہ کسی شخص نے تلواری کی
 حامل یا اس کا نیام کچھ بگاڑ دیا پھر مشتری نے تلواری کا لینا اختیار کیا اور بگاڑنے والے سے ضمان لینا اختیار کیا تو اس کو
 یہ بیعت ہوئی پس اگر اس نے تلواری پر قبضہ کر لیا اور بگاڑنے والے نے جو کچھ بگاڑا ہو اسکی قیمت کی ضمان پر قبضہ کر لے
 لے لینے مثلاً ایک دینار مزدوری بیان ہوئی تھی اور اصل میں تین دینار ہوا تو اسی قدر دیا جاوے گا اور اگر اصل میں تین دینار سے زیادہ دیا

پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو کچھ اسکو مضر نہیں ہو اور اگر تلوار پر قبضہ نہ کیا ہو اور بائع سے جدا ہو گیا تو بالاجماع سب کا عقد فاسد ہو جاوے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ جب اسنے تلوار میں سے کوئی چیز بگاڑی ہو اور اگر اسنے پوری تلوار بگاڑی ہو مثلاً اسکو آگ میں جلادیا اور مشتری نے اسکا دامنگیر ہونا اختیار کیا پس اگر بائع سے جدا ہونے سے پہلے مشتری نے پوری تلوار کی قیمت یا فقط حلیہ کی قیمت اس سے لے لی ہے تو سب کا عقد جائز ہو گا اور اگر حلیہ کی قیمت پر قبضہ نہیں کیا ہو اور بائع سے جدا ہو گیا تو مسئلہ میں ویسا ہی اختلاف ہو یعنی امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک قول کے موافق عقد بالکل باطل نہ ہو گا اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق باطل ہو جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہو کسی شخص نے ایک تلوار حلیہ دار کو کہ جس میں پچاس درم چاندی ہو بعوض سو درم کے خریدی پھر کسی نے اسکو حلیہ کا کبرہ جلادیا اور مشتری نے بیع کا تمام کرنا اور جلانے والے کا دامنگیر ہونا اختیار کیا اور من دا کر دیا اور تلوار پر قبضہ کر لیا پھر کبرہ کی قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے بائع سے جدا ہو گیا تو خاصۃً کبرہ کی بیع ٹوٹ جاوے گی اور تلوار کی نہ ٹوٹے گی اور یہ امام محمد کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول میں بکوئی بیع بھی نہ ٹوٹے گی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔

میسر باب بعد عقد کے دونوں عقد کرنے والوں کے تصرفات کے بیان میں اور اس میں چند

فصلین ہیں

فصل اول قبضہ سے پہلے بدل صرف میں تصرف کرنے کے بیان میں اور ان چیزوں اور صورتوں کے بیان میں کہ جو اس کے بدل کا قصاص ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں اگر بدل صرف کے عوض کوئی چیز اس سے یا دوسرے شخص سے خریدی یا اس سے بدلی اور نہ تو قبضہ نہیں ہوا ہو تو جائز نہیں ہے اور بیع صرف اپنے حال پر باقی رہے گی کہ اس پر قبضہ کر کے عقد بیع تمام کرے یہ محیط شرحی میں لکھا ہو کسی نے دس درم بعوض ایک دینار کے خریدے اور دونوں نے قبضہ کر لیا مگر صرف ایک درم دس میں سے رہ گیا کہ وہ اسکے بائع کے پاس نہ تھا پس خریدار نے الاوہ کیا کہ دینار کا دسواں حصہ واپس کرے تو وہ پس کر سکتا ہو اور یہ حکم اس اطلاق کے ساتھ اس صورت میں صحیح ہو کہ جب دسواں حصہ واپس کر کے پہلے مجلس سے جدا ہو گئے ہوں اور اگر جدا ہونے سے پہلے مشتری نے دینار کا دسواں حصہ واپس کرنا چاہا تو بدوین دوسرے کی رضامندی کے ایسا نہیں کر سکتا ہو لیکن اگر اس سے کہا کہ دسواں حصہ دینار کے عوض کہ سقندر معین بیسے یا کوئی خاص سبب میرے ہاتھ فروخت کر دے اور اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہو خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو اور یہ صورت بخلاف اس صورت کے ہو کہ اگر دینار چھینے والے نے کہا کہ کوئی چیز درم کے عوض میرے ہاتھ بیچ ڈال اور اسنے سچی تو جائز نہیں ہو خواہ جدائی سے پہلے ہو یا بعد ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک ہزار درم معین بعوض سو دینار کے خریدے اور درم سپید ٹھہرے تھے پھر بجائے ان کے سیاہ دیے اور بائع لاخی ہو گیا تو جائز ہے اور مراد سیاہ سے وہ درم ہیں جو سیاہ چاندی کا سکھ ہوں اور مراد ہزار یہ نہیں مراد ہیں کیونکہ اگر ایک دینار سپید چاندی کے درمون کے عوض بیچا اور بجائے ان درمون کے

سے قولہ کبرہ تلوار کے حلیہ یعنی زبور میں جو کھڑیاں ہوتی ہیں ان کو کبرہ کہتے ہیں ۱۲

درم بخاری پر قبضہ کیا تو جائز نہیں ہو اور ایسے ہی اگر درمون پر قبضہ کیا اور چاہے سو اے معین دنیا رون کے وہ سری قسم کے اور کرے تو جائز نہیں ہو مگر جب کہ دوسرا رضی ہو چاہے اور اگر وہ راضی ہو گیا تو بدلنے والا ہوگا بلکہ ورا حق لینے والا ہوگا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ جب دوسری قسم کے دنیا رکھنے ہوئے ہوں اور اگر معین دنیا رون سے بڑھ کر ہوں تو دینے میں دوسرے کی رضامندی کی حاجت نہیں ہو کیونکہ وہ اسکا پورا حق اور زیادہ دیتا ہے یہ مبیط میں لکھا ہو اور اگر واجبی حق کے درمون سے جید یا ردی درم لے لیے اور یہ درم لوگوں کے معاملات میں واجبی درمون میں قائم مقام چلتے ہیں تو جائز ہو اور یہ بھی بدلنا نہیں ہے بلکہ اپنا حق لے لینا ہے یہ محیط میں لکھا ہو کتاب الصرف میں ہو کہ اگر ایک ہزار درم بعینہ عوض سو دنیا کے خریدے اور یہ درم سپید میں چھ درم کے برابر یا نے چاہا کہ اپنے بالغ کو جید یا ردی کر دیکر احسان کرے اور اسے انکار کیا تو اسکو اختیار ہو اور یہی وجہ ہے جامع میں مذکور ہو کہ ایک شخص کے دو بستر پر درم قرض ہوں پھر وہ جید یا ردی کر درم لارے اور قرضہ قبضہ نہ کرے تو اس پر جبر نہ کیا جائیگا اگرچہ وہ اسکا حق اور زیادہ دیتا ہو کیونکہ یہ احسان ہو اور اسکو احسان نہ اٹھانیکا اختیار ہو اور اسبطر اگر اس سے ایک قسم کے دنیا خریدے اور بالغ سے کہہ کہ مجھے اتنے سود دوسرے دنیا دے تو یہ نہیں کر سکتا ہے اگرچہ جس قسم کے طلب کرتا ہو وہ اس کے حق سے گھٹ کر ہوں لیکن اگر دوسرا رضی ہو چاہے تو جائز ہو اور منتفی میں لکھا ہو کہ جسے سیاہ درم آتے ہیں اسکو جائز ہے کہ سپید ادا کرے جیسا ہ کے مانند یا اس سے جید ہوں اور دوسرے پر قبول کرنے کے واسطے جبر کیا جاوے گا اور اسی طرح جس پر سپید درم آتے ہیں اگر اس نے اس کے مثل سیاہ ادا کیے تو بھی قبول کرنے پر جبر کیا جاوے گا اور یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دونوں بیع صرف کرنے والوں میں سے ایک نے دوسرے کو بری کیا یا مہبہ کیا اور دوسرے نے قبول کیا تو صرف ٹوٹ جاوے گی اور اگر نہ قبول کیا تو نہ ٹوٹے گی اور اگر مہبہ کی اور اس نے قبول نہ کی اور مہبہ نہ کیا ہے اس چیز کو لینے سے انکار کیا تو اس پر جبر کیا جاوے گا کہ قبضہ کرے یہ محیط شرحی میں لکھا ہو کسی نے ایک چاندی کا لنگن جو دس درم بھر ہے عوض دس درم کے بچا اور لنگن دیدیا اور درم پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ لنگن کے خریدار نے لنگن اسکو مہبہ کر دیا تو دیکھا جائیگا کہ اگر اس نے لنگن کا منہ جدا ہونے سے پہلے اسکو ادا کیا تو بیع صحیح اور مہبہ جائز ہے اور اگر دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع اور مہبہ دونوں باطل اور لنگن اس کے بالغ کو چھ جائیگا اور نو اور ابن سماعہ میں ہو کہ کسی نے ایک دنیا جو بیس درم کے دوسرے سے خریدا اور دنیا پر قبضہ کیا اور درم نہ دیے یہاں تک کہ مشتری نے دنیا اس کے بالغ کو مہبہ کیا پھر درم ادا کرنے سے پہلے جدا ہو گیا تو دنیا میں مہبہ جائز ہو اور دنیا بیچنے والے کا اس کے خریدار پر ایک دنیا اس کے مثل چاہیے یہ محیط میں لکھا ہو ایک دنیا خریدا اور دنیا بیچنے والے پر اس کے درم چاہیے ہیں پھر دونوں نے بدل کر لیا تو استحسانا جائز ہے یہ محیط شرحی میں لکھا ہو اور اس مسئلہ کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دنیا جو بیس درم کے بچا ہو تو ایسا جائز ہو یہ ہلاہ میں لکھا ہو اور اگر قرضہ بعد بیع صرف کے پیدا ہوا تو یہ صورت الہی اور حلیہ قرضہ وہ نے قرضہ دار کو کسی قدر حق سے بری کیا مگر قرضہ دار نے رو کر دیا اور پورا حق دینا چاہا تو اسکو اختیار ہے کہ ناقابل شیخ الاسلام خاں ہرزدہ فی شرحہ ۱۲

ہو پس اگر دونوں نے بدلانہ کیا تو بدلانہ ہو گا اور اگر بدلانہ کیا تو ایک روایت میں صحیح نہیں اور دوسری میں صحیح ہو اور یہی
 صحیح ہو یہ کافی میں لکھا جو حسن ابن زیاد نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ کسی کے دوسرے پر ہزار درم قرض
 تھے اس نے اس سے سو دینار بھوض ہزار درم کے خریدے پھر درمون کا بدلانہ کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا
 کہ اگر جدا ہونے سے پہلے بدلانہ کیا تو جائز ہو اور اگر بدلانہ کرنے سے پہلے جدا ہو گئے تو باطل ہو اور یہی قول امام اعظم
 کا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں کہا کہ اگر دینار بیچنے والے نے دس درم مشتری سے
 قرض لیے یا غصب کر لیے تو بدلانہ ہو گیا اور باہمی رضا مندی کی حاجت نہیں ہے یہ بجز الزام میں لکھا ہے۔
متصلات المقاصتہ کسی شخص کے پاس دوسرے کی ودیعت رکھی تھی اور دوسرے کا سپرد ودیعت کی مجلس کا قرضہ تھا
 تو ودیعت قرض کا بدلانہ نہیں ہو سکتی ہو اور اگر دونوں اس پر متفق ہوں جب بھی بدلانہ ہوگی کہ ودیعت اپنے مالک کے
 قبضہ میں نہ جاوے اور اگر اسکے قبضہ میں ہو اور دونوں بدلانہ کرنے پر متفق ہوں تو ہو جائیگی اور اگر غصب کی ہوئی چیز
 بعینہ قائم ہو تو اسکا اور ودیعت کا حکم یکساں ہو اور دو قرضہ اگر دونوں میعاد میں ہوں تو بدلانہ بدلانہ کرنے کے بدلانہ ہونے
 اور اس طرح اگر ایک میعاد میں ہو اور دوسرا نہ ہو یا ایک غلبہ ہو اور دوسرا صحیح ہو تو بھی یہی حکم ہے کذا فی الذخیرہ
دوسری فصل بیع صرف میں مراجمہ کے بیان میں اگر کچھ سونا دس درم کو خریدا اور ایک درم نفع پر بیجا تو
 جائز ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر دس درم وزن کا ایک چاندیکا لنگن بھوض ایک دینار کے بیجا اور دونوں نے قبضہ
 کر لیا پھر ایک درم یا آدھے دینار نفع سے بیجا تو جائز ہے کیونکہ آدھا دینار نفع کی صیرت میں اسنے چاندی کا لنگن
 ڈھیر دینار کو فروخت کیا تو جنس کے اختلاف سے نفع ظاہر ہو گا پس وہ بیع ہوگی اور جائز ہوگی اور ایک درم
 نفع سے بیجا تو اسنے لنگن بھوض ایک دینار اور ایک درم کے بیجا اور یہ جائز ہے کیونکہ درم کے مقابلہ میں لنگن میں اسی
 کے برابر رکھا جاوے اور باقی لنگن بمقابلہ دینار کے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ درم کے
 مقابلہ میں اسی کے مثل ہو گا اور دینار بمقابلہ نو دسویں لنگن کے اور درم بمقابلہ دسویں حصہ کے ہو گا پس بعض جزو جسکو
 راس المال گردانا ہو نو دسویں حصہ لنگن میں نفع ہو گا اور بعض جزو جسکو راس گردانا ہو دسویں حصہ لنگن میں راس المال
 ہو گا اور یہ ان کی تصریح کے برخلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے مختصر یہ اسرا زادہ میں ہے کہ اگر سونا بھوض سونے کے پانچاندی بھوض
 چاندی کے خریدی تو مراجمہ بیچنا بالکل جائز نہیں ہے یہ تارخانہ میں لکھا ہے اور اگر دس درم چاندی کا لنگن دس درم
 کے عوض خریدا اور اسکے ساتھ ایک کپڑا جو اسکو دس درم میں ٹرا ہے ملا کر بیجا اور کہا کہ مجھکو بیس درم میں ٹرے ہیں اور
 ایک درم نفع لیا یا وہ کے نفع سے بیجا تو صاحبین کے نزدیک ٹرے کے حصہ میں جائز ہے اور لنگن میں جائز نہیں
 ہے اور امام اعظم کے قول پر کسی میں جائز نہیں ہے یہ شرح حاوی میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر ایک باندی اور سودا
 چاندی کا طوق بھوض ہزار درم کے خریدی اور دونوں نے قبضہ کیا پھر مشتری نے وہ یا زدہ کے نفع سے باندی اور
 طوق بیجا تو امام اعظم کے نزدیک عقد فاسد ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک باندی میں جائز ہو گا طوق میں نہیں اور کرنی

سلسلہ ہو جاوے گی آہ اور جب ودیعت امانت سے قرضہ ہو جاوے تب بھی بدلانہ ہو سکتا ہے ۱۲

نے ذکر کیا کہ ابو یوسف نے طوق کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہ کے قول کیطرت رجوع کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک حلیہ ار
 تلواریہ کہ جبکہ حلیہ پچاس درم بھوض سود درم کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کیا پھر مشتری نے اسکو میں رم یا
 یازدہ یا ایک معین کپڑے کے نفع سے مراجعت یا اٹھین صورتوں کے ساتھ وضیعت سجا تو چنانچہ نہیں ہی یہ مبسوط میں لکھا ہے
 اگر سو اے حلیہ کے صرف تلواریہ ایک درم نفع سے سچی تو جائز ہے یہ محیط شری میں لکھا ہے اور مجمع دار لکام کو مراجعت سچنے میں
 کچھ خیر نہیں ہے یہ حادی میں لکھا ہے اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم میں خریدا پھر اسے یاد دس درم نے ایک
 کپڑا دس درم میں خریدا پھر دونوں کو وہ یازدہ کے نفع سے سچی تو صاحبین کے نزدیک کپڑے میں جائز ہے کنگن میں
 جائز نہیں ہے اور امام اعظم کے نزدیک کل فاسد ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر دونوں کو وضیعت اسی طرح فروخت
 کیا تو وہ بھی مراجعت سچنے کے مانند ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پچاس درم چاندی پچاس درم کو خریدی اور ایک
 تلواریہ مع حامل در نیام کے پچاس درم کو خریدی پھر اس پر پانچ درم خرچ کیے اور پانچ درم کا رنگہ کو دیے پھر کہا کہ
 مجھ کو ایک سود دس درم میں پڑی ہے اور اسکو وہ یازدہ کے نفع سے یا بیس درم نفع سے سچی تو یہ سب فاسد ہے
 یہ حادی میں لکھا ہے اور اگر چاندی پانچ دینار کو خریدی اور تلواریہ مع نیام اور حامل کے پانچ دینار میں خرید کر
 کارگیر سے اسکی ترکیب کرائی اور ایک دینار صرف کیا پھر اسکو وہ یازدہ کے نفع سے سچی اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے
 اور اسی طرح اگر چاندی کا کنگن اسکو ایک دینار میں پڑا اور دوسرے شخص کا ایک کپڑا جو اسکو دو دینار میں پڑا اور دونوں مالک
 ایک دینار کے نفع سے فروخت کیے تو نفع ہر ایک کے راسل لمال کی مقدار پر دونوں میں تقسیم ہو گا یہ مبسوط میں لکھا ہے
تیسری فصل بیع صرف میں زیادتی یا کمی کر دینے کے بیان میں اگر دس درم چاندی کا کنگن دس درم کو خریدی اور
 دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر اسنے ایک درم کم کر دیا اور کنگن کے مشتری نے قبول کیا پھر مجلس سے جدا ہونے کے بعد پھر
 اس درم پر قبضہ کر لیا تو امام اعظم کے نزدیک کل بیع فاسد ہو گئی اور امام ابو یوسف کے نزدیک کمی کرنا باطل ہے اور اسکو
 واپس کر دے اور پہلا عقد صحیح رہیگا اور امام محمد کے نزدیک پہلا عقد صحیح ہے اور یہ کمی کرنا بمنزلہ از سر نو مہبہ کے ہو نہیں
 جیتا کہ ایک سے دہ کیا ہو اسکو اختیار ہے کہ نہ دیوے اور اگر نہیں میں ایک درم پڑھا دیا اور اسے سپرد کر دیا تو امام اعظم کے
 نزدیک عقد فاسد ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک زیادتی باطل ہے اور عقد اول صحیح ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر
 دس درم چاندی کا کنگن اور ایک کپڑا بیس درم کو خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر اسنے ایک درم مجموع دونوں کے
 نہیں میں سے کٹھا دیا تو اسکا درم کپڑے میں رکھا جائیگا اور بیس درم میں سے جو اسکا حصہ ہو اس سے آدھا درم کم
 پڑا اسکی بیع صحیح ہوگی اور یہ بلا خلاف ہے اور اسی طرح امام اعظم کے نزدیک آدھا درم کنگن کے حصہ میں سے بھی کم کر سکتا
 ہے ولیکن کنگن کا عقد فاسد ہو جائیگا مگر چونکہ یہ فساد طاری ہوا ہے اسلیے کپڑے کی بیع فاسد نہ ہوگی اور صاحبین کے
 نزدیک کنگن کے حصہ میں کمی کرنا صحیح نہیں ہے مگر امام محمد اسکو از سر نو مہبہ گردانتے ہیں اور یہ صورت یعنی دونوں کے
 ساتھ قولہ طاری یعنی ابتدا سے عقد میں فساد تھا پھر جب ابلے نے مجموعہ میں سے کٹھا دیا تو فساد چھا گیا اور جب کنگن میں سے
 نصف درم کٹھا دیا تو دن کم ہو کر سود ہوا جاتا ہے فافہم ۱۱

مجموعہ سے ایک درم کم کرنا برخلاف اس صورت کے ہو کہ اگر اسنے کہا کہ میں نے دونوں کے ثمن میں سے ایک درم کم کر دیا اور دونوں کے مجموعہ میں سے نہ کہا تو ساری کمی پڑے کی ثمن کی طرف پھیر دی جائیگی اور کمی کرنا اگر لنگن کی بیع جائز ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر چاہے درم حلیہ کی تلوار سود میں خریدی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر تلوار بیچنے والے نے ثمن سے ایک درم کم کر دیا تو جائز ہو یہ محیط بشری میں لکھا ہو اور اگر جس شخص نے قبضہ کر لیا تو بیع کو بعض درم کے بیچا پھر ایک نے دوسرے کو ایک درم بڑھا دیا اور دوسرے نے قبول کیا یا دنیار کے ثمن میں سے ایک درم کم کیا تو زیادتی اور کمی بالاجماع جائز ہو کہ زیادتی کی حدیث میں جدائی سے پہلے قبضہ شرط ہے حتیٰ کہ اگر زیادتی پر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو قدر زیادتی کے بیع باطل ہو گئی اور کمی میں جائز ہے کہ خواہ جدائی سے پہلے قبضہ ہو یا اس کے بعد ہو مگر سیر کم کیے ہوئے کا پھر دنیا واجب ہو اور اگر دنیار کے خریدار نے ایک قیراط اس سے کم کر دیا تو دنیار بیچنے والا قدر قیراط کے اسکا شریک ہو گا یہ بدائع میں لکھا ہو اگر دس درم چاندی کا لنگن بیع کو دنیار کے خریدار کا ایک نے دوسرے کو کچھ بڑھا دیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر لنگن بیچنے والے نے بڑھا یا اور وہ کپڑا ہے اور لنگن کا خریدار رضی ہو گیا تو زیادتی جائز ہے اور اسی مجلس میں قبضہ کر لینا کپڑے پر شرط نہیں ہے اور اگر بائع کی طرف سے سونا زیادہ کیا گیا پس اگر یہ زیادتی ایک دنیار یا اس سے زیادہ ہو تو امام اعظم کے نزدیک یہ زیادتی صحیح ہے اور عقد باطل ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک زیادتی صحیح نہیں ہو اور عقد باقی رہیگا اور اگر اسنے اوٹھا دنیار زیادہ کیا تو جائز ہو اور اسی مجلس میں قبضہ کر لینا شرط ہو اور اگر لنگن بیچنے والے نے چاندی زیادہ کی تو جائز ہو اگر چہ کتنی ہی زیادہ ہو اور اگر زیادتی لنگن خریدنے والے کی طرف سے ہو پس اگر کپڑا ہو تو صحیح ہو اور اسی مجلس میں قبضہ شرط نہیں ہو اور اگر وہ زیادتی سونا ہو پس اگر ایک دنیار یا زیادہ ہو تو بھی زیادتی جائز ہو مگر اسی مجلس میں قبضہ شرط ہو اور اگر قبضہ کیا تو تقدیر لنگن کے لنگن کا عقد باطل ہو جائیگا اور اگر زیادتی چاندی ہو پس اگر لنگن کے برابر یا زیادہ ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر اس سے کم ہو تو جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر چاہے درم حلیہ کی تلوار سود میں خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر تلوار کے خریدار نے ایک درم یا دنیار بڑھا دیا تو جائز ہے اگر چہ قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے ہوں اور اگر تلوار بیچنے والے نے ایک دنیار یا چاندی جدائی سے پہلے بڑھائی تو جائز ہو اور اگر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو ثمن میں سے بقدر حصہ دنیار کے کم ہو جائیگا یہ مسوط میں لکھا ہو اور اگر اسنے درم میں سے کچھ کم کر دیا تو جائز ہو اور دو چاندی سے نہوگی چاندی میں لکھا ہو جامع میں ہو کہ اگر چاندی کی چھ اکل سود دنیار میں خریدی اور باہم قبضہ کر لیا اور جدا ہو گئے پھر دونوں سے ملاقات ہوئی پھر مشتری نے دس دنیار ثمن میں بڑھا دیے تو زیادتی صحیح ہو اور اسی مجلس میں سیر قبضہ کرنا شرط ہے اور چھ اکل پر نے الحال قبضہ شرط نہیں ہے اگر چہ زیادتی فی الحال چھ اکل کے مقابل ہو مگر حقیقتہً مقابل نہیں ہو صرف زبانی مقابلہ ہو کذا فی المحیط

پنجمی فصل بیع صنف میں صلح کے بیان میں سہارا درم چاندی کی چھ اکل بیع کو دنیار کے خریداری و باہم قبضہ کر لیا پھر چھ اکل میں کوئی عیب پایا اور وہ بعینہ موجود ہے یہاں شک کہ اسکو واپس کر سکتا ہو پھر بائع نے کچھ

دنیار پر اس سے صلح کی اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا یا نہ کیا یہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو صلح پوری ہو گئی یہ مسئلہ کیا
 الاصل میں بلا ذکر خلاف مذکور ہو اور یہ صاحبین کے قول پر درست ہو اور ایسے ہی امام اعظم کے قول پر جسے ان کا
 قول یہ بیان کیا ہو کہ حصہ عیب کی صلح میں سے واقع ہوئی کیونکہ اسکے حصہ میں دنیار نہیں اور بدل صلح بھی دنیار
 میں تو پہلے اسکے حق کی جنس پر ہوئی پس صرف نہ ہوگی اور اگر صلح دس درم پر واقع ہو جس میں اگر مشتری نے جدا ہوئیے
 پہلے اس پر قبضہ کر لیا تو صلح جائز ہے اور اگر قبضہ نہ کیا اور جدا ہو گئے تو صلح باطل ہو گئی کیونکہ یہ جنس حق کے خلاف
 پر صلح ہو پس عقد صرف کا اعتبار کیا جائیگا پس جن درمون پر صلح واقع ہوئی ہو اگر وہ حصہ عیب سے زیادہ ہو یا
 تو صلح جائز ہو کیونکہ بعض مشائخ کے نزدیک صلح سب امانوں کے نزدیک حصہ عیب سے واقع ہوئی ہو اور حصہ عیب
 دنیار میں اور دنیار کا خریدنا بعض اتنے درمون کے جو دنیار کی قیمت سے ناگزیر نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر چاندی
 کی چھپاگل بعض سودنیار کے خریدی اور اسکو عیب دار یا پھر عیب سے ایک دنیار پر صلح کی اور عیب کی قیمت اس سے کم
 استفادہ جس میں لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظم کے نزدیک صلح جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں
 ہو مگر استفادہ میں کہ جس میں لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہیں یہ محیط خسی میں لکھا ہو ایک غلام سودنیار کو خریدیا اور باقیم
 کر لیا پھر غلام میں کوئی عیب پا کر اسکے بائع سے جھگڑا کیا اور بائع نے عیب کا اقرار کیا یا انکار کیا مگر مشتری کے ساتھ
 اس عیب سے کچھ دنیار پر صلح کر لی تو اسکی وہ صورتیں ہیں ایک یہ کہ بدل صلح میں حصہ عیب سے کم ہو اور باقی
 قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز ہو بعض مشائخ نے کہا کہ یہ حکم صاحبین کے قول پر ہے اور امام اعظم کے
 نزدیک اسطور پر صلح جائز نہونا چاہیئے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ سب کا قول ہو اور دوسری صورت یہ ہو کہ جنس کے
 حصہ عیب سے زیادہ پر صلح واقع ہو پس اگر یہ زیادتی ایسی ہو کہ جسکے مانند لوگ ٹوٹا اٹھاتے ہیں تو جائز ہو اور اگر ایسی ہو کہ
 مانند لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو امام اعظم کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہو
 اگر کسی قدر معین درمون پر صلح کی اور چاندی سے پہلے اس پر قبضہ کیا تو جائز ہو اور اگر قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو صلح ٹوٹ
 جاوے گی اور جب صلح ٹوٹ گئی تو وہی جھگڑا جو عیب میں تھا پیش آئیگا اور ایسے ہی اگر درمون کی کچھ مدت منفر کی اور
 قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے یا صلح میں خیال کی شرط لگائی اور شرط والے کے شرط باطل کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے
 تو بھی صلح باطل ہے یہ بسوٹ میں لکھا ہو اگر کسی پر سود درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکا اقرار کیا یا انکار کیا پھر
 دعویٰ سے دس درم پر فی الحال یا مبادی صلح کی پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح جائز ہو اور ایسے ہی
 اگر اس میں کسی کے واسطے خیال شرط ہو اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل نہوگی اور اگر پانچ دنیار کے
 اس سے صلح کی اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو صلح باطل ہوگی اور اگر بعد قبضہ کے جدا ہوئے تو صلح صحیح رہے گی
 یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اگر کسی قدامت کرنے کے بعد جدا ہو تو ادا کیے ہوئے حصہ سے بری ہو اور باقی حصہ سہلترم ہوگا اور اگر
 سودم سے ایک سونے کا پیر یا ڈھلا ہو اسوناکہ جبکا وزن نہیں معلوم ہو دیگر صلح کی تو جائز ہے بشرطیکہ جدا ہوئیے
 پہلے قبضہ ہو جاوے یہ دعویٰ میں لکھا ہو اگر ایک عورت مری اور اسنے اپنے ترکہ میں غلام اور کپڑے اور سونا اور چاندی

اور لیکہ جس میں موتی اور جواہر پڑے ہیں چھوڑے اور اپنے شوہر اور باپ کو وارث چھوڑا اور اسکی پوری میراث اسکے باپ کے پاس ہو پھر باپ نے سودنیار پر پیشہ ہر سال صلح ٹھہرائی تو اسکی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ سونے کے ترکہ میں سے شوہر کا حصہ معلوم ہو اور اس صورت میں اگر بدل صلح اسکے سونے کے حصہ سے زائد ہو تو صلح جائز ہے اور اگر برابر یا کم ہو تو جائز نہیں ہو اور دوسری یہ ہو کہ اسکا حصہ نہ معلوم ہو تو صلح جائز نہ ہوگی اور ایسے ہی اگر پانچسودرم پر صلح ٹھہرائی تو اسکی بھی یہی دو صورتیں ہیں اور اگر سودرم اور پچاس درم پر صلح ٹھہرائی تو ہر طرح صلح جائز ہے پس اگر قبضہ پایا گیا تو کل کی صلح صحیح رہی اور اگر قبضہ نہ پایا گیا تو صلح باطل ہوگئی ایسا ہی کتاب میں مذکور ہو اور وجہ یہ ہو کہ یوں کہا جاوے کہ حصہ صرف کی صلح باطل ہو جاوے گی اور ایسا ہی موتی اور جواہر کی بھی اگر ان کا بدو نہ ضرر کے نکالنا ممکن نہ ہو تو باطل ہوگی لیکن اسکے سوا کپڑے اور مال و اسباب کی صلح صحیح رہے گی اور اگر شوہر نے درم اور دینار پر جو بدل صلح میں قبضہ کر لیا اور میراث باپ کے گھر میں ہو اور وہ مجلس صلح میں موجود نہ ہو تو صلح بقدر حصہ سونے اور چاندی کے باطل ہو جاوے گی ایسا ہی کتاب میں لکھا ہو اور یہ حکم اسوقت ہے کہ باپ کے پاس جو مال موجود ہو اس میں شوہر کے حصہ کا اقرار کرتا ہو کہ شوہر کا حصہ اسکے پاس ملے گا اور امانت ہو اور امانت کا قبضہ قبضہ خرید کا نائب نہیں ہوتا ہوس جلدائی بدو نہ قبضہ کے ہوگی تو صرف کا حصہ اور حصہ جواہر مرصع جو بلا ضرر نکالے نہیں جا سکتے ہیں باطل ہوگا اور اگر باپ شوہر کے حصہ سے انکار کرتا ہو تو وہ شوہر کے حصہ کا غاصب ہو اور غصب کا قبضہ خرید کے قبضہ کا نائب ہوتا ہوس جب بدل صلح پر قبضہ کیا تو جلدائی دونوں کے قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو حصہ صرف کی بھی صلح باطل نہ ہوگی اور ایسے ہی اگر باپ شوہر کے حصہ کا مقرر ہو مگر میراث مجلس میں موجود ہے تو کل کی صلح جائز ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک حلیہ دار تلوار پر جو کسی کے ہاتھ میں موجود ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا اور اس سے دیش دینار پر صلح کی اور اس میں سے پانچ دینار پر قبضہ کر کے دونوں جدا ہو گئے یا جدائی سے پہلے باقی کے عوض ایک کپڑا خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پس اگر دینار بقدر حلیہ کے ادا کیے تو صلح باقی رہی اور اگر اس سے کم میں تو صلح فاسد و کپڑے کا خریدنا بھی فاسد ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اگر کسی پر دس دینار دوس درم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا یا اقرار کیا لیکن مدعا علیہ نے پانچ درم پر اس سب سے صلح کر لی تو یہ جائز ہو خواہ یہ نقدی ہوں یا ادھار ہوں یہ محیط میں لکھا ہو اگر دس متقال سونے کا کنگن بغیر دس درم کے خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر اسکو تلف کیا یا نہ کیا پھر اس میں کوئی ایسا عیب پایا جو تدریس سے بائع نے اس پر چھپا دیا تھا پھر دس درم ادھار پر صلح کی تو یہ جائز ہے اور اگر ایک دینار پر صلح کی تو جائز نہیں ہو مگر جبکہ جدا ہونے سے پہلے اس پر قبضہ کر لے یہ حاوی میں لکھا ہو اگر دس درم چاندی کا کنگن ایک دینار کو خریدا اور باہم قبضہ کیا پھر کنگن میں کچھ ایسی شے پائی جس سے نقصان آتا ہو پھر دینار میں سے دو قیراط سونے پر صلح کی اس شرط پر کہ کنگن کا خریدار چوتھائی کر گھوٹ کر ہوا دینار کا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور اگر گھوٹ گھوٹا ہوں معین ہوں اور قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو جاوے تو بھی جائز ہو اور اگر باہم قبضہ کے بعد گھوٹ میں کچھ عیب پایا تو واپس کر کے اسکا ٹخن لے سکتا ہو اور اسکا ٹخن پہچاننے کی یہ صورت ہو کہ دو قیراط سونا گھوٹا اور عیب کی

قیمت پر تقسیم ہو پھر جو گھوٹوں کے حصہ میں پڑے وہی گھوٹ کا منہ ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو منتفی میں ہو کہ اگر کسی کے بخاری درم دوسرے پر قرض ہوں اور ان کے عوض ایسے درمون پر جبکا وزن معلوم نہیں ہو صلح کی تو بخاری درم کو دیکھنا چاہیے کیوں کہ اس میں تاثر زیادہ ہو تو صلح قلیل و کثیر پر جائز ہو اور اگر اس میں چاندی زیادہ ہو تو صلح صرف برابر وزن پر جائز ہوگی اور اگر کسی میعاد پر صلح کی تو جائز نہیں ہے اس وجہ سے کہ یہ بطریق کمی کرنے کے نہیں ہو کیونکہ یہ بات ظاہر ہو کہ اگر اسپر ہزار درم غلہ کے ہوتے اور اسے نو سو سپید درم پر صلح کرتا تو جائز نہ تھا اور اگر ہزار درم سپید قرض ہے اور نو سو درم سیاہ پر صلح کی تو بطریق کم کرنے کے جائز ہو اور اگر نو سو سپید کی اور سپید کی شرط نہ لگائی اور اسے سپید دیے تو جائز ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا ہو اگر سیاہ افضل ہوں تو سپید سے کم وزن سیاہ پر صلح ناجائز ہے اور اگر دونوں برابر ہوں تو ایک کے وزن سے دوسرا کم دیا صلح میں جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو

چوتھا باب بیع صرف کے اقسام خیاری کے بیان میں اگر کسی نے ایک ہزار درم دوسرے سے بعض سود دیا کے خریدے اور ایک دن کے خیاری کی شرط کی پس اگر اس نے خیاری کو جدا ہونے سے پہلے باطل کر دیا تو بیع جائز ہے اور اگر باطل کرنے سے پہلے جدا ہو گئے اور دونوں نے قبضہ بھی کیا تو بھی بیع فاسد ہے اور ایسے ہی اگر خیاری بائع کا ہو یا دونوں کا ہو مدت کم ہو یا نہ زیادہ ہو یہی حکم ہو اور یہی حکم چھالے ہوئے مرتن اور حلیہ دار تیار اور سونے کے طوق کا ہو کہ جس میں موتی اور جواہرات ہوں کہ جب بدن طوق توڑنے کے نہ ٹکٹہ سکتے ہوں لیکن طبع دار لکھام اور اس کے مانند چیزوں کی بیع میں خیاری کی شرط صحیح ہو یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک باندی اور پچاس دینار سو کا طوق ہزار درم میں خریدے اور ایک دن کے خیاری کی شرط کی تو امام اعظم کے نزدیک کل کی بیع فاسد ہو اور صاحبین کے نزدیک باندی کی بیع اسکے حصہ منہ کے عوض جائز ہو اور ایسے ہی اگر دونوں کو سود دیا کے عوض خریدیا تو بھی یہی حکم ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر دونوں کو سود دیا کے عوض خریدیا اور میعاد کی شرط لگائی تو میعاد اور خیاری کی شرط کا ایک ہی حکم ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اور اگر دونوں کو بعض گھوٹوں یا کسی اسباب کے خریدیا تو ایک دن یا زیادہ کے خیاری کی شرط جائز ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر ایک رطل تاثر ایک درم کو خریدیا تو اس میں خیاری کی شرط جائز ہے کیونکہ یہ بیع صرف نہیں ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اور ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہو کہ اگر کچھ فلوں بعض درمون کے اس شرط پر خریدے کہ درمون کے بیچنے والے کو خیاری پھر درم دیدیے اور پیسوں پر قبضہ نہ کیا ہاں تک کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہو اور اگر خیاری پیسے بیچنے والے کا ہو اور درمون پر اسے قبضہ کر لیا ہو تو بیع جائز ہو اور امام اعظم کے قول پر ایسا عقد جائز نہ ہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہو اور درم اور دینار اور تمام دین میں خیاری ردیت نہیں ہوتا

۱۔ قولہ بلزق اگر اس واسطے کہ صلح کی اصلیت یہی ہے کہ حق میں سے کچھ کر دیا جاوے ۲۔ قولہ باطل اس واسطے کہ صرف کے عقد میں ادھار حرام ہے ۳۔ قولہ نہ نکل سکتے ہوں کیونکہ اگر بے ضرر کے جو ہر نکل آدین تو جو ہر کا حصہ بعد قبضہ کے بیع ہو سکتا ہے ۴۔ قولہ دین بیعے برخلاف عین کے جو چیز وصفت بیان کر کے اپنے نامہ رکھی ہو ۱۲

اور جو چیز میں معین ہو سکتی ہیں جیسے پیر اور زبیر اور ان میں خیارات دیت ہو گا یہ محیط بختری میں لکھا ہے اور خیارات مستحقان کی صورت یہ ہے کہ اگر عقد درم اور دینار پر وارد ہو مثلاً ایک دینار بعض دس درم کے خرید یا پھر آدھے دینار کا کوئی مستحق ہو تو آدھے درم واپس لے اور اسکو آدھا درم ملے گا اور خیارات نہ ہو گا یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر درم و دینار کا کوئی مستحق نکلا اور اسنے لے لینے تو قبضہ باطل ہو جائیگا اور اسکے مثل واپس کر سکتا ہو اور عقد باطل نہ ہو گا اور اگر مستحق نے بیع کی اجازت دی تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسکی اجازت قبضہ کے بعد حاصل ہوئی تو قبضہ جائز ہے اور مستحق کو قبضہ لینے کی کوئی راہ نہ ہوگی اور اسکو اختیار ہو کہ ادا کرنے والے سے لے اور اگر قبضہ سے پہلے اسکی اجازت ہوئی تو اجازت کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور مستحق کا اختیار ہو کہ اپنے درم لے لے اور عقد باطل نہ ہو گا اور اسکے مثل بھی لے سکتا ہے اور یہ حکم اسوقت ہو کہ جب تک جدائی ہوئی ہو پیش شرط حاوی میں لکھا ہے اور اگر سب درم یا تھوڑے کا کوئی حقدار پیدا ہو اور وہ دونوں جدا ہو چکے ہیں پس اگر مستحق نے اجازت دی اور وہ درم بعینہ قائم ہیں تو جائز ہوگی اور اگر نہ اجازت دی تو پوری صرف باطل ہو جائیگی اگر وہ کل کا مستحق ہو اور اگر بعض کا مستحق ہو تو بقدر اسکے باطل ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے دس درم بعض ایک دینار کے خریدے اور باہم قبضہ کیا پھر ان کو بعد جدا ہونے کے زیوت پایا پھر ان کو زیوت بدل لیا پھر ان کو زیوت دیا ہو گا کوئی مستحق نکلا تو صاحبین کے نزدیک صرف باطل نہ ہوگی اور ایسے ہی امام اعظم رحمہ کے نزدیک بھی اگر زیوت تھوڑے ہوں تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کل کو زیوت پایا تو صرف ٹوٹ جائے گی خواہ بدل لیا ہو یا نہ بدلا ہو یہ محیط بختری میں لکھا ہے اور اگر عقد کسی چیز میں پیر وارد ہو مثلاً ایک گنگن خرید یا دس مین سے بعض کا کوئی مستحق ہو تو اگر کوئی خیارات ہو کہ باقی کو چاہے واپس کرے یا اسکے حصہ کے عوض لے لے پس اگر کوئی حقدار نکلا اور مہنہ قاضی نے اسکے واسطے حکم نہیں دیا کہ اسنے بیع کی اجازت دیدی تو بیع جائز ہوگی اور یہ ضمن مستحق کا ہو گا کہ بائع اسکو لیکر مستحق کے سپرد کر دے یہ حاوی میں لکھا ہے اگر کوئی ڈھالا ہو یا برتن یا گنگن چاندی کا بعض سونے یا چاندی کے پیر کے خرید یا پھر برتن یا گنگن کا کوئی حقدار ہو تو بیع باطل ہو جائیگی اگرچہ دونوں مجلس میں موجود ہوں اور یہ اسوقت ہو کہ مستحق نے بیع کی اجازت نہ دی ہو اور اگر اسنے اجازت دی تو جائز ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے کسی کے دوسرے پر ایک ہزار درم غلہ کے قرض تھے پھر ان کے عوض نو سو کھرے اور ایک دینار لے لیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر دینار کا کوئی مستحق نکلا تو وہ قرض دار سے سو درم غلہ کے لے لے اور اگر جدا ہونے سے پہلے اس دینار کا کوئی مستحق ہو تو اسکے مثل دینار واپس لے اور اگر بجائے دینار کے پیسے ہوں تو بھلی لیا ہی حکم ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے عجیب کیوجہ سے واپس کر نیک خیارات اس شخص کو ثابت ہوتا ہے کہ جبکہ عقد صرف کی چیز میں عجیب معلوم ہو یہ حاوی میں لکھا ہے اگر ان کا بیع بعض دس درم کے یا سونے کی کوئی ڈھالی چیز فروخت کی اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر درم کے قبضہ کرنے والے نے ان کو زیوت یا نہرہ پایا تو ان کو واپس کر سکتا ہے پس اگر بعد جدائی کے واپس کیا تو امام اعظم اور زفر رحمہ کے نزدیک صرف باطل ہو جائیگی ایسا امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اگر واپسی کی مجلس میں بدل لیا تو جائز ہو اور اگر جدائی سے پہلے بدل لیا تو جائز ہو اور اگر بعض کو زیوت پایا پس اگر بعض تھوڑے ہوں تو استحساناً عقد

باطل نہ ہو گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہوا اور اگر ان کو ستوق پایا اور مجلس عقد میں واقع ہوا تو ان سے چشم پوشی جائز نہیں ہو پس اگر ان کے بدلے اسی مجلس میں جید ورم قبضہ میں لے لیے تو جائز ہو گا اور گویا اسے آخر مجلس تک قبضہ کرنے میں تاخیر کی یہ محیط میں لکھا ہوا اور ایسے ہی اگر قبضہ کرنے کے وقت یہ معلوم ہوا اور اسے قبضہ کیا تو جائز نہیں ہو گا اور اسکو اختیار ہو کہ واپس کر کے جید بدل لے لے اور اگر عقد کے وقت معلوم ہوا کہ وہ ستوق یا رصاص میں تو دیکھا جائیگا کہ اگر بیانیہ کر دینے یا نام لےنے سے معلوم ہوا تو بیع جائز ہو گا اور عقد بعینہ بعضین سے متعلق ہو گا اور اگر ستوق یا رصاص ہونے کا نام نہ لیا لیکن کہا کہ میں نے یہ دنیا تجھ سے بیوض ان ورمون کے خریدے اور ستوق یا رصاص کی طرف اشارہ کیا پس اگر دونوں کو معلوم ہو کہ یہ ستوق یا رصاص ہیں اور ہر ایک کی یہ بھی معلوم ہو کہ دوسرا اسکو جانتا جو تو عقد بعینہ ان کی ذات سے متعلق ہو گا اور اگر دونوں نہ جانتے ہیں یا ایک جانتا ہو اور دوسرا نہ جانتا ہو یا دونوں جانتے ہوں لیکن ہر ایک کو یہ نہ معلوم ہو کہ دوسرا جانتا ہو تو عقد ان کی ذات سے متعلق نہ ہو گا بلکہ اسقدر جید ورمون سے متعلق ہو گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہوا اور اگر پورے ورمون کو یا بعض کو جدا ہونے کے بعد ستوق پایا پس اگر سب کو ستوق پایا تو صرف باطل ہو جائیگی اور اگر بعض کو ستوق پایا تو بقدر اسکے صرف باطل ہو جائیگی خواہ اس سے چشم پوشی کی یا واپس کیا اور بیکس اسکے دوسرا بلا یا نہ بدلا ہو یہ محیط میں لکھا ہوا اگر جدا ہونے کے بعد ورمون کو ستوق پایا اور وہ اسکے پاس تلف ہو گئے تو سپہران کی قیمت واجب ہوگی اور صرف باطل ہو جائے گی اور اپنے دنیا واپس کر لے یہ تاہر خانیہ میں لکھا ہوا اور یہ شرط کہ صورت میں ہو کہ دنیا کے بدلے ورم ہوں جو عقد میں متعین نہیں ہوتے اور اگر ایسی چیز ہو جو متعین ہوتی ہو مثلاً چاندی کا کنگن بعض دنیا کے یا چاندی کا برتن یا پتھر بعض دنیا کے خرید کر دونوں نے قبضہ کیا پھر برتن یا پتھر میں عیب پایا پس اگر اسکے عیب پر راضی ہوا تو جائز ہے اور اگر راضی نہ ہوا و واپس کیا تو عقد باطل ہو جائیگا خواہ جدائی ہونے سے پہلے ہو یا بعد ہوا اور دنیا پر قبضہ کرنے والے کو اختیار ہو کہ چاہے عین مقبوضہ واپس کرے یا اسکا مثل واپس دے مگر اس صورت میں کہ اصل سے عقد فاسد نہ ہو مثلاً بیع کا کوئی مستحق ہو پس ایسی صورت میں جب عقد فاسد ہو تو وہ وند بعینہ واپس کرے بشرطیکہ موجود ہو و اگر تلف ہو گیا ہو تو اسکا مثل واپس کرے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہوا اگر بعض ورمون کے کوئی حلیہ یا زیورات خریدے اور اسکی کسی چیز میں عیب پایا تو کل کو واپس کرے نہ بعض کو اور اس کے بعض کا عیب کل میں اثر کرے تاہر کہ وہ ایک ہی قسم کا اگر کل کو بیکس قاضی واپس کیا پھر قبضہ سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو واپس کرنا باطل ہو گیا کیونکہ باہمی رضامندی سے واپس کرنا تیسرے کے حق میں نئی بیع ہوتی ہو اور صرف میں قبضہ شرعی حق کے طور پر واجب اور یہی ثالث ہو تو کو باہم حق شرح کے قبضہ سے پہلے افتراق ہوا اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو واپسی باطل نہ ہوگی کیونکہ وہ سب کے لئے مثلاً کہا کہ میں نے تجھ سے یہ دنیا بیوض ان ستوق یا رصاص ورمون کے خریدے ۱۲ سالہ قولہ ستوق ورمون میں نہیں ہیں اور رصاص علیٰ ہذا الفیاس انگ ہیں ۱۲ سالہ قولہ چشم پوشی یعنی یہی مثلاً قبل کر لے یا پھر کو دیکھ بدل لے ۱۲ سالہ قولہ اگر آخر بعینہ اگر ثبوت ہوا کہ اس مال کا مالک دوسرا ہو تو بیع اصل سے باطل ہو ۱۳

حق میں فسخ ہو یہ محیط سرخی میں لکھا ہوا اگر دونوں نے اقالہ کیا اور بیع کوئی برتن ہے پھر قبضہ سے پہلے اس شخص نے جو اقالہ کے سبب سے اسکا مالک ہوا ہے پھر مشتری یا دوسرے کے ہاتھ بیچا تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہوا امام محمد نے جامع کبیر میں فرمایا کہ اگر مشتری کے ہاتھ بیچا تو جائز ہوا اگر دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہو یہ حاوی میں لکھا ہوا اگر ہزار درم چاندی کی چھ اکل بوض نہار درم یا سو دریا کے خریدی اور باہم قبضہ کر کے ہا ہو گئے پھر ہزار درم یا ستوق پاکر واپس کر دیے تو عین پر قبضہ کرنے سے پہلے اور چھ اکل واپس کرنے سے پہلے اس سے جدا ہونے کا اختیار ہوا اور یہی حکم زیوت درمون کا بھی امام اعظم کے نزدیک ہوا اور صاحبین کے نزدیک زیوت کو مجلس واپسی سے جدا ہونے سے پہلے بدلے یہ مبسوط میں لکھا ہوا اگر کوئی سونے کا زیور کہ جن میں جو اس میں خرید یا پھر جو اس میں عیب پاکر چاہا کہ فقط جو اس کو واپس کر دے تو ایسا نہیں کر سکتا ہے یا تو سب کو واپس کر دے یا سب کو لے لے اور ایسے ہی اگر چاندی کی انگوٹھی کہ جس میں یا قوت کا ٹکینہ ہے خریدی یا پھر ٹکینہ یا چاندی میں عیب پایا تو دونوں کو واپس کر دے یا دونوں کو لے لے یہ حاوی میں لکھا ہوا اگر کسی نے کوئی طشت یا برتن خریدا مگر یہ نہیں معلوم ہوتا ہو کہ وہ کس چیز کا ہوا اور اسکے مالک نے کسی چیز کے ہونے کی شرط بھی نہیں کی ہو تو یہ جائز ہے اور اگر چاندی کا برتن خریدا پھر وہ چاندی کے سوا نکلا تو دونوں میں بیع نہ ہوئی اور اگر وہ چاندی سیاہ یا سرخ تھی کہ جن میں مانگہ یا تانبا ملا تھا اور میل نے اسکو فاسد کر دیا تھا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے اسکو لے ورنہ چھوڑ دے یہ مبسوط میں لکھا ہوا اگر چاندی کا ٹکین بوض سونے کے خریدا پھر اس میں عیب پایا تو واپس کر سکتا ہو پس اگر وہ اسکے پاس تلف ہو گیا یا کوئی دوسرا عیب آگیا تو نقصان عیب لے سکتا ہو اور بائع یہ کہہ سکتا ہو کہ میں اسکو ایسا ہی واپس لے لیتا ہوں اور اگر عین چاندی ہو تو نقصان عیب نہیں لے سکتا یہ حاوی میں لکھا ہوا اور اگر اس میں عیب پایا لیکن اسکے آدھے کا کوئی مستحق پیدا ہوا اور باقی آدھا اس سے واپس نہ لیا ہوا تاکہ کہ ٹوٹ گیا تو باقی اسکے ذمہ نہ ہوگا اور آدھا عین واپس کرے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر ایک دینار بوض دس درم کے خریدا اور باہم قبضہ کر لیا ورنہ درم زیوت میں پھر انکو اسکے خریدار نے خرچ کیا اور اس سے یہ نہ جانا تو امام اعظم کے نزدیک بائع ہر اسکا کچھ حق نہیں ہوا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ان کے مثل واپس کر دیے اور کھرے کے لیے اور امام محمد کو قدوری نے امام ابو یوسف کے ساتھ کیا ہوا اور اگر خریدی میں لکھا ہو کہ یہ ذخیرہ میں لکھا ہوا اور فقہ الاسلام وغیرہ نے ذکر کیا کہ امام ابو یوسف کا قول استحسان ہوا اور ان دونوں کا قول قیاس ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہوا اور اگر یہ دس درم فرض ہوں یا بیع کا عین ہوں تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو یہ حاوی میں لکھا ہوا اور اگر چاندی خریدی اور اسکو بدل عیب کے روپی یا تو واپس نہیں کر سکتا ہو یہ محیط سرخی میں لکھا ہوا اگر درم بیچنے والے نے کہا کہ میں نے تجھے ہر عیب سے برات کر لی پھر مشتری نے انکو ستوق پایا تو بری نہ ہوگا اور اگر زیوت پایا تو بری ہو جائے گا یہ حاوی میں لکھا ہوا امام محمد جیسے روایت ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ میں یہ درم تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور یہ درم دکھلا دیے پھر اس نے انکو زیوت پایا تو فرمایا کہ انکو بدل لے لیکن اگر اس نے لے قولہ ستوق آگیا کہ ستوق در حقیقت درم ہی نہیں ہیں اور زیوت کھوٹے درم ہیں فافہم

پانچواں باب عقد صرف کے ان احکام کے بیان میں جو دونوں عقد کرنے والوں کے حال سے متعلق ہیں اور اس میں چھ فصلیں ہیں

فصل اول مرض میں بیع صرفت کے بیان میں امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر مریض نے اپنے وارث کے ہاتھ دینار بعض ہزار درہم کے فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر جبکہ باقی وارث اجازت دیدین اور غنیمت کے ساتھ اسکی وصیت وارث کے واسطے معتبر ہو اور اسطرح اگر اسکو مثل قیمت پر یا کم پر بیچا ہو

۱۔ قولہ یعنی واپس کر کے اپنا حشرن لے لے گا کہ قولہ میں بھی جب ایک نیا لیکر از دم حشرن بیچے نہیں ہو تو اسکا وارث دیکھ جائے گا کہ گویا اس نے دینار سے زائد درہم کو وارث کے حق میں وصیت کیا ہے حالانکہ وارث کے لیے وصیت صرفت نہیں جائز ہے اور اگر اجنبی ہو تو وہ تہائی بطور وصیت لے لے گا فہم ۱۲

تب بھی یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر مثل قیمت یا زیادہ پر بیجا تو باقی دارنوں کی بلا اجازت بیع جائز ہے اگر
 مرخص نہ اپنے بیٹے سے ہزار درم بوض سو دینار کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا اور اسکے بالغ وارث موجود ہیں تو
 امام اعظم کے نزدیک باقی دارنوں کی بلا اجازت جائز نہیں ہے خواہ دیناروں کی قیمت ہزار درم ہو یا زیادہ ہو یا کم ہو
 اور صاحبین کے نزدیک اگر دیناروں کی قیمت ہزار درم یا کم ہو تو باقی دارنوں کی بلا اجازت جائز ہے اور اگر ہزار درم سے
 زیادہ ہو تو باقی دارنوں کی اجازت دینے سے بیع جائز نہ ہوگی اور اگر انھوں نے اجازت نہ دی تو مشتری کا بیٹا مختار
 ہوگا کہ اگر چاہے تو بیع کر دینار واپس کرے اور اپنے درم لے لیوے اور اگر چاہے تو دیناروں میں سے اپنے
 درمیں کی قیمت کے برابر لے لے اور زیادتی کو واپس کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر مرخص نے کسی اجنبی کے ہاتھ
 ہزار درم بوض ایک دینار کے بیچے اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر مرخص مرگیا اور دینار اسکے پاس ہو اور سواے اسکے
 اسکا کچھ مال نہیں ہو تو دارنوں کو اختیار ہو کہ حقدار تہائی سے زائد ہو واپس کرین اور جب انھوں نے واپس کیا تو مشتری
 کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو دینار لے لیوے اور ہزار درم واپس کر دے اور اگر چاہے تو ہزار میں سے دینار کی
 قیمت لے اور ہزار کی پوری تہائی بھی لیوے اور اگر مرخص نے دینار کو تلف کر دیا تو مشتری دینار کی قیمت ہزار میں
 سے لیکھا اور باقی کی ایک تہائی لیکھا یہ حاوی لکھا ہے پھر امام محمد نے مشتری درم کو مرخص کے پاس دینار تلف کر جانیکے
 بعد اختیار دیا ہے اور اس صورت میں اور دوسری صورت میں کہ جب درم کے خریدار کے پاس ہزار درم تلف ہو گئے
 اور مرخص کے فعل کی وارنوں نے اجازت نہ دی اور امام محمد نے فرق بیان کیا ہے کہ اس میں مشتری درم فسخ
 اور اجازت میں مختار نہیں ہو بلکہ دینار کی قیمت اور ہزار کی تہائی لیکھا اور باقی دارنوں کو واپس کر دے گا یہ محیط میں لکھا ہے
 اور اسی طرح اگر مرخص نے سو درم چاندی کے حلیہ کی تلوار کہ نقط تلوار کی قیمت سو درم تھی اور کل کی قیمت بیس دینار
 ہے بوض ایک دینار کے فروخت کی اور دونوں نے قبضہ کر لیا اور وارنوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار
 ہے کہ اگر چاہے تو تلوار اور حلیہ میں سے دینار کی قیمت ادا اسکے بعد تہائی لو کا مل لے لیوے اور اگر چاہے تو کل کو واپس
 کر دے اور اپنا دینار لے لیوے اور یہ اور پہلا مسئلہ تخریج میں برابر ہیں اور خصوصیت اس مسئلہ میں یہ ہے کہ دینار کی
 قیمت تلوار اور حلیہ دونوں میں سے لیکھا اور اگر مرخص نے دینار تلف کر دیا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو اسکے مثل
 دینار لیوے اور بیع کو پھر دے اور یہ مسیت کے ترکے میں سے ہوگا کہ تلوار فروخت کر کے اسکا دینار ادا کیا جاوے
 اور اگر چاہے تو تلوار اور حلیہ میں سے دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی اسکو لیکھی اور اگر مشتری نے بھی اپنے قبضہ
 کو تلف کر دیا تو اس میں سے ایک دینار کی قیمت اور باقی کی تہائی جائز ہوگی اور باقی کی دو تہائی دارنوں کو دیوے
 یہ مسبوط میں لکھا ہے ایک مرخص کے پاس نو سو درم ہیں اور اس کے سوا کچھ مال نہیں ہے پھر ان کو بوض ایک دینار
 کے کہ جسکی قیمت نو درم ہو فروخت کیا اور مشتری نے دینار پر قبضہ کیا اور دوسرے نے سو درم پر قبضہ کیا پھر دونوں
 جدا ہو گئے اور مرخص مرگیا اور دینار ورم ویسے ہی قائم ہیں پس یہاں دارنوں کی اجازت اور نہ اجازت برابر ہے ہزار درم
 لینے والے کو سو درم دیے جاوے یا نہ دیے جاوے اگرچہ نوین حصہ دینار کے اگرچہ نوین حصہ دینار سے سو درم کی قیمت زیادہ ہو

اور باقی اٹھ نوان حصہ دینار اسکو واپس کر دیں گے اور اگر درم کے خریدار نے درم میں سے دس سو یا تین سو درم پر قبضہ کیا تو بھی دار فون کی اجازت یا نہ اجازت بلا سہو اور مشتری کو دو سو درم بوجھ دو نوین حصہ دینار کے یا تین سو درم بوجھ تین نوین حصہ دینار کے دیے جاویں گے اور اگر درم کے خریدار نے چار سو درم پر قبضہ کیا تو دار فون کی اجازت کی احتیاج ہو پس اگر دار فون نے اجازت دی تو مشتری کو چار سو درم اور دار فون کو چار نوان دینار دیا جاوے گا اور دار فون کو لازم ہو کہ باقی نوان حصہ دینار مشتری کو واپس کر دیں اور اگر دار فون نے اجازت نہ دی تو مشتری کو اختیار ہو کہ چاہے بیچ کو توڑ دے اور درم واپس کر دے اور اپنا دینار لے لے اور اگر چاہے تو درم میں سے بقدر چار نوین حصہ دینار کے اور کل مال کی تہائی کہ جو تین سو پوتے ہیں لے لیوے اور باقی دار فون کو واپس کر دے اور اگر درم میں نے درم کے خریدار نے درم میں پر قبضہ نہیں کیا ہو تو وارث اسکا دینار واپس کر دیں اور بعینہ یہی دینار واپس کرنا چاہیے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں اگر دو نوان حصہ دینار ہوئے اور نہ مرضی مراد مشتری نے اسٹھ دینار اور پڑھا دیے اور باہم قبضہ کر لیا تو یہ سب جائز ہے بشرطیکہ ہر دینار کی قیمت دس درم ہوں اور اگر مرضی نے کوئی وکیل کیا تھا اور اسے یہ درم اسے ہاتھ ایک دینار کو بیچے پھر باہمی قبضہ سے پہلے مرضی مرگیا پھر مشتری نے کہا کہ میں نو سو درم نوے دینار میں لیتا ہوں تو یہ جائز ہے اگر وکیل راضی ہو جاوے اور مشایخ نے اس مسئلہ کی تاویل اس طرح بیان کی ہو کہ مرضی نے اس شخص کو ان درم میں سے بیچنے کا وکیل کر کے اسکی راے پر چھوڑ دیا تھا اور کہا کہ اس میں اپنی راے سے کام کر یا یہ کہا کہ جو کچھ اس میں تو کرے گا وہ سب جائز ہے تاکہ وکیل کی بیع مرضی کے حق میں باوجود مجاہدہ کے جائز ہووے پس بمنزلہ مرضی کی بیع کے ہوگی پھر حجب مشتری نے زیادتی کر کے مجاہدہ دور کر دی تو بیع جائز ہو گئی اور اگر مرضی نے اسکی راے پر نہیں چھوڑا تو بیع جائز نہ ہوگی دو نوان حصہ دینار میں اگرچہ مشتری نے زیادتی کر دی ہو یہ محیط میں لکھا ہو ایک مرضی سے ہزار درم بوجھ سو درم کے خریدے اور باہم قبضہ کر لیا پھر مرضی اس مرض میں مرگیا تو یہ بڑا ہے اور صحیح و سالم اور مرضی سب سے لینا جائز نہیں ہو اور جس شخص نے سو درم دیے ہیں اسکو اختیار ہو کہ ہزار میں سے سو درم اپنے سو درم کے عوض لے لے اور باقی واپس کر دے اور اس صورت میں وصیت اسکے لیے نہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہو اور مشایخ نے کہا کہ یہ حکم اس روایت کے موافق ہو کہ جس میں یہ آیا ہو کہ عقد فاسد کی وجہ سے حجب قبضہ میں آئی اسی کا واپس کرنا متعین نہیں ہوتا ہو اور جس روایت میں اسی کا واپس کرنا متعین آیا ہے اسکے موافق اس شخص کو چاہیے کہ ہزار درم مقبوضہ میت کے دار فون کو واپس کر دے اور اپنے سو درم ان سے واپس لے بشرطیکہ یہ بعینہ قائم ہوں یہ محیط میں لکھا ہو پس اگر اسنے سو درم پر ایک کپڑا دینا

۱۔ قولہ برائے کو کہ جو فروخت کیا وہ تہائی سے کم یا تہائی ہو اور اس سے میت کا حق متعلق ہو پھر جب اس سے طے ہو تو سبب تعلق حق دار فون انکی اجازت کی احتیاج ہو ۲۔ قولہ کہ مشتری نے سو درم میں ایک نوان حصہ دینار دیا لیکن مشتری کے نزدیک صحیح کہ دو نوین حصہ دینار کے قائم و شریعت اسے قولہ دار فون کو کہ جو صاحبین کے قول پر وکیل بالعرف ایک حصہ دینار خریدے اور ایک حصہ سے وکیل فروخت ہو اور پھر مشتری اسے مجاہدہ نہ کرے تو وکیل مرضی نہیں رہا ہو اور ام غلام کے قول پر بلحاظ وجہ وکیل بالبیع ہوئے اگرچہ مجاہدہ ہو پھر وکیل خریدہ ہوئے نہیں رہا ہو لہذا شک کی وجہ سے حجب قبضہ میں نہوگا

لایا وہ دیا تھا تو یہ بیج صحیح ہو جاوے گی پھر اگر مرض مرگیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو اس شخص کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو بیج توڑ دے اور اگر چاہے تو اسکو ہزارین سے سو درم اسکے سو کی جگہ اور دینار اور اسباب کی قیمت بطریق معاوضہ کے اور ہزار کی ایک تہائی بطریق وصیت کے بیگی بشرطیکہ دینار اور ہزار وارثوں کے پاس موجود ہوں کذا فی المبسوط اور اگر دونوں تلف ہو گئے ہوں تو باقی کی تہائی لے گی یہ محیط بن لکھا ہے اگر مرض کے پاس سو درم چاندی کی چھاکل کہ جس کی قیمت بیس دینار ہیں موجود ہو اور اسنے اسکو بعض سو درم کے کہ جسکی قیمت دس دینار ہیں فروخت کیا پھر مرض مرگیا اور وارثوں نے اجازت دینے سے انکار کیا تو مشتری کو اختیار ہے چاہے تو بیج واپس کر دے اور اگر چاہے تو دو تہائی چھاکل بعض سو کی دو تہائی کے لے لیوے اور ایک تہائی وارثوں کی ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے ۔

دوسری فصل اپنے ملک اور قرابتی اور شرکاء اور مضارب کے ساتھ بیج صرف کرنے کے بیان میں اور فاضی دہلے کے امین اور وکیل اور وصی کے یتیم وغیرہ کے مال میں بیج صرف کرنے کے بیان میں ۔ مالک اور اسکے غلام کے درمیان میں رہا نہیں ہوتا ہوں اگر غلام پر قرض ہو تب بھی رہا نہیں ہے و لیکن مالک پر واجب ہے کہ جو اسنے لیا ہو غلام کو واپس کرے خواہ ایک درم بعض دو درم کے یا دو درم بعض ایک درم کے خریدے ہوں مبسوط میں لکھا ہے ۔ اور یہی حکم ام ولد اور دیگر کا بھی یہ حاوی میں لکھا ہے اور اگر اپنے مکان کے باغ ایک درم بعض دو درم کے یا دو درم بعض ایک درم کے بیجا تو جائز نہیں ہو اور یہ سو دہو گا اور جس غلام کا تھوڑا حصہ آزاد کیا گیا ہو اور وہ امام اعظم کے نزدیک بمنزلہ مکان کے ہو اور صاحبین کے نزدیک بمنزلہ بیسے آزاد کے ہے جس پر قرض ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور الدین اور شہرہ و زوجہ اور قرابتی اور شرکاء النعمان ایسی چیزوں میں جو دونوں کی تجارت سے نہیں رہا نہیں بمنزلہ اجنبیوں کے ہیں اور ملک بمنزلہ احرار کے ہیں و لیکن متفاد ضمیمہ میں اگر ایک نے ایک درم بعض دو درم کے دوسرے سے خریدنا تو یہ بیج نہیں ہو گا کہ وہ انکا مال جیسا بیج سے پہلے تھا اب بھی ہو گا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور قدوری نے کہا کہ قاضی اور اسکے امین کا فعل یتیم کے مال میں اور باپ یا اسکے وصی کا فعل نابالغ کے حق میں وہی جائز ہو گا جو دو اجنبیوں میں جائز ہوتا ہو اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے لڑکے کے مال میں سے اپنے واسطے کچھ خریدا یا مضارب نے رب المال کے ہاتھ کچھ سچا تو فقط اسی طرح جائز ہو گا جس طرح دو اجنبیوں میں جائز ہوتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے ۔ اگر یتیم کے درم ہوں اور وصی انکو بعض دیناروں کے بازار کے بھاؤ پر اپنے واسطے بیج صرف کرے تو جائز نہیں ہو اور اسی طرح اگر چاندیکا برتن ہو اور اسکو اسکے ذہن پر اپنے ہاتھ بیچے تو بھی جائز نہیں ہو اور اگر اسکے پرورش میں دیتیم ہوں کہ ایک کے پاس درم ہوں اور دوسرے کے پاس دینار ہوں پھر وصی نے دونوں میں بیج صرف کر دی تو جائز نہیں ہو یہ حاوی میں لکھا ہے ۔ اگر یتیم کے مال سے کوئی چیز اسکے واسطے خریدی تو امام نے فرمایا کہ میں نہیں لے قول مجھ آزاد اس واسطے کہ صاحبین کے نزدیک عتق کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے تو ایسی کوئی صورت نہیں کہ غلام میں سے تھوڑا حصہ آزاد ہو اور امام کے نزدیک نہ ہو سکتے ہیں اسلئے احرار مجھے آزاد یعنی سود کے معاملہ میں ملک آزاد کا حکم کیسا ہو ۱۲

غور کر دیکھا اگر تہیم کی بہتری ہوگی تو بیع پوری کو دون کا ورنہ یہ باطل ہوا در یہ قول امام اعظم اور دوسرا قول امام ابو یوسف کا ہے اور پہلا قول انکا اور امام محمد کا یہ ہے کہ سبب اس شرط کے جو حضرت ابن مسعودؓ سے پہلو پہنچا ہوا بالکل بیع جائز نہیں ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے اور بیع صرف میں قاضی اور اسکے وکیل اور امین کا حکم اور دیگر لوگوں کا حکم یکساں ہے یعنی مجلس میں باہمی قبضہ شرط ہے اور اگر اسنے غائب یا تہیم کے مال میں کچھ تصرف کیا تو باہمی قبضہ اسکی طرف رجوع کرے گا اور اگر تہیم کا مال اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اسکے درم یا دینار کے عوض بیع صرف کر لے تو جائز نہیں ہے۔ ^{قاضی نے فرمایا} ^{ہو یہ جاو ہی میں لکھا ہے}

تیسری فصل

بیع صرف میں وکالت کے بیان میں۔ اگر دو وکیلین نے بیع صرف کی تو قبضہ سے پہلے انکو جدا ہونا نہ چاہیے اور ان کے موکلوں کا ان کے پاس سے غائب ہونا مضر نہیں ہے یہ جاو ہی میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے بیع صرف کی اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیے پھر موکلوں کے جدا ہونے سے پہلے انھوں نے قبضہ کر لیا تو بیع جائز ہے اور موکلوں کے جدا ہونے کے بعد جائز نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دو شخصوں کو کسی قدر درم میں بیع صرف کے واسطے وکیل کیا کہ ان کی بیع صرف کر میں تو ایک کو بیرون دوسرے کے صرف کا اختیار نہیں ہے اور اگر دونوں نے عقد بیع کیا پھر قبضہ سے پہلے ایک چلا گیا تو اسکا آزاد حصہ باطل ہو جائیگا اور دوسرے کے حصے کی بیع باقی رہے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر دونوں نے رہا مال کو قبضہ کرنے یا آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور دونوں چلے گئے تو بیع صرف باطل ہو جائے گی یہ جاو ہی میں لکھا ہے۔ اگر کچھ درم میں کہ دو خیاروں کے عوض بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے بیع صرف کی اور باہم قبضہ کیا اور جس شخص نے درم میں پر قبضہ کیا اسنے پورا حق پالینے کا اقرار کیا پھر اس میں ایک درم زلیف پایا اور وکیل نے اسکو قبول کر لیا اور اقرار کیا کہ یہ میرے درم میں سے ہوا درم وکیل نے انکار کیا تو وہ وکیل کے ذمہ ٹریگا یہ مبسوط میں لکھا ہے اور اگر وکیل نے انکار کیا کہ میرے درم میں سے نہیں ہے پھر خریدار نے گواہ پیش کیے کہ انھیں میں سے ہوا اور اسنے پورے درم پالینے کا اقرار بھی نہیں کیا تھا تو اس کے گواہ مقبول ہوں گے اور درم وکیل کو واپس کرے گا ورنہ موکل کے ذمہ ٹریں گے اور بیع مشایخ نے فرمایا کہ یہ خطا ہے کیونکہ یہ صورت گواہ قائم کرنے کی نہیں ہے بلکہ استحقاق درم میں کے خریدار کا قول لیا جائیگا جیسا کہ مسلم البیہ اگر زیوت درم لاوے اور دعویٰ کرے کہ یہ راسل مال میں سے ہیں اور پورا حق پالینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اسکا قول لیا جاتا ہے اور جیسا کہ کسی اسباب کے بیچنے میں اگر بائع زیوت درم لا کر کہے کہ یہ من میں سے ہیں اور پورا حق پالینے کا اقرار نہ کیا ہو تو اسکا قول استحقاق لیا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی اسکا قول لیا جائیگا اور اسی طرح شمس لائٹہ سرخسی نے میلان کیا ہے و لیکن شیخ الاسلام خواہر زادہ نے امام محمدؒ کے قول کی تصحیح کی ہے اور کہا استحقاق مشتری کا قول اگر چہ لیا جائیگا۔

لے قولہ وکالت وضع ہو کہ وکیل خود عاقد ہو گا یا وکیل قبضہ ہو گا پس عاقد کو خود قبضہ کرنا ضروری ہوگا وکیل کے قبضہ کے وقت تک

جدا ہوا اور وکیل قبضہ کا قبضہ سیوقت تک جائز ہوگا کہ عاقد انہو کی مکمل اصل ہے کہ بیع صرف میں عاقدین کے رائے قبضہ سے پہلے جائز نہیں ہے

دیکھیں کہ قسم کے ساتھ لیا جائے گا پس سننے سے یہ گواہ پیش کر کے قسم اپنے اوپر سے ساقط کی اور قسم ساقط کرنے کے واسطے گواہ مقبول ہوتے ہیں مثلاً دو بیعت جبکہ پاس ہو اگر وہ واپس کر دینے یا تلف ہو جانے پر گواہ پیش کرے تو مقبول ہیں اور امام ابو عبد اللہ بن الحسن بن احمد فرماتے تھے کہ کتاب میں یہ مذکور نہیں ہے کہ درم کے خریدار کو گواہ پیش کرنے کے واسطے تکلیف دی جائے گی صرف اس میں یہ ہو کہ اگر اس نے گواہ پیش کیے تو مقبول ہوں گے پس شاید وہ اس واسطے پیش کرے کہ قسم اسکے اوپر سے جاتی رہے پس اس شخص کے انہد ہو جائیگا جبکہ پاس و بیعت رکھی گئی ہو پھر امام مجہد نے فرمایا اور اسی طرح اگر اس نے وکیل سے قسم لی اور وہ قسم سے باز رہا اور درم اسکو بھریے گئے تو موکل کے ذمہ پڑے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بھی خطا ہو کیونکہ اس صورت میں وکیل پر قسم نہیں آتی ہو اور قسم صرف مشتری پر پڑتی ہو کیونکہ شرعاً اسی کا قول معتبر رکھا گیا ہو پس اسی قسم آدمی پس اگر اس نے قسم کھالی تو وہ واپس کر سکتا ہو لیکن وکیل سے قسم لینا نہیں ہو سکتا ہو پس صحیح حکم یوں بیان کرنا چاہیے کہ اگر درم یوں کے خریدار نے قسم کھالی اور درم وکیل کو واپس کر دیے تو یہ بعینہ موکل کو واپس کرنا ہو اور جو مشائخ اہل تحقیق بن غفون نے امام محمد کے قول کی تصحیح کی ہو اور کہا ہے کہ یہ جو مذکور ہوا بطریق استحسان ہو اور امام محمد کا قول بطریق قیاس ہو کیونکہ قیاس یہ چاہتا ہو کہ وکیل کا قول معتبر ہو جیسا کہ بیع معین میں ہوتا ہے یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی نے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ درم بعض دنیاروں کے بیع کرے اور اس نے بیع کی تو وکیل کو دنیاروں میں تصرف کرنا اختیار نہیں ہے یہ مبطون میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص کو واسطے وکیل کیا کہ اس کے لیے چاندی کی چھانگل معین بعض درم یوں کے خریدے پھر اس نے بعض درم یوں کے اسکے حکم کے موافق خریدی اور یہ نیت کی کہ چھانگل میرے واسطے ہو تو موکل کے واسطے ہوگی اور اگر بعض دنیاروں یا اسباب کے خریدی تو چھانگل وکیل کی ہوگی اور اگر چاندی کی معین چھانگل خریدنے کے واسطے ایک وکیل مقرر کیا اور دشمن کا نام اسکو نہ بتلایا پھر اس نے درم یا دنیار کے عوض خریدی تو چھانگل موکل کی ہوگی اور اگر بعض اسباب کے یا کیلی یا دنیار کے چیز کے خریدی تو چھانگل وکیل کی ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو اگر بعینہ چاندی فروخت کرنے کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اور دشمن کا نام نہ بتلایا پھر اس نے اس سے زیادہ چاندی کے عوض سچی توجانہ نہیں ہو اور نہ ضامن ہو گا اور اس سے چاندی کے لینے کا موکل زیادہ حقدار ہو کہ اپنی چاندی کے برابر لے لے وکیل کو چاہیے کہ باقی چاندی اسکے مالک کو واپس کرے یہ خزائنہ الاکمل میں لکھا ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ امام محمد کا یہ قول کہ وکیل کے قبضہ میں جو چاندی ہو اسکے لینے کا موکل زیادہ حقدار ہو اسطور پر مائل کیا گیا ہے کہ جب موکل اپنی معینہ چاندی کے لینے پر قادر ہو مثلاً اسکا قابض غائب ہو گیا یا موجود ہے اگر اس نے تلف کر دی تو ایسی حالت میں موکل کا زیادہ استحقاق ہے کہ اس چاندی میں سے اپنی چاندی کے برابر لے لے اور اگر بعینہ اپنی چاندی کے لینے پر قادر ہو تو سوا اسکے اس میں سے نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک شخص کو چاندی کی مٹھی بیچے کا وکیل کیا اور

لہ قول بطریق استحسان استحسان ہم اقول قیاس تو تلف ظاہر ہے اور استحسان دلیل خفی ہو اور شاید کہ

میں استحسان غلط ہو اور شاید امام محمد کا قول قیاس ہو واللہ اعلم ۱۲

اسنے چاندی کے عوض بیچی تو جائز نہیں ہے پس اگر مشتری کو معلوم ہوا کہ مٹی میں چاندی نشن کے برابر ہو اور وہ ماضی ہو گیا تو جائز ہے اور اسکو اختیار ہوگا پس اگر اسنے بلا حکم قاضی واپس کر دی تو موکل پر جائز ہوگی اور اگر مشتری کے جانتے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہو یہ حاوی ہیں لکھا ہو اور اگر بعض اسباب کے بیچی اور مشتری نے جانا کہ اس میں سونا یا چاندی یا دونوں ہیں تو امام اعظم کے نزدیک بیع جائز ہے اور صاحبین اس میں خلاف کرتے ہیں اور اگر یہ نہ جانا کہ اس میں ایک یا دونوں ہیں اور بعض اسباب کے بیع کی تو سب کے نزدیک جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر اپنی حلیہ اتار اور بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اوصار بیچی تو بیع فاسد ہو وکیل ضامن ہوگا اور اسطرح اگر اس میں خیار کی شرط کی یا حقیقت اس میں چاندی ہو اس سے کم رہے تو بیچی تو بھی فاسد ہو اور وکیل ضامن نہ ہوگا اگر ایسے سونے کے زیور کے بیچنے کے واسطے کہ جس میں موتی اور یا قوت ہیں وکیل کیا اور اسنے درمون کے عوض بیچا پھر نشن پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے ہیں اگر موتی اور یا قوت بلا ضرر جدا ہو سکتے ہیں تو ان کی بیع جائز ہوگی اور حصہ صرف کی بیع باطل ہوگی اور اگر بلا ضرر جدا نہیں ہو سکتے ہیں تو کسی کی بیع جائز نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہو اور اگر درمون کے عوض کچھ پیسے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے خرید کر قبضہ کیا پھر موکل کے سپرد کرنے سے پہلے وہ کاسد ہو گئے تو یہ موکل کے ذمہ پڑے گیے اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے وہ کاسد ہوئے تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ چاہے ان کو واپس کر دے چاہے لے لے پس اگر اسنے لے لیے تو اسی کو لازم ہوں گے نہ موکل کو مگر اس صورت میں کہ موکل ان کو لے لینا پسند کرے یہ حاوی میں لکھا ہے۔

کسی نے ایک شخص کو ایک بعینہ سونے کے طوق کو ہزار درم میں خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور ہزار درم اسکو دیدیے پھر وکیل نے طوق ہزار درم میں خریدا اور نشن ادا کر دیا پھر طوق کو وکیل کے قبضہ کرنے سے پہلے بائع کے پاس کسی نے توڑ دیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو عقد پورا کر کے توڑنے والے کا دامنگیر ہو کر طوق کی قیمت میں ڈھلی ہوئی چیز اسکی جنس کے بر خلاف لیوے اور اگر چاہے تو عقد کو فسخ کر دے اور بائع اسکو خواہ بعینہ یہ درم یا ان کے مثل واپس کرے پس اگر وکیل نے عقد پورا کر لیا اور توڑنے والے سے طوق کی قیمت لی تو موکل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ یہ قیمت وکیل سے لے صرف وہ درم لے لیا جو اسنے دیے ہیں لکھا فی المحیط اور وکیل کو چاہیے کہ اس قیمت میں جو زیادتی ہو اسکو صدقہ کر دے یہ مبسوط میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک سونے کا طوق بیچنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور اسنے فروخت کر کے نشن لے لیا اور طوق مشتری کو دیدیا پھر اسکے بعد مشتری آیا اور کہا کہ میں نے وہ طوق پتیل کا سونے سے ملے کیا ہوا پایا ہے اور موکل نے انکار کیا تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وکیل نے اسے انکار کیا اور مشتری نے اسے گواہ قیام کئے یا وکیل قسم لی اور وہ قسم سے بار بار اور قاضی نے طوق اسکو واپس کر دیا تو اس حالت میں طوق موکل کو لازم ہوگا اور دوسری صورت یہ کہ وکیل نے اسکا اقرار کیا اور اسکی بھی دو صورتیں ہیں اگر وہ انکار قاضی کے سوا واپس لے گیا تو یہ بی وکیل پر ہوگی اور اگر گواہ نشن میں ہو کہ وکیل سے جھگڑا کر کے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس دیا گیا ہے تو بھی اس قول خاص موقوف ضامن سے یہ ہو کہ اگر وہ تلف ہو تو وکیل کو قیمت دینی پڑے گی اور یہ معنی نہیں کہ وہ تاوان دیدے اس واسطے کہ بیع فاسد ہے اور چاندی حلیہ سے کم کے عوض بیچنے میں جواز کی صورت نہیں نکلتی ہے اور اگر حلیہ کی چاندی سے ایک درم زائد ہو تو بھی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ حلیہ وہ چاندی کے برابر درمون میں سے مساوی ہوں تاکہ سود نہ ادا رہا باقی ایک درم بمقابلہ تلوار کے ہو ۱۲

وکیل کو لازم ہوگا و لیکن اسکو موکل سے جھگڑا کرنے کا استحقاق ہو یہ محیط میں لکھا ہوا اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ مسلمان کے حق میں میں کمزور جانتا ہوں کہ وہ ذمی یا حربی کو درم یا دینار کی بیع صرف کے واسطے وکیل کرے اور اگر اس نے کیا تو جائز نہ ہوگا یہ مبیوط میں لکھا ہوا اگر کچھ درم کی بیع صرف کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے موکل کے غلام کے ساتھ بیع کی تو اسکی وجوہ نیز ہیں ایک یہ کہ غلام پر قرض نہ ہو تو اس صورت میں جائز نہیں ہو جیسا کہ اگر موکل خود اس غلام کے ساتھ بیع صرف کرتا تو جائز نہ ہوتا و لیکن وکیل پر ضمان نہ ہوگی اور اگر اس غلام پر قرض ہو تو جائز ہو جیسا کہ اس صورت میں اسکے ایک کاتب بیع کرنا اسکے ساتھ جائز ہوتا ہو و لیکن وکیل کو چاہیے کہ جتنا کم اپنا ثمن و پیرانہ حاصل کرے بیع غلام کو نہ دیوے یہ محیط میں لکھا ہوا۔ اگر نہ درم کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا اور اس نے دیناروں کے عوض بیچے اور اس قدر کم کر دیا کہ جس قدر لوگ ٹوٹا نہیں اٹھاتے ہیں تو یہ بیع موکل پر جائز نہیں ہو اگر وہ درم ان کے نرخ کے موافق اپنے مفاد میں لے باقہ یا صرف کے شریک کے باقہ یا مضارب کے باقہ فروخت کیے تو جائز نہیں ہو اور اگر موکل کے باقہ فروخت کیے تو بھی جائز نہیں ہو اور اگر موکل کے شریک کے باقہ جو مفاد میں نہیں ہو فروخت کیے تو جائز ہو اور یہی حکم موکل کے مضارب کا ہو یہ مبیوط میں لکھا ہے اگر نہ درم کی بیع صرف کے وکیل کیا اور وہ دونوں کو فہم میں موجود رکھے اور کوئی جگہ نہ بتلائی تو کو فہم کے جس کتابہ پر لکھی بیع کر دیا جائز ہوگی اگر ان کو چہرہ میں لے گیا اور وہاں بیع کیا تو جائز ہو اور وکیل ضمان نہ ہوگا و لیکن یہ حکم ایسی چیزوں میں ہو کہ جن کی بار برداری اور خراج ہو اور اگر ان کی بار برداری اور خراج ہو جیسے غلام یا ناز وغیرہ اور ان کو کو فہم کے سوا دوسرے شہر میں بیچا اور اس شہر میں نہیں لے گیا تو قیاساً و استحساناً بیع جائز ہو اور اگر دوسرے شہر میں لے گیا تو کتاب الصرف میں ابوسلمان کی روایت سے منقول ہو کہ اگر مکہ میں لے گیا اور اجرت دی ہیں اگر ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے تو وہ ضمان ہوگا اور اگر وہ چیز جھگڑی ہو اور اس نے فروخت کر دی تو میں بیع کی اجازت دیتا ہوں لیکن موکل پر کچھ اجرت لازم نہ کرؤنگا اور ابو حفص کی روایت سے منقول ہو کہ جھگڑا سکی بیع کی اجازت دی ہو اگر وہیں اسکے مثل ثمن پر فروخت کرے تو میں بیع کی اجازت دیتا ہوں اور یہ مسئلہ کتاب ابو کالت میں بھی مذکور ہے اور ابوسلمان اور ابو حفص جیسے روایت کی ہے کہ امام نے فرمایا کہ میں استحساناً اس سے ضمان لوں گا اور بیع کی اجازت نہ دوں گا پس کتاب الصرف میں ابوسلمان کی روایت سے جو حکم ہو وہ قیاساً ہی نہ استحساناً پس حاصل اس مسئلہ کا یہ ہے کہ جن چیزوں میں بار برداری اور خراج ہے اگر ان کو وکیل نے دوسرے شہر میں بیچا تو قیاساً جائز ہے اور میرکل پر کچھ اجرت لازم نہ آوے گی اور استحساناً بیع جائز نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے کذا فی المبیوط اگر کسی نے دوسرے کو ایک نہر درم کی بیع صرف کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے ان نہر کی بیع کر لی پھر وکیل موکل کے گھر آیا اور دوسرے ایک نہر لیکر بیع کی تو جائز ہو اور اسی طرح اگر پہلے درم باقی ہوں اور وکیل نے ان کے سوا دوسرے لے لیا تو وکیل مقرر کیا تو اس کی صرافیان فرما جائز ہیں اس سے مفاد میں سبب سے کاتبہ کی شریک اور کتاب الشریک و کتبہ صرف کا شریک یعنی صرافانی کا ساتھ مضارب جب کو فہم کی شرکت پر تجارت کے لیے مال دیا ہو ۱۳۰۰ھ یعنی زبان سے دیکھ شہر میں اسکو فروخت کیا لیکن وہ ان میں لے گیا ۱۲۰۰ھ تو کہ حکم ہو کہ اگر وہ چیز بیچ گئی تو بیع جائز ہے ۱۲

لیکھ صرف کیے تو جائز ہے اور یہی حکم دینار اور فلس کا ہو یہ حاوی میں لکھا ہوا اور اگر موکل نے یہ درم وکیل کو دیدیے اور اسکے پاس سے چوری کئے یا تلف ہو گئے تو کوالت باطل ہو جاوے گی یہ محیط میں لکھا ہوا اگر کسی معین چاندی یا معین سونے کے بیچنے کا حکم دیا اور اسنے اسکے سود دوسری بیچ ڈالی تو جائز نہیں ہو یہ حاوی میں لکھا ہوا۔ اگر کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ اسکے درم بعض دیناروں کے بیع صرف کرے اور وہ دونوں کو فہ میں موجود ہوں اور اس نے کو فہ مقطعہ دیناروں کے عوض صرف کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ نعم کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ نعم نے کہا کہ جائز نہیں ہر مگر جبکہ شامی دیناروں کے عوض صرف کرے تو جائز ہے جتنا چاہیے کہ کوالت اسی شہر کے نقد کی طرف پھری جائیگا کہ تھی ہوا اور امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں نقد شہر کا کو فہ مقطعہ اور شامیہ دینار تھے پس انھوں نے اپنے زمانے کے موافق فتویٰ دیا اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ نعم کے زمانہ میں شہر کا نقد فقط شامی دینار تھے تو انھوں نے اپنے زمانے کے موافق فتوے دیا ہوں یہ فی الحقیقت عسروں مادہ کا اختلاف ہوا اگر کو فہ میں کسی شخص کو وکیل کیا کہ ان دیناروں کے عوض غلہ کے درم خریدے تو اس سے کو فہ کا غلہ مراد ہوگا بغداد وغیرہ کا نہیں اور اگر اسنے بغداد یا بصرہ کا غلہ خرید یا پس اگر کو فہ کے غلہ کے مانند یا اس سے بڑھ کر ہو تو جائز ہے اور اگر اس سے گھٹ کر ہو تو جائز نہیں ہوا اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ یہ درم بعض اتنے شامی دیناروں کے فروخت کرے اور اسنے کو فی دیناروں کے عوض بیچ ڈالے پس اگر کو فہ غیر مقطعہ ہوں اور انکا وزن پنجی میون کے برابر ہو تو بیع موکل کے واسطے جائز ہوگی ورنہ نہیں اور اگر کسی نے وکیل کیا کہ یہ دینار بعض اتنے درم غلہ کو فہ کے فروخت کرے اور اسنے غلہ بغداد یا غلہ بصرہ کے عوض فروخت کیے پس اگر بصرہ کا غلہ مثلاً غلہ کو فہ کے مانند ہو تو جائز ہو اور یہ شرط نہیں کہ اسکا وزن بھی برابر ہو اور اگر یہ کہا کہ ان درمون کو بعض دیناروں عتیق کے فروخت کرے اور اسنے شامی کے عوض فروخت کیے تو بیع موکل کے واسطے جائز نہوگی۔ اگر کسی نے دوسرے کو ایک ہزار درم قرض دیے اور قرض لینے والے نے انپر قبضہ کیا پھر قرض خواہ نے اس سے کہا کہ میرے درم جو تجھے ہیں انکو بیع صرف کر دے اور یہ نہ بتلایا کہ کس کے ساتھ صرف کرے تو امام اعظم رحمہ اللہ نعم کے نزدیک وکیل کرنا صحیح نہیں ہوا بیع قرضدار کے واسطے ہوگی اور صاحبین کے نزدیک وکیل کرنا صحیح ہو اور بیع قرض خواہ کے واسطے ہوگی اور اگر اسنے صرف یہ کہا کہ انکو بیع صرف کر دے اور اسپر کچھ یاد نہ کیا تو بالا جماع وکیل کرنا صحیح نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہوا۔ ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم آتے ہیں اسنے طالب کو کچھ دینار دیے اور کہا کہ ان کو بیع صرف کر کے اپنا حق اس میں سے لے لے پھر وہ دینار

سے قول ہے جائز ہوا اس واسطے کہ درم دینار بلکہ فلس یہاں متعین نہیں ہوتے ہیں تو کوالت عام ہوا اسلئے قولہ ورنہ نہیں ہونی الاصل ایضا قال والاصل فی ہذا کہ لا رہم یزنی فی الدار ہم لا یعتبر زیادۃ الوزن نہ زیادۃ جودۃ فی الدناتیر لیسیر زیادۃ الوزن نہ زیادۃ جودۃ حتی قال لولا کہ بلہ میں ہے نہ ہوا ہم کہنا احتیاجاً لاشیاء فیہا قبل کہ ازادیا کو فہ فلان کا منتہی کہ اپنے امام محترم نے فرمایا کہ ابلا صرف میں دیناروں کا حکم مانند دینار کے نہیں ہوا اور اس سے امام محمد کی مراد یہ ہو کہ درمون میں وزن کی نو بادی مع کھرے ہونے کی خوبی کے مستبر نہیں ہوا اور دیناروں میں بھی خرفوں میں نو بادی وزن کے ساتھ ہونا عدا بھی معتبر ہو چنانچہ امام محمد کے کہا کہ اگر زیارے وکیل کیا کہ ان درمون کو شامی دیناروں کے عوض فروخت کرے پھر وکیل نے درمون کو اتنی ہی کو فہ یا فرنگ کے عوض فروخت کئے تو کچھ ہائے کہ اگر کو فہ بلا وزن ہوں تو جائز ہو ورنہ وکیل کے لایم ہوگی مگر کہ اسکا ہر گز وزن برابر ہو لیکن شامیہ کا سودا عام ہو تو بھی جائز ہوگا تاہم اسلئے قولہ بیع صرف لینے پھاندا کرنا تو اگر اس

بیع صرف کرنے سے پہلے طالب کے پاس تلف ہو گئے تو اس شخص کا مال گیا جس نے دیے تھے اور اگر اس نے بیع صرف کر لی اور درمون پر قبضہ کر لیا پھر اپنا حق لینے سے پہلے وہ درم اسکے پاس تلف ہو گئے تو بھی دنیا روینے والے کا مال گیا اور اگر اس نے اپنا حق اس میں سے لے لیا پھر تلف ہو گئے تو یہ طالب کے مال میں شمار ہوگا اور اگر مطلوب نے طالب کو کچھ دنیا روپے اور کہا کہ ان کو اپنے حق کے ادا کے واسطے لے اور اس نے لے لیے تو وہ اس کی ضمانت میں ہو گئے اور اگر مطلوب نے اس کو دنیا روپے دیے اور کہا کہ اپنے حق کے عوض بیع لے اور اس نے اپنے حق کے برابر درمون کے عوض ان کو فروخت کیا تو بعد بیع کے درمون پر قبضہ کرنے سے اپنے حق پر قبضہ کرنے والا شمار ہوگا یہ فتاویٰ قاضیان میں لکھا ہے اگر زید کو عمرو نے اپنا ایک کنگن بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور کبڑے اسکواک کپڑا بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے دونوں کو ایک ہی صفیقہ میں بعض ایک دنیا روپے دس درم کے اس شرط پر کہ دنیا کنگن کا منہ ہو اور درم کپڑے کے دس درم فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر اس نے کنگن دیکر اس کے منہ پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اور کپڑے والا اس کا شریک ہوگا اور اگر دونوں کو بیس درم میں بیچا پھر دس درم نقد لیے تو یہ کنگن کے دام ہوں گے اور بیع جائز ہوگی اور سب عمر کو ملین کے اور کبڑے اس کا شریک ہوگا یہ حاوی میں لکھا ہے۔

چوتھی فصل

بیع صرف میں رہن اور حوالہ اور کفالہ واقع ہونے کے بیان میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے دوسرے سے دس درم بعض ایک دنیا روپے کے خریدے اور دنیا روپے دیدیا اور درم کے عوض رہن لے لیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ پس اگر وہ تلف ہوا حالانکہ دونوں مجلس میں موجود ہیں تو اپنے معاوضہ میں تلف ہوا اور عقد جائز ہے اور اگر جدائی کے بعد تلف ہوا تو صرف باطل ہو جائے گی اور وہ شخص اپنا حق پورا لینے والا نہ شمار ہوگا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے۔ اگر دونوں عقد کرنے والے جدا ہو جائیں اور رہن موجود رہے تو جدا ہونے کے سبب صرف باطل ہو جائیگی اور اس رہن کا مرتبہ ضمان میں ہوگا بعض اپنے دام کے کہ جو اس کی قیمت دیوں ان دونوں میں سے کم ہو اور اگر مرتبہ نے لاہن کو قرضہ سے بری کیا تو رہن کی ضمان باطل ہو جائے گی اور اگر کسی نے دوسرے سے ایک علیہ و تلوار بعض ایک دنیا روپے کے خریدی اور تلوار پر قبضہ کر لیا اور دنیا روپے کے عوض کچھ رہن دیدیا تو وہی حکم ہے جو مسئلہ سابقہ میں ہے یعنی اگر دونوں کی جدائی سے پہلے رہن تلف ہو گیا تو بیع صرف باقی رہے گی اور اگر دونوں جدا ہو گئے اور رہن موجود ہے تو صرف باطل ہو جائیگی اور وہ رہن اپنی قیمت اور قرضہ دونوں میں سے جو کم ہے اسکے عوض مضمون ہوگا اور اگر یہ صورت واقع ہو کہ مشتری نے دنیا روپے دیدیا اور تلوار کے عوض کچھ رہن لے لیا پھر جدا ہونے سے پہلے وہ اسکے پاس تلف ہو گیا تو تلوار بیچنے والے کو حکم دیا جائیگا کہ تلوار اس کے خریدار کو دیوے اور وہ رہن کے تلف ہونے سے تلوار کا ہانے والا نوجا دیگا اور مرتبہ اپنے لاہن کو تلوار کی قیمت اور رہن میں سے جو کم ہو اس کی ضمان دیکر یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر کجائے تلوار کے پٹی یا زین پوش سے تلف ہو جائے تو بیع سے پہلے تلف ہونے تو بھی فرضدار کا مال گیا اس کے قولہ ہوگا اس واسطے کہ بیع صرف میں ادھار جائز نہیں ہے تو ادھار میں کنگن کا حصہ نہیں اور نقد میں کپڑے والا شریک نہیں ہے ۱۲

کہ جس میں چاندی ہو یا چاندیکا برتن یا پیر ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ مسوط میں لکھا ہو اور حوالہ اذکار میں صرف کے ساتھ جائز ہے پس اگر دونوں عقد کرنے والوں کے جدا ہونے سے پہلے کفیل یا حوالہ کرنے والا یا حیم حوالہ کیا ہو اسے اسی مجلس میں ادا کر دیا تو عقد صحیح ہو گا اور اگر دونوں عقد کرنے والے یا ایک جدا ہو گیا اور کفیل یا حیم شخص پر حوالہ کیا ہو باقی رہا تو صرف باطل ہے چنانچہ یہ سراج الوداع میں لکھا ہو

پانچویں فصل غصب اور ودیعت میں بیع صرف واقع ہونے کے بیان میں کسی نے دوسرے کا ایک چاندیکا یا سونے کا لنگن غصب کر کے تلف کیا تو ہمارے نزدیک اس پر واجب ہو کہ اس کے جنس کے برخلاف سے اس کی قیمت میں ڈھالی ہوئی چیز ادا کرے اور وزن اور قیمت کے باب میں قسم لیکر غاصب کا قول معتبر ہو گا یہ مسوط میں لکھا ہے اور جب قاضی نے غاصب سے برخلاف جنس سے اس کی قیمت کی ضمان لی تو وہ لنگن اس کی ملک ہو گیا اور بعد اسکے دیکھا جائیگا کہ اگر باہم جدا ہونے سے پہلے لنگن کے مالک نے غاصب سے اس کی قیمت لی تو ضمان لینا بالاجماع صحیح ہو گیا اور اگر قیمت لینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضمان لینا باطل نہ ہو گا۔ اور سطح اگر قیمت پر صلح کی تو بھی جائز ہے اور اگر ایک مہینہ قیمت لینے میں اس کو مہلت دی تو بھی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے و خیرہ میں لکھا ہو اور اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کا چاندی یا سونیکا پیالہ توڑ دیا تو اس پر بھی اس کی برخلاف جنس سے اس کی قیمت دینی واجب ہوگی خواہ اس میں تھوڑا نقصان آیا ہو یا بہت یہ مسوط میں لکھا ہو اور اگر کسی نے دوسرے سے ہزار درم غصب کیے پھر ان کو بعض سودنیار کے خریدار جدا ہونے سے پہلے سودنیار پر قبضہ کر لیا تو خرید جائز ہو اگرچہ خریدنے کے وقت درم اسکے ہاتھ میں نہ ہوں اور اس طرح اگر اس سے سودنیار پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے و نیاروں پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اگرچہ درم اسکے غاصب پاس موجود نہ ہوں بلکہ فی الحقیقت اور اسی طرح اگر چاندیکا برتن غصب کیا پھر غاصب نے اس کو مالک سے خرید لیا اسی جنس یا برخلاف جنس پر صلح کی اور جدا ہونے سے پہلے مالک نے عوض پر قبضہ کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر عوض پر قبضہ کرنے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو خرید ناقیاساً و استحساناً جائز نہیں ہے خواہ غصب کی ہوئی چیز موجود ہو یا تلف ہو گئی ہو اور صلح کی صورت یہ ہو کہ اگر غصب کی ہوئی چیز حقیقتہً تلف کر دی گئی ہو مثلاً غاصب نے اس کو جلا دیا یا حکماً مثلاً وہ عیب دار ہو گئی اور غاصب نے قسم کھالی اور عوض پر قبضہ ہونے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو قیاس چاہتا ہے کہ صلح باطل ہو اور استحساناً باطل نہ ہوگی اور اگر غصب کی ہوئی چیز غاصب کے پاس موجود ہو اور وہ اس کا اقرار کرتا ہو اور مالک کو اسکے لینے سے منع نہ کرتا ہو تو صلح قیاساً و استحساناً جائز نہیں ہے و خیرہ میں لکھا ہو اگر ایسے شخص نے جبکہ پاس ودیعت ہو اس ودیعت کو بعض اسکے خلاف جنس کے خرید دیا اور ہنوز خریدار نے اس پر از سر نو قبضہ نہ کیا تھا کہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو جائیگی

سے قیاساً باقی آتا ہے اور اگر وہ بھی چلا جاوے تو ہر جہاں صرف باطل ہو اس سے قولہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ قسم ۱۲ سے قولہ موجود لینے بیع کی گفتگو کے وقت ہاتھ میں مالک میں نہ ہوں لیکن جدا ہونے سے پہلے اس نے دیر سے ۱۳ سے قولہ قسم یعنی غاصب کے قسم کھانے سے بیعت ثبوت ہو گئی ہے کیونکہ قبضہ ودیعت قبضہ خرید کا نائب نہیں ہوتا ۱۴

یہ نہ اتفاق میں لکھا ہو اگر کوئی حلیہ دار تلوار و دینیت رکھی اور اس نے اپنے گھر میں رکھ لی پھر دونوں بازار میں لے اور اس نے بعض ایک کپڑے اور دس درم کے وہ تلوار خریدی اور کپڑا اور دس درم اسکو دیدیے پھر دونوں جدا ہو گئے تو کل بیچ ٹوٹ جائے گی اور اسی طرح اگر اس تلوار کو بعض ایک حلیہ دار تلوار کے خرید کر اسکو دیدی اور دینیت پر نیا قبضہ نہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے تو بیچ بھی ٹوٹ جائے گی اور اگر جدا ہونے سے پہلے قبضہ کر لیا تو جائز ہے اور ہر ایک کی چاندی دوسرے کی چاندی کے مقابل اور ہر ایک کی حائل اور پھل دوسرے کی حائل اور پھل کے مقابل ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہو۔ پس اگر حلیہ میں کچھ زیادتی ہو تو یہ زیادتی دوسری حائل اور پھل کے مقابل کر دیا جائے گی یہ مبسوط میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کے دوسرے کے پاس نہر اور دینیت تھے پھر اس نے ان کے عوض سودیہ خرید دیے اور دینیت کے مالک نے دونوں کے جدا ہونے سے پہلے خرید کی اجازت دیدی تو جائز ہے اور مالک کے اس شخص پر جبکہ پاس دینیت ہو نہر اور دینیت واجب ہوں گے اور اگر دونوں کی جدائی کے بعد اس نے اجازت دی پس دینیت کے مالک کو اختیار ہو کہ چاہے اپنے مال کی اس شخص سے ضمانت لے اور بیچ جائز ہوگی یا دینار سیچنے والے سے ضمانت لے اور بیچ ٹوٹ جاوے گی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر درم یا دینار کسی شخص کے پاس دینیت تھے پھر اس نے درم کو بعض دیناروں یا دیناروں کو بعض درموں کے بیچا اور باہم قبضہ کیا پھر دینیت کا مالک آیا اور اس نے اسکو بائع سے لے لیا پس اگر دونوں جدا نہیں ہوئے ہیں تو اس پر واجب ہو کہ اس کے مثل ادا کرے اور اگر دونوں جدا ہو گئے ہیں تو بیچ باطل ہو جاوے گی اور اگر مالک نے اسے قبضہ نہ کیا اور بیچ کی اجازت دیدی تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور اس شخص پر جس کے پاس دینیت تھی اس کے مثل دنیا مالک کو واجب ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے

چھٹی فصل دارالحرب میں بیچ صرفہ مانع ہونے کے میان میں کوئی مسلمان یا ذمی دارالحرب میں امان لیکر یا بالائے ان گیا اور کسی حربی کے ساتھ یا عقد کیا کہ جس میں سودیہ ملا ایک درم بعض دوسرے کے یا ایک درم بعض ایک دینار کے کسی دینت معلوم کے ادھار پر خرید یا ان کے ہاتھ شراب یا سویر یا دریا خون بعض مال کے فروخت کیا تو یہ سب امام عظیم اور امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور قاضی ابو یوسف نے فرمایا کہ مسلمان اور حربی کے درمیان دارالحرب میں وہی جائز ہے جو دو مسلمانوں میں جائز ہوتا ہو کذا فی جوابہ الا خلاطی اور صحیح امام عظیم اور امام محمد کا قول ہوا اور میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب ان سے دو درم بعض ایک درم کے خریدے اور اگر ایک درم بعض دوسرے کے خریدے تو بالاتفاق جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کوئی حربی امان لیکر دارالاسلام میں آیا اور اس کے ہاتھ مسلمان نے اسے بیچا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک مسلمان نے جو امان لیکر دارالحرب میں گیا ہو ایک شخص کے ساتھ کہ جو دو میں اسلام لایا ہو اور دارالاسلام کی طرف ہجرت نہیں کی ہے عقد بیچ کیا اور ایک درم بعض دوسرے کے بیچا تو جائز نہیں ہے یہ حاوی میں لکھا ہے اور دو مسلمان تاجروں میں دارالحرب میں وہی جائز ہے جو دارالاسلام میں جائز ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے دو حربی دارالحرب میں اسلام لائے پھر باہم سود یا شراب یا سویر وغیرہ کی بیچ کی تو امام عظیم کے نزدیک جائز ہے مگر وہ ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور سود واپس کرے اور اگر باہم قبضہ سے پہلے دونوں دارالاسلام کی طرف نکلتے تو عقد باطل ہو جائیگا اور قبضہ

ہو گیا جو اس میں صحیح ہو یہ محیط خرسی میں لکھا ہو اور اگر مسلمانوں میں سے ایک تاجر نے اہل حرب میں سے کسی شخص کو ہزار درم بعوض ہزار درم کے ادھار دیے تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر اہل حرب کے تاجر دارالاسلام میں امان لیکر آئے اور انکے سے ایک درم بعوض دو درم کے خریدا تو امام نے فرمایا کہ میں اسکی اجازت نہ دوں گا صرف وہی جائز رکھوں گا جو اہل اسلام میں جائز ہے اور اگر ذی لوک ایسا کریں تو بھی یہی حکم ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو اور اسی طرح اگر ہمارے دو قیدی یعنی مسلمان دارالحرب میں ایسا کریں تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط خرسی میں لکھا ہو اور اگر حربی دوسرے کے ہاتھ ایک درم بعوض دو درم کے بیچا پھر مسلمان یا ذمی ہو کر دارالاسلام میں آئے اور دونوں نے قاضی کے روبرو جھگڑا پیش کیا پس اگر باہمی قبضہ کے بعد تو قاضی اسکو باطل نہ کرے گا اور اگر اس سے پہلے ہو تو قاضی اسکو باطل کر دے گا اور اسطرح اگر دونوں نے دارالحرب میں سود کا عقد کیا پھر باہمی قبضہ سے پہلے دارالاسلام میں چلے آئے پھر یہاں باہمی قبضہ کیا پھر قاضی کے روبرو پیش کیا تو قاضی سب کو توڑ دے گا یہ محیط میں لکھا ہو اور اسطرح اگر مسلمان نے کسی حربی سے دارالحرب میں ایسی بیچ کی پھر حربی مسلمان ہو اور باہمی قبضہ سے پہلے دارالاسلام میں چلا آ یا پس اگر اسنے قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قاضی اسکو باطل کر دے گا اور اگر دونوں نے دارالحرب میں باہم قبضہ کر لیا تھا پھر جھگڑا کیا تو میں اس میں لحاظ نہ کروں گا یہ محیط میں لکھا ہو

حکم باب متفرقات میں متقی میں ہو کہ کسی نے دوسرے کے ہاتھ ایک دینار بعوض میں درم کے بیچا اور باہم قبضہ کیا پھر قبضہ دینار کو اسنے ایک قیراط کم پایا تو امام نے فرمایا کہ اسکو اختیار ہو کہ ایک درم حصہ قیراط واپس لے کیونکہ ہر دینار میں قیراط کا ہوتا ہے اور اگر ایک اسکو اختیار ہو کہ دینار واپس کر کے اپنے درم کے کیونکہ وہ عیب دار ہو گیا اور اگر چاہے تو گھر لے اور اسکو بعینہ دینار کے سوا کچھ نہ لے لے گا اور امام ابو یوسف کے نزدیک وہ دینار کا نقصان واپس لے پھر چاہے تو بعینہ دینار رکھ لے ورنہ اسکو واپس کر دے اور میں جزو میں سے انیس جز ایک دینار میں لے پس دینار سچینے والے کو ایک جز د اور اسکو انیس جز میں گئے یہ محیط میں لکھا ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے دس درم چاندی بعوض دس درم کے خریدا تو اس پر ایک دانگ ڈھکا کر بیہ کیا اور اسکو بیچ میں شرط نہیں کیا ہو تو یہ جائز ہے اور مشائخ نے فرمایا کہ دانگ کا بیہ کرنا صرف اسی صورت میں صحیح ہو کہ جب درم کو توڑنا مضر ہو اور اگر توڑنا درم کو مضر نہیں ہو تو یہ جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو ابو سلیمان نے ابو یوسف سے روایت کی ہو کہ اگر کسی نے درم کو بعوض دینار کے دوسرے کے بیچ کر کے باہم قبضہ کیا اور دونوں جدا ہو گئے پھر جس قسم کے درم بٹھڑے تھے اسکے سوا دوسری قسم کے پاسے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شرط سے کتر ہوں تو ان کو بدل لے اور اگر اس سے بہت ہوں تو نہیں بدل سکتا ہو یہ حکم سوقت ہو کہ یہ درم بھی موافق شرط کے درم ہوں گے ہر ہر اور ہر بیچ میں چلتے ہوں اور اگر بعض بیچ میں بعض شہر میں نہ چلتے ہوں تو انکو بدل سکتا ہو اور چاہے ان سے ختم پوشی کرے اور امام ابو حنیفہ کے قول میں یہ ہو کہ اگر میں یہ نقصان ہو تو بہتر نہ ہو کہ میں اور اگر تمہاری سے زیادہ ایسے ہوں تو انکے حساب سے بیچ ٹوٹ جاوے گی یہ محیط میں لکھا ہو

ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ کسی نے ایک درم بعوض ایک درم کے بیچا پھر ایک نے

اس قول پر شرط لینے یہ دانگ دینا اسنے بیچ میں شرط نہیں کیا اور نہ درم بیع ضرر کے ٹوٹ سکتا ہو تو یہ جائز ہے ۱۲

دوسرے کو راج و با بھر راج دے دے اسکے واسطے حلال کر دیا تو فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ وہ تقسیم نہیں ہوتا ہے یہ ذخیرہ
 میں لکھا ہو۔ اگر ایک جائزہ کی انگوٹھی کہ جس میں نگینہ ہو بعض درم یا دینار کے خریدی پھر اس پر قبضہ کر کے جدا ہونے سے پہلے
 یا اسکے بعد ناک اور انگوٹھی کو الگ کیا اور یہ جدا کرنا اسکو مضر ہو پھر نشن دینے سے پہلے دونوں جدا ہو گئے تو کل بیع فاسد
 اور مشتری بائع کو نگینہ اور اسکا نقصان واپس کرے اور اگر اسکے ساتھ جائزہ میں بھی نقصان آیا ہو یا فقط جائزہ میں
 نقصان آیا ہو تو مشتری اسکو واپس کر سکتا ہو لیکن اسکی قیمت سونے کی جس سے ڈھلی ہوئی دیوے اگر اس صورت
 میں واپس نہیں کر سکتا ہو کہ جب بائع فقط اسکو واپس لینا چاہے پس مشتری اسکے ساتھ نقصان نہ دیگا یہ محیط میں
 لکھا ہو اگر ایک جائزہ کی انگوٹھی کہ جس میں یا قوت کا نگینہ ہو بعض سود دینار کے خریدی پھر نگینہ بائع کے پاس جاتا
 رہا ہو تو اسکو اختیار ہو کہ چاہے اسکو چھوڑ دے یا اسکا حلقہ سود دینار میں لے لے یہ خزانہ الاکل میں لکھا ہے اور اگر اسنے
 بعض درم و سونے کے خریدی تھی تو اسکو اختیار ہو گا کہ حلقہ اسکے برابر جائزہ میں لے لیوے یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی نے
 دوسرے کو نہار درم قرض دیے اور انپر ایک کفیل لے لیا پھر کفیل نے طالب سے دس دینار پر صلح کی اور طالب نے اسپر
 قبضہ کیا تو بیع جائز ہو اور کفیل اپنے اصول سے درم لے گا اور اگر کفیل نے سود درم پر صلح ٹھہرائی ہو تو اصل سے بھی نقطہ سوم
 لے گا اور اگر کفیل نے اصل سے دس دینار پر صلح ٹھہرائی اور اس سے پہلے کہ کفیل طالب کو کچھ ادا کرے یہ صلح واقع ہوگی
 تو صلح صحیح ہوگی بشرطیکہ کفیل اصل سے دس دینار لیکر اپنے قبضہ میں کرے پھر کفیل کا اصل سے صلح کر لینا طالب کے
 مطالبہ کو ساقط نہیں کرتا ہو نہ اصل سے اور نہ کفیل سے پس طالب یہ اختیار ہو کہ چاہے اصل سے مطالبہ کرے یا کفیل
 سے پس اگر اسنے کفیل سے مطالبہ کرے اس سے نہار درم لیے تو کفیل اپنے اصل سے کچھ نہیں لے سکتا ہوا اور اگر اسنے
 اصل سے مطالبہ کرے اس سے لے لیے تو اصل کو اختیار ہو کہ کفیل سے نہار درم لے لیوے مگر اس صورت میں نہیں
 لے سکتا ہو کہ جب کفیل یہ چاہے کہ وہ دینار جو اسنے اصل سے لیے ہیں اسکو واپس کر دے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو نواور میں ہے
 کہ اگر دس دینار ثابت بعض بارہ درم ڈٹے ہوئے کے بیچے تو جائز نہیں ہو کیونکہ یہ سود ہوا اور حیلہ یہ ہو کہ اس سے
 بارہ درم ڈٹے ہوئے قرض لے پھر اسکو ثابت و س درم ادا کرے اور دوسرے معاف کر لے اور اگر ایک کپڑا بعض ڈٹے ہوئے
 دس درم کے کسی میعاد پر فروخت کیا پھر جب میعاد آئی تو مشتری ثابت نو درم لایا اور کہا کہ یہ نو بعض ان دس کے ہیں
 تو جائز نہیں ہوا اور اس میں حیلہ یہ ہو کہ یہ نو درم ادا کرے پھر بائع باقی ایک درم اسکو معاف کر دے پس مشتری
 کو یہ خوف ہو کہ بائع ایسا نہ کرے گا تو اسکا حیلہ یہ ہو کہ یہ نو درم ادا کرے یا ایسی کوئی چیز حقیر و بکر صلح کر لے
 اور امام محمد سے روایت ہو کہ اگر درم بعض درم کے بیچے اور ایک میں ذرنی کی راہ سے کچھ زیادتی ہو اور دوسرے
 کے ساتھ کچھ پیسے ہیں تو جائز ہو لیکن میں اسکو گمروہ جانتا ہوں کیونکہ لوگ اسکی عادت کر لیں گے اور ناجائز
 صورتوں میں استعمال کریں گے اور امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ اس میں کچھ ڈر نہیں ہوا اور اسکی صحت اسطور پر ہو سکتی ہے
 کہ زیادتی کو پیسوں کے مقابل کیا جائے یہ بیخبر خی میں لکھا ہو منتفی میں ہو کہ کسی نے ایک پیسے سو درم کو اس شرط پر خریدی
 سلا راج لینے چھٹا ہوا دینا بیعت کے واسطے جائز نہ ہو کہ ورنہ اور کم کرنا جائز نہیں ہو

کہ اس بیٹی میں پچاس درم حلیہ ہو اور باہم قبضہ کر لیا اور یہ شرط لگائی تھی کہ اسکے حلیہ کی چاندی سپید ہے پھر بعد توڑنے کے معلوم ہوا کہ وہ سیاہ ہو تو یہ جائز ہو اور کچھ واپس نہیں لے سکتا اور اگر کچھ حلیہ راک کا پایا تو بیع فاسد ہے اور اگر اسنے حلیہ کو تلف کر دیا ہو تو سونے کی جنس سے اسکی قیمت دے اور راک کی قیمت دے اور قسمہ واپس کرے اور اگر قسمہ بین نقصان آیا ہو تو اسکا نقصان بھی دے اور اگر حلیہ میں راک نہ پایا لیکن حلیہ چالیس ہی درم نکلا تو چاہے اسکو واپس کر دے یا دس درم پھر لے اور اگر حلیہ ساٹھ درم یا پانچ گرو دونوں جدا ہو گئے ہیں تو بیع فاسد ہے اور اگر جدا نہیں ہوئے ہیں تو چاہے مشتری دس درم بڑھا دے اور بیع جائز رکھے یا بیع توڑ دے اور اگر ٹن میں دنیار ٹھہرے ہوں اور دونوں جدا ہو جائیں اور مسئلہ ہی رہے تو بیع جائز ہے چنانچہ اگر ایک چاندی کا ٹنگن اس شرط پر کہ وہ دس درم بھر ہو بعض ایک تیار کے بیچا پھر دس درم بھر نکلا تو بیع جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر ایک بیع صرف کرنے والے نے دو ہزار درم بعض سود تیار کے بیچے اور اسکے پاس درم نہ تھے تو میں اسپر جبر کر دینا کہ یا اسکے لیے خریدے یا اچان سے چاہے دو ہزار قرض لیکر اسکو ادا کر دے اور اسی طرح اگر دوسرے کے پاس دنیار نہ ہوں تو اسپر بھی جبر کر دینا کہ صرف ان کو سود تیار ادا کرے اور یہ حکم اسوقت تک ہو کہ دونوں متفرق نہ ہوئے ہوں اور اگر دونوں جدا ہو گئے تو صرف باطل ہو گئی یہ خزانہ الاکمل میں لکھا ہے کسی نے ایک صرف کے ہاتھ ہزار درم غلہ کے بعض نو سو درم کھرے اور سو پیسوں کے فروخت کیے اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونوں کے جدا ہونے کے بعد غلہ کے ہزار درم صرف پاس سے استحقاق میں لے لیے گئے تو صرف اس مشتری سے نو سو درم کھرے جو اسنے دیے ہیں اور سو درم غلہ کے دام ان پیسوں کے جو اسنے دیے ہیں واپس لیکنا اور اگر دونوں جدا نہ ہوئے ہيانتاک کہ ان کو رونا کا استحقاق ثابت ہوا تو صرف اسکے مثل غلہ کے ہزار درم لے لیکنا اور اگر دونوں کے جدا ہونے کے بعد سو پیسے استحقاق میں لے لیے گئے تو مشتری صرف سے سو پیسے اسکے مثل لے لیکنا اور اگر جدا ہونے کے بعد نو سو کھرے درم کا استحقاق ثابت کیا گیا تو صرف سے کھرے درم کا ٹن نو سو درم غلہ کے لیکنا اور اگر دونوں کے جدا ہونے کے بعد نو سو درم کھرے اور سو پیسے استحقاق میں لے لیے گئے تو صرف سے نو سو درم غلہ کے اور سو پیسے واپس لے اور اگر اس شخص کے ہاتھ سے کھرے درم اور سو پیسے لے لیے گئے اور صرف کے پاس سے غلہ کے سب درم لے لیے گئے پس اگر دونوں کے جدا ہونے کے بعد ہو تو سب کی بیع ٹوٹ جائے گی اور اگر دونوں جدا نہیں ہوئے تو ہر ایک دوسرے سے اسکے مثل لے لیکنا اور بیع تمام ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے جن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی کہ ایسی ایک انگوٹھی کو جس میں نلکینہ ہو بعض دو انگوٹھوں کے کہ جن میں دو نلکینے ہیں جینے میں کچھ ڈر نہیں ہو اور اسی طرح اگر ایک حلیہ دار تلوار کو دو تلواروں کے عوض جینے میں کچھ ڈر نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ اگر دس درم دو مویا بعض دس درم مکملہ کے بیچے تو صحیح نہیں ہو کیونکہ ان میں کمی ہوا اور اسکے محل کا کچھ ٹن نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ جس میں میل ہو اسکو اگر بیان کر دے یا وہ ظاہر معلوم ہوتا ہو تو اسکے جینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی قول ہے

قول امام ابو یوسفؒ کا ہوا کہ کسی نے تانبے پر چاندی چڑھائی تو حبت تک اسکو میان نہ کرے نہ بیچے اور کہا کہ ستوق و رمون کو اگر میان کر دے تو ان کے ساتھ خریدنے میں کچھ ہرج نہیں ہوا اور بادشاہ کو چاہیے کہ ان کو توڑ دے کیونکہ شاید وہ ایسے شخص کے ہاتھ پڑیں کہ جو نہ بیان کرے نہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ بشرؒ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہو کہ میں کمرہ سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص زیوت یا نہرہ یا ستو قریا کھلے یا بخاریہ کو کسی کو دیوے اگرچہ یہ بیان بھی کر دے اور لینے والا چشم پوشی بھی کر دے اس حبت سے کہ ان کے رواج سے عوام کو ضرر ہو اور جس سے عوام کو ضرر پہونچے وہ کمرہ ہے اور فرمایا کہ صرف ان دونوں لینے دینے والوں کا راضی ہونا مفید نہیں ہو اس حبت سے کہ شاید جاہل دھوکا کھائے یا فاجر دھوکا دیوے پس جو شے ایسی ہو کہ اسکا رواج لوگوں میں جائز نہ ہو اسکا رواج توڑ دینا چاہیے اور جو شخص اسکو جان کر رواج دے اسکو سزا دینی چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے

کتاب الکفالتہ

اس میں چند ابواب ہیں
باب اول کفالت کی تعریف اور اسکے رکن و شرائط کے بیان میں قال المتراجم مسائل میں غور کرنے سے پہلے چند الفاظ کو سمجھ کر یاد رکھنا چاہیے کفالت اسکی تعریف آتی ہو کفیل کفالت کرنے والا خواہ کفالت مال کی کرے اسکو کفیل بالمال کہتے ہیں یا ذات کی کفالت کرے وہ کفیل بالنفس ہو یا دونوں کا کفیل ہو کفیل عنہ جس کی طرف سے کفیل نے کفالت کی ہو کفیل کہ جس کے واسطے کفالت کی ہو ضامن ضمانت کہ یہ الا مضمون ہے جس چیز کی ضمانت کی ہے مضمون عنہ جس کی طرف سے ضمانت کی ہو مضمون کہ جس شخص کے واسطے ضمانت کی ہو متکال علیہ جس پر مال کیا گیا یعنی کچھ حق اترا یا کیا کفالت کی تعریف بعضوں نے یہ بھی ہو کہ مطالبہ میں اپنا ذمہ دوسرے کے ذمہ لانا کفالت ہو اور بعضوں نے بجائے مطالبہ کے دین کہا ہو یعنی قرض اور اول اصح یہ یہ ہوا کہ یہ لکھا ہوا ہے اور کفالت کا رکن امام غفرلہ کے نزدیک ایجاب قبول ہونا ہے امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے حتی کہ فقط کفیل سے کفالت تمام نہیں ہوتی ہو خواہ مال کی کفالت کرے یا نفس کی تو قفیل اس مجلس میں کفیل کہ کی طرف سے قبول نہ پایا جاوے یا اسکی طرف سے کوئی اجنبی قبول کرے یا کفیل کہ خطاب کرے یا اسکی طرف سے کوئی اجنبی خطاب کرے مثلاً طالب دوسرے سے کہے کہ میرے لیے تو فلاں شخص کے نفس کا کفیل ہو اور اسنے کہا کہ میں نے کفالت کی یا کسی اجنبی نے اسکی طرف سے اس شخص سے کہا کہ تو فلاں شخص کے نفس یا مال کا فلاں شخص کی واسطے کفیل ہو جا اور اس شخص نے کہا کہ میں نے کفالت کی تو کفالت صحیح ہوگی اور اسوا مجلس کے کفالت کفیل کہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہو اور حتیٰ تک وہ کفالت کی اجازت نہ دے تب تک کفیل کو اختیار ہو کہ اپنے آپ کو کفالت سے نکال لے اور اگر ان میں سے کوئی چیز نپائی جائے گی مثلاً کفیل نے کہا کہ میں نے نزدیک کے واسطے عمرو کے نفس کی کفالت کی یا جو نزدیک کے قرض یعنی دوسرے کے قرض میں اپنا ذمہ لانا۔ اس میں تردید ہو کہ کفیل درحقیقت مدیون نہیں ہو جاتا اسکو قول کہ خطاب یعنی ایجاب کفیل کہ کی طرف سے ہوا کہ کفیل قبول کرے تو بھی صحیح ہے ۱۲

قرضہ عجز پر چاہیے اسکی من نے کفالت کی تو یہ موقوف نہیں ہر حتیٰ کہ اگر طالب کو اس کفالت کی خبر ہو چکی اور اس نے قبول کی تو صحیح نہ ہوگی پھر امام ابو یوسفؒ نے اپنے پہلے قول سے رجوع کیا اور کہا کہ کفالت فقط کفیل سے تمام ہو جاتی ہے خواہ قبول یا خطاب دوسرے کی طرف سے پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کذا فی المحیط اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے معنی میں اختلاف کیا ہے بعضین نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک تو قف کے ساتھ جائز ہے یعنی طالب اگر اسپر راضی ہو اور نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی اور بعضین نے کہا ہے کہ نافذ ہونے کے ساتھ جائز ہے اور طالب کا راضی ہونا شرط نہیں ہے اور یہی اصح ہے کذا فی الکافی اور یہی اظہر ہے کذا فی فتح القدیر اور نیز از یہ میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے جو یہ لفظان میں لکھا ہے اور اگر خطاب یا قبول کفول عنہ کی طرف سے پایا گیا مثلاً مطلب نے کسی سے کہا کہ تو فلان شخص کے واسطے میرے نفس کی یا اس مال کی جو اسکا مجھ پر چاہیے ہر کفالت کر لے یا کسی شخص نے کسی مطلب کی طرف سے اسکے نفس یا مال کی کفالت کی اور مطلب نے قبول کیا پس اگر خطاب یا قبول مطلب کی طرف سے اس کی صحت میں پایا گیا تو کفالت امام عظمہؒ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تھا لے کا ہے اور کفول عنہ کے خطاب یا قبول کا وجود بمنزلہ عدم کے ہوگا اور اگر مطلب کی طرف سے یہ خطاب اسکے مرض میں پایا جاوے پس اگر اس نے اپنے وارث کو ایسا خطاب کیا مثلاً کہا کہ تو فلان شخص کے واسطے میری طرف سے جو اسکا مال مجھ پر چاہیے ہو کفیل ہو جا پھر اسی مرض میں مر گیا تو قیاس یہ چاہتا ہے کہ امام عظمہؒ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کفالت صحیح نہ ہو اور استحساناً صحیح ہے کہ اگر مر گیا تو حکم کفالت وارث کی طرف سے جائیگے اگرچہ کفول نہ غائب ہو کذا فی المحیط اور اگر بلا ترکہ چھوڑے مر گیا تو وارث اسکے اولاد کے واسطے نہ کیڑے حادثہ کے یہ محیط شرعی میں لکھا ہے اور اگر اس نے کسی اجنبی سے کہا اور اس نے ضمانت کر لی تو مشایخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضین نے کہا کہ یہ ضمان صحیح نہیں ہے اس واسطے کہ اجنبی سے اسکے قرض کا مطالبہ بدو التزام کے نہیں کیا جا سکتا ہے پس بعضین نے اس کے حق میں برابر ہوئے اور بعضین نے کہا کہ یہ ضمانت صحیح ہے کیونکہ مريض نے اس سے پہلے اپنی ذات پر لحاظ رکھا ہے اور اسپر نرمی کی ہے اور اجنبی نے جب اسکے حکم سے قرضہ ادا کر دیا تو اسکے ترکہ سے لے لیا پس یہ مريض سے صحیح ہے کیونکہ وہ مرنے کی حالت میں ہوا ورنہ نکلی کے سبب اس نے اسکو طالب کا قائم مقام کیا اور ایسا حال تندرست میں نہیں پایا جاتا پس اس میں قیاس کا حکم لیا جاوے گا کذا فی الکافی وغیرہ اور یہی وجہ ہے کہ یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور اگر وارثوں نے مريض سے یہ کہا کہ جو کو کون کا قرض مجھ پر ہے اس کے قرضہ میں ہوئے اور مريض نے ایسی ضمانت نہیں طلب کی تھی اور قرض خواہ موجود نہ تھے تو یہ صحیح نہیں ہے اور اگر انھوں نے ایسا کلام اسکے مرنے کے بعد کہا تو استحساناً کفالت صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور کفالت کے شرائط پر چار قسم ہیں قسم اول جو کفیل کی طرف رجوع کرتے ہیں انکا محال عقل و ربلوغ ہے یعنی عاقل اور بالغ ہونا چاہیے اور یہ انعقاد کی شرطوں میں سے ہے پس

قوله غائب یعنی جو وقت دونوں نے کفالت قبول کی تھی اسوقت یہ موجود نہ تھا تو بھی کفالت صحیح ہے ۱۲

قوله التزام یعنی جب اپنے اوپر خود لازم کرے تب البتہ مطالبہ ہو سکتا ہے ۱۳

لڑکے اور مجنون کی کفالت منعقد نہوگی مگر جب کہ ولی نے کوئی دین تیمم کے نفقہ میں لیا ہوا اور اسکو ضمان مال کا حکم دیا ہو تو صحیح ہو اور اگر اسکو اپنی ذات کی کفالت کی اجازت دی تو جائز نہیں ہو یہ بھرا لائق میں لکھا ہو۔ اور اگر لڑکے نے نفس یا مال کی کفالت کی پھر بالغ ہو کر کفالت کا اقرار کیا تو وہ اس میں پکڑا نہ جائے گا کیونکہ اسنے کفالت باطلہ کا اقرار کیا ہو پس اگر لڑکے کے بالغ ہونے کے بعد اس میں اور طالب میں جھگڑا ہو اور طالب نے کہا کہ تو نے ایسے حال میں کفالت کی ہو کہ تو بالغ تھا اور لڑکے نے کہا کہ میں نے نابالغی کی حالت میں کفالت کی ہو تو لڑکے کا قول معتبر ہوگا اور اگر اسنے کہا کہ میں نے ایسی حالت میں کفالت کی ہو کہ میں مجنون تھا یا مجھ پر بیہوشی تھی یا مجھے برسام تھا اور طالب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ تو نے صحیح اور تندرست ہونے کی حالت میں کفالت کی ہو پس اگر ایسے امراض اس مقرر کو پیدا ہونا معہود ہوں کہ اکثر ہوتے رہتے ہوں تو اسکا قول معتبر ہوگا اور اگر معہود ہوں تو طالب کا قول لیا جائے گا یہ غلط میں لکھا ہو۔ اور از انجملہ حریت یعنی آزادی شرط ہو اور یہ اس تصرف کے نافذ ہونے کی شرط ہو پس ایسے غلام کی کفالت جبکو اسکے آقا نے تصرف سے منع کیا ہو یا ایسا غلام ہو جبکو اسکے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہے جائز نہوگی و لیکن کفالت منعقد ہو جاوے گی حتیٰ کہ بعد از آزادی کے پکڑا جائیگا اور کفیل کی صحت بدنی شرط نہیں ہو پس بعض اکا کفالت کرنا تہائی مال سے صحیح ہو یہ بدائع میں لکھا ہو۔ قسم ثانی میں وہ شرائط ہیں جو امیل کی طرف رجوع کرنی ہیں از انجملہ یہ ہو کہ اصل مکفول تہ کے سپرد کرنے پر خواہ خود یا اپنے نائب کے ذریعہ سے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قادر ہو پس امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسی میت کی طرف سے جو قاضی کے بیان سے مفلس قرار پایا ہے قرضہ کی کفالت کرنا صحیح نہوگی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے کذا فی البدائع اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول صحیح ہو کذا فی الزاد و اگر اس میت نے کسی قدر مال چھوڑا ہو تو بقدر اسکے جائز ہو یہ محیط شری میں لکھا ہو۔ اور از انجملہ اسکا معلوم ہونا چاہیے بشرطیکہ کفالت مضان ہو دے یہاں تک کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ تو نے کسی سے بیع کی میں اسکا تیرے لیے کفیل ہوں تو یہ کفالت باطل ہوگی اور اگر یہ کہا کہ جو کچھ تیرا فلان شخص پر یا دوسرے فلان شخص پر آتا ہو اسکا میں تیرے لیے کفیل ہوں تو یہ جائز ہو اور کفیل کو اختیار ہوگا اور یہ کفالت چونکہ مضان نہیں ہو اگرچہ مکفول عنہ مجمل ہو جائز ہو یہ ذخیرہ اور محیط میں ہو۔ اور یہ شرط نہیں ہو کہ وہ آزاد عاقل اور بالغ ہو یہ بھرا لائق میں لکھا ہو۔ پس اگر کسی شخص نے کسی لڑکے یا مجنون پر کچھ دعویٰ کیا اور کسی کفیل نے اسکی ذات کی یا قرض کی اسکے ولی کی بلا اجازت کفالت کر لی تو یہ صحیح ہو خواہ وہ لڑکا ایسا ہو کہ جبکو تجارت کی اجازت دی گئی یا ایسا ہو اور خواہ وہ عاقل ہو یا غیر عاقل ہو پس اگر کفیل سے اسکے حاضر لانیکا مواخذہ کیا گیا پس اگر یہ کفالت اسکے ولی کی اجازت سے ہوئی تھی اور کفیل نے لڑکے کو حاضر کرنا چاہا تو زبردستی حاضر لے باطلہ اسواسطے کہ بچپن میں اسکی کفالت باطل تھی ۱۲ **قوله** رضی چو اس مرض میں آخر مرگیا ۱۳ **قوله** مکفول یعنی اصل اس لائق ہونا چاہیے کہ کفیل نے جس مال وغیرہ کی کفالت کی ہو اسکو امیل داکر سکے ۱۴ **قوله** خیال یعنی ان دونوں میں سے جس ایک کی طرف سے چاہے اسکو معین کر لے ۱۵ **قوله** مضان اگر غرض اس سے یہ کہ حکم مکفول عنہ یا مکفول لہ نہیں ہو و اللہ اعلم

کیا جائے گا اور اگر لڑکے اور بلی کی بلا اجازت یہ کفالت ہوئی ہے تو لڑکے کا حاضر ہونے پر مجبور نہ کیا جائے گا اور اگر خود لڑکے نے اسکو کفیل سے چاہا تھا پس اگر اس لڑکے کو تجارت کی اجازت دیکھی ہو تو اسکو حاضر ہونے کا حکم دیا جاوے گا اور اگر کفیل نے اسکی طرف سے مال ادا کر دیا تو اس سے نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ تیسری قسم کی شرطیں وہ ہیں کہ جو کفیل لہ سے متعلق ہیں ازرا نخلہ یہ کہ کفیل لہ معلوم ہونا چاہیے یہ بدلتے میں لکھا ہو پس اگر کسی شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ اس شخص کا جہیز فنان شخص پر ہو میں اسکے لیے کفیل ہوتا ہوں یا جو اس دوسرے شخص کا اسپر ہو اسکا کفیل ہوتا ہوں تو یہ کفالت بسبب اسکے کہ کفیل لہ معلوم نہیں ہو باطل ہو یہ ذخیرہ میں ہو اگر کسی شخص نے ایک قوم سے یہ کہا کہ جو تم نے اور تمہارے خیر نے بیچ کیا وہ مجھے ہے یعنی میں اسکا کفیل ہوں تو یہ ان لوگوں کے حق میں صحیح ہو جن سے خطاب کرتا ہو غیر ان کے حق میں صحیح نہیں ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے ایک شخص سے چند لوگوں کی طرف اشارہ کر کے یہ کہا کہ جو شخص ان میں سے تیرے ہاتھ بیچ کرے میں تیری طرف سے دامون کا اسکے لیے کفیل ہوں تو یہ جائز ہو کیونکہ کفیل لہ معلوم ہو یہ خزانہ المتقین میں لکھا ہو۔ ازرا نخلہ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر مستفہم ہو کہ کفیل لہ عاقل ہونا چاہیے پس مخبون کا قبول کرنا یا ایسے لڑکے کا جو معقل ہو صحیح نہیں ہو اور دلی کا ان دونوں کی طرف سے قبول کرنا جائز نہیں ہو اور کفیل لہ کا آزاد ہونا شرط نہیں ہے۔ یہ بدائع میں لکھا ہو۔ چوتھی قسم کی وہ شرطیں ہیں جو کفیل بہ کی طرف راجع ہیں ازرا نخلہ یہ کہ وہ چیز اصیل کے ذمہ ضمانت ہوا سطح پر کہ اصیل اسکے سپرد کرنے پر مجبور کیا جاوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ پس بیع کے سپرد کرنے کی اور قرضوں کی اور ضمانتی چیزوں کی جیسے غصب یا ہر یا صلح کا عوض یا عدا خون کرنا یا عوض صلح یا بیع فاسد کی بیع کی کفالت جائز ہو اور چکانے کے طور پر جو چیز قبضہ میں لی گئی ہو اگر اسکا من بیان کر دیا گیا ہو تو اسکی کفالت بھی جائز ہو ورنہ وہ امانت ہوگی یہ نہر الفائق میں لکھا ہو۔ اور جو چیزین امانت میں ہوں ان کی کفالت جائز نہیں ہو جیسے ودیعت یا مال مضارب وغیرہ نہ بعینہ ان چیزوں کی اور ان کے سپرد کرنے کی کیونکہ ان چیزوں کی ضمانت نہیں ہے کذا فی الذخیرہ اور ایسے ہی مرہون اور مستعار اور مستاجر کی بعینہ کفالت صحیح نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ لیکن ودیعت رکھنے والے کو لے لینے پر قادر کرنے کی کفالت کرنا صحیح ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور اسی طرح قبضہ کے بعد رہن کی سپردگی کی یا جو چیز اجرت پر لی ہو اسکو مستاجر کے سپرد کرنے کی کفالت صحیح ہے یہ کافی میں لکھا ہو۔ اور عاریت کے سپرد کرنے کی کفالت کی نسبت امام محمد رحمہ اللہ نعم نے جامع میں لکھا ہو کہ اس کی کفالت صحیح ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور کسی گواہ کے سپرد کرنے کی اسوا سطح کے وہ قاضی کے برابر ہیں حاضر ہو کر گواہی دے کفالت جائز نہیں ہے یہ فیصول عماد یہ میں لکھا ہو۔ ازرا نخلہ یہ ہو کہ کفیل کو اسکے سپرد کرنے کی قدرت ہو اور اسی واسطے ہم نے

قولہ معلوم یعنی متعین نہوا کیونکہ اسنے ان دونوں میں سے کسی ایک کے واسطے کفالت کی کہ میں اسکے لیے یا اس دوسرے کے لیے کفیل ہوتا ہوں اور ترجیح کی کوئی وجہ نہیں ہو بخلاف مسئلہ مذکور کے کہ اس میں جن لوگوں سے خطاب ہو وہی مرجع ہیں

قولہ قادر یعنی کہ اگر کہ زیر کے لیے میں کفیل ہوں کہ زیر کے پاس جو ودیعت رکھی اسکو وصول کرنے پر میں اسکو قادر کر دوں گا

اسکو تیرے پاس لے آؤ لکھا ہوا برہن اور وہ شخص کفیل ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہوا اور اجناس ناطقی میں لکھا ہوا اگر کسی نے کہا
 کہ تیرا یہ شخص میرے پاس ہے یا کہ میرے پاس اسکو چھوڑ دے تو یہ کفالت ہو اور میں نے بعض مقام پر لکھا اور لکھا ہوا کہ اگر کسی نے
 کہا کہ اگر میں اس شخص کو کل کے روز مجھے نہ پہنچاؤں تو یہ مال تیرا میرے پاس ہوگا اور اسنے اسے نہ پہنچا یا تو مال
 اسپر لازم آئیگا لکذا فی الذخیرہ اور اگر اسنے کہا کہ یہ مال تیرا میرے نزدیک ہوگا تو اس صورت میں بھی چاہیے کہ وہ شخص
 کفیل شمار ہوگا کیونکہ میرے نزدیک اور میرے پاس دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ
 یہ لفظ نزدیک اور پاس محاورہ عرب میں ایسے مقام پر متعلق ہے کہ جس میں ملکیت غیر ثابت ہوتی ہو ایسا وسطے کہنے والا کفیل
 ہو گیا مگر ہمارے محاورہ میں اس طرح نہیں بولتے ہیں لیکن اگر اسکو اس طرح سمجھا جائے کہ یہ تیرا مال میرے پاس ہے
 اسکے یہ معنی کہ تو مجھ سے لینا اور یہ ہو سکتا ہے اگر کسی شخص نے کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور اسکو طالب کے سپرد
 کر کے بری ہو گیا پھر طالب نے مطلب کا دامن پکڑا پس کفیل نے کہا کہ تو اسے چھوڑ دے اور میں اپنی کفالت پر ہوں
 یا یوں کہا کہ چھوڑ دے میں ویسے ہی اپنی کفالت پر ہوں اور اسنے ایسا ہی کیا تو یہ کفالت اسپر لازم ہوگی اور وہ اسی طرح
 جیسے پہلے تھا اسکے نفس کا کفیل ہوگا اور یہ کفالت از سر نو پیدا ہوگی کیونکہ جب طالب نے اسکے کہنے سے اسکا دامن
 چھوڑا تو دلالت سمجھا گیا کہ اس نے قبول کیا لکذا فی الذخیرہ اور اگر طالب نے اس کے کہنے سے مطلوب کو نہ چھوڑا تو
 یہ شخص کفیل نہ ہو جائیگا کیونکہ کفالت بدون قبول طالب کے صحیح نہیں ہوتی ہو اور وہ نہ پایا گیا یہ فیصلہ عموماً یہ میں
 لکھا ہے۔ اگر کسی نے ایک شخص سے کہا کہ جو تو نے فلان شخص کے ہاتھ بچا وہ مجھ پر ہے تو یہ جائز ہے کیونکہ کفالت کی اضافت
 سبب وجوب کی جانب ہو اور کفالت کو انیدہ وقت کی طرف نسبت کرنا لوگوں کے تعامل کی وجہ سے جائز ہے یہ محیط
 سرخی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی پر کچھ دعویٰ کیا اور مدعی علیہ نے اس سے انکار کیا پھر ایک شخص نے کہا کہ جو تو نے
 فلان شخص پر دعویٰ کیا ہے وہ مجھ پر یعنی میں اسکو دو لگا تو یہ شخص ضامن ہو جائیگا اور اگر ایسا لفظ کہا کہ جسکے معنی زمانہ
 انیدہ کے بھی ہو سکتے ہیں مثلاً عربی میں صبیغہ مضارع کے ساتھ دعویٰ بیان کیا تو یہ شخص ضامن ہو جائے گا یہ
 آثار خانیہ میں لکھا ہے اگر کسی سے کہا کہ تو ہر روز فلان شخص کو ایک درم دیدیا کر میں تیرے واسطے ضامن ہوتا ہوں اور
 اسنے دیدیا ہاتھ لگا سپر بہت مال ہو گیا پھر حکم دینے والے نے کہا کہ اسقدر مال دیدیا میرا مقصود نہ تھا تو یہ سب
 مال اسکو ادا کرنا واجب ہے یہ خبرائے ائمہ میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ یہ مال مجھے سبقت تک ہے کہ جب تک دونوں باہم ملاقات
 نہ کریں یا باہم کچا نہ ہوں یا ایک دوسرے کے پاس نہ پہنچیں تو وہ شخص سبقت تک کفیل ہوگا جو اسنے بیان کیا ہے یہ ظہیر میں
 لکھا ہے اور اگر کہا کہ سبقت تک ضامن ہوں کہ جب تک دونوں کچا نہ ہوں یا باہم ملاقات نہ کریں تو کفیل نہ ہوگا کیونکہ اسنے یہ بیان کیا کہ اسنے
 نفس کی کفالت کی یا مال کی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے کہا کہ اثنائی فلان برہن تو نفیہ ابو جعفر نے
 فرمایا کہ نفس کا کفیل ہو جائے گا اور نفیہ ابوالیث نے فرمایا کہ کفیل نہ ہوگا مگر لوگوں کا عرف و سیاہی صیغہ نفیہ ابو جعفر نے
 فرمایا ہے کہ اثنائی فتاویٰ قاضی خان اور واقعات میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ کفیل ہو جائے گا یہ ظہیر میں لکھا ہے
 اور اگر یہ کہا کہ فلان شخص میرا آشنا ہے یا فلان شخص آشنا ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ نفس کا کفیل ہو جائیگا لکذا فی فتاویٰ قاضی خان

سے قول ضمیر ضامن شرکاء میں نہیں آتا

اور کبریٰ میں جو کہ اسی پر فتویٰ دیا گیا ہو یہ ناتار خانہ میں لکھا ہو مترجم کہتا ہو کہ فلان شخص بہت یا فلان آشناست
ایسے معنی میں متعلیٰ ہوتے ہیں کہ جس سے کفالت ثابت ہو اور اردو محاورہ میں انکا استعمال ایسے معنی پر ثابت نہیں ہوتا
اور اندر علم اگر کسی نے کہا کہ میں تیرے واسطے اسکی شناخت کی ضمانت کرتا ہوں تو کفیل ہو جائیگا اور یہ کہنا بمنزلہ اسکے
ہو کہ کہا میں تیرے لیے اس بات کی ضمانت کرتا ہوں کہ میں تجھے اسکا پتہ دے دینگا یا تجھے واقف کروں گا یہ محیط میں لکھا ہو
اگر کسی نے کہا کہ فلان شخص کی شناخت و نشانہ ہی کر دینا مجھ پر ہے تو مشایخ نے فرمایا کہ اسپر واجب ہے کہ اسکا پتہ
دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر فلان سست من بدتم یعنی جو کچھ تیرا فلان شخص پر ہو
اسکو میں دے دینگا تو یہ وعدہ ہو کفالت نہیں ہو اور اگر یہ کہا کہ مجھ پر فلان سست من جواب گویم تو بعض مشایخ نے فرمایا
کہ عرف کی راہ سے یہ کفالت ہو اور امام ظہیر الدین کفالت نہونے پر فتویٰ دیتے تھے اور اس طرح اس قول میں کہ جواب مال تو
میں یا جواب مال تو میں گویم بھی فرماتے تھے کہ کفالت نہیں ہو محیط میں لکھا ہو اگر کسی نے کہا کہ پیر فتم پیغمات صحیح ہو
اور اگر کہا کہ قبول کروم تو اس میں متاخرین نے اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا ہو کہ کفالت نہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اگر
کفالت کا ارادہ کیا تو ہو جائیگی اور اگر نہ ارادہ کیا تو وعدہ ہوگا کفالت نہوگی اور اگر کسی نے کہا ہو کہ تیرا بیوی آبیچرن تو
یہ کفالت نہوگی اور اگر یہ کہا کہ مجھ پر فلان لشکر بدتم میں یہ صحیح نہیں ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہو اور اگر یوں کہا کہ پیر فتم
فلان را کہ فرما تو تسلیم کنم تو یہ کفالت مطلقہ ہو کیونکہ اسکا یہ کہنا پیر فتم فلان را پوری کفالت ہو اور یہ کہنا کہ فرما تو تسلیم کنم
یہ کفالت میں داخل نہیں ہے جو کفالت اس صورت کے کہ اگر اسنے کہا کہ میں کل کے روز فلان شخص کی ذات کا کفیل ہوں تو
اس مسئلہ پر قیاس کیے کہ اگر کہا کہ پیر فتم تن فلان را ہر گاہ طلب کنی تو تسلیم کنم یہ کفالت مطلقہ ہوگی حتیٰ کہ اگر اس کے
طلب کرنے سے پہلے اسکے سپرد کر دیا تو یہی ہو جائیگا اور اگر یوں کہا کہ ہر گاہ طلب کنی فلان را تن اور پیر فتم تو بعض
مشایخ نے فرمایا کہ قبل اسکے طلب کرنے کے کفیل نہوگا اور یہ مسئلہ واقع ہوا تھا کہ حیر فتویٰ ہو چکا ہو اور اگر یوں کہا
کہ اگر مال تو بہ فلان فرد دے من جواب گویم تو یہ کفالت نہوگی اور اگر کہا کہ اگر فلان تا وقت مال تو کہہ دے من جواب
گویم یا کہا کہ تمرا گذار دے من جواب گویم تو یہ کفالت صحیح نہوگی یہ فضول عہادیہ میں لکھا ہو اور شیخ علی سعدی سے
منقول ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ اگر من فلان را حاضر نہواں کروں جواب آن مال بہ من تو یہ کفالت نہوگی اور فتاویٰ ہندی میں
کہا کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ جو تیرا مرض فلان شخص پر ہو اسکو میں تجھے دید دینگا یا تیرے سپرد کر دینگا یا تجھے ادا کر دینگا
تو کفیل نہوگا تا وقتیکہ کوئی ایسا لفظ نہ بولے کہ جس سے معلوم ہو کہ اسنے اپنے اوپر لازم کر لیا ہو اور امام ظہیر الدین فرما
تھے کہ اگر ان لفظوں کو بلا شرط لایا تو کفالت نہوگی اور اگر شرط کے ساتھ لایا اور کہا کہ اگر فلان شخص جو تیرا مال سپرد نہ ادا
کرے گا تو میں ادا کر دینگا یا میں دید دینگا تو کفیل ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک قوم معین کو مخاطب کیا کہ ہر جہ تیرا راز
فلان آید بہ من تو اس ضمانت سے اسپر کچھ واجب نہوگا کیونکہ از فلان آید مجھ لفظ یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہو
اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ کسی شخص کا دوسرے پر مال آتا ہو پھر طالب سے
لے لے کر آئے تو اگرچہ تر فلان پر ہو میں اسکا جواب نہ ہوں "قوله ہر جہ تیرا راز ہے پھر سے لے لے کر آئے تو اگرچہ تیرا سپرد ہو پھر سے

ایک شخص نے کہا کہ جو تیرا غلام شخص پر تاہو میں تیرے لیے اسکا ضامن ہوں کہ میں اس سے اپنے قبضہ میں لیکر
 جھگو دیدوں گا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس پر اس ضمان کی وجہ سے یہ واجب نہ ہوگا کہ اپنے پاس سے ادا کرے
 بلکہ یہ چاہیے کہ قضا کر کے اسکو طالب کو دیدے اور بھی نوادرا بن سنا میں ہو کہ اگر کسی نے کسی کے ہزار درم غصب
 کیے پھر جبکہ درم غصب کیے ہیں اسنے اس سے جھگو اکیا اور نے لینا چاہا پھر کسی شخص نے اس سے کہا کہ تو اس سے
 جھگو نہ کر میں اس مال کا ضامن ہوں کہ لیکر جھگو دیدوں گا تو یہ مال اس کے ذمہ لازم ہوگا اور یہ قرض کے مشابہ نہیں ہے
 اور اگر غاصب نے وہ ہزار درم تلف کر دیے ہوں اور قرض ہو گئے ہوں تو یہ ضمانت باطل ہوگی صرف قضا کی
 ضمانت ہوگی جو محیط میں لکھا ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ کسی شخص نے کسی پر دعویٰ کیا کہ اس نے
 غلام غصب کر لیا ہے پھر کسی شخص نے کہا کہ میں اس غلام کا جبکہ کہ تو دعویٰ کرتا ہے ضامن ہوں تو امام محمد
 رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ضامن رہیگا یہاں تک کہ غلام کو لائے اور گواہ پیش کرے پس اگر اسکو نہ لایا اور دعویٰ
 نے گواہی سے اسکا استحقاق ثابت کیا تو وہ اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اگر کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ اسنے میرا غلام
 غصب کیا ہے اور وہ اسکے پاس مر گیا ہے پھر کسی نے کہا کہ تو اسکو چھوڑ دے میں غلام کی قیمت کا ضامن ہوں تو وہ ضامن
 ہو جائیگا اور اسوقت اسکو مواخذہ ہو سکتا ہے اور گواہی سے ثابت کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے
دوسری فصل نفس و مال کی کفالت کے بیان میں نفس کی کفالت کرنا جائز ہے کیونکہ کفیل اسکو سپرد کر سکتا ہے
 بانی طور کہ طالب کو اسکا مکان بناوے اور دونوں کے درمیان میں موانع سے تخلیہ کر دے یہ ہدایہ میں لکھا ہے یا اسکے
 دعوے کی موافقت کرے یا حاکم کے دربار میں زبردستی اسکو حاضر کرے اور اگر اسپر قادر نہ ہو تو قاضی کے پیادوں
 سے مدد لے یہ تبیین میں لکھا ہے اگر کسی نے کسی شخص سے اسکے نفس پر کوئی کفیل لیا پھر جا کر اس سے دوسرا کفیل
 لیا تو یہ دو کفیل ہوں یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور کفیل پر کے حاضر کرنے کا ضامن ہوتا ہے پس اگر کفیل پر کا کسی خاص
 وقت میں حاضر کرنا شرط کیا تو اسکو اسوقت کے طلب کرنے پر حاضر کرنا لازم ہے پس اگر اسنے حاضر کیا تو خیر اور
 اگر انکار کیا تو حاکم اسکو قید کرے گا کذا فی النکافی اور یہ حکم اسوقت ہے کہ اسکا عجز ظاہر نہ ہو اور اگر عجز ظاہر ہو تو قید
 کرنے کے کوئی معنی نہیں ہیں مگر یہ کہ طالب اسکے درمیان حائل نہ ہوگا اور طالب الباس سے مطالبہ کرتا رہے گا اسکے
 اشتغال میں حرج نہونے ویکا کذا فی التبین اور اگر اسکے ساتھ رہنے سے کفیل کو ضرر ہو تو اس سے کوئی کفیل مضبوطی
 کے واسطے لیوے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور اول مرتبہ میں قید نہ کرے بلکہ دو تین مرتبہ کے بعد اصرار یہ حکم اس صورت میں
 ہے کہ جب وہ کفالت کا اقرار کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو پھر گواہ قائم ہوئے یا اس سے قاضی نے قسم لی اور وہ قسم
 سے باز نہ آیا تو اول ہی مرتبہ قید کرے گا کذا فی التظہیر یہ اصرار روایت ہے نہر الفائق میں لکھا ہے اور یہ حکم اسی موقع
 پر خاص نہیں ہے بلکہ عام حقوق میں ایسا ہی ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کفیل بالنفس روپوش ہو گیا تو حاکم کفیل
سہ قول نفس آٹھ اردو میں ضمانت نفس کو حاضر ضامنی کہتے ہیں اور دوم کو مال ضامنی کہتے ہیں ۱۲۷۵ قولہ کفیل ہے
 یعنی جس چیز کی کفالت کی ہے مثلاً حاضر ضامنی تو اس شخص کو حاضر لاوے ۱۲

کو آنے جانے کی مہلت دیکھا پس اگر مدت گزری اور حاضر نہ کیا تو اسکو قید کر لیا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور اگر وہ ایسا روپوش ہو کہ اسکا پتہ نہیں معلوم ہو تو اس سے مطالبہ ہوگا اور اگر دونوں نے اختلاف کیا اور کفیل نے کہا کہ میں اسکا مکان نہیں جانتا ہوں اور طالب نے کہا کہ تو جانتا ہو تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر مطلوب مکفل عنہ ہمیشہ کسی مقام پر تجارت کے واسطے جاتا رہتا ہو اور یہ معروف ہو تو طالب کا قول معتبر ہوگا اور کفیل کو حکم دیا جائیگا کہ اس مقام کو جاوے اور اگر اسکا اسطرح جانا معروف نہ ہو تو کفیل کا قول معتبر ہوگا اور اگر طالب نے گواہ پیش کیے کہ مکفل عنہ فلان مقام پر ہے تو کفیل کو جانے اور اسکو حاضر کرنے کے واسطے حکم دیا جائیگا یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اگر مکفل بہ مرتد ہو کر در اطرب میں جا بلا تو لحاظ کیا جائیگا کہ اگر کفیل سکے واپس لانے پر قادر ہو مثلاً چارے اور کافروں کے درمیان یہ عہد ہو کہ اگر کوئی ہم مرتد ہو کر ان میں جائیگا تو جیسے حسب الطلب وہ اسکو واپس کرے گئے تو کفیل کو آنے جانے کی مہلت دیکھا گئی اور اگر اس کے واپس کر لانے پر قادر نہ ہو مثلاً چارے ان کے درمیان ایسا وعدہ ہوا ہو تو کفیل سے اسکا مواخذہ ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ جس مقام پر یہ جائز رکھا گیا ہو کہ کفیل کو مہلت دیکر مکفل عنہ کے لانے کے واسطے جانا دیکھا وے وہاں طالب کو اختیار ہو کہ اپنی مضبوطی کے واسطے اس سے اسکا دوسرا کفیل لے لیوے تاکہ کفیل غائب نہ ہو جاوے کہ اسکا حق ضائع ہووے تبیین میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم کے نزدیک قصاص اور حد قذف اور چوری میں کفالت بالنفس جائز ہو لیکن اسپر خبر نہ کیا جائیگا بلکہ اگر اسکا نفس کفیل دینے پر خوش ہو تو لیا جائیگا یہ محیط خبری میں لکھا ہے۔ مگر جو حدود خالص اللہ تعالیٰ کی واسطے ہیں جیسے شراب خواری کی حد یا حد زنا یا بعضیوں کے نزدیک چوری کی حد پس ان میں کفالت بالنفس جائز نہیں ہو اگرچہ اسکا نفس رضی ہو یہ کفایہ میں لکھا ہے اور جبکہ سپر کفیل دینے کے واسطے خبر نہ کیا جائیگا تو دعویٰ اسکا دائر ہوگا یہاں تک کہ اگر قاضی کی کجبری سے اٹھنے تک اس نے گواہ پیش کیے تو خیر ورنہ اسکی راہ چھوڑ دیک جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور شمس لائٹہ ہر کسی نے ذکر کیا ہے کہ خطائے مجروح یا مقتول کرنے یا اسی قسم کے اور زخون میں جن میں قصاص نہیں آتا ہو اور کل وہ چیزیں جن میں تفریر واجب ہوتی ہے۔ مطلوب پر جبر کیا جائیگا کہ کفیل دیوے کیونکہ یہ دعویٰ اور مال کا دعویٰ کیساں ہو یہ نہایہ میں لکھا ہے اور حد و قصاص میں قیہ۔ نہوگا بہاں تک کہ دو گواہ کہ جنکا حال پوشیدہ ہو یا ایک گواہ عادل کہ جس کے عادل ہونے کو قاضی جانتا ہو نہ ہی نہ دین کذا فی الکافی اور مال کی کفالت کرنا جائز ہو خواہ مال معلوم ہو یا مجهول ہو خواہ مکفل عنہ کے حکم سے ہو یا نہ ہو اور طالب مختار ہوگا کہ چاہے اصل سے مطالبہ کر لے یا کفیل سے یہ سراجیہ میں لکھا ہے اور اگر اس نے ایک سے مطالبہ کیا تو دوسرے سے مطالبہ کر سکتا ہے اور اسکو یہ اختیار ہے کہ دونوں سے مطالبہ کرے کذا فی الہدایہ

تیسری فصل کفالت سے بری ہونے کے بیان میں۔ ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ کفالت بالنفس جب صحیح ہوگئی **تہ قولہ** اس پر لینے قائل یا قاذف یا چور پر کفیل دینے کے واسطے خبر نہوگا **تہ قولہ** پوشیدہ لینے اگر عدالت ظاہر نہ ہو تو ان کا فسق بھی ظاہر نہ ہو بلکہ پردہ چھپا ہوا ہو ۱۲

تراس سے بری ہونا ان تین صورتوں میں سے ایک صورت سے ہو سکتا ہے یا تو کفول عنہ کو طالب کے سپرد کرے یا کفول کو اس کفیل کو بری کر دے یا کفول عنہ مر جاوے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جب کفیل نے کفول عنہ کو لا کر کفول لہ کو ایسے مقام پر سپرد کر دیا کہ جہاں اس سے خصوصیت کر سکتا ہو مثلاً شہر ہو کہ جس میں مالش کر سکتا ہو تو کفیل بری ہو جائیگا کذا فی الکافی خواہ طالب اسکو مان لے یا نہ مانے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور اگر کفیل نے کفول عنہ کو کسی جنگل یا میدان میں کفول لہ کے سپرد کیا تو بری ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی شہر میں کفالت کی اور دوسرے شہر میں اسکو سپرد کر دیا تو رام اعظم رحمہ اللہ قسم کے نزدیک بری ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک بری ہوگا کذا فی الہدایہ اور صاحبین کا قول ادبہ ہو کہ کافی فتح القدیر اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ یہ شرط نہ ہوئی ہو کہ جس شہر میں کفالت واقع ہوئی ہو اس میں سپرد کیا جائے اور اگر یہ شرط ہوئی ہو تو صاحبین کے نزدیک بری ہوگا اور رام اعظم کے قول میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے یہ کفالت میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے اس شرط پر کفالت کی کہ قاضی کی کچری میں سپرد کرے یا اسے بازار میں سپرد کرے یا تو بری ہو جائیگا کذا فی الکافی اور رام عرشی نے فرمایا کہ متاخرین مشائخ کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ کی عادت کے موافق ہے اور ہمارے زمانہ میں جبکہ سپرد کرنا شرط کیا ہو وہاں کے سودا و سہری جبکہ سپرد کرنے سے بری ہوگا کذا فی غایۃ البیان اور کیری میں لکھا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے اگر کفیل کے ذمہ شرط لگائی کہ اسکو امیر کے پاس مجھے سپرد کرے اور اسے قاضی کے پاس سپرد کیا یا قاضی کے پاس سپرد کرنے کی شرط لگائی اور اسے امیر کے پاس سپرد کیا یا یہ شرط لگائی کہ اس قاضی کے پاس سپرد کرے پھر جبکہ دوسرا قاضی مقرر ہوا اور اسے اسکے سامنے سپرد کیا تو بری ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہے اور جلد سے پوچھا کہ کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور کفول لہ اپنی برادری کے ساتھ خاتقاہ میں بیٹھا تھا پھر کفیل کفول عنہ کو لیکر آیا اور کفول عنہ نے قوم کو سلام کیا اور کفیل نے اس سے کہا کہ یہی کفول عنہ ہو اور کفول عنہ بولن بیٹھا بلکہ چلا اور دوسرے دروازہ سے نکل گیا تو کیا اسقدر سے سپرد کرنا ہو جاتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ہاں یہ نار خالیہ میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر میں فلان وقت اسکو طالب کے پاس نہ پہنچا دوں تو جو مال سکا اسپر ہو وہ کفیل پر ہوگا اور کفیل نے کفالت میں یہ بھی شرط کی کہ اگر ٹبری مسجد میں اسکو طالب سے ملاوے تو وہ کفالت سے بری ہوگا پھر اسی وقت پر اسی جبکہ اسکو لایا اور اسپر گواہ کر لیے اور طالب روپوش ہو گیا تو یہ کفیل نفس و مال دونوں کی کفالت سے بری ہو گیا اور اسی طرح اگر فقط کفالت بالنفس ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کل مال کے واسطے کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل مسجد میں نہ پہنچا دوں تو جو مال اسپر ہو وہ مجھ پر ہوگا اور کفیل نے طالب سے یہ شرط لی کہ اگر طالب کل کے روز ٹبری مسجد میں نہ ملا اور اسے لیکر اپنے قبضہ میں نہ لیا تو کفیل بری ہوگا پھر کل کے روز گزرنے کے بعد دونوں نے پس کفیل نے کہا کہ تو روپوش ہو گیا اور طالب نے کہا کہ میں وہاں پہنچا تو ایک کی دوسرے پر تصدیق نہ کی جائے گی اور کفالت اپنے حال پر

لے قول اختلاف الخ بعض نے کہا کہ امام کے قول میں بھی بری ہوگا ۱۲

رہیگی اور مال کفیل پر لازم ہوگا اور اگر سہراک نے دونوں میں سے گواہ پیش کیے کہ ہم مسجد میں پہنچے تھے اور گواہوں نے یہ گواہی نہ دی کہ کفیل نے مکحول بہ کو دیدیا ہو تو کفالت بالنفس اپنے حال پر باقی رہیگی اور مال کفیل پر لازم نہ آئیگا اور اگر کفیل نے مسجد میں پہنچنے پر گواہ پیش کیے اور طالب نے گواہ پیش نہ کیے تو کفالت مال اور نفس سے بری ہو جائیگا اور وہاں پہنچنے پر طالب کی تصدیق نہ کی جائیگی کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور مکحول عنہ قاضی کے پاس قید تھا پھر کفیل نے قید خانہ میں اسے طالب کے سپرد کیا تو یہ کفیل بری ہو گیا اور اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قید میں تھا پھر چھوڑا پھر قید میں پڑا پھر کفیل نے طالب کے سپرد کیا مشائخ نے فرمایا کہ اگر دوبارہ قید ہو نا کسی تجارت وغیرہ کی وجہ سے تھا تو سپرد کرنا صحیح اور کفیل بری ہوگا اور اگر کسی سلطان یا امور کی وجہ سے ہو تو کفیل بری ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہوا اگر مکحول بالنفس قرض وغیرہ کی وجہ سے قید کیا گیا تو کفیل سے مواخذہ کیا جائیگا اور کتاب الاصل میں مطلقاً ایسے ہی لکھا ہو مگر مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ وہ دوسرے شہر میں قید ہو اور اگر اسی شہر میں جہاں کفالت واقع ہوئی اور اسی قاضی کے قید خانہ میں ملے جس کے پاس جھگڑا پیش کیا ہو قید ہو تو کفیل سے سپرد کرنا مکمل البتہ نہ کیا جائیگا و لیکن قاضی اسکو قید خانہ سے نکال لیا تاکہ اپنے مدعی کو جواب دے پھر اسکو قید خانہ بھیج دیا اور اگر وہ اسی شہر میں قید ہو کہ جہاں کفالت واقع ہوئی ہو لیکن دوسرے قاضی کے قید خانہ میں ہو یا حکم کے قید خانہ میں ہو تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ کفیل کے سپرد کرنا مواخذہ کیا جائے اور استحضار مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اسکا حکم ویسا ہی ہوگا جیسا اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہونے کا حکم تھا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور مفتی میں ہو کہ اگر مکحول بالنفس شہر کے دوسرے قاضی کے قید خانہ میں قید ہو تو قاضی طالب کو حکم دیکر کہ اس قاضی کے پاس جاوے اور وہاں تالش کرے یہ محیط میں لکھا ہو اگر مکحول بالنفس کفالت کے بعد قید کیا گیا اور کفیل نے قید خانہ میں اسکو سپرد کیا تو بری ہوگا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ دوسرے قاضی کے قید خانہ میں قید ہو اور اگر اسی قاضی کے قید خانہ میں جسکے یہاں تالش ہو قید ہو تو اختلاف ہر بعض مشائخ نے کہا کہ بری ہوگا اور عامہ مشائخ نے کہا کہ بری ہو جائیگا اور یہی صحیح ہو اور مسئلہ گذشتہ کے قیاس پر اگر اسی شہر میں جس میں کفالت واقع ہوئی ہو قید ہو تو استحضار بری ہو نا چاہیے اگرچہ دوسرے قاضی یا حکم کے قید خانہ میں قید ہو اور بھی مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ سوائے طالب کے دوسرے شخص کی وجہ سے قید ہو اور اگر طالب کی وجہ سے قید ہوگا تو دونوں صورتوں میں سپرد کرنے سے لامحالہ بری ہو جائیگا اور فتاویٰ میں لکھا ہو کہ اگر طالب کے طلب پر قید خانہ میں اسکو سپرد کیا تو بری ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور وہ قید میں نہ تھا پھر قید کیا گیا پھر طالب نے کفیل سے اسی قاضی کے سامنے جس نے قید کیا ہو جھگڑا پیش کیا اور کفیل نے قاضی سے کہا کہ میں نے اس کی کفالت کی اور آپ نے فلان شخص کے قرضہ کی وجہ سے اسکو قید کیا تو امام محمد سے روایت ہے کہ قاضی اس کے حاضر کرنا حکم کرے تاکہ کفیل اسکو مکحول کے سپرد کرے پھر اسکو قید خانہ بھیج دے یہ فتاویٰ قاضیخان

میں لکھا ہے ایک مکحول بہ قرضہ کی وجہ سے قید تھا پھر اسکو قاضی نے طالب کی خصوصیت کی وجہ سے نکالا اور کفیل نے کہا کہ میں نے اسکو تجھے سپرد کیا پس اگر یہ کلام قاضی کے سامنے کہا تو کفالت سے بری ہو گیا اور اگر قاضی کی مجلس کے سوا دوسری جگہ کہا اور اس پر قاضی کے اہلجی کا ہرہ ہو تو بری نہ ہو گا امام محمدؒ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت کی اور قاضی کی مجلس میں وہ شخص جن لوگوں کے ساتھ قید سے لایا گیا ہو طالب کے سپرد کیا تو بری نہ ہو گا اور اگر کفیل کفالت میں قید کیا گیا پس اگر مکحول بہ خون کے باب میں قید ہو تو کفیل پر مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہو اور اگر کفیل قید کیا گیا اور مکحول بہ بعض شہروں میں مسافر ہونا معلوم ہو تو قاضی اس طالب کو حکم دے گا کہ اس کفیل کے نفس کا کوئی کفیل لیکر اسکو قید خانہ سے نکالے تاکہ وہ مکحول بہ کو لاوے اور اسی طرح اگر کفیل قرض داری کی وجہ سے قید کیا گیا اور دریافت کرنے سے معلوم ہو کہ اسکا کچھ مال اس شہر میں نہیں ہو اور اسکا مال خراسان میں ہو تو قاضی اسکو نکالے گا اور اسکے طالب کو حکم دے گا کہ بقدر دوری کے اسکے نفس پر کوئی کفیل لے لیوے اور اسکا مال فروخت کر کے اسکا قرضہ ادا کرے گا یہ محیطہ خسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور یہ نہ کہا کہ جب میں تیرے سپرد کروں تب بری ہو گا پھر اسکے سپرد کر دیا تو بری ہو گیا یہ بدایہ میں لکھا ہے لیکن اسکی کئی صورتیں ہیں یا اسکو طالب کی خواہش کے بعد سپرد کیا یا اس سے پہلے سپرد کیا پس اگر اسکے طلبہ کرنے کے بعد سپرد کر دیا تو بری ہو جائیگا اگرچہ یہ نہ کہا ہو دے کہ میں نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا ہو اور اگر بدول طالب کی طلبہ کے سپرد کیا تو جب تک یہ نہ کہے کہ میں نے کفالت کی راہ سے تجھے سپرد کیا ہو بری نہ ہو گا یہ محیطہ خسی میں لکھا ہے۔ اور اگر کفیل نے مکحول کو طالب کے سپرد کر دیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا یہ تبیین میں لکھا ہے اگر ایک مہینہ تک کے واسطے کسی کے نفس کی کفالت کی پھر مہینہ سے پہلے اسکو سپرد کیا تو بری ہو جائیگا اگرچہ مکحول نے قبول کرنے سے انکار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر مطلوب اپنے نفس کو کفالت کی راہ سے خود سپرد کرے تو کفیل بری ہو جاتا ہو اور کفیل کے وکیل اور اسکے اہلجی کے سپرد کرنے سے بھی بری ہو جاتا ہو یہ کنز میں لکھا ہے اور برائت کی شرط یہ ہے کہ یہ لوگ سب یہ کہیں کہ ہم نے کفالت کی راہ سے تیرے سپرد کیا یہ تبیین میں لکھا ہے پھر امام محمدؒ نے اس مسئلہ میں یہ بھی شرط لگائی ہے کہ اس کفیل کا نام لیا جاوے اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ کفالت کی جہت سے سپرد کرنا لازمی شرط ہے ولیکن فلاں شخص کی کفالت سے سپرد کرنے کی اسوقت احتیاج ہوگی کہ جب اسکے نفس کے دو کفیل ہوں کہ ہر ایک علیحدہ عقد پر کفیل ہو اور اگر اسکے نفس کا ایک ہی کفیل ہو تو فلاں شخص کے ذکر کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہو یہ محیطہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی اجنبی آدمی نے حکو سپرد کر دیا حکم نہیں دیا گیا ہو مکحول بہ کو طالب کے سپرد کیا اور کہا کہ میں نے کفیل کی طرف سے سپرد کیا ہو پس اگر طالب نے قبول لے قولہ مکحول یعنی جبکی حاضر ضامنی کی گئی ہو ۱۲ لے قولہ وکیل یعنی کفیل کی طرف سے کفیل کے وکیل اپنی نے سپرد کیا ہو اور قولہ یہ لوگ یعنی وکیل ۱۲

کر لیا تو کفیل برہی ہو گیا اور اگر خاموش رہا اور قبول کا لفظ نہ کہا تو برہی ہو گا اور اگر قاضی یا اسکے امین نے مدعا علیہ سے کوئی کفیل بالنفس مدعی کی خواستگاری سے یا بدوین خواستگاری کے طلب کیا اور کفیل نے قاضی کے سپرد کر دیا تو برہی ہو جائیگا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو برہی ہو گا۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ قاضی یا امین نے یہ کفالت طالب کی طرف منسوب نہ کی ہو اور اگر منسوب کی اور کہا مدعا علیہ سے کہ مدعی تجھ سے کفیل بالنفس چاہتا ہو اسکو دے اور کفیل نے قاضی یا اسکے امین کے سپرد کر دیا تو برہی ہو گا اور اگر طالب کے سپرد کیا تو برہی ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو۔ اگر طالب نے کسی شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے مطلوب کفیل بالنفس لیوے تو اسکی صورتیں ہیں یا تو وکیل کفالت کو اپنی طرف منسوب کر لیا پس اس صورت میں کفیل سے مطالبہ کر نیسکا حق وکیل کو ہو گا اور اگر اسنے کفالت موکل کی طرف منسوب کی تو حق مطالبہ موکل کو ہو گا اور اگر وکیل نے مطلوب کو موکل کے سپرد کر دیا تو استحساناً دونوں صورتوں میں برہی ہو جائیگا کذا فی الذخیرہ اور اگر اسنے وکیل کے سپرد کیا پس اگر وکیل نے اضافت کفالت اپنی طرف جمع کی تھی تو برہی ہو گا ورنہ نہیں برہی ہو گا یہ تاثر خانہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک جماعت نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور سب کی ایک ہی کفالت ہو پھر ان میں سے ایک نے اسکو حاضر کیا تو سب برہی ہو گئے اور اگر کفالت سب کی جدا جدا ہو تو باقی لوگ برہی نہ ہونگے یہ برایع میں لکھا ہو اگر موقوف بالنفس مرگیا تو کفیل بالنفس کفالت سے برہی ہو گیا کذا فی الہدایہ خواہ موقوف بہ غلام ہو یا آزاد ہو دونوں میں کچھ فرق نہیں ہو کذا فی فتح القدیر اور ایسے ہی اگر کفیل مرگیا تو بھی برہی ہو گیا یہ ہدایہ میں لکھا ہو کفیل بالنفس نے اگر طالب کو اپنے نفس کا کوئی کفیل دیا پھر اصل مرگیا تو دونوں کفیل برہی ہو جائیں گے اور اسبطح اگر پہلا کفیل مرگیا تو دوسرا کفیل برہی ہو جائیگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو کسی شخص نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی پھر طالب مرگیا تو کفالت بالنفس اپنی حالت پر باقی ہو پھر اگر کفیل نے موقوف بہ کو میت کے وصی کے سپرد کیا تو برہی ہو گیا خواہ ترکہ میں قرض ہو یا نہ ہو اور اگر اسنے موقوف بہ کو وارث میت کے سپرد کیا پس اگر ترکہ میں قرض ہو تو برہی ہو گا خواہ وہ قرض تمام ترکہ کو گھیرے ہو یا نہیں اگر ترکہ میں قرض نہ ہو تو جسکے سپرد کر دیا ہو خاصہ اسی کے حصہ سے برہی ہو گا اور اگر ترکہ کا مال قرضہ سے زیادہ ہو وارث میت نے تہائی مال کی وصیت بھی کی ہو پھر کفیل نے موقوف بہ کو کسی وارث یا وصی لہ کے سپرد کیا یا قرض خواہ کے سپرد کیا تو برہی ہو گا اور اگر ان تینوں لوگوں کے سپرد کیا تو شمس الانبیاء مرخصی نے فرمایا کہ اصح میرے نزدیک یہ ہو کہ برہی ہو گا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو پس اگر وارث نے قرضہ اور وصیت ادا کر دی تو کفیل کو وارثوں کے سپرد کرنا بھی جائز ہے اور برہی ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ کسی شخص نے ایک شخص کے واسطے ایک ہزار روپے کی کفالت کی پھر طالب مرگیا اور کفیل اسکا وارث ہوا تو کفیل کفالت سے برہی ہوا اور وہ مال موقوف عنہ پر بحالہ باقی رہا اور اگر کفالت اسکے بلا حکم تھی تو مطلوب بھی برہی ہو جائے گا کیونکہ جب طالب مرگیا تو یہ مال اس کے لئے قولہ طرثلاً نہ قرض خواہ کے وکیل کر نے قرضہ ادا خالہ سے کہا کہ مجھے اپنی ذات کا کفیل دے اور برہی صورت میں کہا کہ زیر کے واسطے کفیل مجھے دے ۱۲

دارثون کی میراث ہو گیا اور اگر طالب کی حیات میں کفیل بہیہ وغیرہ سے اسکا مال کا مالک ہوا تو کفول عنہ سے لے سکتا ہے بشرطیکہ کفالت اسکے حکم سے ہو اور اگر اسکے بلا حکم ہو تو نہیں لے سکتا ہے اور ایسے ہی اگر میراث کی وجہ سے مالک ہوا تو بھی یہی حکم ہے یہ سب جو مذکور ہو اس صورت میں تھا کہ جب طالب مر گیا اور کفیل اسکا وارث ہوا اور اگر یہ صورت ہو کہ طالب مر گیا اور کفول عنہ اسکا وارث ہوا تو کفیل بری ہو گیا کیونکہ جب اوصیل وارث ہوا تو مالک ہوا اور بری ہو گیا اور اوصیل کی برأت سے کفیل بری ہو جاتا ہے اور اگر مطلوب وارث کے ساتھ طالب کا کوئی دوسرا بیٹا ہو تو کفیل بقدر حصہ مطلوب کے بری ہو گا اور دوسرے بیٹے کے حصہ کے قدر اس پر باقی رہے گا یہ فتاویٰ قاضیان میں لکھا ہے اوصیل کے ادا کرنے یا طالب کے اسکو بری کر دینے سے کفیل بری ہو جاتا ہے کذا فی الکافی اور شرط یہ ہے کہ اوصیل اس برأت کو قبول کرے اور قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے اسکا مرجع قائم مقام قبول کرنے کے ہو یہ نہ الفائق میں لکھا ہے اور اگر اس نے اس برأت کو رد کر دیا تو رد ہو جائے گی اور طالب کا قرضہ بحال باقی رہے گا اور ہمارے مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا وہ قرضہ پھر کفیل کی طرف عود کرے گا پس بعضوں نے کہا عود کرے گا اور بعضوں نے کہا نہیں عود کرے گا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ اگر طالب نے مال قرضہ مطلوب کو بہیہ کیا اور قبل انکار کے قرضہ مر گیا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر نہ مرے اور اس نے بہیہ سے انکار کیا تو اسکا انکار صحیح ہے اور مال اس پر اور کفیل پر بحال باقی رہے گا یہ عیطہ میں لکھا ہے اور اگر بری کرنا بہیہ کرنا مطلوب کی موت کے بعد واقع ہوا اور اسکے وارث قبول کرے تو صحیح ہے اور اگر انھوں نے انکار کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک رد ہو جائے گا اور ہمارا باطل ہو گا کیونکہ اسکے مرنے کے بعد بری کرنا دارثون کے لیے ہے اور امام محمد رحمہ اللہ رقم نے فرمایا کہ ان کے رد کرنے سے رد ہو گا جیسا کہ اگر اسکی زندگی میں برأت واقع ہوتی پھر وہ قبول کرنے یا انکار کرنے سے پہلے مرنا تو دارثون کے انکار سے رد نہیں ہوتا ہے یہ شرح طحاوی میں ہے اور اگر اس نے کفیل کو بری کیا تو صحیح ہے خواہ قبول کیا یا نہ کیا اور کفیل اپنے اوصیل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر قرضہ اسکے بہیہ کیا یا اسے صدقہ میں دیدیا تو اسے قبول کرنے کی احتیاج ہے اور جب اسے قبول کر لیا تو اوصیل سے لے سکتا ہے کذا فی غایۃ البیان پس کفیل کے حق میں بری کرنا یا اسکو بہیہ کرنا مختلف ہے کہ بری کرنے کی صورت میں اسکے قبول کی احتیاج نہیں ہے اور بہیہ اور صدقہ میں اسکے قبول کرنے کی ضرورت ہے اور اوصیل کے حق میں بری کرنے اور بہیہ کرنے اور صدقہ کرنے کی ایک ہی صورت ہے کہ سب میں قبول کرنے کی حاجت ہے یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے اور اگر مریض نے اپنے وارث کو کفالت بالنفس سے بری کیا تو جائز ہے کہ مریض الموت کا مریض ایسے امیر میں جس میں وارثان ناظرین ہوں یا متعلق ہو بہم نہ کہ تدریست کے ہے اور کفالت بالنفس سے ان لوگوں کا حق متعلق نہیں ہے کیونکہ نفس مال نہیں ہے اور اسے اسطے اگر کفیل بالنفس کوئی اجنبی ہو اور اسکو مریض نے بری کیا تو برأت فقط نہائی ترکہ سے معتبر نہیں ہوتی اور اسطے اگر کفیل بالنفس سوائے وارث کے ہو اور مریض سہا سقد قرضہ ہو جو تمام ترکہ کو گھیرے ہو ہے ہو اور اس نے کفیل کو بری کیا پھر اسی مریض میں مر گیا تو جائز ہے یہ عیطہ شرحی میں لکھا ہے۔ اگر طالب نے کفیل کو بری کیا تو وہ بری ہو گیا اوصیل بری ہو گا اور اگر

کفیل نے اس حق سے جو اس نے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہو صلح کر لی تو اسیل بری ہو گا یہ کافی مین لکھا ہے۔ اگر کفیل یا اسیل نے نہ ارادہ سے جو اس پر آئے ہیں یا بچھو بہ صلح کر لی پس صلح مین یا دونوں کی برأت ذکر کی تو دونوں بری ہو جائیں گے یا اسیل کی برأت ذکر کی تو بھی یہی حکم ہو یا کچھ شرط نہ لگائی تو بھی یہی حکم ہو یا یہ شرط کی کہ کفیل بری نہ ہو پس تو یا بچھو سو ورم سے فقط وہی بری ہو گا اور نہ ارادہ اسیل پر رہیں گے کذا فی المتبیین پس طالب اگر چاہے تو پورا قرضہ اپنا اسیل سے لے لیوے یا بچھو ورم اسیل سے اور یا بچھو کفیل سے لیوے اور کفیل نے حقدار ادا کیا ہو اسیل سے لیگا بشرطیکہ صلح اسکے حکم سے کی ہو اور اگر اسکے بلا حکم صلح کی تو نہیں لے سکتا ہو یہ شرح طحاوی مین لکھا ہو اگر کفیل نے مگھول کہ کسی دوسرے شخص پر حوالہ کر دیا کہ اس سے لیوے اور مگھول کہ اور محتال علیہ نے قبول کر لیا تو کفیل اور مگھول عین بری ہو گئے یہ سراج الابرار مین لکھا ہو اگر کسی شخص نے دوسرے کی نفی کی کفالت کی پھر طالب نے اقرار کیا کہ مگھول بہ کفیل میرا کچھ حق نہیں ہو تو اسکو یہ اختیار باقی ہو کہ کفیل سے مگھول بہ کے سپرد کرنے کے لیے مواخذہ کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ مگھول بالنفس کی جانب کچھ حق میری طرف سے نہ غیر کی طرف سے نہ وصیت سے نہ دلائل سے نہ وکالت سے کسی وجہ سے نہیں ہو تو کفیل کفالت سے بری ہو گیا کذا فی الخلاصہ اور اگر یہ اقرار کیا کہ میرا کچھ اقرار کفیل کی طرف سے نہیں ہے تو کفیل بری ہو گیا اور حقدار حقوق کفیل کی جانب طالب کے لیے ثابت تھے سب اس اقرار سے جاتے رہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو کسی شخص نے کسی شخص کے لیے فلان پر نہ ارادہ قرضہ کی ضمانت کی اور فلان اسپر برہان لایا کہ کفالت سے پہلے مین نے یہ قرضہ ادا کر دیا ہو تو وہ بری ہو گا نہ کفیل اور اگر اسپر برہان پیش کی کہ کفالت کے بعد ادا کر دیا ہو تو دونوں بری ہو جائیں گے یہ بھارائق مین لکھا ہو۔ اگر کفیل نے اسیل کو قرضہ طالب کا ادا کرنے سے پہلے بری کیا یا اسکو بہہ کر دیا تو جائز سے یہاں تک کہ اگر بعد اس کے کفیل نے طالب کو ادا کیا تو اسیل سے نہیں لے سکتا ہو یہ امام قاضی خان و محبوبی نے ذکر کیا ہو یہ نہا بہ مین لکھا ہو۔ امام محمد نے کتاب الاصل مین فرمایا کہ کفیل بالنفس نے وہ قرضہ جو مگھول بہ پر ادا ہوا اس شرط پر ادا کیا کہ اسکو کفالت بالنفس سے بری کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو ادا کرنا اور بری کرنا دونوں جائز ہیں یہ محیط مین لکھا ہو اگر مطلوب نے طالب کا قرضہ ادا کر دیا تو کفیل بالنفس بری ہو گا جبکہ طالب مطلوب پر دوسرے حق کا دعویٰ کرتا ہو یہ تاتار خانیہ مین لکھا ہو۔ کفیل بالنفس نے اگر کسی قدر مال پر کفالت ساقط کرنے کی واسطے صلح کی تو اس مال کا لینا صحیح نہیں ہو۔ اور کفالت ساقط ہو جائے مین دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ ساقط ہو جائیگی کذا فی الفصول الاشرقیہ شنیئہ میں ہے فتویٰ ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہو۔ اگر نفس و مال مین دونوں کا کفیل ہو اور اسنے کفالت بالنفس سے بری ہونے کی شرط پر صلح کر لی تو اس کفالت سے بری ہو جائیگا یہ فصول شنیئہ مین لکھا ہو۔ اگر مگھول کہ نے کفیل سے کہا کہ تو مال سے میری طرف سے برأت کر لی تو یہ اسکا اقرار ہے کہ مین نے تمام مال یا یا حتیٰ اگر کفیل نے اسیل کے حکم سے کفالت کی ہو تو اس سے وہ مال لے سکتا ہو اور اگر اسنے کفیل سے کہا کہ مین نے تجھ کو بری کیا تو یہ بری کرنا ہو اور اقرار نہیں کہ مین نے کفیل سے مال لیکر قرضہ مین کیا حتیٰ کہ کفیل کو یہ اختیار نہیں ہو کہ اسیل سے لے لیوے اور اگر طالب نے

لہ قوال
بری اسوا سطر کہ حوالہ مین برأت اسیل سے ضرور ہے ۱۲

کفیل سے کہا کہ تو نے برأت کر لی اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ صرف برأت ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ قبضہ کر لینے کا اقرار ہو کذا فی الکافی اور امام اعظم کی نسبت بعضوں نے کہا کہ وہ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں اور اسی کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے اور یہی احتمالی قریب سے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہو کہ جب طالب غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ اس شخص سے تیری کیا مراد تھی یہ اختیار میں لکھا ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے کہ اگر اس نے پوشتہ میں لکھ دیا کہ کفیل نے حقدردموند کی کفالت کی تھی اس سے بری ہو گیا تو یہ قبضہ کا اقرار ہے نہ الفاتی میں لکھا ہے اگر طالب نے کفیل سے کہا کہ تو مال سے حلت میں ہو تو باجماع ائمہ اربعہ یہ قول بمنزلہ اسکے ہو کہ میں نے تجھ کو بری کیا کیونکہ یہ لفظ محاورہ میں صرف برأت کر دینے کے معنی میں آیا ہے نہ یہ کہ قبضہ کر لینے کی وجہ سے برأت ہو یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اگر دشمن کی کفالت کی پھر بیع کا کوئی مستحق پیدا ہوا تو کفیل بری ہو گیا اور اس طرح اگر اسکو عیب کی وجہ سے قاضی کے حکم سے یا بدون حکم قاضی واپس کیا یا اختیار ردیت یا اختیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو بھی ایسا ہی ہو اگر مشتری نے من بائع کے کسی قرضخواہ کو دیدینے کی کفالت کر لی پھر بیع کا کوئی مستحق نکلا تو کفیل بری ہو گیا اور اگر سبب عیب کی قاضی کے حکم سے یا بلا حکم واپس کر دی تو بری ہو گا یہ بھارلاق میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی عورت سے نکل کیا اور اس کے مہر کا شوہر کھڑک سے کوئی شخص کفیل ہو گیا پھر دخول واقع ہونے سے پہلے عورت کی طرف سے جلدائی واقع ہوئی ہے تمام مہر ساقط ہو گیا یا دخول سے پہلے طلاق دیدینے کی وجہ سے نصف مہر ساقط ہو گیا تو پہلی صورت میں کفیل تمام مہر سے بری ہو گا اور دوسری صورت میں آدمی مہر سے بری ہو گا اور اگر کسی عورت نے اپنا نکاح کسی شخص سے کیا اور نہ ہر درم مہر قرار پایا اور اپنے شوہر کو حکم دیا کہ میرے قرضخواہ کے واسطے تو اسکا ضامن ہو یا قرضخواہ کو اس پر حوالہ کر دیا وہ اسکا کفیل ہو گیا پھر دخول سے پہلے عورت کی طرف سے جلدائی واقع ہوئی کہ جس سے تمام مہر ساقط ہو گیا تو شوہر کفالت سے بری ہو گا اور جب کفالت باقی رہی اور شوہر نے وہ مال ادا کر دیا تو حقدردا کیا ہو اسکو عورت سے لے گا اور اس طرح اگر دخول سے پہلے شوہر نے اسکو طلاق دیدی تو بھی وہ ضامن رہے گا مگر بقدر نصف کے اس سے واپس لے سکتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ کفالت سے بری کرنے کو شرط کے ساتھ تعلیق کرنا جائز نہیں ہو کذا فی الہدایہ اور یہی ظاہر ہو کذا فی غایۃ البیان اور بعض روایت میں آیا ہے کہ یہ صحیح ہے یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور فقہ القدریین ہو کہ یہی وجہ ہے۔ اور عنایہ میں لکھا ہے کہ بعضوں نے اختلاف روایتیں کی یہ وجہ بیان کی ہو کہ جائز نہ ہوا اس صورت میں ہو کہ جب شرط شخص شرط ہو گا اس طالب کا کچھ نفع نہ ہو مثلاً بون کے کہ جب کل کا دوا دیا گیا تو تو بری ہو کیونکہ یہ لوگوں میں متعارف نہیں ہے اور اگر ایسی شرط ہو کہ جس میں طالب کا نفع اور لوگوں کا معمول بھی ہو تو صحیح ہے انتہی۔ اور اسیل کی برأت کی تعلیق شرط کے ساتھ کرنا

۱۱ قولہ قبضہ یعنی قرضہ وصول پانے کا اقرار ہے ۱۲ قولہ کہنے یعنی برأت کر لی کیونکہ اسی نے مہل بات کہی تو دہی بیان کرے ۱۳ قولہ جلدائی یعنی عورت کی طرف سے ایسی بات پیدا ہوئی مثلاً تردہ ہوئی کہ تمام مہر ساقط ہو ۱۴ قولہ نفع مثلاً جب فلان کفیل الہدایہ آجائے تو بری ہو ۱۵

جائز نہیں ہو مثلاً اگر مطلوب سے کہا کہ جب کل کار و فراہیگا تو تو قرضہ سے بری ہو پس یہ جائز نہیں ہو یہ محیط خشی میں
 لکھا ہو۔ ایک شخص کا دوسرے پر قرض تھا اور اسنے قرضدار سے کہا کہ اگر میں تجھے اپنا مال لیکر قبضہ نہ کروں ہاں تک
 کہ تو مر جاوے تو تو اسکی طرف سے حلت میں ہو گا پس یہ برأت باطل ہو اور اگر طالب نے یہ کہا کہ اگر میں مر جاؤں
 تو تو مال سے حلت میں ہو تو یہ جائز ہو کیونکہ یہ وصیت ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور امام ابو یوسف سے روایت
 ہو کہ اگر طالب نے مطلوب سے کہا کہ جب فلان شخص قید خانہ سے نکلے گا یا اپنے سفر سے واپس آوے گا تو تو قرضہ سے بری
 ہو پس یہ باطل ہو اور اگر مطلوب اس قیدی کی طرف سے ہزار درم کا کفیل ہو تو بری ہو جائز نہ ہو یہ محیط خشی میں لکھا ہو
 کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے کفیل لہ سے کہا کہ اگر میں اسکو کل کے روز تجھے ملا دوں
 تو میں مال سے بری ہوں پس یہ جائز ہو کیونکہ لوگوں کا اسطرح تعامل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ہشام نے
 ابو یوسف سے روایت کی ہو کہ اگر بیٹے کی زوجہ کے مہر کا اس شرط پر ضامن ہو کہ اگر بیٹیا یا اسکی زوجہ باہم خلوت اور
 دخول سے پہلے مر گئے تو ضامن بری ہو پس یہ ضامن لازم ہوگی اور شرط باطل ہو یہ فیصول عمادیہ میں لکھا ہو اور اگر
 کفیل بالنفس نے کہا کہ جب اسکو طالب دیکھے یا اس سے ملاقات کرے تو میں بری ہوں پس یہ جائز ہے اور
 وہ طالب کے دیکھنے کے بروقت بری ہو جائیگا یا ایسے موضع میں اس سے ملا جہاں انہما حق اس سے مل سکتا ہو
 تو بھی بری ہو گا یہ محیط خشی میں لکھا ہو۔ مجرمین امام اعظم سے روایت ہو کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں
 تیرے واسطے آج دن بھر کفیل ہوں اور جب آج کا دن گذرے تو میں بری ہوں پس امام نے فرمایا کہ جب دن گذر گیا
 تو وہ بری ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ کسی کی طرف سے کسی کی واسطے مال کی کفالت اس شرط پر کی کہ جب میں مطلوب
 کا نفس طالب کے سپرد کروں تو مال سے بری ہوں گا اور اگر طالب نے ضامن سے نفس مطلوب کے دینے سے پہلے مال لیا
 ہو تو ضامن واپس لے لیگا پھر ضامن مطلوب کو لیکر آیا اور طالب کے حوالہ کیا تو حوالہ والے نے دیا ہو واپس لیگا فیخیر
 میں لکھا ہو۔ اگر طالب نے کفیل بالنفس کی برأت کسی شرط پر معلق کی تو اسکی تین صدیقین میں ایک وجہ میں تو برأت
 جائز اور شرط باطل ہو مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت کی اور طالب نے کفیل کو اس شرط پر بری کیا کہ
 کفیل دس درم تجھے دیوے تو برأت جائز اور شرط باطل ہو اور کفیل نے اگر کفیل لہ سے برأت کیو واسطے کسی قدر مال
 پر صلح قرار دی تو صلح صحیح نہیں ہو اور نہ مال کفیل پر واجب ہو گا اور نہ کفیل کفالت سے بری ہو گا یہ روایت
 جامع اور ایک روایت حوالہ کفالت میں ہو اور دوسری روایت میں ہو کہ کفالت سے بری ہو جائیگا اور دوسری وجہ
 میں برأت اور شرط دونوں جائز ہیں اور اسکی یہ صورت ہو کہ کسی نے ایک قرضدار کے قرضہ اور اسکے نفس کی کفالت
 کی پھر طالب نے کفیل سے یہ شرط کی کہ مال طالب کے سپرد کرے اور اس سے کفالت بالنفس سے بری ہو جاوے
 تو برأت اور شرط دونوں جائز ہیں اور تیسری صورت میں دونوں جائز نہیں مثلاً کسی نے دوسرے کے نفس کی
 فقط کفالت کی اور طالب نے اس سے یہ شرط لگائی کہ مجھے مال ادا کر دے اور اسقدر مطلوب سے لے لیوے
 تو یہ باطل ہو کذا فی قاضی خان چوتھی فصل واپس لینے اور رجوع کے بیان میں کسی نے دوسرے سے

کہا کہ فلان شخص کے واسطے تو میری طرف سے ہزار درم کا کفیل ہو یا اسکو میری طرف سے نقد دیدے یا میری طرف سے ضمان دے ہزار درم یا جو اسکے ہزار درم مجھے آتے ہیں ان کا ضمان ہو یا جو اسکا مجھے آتا ہو اسکو تو ادا کرے یا میری طرف سے اسے ادا کر دے یا جو ہزار درم اسکے مجھے آتے ہیں اسکو دیدے یا میری طرف سے اسکو ہزار درم دیدے یا اسکو وفاق کرے یا اسکی طرف دفع کر اور مامور نے ایسا ہی کیا تو ان مسائل میں روایت اصل کے موافق رجوع کر سکتا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جس صورت میں کفالت صحیح ہو گئی اگر کفیل نے مال کفالت اپنے پاس سے ادا کر دیا تو کفول عنہ سے لے لیا اور ادا کر دینے سے پہلے نہیں لے سکتا ہے اور جب اسنے ادا کیا تو جب قدر مال کی اسنے کفالت کی ہو اسقیدہ سے لے سکتا ہے اور وہ مال نہیں لے سکتا ہے جو اسنے ادا کیا ہو یا تک کہ اگر اسنے زیوف درم ادا کر دیے اور کفالت جید و رمون کی تھی توجید واپس لے لیا اور اگر سچاے دنیا رون کے صلح کے طور پر درم یا کوئی کیلی یا کوئی وزنی چیز ادا کر دی اور کفالت دنیا رون کی تھی تو انھیں کو کفول عنہ سے لے لیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور حکم دینے والے سے رجوع کر کے لے لینا صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ شخص ایسا ہو کہ جبکہ قرضہ کا اقرار اپنے نفس پر جائز ہوتے کہ اگر کفول عنہ حکم دینے والا طرح کا ہو کہ تصرف سے منع کیا گیا ہو اور اسنے کسی کو حکم دیا کہ اسکی کفالت کرے اور کفیل نے اسکی طرف سے ادا کیا تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے اور اسید طرح اگر غلام نے کہ جبکہ تصرف سے منع کیا گیا ہو کسی کو اپنی طرف سے کفالت کر لینے کا حکم دیا اور اسنے کفالت کر کے ادا کیا تو اس سے نہیں لے سکتا ہے مگر جبکہ وہ آزاد ہو چکا ہو اور اگر ایسے طرح کے کی طرف سے جبکہ تجارت کی اجازت ہو اسکے حکم سے کفالت کر کے ادا کیا تو اس سے لے سکتا ہے یہ غنائی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ اسکی طرف دفع کر دے یا اسکی ضمانت کرے یہ دیدے یا اسکے لیے کفالت کر اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا جو اسکا مجھے آتا ہے پس اگر یہ کفیل اسکا خلیط ہو کہ اس سے لین دین رکھتا ہو اور اپنا مال اسکے پاس رکھتا ہو یا اسکے عمیل میں سے ہو تو حکم کرنے والے سے لے لیا ورنہ نہیں یہ محیط نسخی میں لکھا ہے۔ اصل میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے اپنے دوست ہم پیشہ صرفت کو حکم دیا کہ فلان شخص کو ہزار درم میری طرف سے ادا کی میں دیدے یا میری طرف سے ادا کرے کو ذکر کیا اور صرفت نے ایسا ہی کیا تو امام اعظم کے نزدیک صرفت اس سے لے لیا اور اگر وہ اسکا ہم پیشہ دوست نہ ہو تو بدون اسکے کہ اسے کہ میری طرف سے ادا کر دے واپس نہیں لے سکتا ہے اصل میں یہ کہ ایک غیر خلیط سے کہا کہ فلان کو ہزار درم دے اسنے دینے کو حکم کندہ سے واپس نہیں لے سکتا لیکن قبضہ کنندہ سے پھر لے گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک شخص حاضر کی طرف سے اسکی بلا اجازت سود درم کی کفالت کی اور کفول عنہ نے کہا کہ میں تیری کفالت سے راضی ہوا پس اگر یہ رضامندی کفول لہ کے قبول کرنے سے پہلے ہوئی تو کفیل کو اختیار ہو گا کہ حسب وہ ادا کرے اپنے کفول عنہ سے واپس لیوے اور اگر کفول لہ کے قبول کے بعد پائی گئی تو کفیل اپنے اصل سے نہیں لے سکتا ہے اور نہ اسکی رضامندی کا اعتبار ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ کسی غلام نے اپنے مالک کی طرف سے کفالت کی پھر وہ آزاد ہوا اور اسنے ادا کر دیا یا غلام کے مالک نے اسکی طرف سے کفالت کی اسکے حکم سے پھر اسکے آزاد ہونے کے

لے قول ہے جو بیضہ جو کچھ کفیل یا وکیل نے دیا وہ اصل سے واپس لے سکتا ہے ۱۲

بعد مال کفالت ادا کیا تو کوئی دونوں میں سے دوسرے سے نہیں لے سکتا ہر یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور عورت اپنے خاوند کے گھر میں رہتی ہو پس وہ ان اترا اور اسکی طرف سے کرایہ کا ضامن ہو تو اس سے نہیں لے سکتا ہو خواہ اسکے حکم سے ہو یا بدون حکم کے ہو اور اسکی نظیر یہ ہو کہ اگر باپ نے اپنے بالغ لڑکے کی طرف سے مہر ضمانت ادا کر دیا تو بھی رجوع نہیں کر سکتا ہو اور باپ کے مسئلہ میں یہ روایت محفوظ ہو کہ اگر اس نے ضمانت اور ادا کے وقت بیان کیا کہ میں ادا کرتا ہوں تاکہ اپنے بیٹے سے لے لوں گا تو وہ لے سکتا ہو پس عورت کے مسئلہ میں بھی یہی جواب ہونا چاہیے یعنی شوہر نے ادا کرنے کے وقت اگر یہ شرط کی تو واپس لیگا کذا فی الذخیرہ اگر بالغ کیواسطے کوئی شخص نے کافیل برا کھیر بالغ نے من کفیل کو مہر کر دیا اور اسکو مشتری سے لیکر اپنے قبضہ میں کیا پھر مشتری نے بیع میں کوئی عیب پایا تو امام نے فرمایا کہ بالغ کو واپس کرے اور اپنا ثمن اس سے واپس لے لے اور دونوں میں سے کسی کو کفیل سے لینے کی راہ نہیں ہو یہ محیط برخی میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے بیع مسلم کے کپڑے ادا کر دیے تو ان کی قیمت لیگا اگر بیع مسلم میں یہ شرط قرار پائی تھی کہ شہر میں ادا کیا جاوے اور اس بیع کا کوئی کفیل تھا اور اسے مسلم شہر کے باہر ادا کر دی اور بیع مسلم راضی ہو گیا تھا تو کفیل اس شہر میں لے گیا یہ تا تاثر خانیہ میں لکھا ہے تو اور ابن سماعہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ کسی شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کے حکم سے کوئی اسکا ضامن ہوا اور اس نے ادا کر دیے پھر مدعی نے مدعا علیہ کے ساتھ چاڑھا کہ میرا مدعا علیہ کچھ نہیں تھا جو کچھ اس نے لیا ہو اس کے لئے اوپر ضامن مدعا علیہ کے لئے ذوق میں ہو ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم تھے اور طالب نے مطلوب کو حکم دیا کہ تو میری طرف سے کسی شخص کے لیے ایک ہزار درہم نقدی یا معیادی ادا کر کا ضامن ہو جا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر وہ ہزار درہم جو طالب کے مطلوب پر تھے فی الحال ادا کیے تھے اور مطلوب نے اسکی طرف سے ایک ہزار درہم معیادی کی ضمانت کی ہو تو اسکو اختیار ہو کہ حکم دہندہ سے ہزار درہم لے لے لے خواہ معیاد آگئی ہو یا نہ آئی ہو دے اور اگر طالب کے ہزار درہم معیادی تھے اور مطلوب نے بھی اسی قدر معیاد پر اسکی طرف سے ضمانت کر لی تو معیاد کے آنے پر اسکو یہ اختیار ہو گا کہ اسکا مواخذہ کرے اور ایسی ہی اگر اس کے پاس ہزار درہم ودیعت رکھے ہوں اور طالب نے اسکو حکم دیا کہ میرے قرض خواہ کی ضمانت ایک ہزار کی کرے تو مواخذہ نہیں کر سکتا ہر یہ محیط میں لکھا ہے اور امام نے فرمایا کہ عاریت دینے والے نے اگر مستعار چیز کے واپس دینے کے واسطے کوئی کفیل کر لیا یا جس شخص کا مال غصب ہوا ہو اسنے اسکے رو کرنے کے واسطے کفیل لیا پھر کفیل نے کفول بہ کو اٹھو کر مالک کو پہونچا دیا تو کفیل کو اختیار ہے کہ عاریت لینے والے اور غصب کرنے والے سے بار برداری کی اجرت اسکے فضل کے اعتبار سے لے لے اور یہ استحسان ہو اور اگر عاریت لینے والے یا غصب کرنے والے نے کوئی وکیل کیا کہ اسکو عاریت دینے والے یا غصب کرنے کے مکان میں پہونچاوے یا سمجھ کر عاریت یا غصب واقع ہو اس پر پہونچا دے تو یہ بھی جائز ہے و لیکن وکیل پر جہر نہ

قوله خاوندانہ یون ہی اصل میں مذکور ہے تو شاید شوہر سابق مراد یا بجائے اسکے قرائبی ہو غرض یہ کہ وہ عورت کرایہ کے مکان میں تھی اسی میں شوہر نے سکونت اختیار کی **قوله** اس سے لینے مسلم الیہ سے **قوله** نے الحال لینے انکا ادا کرنا فی الحال لازم تھا **قوله** مثل لینے ایسے کام کی مقید اجرت ہوتی ہو **قوله** ۱۲

کیا جائیگا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ لجاوے اور کفیل پر چر کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ابو سلیمان رحمہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ کسی شخص نے دوسرے کے حکم سے اس کی طرف سے ایک ہزار درم کی کفالت کی پھر حکیل نے اسکو کفیل کے سامنے ادا کیا پھر طالب اس سے انکار کر گیا اور قسم کھالی اور دوبارہ کفیل سے لے لیے تو کفیل نے کفیل عنہ سے لے سکتا ہے اور اگر یہ صورت ہوئی کہ کفیل نے حکیل کے سامنے وہ درم طالب کو ادا کر دیے وہ پھر منکر ہو گیا اور قسم کھالی اور دوبارہ حکیل سے لے لیے تو کفیل اپنے حکیل سے نہیں لے سکتا یہ وہ محیط میں لکھا ہے اگر دوسری قیمت کا قسم ادا کیا تو اسکے ترکہ میں سے لے لیوے یہ تا تاریخانہ میں لکھا ہے کسی نے ایک غلام ہزار درم کو خریدیا اور مشتری کی طرح ایک شخص ثمن کا کفیل ہو گیا پھر کفیل نے بائع کو ثمن دیدیا اور مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پھر کفیل مشتری سے اپنے دام لینے سے پہلے غائب ہو گیا پھر ایک شخص مستحق آیا اور اسنے استحقاق میں وہ غلام مشتری سے لے لیا اور مشتری نے چاہا کہ بائع ثمن بائع سے لیوے تو بدو کفیل کے حاضر ہونے کے نہیں ہو سکتا ہے پھر جب کفیل حاضر ہوا تو وہ اختیار ہو کہ چاہے یا بائع ثمن بائع سے واپس کرے یا مشتری سے لے لیوے اور جب اسنے ایک سے ضمان لکنا اختیار کیا تو اسکو یہ اختیار نہ ہو کہ دوسرے سے ضمان لیوے پس اگر اسنے بائع سے ضمان لی تو بائع مشتری سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسنے پہلے ہی مشتری سے ضمان لی تو مشتری کو اختیار ہو کہ جو اسنے دیدیا ہو اپنے بائع سے واپس لیوے اور اگر کفیل نے ثمن کو ادا کر لے وقت مشتری سے واپس لیا تھا پھر غائب ہو گیا پھر غلام میں استحقاق ثابت ہوا تو مشتری کو اختیار کہ اپنا ثمن بائع سے واپس کرے اور اگر اس غلام میں استحقاق نہ ثابت ہوا بلکہ یہ ظاہر ہوا ہو کہ یہ آزاد یا مکاتب یا بدبے یا باندی کی صورت میں ظاہر ہو کہ ام ولد ہو تو ان صورتوں کا حکم بھی مثل استحقاق کے ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ اگر مشتری دوسرے سے ایک غلام ہزار درم کو خریدیا اور مشتری کے حکم سے اسکی طرف سے کوئی شخص اسکے ثمن کا کفیل ہو گیا اور ثمن ادا کر دیا اور غائب ہو گیا پھر وہ غلام بائع کے پاس مشتری کے قبضہ کرانے سے پہلے مر گیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہے خواہ مشتری سے کفیل نے ثمن لے لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر غلام نہ مراد لیکن مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا اور اسکو قاضی کے حکم سے یا بدو کفیل کے واپس کیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کیا تو مشتری بائع سے ثمن واپس لے سکتا ہے اور کفیل کو اس سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے سے ایک غلام ہزار درم میں خریدیا اور کسی نے مشتری کے حکم سے اس کی طرف سے ثمن کی کفالت کر لی پھر کفیل نے بائع سے ان ہزار درم سے بچا پس و نیاز صلح کر لی تو کفیل اپنے حکیل سے درم لیگا نہ و نیاز پس اگر غلام کا کوئی مستحق نکلا اور کفیل غائب تھا تو مشتری بائع سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر کفیل حاضر ہوا تو بائع سے و نیاز واپس لیگا اور اگر کفیل نے چاہا کہ مشتری سے لیوے تو اسکو یہ اختیار نہ ہو گا بخلاف اس صورت کے کہ اگر کفیل نے درم ادا کیے تو کفیل کو اختیار ہو کہ مشتری سے لے لیوے اور اگر بچا صلح کے

قوله ادا لینے اپنے مال سے ادا کیا ۱۲ **قوله** واپس کرے لینے کفیل کے حاضر ہونے کی ضرورت نہیں ہے ۱۲

قوله اس سے لینے بائع سے کیونکہ یہ معاملہ بعد عقد اول ہے اگرچہ بیع ۱۲ **قوله** مشتری اس واسطے کہ کفالت کے بعد غیر جنس پر صلح واقع ہوئی۔ ان اگر عینہ ہزار درم دیتا تو مشتری بھی واپس کر سکتا تھا ۱۲۔

بیع واقع ہوئی مثلاً کفیل نے پچاس دینار بعوض بائع کے ہزار درم کے بیچ کر دیے پھر غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع اور صلح دونوں کا کیسان حکم ہے اور مرد امام محمد کی کیسان ہونے سے یہ ہو کہ جب دونوں کی جدائی کے بعد غلام کا استحقاق ثابت ہوا تو بیع باطل ہو جائیگی جیسا کہ صلح باطل ہو جاتی ہے اور اگر دونوں کا استحقاق اسی مجلس میں ثابت ہوا اور وہ دونوں مجلس میں ہیں تو بیع باطل نہیں ہوتی ہے اور صلح باطل ہو جاتی ہے اگر غلام بین استحقاق ثابت نہ ہو بلکہ وہ مشتری کے قبضہ سے پہلے بائع کے پاس ہو گیا اور کفیل نے پچاس دینار بعوض ہزار درم کے بائع کے ہاتھ فروخت کر دیے تھے اور بائع نے دینار دن پر قبضہ کیا تھا تو مشتری بائع سے درم لے سکتا ہے اور کفیل کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے اور اگر بجائے بیع کے صلح ہو مثلاً کفیل نے بائع سے درم کے عوض پچاس دینار پر صلح کی پھر مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے وہ غلام مر گیا تو بیع کے مانند اسکا بھی حکم ہے مگر صلح اور بیع میں یہ فرق ہے کہ صلح کی صورت میں غلام بیچنے والے کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو پچاس دینار واپس کرے یا ہزار درم واپس کرے اور بیع کی صورت میں اسپر ہزار درم ہی واپس کرنا واجب ہیں پھر صلح کی صورت میں اگر بائع نے دینار واپس دینے چاہے تو انکو کفیل اپنے قبضہ میں لائیگا اور اگر درم واپس دینا چاہے تو اس سے مشتری لینگا اگر کفیل مشتری کی طرف سے مامور تھا کہ بائع کو تین ادا کرے اور اسنے پچاس دینار بائع کے ہاتھ تین کے عوض فروخت کیے یا صلح میں دیے تو جائز ہے اور اگر کفیل نے مشتری کی طرف سے بدون اس کے حکم کے کفالت کی پھر کفیل نے بعوض تین کے پچاس دینار فروخت کیے یا بائع کے ساتھ صلح کر لی تو بیع کسی صورت میں جائز نہیں ہے اور صلح میں اگر یہ تقریر ہو کہ جو تین بائع کا مشتری رہا ہے وہ اس متبرع یعنی کفیل کا ہو تو صلح بھی باطل ہے اور اگر اس شرط پر صلح کی کہ مشتری تین سے بری ہو تو صلح جائز ہے اور اگر صلح کو مطلقاً چھوڑ دیا اور کچھ شرط نہ لگائی تو بھی صلح صحیح ہے پس اگر مشتری کے سپرد کرنے سے پہلے غلام مر گیا یا اسکا کوئی حقدار نکلا اس صورت میں کہ صلح میں کوئی شرط نہیں مطلقاً ہے مشتری کو بائع سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہے لیکن کفیل ہی بائع سے واپس لینگا اور بائع کو اختیار ہو گا کہ خواہ درم دیوے یا دینار دے یہ وغیرہ میں لکھا ہے اور اگر دوسرے شخص کا نائبہ اس کے حکم سے ادا کر دیا تو اس سے لینگا اگر چہ واپس لینے کی شرط نہ کی ہو جیسا کہ فرض کی صورت میں ہوتا ہے یہ معراج الدرایہ میں لکھا ہے اور شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب اسکو ادا کرنے کے واسطے بدون زبردستی کے حکم دیا ہو اور اگر اسپر زبردستی کی گئی ہو تو واپس لینے کے باب میں اسکا حکم دنیا کچھ معتبر نہیں ہو گا یہ غمایہ میں لکھا ہے سپر مذکور ہے کہ کوئی مسلمان حر مومن کے قبضہ میں مقید ہو پھر اسکو کسی شخص نے خرید مومن سے خرید کیا پس اگر بدون اس کے حکم کے خرید یا تو اسپر احسان کیا اور کچھ نہیں لے سکتا ہے اور جسکو خرید لایا وہ راہ کر دیا جائیگا اور اگر اسنے حکم کیا تو قیاس چاہتا ہے کہ مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہ لے سکے اور استحساناً پھر لینگا خواہ قیدی نے اس سے کہا ہو کہ اس شرط پر کہ تو مجھ سے لے لینا یا یہ نہ کہا ہو اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ اپنا مال میرے عیال پر خرچ کر دے یا میرے مکان کی عمارت میں لے تو لے لینے اس صورت میں صلح بیع میں فرق ہے **۱۲** **قوله** جو چیز جو کیداری وغیرہ کے مانند سلطان کی طرف سے منبر میں ہوا **قوله** لے سکے واسطے کہ وہ غلام نہیں ہے جس کی خریداری کا حکم صحیح ہے **۱۳**

خرچ کر دے اور اس نے ایسا ہی کیا تو اسکو اختیار ہو کہ حقدار سے خرچ کیا ہو اپنے حکم دینے والے سے لے لے اور اس طرح
 اگر قیدی نے کسی شخص کو حکم دیا کہ فدیہ دیکر اس قیدی کو اہل حرب سے چھوڑا لے تو یہ خریدنے کے واسطے حکم دینے کے
 ماننا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو کسی نے کچھ اونٹ وغیرہ معین کہ جولا دو اور سواری کے تھے کرایہ پر لیے اور انکا
 کوئی کفیل لے لیا پھر حمال غائب ہو گیا اور کفیل نے لے لیا تو ضمانت کے دن کا اجر مثل اس کرایہ دینے والے سے لیتا ہے
 ایسے ہی اگر سلامتی کی کفالت کی تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کفیل نے حقدار کو اسکے دین کے عوض کسی پر حوالہ کر دیا اور حقدار
 نے اسکو بری کر دیا تو کفیل کو اختیار ہو کہ اپنے اکیلے سے لے لیوے یہ قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ نقل کا ہے
 اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نقل اور زفر رحمہ اللہ نقل کے نزدیک نہیں لے سکتا ہو کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم
 تھے اور اسنے کسی کو اپنی طرف سے طالب کیواسطے کفالت کرنے کا حکم دیا پھر اکیلے نے ایک شخص سے کہا کہ تو اس کفیل کی
 فالت کی کفالت کر اور اسنے ایسا ہی کیا پھر طالب نے کفیل بنفس سے مواخذہ کیا تو کفیل کو اس شخص پر جس نے حکم دیا
 ہے کوئی راہ نہیں ہو اور اگر اسنے کسی شخص کو حکم دیا کہ اسنے مال کی کفالت کی پھر طالب نے دوسرے کفیل کو کپڑا اور
 اس سے نیا بال لے لیا تو اسکو اختیار ہو کہ اپنے حکم دینے والے سے وہ مال لے لے یہ محیط میں لکھا ہو کسی نے دوسرے سے کہا کہ
 فلان شخص کو میری طرف سے ہزار درم مہیہ کر دے اور اسنے موافق حکم کے کیا تو یہ مہیہ حکم دینے والے کی طرف ہو گا اور
 یہ مامور اپنے حکم دینے والے سے نہ لے گا اور نہ قرضہ کرنے والے سے لے گا اور حکم دینے والے کو اختیار ہو کہ مہیہ سے رجوع
 کرے اور جسے ادا کیے ہیں وہ متبرع ہو گا اور اگر کسی نے کہا کہ ہزار درم فلان شخص کو مہیہ کر دے اس شرط پر کہ میں
 ضامن ہوں اور اسنے ایسا ہی کیا تو مہیہ جائز ہو اور حکم دینے والا مامور کو ضمانت دیے اور حکم دینے والے
 کو اختیار ہو کہ مہیہ سے رجوع کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر کہا کہ اسکو میری طرف سے قرضہ دے یا میری
 طرف سے اسکو عطا کر تو ان صدقہ تون میں واپس لے گا اگرچہ یہ شرط نہ لگائی ہو کہ میں ضامن ہوں اور اگر اسنے جس
 چیز کے دینے کا حکم دیا ہو اسکے سوا دوسری دی تو رجوع نہیں کر سکتا ہو یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہو۔ اگر اس سے کہا
 کہ تو فلان شخص کو ہزار درم قرض دے اور اسنے قرض دیے تو حکم دینے والا کچھ بھی ضامن نہ ہو گا خواہ اسکا خلیفہ
 ہو یا نہ ہو اور اگر کسی شخص نے کچھ مال کسی اجنبی کو مہیہ کیا پھر حکم مہیہ کیا ہو اسنے کسی شخص کو حکم کیا کہ اپنے مال میں سے
 اس مہیہ کا عوض مہیہ کرنے والے کو دیوے اور اسنے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اور حکم دینے والے سے رجوع نہیں
 کر سکتا ہو اگر اس صورت میں کہ اسنے یہ کہہ دیا ہو کہ اس شرط پر دے کہ تو مجھے اسکو لے لینا تو البتہ رجوع کر سکتا ہو
 اور اسی طرح اگر کسی سے کہا کہ اپنے طعام سے میری قسم کا کفارہ ادا کر یا اپنے مال سے میرے مال کی زکوٰۃ ادا کر
 یا اتنا دیکر کسی کو میری طرف سے حج کر دے یا میرے کفارہ ظہار سے ایک غلام آزاد کر دے تو اس میں رجوع نہیں
 کر سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ تجھ کو ہزار درم مہیہ کر اس شرط پر کہ فلان شخص اس
 سے قرضہ لے لے مامور کو اپنے حکم دینے والے سے واپس لینے کا اختیار نہیں ہو ۱۲ مسئلہ قولہ شاذ زید نے بکر سے کہا کہ مجھے ہزار درم مہیہ
 اس شرط سے کہ خالد ضامن ہو خالد نے کہا کہ ہاں تو یہ خالد کی طرف سے مہیہ ہوا اور بکر کا خالد پر قرض ہو ۱۲

ضامن ہو اور غلام شخص حاضر تھا اس نے کہا کہ ان پھر مامور نے اسکو ہزار درم بہہ کر دیے تو یہ بہہ ضامن کی طرف سے ہو گا اور یہ مال دینے والے کا ضامن پر قرض ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ امام محمدؒ نے جامع میں فرمایا ہے کہ ایک شخص سے دوسرے پر ہزار درم قرض تھے پھر قرضدار نے کسی سے کہا کہ قرضخواہ کو اسکا مال داکر دے اور مامور نے کہا کہ میں نے اسکا مال داکر دیا اور اب تجھ سے لے لوں گا اور قرضدار نے اس بات کی تصدیق کی اور قرضخواہ نے کہا کہ تو نے کچھ بھی ادا نہیں کیا ہے تو قسم لیکر قرضخواہ کا قول معتبر ہو گا اور مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اگرچہ اسنے اس کی تصدیق کی ہے اور اس طرح اگر کسی شخص نے مکیول عنہ کے حکم سے مال کی کفالت کی پھر کفیل نے کہا کہ میں نے قرضخواہ کو اسکا مال داکر دیا اور کفیل عنہ نے اسکی تصدیق کی اور قرضخواہ نے اسکی تکذیب کی اور قسم کھائی اور اپنا مال مکیول عنہ سے لے لیا تو کفیل مکیول عنہ سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر حکم دینے والے نے بھی ادا کر دینے سے انکار کیا اور مامور نے گواہ پیش کیے کہ میں نے قرضخواہ کو ادا کر دیا ہے تو مامور اپنے حکم دینے والے سے لے لیا اور یہ گواہی طالب پر بھی مقبول ہو گی اگرچہ طالب غائب ہو۔ اور اگر حکم دینے والے نے مامور سے کہا کہ غلام شخص کے مجھے ہزار درم ہیں تو اپنا غلام اسکے عوض فروخت کر دے تو یہ جائز ہے پہلے گراسنے غلام قرضہ کے عوض بیچا پھر دونوں نے اختلاف کیا قرضخواہ نے کہا کہ اسنے بیچا تھا مگر ہنوز میں نے قبضہ نہ کیا تھا کہ غلام اسی کے پاس مر گیا اور بائع اور حکم دینے والے نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے قبضہ کر لیا تو قرضخواہ کا قول قسم لیکر معتبر ہو گا پس اگر اسنے قسم کھالی تو ثابت ہو گا کہ بیع قبضہ سے پہلے تلف ہوئی ہو اور اس سے لازم آتا ہے کہ عقد خبر سے نسخ ہو جاوے پس کد لاکر نیک حکم جاتا رہیگا اور قرضخواہ کو اختیار ہو گا کہ قرضدار کی طرف رجوع کرے اور مامور اپنے حکم دینے والے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اگرچہ اسنے اسکی تصدیق کی ہے۔ اور اگر حکم دینے والے نے طالب کے قبضہ کرنے سے انکار کیا اور مامور نے گواہ پیش کیے کہ اسنے وصول کر لیا تو اسکے گواہ مقبول ہوں گے اور یہ بھی قضاء علی الغائب ہو اور اگر حکم دینے والے نے اس سے کہا کہ تو غلام شخص سے ہزار درم سے جو اسکے مجھے ہیں اپنے اس غلام پر صلح کر لے اور اس نے صلح کر لی پھر طالب نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں کیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یکساں ہے مگر اس صورت میں عن غلام کا مالک حکم دینے والے سے غلام کی قیمت لیکر اور بیع کی صورت میں اس سے قرضہ لیکر یا محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ اسنے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی تھی بسبب ہزار درم کے جو مدعی کے سپر آتے تھے اگر کسی کے روز اسکو نہ پہونچا دے اور اسپر دو گواہوں نے گواہی دی اور یہ بھی گواہی دی کہ کفیل بہ نے کفیل کو اسکا حکم دیا تھا اور کفیل و مکیول عنہ دونوں مال سے اور حکم دینے سے انکار کرتے ہیں اور قاضی نے اس گواہی کی وجہ سے کفیل پر حکم دیا اور نہ پہونچانے کی وجہ سے مال لے لیا اور ادا کر دیا تو کفیل مکیول عنہ سے لے سکتا ہے اگرچہ اس کے زعم میں یہ تھا کہ میں میسل سے نہیں لے سکتا ہوں اور ان دونوں میں کفالت نہ تھی مگر قاضی نے اسکے زعم کی تکذیب کی یہ ظہیر بہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کے پاس ہزار درم یا ایک غلام و دینیت رکھا اور دینیت لے کر قلم علی الغائب مسئلہ دلیل ہو کہ غائب پر گواہی مال کی صورت میں ضمانت قبول ہوتی ہے

رکھنے والے نے اسکو اجازت دی کہ ہزار درم ودیعت سے اپنا قرضہ ادا کرے یا اپنے قرض خواہ سے غلام پر مسلح کرے پس اس نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا اور قرض خواہ نے اسکی تکذیب کی اور قسم کھا کر اپنا حق بدیون سے لے لیا تو بدیون ودیعت کا ضامن ہوا اور اگر غلام کے مالک نے قرضدار کو حکم دیا کہ اپنے قرض میں اسکو فروخت کرے اور اس نے کہا کہ میں نے فروخت کر کے سپرد کر دیا اور قرض خواہ نے اسکی تکذیب کی اور قسم کھائی تو ودیعت رکھنے والا بدیون سے نہ لینگا یہ کافی میں لکھا ہے مگر زید کے شرع پر ہزار درم قرض تھے پھر عمرو نے کبر سے کہا کہ تو نے کچھ ہزار درم دیدے تاکہ ان ہزار درم کے عوض جو مجھ پر آئے ہیں قرضہ کرے اس شرط پر کہ میں تیرے لیے اسکا ضامن ہوگا پھر کبر نے کہا کہ میں نے دیدیے اور عمرو نے اسکی تصدیق کی اور زید نے اسکی تکذیب کی تو زید کا قول معتبر ہوگا اور کبر عمرو سے ہزار درم لے لینگا اور اگر عمرو نے کبر سے کہا کہ تو زید کو ہزار درم میرے قرضہ کے ادا میں دیدے اس شرط پر کہ جو تو دیگا میں اسکا ضامن ہوں پھر کبر نے کہا کہ میں نے دیدیا اور عمرو نے اسکی تصدیق کی اور زید نے اسکی تکذیب کی اور قسم کھائی اور اپنا قرضہ قرضدار سے لے لیا تو کبر عمرو سے کچھ نہیں لے سکتا ہوا اور اگر عمرو زید نے مال ادا کر دینے سے انکار کیا اور کبر نے دیدینے پر گواہ پیش کیے تو مامور یعنی کبر عمرو سے جو اسنے دیا ہو لے لینگا اور پچھلے مسئلہ میں زید عمرو سے اپنا قرضہ لینگا اور دوسرے مسئلہ میں مری ہو جائیگا کذا فی المحیط

باب پنجم فی تعلق اور تعلیل کے بیان میں کفالت کی تعلیق شرطوں کے ساتھ صحیح ہے مثلاً کہا کہ جو تو نے فلان شخص سے ہاتھ بیچ کیا وہ مجھ پر ہے یا جو تیرا حق اس پر ثابت ہو وہ مجھ پر ہے یا جو تیرا فلان شخص نے غضب کیا وہ مجھ پر ہے اگر یہ شرط مناسب ہو مثلاً حق کے واجب ہونے کی شرط ہو جیسے کہ بیچ کے استحقاق پر تعلیق کرنا یا پورا حق لینے کے واسطے مثلاً کہا کہ جب زید اسے اور زید ہی مکتول عنہ ہو یا حق لینا متذکر ہونے کے وقت کی شرط کرنا مثلاً یہ کہنا کہ وہ جب شہر سے غائب ہو جاوے تو اسکا قرضہ مجھ پر ہے پس یہ صحیح ہوا اور اگر یہ شرط مناسب نہ ہو مثلاً یہ شرط لگانا کہ اگر ہوا چلے یا اگر بیچ آوے یا اگر زید گھر میں جاوے تو یہ صحیح نہیں ہوا اور کفالت ایسی چیز ہے کہ جسکا شرط کے ساتھ تعلق کرنا صحیح ہو پس فاسد شرطوں سے مثل طلاق اور عتاق کے باطل ہوگی یہ کافی میں لکھا ہو کسی نے دوسرے سے کہا کہ جب تو نے فلان شخص کے ہاتھ کچھ بیچا تو وہ مجھ پر ہے پھر اسنے اسکے ہاتھ ایک چیز بیچی پھر دوسری چیز بیچی تو کفیل کو یہاں مال لازم ہوگا دوسرا نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص سے کہا کہ تو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرادے جو کچھ تو بیچے وہ مجھ پر ہے پس یہ مستحسانا جائز ہے اور جب اسنے کوئی چیز کسی جنس کے عوض اور کسی قدر کو اسکے ہاتھ فروخت کی تو کفیل کو لازم ہوگی پس اگر کفیل نے انکار کیا کہ تو نے کچھ نہیں بیچا ہوا اور طالب نے کہا کہ میں نے اسکے ہاتھ ایک مال ہزار درم کو بیچا ہوا اسنے مجھے لیکر قرضہ کیا ہوا اور مکتول عنہ نے اس کی

سے قول تعلیق کسی شرط پر معلق کرنا مثلاً اگر تو نے اسکے ہاتھ تاجرانہ بیچ کی تو میں ضامن ہوں تعلیل بلا شرط اسے قول مناسب ہو لیکن کفالت کے مناسب ہونے میں سے حق واجب ہوتا ہے مثلاً یہ بیچ نہیہ ہاتھ سے چھین جائے تو میں ضامن ہوں یا حق واجب ہوتا ہے مثلاً جب اسے مال لازم ہو جائے کہ کفیل اسوقت حق ضائع ہونے کا خوف ہوگا جب اسے مال غائب ہو جاوے تب ضامن ہوں ۱۲

تصدیق کی تو اس صورت میں کفیل پر مال لازم آنے کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ وہ مال کہ جس کے بیچنے کا دعویٰ کرتا ہو اسکے پاس یا مشترک پاس موجود ہو پس اس میں قیاس یہ چاہتا ہے کہ کفیل پر کچھ نہ لازم آدے اور ایسا ہی اسد ابن عمرؓ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور استخوانا اسکے ذمہ ثابت ہوگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مال تلف ہو گیا ہو اور اس صورت میں کفیل پر کچھ نہ لازم آوے لکن اتنا قنیکہ طالب بیع ہو جانے پر گواہ پیش نہ کرے اور یہ قیاس اور استخوانا ہے اور اگر کفیل نے کہا کہ تو نے اسکو پانسو درم کو بیچا ہے اور طالب نے کہا کہ میں نے اسکو ہزار درم کو بیچا ہے اور کفیل نے اسکا اقرار کیا تو استخوانا یہ حکم ہے کہ کفیل سے ہزار درم کا مواخذہ کیا جائیگا اور اگر کہا کہ جو کچھ تو اسکے ہاتھ آج کے روز بیچے وہ مجھے ہی پھر اس نے اسکے ہاتھ دو چیزیں اسی روز بیچیں تو وہ تو کفیل پر لازم ہوں گی اور اسی طرح اگر کہا کہ جب کبھی تو نے اسکے ہاتھ کچھ بیچا تو میں ضامن ہوں تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ اگر یا جب کوئی اسباب تو نے اسکے ہاتھ فروخت کیا تو میں اسکے ثمن کا ضامن ہوں پس سننے کوئی اسباب دو ٹکڑے کر کے ایک دوسرے کے پیچھے پانسو کے حساب سے فروخت کیے تو کفیل کے ذمہ پہلا مال لازم ہوگا اور دوسرا نہیں اور اگر کفیل نے یہ کہا کہ جو تو نے زلی کپڑا بیچا تو وہ مجھے ہے پھر اس نے یہودی کپڑا یا ایک گم گہیون فروخت کیے تو کفیل پر کچھ نہ لازم آئیگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کر اس شرط پر کہ جو کچھ خسارہ ہوگا وہ مجھے ہے یا کہا کہ اگر یہ تیرا غلام تلف ہوا تو میں ضامن ہوں تو یہ کفالت صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ بیچ آج کے دن فلاں شخص سے کی میں کفیل ہوں پھر اس سے ایک سے زیادہ لوگوں نے بیچ کی تو کفیل پر کچھ نہ لازم آوے لکن اور بشر نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا یہ غلام فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کر دے کہ میں ان ہزار کا ضامن ہوں پھر اس نے دو ہزار کو فروخت کیا تو کفیل صرف ایک ہزار کا ضامن ہوگا اور اگر اسکو پانسو درم کم لکھ دیا تو پانسو درم کا ضامن ہوگا اور اگر اسکا آدھا یا پانچو درم کو بیچا تو پانچو درم کا ضامن ہوگا یہ محیط میں ہے۔ اور فتاویٰ عثمانیہ میں ہے کہ اگر یوں کہا کہ جو کچھ تو فلاں شخص کو ادھار دے وہ مجھے ہے تو یہ نقد قرض و ادھار خرید پر ہے اور اگر اس نے بیع واقع ہونے سے پہلے ضمانت سے انکار کیا یا اسکے ساتھ بیع کرنے سے منع کیا تو ضامن نہ ہوگا یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے۔ اگر یہ کہا کہ جو تو نے اسکو آج کے روز قرض دیا وہ میری ضمانت میں ہے پھر اس نے اسکے ہاتھ کچھ مال فروخت کیا تو کفیل کے ذمہ اسکا ثمن واجب ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کفیل نے کہا کہ جو کچھ تیرا سپر ہو میں نے اسکی کفالت کی پھر سپر گواہ قائم ہوے کہ سپر ہزار درم میں تو کفیل اسکا ضامن ہوگا اور اگر گواہ نہ قائم ہوے تو مقدار کی اقرار میں کفیل کا قول قسم لیکر معتبر ہوگا پس اگر کفیل نے اس سے زیادہ کا اقرار کیا تو یہ اسکے حق میں محبت ہوگا اسکے کفیل کے حق میں

لے قول زیادہ اس واسطے کہ صیغہ عموم نہیں علاوہ اسکے کفالت صریح نہیں ہے ۱۲ منہ ۱۵ قولہ نقد قرض یعنی ایسے لفظ سے کفالت نقد قرض نقد اور خرید ادھار پر رکھی جائیگی حتیٰ کہ اگر نقد قرض لیا تو بھی کفیل ضامن ہے ان جب تک معاملہ ادھار واقع نہیں ہوا تب تک کفیل کو اپنی کفالت سے پھر جانے کا اختیار ہے اور بعد اسکے نہیں ۱۳ منہ

تقدیر نہ کیا جائیگا یہ کافی بن لکھا ہو۔ بکرنے اپنی صحت میں کہا کہ جو کچھ زید اپنے اوپر عمو کا قرضہ اقرار کرے وہ مجھے
 ہے پھر کفیل بیمار ہو گیا اور اس پر اس قدر قرض تھا کہ تمام مال اسکا گھیرے ہوئے تھا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمو کا
 اس پر ہزار درم قرضہ ہو تو یہ سب مرہن کے ذمہ اسکے تمام مال میں لازم ہو گا اور اسی طرح اگر مکتول عنہ نے کفیل
 کے مرنے کے بعد یہ اقرار کیا تو بھی اسکے ذمہ لازم کیا جاوے گا اور مکتول عنہ کفیل کے قرض خواہوں کا غماصم ہو گا
 یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ جو کچھ تیرا غلام شخص پر ثابت ہو وہ مجھے ہو یا جو اس پر حکم کیا جاوے مجھے ہے
 پھر مطلوب کسی قدر مال کا اقرار کیا تو کفیل کے ذمہ لازم ہو گا اگر اس صورت میں کہ جو کچھ اس پر حکم کیا جاوے اسکا ضامن ہو
 بدون حکم قاضی کے صرف اقرار سے ضامن ہو گا۔ اور اگر کہا ہو کہ جو کچھ تیرا ہو یا جو کچھ تیرے لیے کل اقرار کیا ہو اور مطلوب کہا کہ
 میں نے اسکے واسطے ہزار درم کا اقرار کیا ہو تو کفیل پر لازم ہوں گے اور اگر اسے کہا کہ جو اقرار کیا یا میں نے فی الحال اقرار کیا
 تو لازم ہو جائیگا اور اگر اس بات پر گواہ قائم ہوے کہ اسے کفالت سے پہلے اسکے واسطے مال کا اقرار کیا ہو تو کفیل پر
 لازم ہو گا کیونکہ اس نے یہ نہیں کہا کہ جو کچھ اقرار کیا ہو اسکا ضامن ہوں اور اگر مطلوب نے قسم کھائی ہے انکار کیا
 اور قاضی نے اسکے ذمہ لازم کیا تو کفیل کے ذمہ لازم ہو گا یہ غایت البیان میں ہو کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو
 تیرا حق غلام شخص پر ثابت ہو وہ مجھے ہو اور طالب سپر راضی ہو پھر مطلوب نے طالب سے کہا کہ مجھے ہزار درم میں اور طالب
 نے کہا کہ میرے مجھے دو ہزار درم ہیں اور کفیل نے کہا کہ طالب کا مطلب ہے کچھ نہیں ہو تو کتاب الاصل میں مذکور ہو کہ مطلوب
 کا قول معتبر ہو گا اور ہزار درم کفیل پر واجب ہونگے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر کسی کے حکم سے جو کچھ اس پر
 ہو اسکی کفالت کی پھر کفیل کی موت کے بعد مکتول عنہ پر حکم دیا گیا تو کفیل کے ترکہ سے لیا جائیگا اور طالب اسکے
 قرض خواہوں کے ساتھ شامل کیا جائیگا اور اگر اصل مرگیا ہو اور جو باقی رہا اس میں اگر اصل مرگیا ہو تو اسکے ترکہ میں
 وارثوں کے ساتھ شامل کیا جائیگا اور اگر طالب چاہے تو اصل کے قرض خواہوں میں اسکے ترکہ میں شامل ہو جاوے
 پھر جو باقی رہا اسکے لیے کفیل کے ترکہ میں شامل ہو گا یہ تانا خانہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے کسی کی طرف سے اسکے
 حکم سے ہزار درم کی کفالت کی اس شرط پر کہ مکتول عنہ مجھے یہ غلام رہن دے اور طالب پر یہ شرط نہیں لگائی پھر
 مکتول عنہ نے غلام کے دینے سے انکار کیا تو اسکو یہ اختیار ہو اور کفیل کو یہ اختیار ہو گا کہ چاہے کفالت کو تمام کرے
 یا فسخ کر دے اگر چہ اسکو مشروط نہ دیا گیا کیونکہ یہ شرط فقط اسکے اور مکتول عنہ کے درمیان ہوئی ہو پس خیال اگر ثابت
 ہو تو مکتول عنہ کی طرف سے ہو گا اور وہ مالک نہیں ہو بخلاف اسکے کہ اگر طالب کے درمیان یہ شرط قرار پائی مثلاً یوں
 کہا کہ میں تیرے لیے اس مال کی کفالت کرتا ہوں بشرطیکہ مکتول عنہ مجھے یہ غلام رہن دے پس اگر مطلوب نے اسے
 انکار کرتا تو کفیل کو یہ اختیار طالب کی طرف سے جو مالک فسخ ہو حاصل ہوتا۔ اور اسی طرح اگر اسنے طالب سے کہا کہ میں
 اسے قول کل مینی گزراے ہوے کل کے دن جو کچھ اقرار کر چکا ہو ۱۲۰ قولہ جو اقرار کیا یعنی اگر کہا کہ جو اقرار کیا وہ مجھے ہے اور کل کا روز
 نہیں کہا پس مطلوب نے فی الحال اقرار کیا ۱۲۰ منہ ۱۲۰ قولہ طالب یعنی قرض خواہ سے کفیل ہونے کے وقت یہ شرط نہ تھی کہ قرضدار
 یہ غلام رہن دے لیا تو میں کفیل ہوں نہ نہیں اور مشروط یعنی وہ غلام ۱۲۱

تیسرے لیے اس مال کی کفالت اس شرط پر کرتا ہوں کہ مطلوب مجھے اپنا غلام فلان رہن میں دے اور اگر اس نے نہ دیا تو میں اس مال کی کفالت سے بری ہوں پھر مطلوب نے غلام کو رہن میں دینے سے انکار کیا تو وہ کفالت سے بری ہو گا اور اگر مطلوب سے کہا کہ میں تیری طرف سے اس مال کی کفالت اس شرط پر کرتا ہوں کہ تو مجھے کفیل دے تو اس صورت میں اسکو کفالت کے باقی رکھنے اور فتح کر نیک اختیار نہو گا اور اگر اسنے طالب سے یہ شرط لگا لی کہ میں کفالت اس شرط پر کرتا ہوں کہ اگر مطلوب نے مجھے کفیل دیا تو میں کفالت کروں گا ورنہ میں بری ہوں پھر کفیل دوسرا نہ دیا تو وہ بری ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام مہر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درم لیا اس شرط سے کفالت کی کہ یہ مال طالب کیا اس روایت سے جو اسکے پاس مطالب کی ہو اور لکھا تو ضمان جائز ہو اور اسپر چر کیا جائیگا کہ روایت سے دین ادا کرے اور یہ حکم استحقاق پر پس اگر روایت تلف ہو گئی تو کفیل پر ضمان نہ رہی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر صاحب روایت نے اس شخص سے جبکہ پاس روایت ہے یہ نحو ہش کی کہ روایت کا ضامن ہو تاکہ فلان شخص کو اسکے قرضہ کے ادا میں دیوے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور یہ مسئلہ اور پہلا مسئلہ کیسا ان جو متفق ہیں جو لکھا ہو کہ اگر اس ضامن نے مال روایت اس کے مالک کو دیدیا اس کے مالک نے اس سے لے لیا تو مال اسکے ضامن پر رہیگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی شخص کے واسطے ہزار درم کا ضامن اس شرط پر ہو کہ اسکو اس مکان کے ضمن سے ادا کر لیا پھر اس مکان کو فروخت نہ کیا تو کفیل ضمان نہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اس طرح ضمان کر لی کہ اس مکان کے ضمن میں سے ادا کر لیا پھر وہ مکان کسی غلام کے عوض فروخت کیا تو اسپر مال لازم نہو گا اور اسپر چر نہ کیا جاوے گا کہ غلام کو ضمان میں فروخت کرے پس اگر اسکے بعد اسنے غلام کو فروخت کیا اور درم اسکے ضمن میں آئے تو استحقاقاً اسپر یہ حکم دیا جائیگا کہ یہ درم ضمانت میں ادا کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی کی طرف سے کسی قدر مال کی ضمانت اس شرط پر کی کہ اس غلام کے ضمن سے ادا کرے گا اور وہ غلام کفیل کا ہو پھر فروخت کرنے سے پہلے وہ مر گیا تو ضمان کفیل سے موقوف ہو گئی اور اگر اس نے غلام کو سود درم کو بچا اور یہی اسکی قیمت بچی اور قرضہ ہزار درم تھے تو اسکے ذمہ صرف بقدر قیمت غلام کے لازم آئیگا اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر اس شرط پر ضمانت کی کہ اس غلام کے ضمن سے ادا کر لیا اور غلام اسکا نہو تو ضمان باطل ہے اور اگر اس شرط پر ضمانت کی کہ اپنے غلام کے ضمن سے ادا کروں گا اور اسکا کوئی غلام نہیں ہو تو ضمان لازم ہو گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے کسی کے واسطے سود درم کی ضمانت اس شرط پر کی کہ اسکے آوے یہاں ادا کر لیا اور آوے نہ ہو تو کوئی وقت نہ مقرر کیا تو جہاں چاہے اسکے لینے کا اختیار ہو اور اگر جس شخص کی ضمانت کی ہو اسکی بار برداری اور بیع سے یہ شرط کی جائیگا۔ اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے ہزار درم کی ضمانت تیرے واسطے اس شرط پر کی کہ وہ مجھے نہ ادا کر لیا تو یہ باطل ہے۔ اور اگر کہا کہ اس شرط پر کہ میری زندگی میں مجھے نہ دیکھا تو جائز ہو پھر مال بعد موت کے اسکے میراث سے لیا جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کی کفالت بنفس میں کیا کہ میں اسکا ضامن ہوں کہ جو مال اسپر قاضی کو فر کے حکم سے لازم آوے پھر اسپر مال کا حکم دوسری جگہ کے قاضی نے کیا تو اسکے ذمہ لازم ہو گا اور اگر

کہا کہ جو تیسرے لیے فلاں حکم کے حکم سے اس پر واجب ہو گا وہ مجھ پر ہے پھر دوسرے حکم کے حکم سے واجب ہوا تو اسکے
 ذمہ لازم نہ ہو گا۔ اور یہ سب حکم اس حدیث میں ہیں کہ دو دنوں قاضی حنفی المذہب ہوں اور اگر حنفی مذہب کی شرط حنفی
 اور شافعی مذہب نے حکم دیا تو وہ پکڑا نہ جائیگا اور ہمارے زمانہ میں تعین کا درست ہونا واجب ہے یہ محیط مشرعی میں
 لکھا ہے۔ ایک آدمی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میرا ایک بکڑا غصب کر لیا ہے اور دعا علیہ سے ایک کفیل بالنفس لے لیا
 اور کفیل سے کہا کہ اگر تو اسکو کل کے روز مجھے نہ داس تو پکڑ کر لے کے دس درم واجب ہونگے پس کفیل نے کہا نہیں
 بلکہ میں درم بھر کفول کہ خاموش رہا تو امام مجاہد نے فرمایا کہ ہمارے اور امام اعظم کے قیاس میں فقط اسپر دس درم واجب
 ہوں گے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی کے دوسرے پر دس درم تھے اور ایک شخص نے قرضدار کے نفس کی کفالت
 اس شرط پر کر لی کہ اگر میں اسکو کل کے روز نہ طالب سے ملا دوں تو قرضہ سپرد درم مجھ پر ہے پھر اگر اس نے کل کے روز اسے
 نہ ملا یا تو سپرد درم کا کفیل ہو گیا اور کفالت بالنفس بھی بحالہ باقی رہی پھر اگر اسکے بعد یہ سپرد درم طالب کو دیدے تو کفالت
 بالنفس سے بری ہو گا یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی اور دوسرا آیا اس نے کفیل
 کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں کفیل کو فلاں وقت تک نہ ملے تو جو مال طالب کا کفول بہ اول پر ہے
 وہ مجھ پر ہو گا تو دو دنوں کفالتین ملا اختلاف صحیح ہیں۔ اگر کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل کے روز مجھے نہ پہنچا دوں
 تو نہ درم جو طالب کے کفول عنہ پر ہے نہ مجھ پر ہوں گے اور طالب کا کفول عنہ سپرد درم کا دعویٰ ہے نہ درم کا پھر
 کفیل نے دوسرے روز نہ پہنچا یا تو کفیل پر کچھ مال نہ لازم ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ منتقی میں ہے کہ اگر کسی نے دوسرے
 کے نفس کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر کفول بالنفس طالب سے روپوش ہو جاوے تو کفیل اسکے مال کا جو اسپر ہو
 حنا میں ہے پھر کفول عنہ کو فہ کی طرف چلا گیا اور غائب ہو گیا پھر واپس آیا اور کفیل نے اسے طالب کو دیدیا تو مال کفیل
 پر لازم آئیگا یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے کے نفس کی اس شرط پر کفالت کی کہ اگر میں اسکو کل کے روز نہ پہنچا دوں
 تو جو کچھ مطلوب ہے وہ کفیل پر ہو گا اور دوسرے روز اس نے نہ پہنچا یا اور طالب نے اسپر نہ درم کا دعویٰ کیا اور مطلوب
 نے اسکی نقداتی کی اور کفیل نے انکار کیا تو کفیل سے اسکے علم پر یہ قسم لیکر اسی کا قول معتبر ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان
 میں لکھا ہے۔ اور اگر طالب نے دعویٰ پر گواہ پیش کیے اور کفیل نے قسم سے انکار کیا تو اسپر نہ درم لازم آوین گے۔ یہ
 محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر اسکو کل نہ پہنچا دوں تو مجھ اسقدر مال لازم
 ہو گا حسب قدر مطلوب اقرار کرے پھر دوسرے روز اس نے نہ پہنچا یا اور مطلوب نے نہ درم کا اقرار کیا تو کفیل اسی قدر
 کا ضامن ہو جب قدر اس نے اقرار کیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ قال الشرح اور خلاصہ فرق یہ ہے کہ مسئلہ اقرار
 میں کفالت کا مضاد الیہ ہر طرح سبب وجوب ہو اور تعامل سے جائز ہو اور مسئلہ دعویٰ میں مضاد الیہ یعنی دعویٰ
 اگر چہ ہر طرح کے حق میں سبب وجوب ہو مگر دعا علیہ کے حق میں نہیں ہوا اور نہ اس میں تعامل ہے اور مجھ دوسرے
 مفید نہیں ہے پس دعویٰ مثبت یا محضہ اولیٰ گیا تاکہ سبب وجوب میں کل وجہ ہو کذا فی الذخیرۃ لمحضہ۔ اگر کسی شخص کے نفس
 کے قتل سے تیسرا یعنی ہمارے زمانہ میں چونکہ عقیدہ عام ہو گئی تو عرف منہ لہ شرط ہوتا ہے چاہیے کہ جو مذہب معین کیا وہ اعتبار ہو

کی کفالت اس شرط سے کی کہ اگر مین اسکو کل کے روز مجھے نہ ملا دون تو چھ سیر ہو وہ مجھے ہوگا۔ پھر وہ شخص خود طالب سے ملا اور طالب نے اسکا دامنگیر ہو کر جھگڑا کیا تو مال کفیل پر لازم ہوگا کیونکہ اسنے اسکو نہیں بلایا اگرچہ آخر روز تاک طالب کے پاس رہا اور اگر اس شخص نے طالب سے ملکر کہا کہ میں نے اپنے تین فلاں کفیل کی طرف سے تیرے سپرد کیا تو کفیل مال سے بری ہو گیا خواہ کفالت بالنفس اسکے حکم سے ہو یا بلا حکم ہو یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اگر کفالت میں یہ شرط کی کہ اگر کل کے روز مین اسکو تیرے پاس نہ پہنچا دوں تو حسب قدر مال تیرا سپرد ہو وہ مجھے ہوگا اور مال کی مقدار نہ بیان کی تو دوسری کفالت مال کی بھی صحیح ہو پس اگر اسنے دوسرے روز نہ پہنچا یا پھر اگر کسی قدر مال پر دونوں نے اتفاق کیا یا سپر گواہ قائم ہوئے تو اسقدر کفیل پر لازم ہوگا اور اگر مقدار مال میں کہ جو کفیل عنہ پر ہو دونوں نے اختلاف کیا تو کفیل کا قول معتبر ہو کہ وہ زیادتی سے انکار کرتا ہو اگر کفالت بالنفس میں یہ شرط لگائی کہ اگر اسکو کل کے روز نہ پہنچا دوں تو مجھے سو درم ہیں اور یہ نہ کہا کہ مجھے وہ سو درم ہوں گے جو کفیل عنہ پر ہیں پھر دوسرے روز نہ پہنچا یا تو دیکھا جائے کہ اگر کفیل نے اقرار کیا کہ سپر سو درم ہیں اور اسکی طرف سے کفالت کی تو یہ شخص کفیل ہو گیا اور یہ ظاہر ہو اور اگر کفیل نے کہا کہ اسکا سپر کچھ نہیں آتا اور میں نے اپنی طرف سے طالب کو سو درم دینے کا اقرار کیا تھا اور طالب نے کہا کہ میرے سو درم سپر آتے ہیں اور تو نے شرط یہ کل کے روز نہ پہنچانے پر دینے کا اقرار کیا تھا اور کفالت کی تھی تو قیاس یہ جانتا ہے کہ کفیل پر کچھ نہ لازم ہو اور کفیل کا قول معتبر ہو اور اسی کو امام محمد رحمہ اللہ فقہائے نے اختیار کیا ہو اور یہی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا پہلا قول ہو اور استحساناً کفیل کے ذمہ مال لازم ہوگا اور یہی قول امام اعظم رحمہ اللہ فقہ کا اور دوسرا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے کہا کہ جب تو اسکو طلب کرے اور میں نہ پہنچا دوں تو سپر کے ہزار درم مجھے ہوں گے پھر طالب نے اسکو طلب کیا اور اس نے اسی مکان میں اسکو سپر دیا تو مال سے بری ہو گیا اور امام محمد کے اس قول کے معنی کہ اسی مکان میں سپر دیا اور اس لائمہ برخی نے بیان کیے ہیں کہ اسی مجلس میں جب میں طلب کیا تھا سپر لیا اور شیخ الاسلام نے یہ معنی بیان کیے کہ جیسے ہی اسنے طلب کیا یہ فوراً اسکے حاضر کرنے اور حاضری کی تدبیر میں مشغول ہوا بہا تک کہ اسکو حاضر کیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عربی محاورہ کے موافق یہ معنی بعید نہیں ہیں۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر فلاں شخص مجھے تیرا مال نہ دے گا تو وہ مال مجھے ہے پھر طالب نے اس سے تقاضا کیا اور اسنے تقاضے کے وقت نہ دیا تو استحساناً کفیل پر لازم ہوگا یہ فناوی قاضیخان میں لکھا ہے اگر کفیل نے کہا کہ اگر مین اسکو کل کے روز تیرے پاس نہ پہنچا دوں تو مجھے سو درم سولے ان ہود درم ہوں گے جو تیرے اس شخص پر ہیں لازم ہوں گے پھر اسنے وفانہ کیا تو یہ مسئلہ امام محمد کے قول کے موافق نہیں اور امام اعظم اور ابو یوسف کے قول کے موافق مشایخ نے بعد جواز کے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ دوسرے قرضدار کی طرف سے کفیل نہ ہوگا اور

لے قول اختلاف آخر اصل میں اسی طرح عبارت ہو اور میرے نزدیک نسخہ طبعی صحیح جواب یہ کہ شیخین کے قول پر مشایخ نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ سپر کچھ مال لازم نہ ہوگا اور کفیل ہوگا اور بعض نے کہا کہ کفیل ہو جائیگا انتہی۔ بالجلہ سو درم حرام نہ کسی کے نزدیک لازم نہیں ہیں را کفیل قرضہ ہو جائے تو امام محمد کے نزدیک اطل ہو اور شیخین کے قول پر اختلاف ہو فافہم واللہ علم ۱۲

بعضیوں نے کہا کہ کفیل ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر میں اسکو کل کے روز نہ پہنچا دوں تو تیرے سودم
فلان شخص پر ہیں وہ مجھے ہون گے تو دوسری کفیل ہونا یا الاتفاق جائز ہو بشرطیکہ یہ دوسرا قرضدار مکفول عنہ کا قرضہ
میں شریک ہو مثلاً دو فون پر ایک ہی سبب سے قرضہ لازم آیا ہو اور ہر ایک دوسری کفیل ہو۔ اور اگر تیرے شخص پر مکفول عنہ
سے اجنبی ہو تو امام اعظم اور امام ابو یوسف کے نزدیک دوسری کفالت جائز ہو حتیٰ کہ اگر اسنے وفانہ کیا تو مال کفیل پر لگا
ہوگا۔ اور امام محمد کے نزدیک دوسری کفالت باطل ہے بخلاف اس صورت کے کہ مثلاً یوں کہا کہ اگر میں اسکو کل کھجے۔ نہ
پہنچا دوں تو جہاں تیرا سپر ہے وہ فلان شخص پر ہوگا اور وہ فلان شخص موجود تھا اور اسنے قبیل کر لیا تو یہ جائز ہے۔
اور اگر یوں کہا کہ اگر اسکو میں کھجے کل کے روز نہ پہنچا دوں تو مجھے وہ سودم ہون گے جو تیرے سپر اتے ہیں اور طالب نے
اسپر سود دینا کا دعویٰ کیا ہو نہ سودم کا پس اگر اسنے شرط پوری نہ کی تو بلا خلاف اسکے ذمہ مال لازم ہوگا یہ ذخیرہ میں
لکھا ہو۔ اگر کہا کہ اگر میں کھجے اسکو کل کے روز نہ پہنچا دوں تو جہاں فلان شخص کا فلان شخص پر ہے وہ مجھے ہوگا تو دوسری
کفالت صحیح نہیں ہو اور اگر کہا کہ اگر میں اسکو کل تیرے ساتھ نہ ملا دوں تو حبقدر مال فلان شخص کا اس مکفول عنہ پر
ہو وہ مجھے ہے تو بلا خلاف دوسری کفالت صحیح نہیں ہو۔ اگر کہا کہ کل کے روز یہ کہ اگر میں تیرے پاس نہ پہنچا دوں تو
میں عمر کا جہر طالب کا کچھ حق تھا کفیل بالنفس ہوں پس دوسری کفالت جائز ہو حتیٰ کہ اگر اسنے دوسرے روز نہ دیکھو
نہ پہنچا یا تو عمر کا کفیل بالنفس ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو کسی نے ایک شخص کے نفس کی کفالت کی بدین شرط کہ اگر میں
اسکو فلان وقت تیرے پاس نہ پہنچا دوں تو جہاں مال سپر ہے وہ مجھے ہوگا جہر طالب اسوقت پر غائب ہو گیا اور کفیل نے
اسکو تلاش کیا اور نہ پایا کہ مکفول عنہ اسکے سپر کرے اور اسل مر سگواہ کر لیے تو مال کفیل کے ذمہ لازم ہوگا۔ اور اسبیطیج
اگر کوئی خاص مقام شرط کیا اور کفیل لیکر اس مقام پر آیا اور طالب غائب ہو گیا تو بھی مال کفیل پر واجب ہوگا۔ اور
متاخرین کے نزدیک بنا بر تامل ابو یوسف رحمہ اللہ نعم کے اگر طالب اسوقت وہاں سے غائب ہو جاوے تو چاہیے کہ یہ امر
قاضی کے سامنے پیش کرے کہ قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر دے کہ سکسپر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا
جاء مع صفیر میں ہے کہ کسی نے دوسرے کا دامن پکڑا اور اسپر سود دینا کا دعویٰ کیا یا مطلق حق یا مال یا دینار کا دعویٰ
کیا اور مقدار بیان نہ کی پھر کسی شخص نے کہا کہ تو اسکو چھوڑ دے اور میں اسکے نفس کا کفیل ہوں اور اگر میں اسکو
کل کھجے نہ پہنچا دوں تو مجھکو سود دینا تیرے واجب دینیے پڑے گیے اور طالب سپر راضی ہو گیا اور اسنے دوسرے روز
نہ پہنچا یا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اسپر دونوں صورتوں میں سود دینا واجب ہوں گے بشرطیکہ صاحب حق سو
دینا کا دعویٰ کرے اور یہی قول امام اعظم کا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر کسی شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر کی کہ اگر اسکو کل کے روز نہ پہنچا دوں تو
جہاں طالب اسپر ہو مجھے ہوگا پھر کل کا روز گزرنے سے پہلے مکفول عنہ مر گیا پھر کل کا روز گزرا تو وہ شخص مال کفیل ہوگا پس اگر گد گزرنے
سے پہلے کفیل مر گیا پس اگر کفیل کے وارثوں نے مکفول عنہ کا طالب کے پاس پہنچا دیا تو کفیل پر مال لازم ہوگا یا خود مکفول عنہ نے اپنے آپ کو
کفالت کی راہ سے مدت گزرنے سے پہلے طالب کو پہنچا دیا تو بھی کفیل پر مال لازم ہوگا کذا فی نظمیر یہ اور اگر وارثوں نے
اسکو نہ پہنچا یا اور کل کا روز گزرا تو مال کفیل کے ذمہ واجب ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے

کے واسطے ایک شخص کی کفالت بالنفس اس شرط پر اختیار کی کہ جب تو اسکے سپرد کرنے کی نسبت مطالبہ کرے گا تب سپرد کر دینا اور نہ مجھ پر مستعد مال لازم ہوگا جو سپرد ہو چھ مکتول عنہ مرگیا اور مکتول نہ نے کفیل سے اسکی حاضری کا مطالبہ کیا اور وہ عاجز رہا تو کیا اسپر مال لازم ہوگا اس مسئلہ کی کوئی روایت نہیں ہے اور شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے والد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ چاہیے کہ مال لازم نہ آئے کیونکہ بعد موت کے مطالبہ کرنا صحیح نہیں ہے پس شرط نہائی گئی کہ ذانی الظہیر یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص سے کہا کہ اگر تجھ کو فلاں شخص نے قتل کر ڈالا تو میں تیری دیت کا ضامن ہوں اور اسنے رضامندی ظاہر کی تو یہ جائز ہے اور اگر اس نے کہا کہ اگر اس نے تیرا سر سونپی لیا یا ہاتھ کاٹا یا تیرا غلام قتل کیا یا غضب کیا پس میں اسکی تمثیت کا ضامن ہوں اور وہ شخص راضی ہو گیا تو جائز ہے۔ اور اگر کہا کہ تو گنہگار میں سے جسے مجھے قتل کیا یا مجھے غضب کیا تو میں تیری دیت کا ضامن ہوں تو یہ باطل ہے یہ محیط بشری میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں کل سکونہ لاؤں تو دکیل خصوصیت ہوں اور جو کچھ حق اسپر ثابت ہوگا اسکا ضامن ہوں اور اسپر مطلب راضی ہو گیا پس یہ سب جائز ہے اور اس نے کل کے روز نہ پوچھا یا تو اس سب سے ہری ہے اور اگر نہ پوچھا یا تو کفیل بالمال اور دکیل بالخصوصیت ہوگا پس اگر بعد اسکے مکتول عنہ کو سپرد کر دیا تو کفالت بالنفس سے ہری ہو جائیگا اور اگر سپرد کرتے وقت اسنے کفالت بالخصوصیت اور کفالت بالمال سے برأت نہیں کر لی تو ہری ہوگا اور اگر شرط کر لی تو کفالت بالمال سے ہری ہوگا اور کفالت بالخصوصیت سے ہری ہوگا۔ اگر نہ دینے عمر کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل کے روز نہ حاضر لاؤں تو کبر اسکا وکیل بالخصوصیت ہے اور جو کچھ سپر قاضی حکم دے اسکا کفیل ہوں اور سب لوگ اسپر راضی ہو گئے تو یہ جائز ہے کیونکہ طالب مطلب دونوں کفالتوں میں مستعد ہیں صرف کفیل میں اختلاف ہے اور یہ مانع جواز نہیں ہے۔ اور اگر کسی شخص نے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ اگر میں اسکو کل نہ پوچھا دوں تو اسکا وکیل خصوصیت ہوں اور طالب اسی سے رہا ہو گیا اور اسنے دوسرے روز اسے نہ پوچھا یا تو وہ شخص اسکے ساتھ خصوصیت کرنے میں دکیل ہے پس اگر قاضی نے اسپر کچھ حکم دیا تو کفیل کے ذمہ نہ ہوگا اور اگر کفیل نے طالب کو اسکا حق ادا کیا تو طالب کو اختیار ہوگا اس سے نہ لیوے کیونکہ وہ احسان کرتا ہے اور اگر قبول کرے تو مطلب سے نہ لے سکیگا اگر کسی نے نفس کی کفالت میعاد معلومہ تک اس شرط کے ساتھ کی کہ اگر اسکو موت پر نہ پوچھا یا تو اسکے ساتھ وکیل بالخصوصیت ہوں اور جو کچھ حق اسپر ثابت ہو اسکا ضامن ہوں اور طالب اسپر راضی ہو چھ طالب نے چاہا کہ کفیل بالنفس سے میعاد سے پہلے مواخذہ کرے تو نہیں کر سکتا ہے یہی ظاہر الروایت ہے اور میعاد گذرنے سے پہلے خاصہ بھی نہیں کر سکتا ہو اگر کسی نے کسی کے نفس کی کفالت کی اور کفیل عنہ نے اسکو وکیل بالخصوصیت اور ضامن اس مال کا جو اسپر ثابت ہو دے دیا یا اور کفیل راضی ہو گیا پھر کفیل مر گیا تو طالب اور کفیل کے وارثوں میں کچھ خصوصیت نہ ہوگی پس اگر طالب نے مکتول عنہ کو پایا اور قاضی نے قول لکھا کفیل بالنفس حاضر ضامن خاصہ النش جھگڑا وکیل بالخصوصیت النش کرنے والا حجت گواہ

کے سامنے پیش کیا پس جو کچھ مال کا اسپر حکم دیا جاوے وہ کفیل کے مال میں ہوگا و لیکن طالب کو مطلوب کے ساتھ ضرورت
 کرنے میں یہ ضرور ہو کہ طالب اپنا حق حجت اور قصائے قاضی سے ثابت کرے بعد اسکے اسکو اختیار ہوگا چاہے مطلوب
 کا دامن گیر ہو یا کفیل کے ترکہ میں سے لیوے پس اگر اس نے مطلوب سے لینا اختیار کیا تو ادا کرنے کے بعد مطلوب
 اسکو کسی سے نہیں لے سکتا ہو۔ اور اگر اس نے ترکہ کفیل سے لیا اور اسکے وارثوں نے ادا کیا تو اسی قدر مطلوب
 واپس لیونیکے یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے کہا کہ اگر تیرا قرضہ ادا سے عاجز ہوگا تو مال مجھ پر ہو پس عاجز ہونا
 قید ہونے سے معلوم ہوگا پس اگر قید کیا گیا اور ادا نہ کیا تو کفیل کو دینا پڑیگا یہ فضول عمادیہ میں لکھا ہو۔ اگر طالب
 نے طالب سے کہا کہ اگر میں خود اپنے تین کل کے روز تیرے پاس نہ ہو چکا ہوں تو مجھ پر ہی مال ہوگا جبکہ تو دعوے
 کرتا ہو پھر وہ نہ آیا تو اسپر کچھ لازم ہوگا۔ شیخ الاسلام نے شرح جامع صغیر میں لکھا ہے کہ کسی نے دوسرے سے
 کہا کہ تو اس راستہ چلا جا اگر تیرا مال چھین لیا جائیگا تو میں ضمان ہوں پس وہ شخص اسی راستہ چلا اور اسکا
 مال چھین لیا گیا تو ضمان صحیح ہو اور باوجود اسکے کہ معفون عنہ مجاہل ہو ضمان جائز رکھی گئی ہے اور اگر کسی نے
 کہا کہ اگر تیرے بیٹے کو بھڑیے نے کھا لیا یا تیرا مال درندہ نے تلف کیا تو میں ضمان ہوں پس یہ ضمان باطل ہے یہ فضول
 استروشنیہ میں لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے کی طرف سے قرضہ کی کفالت اس شرط پر کی کہ اس مال سے اسقدر کی فلاں
 و فلاں دو شخص کفالت کریں گے اور ان دونوں نے کفالت سے انکار کیا تو قیہ ابو بکر یحییٰ نے فرمایا کہ پہلی کفالت لازم
 ہوگی اور اسکے ترک کا اختیار نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر طالب نے مطلوب سے کہا کہ تو میرا حق جو تجھے
 فلاں شخص پر حوالہ کر دے بشرطیکہ تو بھی مثالی اسکے ضمان میں رہے اور اس نے ایسا ہی کیا تو جائز ہے اور اسکو
 اختیار ہو کہ دونوں میں سے جسکو چاہے ماخوذ کرے اور یہ بمنزکہ کفالت کے ہو کیونکہ جس حوالہ میں اصل کی ضمانت
 بھی شرط ہو وہ کفالت ہو جاتی ہو یہ محیط شرحی میں لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے مال کی جو فلاں
 پر ہے اس شرط سے ضمانت کی کہ میں تجھے فلاں شخص دیگر پر حوالہ کر دوں گا اور طالب راضی ہو گیا پس اگر کفیل نے
 اسکو فلاں شخص پر حوالہ کیا تو جائز ہو اور اگر اس نے حوالہ قبول کرنے سے انکار کیا تو ضمانت جیسا تھا ضمانت پر ہیگا
 پس طالب کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس سے مطالبہ کرے یا اصل سے۔ اور اگر کہا کہ میں نے تیرے مال کی جو فلاں شخص
 پر ہے اس شرط سے ضمانت کی کہ میں تجھے فلاں شخص پر ایک مہینہ تک حوالہ کروں گا تو وہ جب چاہے اس کے
 حوالے کر دیوے اور محتال علیہ پر ایک مہینہ تک ہوگا کذا فی محیط اور کفالت کی مبادی مقرر کرنا جائز ہے اور
 مبادی معلوم ہو اور اگر خفیف سی حالت ہو تو وہ برداشت کیجاتی ہو اور اسکو خیال نہیں کرتے ہیں کذا فی التبین اور
 تمام دین اسباب میں برابر ہیں اور اگر مدت متعارف ہو تو ثابت ہو جائیگی خواہ ایسی مدت ہو جسکے فی الحال
 واقع ہو جائیگا وہم ہو یا ایسا وہم نہ ہو چنانچہ اسوقت تک کفالت کی کہ مفعول لہ اپنے سفر سے واپس آوے اور اگر

سے قولہ کچھ یعنی سوائے قرضہ سابق کے اس قول سے کچھ ہوگا ۱۲ منہ

مدت متوازن سے ہو پس اگر اسکے فی الحال آجائیکا بالکل وہم نہ ہو مثلاً کھیتی کٹنے اور نوروز وغیرہ تک کی شرط ہو تو مدت ثابت ہو جائیگی اور اگر اسکے فی الحال واقع ہو نہ ہو تو ثابت ہوگی مثلاً کسی کی کفالت بالنفس اس شرط پر کہ اگر کسی نے چاہے یا پانی برسنے کے کفالت ہو تو مدت ثابت ہوگی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو۔ امام محمد نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کے نفس کی کفالت ایک مہینہ یا تین دن تک وعدہ کی مدت پر قرار دی تو یہ جائز ہو اور جب کفالت صحیح ہوئی تو کفیل کی بصورت مطالبہ کیا جاسکتا ہے جب ایک مہینہ گزر جاوے اور ہمارے اصحاب سے ظاہر الزام یہ ہیں کہ فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتا ہو کہ ان فی محیط اور سڑچہ میں ہو کہ یہی اصح ہو اور صغریٰ میں ہو کہ کسی پر فتویٰ ہو گا یہ تا نار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں نے فلان شخص کی کفالت بالنفس اس سماعت سے ایک مہینہ تک کی تو بلا خلاف یہ کفالت مہینہ کے گزرنے پر ختم ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے فلان شخص کے نفس کی کفالت ایک مہینہ یا تین دن اختیار کی تو امام محمد نے اس صورت کو کتاب میں ذکر نہیں فرمایا اور شاخ نے اس میں اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ یہ کہنا اور تین روز تک کہنا یکساں ہو اور بعضوں نے کہا کہ کفیل سے اس صورت میں مدت کے اندر مطالبہ کیا جاسکتا ہو اور مدت گزرنے پر بری ہو جائیگا اور اسی قول کی طرف امام عبدالوہد شیبانی کا میلان ہو یہ ظہیر یہ اور محیط میں ہو امام محمد سے روایت ہو کہ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیرے مال کی جو فلان شخص پر ہے اس شرط پر کفالت کی کہ جب وہ طلب کرے گا تو مجھے ایک مہینہ کی میعاد حاصل ہوگی تو یہ جائز ہو پھر جب وہ طلب کرے گا تو اسکو ایک مہینہ کی مہلت ملیگی اور جب مہینہ گزر گیا تو اسکو اختیار ہو گا کہ پہلی طلب پر جس وقت چاہے اسکو ماخوذ کرے اور اگر یہ شرط کفالت کے بعد لگائی ہو تو پہلی طلب پر جب چاہے نہیں لے سکتا ہو یہ محیط سخی میں لکھا ہو۔ اور ہفتی میں ہو کہ کسی نے دوسرے کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی کہ ہر گاہ تو مجھ سے اسکو طلب کرے تو مجھے ایک مہینہ کی مہلت ہوگی پس جب اس نے طلب کیا تو اسی دن اسکو ایک مہینہ کی فرصت دی جائیگی اور جب اس وقت سے ایک مہینہ گزر گیا تو اسکو اختیار ہو کہ پہلی طلب کے موافق جب چاہے اسکو ماخوذ کرے اور اسکو دوسری بار طلب کرنے پر ایک مہینہ کی فرصت نہ ملیگی اور جب اس نے مکفول عنہ کو طالب کے چاہے کیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے برأت کر لی تو وہ اس کی کفالت سے آمیدہ برہی ہے اور اگر اس نے مکفول عنہ کو طالب کے چاہے سہرہ کرنے کے وقت اس سے برأت نہ طلب کی تو طالب کو اختیار ہو کہ اس سے دوبارہ طلب کرے اور یہ دینا یا آمیدہ کے دینے سے بری نہ کرے گا۔ اور جب اس نے ایک بار اسکو سپرد کیا اور برأت نہ طلب کی تو پھر دوبارہ طلب کرنے میں بھی کفیل کو ایک مہینہ کی میعاد اسی روز سے دینا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کا دوسرے پر میعاد ہی قرضہ ہو اور اس نے اس سے کفیل لے لیا تو کفیل پر بھی میعاد ہی ثابت ہو گا اور اگر اس پر فی الحال ہو اور اس کی کفالت کسی نے میعاد ہی طور سے کی تو کفالت صحیح ہوگی اور دونوں کو تاخیر دی جائیگی مگر اس صورت میں کہ طالب نے کفالت کی وقت شرط کر لی کہ تاخیر خاصہ کفیل کی واسطے ہو تو البتہ کفیل سے تاخیر نہ ہوگی یہ خزائنہ المصنفین میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کی طرف سے میعاد ہی قرضہ کی کفالت کی اور کفیل مر گیا تو اسکے ترک سے فی الحال لے لیا جائے گا اور سلف قولہ بری ہوئی کفالت باقی نہ رہیگی اور کفیل کو اس وقت ترک کفالت کا اختیار ہو اور اگر ترک کرے تو کفالت باقی نہ رہیگی۔ آمین

اسکے وارث مکفول عنہ سے ابھی نہیں بلکہ میعاد آجانے پر لین گئے۔ اور اگر اصل مرگیا تو اسکے حق میں دین نے الحال ہو گیا اور کفیل کے حق میں میعاد باقی رہا حتیٰ کہ اگر مکفول نے کفیل سے لینا چاہا اور اصل کے وارثوں سے نہ لینا تو اسکو انتظار کرنا چاہیے تاکہ میعاد آجائے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم کسی مبیع کے ثمن کے فی الحال واجب الادا تھے پھر ان کی کسی شخص نے ایک سال کی میعاد تک کفالت کی تو اسکی دھورتین ہیں ایک یہ کہ میعاد کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا کہ مجھے ہمت دے تو میعاد صرف اسی کے حق میں ثابت ہوگی اور اگر میعاد کو اسنے اپنی طرف منسوب نہ کیا بلکہ مطلقاً ذکر کی اور طالب سپر راضی ہو گیا تو میعاد کفیل اور اصل دونوں کے واسطے ثابت ہو جائیگی اگر کسی شخص کے دوسرے پر ہزار درم میعاد قرض تھے پھر ان کی کسی شخص نے میعاد کی کفالت کی خواہ یہی میعاد رکھی یا اس سے کم یا زیادہ تو یہ جائز ہے اور کفیل کو مال اسی میعاد پر دنیا واجب ہوگا۔ اور اگر مال اصل پر فی الحال واجب ہو اور کفیل نے اس سے موخر کر دیا تو یہ تاخیر اسکے اور کفیل کے حق میں صحیح ہے اور طالب کے حق میں صحیح نہ ہوگی اور اگر طالب نے مطلوب کو تاخیر دی تو اسکے اور کفیل دونوں کے حق میں ہوگی اور کفیل کو کسی قدر تاخیر دی تو خاصۃً اسکے حق میں درست ہوگی کذا فی محیط اور اگر کفیل نے تاخیر کر دیا تو رد ہو جائے گی کذا فی خزائن المفتین پس اگر ایسی صورت میں کہ طالب کفیل کو خاصۃً تاخیر دی ہو کفیل نے قرضہ مدت سے پہلے ادا کر دیا تو حتیٰ تک میعاد نہ گزرے اپنے اصل سے نہ لیکنا سیطر عامہ روایات میں آیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بسو طین ہے کہ اگر مال قرضہ ثمن مبیع یا غصب ہو اور اسکا کوئی کفیل ہو پھر طالب اصل کو ایک سال کی تاخیر دی اور اسنے قبول نہ کی تو سپر اور کفیل پر مال فی الحال ہوگا جیسا کہ تاخیر دینے سے پہلے تھا یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اس سے کسی دوسرے نے کفالت کی پھر طالب نے اصل کو تاخیر دی تو دونوں کفیلین سے بھی تاخیر ہو گئی اور اگر اس نے پہلے کفیل کو تاخیر دی تو دوسرے کفیل سے بھی ہو جائیگی اور اصل پر مال فی الحال رہے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کسی سے ہزار درم کی کفالت ایک سال کی میعاد پر کی پھر کفیل نے میعاد سے پہلے قرضہ کے عوض طالب کا ہتھ ایک غلام فروخت کر کے پھر کر دیا پھر وہ غلام مستحق میں لے لیا گیا تو مال کفیل پر اپنے میعاد پر واجب الادا ہوگا۔ اور اسی طرح اگر طالب مشتری نے حکم قاضی عیوب کی وجہ سے اسکو واپس کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر واپس کرونا بدین حکم قاضی ہو یا دونوں بیع کا قائلہ لیں تو میعاد قرضہ کی عین نہ کریگی۔ اور اگر اسکے ہاتھ غلام نہ فروخت کیا بلکہ جلدی کر کے اسکو قبل میعاد قرضہ ادا کر دیا پھر اسنے اسکو ستون پایا اور واپس کیا تو مال کفیل پر میعاد پر واجب الادا ہوگا اور سیطر اگر ان کو زیوت پایا نہ رہے یا با اور قاضی کے حکم سے یا بلا حکم قاضی واپس کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اسنے مال داکرنے کے وقت آگاہ کیا تھا کہ یہ زیوت میں اور با اس ہمہ اسنے قبضہ کر لیا تو جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ مگر کسی شخص نے مال کی کفالت کی اور اصل نے طالب کا ہتھ ایک غلام بعض اس مال کے فروخت کیا اور سپر کر دیا یا ہاتھ لگا کر اصل کی نجات کی وجہ سے کفیل بھی بری ہو گیا پھر طالب کا پاس غلام

سلہ قرضہ میں یعنی یہ تاخیر قرضہ کے حق میں نہ ہوگی اور قرضہ خواہ کی تاخیر اگر اصل کو ہو تو کفیل بھی باوگنا اور برعکس نہیں ہے ۱۱

استحقاق میں لیا گیا یا عیب کی وجہ سے اسے قاضی کے حکم سے واپس کر دیا تو مال کفیل کے ذمہ عود کر گیا اور اگر بدون قاضی کے حکم سے واپس کر دیا تو کفیل کے ذمہ عود نہ کر گیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک قرضہ کی کفالت معادی طور سے کی تو کفالت جائز ہو اور کفیل اسی معاد پر ہو گا جو اس نے بیان کی ہو اور اصل پر فی الحال واجب ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کفیل واصل کو ایک مہینہ کی تاخیر دی پھر ایک سال کی تاخیر دی تو مہینہ اسی سال میں داخل ہو گیا اور ایک زمانہ میں تمام ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام محمد نے کتاب الاصل میں لکھا ہے کہ شرط خیال کفالت میں صحیح ہو اور جو امام محمد نے ذکر کیا اسکی ضرورت یہ ہے کہ اگر کسی نے فراد کیا کہ میں نے فلان شخص کے واسطے ہزار درم کی کفالت تین روز کے خیال پر کی پس اگر طالب نے اسکی تصدیق کی تو خیال ثابت ہو گا اور اگر تکذیب کی تو حقیق اس پر گواہ قائم نہون خیال ثابت ہو گا

کذا فی الذخیرہ

تیسرا باب۔ دعویٰ اور ضمانت کے بیان میں کسی شخص نے دوسرے کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی پھر کفیل نے دعویٰ کیا کہ جس مال کی میں نے کفالت کی ہو وہ قمار یا شراب کا من یا اسکے مانند کہ جو واجب نہیں ہوتا ہو تو اسکا قول مقبول نہ ہو گا اور اگر مگھول لہ پر اسے گواہ پیش کیے اور وہ انکار کرتا ہو تو گواہی مقبول نہ ہو گی اور اگر اسے چاہا کہ طالب کو قسم دلا دے تو اسکی طرف التفات نہ کیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر کفیل نے طالب کے اسل قرار پر کہ یہ قمار یا من خمر وغیرہ سے گواہ پیش کیے کہ اسے ایسا اقرار کیا ہو تو اسکی گواہی کی سماعت نہ ہو گی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کفیل نے طالب کو مال ادا کر دیا اور چاہا کہ مگھول عنہ سے لیوے اور طالب غائب ہو گیا پھر مگھول عنہ نے کہا کہ یہ مال قمار یا شراب کا من تھا یا مردار کا من تھا اور کفیل پر گواہ قائم کرنا چاہے تو اسکی گواہی مقبول نہ ہو گی اور حکم کیا جاوے گا کہ کفیل کو مال ادا کر دے اور اس سے کہا جائیگا کہ اپنے ختم کو تلاش کر کے اس سے مخاصمہ کرے۔ پس اگر کفیل کے مال لینے سے پہلے طالب حاضر ہوا اور اسے بحضور قاضی اقرار کیا کہ یہ مال شراب کا من یا منٹل سکے ہو تو اصل و کفیل دونوں بری ہو جائیں گے۔ اور اگر قاضی نے کفیل کو بری کیا پھر مگھول عنہ حاضر ہوا اور اقرار کیا کہ یہ مال قرضہ یا بیع کا من تھا اور طالب نے اسکی تصدیق کی تو مال مگھول عنہ کے ذمہ لازم ہو گا اور کفیل پر دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی اور حوالہ اس حکم میں بمنزائے کفالت کے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ تین شخصوں میں سے ہر ایک کے ایک ہزار درم کسی شخص پر بدون باہمی شرکت کے قرض ہیں پھر دو شخصوں نے تیسرے شخص کے واسطے زید پر گواہی دی کہ اسے مطلوب کے نفس کی کفالت کی ہے تو گواہی مقبول نہ ہو گی اور اگر قرضہ ان میں مشترک ہو تو گواہی مقبول نہ ہو گی یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص پر مال بذمہ کی کفیل ہو نیکاد دعویٰ کیا اور دو گواہ لایا کہ انھوں نے گواہی دی مگر زمانہ یا مکان میں اختلاف کیا

قوله یعنی عود پھر کفیل ہو جائے گا ۱۲ **قوله** زمانہ آٹھ مہینہ علاوہ سال کے ہو گا بلکہ اسی مہینہ سے سال شروع ہو گا ۱۲ **قوله** خصم یعنی مگھول لہ غائب اور **قوله** بری اگر کسی کو نہ مسلمان کے حق میں شراب قابل من نہیں ہے ۱۲۔

توقاضی ایسی گواہی قبول کرے گا۔ اور اگر زمانہ اور مکان میں دونوں متفق رہے اور میعاد میں اختلاف کیا اور دعویٰ مال کی کفالت میں تھا پس ایک نے کہا کہ ایک مہینہ کی میعاد تھی اور دوسرے نے کہا کہ دو مہینہ کی میعاد تھی پس اگر مدعی دونوں مدتوں سے کم مدت کا دعویٰ کرتا ہو توقاضی دونوں کی گواہی قبول کرے گا اور اگر مدعی زیادہ مدت کا دعویٰ کرتا ہو تو دونوں کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر گواہی دی کہ اس نے فلان شخص کی طرف سے ہزار روپ کی کفالت کی ہو مگر ایک نے قرضہ میں ایک سال کی میعاد بتلائی اور دوسرے نے فی الحال بیان کیا اور طالب بھی فی الحال ہو نیکا دعویٰ کرتا ہو اور کفیل نے کفالت سے انکار کیا یا اقرار کیا اور میعاد کا دعویٰ کیا تو دونوں صورتوں میں مال سپر فی الحال واجب ہو یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے۔ اور اگر دعویٰ کفالت بالنفس کا ہو اور ایک گواہ نے ایک مہینہ کی مدت بیان کی اور دوسرے نے دو مہینہ کی تو شیخ الاسلام نے اس مسئلہ میں بھی تفصیل سے حکم دیا ہے یعنی اگر مدعی کم مدت کا مدعی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر زیادہ مدت کا مدعی ہو تو مقبول نہوگی اور شمس الائمہ سخی نے بلا تفصیل بیان کیا ہے کہ گواہی مقبول ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک معانیہ کا گواہ تھا اسنے کفالت کا واقع ہونا بالمعانیہ بیان کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ کفیل نے کفالت کا اقرار کیا ہو تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دو گواہوں نے ہزار روپ کی کفالت واقع ہونے کی گواہی دی مگر لفظ میں دونوں نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ اسنے کفالت کی اور دوسرے نے کہا کہ اسنے ضمانت کی یا ایک نے کہا کہ اسنے کہا کہ یہ میری طرف ہزار روپ دوسرے نے کہا کہ مجھے ہے تو گواہی جائز ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر مال معین کا دعویٰ کیا اس سبب سے کہ اسنے مدعی کے واسطے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی تھی اور کفول عنہ کا نسب نہ بیان کیا تو کیا یہ دعویٰ صحیح ہو پس شمس الائمہ اور چند ہی نے جواب دیا کہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہو اور اسی طرح ظہیر الدین مرغینانی بھی فتویٰ دیتے تھے اور امام محمد نے فرمایا ہے کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اس شخص کے واسطے کسی آدمی کے نفس کی کفالت کی ہو اور اس آدمی کا نام نہیں جانتے ہیں لیکن اسکی صورت پہچانتے ہیں تو یہ جائز ہو اور کفیل سے اسکا مواخذہ کیا جائیگا اور اسی طرح اگر گواہ نے کہا کہ ہم اسکی صورت بھی نہیں پہچانتے ہیں تو بھی کفیل سے مواخذہ کیا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ اس کو بیان کرے پس اگر کفیل کسی شخص کو نے آیا اور کہا کہ کفول عنہ یہ ہو اور طالب نے اسکی تصدیق کی تو خیر ہو اور اسکی قسم نہ لی جائے گی اور اگر اسکی تکذیب کی تو اس صورت میں دعویٰ اور انکار کا حکم معتبر رکھا جائیگا۔ پس یہ مسئلہ جو مذکور ہوا اس امر کی دلیل ہے کہ کفالت کے دعوے میں کفول عنہ کا نام و نسب نہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ کی وضع یہ ہو کہ کفالت ایک شخص معین سے واقع ہوئی لیکن گواہ اسکو نہیں پہچانتے ہیں اور نہ اسکا نسب جانتے ہیں پس یہ کفالت واقع نہیں اور فی نفسہ شخص معلوم ہے ہو اور جو صورت شمس الاسلام سے مذکور ہے یعنی مدعی نے کہا کہ اس شخص نے کسی آدمی کی طرف سے کفالت کی ہو اور اس سے نکرہ ہو پس یہ کفالت فی نفسہ مقبول ہو پس دعوے صحیح نہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر کفالت بالنفس کی گواہی دی مگر ایک نے کہا کہ کفول عنہ ہے

۱۔ قولہ یہ میری طرف سے واقع ہوئی ۲۔ قولہ دعویٰ یعنی مدعی پر گواہ اور منکر پر قسم ۱۲

نہیں ہو۔ اور دوسرے نے کہا کہ مجھ پر تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ طالب ایک ہی کی کفالت کا دعویٰ کیا یا دونوں کی اور اگر ایک شخص نے دوسرے پر دو شخصوں کی کفالت بالنفس کا دعویٰ کیا اور دو گواہ پیش کیے انھیں ایک کی کفالت پر گواہی دی اور دوسرے کی کفالت میں اختلاف کیا اس طرح کہ ایک نے اس کی طرف سے کفالت کر لینے کا بھی اقرار کیا اور دوسرے نے اس کے حق میں سکوت کیا اور کہا کہ یہ مجھے نہیں معلوم کہ یہ وہی ہو یا اور یہ پس کفالت اس کی کفالت باب میں پکڑا جائیگا جس میں دونوں متفق ہوئے اور دوسرے کی کفالت کا حکم نہ دیا جائیگا۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے ہمارے باپ اور فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت کی ہو تو یہ گواہی باطل ہوگی کیونکہ انھوں نے ایک ہی گواہی دی اور ان کی گواہی ان کے باپ کے حق میں نامقبول ہو پس دوسرے کے حق میں بھی جاتی رہی اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے فلان شخص کے واسطے فلان شخص کے نفس کی کفالت اس شرط پر کی ہے کہ اگر میں کل کے روز اسکو نہ پہونچا دوں تو جو اسپر ہو وہ مجھ پر گواہی دے نہ ہر آدمی ہن تو ایسی گواہی جائز ہے۔ پس اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے مفلول عنہ کو اسی روز پہونچا دیا ہو تو وہ کفالت سے بری ہوگا۔ اگر دونوں نے مال میں اختلاف کیا ایک نے کہا کہ ہزار درم تھا اور دوسرے نے پانچ سو درم بیان کیے اور دونوں کفالت بالنفس پر متفق ہوئے تو قاضی کفالت بالنفس کا حکم دیے کیونکہ اس میں اختلاف نہیں ہوا اور کفالت بالمال میں دونوں نے اختلاف کیا اور امام اعظم کے نزدیک گواہوں کا مال میں اس طرح گواہی دینا مقبول نہیں خواہ مدعی دونوں میں سے کم کا دعویٰ کرتا ہو یا زیادہ کا اور اگر دونوں گواہوں نے اس طرح اختلاف کیا کہ ایک درم کی گواہی دی اور دوسرے نے دیناروں کی تو کچھ بھی گواہی جائز نہیں ہو خواہ مدعی دونوں میں سے کم کا دعویٰ کرتا ہو یا ایک قسم کا۔ اور اگر دونوں نے مال میں اتفاق کیا کہ ہزار درم ہو مگر اس طرح اختلاف کیا کہ ایک نے کہا کہ تھل ^{دینار} اور دوسرے نے کہا کہ ثمن مبیع ہو اور مدعی نے دعویٰ کیا کہ ثمن مبیع ہو تو ایسی صورت میں کچھ حکم نہ دیا جائیگا مگر جبکہ اس طرح توفیق دیا جائے کہ حقیقت میرا اسپر ثمن مبیع تھا مگر اس نے دوسرے گواہ کے سامنے اقرار کیا کہ مجھ پر قرض ہو۔ اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ مدعی نے ایک ہی قسم کا دعویٰ کیا ہو اور اگر دونوں میں سے کسی کا دعویٰ کیا تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی اور ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور اگر دونوں شاہد مال کے مدعی کے بغیر ہوں تو دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور ہزار درم کا حکم دیا جائیگا۔ منہام فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے سوال کیا کہ اگر بڑے عمرو پر دعویٰ کیا کہ اس نے خالد کی کفالت بالنفس کی ہو اور مدعا علیہ نے انکار کیا پھر مدعی نے بغیر پر گواہ پیش کیے کہ اس نے خالد کے نفس کی کفالت کی ہو تو امام نے فرمایا کہ کفالت اسکے ذمہ لازم ہوگی پھر اگر بغیر نے گواہ پیش کیے کہ کفالت اسکے حکم سے کی ہو تو فرمایا کہ گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے کی طرف سے اس کی جو اسپر قاضی حکم کرے ضمانت کی پھر مفلول عنہ فاسد ہو گیا

قولہ اس کی میں اس مفلول عنہ کے واسطے اخذ ہوگا اور قولہ ایک ہی گواہی مدعی ایک ہی عبارت میں اولیٰ منہ ^{۱۲} قولہ کہ مال لینے در صورتیکہ مال کے دعوے میں ان کی کفالت مدعا علیہ کی طرف سے تھی تو گواہی مردود ہے کیونکہ گواہی میں انکار نفع ہے پس زائد مال کی کفالت میں بدرجہ اولیٰ گواہی مردود ہوگی ۱۲ منہ

پھر طالب نے کفیل پر گواہ پیش کیے کہ طالب کے غائب پر ہزار درم ہیں تو قاضی اسکا حکم نہ دیکھتا کہ کفیل پر ہزار درم اصل پر کیونکہ اسنے کفالت غیر لازمہ کا دعویٰ کیا اسیلئے کہ کفالت جب لازم ہو کہ اصل پر حکم دیا جاوے اور میں ہرگز ثابت نہیں ہوا حتیٰ کہ اگر طالب نے کہا کہ میں نے بعد کفالت کے مطلوب کو فلان قاضی کے سامنے پیش کیا اور ہزار درم کے اسپر گواہ پیش کیے اور اس نے میرے لیے اسکا فیصلہ کیا ہے اور کفیل نے انکار کیا پھر طالب نے اسپر گواہ پیش کیے تو قاضی اسپر ہزار درم کا حکم دیکھا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی شخص پر بیان لایا کہ میرے فلان غائب پر ہزار درم ہیں اور یہ شخص اسکی طرف سے اسکے حکم سے میرا کفیل ہے تو قاضی کفیل اور مقبول عنہ پر حکم کرے گا اور چونکہ اسکا حکم ثابت ہوا اسواسطے کہ کفیل نے جو ادا کیا وہ مقبول عنہ سے لے لیا اور اگر اسنے کفالت کا دعویٰ بلا حکم مقبول عنہ کے پیش کیا تو قاضی کفیل پر مال کا حکم دیکھتا کہ اصل پر ہزار درم یہ دعویٰ کیا کہ تو نے میرے لیے فلان شخص کی طرف سے جو کچھ میرا اسپر ہے کفالت کی ہے اور اسپر میرے ہزار درم ہیں پھر مال اور کفالت دونوں پر اسنے سپر بیان قائم کی تو کفیل اور غائب دونوں پر مال کا حکم دیا جائیگا خواہ اسنے کفالت کا اس کے حکم سے دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن اگر کفالت مقبول عنہ کے حکم سے واقع ہوئی ہوگی تو کفیل اس سے یہ مال جو ادا کیا ہے واپس لے لیا ورنہ نہیں لے سکتا ہو یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کفالت کے دو گواہوں کی گواہی ہو تو گواہی ہونے لگی اور کہا کہ ہم کفیل اور مقبول عنہ کو نہیں پہچانتے ہیں لیکن فلان و فلان نے اپنی گواہی پر ہم کو گواہ کیا کہ فلان بن فلان جو مخدومی نسب کا ہے اسنے اس شخص کے واسطے فلان بن فلان صدیقی کے نفس کی کفالت کی ہے تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی پھر بعد اسکے اگر اس شخص نے جب کفالت کا دعویٰ تھا اتر کر کیا کہ میں فلان بن فلان ہوں تو اس سے مواخذہ کیا جاوے لیا اور اگر انکار کیا تو دعویٰ کو دوسرے گواہوں کی ضرورت ہوگی کہ یہ گواہی دیوں کہ یہی مدعا علیہ فلان بن فلان مخدومی نسب کا ہے کذا نے المحیط -

چوتھا باب - دو شخصوں کی کفالت کے بیان میں۔ دو شخصوں پر کسی شخص کے ہزار درم قرض کے یا کسی مال کے نشن کے ہیں۔ اور ہر ایک نے دونوں میں سے دوسرے کی کفالت کی پس جو ایک نے ادا کیا وہ اسی کی طرف سے ہو گا اور اپنے شریک نہیں لے سکتا جو جب تک کہ نصف سے زیادہ اسنے نہ ادا کیا ہو پس اگر جو ادا کیا ہے نصف سے زیادہ تو بقدر زیادتی کے لے سکتا ہے کذا فی الکافی اور اگر اسنے کہا کہ یہ اس میں ہے جو میں نے اپنے شریک کی کفالت کی ہے تو اسکا قول مقبول نہ ہو گا جب تک کہ یہ مال اسکے حصہ سے زائد نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص پر ہزار درم تھے پھر کسی شخص نے پورے ہزار درم کی کفالت اختیار کی پھر دوسرا آیا اور اسنے بھی پورے ہزار درم کی کفالت کر لی پھر ہر ایک نے دونوں کفیلوں میں سے پورے ہزار درم کی دوسرے کی طرف سے کفالت کر لی پس جو ہر ایک ادا کرے وہ دونوں سے شائع ادا ہو گا پس اسکا اوصاف اپنے شریک سے لے سکتا ہے کذا فی شرح النافع پھر دونوں اپنے اصل سے لے سکتے ہیں اور اگر چاہے **۱۷** قولہ گواہ یعنی قاضی فلان نے ایسا فیصلہ کیا ہے تو قاضی کفیل پر کفالت کا حکم کرے گا **۱۸** قولہ شائع یعنی دونوں کی طرف سے مشترک **۱۲**

کفیل دوسرے سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر کفیل بھی دوسرے کفیل کی طرف سے کفیل ہو اور ایک نے ادا کیا تو ادا کرنے والا دونوں سے دولت لے لیا اور بے المال ہر ایک سے ہزار درہم لے سکتا ہے یعنی ایک ہی سے بیگا مگر ہر ایک سے مطالبہ کر سکتا ہو۔ اور یہ اس صورت میں کہ دونوں کفیلوں پر قابو پایا اور اگر ایک پر قابو پایا تو اس سے نصف لیا پھر دونوں تیسرے سے ایک تہائی لین گے اور اگر غائب پر قابو پایا تو ہر ایک اس سے چھٹا حصہ لیا پھر سب ملکر اچیل سے ہزار درہم لین گے اور اگر دوسرے کفیل سے پہلے اچیل پر قابو پایا تو اس سے کامل ہزار درہم لیا امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر دو شخصوں نے کسی شخص کے واسطے ہزار درہم کا قرض کیا اس شرط پر کہ اس مال کے عوض اسکو اختیار ہو کہ دونوں میں سے جس سے چاہے وصول کرے تو یہ بمنزلہ اسکے ہو کہ ہر ایک نے دوسرے کے حکم سے کفالت اختیار کی یہ محیط شرعی نہیں ہے۔

باب پنجم غلام اور ذمی کی کفالت کے بیان میں غلام سے کفیل یا مال کی کفالت کرنا برون مالک کی اجازت سے جائز نہیں ہو مگر آزاد ہو کر ماخوذ ہو سکتا ہو یہ محیط شرعی نہیں لکھا ہو اور تجارت کے واسطے اجازت دنیا کفالت کی اجازت نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر مالک نے کفالت کی اجازت دی اور اسنے مالک جنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی تو صحیح ہو خواہ اسکو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو جبکہ اسپر قرض نہو اور یہی حکم باندی اور مدبرہ اور ام ولد کا ہو لہذا فی المحيط اور کفالت کے قرضہ کے عوض خود فروخت کیا جائیگا مگر جب اسکا مولیٰ قدیم دیوے تو نہیں یہ بدائع میں لکھا ہو۔ اور اگر غلام پر قرض نہو اور اسنے اپنے مالک یا جنبی کی طرف سے مال کی کفالت کی اور مالک نے اجازت دی تو جب تک وہ مملوک ہو اسپر کچھ دنیا لازم نہو گا اور جب آزاد کیا گیا تو اس کے ذمہ لازم ہو گا یہ محیط میں لکھا ہو مالک کا غلام کی طرف سے کفالت کرنا صحیح ہو خواہ کفالت بالنفس ہو یا بالمال خواہ غلام پر قرض ہو یا نہو یہ نہایت میں لکھا ہو اور مکاتب کو کسی جنبی کی کفالت کرنا جائز نہیں ہو خواہ مالک نے اسکو اجازت دی ہو یا نہی ہو و لیکن کفالت منقذ ہو جائیگا حتیٰ کہ بعد ازادی کے پکڑا جائیگا اور اگر مکاتب مالک کی طرف سے کفالت کی تو جائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے غلام کی طرف سے مال کی ضمانت کی تو بعد ازادی کے پکڑا جائیگا پس اگر اسنے مال تلف کر دینے کا اقرار کیا اور اسکے مالک نے تکذیب کی یا اس نے مالک کو وہ مال قرض دیا یا اس کے ہاتھ فروخت کیا اور وہ تصرف سے باز رکھا گیا ہو اور فی الحال یا مبعادی ہو نا کچھ نہ بیان کیا تو اسکا کفیل فی الحال ماخوذ ہو گا یہ کافی میں لکھا ہے۔

اسی طرح اگر اسکو کچھ ودیعت دی اور اس نے تلف کر دی یا بلا اجازت مالک کے اسنے شہرہ سے کسی عورت سے وطی کی تو فی الحال اس سے مواخذہ نہ کیا جائیگا اور اگر اسکی کسی شخص نے ضمانت کی اور فی الحال یا مبعادی ہو نہ مانہ بیان کیا تو کفیل پس فی الحال ادا واجب ہوگی یہ بھر طریق میں لکھا ہو پھر جب اسکی طرف سے ادا کیا تو بعد ازادی کے اس سے لیا نہیں ملے گا۔

قوله ذمی وہ کفار جو دار الاسلام میں مطیع ہیں ۱۲ منہ ۱۳ منہ ۱۴ منہ ۱۵ منہ ۱۶ منہ ۱۷ منہ ۱۸ منہ ۱۹ منہ ۲۰ منہ ۲۱ منہ ۲۲ منہ ۲۳ منہ ۲۴ منہ ۲۵ منہ ۲۶ منہ ۲۷ منہ ۲۸ منہ ۲۹ منہ ۳۰ منہ ۳۱ منہ ۳۲ منہ ۳۳ منہ ۳۴ منہ ۳۵ منہ ۳۶ منہ ۳۷ منہ ۳۸ منہ ۳۹ منہ ۴۰ منہ ۴۱ منہ ۴۲ منہ ۴۳ منہ ۴۴ منہ ۴۵ منہ ۴۶ منہ ۴۷ منہ ۴۸ منہ ۴۹ منہ ۵۰ منہ ۵۱ منہ ۵۲ منہ ۵۳ منہ ۵۴ منہ ۵۵ منہ ۵۶ منہ ۵۷ منہ ۵۸ منہ ۵۹ منہ ۶۰ منہ ۶۱ منہ ۶۲ منہ ۶۳ منہ ۶۴ منہ ۶۵ منہ ۶۶ منہ ۶۷ منہ ۶۸ منہ ۶۹ منہ ۷۰ منہ ۷۱ منہ ۷۲ منہ ۷۳ منہ ۷۴ منہ ۷۵ منہ ۷۶ منہ ۷۷ منہ ۷۸ منہ ۷۹ منہ ۸۰ منہ ۸۱ منہ ۸۲ منہ ۸۳ منہ ۸۴ منہ ۸۵ منہ ۸۶ منہ ۸۷ منہ ۸۸ منہ ۸۹ منہ ۹۰ منہ ۹۱ منہ ۹۲ منہ ۹۳ منہ ۹۴ منہ ۹۵ منہ ۹۶ منہ ۹۷ منہ ۹۸ منہ ۹۹ منہ ۱۰۰ منہ

اسکے حکم سے ہو یہ تبیین میں لکھا ہے امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا ہے کہ کسی شخص نے غلام پر قرض کا دعویٰ کیا اور ایک شخص نے غلام کے نفس کی کفالت کی پھر غلام مر گیا تو کفیل بری ہو گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر غلام کے قابض پر نفس غلام کا دعویٰ کیا اور کسی نے غلام کے نفس کی کفالت کر لی پھر غلام مر گیا پھر مدعی نے گواہ پیش کیے کہ وہ غلام میرا تھا تو کفیل اسکی قیمت کا ضامن ہو اور اگر مدعی کی ملکیت اس قابض کے اقرار سے یا قسم سے یا زور ہٹنے کی وجہ سے ثابت ہوئی ہو اور وہ غلام قابض کے پاس مر گیا تو غلام کی قیمت کا حکم مدعی علیہ بری ہو گا اور کفیل کے ذمہ کچھ لازم نہ ہو گا مگر جبکہ وہ بھی مثالی اپنے اخیل کے اقرار کرے اور امام محمدؒ تائیدی نے ذکر کیا ہے کہ غلام کے مرجانے میں قابض کے قول کی تصدیق نہ کی جائے گی اور وہ اور کفیل قید کیے جاویں گے پھر جب دیر ہوگی تو قیمت کی ضمان لے لی جائے گی یہ نہایت میں لکھا ہے جاننا چاہیے کہ کفالت کے احکام میں اہل ذمہ اور اہل اسلام برابر ہیں مگر سورا اور شراب کے باب میں فرق ہے پس اگر کسی دمی کی شراب دوسرے پر فرض تھی یا غضب کی تھی اور اسکی کسی دمی نے کفالت کی تو جائز نہ ہو۔ پھر اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو اسکی چند صورتیں ہیں یا تو طالب مسلمان ہو اور اس صورت میں ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفیل شراب اور اسکی قیمت سے بری ہو اور یا مطلوب مسلمان ہو تو وہ بھی شراب اور اسکی قیمت سے بری ہو گا اور اسکی بابت سے کفیل بھی بری ہو گا ورنہ قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے بھی مروی ہے اور زفرؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کی ہے کہ مطلوب پر شراب کی قیمت ہوگی اور کفیل اپنی کفالت پر بری ہو گا اور یہی قول امام محمدؒ کا ہے اور اگر کفیل خاصۃً مسلمان ہو تو اس صورت میں شراب بالکل اسپر سے ساقط ہو جائیگی کہ اسکو بدل بھی نہ دینا چاہیے اور یہی قول اخیر امام اعظمؒ کا اور قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک طالب کو اختیار ہو چاہے تو اخیل سے عین شراب لیوے یا کفیل سے شراب کی قیمت لیوے۔ اور اگر سب لوگ مسلمان ہو گئے تو بلا بدلے کے شراب ساقط ہو جائیگی اور اسی طرح اگر طالب اور کفیل یا طالب اور اخیل مسلمان ہوئے تو بھی بلا بدل ساقط ہوگی اور اگر کفیل اور اخیل مسلمان ہوئے تو بھی امام اعظمؒ کے قول خیر ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک بلا بدل ساقط ہو جائیگی اور امام محمدؒ کے نزدیک طالب کو اختیار ہو جس سے چاہے مطالبہ کرے۔ اگر غیر کسی بیع کا مٹن ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہو گئے تو کفیل عین شراب اور اسکی قیمت سے بالاجمل بری ہو جائیگا اور اگر کفیل مسلمان ہو تو طالب اپنے مطلوب سے عین خمر کا مطالبہ کرے گا اور کفیل شراب اور اسکی قیمت سے بری ہو گا ورنہ آخر قول امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسکے حق میں عین شراب سے بدل کر قیمت کی طرف تخیل ہوگی اور طالب اس سے قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے اگر شراب بسبب سلم کے واجب ہوئی ہو اور طالب اور مطلوب دونوں مسلمان ہو گئے تو سلم باطل ہو گئی اور اسکے بطلان سے اخیل بری ہو تو کفیل بھی بری ہو گیا اور اگر کفیل مسلمان ہو تو بلا خلاف بری ہو گیا اور طالب کی شراب مطلوب کی طرف اپنے حال پر باقی ہو کہ ذاتی محیط اور اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ طالب کا مسلمان ہونا جبر سے شراب کو کھو دیتا ہے کیونکہ سپرد کرنا اس کی طرف سے ممنوع ہوا ہے۔ اور مطلوب کا مسلمان ہونا بھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایسا ہی ہے کیونکہ اب اسکو سپرد کرنا ممنوع ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک باطل نہیں کرتا ہے بلکہ عین سے سخریل کر کے

قیمت کی طرف لاتا ہو کیونکہ امتناع حقہ کی طرف نہیں ہو بلکہ اسکی طرف سے ہو جس پر حق ہے۔ اور کفیل طالب کے لحاظ سے مطلوب ہو اور مطلوب کی نسبت طالب ہو۔ ایک نصرانی نے دو عورتوں نصرانیہ سے شراب پر اس شرط سے خلع کیا کہ ہر ایک عورت دوسرے کی کفیلہ ہے پھر نصرانی مسلمان ہو یا سب ساتھ مسلمان ہو گئے تو دونوں عورتیں کفالت سے بری ہو گئیں اور جو ان پر واجب ہو بدل کر قیمت کی طرف آیا اور اگر ایک مسلمان ہو گئی تو اس پر قیمت ہو گئی اور دوسری عورت پر شراب رہی۔ پس اگر مسلمان ہونے والی عورت نے قیمت ادا کر دی تو دوسری سے نہیں لے سکتی ہے۔ اور اگر کافر نے تمام عمر ادا کر دی تو مسلمہ کے حصہ کی قیمت اس سے لے لیگی۔ اگر دونوں عورتیں ساتھ مسلمان ہو گئیں اور نصرانی مسلمان ہوا تو ہر ایک پر جو حق کفالت اور اصدالت کی راہ سے ہو تحویل پا کر قیمت کی طرف رجوع کر گیا۔ اور جس عورت نے کل قیمت ادا کر دی وہ دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتی ہو۔ اگر دونوں کے سچھے مسلمان ہو گئے تو ان پر تحویل سے قیمت واجب ہوگی اور اگر دوسری مسلمہ نے سب قیمت ادا کر دی تو پہلی سے واپس لے لیگی اور اگر پہلی عورت مسلمہ نے ادا کی تو اس سے نہیں لے سکتی ہو اور اگر ایک مسلمان ہوئی پھر اسکا شوہر مسلمان ہوا پھر دوسری اسلام لائی تو حبقہ حق پہلی عورت پر ہو تحویل ہو کر قیمت کی طرف رجوع کر گیا پس جیل سے قیمت ادا کی تو دوسری سے کچھ نہیں لے سکتی ہو اور جو دوسری عورت پر ہو اصلہ تحویل پا کر قیمت ہوگی اور کفالت کی راہ سے خروج کا حق اس پر نہیں ہو اگر ایک نصرانی دو نصرانی عورتوں سے ایک خوئے سے جو ان دونوں پر شراب پر صلح کر دی اور ہر ایک عورت دوسری عورت کی کفالت کی تو اسکی صورتیں بلافرق وہی نکلتی ہیں جو خلع میں مذکور ہوئی ہیں یہ کافی ہیں لکھا ہو۔ اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی پر شراب یا سور کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ کے نفس کی کسی مسلمان نے کفالت کر لی اور اسکی خصوصیت کا وکیل اور جو کچھ حکم دیا جائے اسکا ضامن بنایا تو کفالت بالنفس جائز ہو لیکن مکروہ ہے پھر اگر اس پر گواہی ہو کر شراب یا سور کا فیصلہ ہوا تو کفیل مہلازم ہونے کے باب میں دو صورتیں ہیں کہ اگر اسے شراب اور سور کے تلف ہو نیسے پہلے کفالت کی تو کفیل پر کچھ لازم ہوگا اور اگر دونوں کے تلف ہونے کے بعد کفالت کی تو شراب میں اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور سور کی صورت میں اگر قاضی نے اکیل پر اسکی قیمت میں درم یا دینار کا حکم دیا تو کفیل مہلازم ہون گے اور اگر قاضی نے اس پر قیمت کا حکم نہ دیا تو امام اعظم کے نزدیک کفیل پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ قیمت کی طرف تحویل پانا قاضی کے حکم ہی سے ہو اور وہ یہاں پایا نہ کیا اور صاحبین کے نزدیک قاضی کے حکم کی ضرورت نہیں فقط تلف کر نیسے عین شے منتقل ہو کر قیمت پر جاتی ہو تو وہ قیمت کا کفیل ہوا اور یہ جائز ہے پیچھے میں لکھا ہو۔ مزید کی کفالت یا نہ اس کے دیگر تصرفات موقوف رہتی ہیں اور عورت مریدہ کی کفالت بالاتفاق جائز ہے جیسے اس کے ذمہ تصرفات جائز ہیں اس کے ذمہ دار الحرب میں جامی اور گرفتار ہوئی ہیں اگر

قوله کفیل یا بیض طالب مقدار تو کفیل سے مطالبہ کر سکتا ہو تو وہ مطلوب نہیں لیکن کفیل اپنے کفول غنہ سے مطالبہ کر سکتا ہو واپس کا طالب

قوله خردی خون ناحق سے صلح کی ۱۲ منہ **قوله** عبط اگر کسی نے نزدیک کے قرض کی کفالت کی پھر یہ ہر دو سال بعد نصرانی حاکم سے مع سود قرضہ ادا کرنے کی ڈگری کی تو کیا کفیل پر بھی یہ سود لازم آوے گا اس میں بھی اسی مسئلہ پر قیاس کر کے اختلافی حکم نکالا جاوے کیونکہ یہاں روپیہ حاکم ہوا ہو اور کفیل حبقہ ادا کرے سب اکیل سے لے لیا جائے بعد ۱۲ منہ

کفالت بالنفس تھی تو باطل ہو جائیگی اور اگر کفالت بالمال تھی اور اسکا مال جو تو کفالت مال کی طرف منتقل ہوگی کسی حربی بے نفس یا مال کی کفالت کی اور دار الحرب میں جا ملا پھر امان لیکر آیا تو کفالت اسکو لازم ہوگی کسی مسلمان نے کسی مرتد کے واسطے نفس یا مال کی کفالت کی پھر وہ دار الحرب میں جا ملا تو اسکی کفالت کے حق پر اس کے ورثہ ہوں گے۔ اور اگر وہ واپس آیا اور اسکے وارثوں نے تمام حق پا لیا ہو تو کفیل سب سے ورنہ اسکو اختیار ہوگا کہ کفیل کو ماحوذ کرے یہ محیط سخی میں لکھا ہے۔

متفرقات کفالت بالدرک ہو جائز ہے یعنی بیع کے متعلق ہو جانے کے وقت میں مشتری کو واپس نہ لینے کا التزام کر لینا اگر کفالت بالدرک کی اور بیع استحقاق میں لی گئی تو کفیل سے مواخذہ نہوگا ہر تہا کہ بائع پر ضمان کا حکم دیا جاوے یہ محیط سخی میں لکھا ہے۔ اور کفالت بالدرک میں نفس بائع کی کفالت کرنا بھی جائز ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے اور ضمانت عمدہ ظاہر الروایہ کے موافق باطل ہوگا زانی غایت البیان اور اسکی صورت یہ ہو کہ مثلاً ایک غلام کسی شخص سے خرید لیا پھر اسکے استحقاق میں لیے جانے کے خوف سے مشتری کے لیے ضمان عمدہ کر لی پس ناجائز ہو اور وجہ یہ ہے کہ عمدہ کا لفظ مشترک ہو کبھی قدیمی نوشتہ پر بولا جاتا ہے اور عقد پر حقوق عقد پر اور درک میں ہے اور اختیار بشرط پر بولا جاتا ہے پس معنی بیان کرنے سے پہلے اس پر عمل کرنا معتذر ہو جس حیثیت کی وجہ سے ضمانت باطل ہوگی یہ تبیین میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ فقہ کے نزدیک ضمان خلاص بھی باطل ہے کیونکہ خلاص کے معنی ان کے نزدیک یہ ہیں کہ خلاص کا ضمان ضمانت کرنا ہو کہ میں بیع کو اس کے حقदार سے خلاص کر کے لا محالہ مشتری کے سپرد کروں گا اور یہ التزام امر غیر مقدور ہے پس باطل ہے اور اگر اس طرح ضمانت کرنا ہو کہ یا میں بیع کو خلاص کر کے سپرد کروں یا میں واپس کروں گا تو صحیح ہوتی کیونکہ اسکو وفاق رکھتا ہے اس طرح کہ اگر مستحق نے اجازت دی تو بیع سپرد کرے ورنہ میں یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور کسی شخص نے بائع کی طرف سے مشتری کے واسطے ضمانت کر لی تو اسکی کفالت کے یہ معنی ہیں کہ بیع سپرد کرے اور یہ اقرار ہے کہ میرا کچھ حق اس مکان میں نہیں ہے یہاں تک کہ پھر اگر اس نے دعویٰ کیا کہ مکان میں میری ملکیت ہے یا شفعہ ہو چنچا ہو یا جارہ ہے تو اسکا دعویٰ قابل سماعت نہوگا یہ تبیین میں لکھا ہے اور اگر اس نے حاضر ہو کر ہر کردی اور کفالت نہ کی تو وہ اپنے دعوے پر باقی ہوگا زانی الہدایہ مؤرخ نے فرمایا کہ یہ حکم ایسی صورت پر محمول ہے کہ جب اس نے لکھا کہ فلاں شخص (یعنی خود) خرید فروخت میں حاضر ہوا یا یہ لکھا کہ بیع میرے سامنے واقع ہوئی یا یہ کہ خرید فروخت کا اقرار میرے پاس ہوا تو البتہ اسکو دعوے کا اختیار ہے اور اگر اس نے گواہی میں ایسی بات پیش کی کہ جس سے اس بیع کا صحیح ہونا و نافذ ہونا ثابت ہو مثلاً بیعنامہ میں تھا کہ فلاں شخص اس مکان میں مالک نے اسکو فروخت کیا اور اس نے لکھ دیا کہ میں اس پر گواہ ہوں تو پھر اسکا دعویٰ مسموع نہوگا یہ نہا ہے میں لکھا ہے۔ اگر کفیل بالدرک نے کچھ دین لیا تو باطل ہے اور ضمان نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کے حکم سے اسکی طرف سے کسی نے ایک ہزار روپے کی کفالت کی پھر اصل نے ایک حربی کی بیع بالعبینہ کا حکم دیا تو خرید کفیل کی اور جو نفع بائع نے لیا ہو اسکا بیع عینہ کی صورت یہ ہو کہ مثلاً کسی تاجر نے دس سوئم فرض مانگے اس نے انکار کیا اور ایک کپڑا جو دس درہم کا ہو تا ہو پندرہ درہم میں اسکے ہاتھ چپا تا کہ قرض لینے والا دس سوئم

ظہر کر دی گئی ہے مستحق کی طرف سے

کو فروخت کر لے اور پانچ درم میرے برداشت کرے یہ ہر ایہ بن لکھا ہو اور یہ مکروہ ہو یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسری طرف سے اس کے حکم سے ایک ہزار درم قرضہ کی کفالت کی پھر اصل نے کفیل کو ادا کر دیے پس یا تو اس نے ادا کر دینے کے طور پر دیے ہیں مثلاً مال دیکر کہا کہ تو اسکو اپنے قرضہ میں لے کہ مجھے اسکا اطمینان نہیں ہو کہ طالب اپنا حق تجھ سے لے لے پس ادا کرنے پہلے لے لے یا اسنے بطور الجی کے دیے ہیں مثلاً اصل نے کفیل سے کہا کہ یہ مال لیکر طالب کو پہونچا دے پس اصل کو دو دنوں صورتوں میں واپس کر لینے کا اختیار نہیں ہے پس اگر پہلی صورت واقع ہوئی اور کفیل نے اس میں کچھ تصرف کیا اور نفع اٹھا یا تو نفع اسکا ہو اسکو صدقہ کرنا واجب نہیں ہو لیکن اگر اصل نے قرضہ ادا کر دیا تو امام اعظم کے نزدیک اس میں ایک طرح کی خیانت ہو اور اگر کفیل ہی نے ادا کیا تو بالاجماع اس میں کچھ خیانت نہیں ہو اور دوسری صورت میں اگر نفع اٹھا یا تو امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک نفع اسکو حلال نہیں ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہو اور اگر کفالت ایسی چیز میں ہو کہ جو متعین ہو سکتی ہو جیسے ایک کمر گیمون تھے کہ ان کو کفیل نے اصل سے بطور اداسے قرض کے لیکر قرضہ میں لے لے اور اس میں تصرف کر کے نفع اٹھا تو نفع اسکا ہو گا اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک بہت پسند یہ ہو کہ مکفول عنہ کو واپس کرے اور یہی صحیح ہے اور حسب اسکو واپس دیا اور وہ فقیر ہو تو اسکو حلال ہو اور اگر غنی ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں اور حضرات اسلام نے فرمایا کہ حق یہ معلوم ہوتا ہے کہ حلال ہو اور اگر متعین چیز کو اس نے بطور الجی ہو سیکے لیکر قرضہ کیا تھا تو مثل سابق کے جو چیزیں ہیں گذرا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکا نفع لے لینا حلال نہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال ہے یہ عنایہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے چاہا کہ میں کسی شخص کے نفس کی کفالت کروں اور بالکل کفیل نہ ہوں تو ظاہر الروایہ کے موافق اس میں یہ حیلہ ہو کہ کفیل کفالت کے وقت کہے کہ میں نے فلان شخص کے نفس کی کفالت ایک ہفتہ تک کی اس شرط پر کہ بعد ہفتہ کے میں کفیل نہ ہو گا تو وہ شخص بالکل کفیل نہ ہو گا یہ فضول عیادیہ میں لکھا ہو۔ مجموعہ النوازل میں ہو کہ کسی کے دوسرے پر ہزار درم ہیں اور اسکو کوئی کفیل ہو پھر مطلوب نے طالب سے کہا کہ فلان شخص نے تیرے واسطے میری طرف سے اسکی کفالت کر لی ہو تو مجھے سہی کر دے تاکہ تیرا جھگڑا کفیل سے باقی رہ جاوے اور میں درمیان میں سے نکل جاؤں اور اس نے اسکو سہی کر دیا تو کفیل سہی سہی ہو گیا کیونکہ اصل کی ہرأت سے اسکی ہرأت ہوتی ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے اسکی اجازت سے مال کی کفالت کی اور مکفول عنہ نے اسکو کچھ رہن دیا تو جائز ہے پس اگر رہن تلف ہو گیا تو کفیل نے اپنا تمام حق جو مکفول عنہ پر چاہیے تھا رہن کے تلف ہونے کی وجہ سے حاصل کر لیا اور اسکا حکم اور حقیقتہ وصول کر لینے کا حکم ایک ہی ہے یہ حیلہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کی کفالت بال نفس اس شرط پر کی کہ اگر اسکو ایک سال میں نہ پہونچا دوں تو جو مال اس پر ہے وہ مجھے ہو گا اور وہ ہزار درم تھے پھر مکفول عنہ نے کفیل کو مال کے عوض سال تک کچھ رہن دیا تو طالب نے کفیل نے طالب سے کفالت کے باب میں کہا کہ اگر مکفول عنہ مر گیا اور اسے مجھے مال ادا نہ کیا تو وہ مال مجھے ہو گا پھر مکفول عنہ نے اسکو کچھ رہن دیا تو جائز نہیں ہو اور اگر طالب نے اسکو کفالت سے سہی کیا تو جائز نہیں ہو اور اصل

کا بری کرنا جائز ہو اور اصل یہ ہو کہ جس حق کے عوض رہن درست نہیں ہو اسے بری کرنا بھی درست نہیں ہو یہ فتاویٰ
قاضی خان میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے وکیل کیا کہ موکل کے نفس کی واسطے فلان کفیل کرے اور جو کچھ موکل پر ثابت ہو
اسکا وہ ضامن ہو پس اسے ایک ایسا ہی کفیل دیا پھر موکل پر کسی قدر مال کا حکم دیا گیا تو طالب کو اختیار ہو کہ کفیل کو
گرفتار کرے اور کفیل وکیل کو گرفتار نہیں کر سکتا ہو کیونکہ وکیل یہاں بمنزلہ ایچی کے تھا کیونکہ اس سے ایجاب قبول نہیں پایا
گیا بلکہ صرف اس نے مطلوب کی طرف کفالت کا حکم دیا اور عقد کا حکم دینے والا حقوق عقد میں ماخوذ نہیں ہوتا ہو یہ محیط تشریح
میں لکھا ہو۔ مکتفی میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ اگر کسی نے کہا کہ میں فلان شخص کے واسطے فلان شخص کی طرف
سے جو اس تحریر میں ہو یا جو قاضی کی تحریر میں ہو ضامن ہوا تو یہ باطل ہو اور اگر کہا کہ جو فلان پر آتا ہے اس تحریر میں
اسکا میں ضامن ہوا تو یہ جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے کسی کے لیے اپنے فروخت کیا اور دشمن کا ضامن ہوا یا مضارب
نے کسی مال کے ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہو اور اس طرح اگر دو شخصوں نے ایک غلام کو ایک ہی صفقہ میں فروخت کیا
اور ہر ایک نے دوسرے کے حصہ ثمن کی ضمانت کی تو باطل ہو کذا فی الہدایہ اور اگر دونوں نے دو صفقہ میں مثلاً ہر ایک نے
ایک نصف علیحدہ عقد کے ساتھ فروخت کیا اور ایک نے دوسرے کے حصہ ثمن کی ضمانت کر لی تو جائز ہے وکیل النکاح نے
اگر عورت کے ہر کی ضمانت کی یا بیچ میں ایچی نے اگر ثمن کی مشتری کی طرف سے ضمانت کر لی تو ضمانت صحیح ہو یہ کافی میں لکھا
ہے۔ اگر کسی عورت کے واسطے اسکے شوہر کی طرف سے ہر مہینہ کے نفقہ کی ضمانت کی تو جائز ہو اور اسکو شروع ماہ میں
رجوع کر نہکا اختیار نہیں ہو اور اگر اجارہ میں ہر مہینہ کے اجارہ کی ضمانت کی تو اسکو اختیار ہو گا کہ شروع مہینہ میں
ضمانت سے رجوع کرے اور فرق یہ ہو کہ نفقہ میں ہر مہینہ میں سبب از سر نو شروع نہیں ہوتا ہے اور اجارہ میں از سر نو
شروع ہوتا ہو پس اسکو اختیار ہو کہ کفالت آئندہ کو چھوڑ دے کذا فی الاختیار پس اگر کفیل مر گیا اور اس کے بعد
مستاجر ایک مہینہ مکان میں رہا تو جب قدر اس پر لازم آوے کفیل کے ترکہ پر لازم ہو گا اور موت سے کفالت
مثل کفالت درک کے باطل نہیں ہوتی ہے بخلاف کفالت بالنفس کے کہ وہ باطل ہو جاتی ہے یہ خزائنہ المفہم
میں لکھا ہو۔ اور اجرت کے کفیل کو ادا کرنے سے پہلے یہ اختیار نہیں ہو کہ مستاجر سے مواخذہ کرے اور اگر ادا کر دیا تو
مستاجر سے لے سکتا ہو بشرطیکہ کفالت اسکے حکم سے ہو کسی شخص نے ایسے لڑکے کو جو تصرفات سے باز رکھا گیا ہے
دس درم دیے اور کہا اسکو اپنے واسطے صرف کرے پھر ایک شخص نے دینے والے کی ضمانت کی تو صحیح نہیں
کیونکہ اسنے لڑکے کی طرف سے ایسی چیز کی ضمانت کی جو مضمون علیہ نہیں ہو اور اگر دیدینے سے پہلے کسی نے اس طرح
ضمانت کی کہ تو اسکو دس درم دے اس شرط پر کہ میں تیرے لیے ان دس درم کا ضامن ہوں تو یہ صحیح ہو گا یا ضمان
نے دس درم اس سے قرض لیے اور حکم دیا کہ تو اس لڑکے کو دیدے اور لڑکا اسکی طرف سے قبضہ کا نائب ہو جائیگا
اور اس طرح اگر ایسے لڑکے نے جو تصرفات سے منع کیا گیا ہو کوئی چیز فروخت کی اور دشمن پر قبضہ کر لیا پھر ایک شخص نے
مشتری کے واسطے ضمان درک کی پس اگر لڑکے کے ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ضمانت کی تو کفالت صحیح نہیں ہو اور اگر اس
لے تو مضمون علیہ یعنی لڑکے پر اس کی ضمانت نہ تھی اور غیر مضمون کی کفالت نہیں ہوتی ہو

پہلے کفیل ہو تو صحیح ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی شخص گونگا ہو اور وہ سمجھتا ہے اور لکھتا ہے اور اس نے نفس یا مال کی کفالت اپنے اوپر لکھی یا اسکے واسطے کسی نے کسی چیز کی کفالت کی اور اس نے تحریر سے قبول کیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے رطب یعنی خرباسے ترکی کفالت کی اور اصل پر بوجہ اسکے کہ اسکا زمانہ منقطع ہو گیا تھا رطب کی قیمت کے واسطے قاضی نے حکم دیا تو کفیل پر رطب باقی رہیں گے اور تغیر نہوگا اور اگر اصل سے قیمت لی لی گئی تو کفیل بری ہو جائیگا اور اگر اس نے رطب ادا کر دیے تو اپنے اصل سے قیمت لے لیا گیا کافی میں لکھا ہے۔ مرض الموت کے مریض نے اگر کسی کی طرف سے مال کی کفالت کی پس اگر اس پر اسقدر قرض ہو جو اسکے کل مال کو محیط ہو تو کل کفالت باطل ہو اور اگر قرض نہ ہو تو بقدر تہائی مال کے کفالت جائز ہو اور اگر اس نے کسی وارث کی طرف سے یا کسی وارث کے واسطے کفالت کی تو تہائی بھی جائز ہوگی **قال مترجم** بقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث پس جب وصیت وارث کے حق میں نہ ہوئی تو کفالت باطل ہو گئی۔ اگر مریض نے کسی طرف سے ہزار درہم کی کفالت کی اور اس پر قرض نہیں ہو پھر اس نے کسی جنبی کے واسطے اسقدر قرضہ کا قرار کیا جس کے تمام مال کو محیط ہے پھر کفیل مر گیا تو جس کے لیے قرضہ کا قرار کیا ہو وہ کفیل کے ترکہ کا اس سے زیادہ حقدار ہو جس کے لیے کفالت کی ہو۔ اور اگر اسکا ترکہ اسقدر قرضہ سے جکا قرار کیا ہو زیادہ ہو تو دیکھا جائیگا کہ اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد باقی کی تہائی میں سے کفالت نکل سکتی ہو تو کل کفالت صحیح ہو اور اگر کل کفالت اس سے نہ نکل سکتی ہو تو کفالت بقدر تہائی باقی مال کے جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے امام رضی عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے مال جارہ کی ضمانت کی پھر جارہ فریغ ہو گیا اور انھوں نے اسی مال پر ازیر فرو عقد کیا تو فرمایا کہ وہ شخص کفیل نہ رہے گا یہ تاثر ضانیہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم میعادوی قرض تھے اس نے قرضہ کے واسطے قرضدار سے کوئی کفیل طلب کیا تو ہمارے اصحاب سے ظاہر ہوا تہ کے موافق قاضی کفیل لینے کے واسطے اس پر جبر نہ کرے گا اور مفتی میں مذکور ہے کہ اس سے کفیل دینے کا مطالبہ کرے گا اگرچہ قرض میعادوی ہو اور اسکے بعد ذکر کیا کہ میعادوی قرض میں قاضی نے اگر اس حصہ سے جو غائب ہو جانا چاہتا ہو کفیل لیا تو اسکو نافذ کرے گا اس دلیل سے کہ عورت نے اگر اپنے نفقہ کے واسطے اپنے شوہر کے سفر کو جانے کے وقت کفیل طلب کیا تو استحساناً امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی اس سے ایک مہینہ کے نفقہ کے واسطے کفیل لیا اور یہ لوگوں کے حق میں کہانی کے واسطے ہو اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک استحساناً ہو اور صدر الشہید نے اپنے واقعات میں لکھا ہے کہ مسئلہ نفقہ میں لوگوں پر مذہبی کے واسطے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہو پس اگر اور قرضوں میں بھی کسی مفتی نے لوگوں پر کسائی نے کے واسطے ایسا ہی فتویٰ دیا تو بہتر ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دوسرے کی طرف سے جو اسکے اوپر مال آتا ہو اسکی کفالت کی پھر مکفول لہ اور مکفول عنہ اور کفیل نے باہم اختلاف کیا اور کفیل نے سود و رم کا قرار کیا اور مکفول لہ نے بیس دینار کا دعویٰ کیا اور مکفول عنہ نے ایک گڑ گہیوں کا قرار کیا تو کچھ بھی کفیل اور مکفول عنہ پر نہ ہوگا اور جب ایسا واقع ہوا تو دونوں میں سے ہر ایک سے قسم لی جائیگی پس اگر دونوں کفیل اور مکفول عنہ نے قسم کھائی تو دونوں بری ہو گئے اور اگر ایک نے قسم کھائی اور دوسرے نے انکار کیا تو منکر پر دعویٰ

تہا مت ہو گا اور قسم کھانے والا بری ہو گا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر کسی کفیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے اس مال کی جو تیرا
فلان شخص پر آتا ہو ایک ہدینہ تک کی کفالت کی تھی اور بعد ہدینہ کے کفالت نہیں بلکہ میں نے مطالبہ کفالت سے
برأت کر لی تھی۔ اور مال کے مالک نے کہا کہ نہیں بلکہ تو نے اس شرط سے کفالت کی تھی کہ میں تجھ سے ایک ہدینہ
مطالبہ نہ کرونگا اور بعد ہدینہ کے مطالبہ کرونگا تو مال کے مالک کا قول مقبر ہو اور کفیل کا قول مقبر ہو گا یہ تانا بانہ
میں لکھا ہو اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے فلان شخص کے نفس کی کفالت تیرے واسطے قبول کی اور
مکفول کہ اس مکفول عنہ پر کچھ دعویٰ نہیں کرتا تھا تو کفالت جائز ہو اور کفیل کے حق میں مکفول عنہ کا مجلس میں آنا
طالب کے لیے مستحق علیہ ہر جائیداد ہے یہ کفالت کفیل وردعی کے زعم میں اصل پر حق استحقاق کے واقع ہوئی اور گویا بمنزلہ
اس صورت کے ہوئی کہ کسی شخص نے کسی کی طرف مال کی کفالت کی اور بعد علیہ مال سے انکار کرنا ہو پس اگر کفیل بالنفس پر
طالب نے نالش کی اور اس نے قاضی سے کہا کہ مکفول عنہ پر اس کا کچھ حق نہیں ہو تو اس پر التفات نہ کیا جاوے گی یا محیط میں
لکھا ہو کسی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اپنے مال میں سے میرا قرضہ ادا کرے اور اس نے ادا کرنے سے انکار کیا تو اس پر جبر
نہ کیا جاوے گا مگر جبکہ اس نے کفالت اختیار کی ہو تو اس پر ادا کرنے کے واسطے جبر کیا جاوے گا یہ فتاویٰ قاضیان میں لکھا ہو
مستحق میں ہو کہ کسی شخص نے دوسرے کو ایک درم ایک تھیلی کے اندر ادا کر دیے پھر اس کو خوف کمی کا ہوا پس دوسرے شخص نے
اس کی کمی کی کفالت کر لی پھر جب اس نے دیکھا تو پورے پائے لکڑہ زبوت تھے تو امام اعظم کے نزدیک اس پر کچھ ضمان
نہیں ہوا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہر درم جید کا ضمان ہو اور قرضدار کو نہ پوت واپس کر دے اگر قرضہ و فسخون
میں مشترک ہو پھر ایک نے دوسرے شریک کے حصہ کی کفالت کی تو باطل ہو۔ اگر ایک عورت کے ہر کے ہر درم
اس کے شوہر پر ہے اور اس کے شوہر کی طرف سے ایک شخص نے اس کی ضمانت کر لی پھر وہ عورت مر گئی اور اس کا وارث
اس کا شوہر اور ایک بھائی ہو تو کفیل آدھے مال سے بری ہو جائیگا اور بھائی کے حصہ یعنی نصف کا کفیل رہیگا اگر
کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان پر کسی قدر مال کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا اور طالب نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کی
طرف سے اس کے حکم سے فلان ذمی نے کفالت کی تھی اور کفیل منکر ہو اور اس پر دو ذمیین نے گواہی دی تو دونوں
کی گواہی ذمی پر جائز ہوگی اور مسلمان مدعا علیہ پر جائز نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر کفیل نے مال داکر دیا تو بدنیو جبہ اپنے
اصل سے نہیں لے سکتا ہو ایسا ہی عامہ روایات کتاب الاصل میں مذکور ہو اور بعض روایتوں میں ہو کہ یہ گواہی
بالکل مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو کفیل بالنفس یا مال نے اگر مکفول کہ مکفول عنہ کے سامنے اپنے آپ کو
عہدہ کفالت سے الگ کرنا چاہا تو بری ہو گا اور کفیل باقی رہیگا۔ اور وکیل نے اگر اپنے نیکن مومل کے
سامنے الگ کرنا چاہا تو کالت سے خارج ہو جائیگا۔ اور کتاب الحیل میں اشارہ ہو کہ کفیل بھی کفالت سے
سے قول مستحق علیہ یعنی اس پر حزن واجب ہو گا کہ قاضی کی مجلس میں طلبی کے وقت حاضر ہو **۱۲** **سے قول**
زیون کھوٹے **۱۲** **سے قول** آدھے اس واسطے کہ عورت کے ترکہ میں نصف شوہر کا اور نصف
بھائی کا ہے **۱۲** منہ

مکمل سکتا ہے اور اسکی صورت وہاں یہ ذکر کی ہو کہ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ میعاد یا قسط وار قرض تھا پھر ایک شخص نے قرض خواہ سے کہا کہ جب تیرے مال کا جو فلان شخص پر ہے وقت آوے تو میں تیرے لیے اسکے نفس کا کفیل ہوں یا ہر قسط کی میعاد پر میں اسکے نفس کا کفیل ہوں پھر مال کی میعاد آنے سے پہلے کفیل نے چاہا کہ میں اپنے ٹیکن الگ کروں تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو پس مسئلہ میں یہ قید لگانا کہ میعاد آنے سے پہلے ایسا نہیں ہو سکتا ہوا اشارہ ہو کہ اگر مال فی الحال ہوتا تو اسکو اختیار تھا کہ الگ ہو جاوے لکن فی الذخیرہ قال بشرحہم علی بقید متعلق بالارادۃ قائم خراج میں کفالت اور میں جائزہ ہو کذا فی الہدایہ بعض نے فرمایا کہ خراج سے مراد خراج میواظف ہو کذا فی الکفایہ اور نواب کا حال یہ ہو کہ ان میں حقدار نصف سے ہیں مثلاً سب کے واسطے مشترک نہر کے کھودنے کا صرف یا محلہ کی چوکیداری یا بیت المال کے خالی ہونے کی صورت میں قیدیوں کے فدیہ دینے کے واسطے تحصیل کرنا یا لشکر جہاد کے سامان کے لیے وظیفہ لینا پس اسکی کفالت بالاجل جائز ہے اور جو نواب ایسے ہیں کہ انصاف نہیں ہیں جیسے ہمارے زمانہ میں بادشاہ کی طرف سے روزانہ یا ماہوار سی ٹکس درزیوں یا رنگریزوں وغیرہ پر بندھا ہو تو یہ ظلم ہو اور اسکے کفالت کے صحیح ہونے میں مشابیح نے اختلاف کیا ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور صحیح ہونے پر فتویٰ ہے یہ شرح وقایہ میں لکھا ہے۔ اور جو مشابیح صحت کی طرف میلان کرتے ہیں ان میں سے شیخ علی بردوی بھی کذا فی الہدایہ اور نسفی اور ملائم قاضیان نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ اس میں مطالبہ سب سے بڑھکر سخت ہو اور باب کفالت میں اسی کا اعتبار ہے اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ جو شخص ان نواب کی قسط بندی میں کوشش کرے اسکو نواب ہو اگرچہ اسکا لینے والا ظالم ہو یہ معراج الہدایہ میں ہے۔ جن حقوق دین کفالت شرط کی گئی تین قسم ہیں ایک قسم یہ ہے کہ اگر کفیل غائب ہو خواہ اس نے کفالت قبول کی یا نہ قبول کی یا حاضر ہو اور اس نے نہ قبول کی تو قیاساً واستحساناً عقد فاسد ہو گا اور اگر حاضر ہو اور اس نے قبول کر لیا تو استحساناً صحیح ہو اور یہ ہر عقد کا حال ہے جو شرط فاسدہ سے باطل ہو جاتا ہے جیسے بیع اور اجارہ اور سلم وغیرہ۔ اور دوسری قسم وہ ہے جن میں شرط کفالت مفسد نہیں ہو خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور یہ ہر عقد کا حال ہے جس میں شرط فاسدہ مفسد نہیں ہیں جیسے قرض اور عتیق علی المال اور نکاح اور صلح عن دم البعد لیکن جب کفیل کفالت نہ قبول کرے تو ثابت نہوگی اور اگر قبول کر لی تو ثابت ہوگی اور عقد تو ہر طرح ثابت ہو شرط کفالت سے کسی حل میں فاسد نہ ہو گا۔ تیسری قسم وہ ہے کہ جب کفالت کی شرط لگائی اور کفیل نے قبول کر لی تو صحیح ہو خواہ کفیل حاضر ہو یا غائب ہو اور اس نے نہ قبول کی تو صحیح نہیں ہو کسی شخص کے دوسرے پر ہر عقد

س قولہ قال بشرحہم خلاصہ یہ کہ اشارہ مذکور بعد ہوا سو اسطے کہ قرض دینے والے نے اسی کی کفالت پر مال دیا ہو ان اگر بعد معاملہ قرض کے کفیل مہیا ہو تو یہ حکم متعلق ہو **س قولہ** موطن یعنی پیداوار کی بجائی نہیں بلکہ نقدی بندھا ہوا جو اور ذائب وہ چیزیں جو مانند چوکیداری و تعمیر و غیرہ کے اور مانند غیر معمولی کس وغیرہ کے بندہ جادین ۱۲۔

کسی بیع کا ثمن یا سلم کے فی الحال واجب تھے اس نے درخواست کی کہ اسکی قسط کر دے اس شرط پر کہ فلان شخص کفیل ہو اس نے منظور کیا پس اگر کفیل نے منظور کیا تو تاخیر درست ہو خواہ حاضر ہو یا غائب ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ دو شخص ایک کشتی پر سوار کسی جگہ کو جہان تھوڑا پانی ہو جاتے تھے پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو اپنا مال اس شرط سے پانی میں پھینک دے کہ میرا مال ہم دونوں میں مشترک ہو تو یہ فاسد ہو اور اسکے مال کی نصف قیمت کا ضامن ہو گا کذا فی محیط السرخسی اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ یہ شخص اسکے مال کا جو اس نے پھینک دیا بعض نصف مال کے خریدنے والا ہو گیا یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ دو غلام تو کہہ من بضاعت دادی و گفتم کہ اگر دے خیانتی کند در مال تو کہ بضاعت گیر نہ من در ضامنم و عہدہ آن بر من است و وی چندین از مال من خیانت کردہ است بر تو واجب است کہ بدہی تو یہ دعویٰ صحیح ہو یہ فضول عبادیہ میں ہے۔ اگر مدعی نے مدعا علیہ سے مال دعویٰ پر کفیل طلب کیا تو دعویٰ یا مال منقولہ ہو گا یا عقار یا دین پس اگر منقولہ ہوا و مثلی چیز ہو تو اسپر کفیل دینے کے واسطے جبر نہ کیا جاوے گا کیونکہ اسپر مال دعویٰ کا حاضر کرنا ضرور نہیں ہو اور اگر مثلی چیز نہ ہو جسے غلام یا گھوڑا یا کپڑا وغیرہ تو کفیل دینے پر مجبور کیا جائیگا اور اگر دعویٰ میں عقار یا دین ہو کفیل نہیں لے سکتا ہے۔ یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی بکری فوج کر کے کھالی پھر کسی نے اس بکری کی ضمانت کر لی تو امام اعظم رحمہ اللہ نے نزدیک اسپر اسکی ضمانت نہو گی کیونکہ اسپر بکری واجب نہ تھی بلکہ اس کی قیمت تھی اسی طرح اگر کسی نے ایک بکری فرض دی اور اس نے قبضہ کر کے اسکو تلف کر دیا پھر ایک شخص نے اسکی طرف سے بکری کی ضمانت کی تو ضمانت لازم نہو گی کیونکہ اسپر بکری لازم تھی پس اس قسم کے یہ مسائل امام اعظم سے صحیح اسکی دلیل ہیں کہ غضب کی ضمانت ہونے کے بعد اسکا حق اسکی قیمت سے متعلق ہوتا ہے نہ بعلیہ اس شو سے۔ اور کتاب الاصل کی صلح میں امام اعظم سے روایت ہے کہ متہلک علیہ کا حق عین شو سے متعلق ہوتا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ غضب کی چیز سے بعد تلف ہو جانے کے اسکی قیمت سے زیادہ پر صلح کرنا جائز نہ ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ولیکن میرا یہ قول ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کی بکری غضب کر کے فوج کر لی اور دوسرے نے اسکی ضمانت کی تو میں ضمانت اسپر لازم کر دوں گا اور قیاس میں چھوڑ دوں گا اور فرمایا کہ سب حیوان کا یہی حال ہے اور اسی طرح اگر کسی نے ایک غلام غضب کیا اور وہ اسکے پاس مر گیا اور کسی نے اسکی ضمانت کر لی تو میں اسکو ضامن قرار دوں گا پس یہ مسائل امام ابو یوسف سے اس بات کی صحیح دلیل ہیں کہ غضب کی چیز میں صحیح ہونے پر واسطے کہ کفیل نے ان بیچاروں کو ظلم سے بچایا اور اس سے یہ تمس جائز ہو گا

قولہ

تو کہ متہلک علیہ جس کی چیز تلف کی گئی ہے ۱۲

اور بعض جو چیزیں ایسی ہیں کہ لوگوں میں باہم انکا معاوضہ جاری نہیں ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ نے حکم شل بکری کے ہے۔

مالک کا حق بعد تلف ہونے کے بعینہ اس شے متعلق ہوتا ہے نہ اسکی قیمت سے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اصل میں لکھا ہو کہ اگر کسی نے دوسرے کا غلام یا باندی یا جانور یا کچھ اسباب غضب کر لیا اور اسکی کسی نے کفالت کی تو صحیح ہے اور کفیل پر بعینہ اسکا واپس کرنا حلیک وہ قائم ہو واجب ہو اور اگر تلف ہو جاوے تو اس کی قیمت بھیرنا واجب ہو جیسا کہ اصل پر بھی یہی حکم ہے اور اس کی قیمت کی مقدار میں اگر کفیل اور طالب میں اختلاف ہو تو کفیل کا قول معتبر ہو اور اگر غاصب نے اس شے کی قیمت کفیل کے بیان سے زیادہ قرار کی تو اس کے ذمہ لازم ہوگی اور کفیل پر لازم نہ ہوگی۔ اور اگر زیادہ قیمت ہونے پر گواہ قائم ہوئے تو زیادتی کفیل پر بھی لازم ہوگی۔ اور کتاب میں یہ صورت نہیں مذکور ہو کہ اگر اصل سے قسم لی گئی اور اس نے انکار کیا تو جزا دینی اس پر واجب ہوگئی وہ کفیل پر بھی لازم ہوگی یا نہیں اور مشائخ نے فرمایا کہ اس میں تفصیل ہونی چاہیے اسی طرح اگر پہلے اصل اس سے قیمت مثلاً پانچ سو درم بیان کرتا تھا پھر جب اس سے قسم لی گئی اور مالک شکر نے ہزار درم بیان کیے اور اس نے قسم نہ کھائی اور اس پر ہزار درم لازم آئے تو اس صورت میں کفیل پر زیادتی لازم نہ ہوگی اور اگر اصل سے پہلے خاموش رہا اور کوئی اقرار پر خلاف اسے نہیں کیا اور اس پر قسم دلانے سے اور انکار سے ہزار درم واجب ہوئے تو کفیل پر بھی واجب ہون گے یہ محیط میں لکھا ہے۔ قاضی مدعا علیہ سے ایک ثقہ کفیل لیگا جبکہ مدعی اسکی درخواست کرے اور کہے کہ میرے گواہ شہر میں موجود ہیں اور اسکی مقدار میں دن ہوگی اسوجہ سے کہ ہر تیسرے روز احکام قضا کے واسطے ملتے تھے۔ اگر مدعا علیہ نے کفیل دینے سے انکار کیا تو مدعی کو حکم دیگا کہ اسکا ساتھ نہ چھوڑے اور مدعا علیہ کو قید نہیں کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور ثقہ وہ ہو کہ جبکہ گھر یا دوکان معلوم ہو اور وہ اپنے آپ کو پوشیدہ نہ کر سکے اور اسکے سوا کسی کفیل کا ہونا یا اور ایسی چیزوں کی طرف قاضی التفات نہ کرے لگیا اور جو شخص کسی گھر یا حجرہ میں کر یہ پر رہتا ہو وہ ثقہ نہیں ہو پس اگر اسے کہا کہ مجھے کفیل نہیں ملتا تو اسکا قول معتبر ہے اور مدعی کو حکم دیگا کہ اسکے ساتھ رہے جیسے قرضخواہ قرضدار کا دامنگیر رہتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر کہ دونوں گواہ میرے غائب ہیں یا ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا غائب ہو تو کفیل نہ لیگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ یہ حکم اسوقت ہو کہ مدعا علیہ مقیم شہر ہو اور اگر مسافر ہو تو کفیل دینے پر مجبور نہ کیا جاوے لیکن مجلس قاضی تک اسے مبعاد دیجاوے گی کہ اپنے گواہ لاوے اگر مدعی گواہ لایا تو خیر ورنہ اسکا راستہ چھوڑے لگیا یہ محیط خسی میں لکھا ہے۔ اگر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ میں مسافر ہوں اور مدعی نے اس سے انکار کیا تو قول مدعی معتبر ہو کیونکہ شہر میں سکونت کرنا اصل ہے۔ یہ فتاویٰ قاضی نہ کان میں لکھا ہے اگر اس نے کہا کہ میں کل یا پیرسون جاؤں گا تو اسوقت تک کفالت کرے لگیا اور اگر طالب نے اسکے پاس رہا ہے۔ اسے انکار کیا تو اسکے لباس مسافرت کو دیکھ لگیا یا اس کے دوستوں کے پاس آدمی بھیج کر دریافت کرے لگیا پس

لے قولہ یعنی معتد نہیں ہو شاید روپوش ہو جاوے اور یہاں فقرہ سے صدق و دیانت کا فقرہ برد نہیں ہو ۱۲

اگر انھوں نے بیان کیا کہ ہاں بے شک اسنے ہمارے ساتھ چلنے کا سامان کیا ہو تو اسوقت تک کفالت لیگا یہ خلاصہ بین لکھا ہو۔ کتاب امام بن کیفیل لینے کے واسطے یہ شرط مذکور ہو کہ مدعی اسکو قاضی سے طلب کرے اور مشایخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس مدعی کے حق میں ہو جو جھگڑے کے معاملات جانتا ہو اور اگر جاہل ہو تو قاضی خود مدعا علیہ کو حکم دیکھا کہ کیفیل دوے اگرچہ مدعی نے نہ طلب کیا ہو یہ محیط بین لکھا ہو اگر اسنے کیفیل بنفسہ یا اور وکیل خصوصت دینے سے انکار کیا تو قاضی نہ اسپر جبر کرے لگیا اور نہ اسکے ساتھ رہنے کا حکم دیکھا اور اگر اسنے وکیل بالخصوصت دیا اور کیفیل دینے سے انکار کیا تو اسپر کیفیل دینے پر جبر کرے لگیا یہ خلاصہ بین لکھا ہو ایک شخص بر قرض ہو اور قرض کا کوئی کیفیل اور اسکے عوض رہن ہو اور کیفیل قرضدار کے حکم سے ہو پھر کیفیل نے اسکا قرضہ ادا کر دیا پھر قرضخواہ کے پاس رہن تلف ہو گیا تو نازل بین مذکور ہو کہ کیفیل نے حقدار دیا ہو وکیل سے لے لیا اور یہ ایسی صورت ہو کہ بائع نے کچھ فروخت کیا اور مشتری سے اسکے حکم سے ایک کیفیل لیا اور اس نے رہن ادا کر دیا پھر بائع کے پاس بیع تلف ہو گئی تو کیفیل بائع سے خاصہ نہ کر لیا صرف مشتری سے اپنا مال لیا اور مشتری پھر بائع سے وہ مال لے لیا جو کیفیل نے ادا کیا جو ایک شخص کے ذمہ دوسرے کا قرض ہو اور اسکا کوئی کیفیل بھی ہو پھر طالب نے کیفیل سے رہن لیا پھر بعد کو وکیل سے بھی رہن لیا اور دونوں رہنوں سے ہر ایک سے قرضہ ادا ہو سکتا ہو پھر مرتن کے پاس ایک رہن تلف ہو گیا پس امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دوسرا رہن تلف ہوا اور دوسرا رہن کرنے والا رہن کے وقت پہلے رہن سے آگاہ تھا تو دوسرا رہن بعض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اسکو پہلے رہن کا حال نہ معلوم ہوا تھا تو بعض تمام قرضہ کے تلف ہوا اور کتاب الرہن میں لکھا ہو کہ دوسرا رہن بعض نصف قرضہ کے تلف ہوگا اور اس میں آگاہ ہونے اور نہ ہونے کا ذکر نہیں کہ پہلے رہن سے آگاہ تھا یا نہ تھا اور کتاب الرہن کی روایت صحیح ہو یہ فتاویٰ ضیخان میں لکھا ہو۔ کتاب الرہن میں لکھا ہو کہ دو نصرتوں میں ایک غلام مشترک تھا دونوں نے ایک ساتھ اسکو کتاب کر دیا اور شراب عوض کتابت رکھی پھر ایک شخص مسلمان ہو گیا تو کل شراب تحویل ہو کر قیمت ہو جائیگی اور کتابت باقی رہے گی اور اسی طرح اگر غلام ایک ہی نصرتی کا ہو اور وہ مر گیا اور وارثوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اسی طرح اگر دو غلاموں کی ایک ہی کتابت کر دی اور ہر ایک نے دوسرے کی کفالت کی پھر مالک یا دونوں میں سے ایک مسلمان ہو گیا تو بھی یہی حکم ہو اور اسی کی نظیر یہ مسئلہ ہو کہ اگر ایک نے دو غلاموں کو یا دو شخصوں نے ایک غلام مشترک بعض رطب کے مکاتب کیا اور اسکا زمانہ منقطع ہو گیا اور قاضی نے ایک بر قیمت کا حکم دیا تو جو کچھ دوسرے پر تھا وہ بھی قیمت ہو جائیگا کیونکہ اگر رطب باقی رہے تو تفرق کتابت لازم آتی ہو کذا فی الکافی اور منقحہ مذکور ہو۔ اور وہ ایسے قرض کو کہتے ہیں جس سے قرض دینے والا نفع کے گھٹے سے بچوٹ ہو جائے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے قرض دینے سے جس میں نفع حاصل ہو منع فرمایا ہو اور اس کی صورت یہ ہو کہ دوسری ورم کسی تاجر کو دے کہ غلام شہر میں سے گھٹے سے

کو دیدیا اور اسکو دنیا بطور امانت کے نہیں بلکہ بطور قرض کے ہوتا کہ راستے کے خوف سے بخیوت ہو جاوے پس اگر یہ شرط مشروط نہ ہو یا ایسا عرف ظاہر نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں ہو یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک سفیجہ فلان مقام کے واسطے لکھو اس شرط پر کہ میں تجھے یہاں چند روز میں دیدیگا تو اس میں بہتری نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر سفیجہ کا خط کسی کے پاس اس کے شراب یا خلط کی طرف سے لایا اور اسکو دیدیا پھر ٹپھڑکھڑکھا کہ تیرے لیے مجھ کو لکھا ہو یا خط دینے والے نے کہا کہ اسکو مجھے دے یعنی جو کچھ اس میں لکھا ہو وہ مجھے دے اسنے کہا کہ لکھنے والے نے تیرے لیے میرے پاس ٹھیک لگا دیا ہو یا میرے پاس لکھ دیا ہو پس یہ باطل ہو کذا فی الذخیرہ اگر چاہے تو مال اسکو دے ورنہ نہ دے اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ جب اسنے کہ جسکو خط دیا گیا لے لیا اور جو کچھ لکھا ہو ٹپھڑ لیا تو مال اسپر لازم آویگا اور اعتماد پہلی روایت پر ہے کہ مال اسپر لازم نہ آئیگا جیتک کہ اسکی ضمانت نہ کرے یا یہ کہ تیرے واسطے میرے اوپر لکھ دیا ہو تیرے لیے مال مجھے ثابت کر دیا ہو یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو اور فتویٰ اسی پہلی روایت پر ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ امام ابو بکر محمد بن الفضل رحمہ اللہ رقم سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا اجیر کسی شہر کو بھیجا پھر اجیر کے شہر سے نکلنے کے بعد اجیر کو کچھ سو دوزبان بھیجا پھر اس شخص نے اپنے اجیر کو ایک سفیجہ کسی آدمی کے نام لکھا اور جب وہ سفیجہ اجیر کے پاس پہونچا تو اسنے قبول کیا اور کچھ مال دیا اور باقی کے ہرے سفیجہ کے کو ایک خط تحریر کر دیا پھر اجیر کے پاس قالی طرف سے ایک خط پہونچا کہ جو تین نے فلان آدمی کے نام لکھا ایک سفیجہ لکھا ہو۔ اسکو قبول نہ کرنا اور اگر تو نے قبول کر لیا ہو تو مال نہ دینا اور سفیجہ کا خط اسکو واپس کر دے کہ مجھ کو اسباب میں اپنی رائے میں تبدیلی معلوم ہوئی تو کیا اجیر کو اختیار ہے کہ باقی کے ادا کرنے سے انکار کرے پس امام ابو بکر رحمہ اللہ رقم نے فرمایا کہ اگر سفیجہ والے نے سفیجہ لکھنے والے کو اسقدر مال دیدیا ہو اور اجیر نے اسکی ضمانت کر لی تو اجیر کو اختیار نہیں ہے کہ نہ دے اور ضمانت صحیح ہو اور اگر سفیجہ والے نے خط لکھنے والے کو مال نہیں دیا تو اجیر کی ضمانت اسکی طرف سے نہیں درست ہے اور اسکو اختیار ہے کہ باقی نہ دیوے اور جو دیا ہو اسکو واپس نہیں کر سکتا ہو یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اجیر نے سفیجہ والے کے واسطے مال کی ضمانت کر لی اور اگر اسنے ضمانت نہیں کی تو دونوں صولہوں میں اسکو اختیار ہے کہ مال کے دینے سے انکار کرے اور بھی فرمایا کہ تحریر دینا باقی کیواسطے ضمانت نہیں ہے و لیکن اگر اسنے ساتھ زبان سے اقرار کرے یا یہ تحریر کرے کہ فلان شخص کا مجھے سفیجہ مال ہو اور اسپر گواہی کر دے تو لازم ہو یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو۔ فتاویٰ فضلی میں ہے کہ ایک شخص نے کسی آدمی کے پاس ایک سفیجہ پیش کیا اور اسنے کسی قدر مال تمام مال میں سے دیدیا اور کچھ باقی رہ گیا پس اگر خط لکھنے والے مال کی

لے قولہ ظاہر ہو دین ہی اصل میں منہدی ہو اور ظاہر یہ کہ مثبت ہو یعنی عرف ظاہر ہو اور غایت توجہ نفسی یہ کہ سقوط خط کا عرف ثبوت و اشہا علم اور بر تقدیر مثبت کے اس سے منہدی وغیرہ کے جواز پر وجہ عرف کے دلیل بنتی ہے و لیکن شیخ امام محمد تقدیر زبانی کو سودا فرماتے تھے و اشہا قالی اعلم ہر منہ

کی طرف آتا ہوا اور اس نے لکھا ہے کہ اس سفیقہ والے کو دیرے اور کتب الیہ نے خط کا اقرار کیا اور یہ بھی اقرار کیا مال سپر قرض ہو تو باقی کے دیدنیے کے واسطے مجبور کیا جائیگا اور اگر اسنے یہ اقرار نہ کیا ہو تو مجبور نہ کیا جائیگا۔ اور اگر کاتب کا کتب الیہ کی طرف کچھ مال نہ ہو تو بھی مجبور نہ کیا جائیگا مگر جبکہ اسنے سفیقہ والے کی واسطے ضمانت کر لی ہو تو مجبور کیا جائیگا لہذا فی الذخیرہ

کتاب الحوالہ

اس میں چند ابواب ہیں

ہملا باب۔ حوالی کی تعریف و رکن و شرائط اور احکام کے بیان میں قال مترجم حوالہ کی تعریف بیان ہوگی احالہ اتنی کو دوسرے پر حوالہ کرنا محیل و اگر نیولا۔ محتمل علیہ وہ شخص ہو جس پر حوالہ کیا گیا محتمل نہ وہ شخص جس کے واسطے حوالہ واقع ہو۔ محتمل بہ جس چیز کا حوالہ واقع ہو مثلاً زید نے عمر کو کہہ کر سو درم اترائے تو زید محیل کہ محتمل علیہ عمر و محتمل لہ سو درم محتمل بہ ہیں۔ قال فی الکتاب حوالہ کی تعریف یہ ہے کہ قرضہ کو ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ پر نقل کرنا حوالہ ہو اور یہی صحیح ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور اسکا رکن ایجاب و قبول ہے۔ ایجاب تو محیل کی طرف سے ہونا چاہیے اور قبول محتمل پر دو ذون کی طرف سے چاہیے اور محیل کی طرف سے ایجاب کی یہ صورت ہے کہ وہ طالب سے کہے کہ میں نے اسقدر درم لینے کو تجھے فلاں شخص پر حوالہ کیا اور محتمل علیہ محتمل نہ کی طرف سے قبول کی یہ صورت ہے کہ ہر ایک ان میں سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا راضی ہوا یا اور ایسے ہی الفاظ کہ جسے رضامندی ظاہر ہوتی ہے بیان کرے اور یہ ہمارے اصحاب کے نزدیک ہے یہ برائے میں لکھا ہے حوالہ کے شرائط چند قسم ہیں بعضے محیل کی طرف راجع ہوتے ہیں اور بعضے محتمل نہ کی طرف راجع ہوتے ہیں و بعضے محتمل علیہ کی طرف اور بعضے محتمل بہ کی طرف راجع ہوتے ہیں پس جو محیل کی طرف راجع ہوتے ہیں انرا مجملہ یہ ہے کہ عاقل ہو پس مجنون اور لڑکے کا جو عاقل نہیں ہے حوالہ صحیح نہیں ہوا انجملہ یہ ہے کہ بالغ ہو اور یہ شرط انعقاد کی نہیں بلکہ شرط نفاذ ہے پس حوالہ عاقل لڑکے کا منعقد ہوگا مگر نفاذ اسکا موقوف رہیگا اسکے ولی کی اجازت پر نہ محیل کا حوالہ ہونا صحت حوالہ کی واسطے شرط نہیں ہے حتیٰ کہ غلام کا حوالہ صحیح ہو اور اگر لڑکے کی اجازت ہو تو محتمل علیہ فی الحال اس سے لے لیا اگر اسکی طرف سے دا کیا تو غلام پر ہکا اسکے مثل قرض ہوگا بلکہ اسکے رقبہ سے متعلق ہوگا اور اگر غلام کو تصرفات سے منع کیا گیا ہے تو بعد آزادی کے واپس لیا اور اسی طرح تندرست ہونا صحت حوالہ کی واسطے شرط نہیں ہے حتیٰ کہ مرض سے حوالہ درست ہے یہ برائے میں لکھا ہے۔ اور قرضدار کی رضامندی اور اسکا حکم شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے غیر سے کہا کہ تیرے فلاں شخص پر اسقدر درم ہیں تو اسکو مجھ پر حوالہ کر دے اور قرضخواہ راضی ہو گیا تو حوالہ صحیح ہے پس اگر اس نے مال دا کیا تو قرضدار سے نہیں لے سکتا ہوا اور وہ بری ہو گیا یہ نہایہ میں لکھا ہے۔ جو شرائط محتمل نہ کی طرف راجع ہیں انرا مجملہ عقل ہے کہ عاقل اسکی طرف سے قبول پایا جاتا رکن ہو اور غیر عاقل قبول کی اہلیت نہیں رکھتا ہے۔ انرا مجملہ

لہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الحجۃ باب اول تعریف و شرائط

بلوغ شرط نفاذ ہے نہ شرط انعقاد اور عاقل نابالغ کا حوالہ قبول کر لینا اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا بشرطیکہ احتمال علیہ
محمل سے زیادہ غنی ہو ورنہ یہ بدلے میں لکھا ہو اور مال صغیر کا حوالہ قبول کر لینا باب یا اس کے وصی کو جائز ہے
بشرطیکہ دوسرا پہلے سے زیادہ غنی ہو اور اگر غنا میں برابر ہوں تو دو قول اختلافی ہیں یہ بھر الرائق میں ہے اور اجماع
رضائندی سے قبول کیا ہو اور اگر کسی کو کسی قبول کیا تو صحیح نہیں ہے۔ اور اجماع مجلس حوالہ اور یہ شرط امام اعظم اور
امام محمد کے نزدیک شرط انعقاد ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک شرط نفاذ ہے حتیٰ کہ اگر محتمل کہ مجلس سے فائدہ
ہو بھر اسکو خبر ہو چکی اور اس نے اجازت دیدی تو دونوں اماموں کے نزدیک نافذ نہ ہوگی اور یہی صحیح ہے
کذا فی الہدایۃ مگر اس صورت میں کہ غائب کی طرف سے کوئی شخص حوالہ کو قبول کرے تو نافذ ہے یہ فتاویٰ قاضیان
میں لکھا ہے۔ جو شرائط احتمال علیہ کی طرف راجع ہیں اور اجماع عقل ہے کہ مجنون اور لاعقل لڑکے کا حوالہ قبول کرنا صحیح
نہیں ہے۔ اور اگر اجماع بلوغ ہے اور وہ بھی شرط انعقاد ہے پس لڑکے کا حوالہ قبول کرنا صحیح نہیں ہے اگرچہ محمد ارہم خواہ
اسکو تجارت کی اجازت ہو یا منع کیا گیا ہو اور خواہ محل کے حکم سے قبول کیا ہو یا بدون اسکے حکم کے اور اگر اسکی طرف
سے اسکے ولی نے قبول کیا تو بھی صحیح نہیں ہے یہ بدلے میں لکھا ہے۔ اور اجماع قبول حوالہ میں اسکی رضائندی ہی چاہی
خواہ اسپر حوالہ کرنے والے کا قرض ہو یا نہ ہو یہ ہمارے علماء کے نزدیک ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ احتمال علیہ کا
حاضر ہونا صحت حوالہ کے واسطے شرط نہیں حتیٰ کہ اگر اسنے ایک شخص غائب کو محتمل علیہ بنایا اور اسنے سنکر
قبول کر لیا تو حوالہ صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضیان میں لکھا ہے۔ جو شرائط کہ محتمل بہ میں ہیں اور اجماع یہ کہ قرضہ
لازم ہو پس حوالہ اعیان قائمہ یا دین غیر لازم کا صحیح نہیں ہے اور اصل قاعدہ یہ ہے کہ جس کی کفالت صحیح نہیں
ہے اس چیز کی حالت بھی صحیح نہیں ہے یہ بدلے میں لکھا ہے اور احکام حوالہ میں سے یہ کہ محیل قرضہ سے بری ہو جاتا
ہے یہ محیط شرحی میں لکھا ہے پس اگر محتمل علیہ نے محیل کو قرضہ سے بری کیا یا اسکو مہبہ کیا ہو تو صحیح نہیں ہے
اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ظہر بہ میں لکھا ہے۔ اگر راہن نے مرہن کو قرضہ کا کسی دوسرے پر حوالہ کر دیا تو راہن واپس لیگا
یہ محیط شرحی میں لکھا ہے۔ اور اسبطح اگر حوالہ کیا بھر میں کیا تو صحیح نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر سٹوہرنے عورت کو
اسکا مہر حوالہ کر دیا تو عورت اپنے نفس کو روک نہیں سکتی یہ بھر الرائق میں لکھا ہے۔ محتمل کہ کی طرف رجوع نہیں کر سکتا
مگر اس صورت میں کہ اسکا حق ڈوب جاوے پھر جب ایسا ہو تو قرضہ محیل کے ذمہ عود کر گیا اور محتمل کہ مطالبہ
کر گیا اور امام اعظم کے نزدیک ڈوب جانا دو طرح سے ہوتا ہے یا تو محتمل علیہ حوالہ سے انکار کرے اور قسم کھائے اور محیل
و محتمل کہ کے پاس گواہ نہ ہوں اور یا وہ مفلس مرا کہ اسنے کچھ بھی نہ چھوڑا نہ مال عین نہ دین نہ کوئی کفیل یہ تمہیں میں
لکھا ہے خواہ کفالت اسکے حکم سے ہو یا بغیر حکم کے یعنی کسی طرح کا کفیل نہ ہو یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے اور اگر اس نے
لے قول اعیان قائمہ یعنی جو چیز عینہ قائم ہے مثلاً کسی نے کسی کا گھوڑا غصب کیا تو یہ جائز نہیں ہے کہ اسکو
کسی دوسرے پر حوالہ کر دے کہ فلان شخص سے لے لے **لے قول** میں مرد کو اپنے ساتھ واپس کرنے سے منع نہیں کرتی
بازن دعویٰ کہ بکو میرا مہر محیل دے پس ہرگز نہ سے لے و محیل جو ۱۲ ام

طالب کو حاصل ہو جائے کہ کیا تو ڈوب جانے سے اس پر عود نہ کرے کیا یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہے اگر محتمل علیہ سطح مفلس مر گیا
 اگر محتمل علیہ نہ کچھ ہو کسی ایک محتمل کہ کو دیدیا تھا بعض مال کے ایک شخص نے حسنا محتمل غنہ کے پاس کچھ نہیں کر کے محتمل علیہ
 کو اسکے فرخت کر کے اختیار دیدیا تھا لہذا نہ دیا تھا تو مال محیل کے ذمہ عود کر گیا کذا فی فتاویٰ قاضی قاضی خان اور اگر مرن کے مالک نے محتمل علیہ
 کے مرنیکے بعد مرن کو واپس لیا یہاں تک کہ وہ مرن کے پاس تلف ہو گیا تو بعض مال کے کیا جسکے عوض ضمانت میں تھا اگر محتمل علیہ
 کے مفلس نے اس سے مرن کا قسط ہو گیا تھا پھر اسکے بعد دیکھا جائیگا کہ اگر مرن نے حسنا نہ مرن کیا تھا تو کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہے
 اور اگر محتمل علیہ کے حکم سے مرن کیا محتمل علیہ نے اس سے لیکر مرن کیا تو مرن کا مالک محیل سے مال لیکر اور یہ محتمل علیہ کا ترکہ ہو گا
 لاس سے اسکے قرضہ مرن کا قرضہ ادا کیا جائیگا اور مرن بھی مجملہ قرضہ مرن کے ہو گا کذا فی المحیط۔ اگر محتمل علیہ
 مر گیا اور محتمل لہ نے کہا کہ مفلس مرا ہوا اور محیل نے اسکے برخلاف بیان کیا تو شافی میں لکھا ہے کہ محتمل لہ سے
 اسکے علم پر قسم لیکر اسی کا قول لیا جائیگا اور ایسا ہی مبیہ طامین ہو کذا فی النہایہ اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہو کہ کسی
 غنی پر اسکا قرضہ تھا یا ودیعت تھی یا مدیون تھا کہ قاضی کو اسکے میت کے روز نہ معلوم ہوا کہ اسنے بطلان حوالہ کا
 اور قرضہ محیل کی طرف عود کرے کیا حکم دیدیا تو بعد علم کے قاضی اپنے حکم سے رجوع کرے پھر اگر محتمل غنہ نے محیل سے
 کچھ نہیں لیا ہو تو انہی قرضہ اس مال میں سے جو محتمل علیہ کا کھلا ہو لے لے اور اگر کچھ لیا ہو تو اسکے واپس کر دے
 اور اگر قاضی جانتا ہو کہ اس میت کا قرضہ دوسرے مفلس پر ہو تو امام اعظم کے نزدیک بطلان حوالہ کا حکم نہ دیکر
 یہ محیط میں لکھا ہے کسی نے ایک شخص کو بسبب اسکے قرضہ کے جو اسپر آتا ہے کسی شخص پر حوالہ کر دیا اور محتمل علیہ
 شہر سے غائب ہو گیا سطح کہ اسکا پتہ معلوم نہ ہوتا تھا اور یہ بسبب تنگدستی اور عاجزی کے اسنے کیا محتمل لہ
 نے چاہا کہ انہی محیل سے لے لے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو چکا کہ محتمل علیہ کا مرن ثابت نہ ہو یہ جو اسرافقاوی
 میں لکھا ہے۔ اگر محیل نے ادا کیا اور محتمل لہ نے قبول نہ کیا تو قبول کرنے پر مجبور کیا جائیگا کذا فی الخلاصہ ورنہ شخص
 احسان کرنے والا نہیں ہے یعنی اسنے ادا کرنے میں احسان نہیں کیا کیونکہ احسان کرنا والا وہ شخص ہو کہ دوسرے سے
 نیکی کا قصد کرے بدون اسکے کہ اپنے سے ضرر دور کرے اور اسنے ہر چند کہ برسی الذمہ ہو گیا تھا یہ قصد کیا کہ وقت
 تنگی کے اگر عود کرے تو قید اور مطالبہ سے بری ہو کذا فی الکافی اولاً زانجلہ یہ کہ محتمل علیہ کو محیل پر یہ منکر کیا حق
 اسوقت حاصل ہو کہ جب محتمل لہ محتمل علیہ کو گرفتار کرے پس جب محتمل لہ اسکا دانگیر ہو تو یہ محیل کا دانگیر ہونا کہ اپنے
 آپ کو گرفتاری سے چھوڑا دے اور جب وہ اسکو قید کرے تو یہ محیل کو قید کرے بشرطیکہ یہ حوالہ محیل کے حکم سے ہو اور
 محتمل علیہ پر اسقدر یعنی بقدر حوالہ کے محیل کا قرض نہ ہو اور اگر حوالہ اسکے بلا حکم ہو یا محتمل علیہ اسکا اسی قدر قرضہ
 ہو اور حوالہ میں قرضہ کی قید ہو تو گرفتاری اور حبس میں اسکو محیل پر حق حاصل نہ ہو گا یہ ہر اربع میں لکھا ہے
 دوسرے باب۔ حوالہ کی تقسیم کے بیان میں۔ حوالہ کی دو قسمیں ہیں ایک حوالہ مطلق دوسرا حوالہ مقید حوالہ مطلق
 کی یہ صورت ہے کہ مطلقاً حوالہ کر دے اور کسی چیز کے ساتھ جو محتمل علیہ کے پاس اس محیل کی جو موجود ہو مثلاً ودیعت
 یا غصب یا قرض کے اپنے حوالہ میں مقید نہ کرے کہ میرے قرضہ سے دیدے یا غصب سے حوالہ کر دے یا ودیعت سے

حوالہ کرے اور اگر ایسے شخص پر حوالہ کرے جبکہ پاس ن میں سے کوئی چیز نہیں ہو تو یہ بھی حوالہ مطلق ہی نہیں میں
 لکھا ہے۔ پس اگر اس نے مطلقاً حوالہ کیا تو حق محال کہ کا محیل کے قرضہ یا ودیعت یا غصب سے جو محال علیہ کے
 پاس ہو کسی سے متعلق نہ ہوگا بلکہ محال علیہ کے ذمہ سے متعلق ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ محال کہ کا قرضہ اپنے مال
 اور کرے اور محیل کو اختیار ہوگا کہ اپنا قرضہ اور ودیعت اور غصب اس سے لے لیوے اور ان چیزوں کے لینے سے
 حوالہ باطل نہ ہوگا۔ اور اگر محیل مر گیا تو جو کچھ اس کا قرضہ اور ودیعت اور غصب محال علیہ کے پاس ہو وہ سوا
 محال کہ کے اسکے تمام قرضوں اور ہون میں تقسیم ہوگا یہ کافی میں لکھا ہے۔ پھر مطلق حوالہ کی دو قسمیں ہیں ایک فی الحال
 دوسرا میعاد ہی پس فی الحال کا حوالہ یہ ہے کہ قرضدار طالب کو کسی شخص پر مثلاً ہزار درہم کا حوالہ کر دے تو جائز ہے ہزار درہم
 محال علیہ پر فی الحال واجب ہوئے اور میعاد ہی کی صورت یہ ہے کہ دوسرے پر ہزار درہم میع کا من ایک سال کی
 میعاد سے بھٹا پس اس پر حوالہ کر دیا اور ایک سال کی میعاد لگائی تو حوالہ جائز ہے اور محال علیہ پر بھی ایک سال کے
 وعدہ سے ہوگا۔ اور امام محمد نے اس صورت میں ذکر نہ فرمایا کہ اگر حوالہ مبہم واقع ہو تو محال علیہ کو میعاد حاصل
 ہوگی یا نہ ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ حاصل ہونا چاہیے جیسا کہ لغات میں ہوتا ہے پس اگر محیل مر گیا تو محال علیہ پر
 سر دست مال واجب نہ ہوگا اور اگر محال علیہ میعاد سے پہلے اور محیل دونوں مر گئے تھے کہ مال فی الحال محال علیہ پر نہ ہو چکا
 ہو گیا یعنی ورثہ اور کرین پس اگر وہ فاقہ ہونا ممکن نہ ہو تو محال کہ کو اسیل کے پاس واپس کیا جائے کہ اپنے وقت پر قرض کا
 خواستگار ہو یہ نہایت میں لکھا ہے۔ اگر قرض کا مال کسی پر فی الحال واجب الادا ہو پھر اس کو کسی شخص پر ایک سال سے وعدہ
 سہارا دیا تو جائز ہے اگرچہ اس میں لازم آتا ہے کہ قرضہ میں مدت قرار دی گئی۔ پس اگر محال علیہ مدت گزرنے سے پہلے
 مفلس مر گیا تو وہ مال محیل کی طرف پھر فی الحال داپر عود کر گیا اور اگر سب سے قرضہ کے من میع یا غصب محال و واجب الادا
 ہوا و باقی تمام مسئلہ اسی طرح وقع ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ نیز ہر دو کے ہزار درہم فی الحال داکے قرض
 میں اور نہ بد کے بیک پر ہزار درہم فی الحال ادا کے قرض میں پھر زید سے عمر کو بیک پر حوالہ کر دیا اور قید گا دی کہ بعض
 اس مال کے جو پہلے پھر چاہیے ہو تو حوالہ صحیح ہو۔ پس اگر محال کہ نے محال علیہ کو ایک سال کی تاخیر دی تو محیل کو
 اختیار نہ ہوگا کہ اپنے قرضدار سے قرض کا تقاضا کرے لیوے پھر اگر محال کہ نے تاخیر کے بعد محال علیہ کو قرضہ حوالہ
 سے بری کر دیا تو محیل کو اختیار ہوگا کہ اپنے قرضدار سے قرضہ فی الحال لے لیوے یہ فتاویٰ قاضیوں میں لکھا ہے
 ایک شخص کے ہزار درہم دوسرے پر میں پھر قرضدار اپنے قرض خواہ کو ایک سال کے وعدہ پر حوالہ کیا پھر محیل نے سال
 گزرنے سے پہلے وہ مال محال کہ کو خود ادا کر دیا تو اس کو اختیار ہو کہ محال علیہ سے فی الحال لے لیوے یہ ہرچیم
 میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کسی قدر مال کا حوالہ اپنے اوپر قبول کر لیا اور اس میں کسی قدر میعاد ہو پھر اس شخص نے
 اس قدر میعاد یا اس سے کم یا زیادہ پر دوسرے شخص پر حوالہ کیا تو محال علیہ دل کو یہ اختیار نہیں ہو کہ اپنے اسیل سے
 لیوے تا وقتیکہ مال طالب کے قبضہ میں نہ آجائے یہ تا تار خانہ میں لکھا ہے اگر لڑکے کے قرضہ کا حوالہ باب

لہ حوالہ یعنی محال کہ کا مال محیل پر کسی سبب وجہ سے فی الحال واجب الادا ہو ۱۲

یا دھبی نے کسی قدر میعاد پر قبول کر لیا تو جائز نہیں ہوا اور یہ اس وقت ہو کہ اس قرضہ کا لڑکا وارث ہوا ہو اور
 اگر دونوں کے عقد کی وجہ سے واجب ہوا ہو تو اس میں میعاد جائز نہ ہوا اور یہ امام اعظمؒ اور ابو یوسفؒ کے
 نزدیک ہے یہ بکرا لائق میں لکھا ہے۔ اور محتمل علیہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ خود ادا کرنے سے پہلے محیل سے لے لیوے
 و لیکن اگر اسکا ساتھ لکھ کر اجادے تو یہ بھی محیل کا دامنگیر ہو سکتا ہے اور اگر قید کیا جاوے تو اسکو اختیار نہ
 کہ اصل کو قید کرے تاکہ وہ اسکو چھوڑ دے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر محتمل علیہ محتمل غنہ کو ادا کر دیا اسکو بہرہ
 کیا یا صدقہ میں دیا یا محتمل نہ مر گیا اور محتمل علیہ اسکا وارث ہوا تو اب سب صورتوں میں محیل سے واپس
 لے سکتا ہے اور اگر محتمل نہ مر گیا اور محتمل علیہ کو برسی کیا تو برسی ہو جائیگا اور وہ محیل سے نہیں لے سکتا ہے
 لکن فی الخلافہ اور اگر اسنے محتمل علیہ سے یہ کہا کہ میں نے تیرے واسطے چھوڑا تو محتمل علیہ کو اختیار ہے
 کہ اپنے محیل سے لے لیوے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص میرے دوسرے کا قرض ہے پھر
 قرضدار نے قرض خواہ کو ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ قرضدار کا اسپر کچھ قرض نہ تھا پھر ایک درمیانی آدمی آیا اور
 اسنے محتمل علیہ کی طرف سے احسانا مال ادا کر دیا تو محتمل علیہ کو اختیار ہے کہ محیل سے لے لیوے
 چنانچہ اگر اپنے مال سے ادا کر دیتا اور اسپر قرض نہ ہوتا تب بھی یہی صورت تھی۔ اور اگر محتمل علیہ پر
 محیل کا قرض ہوا تھا اسنے اس مال کا حوالہ اپنے قرض خواہ کو کیا پھر ایک درمیانی آیا اور اسنے محتمل نہ کو
 محیل کی طرف سے جہر اصل قرضہ ہوا ادا کر دیا تو محیل کو اختیار ہے کہ محتمل علیہ سے اپنا قرضہ لے لیوے اور
 اگر محیل در محتمل علیہ میں سے ہر ایک نے اختلاف کر کے دعویٰ کیا کہ فضولی یعنی درمیانی آدمی نے میری طرف سے
 ادا کیا ہے اور خود فضولی نے ادا کرتے وقت کسی کو معین نہ کیا تھا تو اس سے دریافت کیا جائیگا کہ کس کی طرف سے اسنے
 ادا کیا۔ پس اگر فضولی بیان سے پہلے مر گیا یا غائب ہو گیا تو یہ ادا کرنا محتمل علیہ کی طرف سے شمار ہو گا یہ فتاویٰ قاضیان
 میں لکھا ہے اور محتمل علیہ اپنے محیل سے فقط محتمل نہ کو لے سکتا ہے نہ وہ لے سکتا ہے چنانچہ اسنے ادا کیا ہو مثلاً محتمل نہ درم تھے اور
 اس نے دینار دیا کیے یا بالعکس اور دونوں نے باہم بیع صرف کی اور اس کے شرائط مرعی رکھے اور بیع صرف صحیح ہو گیا
 تو محتمل علیہ محیل سے درم لے سکتا ہے نہ دینار اور اسی طرح اگر اسنے درم کے عوض کوئی مال فروخت کیا تو
 درم لے سکتا ہے نہ وہ مال جو اسنے ادا کیا ہو اسی طرح اگر اسنے بجائے جید درم کے زیوت عطا کیے اور
 محتمل نہ نے اس سے چشم پوشی کی تو اپنے محیل سے جید درم لے گا اور اگر محتمل نہ نے محتمل علیہ سے صلح کر لی پس اگر
 صلح جنس حق پر واقع ہوئی اور باقی سے اس نے برسی کر دیا تو محیل سے بقدر ادا کیے ہوئے کے لے سکتا ہے

۱۱۲ قولہ

یعنی لڑکے کا قرضہ آتا تھا اس کے قرضدار سے یا پ یا دھبی نے کسی پر حوالہ میعاد پر قبول کیا تو
 جائز نہیں کیونکہ جیسے ابراہاد ہی ان کے اختیار میں نہیں اسی قیاس پر یہ ابراہاد وقت بھی اختیار میں نہیں ۱۱۳ **۱۱۲ قولہ** یعنی
 محتمل نہ کو جیسے بغل کو اختیار نہ ہوا ۱۱۳ **۱۱۲ قولہ** جنس حق یعنی جنس کا قرضہ ہے اس جنس پر کسی جو صلح کی کیونکہ کسی ضرورت
 تو لفظ المعنی یہ کہ اس جنس میں سے کچھ لیا اور باقی سے برسی کر دیا مثلاً دس من گیہوں قرضہ سے پٹھن من پر صلح کی تو دس من معاف کر دیے ۱۲

کیونکہ اس نے اس قدر قرض دیا ہو تو اسی قدر واپس لیکھا اور اگر صلح خلاف جنس پر ٹھہرائی مثلاً درم کی صلح سنا پر یا بالکس
 قرار دی تو محیل سے پورا قرضہ لے لیکایہ بدائع میں لکھا ہو۔ حوالہ معقیدہ دو طرح کا ہوتا ہو ایک یہ کہ محیل حوالہ
 میں اسی قرضہ کی قید لگائے جو محیل کا افسر ہو اور دوسری یہ کہ حوالہ میں اس عین کی قید لگائی جو محیل کی
 محال علیہ کے پاس ہو جو غصب یا ودیعت کے موجود ہو یہ نہایت میں لکھا ہو جس حوالہ میں عین شئی کی قید ہو اس کی
 یہ صورت ہو کہ ایک شخص کے ہزار درم دوسرے کے پاس غصب یا ودیعت میں اور ودیعت یا غصب کے
 مالک پر کسی شخص کے ہزار درم قرض ہیں۔ پھر صاحب ودیعت یا غصب نے قرض خواہ کو افسر حوالہ کیا کہ جسکے
 پاس ودیعت یا غصب ہو اور ہزار درم اس قید سے اترائے کہ انھیں ہزار درم سے جو ودیعت یا غصب ہیں
 ادا کرے پس بعد حوالہ کرنے کے محیل کو یہ اختیار نہیں ہو کہ محال علیہ سے لیوے اور اگر ودیعت کو اپنے پاس
 رکھنے والے نے اسکو دیدی تو وہ اسکا ضامن ہو گا پس اگر محیل نے اپنا مال محال علیہ سے لے لیا پھر محال لہ
 نے اپنا مال اس سے لیا تو محال علیہ کو اختیار ہو کہ محیل سے واپس لیوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر حوالہ میں ودیعت
 کی قید ہو اور ودیعت کو اپنے پاس رکھنے والے نے کہا کہ مال ودیعت ضائع ہو گیا تو حوالہ باطل ہو گیا اور اگر غصب
 سے معقید تھا تو صورت حوالہ باطل نہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر ودیعت یا غصب میں استحقاق ثابت ہوا
 تو حوالہ باطل ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ جو حوالہ کہ معقید ایسے دین کے ساتھ ہو جو محیل کا محال علیہ پر ہے اسکی
 یہ صورت ہو کہ ایک شخص کے ہزار درم قرض ہیں اسکو اسکے قرض دار نے ایسے شخص پر حوالہ کیا کہ جس پر اسکے
 قرض دار کے ہزار درم ہیں اس شرط سے کہ وہی ہزار درم قرضہ کے اسکو ادا کرے یہ نہایت میں لکھا ہو۔ اگر حوالہ میں ایسے
 عین کی قید تھی جو محیل کی محال علیہ کے پاس ہو پھر محال لہ نے محال علیہ کو مہبہ کیا تو ملکیت ثابت ہو گئی
 یہ خزانہ المفیتین میں لکھا ہو۔ اگر محال لہ نے محال علیہ کو قرضہ سے بری کر دیا اور محیل نے اسکو اپنے قرضہ کے
 ساتھ قید لگا کر حوالہ کیا تھا تو اسکو اختیار ہو گا کہ محال علیہ نے اپنا قرضہ لے لیوے اگر اسنے محال علیہ
 مہبہ کیا تو محیل اس سے نہیں لے سکتا ہو اور مہبہ بمنزلہ تمام حتی لینے کے ہو۔ اگر محال علیہ نے محال لہ کی ورثت
 میں پایا تو بھی محیل اس سے نہیں لے سکتا ہو۔ اور اگر محیل کا محال علیہ پر کچھ قرضہ نہ ہو تو مہبہ اور میراث کی صورت
 میں وہ محیل سے لے سکتا ہو۔ یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر محال لہ نے اپنا مال تغلب کے طور پر محیل سے لے لیا اور
 کہا کہ محال علیہ منفس ہو اور حوالہ میں یہ قید لگی تھی کہ اس سے ادا کیا جاوے جو محیل کا محال علیہ پر قرض ہو تو
 صحیح یہ ہو کہ محیل بناوہ قرض جو محال علیہ پر ہو لے لیکایہ خزانہ المفیتین میں لکھا ہو۔ اگر ایسی صورت میں کہ حوالہ
 میں اس قرضہ کی قید تھی کہ جو محیل کا محال علیہ پر چاہیے یا اس عین کی جو اسکی اسکے پاس ہو محیل مر گیا اور
 اس پر ہمت قرضے ہیں اور اسنے سوائے اس دین یا عین کے جو محال علیہ پر ہو کچھ نہ چھوڑا تو محال لہ
 کو اس مال کے ساتھ استحقاق زیادہ خصوصیت نہوگی کذا فی الذخیرہ اور وہ بھی محیل کے دوسرے قرض خواہوں
 سے قرضہ غصب سے یعنی کہا تھا کہ مال غصب سے ادا کرے تو بعد تلف کے اسکے تادان سے ادا کر گیا ۱۲ منہ

کے ساتھ کیساں فرمایا ہو گا۔ یہ ہایہ بن لکھا ہو۔ اگر حوالہ میں اس ودیعت کی قید ہو جو محیل کی محتال علیہ کے پاس ہے
 پھر محیل بیمار ہوا اور اس نے ودیعت محتال کے حوالہ کر دی پھر محیل مر گیا اور بہت قرضے اس پر ہیں تو جس کے
 پاس ودیعت تھی وہ محیل کے قرضوں ہون کے لیے کچھ ضامن ہو گا اور وہ ودیعت فقط محتال کے کو نہ دی جائیگی
 بلکہ تمام قرضوں ہون میں حصہ رسد تقسیم ہو جاوے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر ودیعت کو جس کے پاس
 ودیعت ہو روک لیا اور اس نے اپنے مال سے ادا کیا تو استخوانا وہ منہ سحر ہو گا کذا فی الکافی کسی شخص پر ہزارہ قرض
 ہیں اسنے قرض خواہ کو اپنے اکھڑ کے قرضدار پر اس شرط سے کہ قرضہ سے ادا کرے حوالہ کیا اور ہنوز اس نے نہ ادا کیے
 تھے کہ محیل بیمار ہوا پھر اسنے ادا کر دیے اور مریض مرض سے مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں اور سواے اس مال
 کے جو محتال علیہ پر تھا کچھ مال نہ تھا تو یہ محتال کہ کو دید یا جائیگا اور قرضوں ہون کا اس میں کچھ حق نہ ہو گا یہ خلاصہ میں
 لکھا ہو۔ اگر حوالہ میں ادا کرنے میں قید یہ تھی کہ اس غلام کے نمٹن سے جو محیل کا محتال علیہ پر چاہیے ادا کرے پھر سبب
 اختیار و زیت یا اختیار عیب یا اختیار شرط کے قبضہ سے پہلے یا اسکے بعد قاضی کے حکم سے بیع فسخ ہو گئی یا سپرد کر دیے پہلے
 غلام مر گیا تو نمٹن محتال علیہ کے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور استخوانا حوالہ باطل نہ ہو گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر
 قرض خواہ کی طرف سے بیع میں کچھ استحقاق ثابت ہوا یا جس قرضہ کے ساتھ حوالہ مفید ہو سمن استحقاق پیدا ہوا یا یہ بات
 ظاہر ہوئی کہ غلام بیع مواتہ تھا تو بالاجماع حوالہ باطل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر مکاتب کے مالک نے کسی اپنے قرضدار
 کو اس پر حوالہ کیا پس اگر حوالہ مطلقاً چھوڑا تو جائز نہیں ہوا سلیے کہ غلام کی ضمانت باطل ہو اور اگر بدل کتابت کی قید
 لگائی تو اس صورت میں جائز نہ ہو کہ یہ قرض خواہ اسکی طرف سے بدل کتابت وصول کر نیکا وکیل ہو جاوے اور بدل
 کتابت وصول کر نیکا وکیل کرنا جائز ہو اور اگر دینے سے پہلے مکاتب آزاد ہو جاوے یا اگر ادا کرنے سے پہلے
 مالک مر گیا اور اس پر بہت قرضے ہیں تو جبکہ مکاتب پر اسکی نسبت تمام قرضوں ہون میں سے محتال کے مخصوص
 ہو کر پاوے یا اگر مالک نے مکاتب کو آزاد کر دیا کہ بدل کتابت اسکے ذمہ سے ساقط ہو گیا تو حوالہ استخوانا
 باطل نہ ہو گا اور اسی کو ہمارے ائمہ ملتہ نے اختیار کیا ہوا ہے جب حوالہ باطل نہوا اور مکاتب نے بدل کتابت
 محتال کے کو ادا کر دیا تو اپنے مولیٰ سے واپس لیگا یہ محیط میں لکھا ہو اگر مالک نے اپنی ام ولد کو مکاتب کیا پھر بدل کتابت
 کے واسطے کسی قرض خواہ کو اس پر حوالہ کیا پھر مالک مر گیا تو ام ولد آزاد ہو گئی اور استخوانا حوالہ باطل نہ ہو گا یہ فتاویٰ
 قاضی خان میں لکھا ہو مکاتب نے اپنے مالک کو بدل کتابت کیواسطے کسی شخص پر مطلقاً حوالہ کیا تو باطل ہو کذا فی
 الکافی اور وہ آزاد نہ ہو گا کذا فی المحيط لم رخصی اور اگر حوالہ کسی قرض یا ودیعت یا عصب کے ساتھ مفید ہو تو صحیح ہی
 اور یہ محتال کہ کو وکیل کرنا ہی تاکہ مکاتب کے مال سے جو اسکے پاس ہے بدل کتابت ادا کرے اور جب حوالہ صحیح ہوا تو
 مکاتب بری ہوا اور آزاد ہو گیا۔ پھر اگر محتال علیہ کے پاس جو کچھ ہو وہ ادا کرنے سے پہلے تلف ہو گیا تو حوالہ باطل
 ہو گیا اور بدل کتابت مکاتب کے ذمہ آیا اور عتق باقی رہا یہ کافی میں لکھا ہو۔ اگر زید قرض خواہ نے اپنے قرض خواہ کو خالدا
 لے قولہ ہو گا بلکہ ودیعت سے بدل کر کے اسے قولہ دید یا جائیگا میں اسکا وصول پانا سلم رکھا جائیگا ہا منہ

کفیل پر مال کا حوالہ کیا تو خالہ زید کے مطالبہ سے بری ہو گیا اور زید کو اختیار ہو کہ مکفول عنہ کو پکڑے تاکہ اسکو حوالہ سے چھوڑ دے یہ محیط مخری بین لکھا ہو۔ اگر محتمل لہ نے پورا مال کفیل سے لے لیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور جو کفیل نے ادا کیا ہو وہ محیل سے نہیں لے سکتا ہو و لیکن مکفول عنہ سے لیکھا یہ محیط بین لکھا ہو۔ اور اگر مکفول عنہ نے کفیل کے ادا کرنے سے پہلے محیل کو مال و اگر دیا تو کفیل کو مکفول عنہ سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو و لیکن وہ محیل کو پکڑ لیتا تاکہ اسکو حوالہ سے چھوڑ دے اور محتمل لہ کے حق سے کفیل بری نہ ہوگا۔ اور بعد اسکے اگر کفیل نے محتمل لہ کو ادا کر دیا تو اسکو اختیار ہو کہ محیل سے لے لے و نہ اصیل سے یہ محیط مخری بین لکھا ہو۔ اگر طالب نے اپنے قرضوہ کو مقید حوالہ کے ساتھ اصیل پر حوالہ کیا تو جائز ہو اور محتمل لہ کو کفیل سے لینے کی کوئی راہ نہیں ہو اور اصیل و کفیل محیل کے مطالبہ سے بری ہو گئے پھر اگر طالب نے چاہا کہ کسی دوسرے قرضوہ کو اسکے بعد اسی قرضہ کی قید کے ساتھ کفیل پر حوالہ کر دے تو جائز نہیں ہو یہ محیط بین لکھا ہو زید کے عمرو پر ہزار درم ہیں اور خالہ اسکا کفیل ہو اور زید پر دو شخصوں میں ہر ایک کے ایک اکہزار درم ہیں پھر زید نے ایک قرضوہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا اور دوسرے قرضوہ کو عمرو پر اسی دین کی قید سے حوالہ کیا پس اسکی دو صورتیں ہیں اگر دونوں حوالے آگے پیچھے واقع ہوئے دو وجہ سے یا ابتداء کفیل پر حوالہ کیا یا ابتداء اصیل پر حوالہ کیا پس اگر ابتداء کفیل پر حوالہ کیا تو دونوں حوالے صحیح ہیں پس اگر کفیل نے کچھ ادا کیا تو مکفول عنہ سے کچھ اسکے مطالبہ نہیں کر سکتا ہو و لیکن محیل سے لے لیتا اور اگر کچھ نہ ادا کیا و لیکن مکفول عنہ نے خود ادا کر دیا تو مکفول عنہ بری ہو گیا اور کفیل بھی مال کفالت سے بری ہو گیا اور یہ حوالہ ہمارے علمائے ملتہ کے نزدیک مطلق تھا۔ اور اگر کفیل نے مال محتمل لہ ادا کیا تو مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا ہو بلکہ محیل سے مطالبہ کرے اور اگر ابتداء اصیل پر حوالہ کیا ہو کفیل پر تو اصیل کا حوالہ صحیح ہو اور کفیل کا باطل ہو اور اگر دونوں حوالے ایک ساتھ واقع ہوئے تو جائز نہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہو زید کے عمرو کے درم قرض ہیں اور خالہ اسکا کفیل ہو پھر خالہ نے عمرو کو بکر پر حوالہ کیا اور اسے قبول کر لیا تو اصیل و کفیل دونوں بری ہو گئے یہ فتاویٰ قاضی خان بین لکھا ہو۔ پس اگر محتمل علیہ کے مفلس مرنے کی وجہ سے مال ڈوب گیا تو پھر اصیل و کفیل پر عود کر لیا اور طالب جس سے چاہیے مواخذہ کرے۔ اگر کفیل نے طالب کو سود و رم کا حوالہ اس شرط پر کیا کہ اسے بری کرے تو اسکو اختیار ہو کہ اصیل اور محتمل علیہ سے مطالبہ کرے اور اگر اس صورت میں محتمل علیہ مفلس مر گیا تو طالب کو اختیار ہو کہ کفیل کو بھی مواخذہ کرے اور اگر کسی نے تبرعاً کہا کہ تو اس مال کا حوالہ مجھے قبول کرے اور اس نے قبول کیا تو یہ اصیل اور کفیل دونوں کی طرف سے ہو ایسی دونوں بری ہو گئے اور اگر اس نے حوالہ بین کفیل کی برأت کی شرط کر لی تو اصیل بری نہ ہوگا یہ محیط بین لکھا ہو۔ ایک شخص نے قرضوہ کو اس کے قرضہ کا حوالہ کسی شخص پر کیا اور اس شخص نے قبول کر لیا پھر قرضوہ نے اسکو ایک شخص قرضدار پر حوالہ کیا اور اس نے قبول کیا تو پہلا حوالہ دوسرے سے ٹوٹ گیا اور طالب کا اس پر کچھ باقی نہ رہا اور دوسرے شخص کو اختیار ہو کہ وہ حوالہ کے حق اپنے قرض کا اس سے مطالبہ کرے یہ خزانۃ المفتین میں ہو کسی دوسرے پر اس شرط سے حوالہ کیا کہ مل جوالاں دار کے منہ سے ادا کرے تو حوالہ جائز ہو اور محتمل علیہ اس طرح کے فروخت کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا اور نہ مال دینے پر مجبور کیا جائیگا

حتمی کہ اس گھر کو فروخت کرے اور جب اس نے فروخت کیا تو مال حوالہ کو اس میں سے ادا کرنے پر مجبور کیا جاوے گا
 اور اگر اس طرح حوالہ کیا کہ یہ مال محیل کے گھر کے متن سے بلا اسکی اجازت کے ادا کرے تو باطل ہے یہ محیط شرعی میں لکھا ہے
 اور اگر محیل نے اسکا حکم و اجازت دیدی تاکہ حوالہ جائز ہو گیا تو بھی محال علیہ پر گھر فروخت کرنے سے پہلے ادا کر دینا
 جبر نہ کیا جائیگا و لیکن امکان کے فروخت کرنے پر مجبور کیے جانے کے باب میں دیکھنا چاہیے کہ اگر حوالہ میں فروخت کر دینا شرط
 ہو تو اس پر جبر کیا جاوے گا اور اگر پہلی صورت میں محال علیہ نے اپنا گھر اور دوسری صورت میں محیل کا گھر فروخت کر کے
 مال ادا کر دیا تو پھر ضمانت نہ ہوگی کیونکہ متن ادا کر دینا اسنے التزام کیا تھا اور وہ پورا ادا کر دیا یہ محیط میں لکھا ہے
 اگر ایک شخص کے ہزار درم دو شخصوں پر تھے اور ہر ایک دوسرے کا گھل تھا پھر ایک نے اسکو ہزار درم کسی شخص پر لے کر دیا
 تو محتمل کہ کو اختیار ہو گا کہ اگر چاہے تو پورے ہزار درم محال علیہ سے لے لیوے اور اگر چاہے تو اس سے پانچ سو لیوے
 اور جسے حوالہ نہیں کیا اس سے پانچ سو لیوے اور یہ اسکو اختیار نہیں ہے کہ جس نے حوالہ نہیں کیا اس سے
 پانچ سو سے زیادہ طلب کرے اور محتمل علیہ اپنے محیل سے پانچ سو درم لے گا اور اگر اس پورے ہزار درم لیے
 تو ہزار درم لگا پھر محیل دوسرے سے پانچ سو لے گا امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہرقرض
 تھے اور قرضار کے دوسرے شخص پر سو درم جید قرض تھے پھر جبر نہ تھے اسنے اس پر جبر جید تھے حوالہ کیا کہ بجائے نہرو
 کھرے لے لیوے اور یہ شرط لگائی کہ بیوض اپنے دم نہرو کے جید درم لے لیوے اور محتمل علیہ غائب تھا پھر اسکو
 حوالے کی خبر ہوئی اور اسنے اجازت دی تو حوالہ قیاساً استحساناً باطل ہے اور اگر محتمل علیہ حاضر تھا اور اسنے
 حوالہ قبول کیا تو مستحساناً جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ محتمل عنہ کے محیل سے جدا ہونے سے پہلے اگر اس نے
 دیدیے تو جائز ہے ورنہ باطل اور حوالہ ٹوٹ جائیگا اور وہی درم نہرو عود کرینگے یہ محیط شرعی میں لکھا ہے اور اگر دونوں
 جدا ہو گئے پھر محتمل علیہ نے کھرے ادا کیے تو صحیح ہے کیونکہ حوالہ اگرچہ باطل ہو گیا لیکن ادا کر دینا حکم باقی ہے اور بلا
 ہو جانے کی وجہ سے محتمل علیہ بھی محیل کے قرضہ سے بری ہو گیا اور محیل اپنے محتمل لہ سے کھرے درم لے لے گا کیونکہ
 اس نے بیع صرف باطل ہونے کے بعد قرضہ کیا ہے پھر محتمل لہ محیل سے اپنا قرضہ یعنی درم نہرو لے لے گا یہ کافی میں لکھا ہے
 اور اس طرح اگر محتمل لہ کو محتمل علیہ نے حوالہ ولی میں کھرے درم ادا کر دیے تو محتمل علیہ بری ہو گیا اور محیل کو اختیار
 ہے کہ محتمل لہ سے کھرے درم واپس لے اور نہرو اسکو ادا کر دے اور اگر اس مسئلہ میں محتمل علیہ پر سو درم نہرو ادا کر دیا
 مسئلہ کی یہی صورت ہے تو محتمل علیہ کو اختیار ہو گا کہ محیل سے سو درم کھرے لے لیوے یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص
 کے دوسرے پر ہزار درم کھرے ہیں اور اس پر زبوف ہیں پھر زبوف والے نے کسی کو اس شخص پر جسے کھرے درم
 ہیں اس شرط سے حوالہ کیا کہ اسکو کھرے دیوے یا یہ شرط کی کہ زبوف دیوے اور کھرے اسکے ہیے تو باطل ہے یہ
 کافی میں لکھا ہے خواہ محتمل علیہ حاضر یا غائب ہو اور اس نے قبول کیا ہو اور یہی حکم قیاساً و مستحساناً یہ محیط میں
 لکھا ہے۔ اور اگر اس نے ادا کر دیا تو محیل سے لے لے گا کیونکہ اسکے حکم سے ادا کیا ہے یا محتمل لہ سے پھر لے گا کیونکہ
 قولہ نہرو اکارہ جسکو عوام نا جبر بھی نہیں لیتے ہیں ۱۲ اسکے قولہ باطل کیونکہ بیع صرف کی شرط مذکور ہے اور جیاد کھرے زبوف کو ۱۲

اس نے بطریق حوالہ فاسد کے ادائے ہن یہ کافی ہن لکھا ہوا اور جب اس نے محال لہ سے نہرو لے لیے تو محیل اس سے
 کھڑے لے سکتا ہوا یہ محیط میں لکھا ہوا اور اگر محیل نے محال علیہ سے جیاد سے زیوت پر اس شرط سے صلح قرار دی کہ
 زیوت والا اسپر حوالہ کر دے تو صحیح ہو یہ کافی ہن لکھا ہوا اور محال علیہ جیاد ورم سے بری ہو گیا اور اسپر ہر ورم
 نہرو محال لہ کے رہ گئے پس اگر اس صورت میں محیل مر گیا اور اسپر بہت قرضے ہن سوائے محال لہ کے قرضے کے
 تو محال علیہ سے نہرو ورم نہرو لیکر محال لہ اور باقی قرضہ ہون میں تقسیم ہو گا۔ اور اگر محال علیہ کے پاس جید ورم
 غصب یا ودیعت میں ہوں اور وہ موجود ہوں پھر محیل نے نہرو والے کو غاصب کے اور ہر یا اسپر جس کے
 پاس ودیعت ہو حوالہ کیا اور محیل نے محال علیہ سے کہا کہ میں نے اسکو تیرے اور پر جید ورم کے واسطے حوالہ کیا
 کہ بعض نہرو کے اسکو دیوے تو حوالہ جائز ہو بشرطیکہ محال لہ نے محیل کے جدا ہونے سے پہلے اسپر قبضہ کر لیا ہو
 اسی طرح اگر محیل نے محال لہ سے کہا کہ میں نے تجھ کو تیرے ورم یا نہرو کے واسطے فلاں شخص پر حوالہ کیا کہ وہ تجھ کو جید ورم
 دیکر جو اسکے پاس موجود ہوں تو حوالہ جائز ہو بشرطیکہ محیل کے جدا ہونے سے پہلے اسنے قبضہ کر لیا ہو اور اگر دونوں
 قبضہ سے پہلے جدا ہو گئے تو بیع صرف باطل ہو گئی اور اگر دونوں جدا نہ ہوئے و لیکن جس کے پاس ودیعت ہو یا
 غاصب وہ چلا گیا تو حوالہ جائز رہا کیونکہ وہ عاقد نہیں ہو کذا فی الحیط۔ کسی کے زیوت چاہیے ہن اور اسپر جید ورم
 قرض ہن پس اس شرط پر حوالہ کیا کہ زیوت لے لیوے تو صحیح ہو اور اسی طرح اگر محیل نے محال لہ سے جید کے عوض
 زیوت پر اس شرط سے صلح کی کہ محیل اسکو فلاں شخص پر حوالہ کرے تو جائز ہو اور اگر محال علیہ مر گیا اور مفلس تھا
 تو محیل سے زیوت لے سکتا ہو۔ محیل پر ورم قرض ہن اور محیل کا قرضہ نہ ہن پس حوالہ کیا اس شرط پر کہ اس کو
 دنیار دیوے یا اسکو دلاہم دیوے بعض ان دنیاروں کے جو اسپر ہن تو باطل ہو مگر اس صورت میں کہ وہ اسکے
 پاس ودیعت یا غصب ہوں اور بعینہ قائم ہوں یہ کافی ہن لکھا ہو

تیسرا باب۔ حوالہ ہن دعویٰ و شہادت کے بیان میں۔ مدیون نے زعم کیا کہ اس نے قرضہ کو فلاں شخص پر حوالہ
 کیا اور اس نے قبول کیا اور قرضہ اہ نے انکار کیا پھر قرضہ دار سے اس حوالہ پر گواہ طلب ہوئے پس اگر اس نے
 پیش کیے اور محال علیہ حاضر ہو تو قبول ہو گئے اور مدیون بری ہو گا اور اگر غائب ہو تو حق توقیت میں محال
 علیہ کے حاضری تک مقبول ہوں گے پس اگر حاضر ہو کر مدیون کے قول کا اقرار کیا تو بری ہو ورنہ حکم دیا
 جائیگا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ غائب ہو گئے یا مر گئے تو محال علیہ سے قسم لی جائیگی اور اگر مدیون کے
 پاس گواہ نہ ہوں اور اسنے قسم طلب کی تو محال علیہ قسم کھاے گا کہ واشہد مجھ فلاں شخص نے مال کا حوالہ نہیں کیا اور
 اگر قسم سے منکر ہو تو مطلوب بری ہو یہ بجز الرائن میں لکھا ہو محیل غائب ہو اور محال علیہ نے زعم کیا کہ جو قرضہ محیل پر ہے
 وہ شراب کا من ہن تو اسکا دعویٰ صحیح نہیں ہو اگر چہ وہ اس بات پر بہانہ پیش کرے جیسا کہ باب کفالت میں مذکور ہے
 اگر محال علیہ نے مال محال لہ کو دیدیا ہو پھر محیل سے لینا چاہا اور اس نے کہا کہ وہ مال شراب کا من تھا تو سمیع
 لہ قولہ توقیت وقت مقرر کر دینا ۱۲ حصہ یعنی مدیون ۱

نہوگا اگرچہ برہان پیش کرے اور محیل سے کہا جائیگا کہ یہ محال کو ادا کرے پھر اپنے مخم سے جھگڑا کر پھر اگر اس نے محال کہ
برہان پیش کی کہ یہ من شراب کا تھا تو مقبول ہوگی پھر محال علیہ کو خیار ہوگا کہ چاہے محیل سے واپس لے یا محال کہ
سے جھگڑا کر وہی من لکھا ہو مگر محال کہ نے قاضی کے سامنے اقرار کر دیا کہ یہ مال شراب کا من ہے تو محال علیہ کے ساتھ
کچھ جھگڑا نہوگا پھر اگر محیل یا اور کہا کہ نہیں بلکہ یہ مال قرض ہے تو مال سپر لازم نہوگا بشرطیکہ محال کہ اس کی تصدیق کرے
لیکن محال علیہ کو کچھ لازم نہوگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر اسی عورت کو اسکے تہ کے واسطے کسی سے لے لینے کا حوالہ کیا
اور اس نے قبول کیا پھر سر غائب ہو گیا پھر محال علیہ نے اسل مرہ گواہ پیش کیے کہ اسکا نکاح فاسد ہے اور اسکی
کوئی وجہ بیان کی تو محال علیہ کے گواہ مقبول نہونگے اور اگر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنا ہر اپنے شوہر کو معاف کر دیا
یا نوج نے اسکو دیا ہو بعض ہر کے کوئی شرا اسکے ہاتھ فروخت کی ہو اور اس نے قبضہ کر لیا ہو تو اسکے گواہ مقبول
ہون گے اور اگر بیع پر قبضہ نہوا ہو تو مقبول نہونگے یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو۔ اگر ایک مسلمان نے دوسرے
مسلمان کے ہاتھ شراب ہزار درم کو بھیجی پھر بالغ نے ایک مسلمان کو مشتری پر حوالہ مفید کر کے کہا کہ ان ہزار درم کے
دینے کے واسطے جو بچہ پرتے ہیں میں نے فلان شخص کو حوالہ کیا پھر باہم اختلاف کیا کہ مشتری نے کہا کہ یہ ہزار درم
وہی ہیں جو شراب کا من ہیں اور بالغ نے کہا کہ مال کا من ہیں تو بالغ کا قول معتبر ہوگا پھر اگر محال علیہ نے محیل
پر اپنے دعوے کے موافق گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ مقبول ہون گے۔ اور اگر حوالہ میں قید نہو مثلاً یوں کہا
ہزار درم کے دینے کے واسطے میں نے تجھے یہ حوالہ کیا تو حوالہ باطل نہوگا اگرچہ مشتری ثابت کرے کہ یہ ہزار من شراب ہیں
یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم میں پھر قرض خواہ نے کسی شخص کو قرضدار پر قبضہ قرضہ کے حوالہ
کیا پھر محال کہ نے محال علیہ سے مال لیکر قبضہ کیا پھر محیل نے محال کہ سے کہا کہ تیرا بچہ کچھ نہیں چاہیے تھا میں نے
تو تجھکو صرف اس واسطے حوالہ کیا تھا کہ بطور وکیلین کے قبضہ کر کے میرے سپرد کرے اور اس نے کہا کہ نہیں بلکہ تجھے
میرے ہزار درم چاہیئے تھے اسکے عوض تو نے ہزار درم کا حوالہ کیا ہو تو محیل کا قول معتبر ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان
میں لکھا ہو۔ اگر محال علیہ نے قرضہ ادا کیا پھر دو نظن نے اختلاف کیا اور محیل نے کہا کہ میں نے اپنے مال کا تجھے
حوالہ کیا ہے اور محال علیہ نے کہا کہ تیرا کچھ قرضہ مجھے نہیں چاہیے تھا میں تجھے واپس لے لوں گا تو قول محال علیہ کا
معتبر ہوگا یہ محیط سخی میں لکھا ہو۔ مگر محال کہ فائب ہو اور محیل نے چاہا کہ محال علیہ سے اپنا مال لے لے اور کہا
کہ میں نے اسکو بطور وکالت کے حوالہ کیا ہے اور اسکا مجھے کچھ قرض نہیں ہے تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے
فرمایا کہ میں اس کی تصدیق نہ کر دن گا اور نہ اس کی دلیل قبول کروں گا کیونکہ یہ قضاء علی الغائب ہے اور امام
نے فرمایا کہ یہ قول کہ میں نے اس کو وکیل کیا ہے مقبول ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو۔ دو گواہوں میں سے
ایک نے گواہی دی کہ اس نے اپنے مال کا کسی شخص پر حوالہ کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس شخص نے یعنی
محال علیہ نے نہ شرط ہر ات الاصل اسکی ضمانت کی ہے یا ہر ات کا ذکر نہ کیا اور طالب کا دعویٰ حوالہ کا تھا تو

لے قول لے لینے یعنی عورت سے کہا کہ تو ہر اپنا فلان شخص سے لے لے ۱۲ م

اس صورت میں اصل بری ہو جائیگا کیونکہ دونوں گواہ ضامن ہونے کے ثبوت میں اور اس میں اتفاق ہو اور اصل کی برأت مدعی کے قول سے کہ حوالہ کا دعویٰ کرتا ہو ثابت ہوتی ہو۔ اور اگر طالب نے کہا کہ بدون حوالہ کے ضامن ہو تو اصل بری ہو گا اور طالب جبکہ چاہے گرفتار کرے یہ محیط بری نہیں لکھا ہو۔ اگر ایک شخص کے دو شخصوں پر ہزار درم ہوں اور ان دونوں نے ایسے شخص پر جبر انکا کچھ مال تاہو حوالہ کیا پھر طالب نے حوالہ کرنے سے انکار کیا اور اسپراس کے دو بیٹوں یا باپ یا دادا نے گواہی دی کہ فلاں دو شخص نے اسکو حوالہ کر دیا ہو تو ان دونوں کی گواہی جائز ہے اور اگر مطلوب کے دو بیٹوں نے گواہی دی پس اگر دونوں مدعی ہیں تو مقبول نہیں ہو اور اگر نہ کہ میں تو مقبول ہے

کذا فی المحيط

مسائل متفرقات جس کفالت میں اصل کی برأت شرط ہو وہ حوالہ ہو اور جس حوالہ میں اصل سے مطالبہ شرط ہو وہ کفالت ہو یہ سراجیہ میں لکھا ہو۔ قرض خواہ نے اگر کسی شخص کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا اھلا س محال کہ کلاسیس کچھ قرض نہیں ہو تو یہ وکالت ہو حوالہ نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر سو من لہیون کا حوالہ کیا اور عیال کا محال علیہ پر کچھ نہیں آتا ہو اور نہ محال کہ کا عیال پر ہو اور محال علیہ نے اسکو قبول کر لیا تو اسپر کچھ واجب نہیں ہو یہ فنیہ میں لکھا ہو دلال نے اپنے درم لہیون یا روئی کے ثمن میں دیہاتی کو دیئے تاکہ یہ درم مشتری سے پھر واپس کر لے پھر مشتری نے اھلا س کی وجہ سے دلال اسکو واپس لینے سے عاجز ہو تو استخوانا دیہاتی سے واپس کر لے اور یہ ہمارے شہر وں کا دستور ہے کہ دلال اپنی طرف سے کسان کو دیتے ہیں پھر مشتری سے لے لیتے ہیں اور بخار کے شہر میں دلال ایک قوم ہیں کہ ان کی دکانیں اسوا سٹے تیار ہیں کہ اس میں دیہاتی لوگ جو کچھ فروخت کرنا چاہتے ہیں لاکر رکھتے ہیں اور الگ ہو جاتے ہیں کہ دلال انکو فروخت کر دیتا ہے پھر کبھی دیہاتی جلدی کرتا ہو کہ لوٹ جاوے تو دلال اپنے پاس سے اسکو دام دیتا ہے کہ پھر مشتری سے لے لیوے یہ فنیہ میں لکھا ہو۔ کسی نے دوسرے پر کسی قدر غلہ کا حوالہ کیا پھر محال کہ نے محال علیہ کے ہاتھ فروخت کیا پس اگر اسنے ثمن پر قبضہ نہ کیا تو صحیح نہیں ہو کیونکہ یہ بیع ہو یہ جواہر بقاوی میں لکھا ہو اگر کسی کے ہاتھ ایک دینار بعض دس درم کے فروخت کیا اور دینار بیچنے والے نے اسکو دینار دے دیا اور دونوں پر قبضہ نہ کیا حتیٰ کہ اسکے حکم سے یا بلا حکم کسی نے کفالت کر لی تو جائز ہو۔ پس اگر دونوں جدا ہوئے تھے کہ درم واک نے سب درم من سے قبضل واصل کر رہی کیا تو قبضل بری ہو جائیگا خواہ قبول کرے یا نہ کرے اور مقبول عنہ نے اگر قبول کیا تو بری ہو ورنہ نہیں۔ اور اگر کسی نے کفالت نہ کی بلکہ درم بیچنے والے نے درم من کا حوالہ ایک شخص حاضر کر دیا اور اس نے قبول کیا تو جائز ہو مگر شرط یہ ہو کہ اسی مجلس میں قبضہ ہو جاوے اور اگر دونوں جدا ہوئے تھے کہ محال کہ نہ محال علیہ کو درم من سے بری کیا تو بری کرنا صحیح ہو اور بیع صرف ٹوٹ جاوے گی خواہ اس نے برأت قبول کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر حوالہ درم کے قرضدار کی بلا اجازت ہو تو ابراہ سے محال علیہ بری ہو جائیگا اور درم

وہی کی طرف سے یہ دلال کی ۱۱۵ قرض بری اصل یا محال علیہ کر ۱۲

بیچنے والے کے حق میں اسکی رضامندی پر موقوف رہیگی یہ خزانہ المقتین میں لکھا ہے: جن صورتوں میں حوالہ فاسد ہو اور محتمل علیہ نے مال داکر دیا تو اسکو اختیار حاصل ہوگا اگر چاہے تو قابض سے لیوے ورنہ محیل سے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر قرضخواہ کو قرضدار پر مال کا حوالہ کر دیا اس شرط سے کہ محتمل کو اختیار ہو تو یہ جائز ہو اور اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے حوالہ کو باقی رکھے یا محیل سے لیوے۔ اور اسی طرح اگر یہ شرط لگائی کہ محتمل کو اختیار ہو کہ جب چاہے محیل سے لیوے تو بھی جائز ہو اور اسکو اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے وصول کرے یہ محیط میں لکھا ہے اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اپنے کسی قرضخواہ کو مشتری پر حوالہ کر گیا تو بیع باطل ہو اور اگر اس شرط پر بیچا کہ محتمل اس سے لے لیا تو صحیح ہو یہ کافی میں لکھا ہے۔ بائع نے اگر اپنے قرضخواہ کو اس مال کے واسطے جو محتمل کو مشتری پر حوالہ کیا تو اس مقید بالمشن حوالہ سے بائع کو یہ اختیار نہ رہا کہ تمام مشن حاصل کرنے کے واسطے بیع کو روک سکے اور اگر مشتری نے بائع کو اپنے قرضدار پر حوالہ کیا تو ظاہر الروایۃ کے موافق بائع کو حق جس باقی ہو۔ اگر ایک شخص نے دوسرے سے ایک چوپایہ سودرم کو خریدا اور اسپر قبضہ کیا پھر بائع کو مشن کا کسی شخص پر حوالہ کیا پھر مشتری نے اس میں کچھ عیب پایا اور قاضی کے حکم سے اسکو واپس کیا تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا کہ یہ درم بائع سے لیوے لیکن بائع اس کا حوالہ محتمل علیہ پر کر دینا خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو اور اس باب میں قول بائع کا معتبر ہوگا کہ میں نے سودرم محتمل علیہ سے نہیں لیے ہیں اور اسی طرح اگر بدون حکم قاضی واپس کیا تو بھی مال بائع سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر بیع فاسد ہو کہ اسکو قاضی نے نیست کر کے چوپایہ واپس کر دیا تو مشتری اپنے قرضہ کو محتمل علیہ سے حاصل کر گیا یہ فداوی قاضیخان میں لکھا ہے۔ اگر محتمل علیہ سے بعد قبول کرنے کے کچھ نوشتہ لے لیا پھر محیل سے کہا کہ وہ مفلس ہو پھر محیل نے اس سے کہا کہ جو خط تحریری تو نے اس سے لیا ہے مجھے بھیج دے اور حوالہ چھوڑ دے پھر اس نے وہ نوشتہ بھیج دیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو حوالہ ٹوٹ جائیگا اور اگر اس نے نوشتہ واپس کر لیا کچھ ذکر نہ کیا لیکن اس نے محیل کا کچھ مال تغلب سے لے لیا پس اگر محیل نے اختیار سے ادا کیا ہو تو مال اپنا محتمل علیہ سے لے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر مشتری نے بائع کو مشن کا حوالہ کسی شخص پر کر دیا تو بائع کو جس بیع کا اختیار نہ ہوگا اور اسی طرح اگر دھن نے مرہن کو حوالہ کیا تو دھن کو روک نہیں سکتا ہے یہ بھرا لائق میں لکھا ہے۔ مشتری نے اگر مشن کا کوئی کفیل دیا پھر کفیل مال کی واسطے بائع کو کسی شخص پر حوالہ کیا پھر بائع نے چاہا کہ مال مشتری سے لیوے نہ محتمل علیہ سے تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو کہ فانی الذخیرہ۔

کتاب ادب القاضی

اور اس میں چند ابواب ہیں

باب اول معنی ادب و قضا کے اور اس کے اقسام و شرائط کا بیان اور کس کی طرف سے تقلد جائز ہو اور اس کے معنی میں جو حالت ہیں بلکہ کفالت ہیں ۱۲ منہ سے قولہ بائع کو اس واسطے کہ حوالہ سے بائع بری ہو گیا ہو غیر ممکن ہو کہ غیر وصول بائع بری ہو تو بیع کو بھی ادا ہون کے لیے روک نہیں سکتا ۱۱ سے قولہ تقلد عمدہ قضا قبول کرنا ۱۲

متصلات کا بیان۔ واضح ہو کہ لوگوں سے برتاؤ اور معاملہ کرنے میں اخلاق جمیلہ اور خصال حمیدہ سے آراستہ ہونے کو ادب کہتے ہیں۔ اور قاضی کا ادب یہ ہو کہ جسکو شرع نے اچھا کہا ہو کہ عدل کو بھیلانا اور ظلم کو دور کرنا اور حق سے تجاوز نہ کرنا اور حدود شرع کی حفاظت کرنا اور سنت طریقہ پر چلنا اختیار کرے اور قضا کے معنی لغت میں الزام اور اخبار اور فراغ اور تقدیر کے ہیں اور شرع میں ایسے قول کو کہتے ہیں جو ولایت عامہ کے حق سے صادر ہو جسکا اختیار کرنا لازم ہو یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور اصل یہ ہو کہ قضا و فریضہ محکمہ اور سنت مقضیہ ہے کہ جسکو صحابہ اور تابعین نے کیا ہے اور صالحین اسی راہ پر گزرے ہیں لیکن فرضیت اسکی فرض کفا یہ ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور قضا پانچ طرح کی ہو ایک وہ جسکا اختیار کرنا واجب ہو وہ یہ ہو کہ کوئی خاص شخص اسکے واسطے متعین ہو چا وہ فی الواقع اور اسکا کام کا صلح اسکے سوا دوسرا نہ ہو دوسری مستحب ہے وہ یہ ہو کہ اسکا صلح دوسرا بھی ہو مگر یہ شخص اس سے بہتر ہو تیسری بخیر وہ ہو کہ یہ شخص اور شخص دونوں اس کے لائق اور اسکی درستی میں برابر ہوں تو اسکو یہ اختیار ہو کہ چاہے قبول کرے یا نہ قبول کرے جو بھتی مکر وہ ہو وہ یہ ہو کہ یہ شخص اسکے لائق ہو مگر دوسرا اس سے لائق تر ہو یا بخیرین حرام ہو وہ یہ ہو کہ اپنے آپ کو اس کام میں عاجز دیکھے اور نا منصف جانے اسطرح ہو کہ وہ اپنے باطنی حالت کو جانتا ہو کہ نفس اسکا ہوا ہوس کی پروی کر تا ہو اگر چہ اور لوگ نہ جانتے ہوں تو ایسے شخص پر حرام ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ قاضی کی دلائل صحیح نہیں ہیں جسکے اسکو جامع اوصاف شہادت نہ پادے کذا فی الہدایہ یعنی مسلمان ہو مکلف ہو آزاد ہو اندھا نہ ہو محدود القذف نہ ہو گونگا نہ ہو ہرانا اور اطرش ہونا یعنی جو بلند آواز سنتا ہو اور سہت نہیں سنتا ہو تو اس سے یہ ہو کہ اسکا قول یہ جائز ہے یہ نہ ہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور اہل جہناد میں سے ہونا چاہیے اور صحیح ہو کہ اہل جہناد سے ہونا اور کسبت کی شرط ہو کذا فی الہدایہ حتیٰ کہ اگر جاہل قاضی ہوا یعنی جو مجتہد نہ تھا اور اس نے غیر کے فتوے پر فیصلہ کیا تو جائز ہو کذا فی الملتقط لیکن بالانیمہ جاہل کو احکام میں قاضی کرنا نہ چاہیے اور اسطرح ہمارے نزدیک عدالت بھی جو از تقلید قاضی کے واسطے شرط نہیں ہے لیکن یہ شرط کمال کی واسطے ہو پس فاسق کی تقلید جائز ہے اور اسکے قضا یا نافذ ہونگے تا وقتیکہ حد شرع سے ان میں تجاوز نہ ہو لیکن فاسق کو قاضی کرنا نہ چاہیے یہ بدائع میں لکھا ہے اور اگر ایک شخص قاضی کیا گیا اور وہ عادل تھا پھر فاسق ہو گیا تو مغفول کیے جانے کا مستحق ہو لیکن اس سے مغفول نہ ہوگا اور اسی کو عامۃ مشائخ نے لیا ہے اور سلطان پر واجب ہو کہ اسکو مغفول کر دے یہ فیصول عمادہ میں لکھا ہے اور اگر سلطان نے یہ شرط کر دی تھی کہ جب قاضی فاسق کو اختیار کرے تو مغفول ہو تو مغفول ہو جائیگا یہ برابر میں لکھا ہے۔ اور قضا کا عہدہ سلطان علول و نظام دونوں کی طرف سے اختیار کرنا جائز ہے مگر ظالم سے اسوقت جائز ہے کہ قاضی حق فیصلہ کر سکے اور ظالم اس میں شریکی نظر سے نہ دیکھے اور اسکو بعض احکام کے جیسا چاہیے

سے قول ہے۔ فاسق مثلاً رشوت لی یا شراب پی یا زانک یا ۱۲ منہ سے قول ہے یعنی فاسق ہو جانے سے خود مجرورہ معزول نہ ہو جائے گا ۱۲

نافذ کرنے میں مخالفت نہ کرے اور اگر حق فیصلہ کرنا ممکن نہ ہو یا ظالم اس میں شرکی نظر سے دیکھے یا بعض احکام کو جیسا چاہیے جاری نہ کرنے سے قضا اختیار کرنا نہ چاہیے اور سنیاتی میں لکھا ہو کہ ظلم میں اسکی اطاعت نہ کرے اور ملتقط میں ہو کہ جس حاکم کی طرف سے عہدہ قضا اختیار کیا اسکا مسلمان ہونا شرط نہیں ہو یہ تاہم خانہ میں لکھا ہو۔ اور اہل بغاوت سے یہ عہدہ لینا جائز نہ ہو چنانچہ کتاب الاصل کے باب خارج میں لکھا ہو کہ اگر باغی کسی شہر پر قابض ہوئے اور انھوں نے قاضی بنایا اور اپنے قضا فیصلے پہلے اہل عدل میں پڑا لیکن وہ اس کے سامنے یہ مقدمات پیش کرے تو حقدار انصاف ہوں گے نافذ کر گیا اور اسی طرح اگر ایسا حکم دیا کہ جو مختلف فیہ ہو مگر کوئی فقہ اس طرف گیا ہو تو اسکو جاری نہ کرے جیسا اور قاضیوں میں حکم ہو اور حضرات نے ذکر کیا ہو اگر اہل بغاوت کا قاضی ہو اور اس نے فیصلہ کیا تو قاضی اہل عدل اسکو نافذ نہ کر گیا اور اختصیہ میں اشارہ کیا کہ نافذ کر گیا چنانچہ یہ لفظ فرمایا ہو کہ وہ بمنزلہ اہل عدل کے فاق قاضی کے ہو اور فاسق کے حق میں اصح قول یہ ہو کہ قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو اور فقیہ ابو الیث نے ذکر کیا کہ باغی نے اگر کسی شخص کو شہر کی قضا سپرد کی اور اس قاضی نے کسی مختلف فیہ حکم میں فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا اگر اسکی رائے کے موافق ہو تو نافذ کرے اور مخالف ہو تو باطل کر دے اور قیام دے میں ہو کہ اہل بغاوت کی طرف سے قضا اختیار کرنا صحیح ہو اور فقط باغیوں کے تسلط سے اہل عدل کے قاضی معزول نہ ہو جائینگے اور باغی کا معزول کرنا اہل عدل سے صحیح ہو حتیٰ کہ اگر باغی بھاگ گیا تو اسکے قاضیوں کے فیصلے بعد اسکے نافذ ہونگے جب تک سلطان عدل انکو دوبارہ قاضی نہ کرے اور بھی فتاویٰ میں لکھا ہو کہ جمعہ کی نماز ایسے باغی کے پیچھے جسکے واسطے بادشاہی فرمان نہ ہو جائز ہو بشرطیکہ اسکا برتاؤ امر کا ہو کہ والیان حکومت کی طرح اپنی رعیت میں احکام جاری کرتا ہو۔ پھر اہل بغی کا چھپنا ضرور ہو پس واضح ہو کہ اہل بغاوت وہ لوگ ہیں کہ جھوٹے ناحق امام برحق سے نافرمانی کی ہے اور اس کی تفصیل یہ ہو کہ مسلمانوں نے جب کسی شخص کی امامت پر اجماع کیا اور اسکے سبب سے بیخوف ہو گئے اور اس پر کسی فرقہ مسلمانوں نے خروج کیا پس اگر یہ نافرمانی اور لڑائی اس سبب سے تھی کہ امام عادل نے ان پر ظلم کیا تو وہ لوگ باغی نہیں ہیں بلکہ اس پر واجب ہے کہ ظلم کو چھوڑ دے اور انصاف کرے اور لوگوں کو نہیں چاہیے کہ ان کے مقابلے میں امام کی اعانت کریں کیونکہ یہ ظلم کی اعانت ہے اور نہ اس فرقہ کی اعانت کریں کیونکہ اس سے وہ لوگ زیادہ خروج کریں گے اور اگر ان لوگوں کی نافرمانی اس سبب سے ہو کہ امام نے ان پر کچھ ظلم کیا بلکہ وہ لوگ دالی ہونے کا اور اپنے حق کا دعویٰ کریں تو یہ لوگ باغی نہیں ہیں ہر شخص پر لڑائی پر قادر ہو واجب ہو کہ امام المسلمین کی مدد کرے اور ان خارجیوں کو زیر کرے اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہو اور فرمایا ہو کہ فتنہ سوتا ہو اور جو اسکو جگا دے اس پر خدا کی لعنت ہو۔ پس اگر ان لوگوں نے کلمات خروج نہ بیان سے نکالے و لیکن خروج کا عزم نہ کیا تو

لے قولہ۔ جو سلطان اسلام سے باغی لوگ ہوں جب مسلط ہوں تو ان کی طرف سے عہدہ قضا قبول کرنا جائز

لے قولہ۔ معزول یعنی فقط ان کے تسلط سے معزول نہ ہوں گے جب تک معزول نہ کیے جاویں ۱۲

امام کو ان سے قرض کرنا نہ چاہیے۔ اور ہمارے زمانہ میں غلبہ پر حکم ہوا اور عادل اور یا غنی معلوم نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ سب دنیا کے طالب ہیں یہ فصول عبادیہ میں لکھا ہو۔ قاضی مقرر کرنا فرض ہو یہ بدائع میں لکھا ہو۔ اور یہ کام مسلمانوں کے اہم کاموں سے ہو اور ان پر زیادہ واجب ہو پس جو شخص کہ زیادہ عارف ہو اور زیادہ قادر ہو مہبت والا و زیادہ وجہ ہو اور جو اسکو لوگوں سے پہونچے اس پر خوب صبر کر سکتا ہو تو وہ اس کام کے واسطے اولیٰ ہو اور قاضی بنانے والے کو چاہیے کہ اس کام کو محض اللہ تعالیٰ کے واسطے کرے اور جو شخص کہ سب سے اولیٰ ہو اسی کو ولایت قضا سپرد کرے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی کام کسی کے سپرد کیا اور اس کی رعیت میں اس سے بہتر موجود ہو تو اس نے اللہ و رسول اور جماعۃ المسلمین کی خیانت کی کذا فی التبین قال المسترحم مکمل فی رفعہ و ہر ضعیف فان ثبت فالمراد بالعل علی من اعمال الشرع قائم اور مشایخ نے فرمایا کہ منتخب ہو کہ امام ایسے شخص کو قاضی مقرر کرے کہ جو غنی اور ذی ثروت ہو تاکہ وہ لوگوں کے مال میں طمع نہ کرے یہ محیط شری میں لکھا ہو۔ قاضی امام ابو جعفر نے فرمایا کہ کسی شخص کو فتویٰ دینا نہ چاہیے مگر جو شخص عادل ہو اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عالم ہو اور اجتہاد سے واقف ہو لیکن اگر سنا ہوا حکم بیان کیا اور فتویٰ دیا تو جائز ہو اگرچہ اسکو دلیل سے نہ جانتا ہو کیونکہ دوسرے کی حکایت کی پس مثل حدیث کے راوی کے ہوا تو راوی میں عقل اور ضبط اور عدالت اور فہم شرط ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اصولیین کی رائے اس پر قرار پائی ہو کہ مفتی فقط مجتہد ہوتا ہو اور سوائے مجتہد کے غیر شخص جو مجتہدوں کے قول یا روایت سے مفتی نہیں ہو اور اس پر واجب ہو کہ جب کوئی مسئلہ اس سے دریافت کیا جاوے تو بطور حکایت کے کسی مجتہد کا قول مثلاً امام اعظم وغیرہ کے نقل کرے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جو فتویٰ ہوتا ہو یہ فتویٰ نہیں ہو بلکہ کسی مفتی کا کلام نقل لیا جاتا ہو تاکہ مستفتی اسکو اختیار کرے اور مجتہد کا قول نقل کرنے کی دو صورتیں ہیں یا تو اس شخص کو مجتہد تک کوئی سند حاصل ہو۔ یا کسی کتاب مشہور سے جو دست بدست چلی آتی ہو نقل کرے جیسے قصاصت امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ کی کیونکہ یہ بھی بہ منزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں ایسا ہی لازمی نے ذکر کیا ہو اور اس بنا پر یہ کہا جاسیے کہ جو بعض نسخہ نوادہ کے ہمارے زمانہ میں دستیاب ہوتے ہیں اور وہ مشہور یا متواتر نہیں ہیں ان کے مسائل و احکام امام محمد یا ابو یوسف کی طرف نسبت نہ کرنا چاہیے ہاں اگر اس نوادہ سے کسی معروف کتاب مثل ہدایہ و مبسوط وغیرہ کے کچھ نقل کیا گیا ہو تو مضائقہ نہیں مگر یہ اعتماد اس کتاب معروف پر ہو یہ بکرا لائق میں لکھا ہو اور فقہا کا اس پر اجماع ہو کہ مفتی کو اہل اجتہاد سے ہونا چاہیے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ اور ملقط میں ہو کہ اگر جواب اسکے خطا سے زیادہ ہوں تو اسکو فتویٰ دینا حلال ہو اور اگر وہ اہل اجتہاد میں سے نہ ہو۔ تو اسکو فتویٰ دینا حلال نہیں ہو مگر بطور نقل کے پس جو کچھ اسکو مجتہد کے قول معلوم ہوں نقل کرے یہ فصول عبادیہ میں لکھا ہو۔ فاسق مفتی ہو سکتا ہو۔ اور بعضوں نے کہا کہ نہیں صالح ہو اور غیبی نے فرمایا کہ اسی کو اکثر متاخرین نے اختیار کیا ہو اور مجمع و اسکی شرح میں اسی پر فقہین کیا ہو اور اسمین اختلاف نہیں ہو کہ مفتی کے واسطے اسلام اور عقل شرط ہو

فصل اول۔ یعنی جسے فتوے دینا ہو انہیں اکثر اقوال ٹھیک ہوتے ہوں اور بعض میں چونکہ ۱۲

اور بعضوں نے اس کے لئے بیداری شرط کی ہو کہ غافل نہ ہو یا اس کا آزاد ہونا یا مرد کے جنس سے ہونا یا اطاق ہونا کہ جو باتین کرتا ہو شرط نہیں ہو پس گوئی کہ فتویٰ دنیا درست ہو جبکہ اس کا اشارہ سمجھ میں آ جاوے بلکہ جو شخص بوتا ہو اگر اس نے سوال کے جواب میں سر ہلایا یعنی ہاں تو اس پر عمل کرنا جائز ہو۔ اور چاہیے کہ خلاف مردت باتوں سے پاک ہو اور فقیہ النفس سلیم الذہن ہو اور اپنے تصرفات میں نیک روش ہو اور صحیح یہ ہو کہ اس کا فتویٰ دنیا مکروہ نہیں ہو جو اس کا اہل ہو۔ اور حاکموں پر واجب ہو کہ اہل ورنہ اہل کی تعقیب کریں پھر نا اہل کو فتوے دینے سے باز رکھیں یہ نہر الفائق میں لکھا ہو۔ اور فتویٰ کی شرطوں میں سے یہ ہو کہ فتویٰ طلب کرنے والوں میں انصاف کے ساتھ ترتیب کا لحاظ رکھے اور مالداروں اور سلطان و امرا کے سپاہیوں کی سبقت نہ کرے بلکہ جو شخص پہلے لایا ہو اس کا جواب پہلے لکھ دے خواہ وہ مالدار ہو یا فقیر ہو اور مفتی کے آداب میں سے یہ ہو کہ تحریری سوال کو تعظیم سے لیوے اور سوال کو اچھی طرح مکرر کرے اور جب اس پر کھلے ہو تو اس کا جواب لکھے اور یہ شرط ہو کہ کاغذ کو جیسے بعض آدمیوں کی عادت ہو نہ بھینکے کیونکہ اس میں اللہ کا نام ہو اور اس کی تعظیم واجب ہو اور جب مفتی نے جواب لکھ دیا تو چاہیے کہ اس کے پیچھے مثل واللہ اعلم کے کوئی لفظ لکھ دے اور بعض نے کہا کہ مسائل مختلفا دیہ میں کہ جن پر اہل السنۃ والجماعہ کا اجماع ہو یہ لکھنا چاہیے اللہ الموفق یا اللہ التوفیق یا اللہ العزیز۔ یہ جو اسر اخلاطی میں لکھا ہو۔ اور بعض مفتی پرچہ عورت یا لڑکے کے ہاتھ سے نہیں لیتے تھے اور ان کا شکر گردان لوگوں سے لیکر جمع کر کے ان کے پاس پیش کرتا تھا اور یہ سب علم کی تعظیم کے واسطے تھا اور عمدہ یہ ہو کہ مفتی تواضع کے ساتھ ہر ایک سے لیوے۔ اور نوجوان اگر مردانیتوں کا حافظ ہو اور روایات سے واقف ہو اور طاعت آگاہی میں قاصر نہ ہو اور نافرمانی میں سرگرم نہ ہو تو جائز ہو کہ فتوے دیوے اور عالم اگرچہ چھوٹا ہو مگر راہ علم طربا سے اور جاہل اگرچہ بڑا ہو مگر چھوٹا ہو یہ بکرالرائق میں لکھا ہو۔ اور واجب ہو کہ مفتی سب بار بھاری کھڑک نہ مزمزبان ہو کشادہ پیشانی ہو یہ سراجیہ میں لکھا ہو۔ اور بدون سوال فتویٰ نہ دے اور اگر خطا کرے تو اس سے رجوع کرے اور حیا اور عار نہ کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہو اور تصحیح مسائل کی واسطے حساب جاننے کی شرط میں دو وجہیں ہیں اور یہ شرط ہو کہ اپنے امام کے مذہب کا حافظ ہو اور اسکے قواعد و اسلوب پہچانتا ہو اور جو شخص اصولی ہو اور اس میں ماہر ہو اور جو شخص خلافیات ائمہ فقہ میں بحث کرتا ہو اس کو فروع شرعیہ میں فتوے دینا نہ چاہیے اور غیر واقع میں افتاء واجب نہیں ہو۔ اور حرام ہو مفتی پر فتوے دینے میں تساہل کرنا اور غرض فوت ہونے کی وجہ سے جیل کی پیروی کرنا اور ایسے شخص سے جو اس کو جانتا ہو دریافت کرنا۔ اور جبوقت اسکے اخلاق میں تغیر ہو اور اعتدال سے خارج ہو خواہ بسبب شدت خوشی کے یا بسبب غصہ کے تو اس وقت فتوے نہ دیوے اور اگر اس کو یہ اعتقاد ہے کہ با اینہم راہ صواب میں خطا ہوگی تو اس کا فتویٰ صحیح ہو۔ اور اولیٰ یہ ہو کہ فتوے لینے والے سے اجرت نہ لے بلکہ نیک کام سمجھ کر فتوے دیوے پس اگر شہر کے لوگوں نے اسکے لئے رزق مقرر کیا تو جائز ہے یا اگر اس کو

سے قول ہے - دو وجہوں میں سے ایک وجہ یہ کہ جب میں موجود نہ ہو حساب جانتا شرط ہو اور دوسری وجہ یہ کہ جانتا مضر نہیں ہو جب میں محاسب ہو ۱۲۔ **سے قول ہے** یعنی جو واقعہ ابھی تک پیش نہیں آیا اس کا فتوے لینا ضرور نہیں ہو ۱۳۔

اجرت دی گئی تو جائز ہے اور امام پر واجب ہو کہ مدرس اور مفتی کے واسطے بقدر کفایت مقرر کر دے۔ اور ہر شہر کے لوگوں کی اصطلاح جہاں پس ایسی اصطلاح نہ لکھنا چاہیے جو وہ لوگ نہ جانتے ہوں یہ بجا المراقب میں لکھا ہے پھر فتوے مطلقاً امام کے قول پر ہو پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر پھر امام محمد کے قول پر پھر امام زفر رحمہ اللہ کے قول پر پھر حن بن زیاد کے قول پر و بعضوں نے کہا کہ اگر امام ایک طرف ہوں اور صاحبین ایک طرف ہوں تو مفتی کو اختیار ہو لیکن اول صحیح ہو جبکہ مفتی مجتہد نہ ہو اور عادی قدسی بن ہو کہ اصح یہ ہے کہ اعتبار قوت مارک پر ہو یہ نہر الفائق میں لکھا ہو۔ اور مفتی اور امام کو جائز ہو کہ ہر یہ قبول کرے اور دعوت خاصہ قبول کرے۔ یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہو۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ وہ ایک مسئلہ میں فتوے دینے کے واسطے راست درست ہوئے چار اور ٹھہری اور عامہ باندھا پھر فتوے دیا اور یہ فتویٰ کی تعظیم تھی یہ تبیین میں لکھا ہے۔

دوسرا باب قاضی ہونا اختیار کرنے کے بیان میں خفاف نے ادب القاضی میں چند احادیث قضا کے قبول کرنے کے مکروہ ہونے میں پیش کیں اور کچھ اسکی قبولیت میں رخصت ہونے کی پیش کیں اور لکھا ہے کہ اس کو صاحبین نے اختیار کیا ہو اور صاحبین ہی نے اس سے انکار کیا ہو اور نہ قبول کرنا ہی مثل و سلم و اصلح فی الدین ہو اور اس صورت میں کہ ایک شخص میں سب شرطین قضا کی موجود ہیں تو اسکو قضا قبول کرنا جائز ہو مشائخ نے اختلاف کیا ہو اور بعضوں نے کہا کہ مکروہ ہو کہ ذانی المحیط کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص قضا کے بلا میں بیٹھا گیا گویا بغیر چھری زنج گیا **قال لست رحم قد کلموا فیہ اور عبد اللہ بن وہب سے روایت ہو کہ انکو قاضی بنانا جائز نہیں** خفاف نے نہ قبول کیا اور اپنے گھر مخبون بن یحییٰ پھر جو اسکے پاس جاتا تھا اسکا موخہ نوختا تھا اور اسکے کپڑے بھاتا تھا پھر ایک شخص صحابہ میں سے آئے اور کہا کہ اے عبد اللہ اگر تم قضا کو قبول کرتے اور انصاف کرتے تو بہتر تھا پس عبد اللہ بن وہب نے فرمایا ارے یہ تیری سمجھ ہے تو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہو کہ فرماتے تھے کہ قاضی لوگ سلطانوں کے ساتھ حشر میں ہوں گے اور عالم لوگ انبیاء کے ساتھ ہوں گے اور مشہور یہ ہو کہ ابو حنیفہ کو قضا اختیار کرنے کی تکلیف دی گئی تھی انھوں نے انکار کیا تو ظالم نے نیسے کوڑے مارے پھر جب انکو اپنی جان کا خوف ہوا تو اپنے اصحاب سے پوچھا پس قاضی امام ابو یوسف نے ان کے لیے قضا قبول کرنا بخیر کیا اور کہا کہ اگر آپ قبول کر لیتے تو لوگوں کو بہت نفع ہو نہایت پھر امام اعظم نے کہا کہ اگر تو مجھے سمندر پہ جانے کو کہتا تو میں اپنے میں اس کام کرنے سے زیادہ قوت و قدرت پاتا اور میں تو تجھے دکھتا ہوں کہ تو قاضی ہو گیا ہو پھر سر نیچا کر لیا اور ان کی طرف ابھی نہ دکھا یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہو۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ قاضی بنانے کو بلائے گئے اور انکار کیا جسے کہ قید ہوئے پھر محبوب ہوئے تو اختیار کر لی یہ عنایہ میں لکھا ہو۔ کرنخی اور خصاف و علماے عراق نے اسی پر کہا ہے کہ جب تک اس پر جبر نہ کیا جاوے قبول نہ کرے اور مشائخ ہمارے دیار کے کہتے ہیں کہ جو شخص صلح ہو

۱۲ قولہ قوت مارک یعنی عالم جہاں کے دلائل سمجھتا ہو وہ اپنی قوت و مالک کے مطابق جہاں پر ترجیح پاوے وہی اختیار کرے

اور بیخوف ہو کہ مجھ سے ظلم نہ صادر ہوگا تو اسکو قبول کر لیتے ہیں کچھ ڈر نہیں ہے اور جو ایسا نہ ہو اسکو دور رہنا بہتر ہے اور صحابہ اور تابعین نے اسکو بلا کر اہ منظور کر لیا ہے۔ یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اور جس شخص کو خوف ہو کہ ظلم صادر ہوگا اسکو مکروہ ہو اور اگر یہ خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور بیجا بیج میں ہے کہ عہدہ قضا کو طلب کرنا یا اسکا سوال کرنا نہیں چاہیے اور طلب کرنے کی یہ صورت ہے کہ امام سے کہے کہ مجھے قاضی کر دے اور سوال کی یہ صورت ہے کہ لوگوں سے کہے کہ اگر امام مجھے فلان شہر کا قاضی کرنا چاہے تو میں قبول کر لوں اور یہ اس طبع سے کہ یہ خیر امام کو ہو چکے اور وہ اسکو قاضی کر دے اور یہ سب مکروہ ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ جو شخص بلا درخواست اسکو قبول کرے تو ڈر نہیں ہو اور جس نے درخواست کی اسکو مکروہ ہو اور عامۃ مشائخ کا یہ مذہب ہے کہ قضا کو اختیار کرنا رخصت ہے اور بازرگانی وغیرہ میں ہے کہ یہی مختار ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے۔ اور عہدہ قضا کو نہ طلب سے طلب کرے اور نہ زبان سے کہ جب کوئی دوسرا اس لائق نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ لوگوں مسلمانوں کے حقوق کو نگاہ رکھے اور قضا کو قبول کرے یہ شہنشی میں ہے۔ اگر شہر میں چند لوگ ایسے ہوں جو قاضی ہونے کے لائق ہیں اور ایک نے انکار کیا تو گنہگار نہ ہو گا لہذا فی الحقیقہ اور اگر سب نے انکار کیا یہاں تک کہ ایک جاہل قاضی کیا گیا تو گناہ میں سب شریک ہو گئے یہ عنایہ میں لکھا ہے۔ نیا بیج میں ہے کہ اگر وہ شخص قاضی ہونے کے لائق ہیں مگر ایک نہ زیادہ فقیہ ہو اور دوسرا زیادہ پرہیزگار ہو تو یہ فقیہ سے اولیٰ ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے۔ اگر سلطان نے ایسے شخص کو قاضی کیا جو صلاحیت نہیں رکھتا ہو حالانکہ اس شہر میں ایسا شخص موجود تھا جو اسکے لائق ہو تو گناہ سلطان پر ہو گا یہ شرح ادب القاضی للضفاف میں ہے۔ اگر کوئی شخص رشوت دیکر قاضی ہو گیا تو صحیح یہ ہے کہ وہ قاضی نہ اعتبار کیا جائے اور اگر حکم دیکھا تو نافذ نہ ہوگا۔ اور جس نے رشوت یا سفارش سے قضا حاصل کی اور اسے کسی مختلف فیہ میں حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے پاس پیش ہوا پس اگر اسکی رائے کے موافق ہو تو نافذ کر لیا اور اگر مخالف ہو تو باطل کر دیکھا اور واضح یہ ہے کہ جو سفارش سے قاضی ہوا اور جسکو خود قاضی کیا گیا دونوں قضا جہدات کے نافذ ہونے میں برابر ہیں قاضی نے رشوت لے کر اگر حکم دیا تو اسکی قضا نافذ نہ ہوگی اور جس مقدمہ میں رشوت نہیں لی اس میں نافذ ہوگی اسی کو مرضی اور خصاف نے اختیار کیا ہے اور اگر قاضی کے بیٹے یا اس کے خیر یا بعض پیادوں نے رشوت لی پس اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لی تو یہ اور قاضی کا خود رشوت لینا برابر ہے اور اسکا فیصلہ مردود ہو اور اگر اسکے بلا واسطہ ایسا ہوا تو قضا نافذ ہو جائیگی اور لینے والے پر واجب ہے کہ رشوت واپس کر دے یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے۔

تیسرا باب دلائل پر عمل کرنے کی ترغیب۔ قاضی کو چاہیے کہ کتاب اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق عمل کرے اور جو کتاب میں ناسخ و منسوخ ہوا اسکو پہچانے اور ناسخ میں سے جو حکم یا منشا بہ مختلف الاولیٰ ہے جیسے اقراء معلوم کرے پس اگر اسنے کتاب اللہ تقدیم نہ پایا تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق عمل کرے اور چاہیے کہ اسکے بھی ناسخ و منسوخ معلوم کرے اور اگر احادیث مختلف آئی ہوں تو جو حکم حدیث کا مشہور ہے

قوله۔ قلب سے یعنی دل سے بھی خوش نہ کرے اس کے **قوله** اقراء جمع قرأ یعنی حیض و طہار

موافق اجتہاد ہوا سکو اختیار کرے اور اس پر واجب ہو کہ اقسام حدیث سے احاد و مشہور و متواتر کو معلوم کرے اور دراتب
رواۃ کا معلوم کرنا واجب ہو پس بعض روایۃ فقہ و عدالت میں مشہور ہیں جیسے چارون خلفاء راشدین اور عبد اللہ
بن عروہ و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر وغیرہ اور بعض اس میں مشہور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر
نہک ہمیشہ رہے اور جو سنائی وہ خوب محفوظ رکھتے ہیں اور جو فقہ جانتے ہیں مشہور ہوا اسکی روایت کا لینا اولیٰ ہے
بہ نسبت اسکے جو غیر فقہ ہوا اور اسبطر جس کی ہمیشہ زیادہ رہی اسکی روایت کا لینا اس سے اولیٰ ہے جو زیادہ ہمیشہ نہیں
رہا ہے اگر کوئی واقعہ ایسا پیش آوے کہ جمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں آئی
ہے تو اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر عمل کرے کیونکہ اجماع صحابہ پر عمل کرنا واجب ہوا اگر صحابہ میں باہم اختلاف
ہو تو خود کوشش کرے بعض کے قول کو بعض پر ترجیح دیوے بشرطیکہ خود اہل اجتہاد سے ہوا اور اسکو یہ روا نہیں ہو
کہ ایک تیسرا قول نکال کر سب کی مخالفت اختیار کرے کیونکہ انھوں نے باوجود اختلاف کے اس پر اتفاق کیا ہو کہ
ان دونوں قولوں کے سوا تیسرا قول نہیں ہوا اور باطل ہے خصوصاً کہتے تھے کہ اسکو تیسرا قول نکالنے کا اختیار ہے
کیونکہ انکا اختلاف اسکی دلیل ہو کہ اس واقعہ میں اجتہاد کو گنجائش ہے اور صحیح وہی ہے جو ہم نے بیان کر دیا۔ اگر
صحابہ نے کسی حکم پر اجماع کیا اور تابعین میں سے کسی نے اختلاف کیا پس اگر یہ ایسا تابعی ہے جس کو صحابہ کا زمانہ نہیں
ملا ہو تو اسکے اختلاف کا اعتبار نہیں ہے جتنے کہ اگر کسی قاضی نے برخلاف اجماع صحابہ کے اس کے قول کے موافق فیصلہ
کیا تو باطل ہو گا اور اگر ایسا تابعی ہے جس نے صحابہ کا زمانہ پایا ہو اور ان کی فتاویٰ سے مزاحم ہوا ہو اور صحابہ نے اسکے
واسطے اجتہاد تجویز کیا ہو جیسے فروع اور شعبی وغیرہ تو اسکی مخالفت کی وجہ سے اجماع منعقد نہو گا۔ اگر کوئی حکم بعض تابعین
کی طرف سے پہونچا اور اسکے سوا دوسروں سے اس باب میں کچھ منقول نہوا تو امام عظم سے اس صورت میں دوزد و تثین
میں ایک روایت میں ہو کہ میں ان کی تقلید نہ کروں گا اور یہی ظاہر المذہب ہے اور دوسری روایت نو اور میں ہے کہ امام نے
فرمایا کہ اگر ان میں سے ایسے نہونگے جنھوں نے زمانہ صحابہ میں فتویٰ دیا ہو اور صحابہ نے اسکے حق میں اجتہاد جائز رکھا
ہے جیسے فروع و مسروق و جن بصری تو میں انکی تقلید کروں گا یہ محیط میں لکھا ہے پھر اگر کوئی ایسا واقعہ ہو
جس میں صحابہ سے کچھ روایت نہیں ہو اور تابعین کا اجماع ہو تو اس دلیل سے فیصلہ کرے اور اگر تابعین میں باہم
اختلاف ہو تو بعضے قول کو ترجیح دیکر اسکے موافق حکم کرے اور اگر انہیں سے کچھ بھی روایت نہولے اگر خود اہل اجتہاد
سے ہو تو مشابہ احکام پر قیاس کرے اور اجتہاد کرے و جواب کی خواہش کرے کہ اسکے موافق حکم دے اور اگر خود
اہل اجتہاد میں سے نہیں ہو تو فتویٰ طلب کرے اور اسکے موافق حکم دے اور بلا علم حکم نہ دے اور نہ سوال سے شرمندہ
ہو۔ پھر دونوں کا جاننا ضروری ہو کہ اگر ہمارے اصحاب ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد کسی بات پر متفق ہوں تو قاضی کو
نہ چاہیے کہ اپنی رائے سے ان کی مخالفت کرے اور دوسری بات یہ ہو کہ اگر انہیں اختلاف ہو تو عبد اللہ بن المبارک

رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول لیا جاوے گا کیونکہ وہ تابعین میں سے تھے اور ان کے فتوے کے مزاجم ہوتے تھے یہ محیطہ سرخی میں لکھا ہے۔ اور اگر ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملے۔ اور متاخرین سے پائی گئی تو ان کے موافق حکم دے اور اگر متاخرین میں باہم اختلاف ہو تو کسی کو ان میں سے اختیار کر لیں۔ اور اگر متاخرین سے بھی نہ پائی گئی تو اپنی رائے سے آئین اجتہاد کے بشرطیکہ وجہ فقہ کو جانتا ہو اور اہل فقہ سے آئین مشاورت لے اور شرح طحاوی میں ہے کہ اگر اسنے اپنی رائے سے حکم دیا پھر وہ نفس صیرج کے مخالف ہو تو اسکا فیصلہ جائز نہ ہو گا اور اگر نص کے مخالف نہ ہو بلکہ اسکے بعد اسکو دوسری رائے ظاہر ہوئی تو جو کچھ گذرا اسکو باطل نہ کرے اور آئینہ کے واسطے اس رائے کے موافق عمل کرے اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہو اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اول مرتبہ اسنے اجتہاد سے فیصلہ کیا پھر دوسری رائے اس سے بہتر دیکھی تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے کہنے کے موافق ہو گا پس اگر متفقہ میں کا اختلاف دو قولوں پر ہو اور پھر ان کے بعد کسی ایک قول پر اجماع ہو گیا ہو تو یہ جماع امام اعظم اور ابو یوسف کے قول پر پہلے اختلاف کو رفع نہیں کرتا ہو اور امام محمد کے قول پر رفع کرتا ہو اور شیخ الاسلام ڈسمل لائے سرخی نے ذکر کیا کہ یہ اجماع پہلے اختلاف کو رفع کرتا ہو اور آئین کچھ اختلاف ہمارے اصحاب میں نہیں ہو صورت بعض علماء اللقبہ ہمارے مخالف ہیں۔ اگر کسی زمانے کے لوگ کسی حکم پر متفق ہو رہے اور وہ زمانہ گزر گیا اور قاضی نے انکا قول چھوڑ کر دوسری رائے پر حکم دیا بسبب اسکے کہ اسکو صواب ان کے برخلاف معلوم ہوا تو ایسی صورت میں اگر اس اتفاق سے پہلے اختلاف واقع ہو گیا ہو تو مشایخ نے باہم اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ قاضی کو مخالفت کرنا روا نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ روا ہے اور اگر اس اتفاق سے پہلے اختلاف نہ تھا تو بالاتفاق قاضی مخالفت نہیں کر سکتا ہے۔ قواعد عقابہ میں ہے کہ ایک قاضی نے فتویٰ طلب کیا اور فتوے کے جواب سے اسکی رائے مخالف ہو گئی اگر وہ اہل رائے میں سے ہو تو اپنی رائے کے موافق عمل کرے اور اگر اسنے اپنی رائے کو ترک کیا اور مفتی کی رائے کے موافق عمل کیا تو صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام اعظم کے نزدیک نافذ ہو جائیگی۔ اگر حکم دینے کے وقت قاضی کی کوئی رائے نہ تھی اور اسنے مفتی کی رائے کے موافق فیصلہ کر دیا پھر اس کے برخلاف ایک رائے ظاہر ہوئی تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی قضاء توڑے اور امام ابو یوسف نے کہا کہ قضاء نہ توڑے چنانچہ اس صورت میں کہ اسنے اپنی رائے سے حکم دیا پھر اسکو دوسری رائے ظاہر ہوئی تو پہلی رائے نہ ٹوٹے گی یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اور جس صورت میں کوئی نص مخالف یا اجماع نہیں ہو پس قاضی یا اہل اجتہاد سے ہو گا یا نہ ہو گا پس اگر وہ اہل اجتہاد میں سے ہو اور اسکی رائے ایک طرف ہو چکی ہو تو اسکو اپنی رائے پر عمل کرنا واجب ہو اگرچہ دوسرے اہل اجتہاد و رائے کے مخالف ہو۔ اور اسکو دوسروں کی رائے کی تابعداری جائز نہیں ہے کیونکہ حضرت اسکا اجتہاد پہونچتا ہو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظاہر میں حق ہو اگر اسکی رائے ایک امر کی طرف ہو چکی ہو وہاں کوئی دوسرا مجتہد تھا کہ وہ اس سے زیادہ فقیہ تھا اور اس کی رائے اسکے برخلاف تھی اور اس نے چاہا کہ بلا نظر و غور کے اسکی رائے پر عمل کرے کیونکہ یہ اسکو زیادہ فقیہ جانتا ہے تو

کتاب الحدود میں مذکور ہے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اسکو گنجائش ہو اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ و محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بلکہ صرف اپنی رائے پر عمل کرے اور بعض روایات میں یہ اختلاف اسکے برعکس مذکور ہے اور اگر واقعہ کا حکم اسکی عقل پر مشکل ہو جواب تو اپنی رائے کو کام میں لاوے اور اسپر عمل کرے اور افضل یہ ہو کہ اہل فقہ سے اس میں مشاورت کرے اگر وہ اختلاف کریں تو خود کر کے جسطرف اسکی رائے ظاہر ہیں ہو بچے اسپر عمل کرے اور اگر وہ لوگ ایک رائے پر متفق ہوں اور اسکی رائے انکے مخالف ہو تو بھی اپنی رائے پر عمل کرے لیکن چاہیے کہ علم دینی میں جلدی نہ کرے جب تک حق تاویل و کوشش کو دیر کر کے وجہ حق کو منکشف نہ کرے اور جب اسکی کوشش سے حق کھل گیا تو اپنی رائے سے اس میں فیصلہ کرے اور جب اس نے اپنی کوشش اس میں اظہار حق کے واسطے صرف کوی تو پھر اپنے فیصلہ سے خوفناک نہ ہوئے کہ اگر اس نے جزا کا حکم دیدیا ہو تو فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ جائز نہیں ہے اگرچہ وہ اہل اجتہاد سے ہو مگر جب اس کا حال دریافت نہ ہو تو محمول کیا جائیگا کہ اس نے اپنی رائے سے حکم دیا اور جب تک ممکن ہو گا مسلمان کا کام صحت پر محمول کیا جائیگا یہ سب اس صورت میں ہو کہ قاضی اہل اجتہاد میں سے ہو اور اگر اہل اجتہاد میں سے نہ ہو پس اگر اس نے ہمارے اصحاب کے اقوال کو یاد رکھا اور مضبوطی اور اتقان کے ساتھ حفظ کیا تو حکم کا قول حق سمجھا ہو اسپر بسبیل تقلید عمل کرے اور اگر ان کے اقوال کا حافظہ نہیں ہے تو جو اس شہر میں ہمارے اصحاب میں سے اہل فقہ ہیں سے ہوں ان کے فتوے پر عمل کرے اور اگر شہر میں صرف ایک ہی فقیہ حنفی ہو تو اسی کا قول اختیار کرے اور ہر کو امید ہو کہ اس سے باز پرس نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ مقصود حاصل کرنے کے لیے اپنی کوشش کو صرف کرنے کو اجتہاد کہتے ہیں اور آدمی کے مجتہد ہو جانے کی شرط یہ ہے کہ کتاب اللہ و حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حقیقت کہ جس سے احکام متعلق ہیں جانتا ہو فصاحت کا جانتا شرط نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ جسکی رائے میں صواب زیادہ ہوں خطا سے اسکو اجتہاد و خلائل ہو اور اول اصح ہے یہ فصول علویہ میں لکھا ہے۔ اصح تعریف مجتہد کی یہ ہے جو بعضوں نے بیان کی ہے کہ اس نے علم کتاب اللہ اور اسکے وجہ معانی کو جانتا ہو اور علم حدیث کو بھی اسکے طرق و متون و وجہ معانی سے پہچانا ہو اور قیاس میں بھی سبب ہو اور عرف الناس کو جانتا ہو یہ کافی میں لکھا ہے۔ اگر شہر میں کچھ لوگ اہل فقہ ہوں تو ان سے اس بات میں مشورہ لے اور مشورہ میں اگر اسکی اور ان کی رائے متفق ہو وے تو اسپر حکم کرے اور اگر اختلاف ہو تو جو قول حق سے قریب معلوم ہو اس پر نظر ڈالکر اپنے اجتہاد سے عمل کرے بشرطیکہ اسقدر اجتہاد کا صلاح ہو اور اس باب میں بڑی عمر کا آدمی معتبر نہیں ہے اور نہ کثرت عدد کا اعتبار ہو بلکہ ایک ہی شخص کو کبھی علاوہ جماعت کے توفیق صواب حاصل ہوئی ہے اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے اور امام محمدؒ کے قول پر کثرت عدد کا اعتبار ہو۔ اور اگر اسکا اجتہاد کسی امر پر **لے قول** جتنا فائیدے بطور کثرت بدون کوشش کے سرسری طور سے **۱۲** اسکے قولہ۔ علم کتاب الخ یعنی قرآن کے احکام سے آگاہ ہو اور حق یہ کہ کمتر مرتبہ ہی ہے ورنہ کل سے عالم ہو۔ وجہ معانی یعنی عبارت و اشارت وغیرہ جو اصول میں مذکور ہیں اور علم حدیث میں اسناد کا علم اس سے زائد ہے نہ صیغہ ہوتی قیاس کو چھیک دیتا ہو عرف الناس کو گون کے رواج ۱۲

نہ قرار پایا اور وہ حادثہ ویسا ہی مختلف اور شکل رکھتا تو اس شہر کے سوا جس میں وہ ہو دوسرے شہر کے فقیہوں کو لکھے اور خط کے ساتھ مشورت کرنا پرا تا طریقہ چلا آیا ہے کہ حوادث شرعیہ میں ایسا ہوتا ہو پس اگر ان لوگوں نے جن کی طرف خط بھیجا ہے کسی بات پر اتفاق کیا اور قاضی کی رائے بھی ان کی رائے کے موافق ہوئی اور وہ بھی اہل رائے و اجتہاد میں سے تھا تو اسی رائے کے موافق اس پر عمل کرے اور اگر ان لوگوں نے بھی اختلاف کیا پس اگر یہ شخص اہل اجتہاد میں سے ہے تو جو قریب حق کے قول معلوم ہو اسی پر عمل کرے اور اپنی رائے سے عمل کرے اور اگر اس صورت میں قاضی اہل اجتہاد سے نہ ہو تو جو شخص اس کے نزدیک زیادہ فقیہ اور بہت پرہیزگار ہو اسکے قول پر عمل کرے۔ اگر قاضی نے ایک قوم سے مشورہ کیا اور یہ لوگ اہل فقہ تھے اور ان کی رائے سے قاضی کی رائے مخالف ہو تو قاضی کو اپنی رائے چھوڑ کر ان کی رائے پر عمل کرنا نہیں جائز ہے اور اگر قاضی نے ایک شخص فقیہ سے مشورہ کیا تو کافی ہو مگر چند لوگوں سے فقہاء میں مشورہ لینا احوط ہو۔ اگر اس شخص نے ایک رائے کا مشورہ دیا اور قاضی کی رائے اسکے برخلاف ہو تو قاضی اپنی رائے نہیں چھوڑ سکتا ہو۔ اور اگر قاضی نے اسکی رائے کو سبب اسکے کہ وہ افضل و رافقہ ہو لائق اہتمام و تکرار کی جانا تو اس مسئلہ کو کتاب الحدود میں ذکر کیا۔ اور کہا کہ اگر اس شخص کی رائے کے موافق اس نے فیصلہ کیا تو مجھے امید ہو کہ اسکو اتنی کجائیش ہوگی اور اگر اس نے اسکی رائے کو ایسا لائق اہتمام نہ جانا تو اس کو اپنی رائے چھوڑ کر دوسرے کی رائے پر عمل کرنا نہ چاہیے یہ محیط میں لکھا ہے۔

چوتھا باب۔ اختلاف علماء کا اس بات میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ اجتہاد کرتے تھے یا نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ صحابی مجتہد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اجتہاد کرنا جائز تھا یا نہیں بعضوں نے کہا کہ نہیں جائز تھا اور اکثر عالموں نے کہا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور تھا اسکے لیے جائز تھا اور جو نزدیک تھا اسکے لیے جائز نہ تھا اور یہی اصح ہے یہ محیط نے بھی لکھا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں میں جن میں آپ کو وحی نہیں بھیجی گئی تھی اجتہاد کرتے اور حکم دیتے تھے یا نہیں پس بعضوں نے کہا کہ جہاں وہ نہیں کرتے تھے بلکہ وحی کا انتظار کرتے تھے۔ اور بعضوں نے کہا کہ پہلے انبیاء کی شریعت کی طرف رجوع کرتے تھے کیونکہ ان کی شریعت حلیک اسکا نسخہ نہ ثابت ہو ہمارے واسطے بھی ثابت ہو اور بعضوں نے کہا کہ اسوقت تک اجتہاد نہیں کرتے تھے جب تک کہ وحی کی طرح ہوتی اور جب امید منقطع ہوتی تب اجتہاد کرتے پھر وہی ہماری شریعت ہو جاتی تھی پس اگر اسکے برخلاف وحی آتی تھی تو وہ اسکی ناسخ ہو جاتی تھی کیونکہ سنت کا کتاب سے نسخہ ہونا ہمارے نزدیک جائز ہے اور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ فیصلہ جسکو جاری کر دیا ہو نہیں توڑتے تھے ہاں آئندہ کے واسطے فیصلہ میں دوسرا حکم دیتے تھے یہ محیط میں لکھا ہے۔

لے قول۔ سوادینہ شہر کے اختلافات و مسائل و فضیلت و جہالت و غیرہ کا بیان قاضی ہونا اور اس کی ذمہ داری

پانچواں باب۔ قاضی کو مقرر کرنے اور معزول کرنے کے بیان میں۔ اگر سلطان نے کسی شخص کو کسی خاص شہر کا قاضی کیا تو وہ اس شہر کے سوا اور کوئی قاضی نہ ہو گا جینک کہ فرمان قضاء میں شہر مع سواد نہ ہو۔ اور یہ جواب ادایت نوادر کے موافق ہے کہ نفاذ قضاء کے واسطے مقرر شرط نہیں ہے **قال مترجم** یعنی نوادر میں آیا ہے کہ حکم قضاء کے نافذ ہونے

کے واسطے شہر کا ہونا شرط نہیں ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہی مختار ہو۔ لیکن ظاہر الروایۃ کے موافق نفاذ قضاء کے واسطے شہر کا ہونا شرط ہو تو قاضی کا نوٹن میں والی نہ ہوگا اگرچہ سلطان نے اپنے فرمان میں لکھ دیا ہو۔ اگر سلطان نے امیر بنانا یا قاضی بنانا کسی شرط یا آئیدہ وقت پر معلق کیا ہو مثلاً کہا کہ جب تو فلان شہر میں داخل ہو تو وہاں کا قاضی ہے یا جب تو شہر کہ میں جاؤں تو وہاں کا امام ہو یا کہا کہ شروع ہینے سے میں نے تجھے امیر بنایا تو یہ جائز ہے کذا فی الملتقط اور اس پر اجماع ہو کذا فی الخلاصہ۔ اور قاضی کے معزول ہونے کو بھی تعلیق کرنا جائز ہو۔ اگر سلطان نے کسی شخص کو ایک دن کا قاضی کیا تو جائز ہو اور اس کا وقت مقرر ہوگا اور اگر مکان کی قید لگائی تو بھی جائز ہو اور اسی مکان کی خصوصیت ہوگی اور اسی بنا پر اگر قاضی نے اپنا نائب کسی خاص مسجد پر معین کیا تو وہ نائب دوسری مسجد میں بھیج کر وہاں کے قضا یا فیصل نہیں کر سکتا ہو یہ ملتقط میں لکھا ہو۔ اور کسی شخص کے واسطے دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے کو معلق کرنا اور اصناف کرنا آئیدہ زمانہ پر صحیح نہیں ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور اسی طرح بعض کو حکم استثناء کرنا مثلاً ہمارے زمانہ میں دعویٰ تلجیہ کی سماعت نہ کرنا یا خاص کسی کے مقدمہ میں حکم نہ کرنا ایسا استثناء صحیح ہو اور مستثنیٰ میں وہ شخص قاضی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ فلان شخص کے مقدمہ کی سماعت اس وقت تک نہ کرے کہ میں اپنے پیچھے واپس ہوں تو اسکو نہیں جائز ہے کہ سماعت کرے یا اس میں حکم دے جب تک کہ وہ واپس نہ ہو اور اگر اس نے فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا یہ خزانۃ المفتیین میں لکھا ہو۔ اگر قاضی نے کسی حادثہ کے حق میں حکم دیا پھر سلطان نے کہا کہ اس مقدمہ کی دوبارہ علماء کے سامنے سماعت کرے تو یہ قاضی پر فرض نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور شہر حکم قضا کے نافذ ہونے کے واسطے شرط ہے اور یہ ظاہر الروایۃ ہو اور نوادر میں ہے کہ شرط نہیں ہو اور یہی مختار ہو یہ خزانۃ المفتیین میں لکھا ہو۔ سلطان نے اگر کہا کہ میں نے شہر کو قاضی بنایا اور یہ بیان نہ کیا کہ کس شہر میں۔ تو جس شہر میں ہو اسکا قاضی نہ ہوگا۔ اور مختار یہ ہو کہ تمام شہروں پر جو سلطان کے تحت میں ہیں قاضی ہو جائیگا یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور یہی ظاہر ہے اگر کسی شہر کے لوگوں نے جمع ہو کر ایک شخص کو مقرر کیا کہ ان میں فیصلہ کیا کرے تو قاضی نہ ہوگا اور اگر جمع ہو کر ایک شخص کے ہاتھ پر عقد سلطنت و خلافت قرار دیا تو وہ خلیفہ و سلطان ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر بادشاہ نے کسی سے کہا کہ میں نے شہر کو قاضی بنایا تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو کہ دوسروں کو اپنا خلیفہ مقرر کرے مگر اسوقت مقرر کر سکتا ہو کہ جب سلطان نے اسے صریحاً اجازت دیدی ہو یا دلائل مثلاً کہا کہ میں نے شہر کو قاضی القضاۃ بنایا لکن قاضی القضاۃ اسی کو کہتے ہیں جو قاضیوں کے مقرر و معزول کرنے میں تصرف رکھتا ہو یہ ذخیرہ میں مذکور ہو حکم الدین نسفی نے ایک محضر کی نسبت کہا کہ غیر صحیح ہو لیونکہ اس میں لکھا ہے کہ یہ قاضی القضاۃ کی طرف سے مقرر ہو اور اس میں یہ نہ تھا کہ قاضی القضاۃ کو سلطان کی طرف سے کہ قول ہے۔ لایق مثلاً کہا کہ اس ہینہ کے اخیر میں قضا سے معزول ہے یا جب کو نہ میں پہونچے تو قضا سے معزول ہو ۱۲۔ قولہ معلق کرنا مثلاً کہا کہ شروع ہینہ میں فیصلہ کر دنگا۔ اور اصناف کرنا مثلاً کہا کہ جب بانی برسیگا یا زیادہ آدھجا تب فیصلہ کر دنگا ۱۲۔

خلیفہ مقرر کرنے کی اجازت ہو یہ فصول سہادیہ میں لکھا ہوا ہے اور شمس لائیکہ اور جندی فرماتے تھے کہ حاکم کی طرف سے فرمان میں
 چاہیے کہ خلیفہ الحکم اور جانب فلان و فلان جو خلیفہ گردانے کی اجازت فلان کی طرف سے بحکم فرمان صحیح حاصل
 رکھتا ہو تحریر کیا جاوے۔ اگر سلطان نے کسی شخص سے کہا کہ میں تجھ کو اپنا نائب قضا میں اس شرط سے کرتا ہوں
 کہ تو رشوت نہ لے اور نہ شراب پیئے اور نہ کوئی امر خلاف شرع کرے تو مقرر کرنا اور شرط کرنا دونوں صحیح ہیں
 اور اگر ان میں سے کوئی چیز اس نے کی تو قاضی نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی مقرر کر دیا پھر اسکے ساتھ
 ملا دیا کہ فلان شخص کے مقدمہ کی سماعت نہ کرے تو اس شخص کے حق میں معزول ہوگا کذا فی الخلاصہ اور خانہ میں
 لکھا ہے کہ اگر امام نے کسی شخص کو قاضی مقرر کیا اور اسکو خلیفہ بنانے کی اجازت دیدی پھر قاضی نے کسی کو حکم دیا
 کہ اس حادثہ میں دعویٰ اور گواہی سن لے اور گواہوں سے سوال کر لے اور اقرار کی سماعت کر لے اور خود حکم نہ کرے
 بلکہ قاضی کو لکھے اور اسکو خبر دے تاکہ قاضی خود حکم کرے تو ایسے خلیفہ کو اختیار نہیں ہے کہ کچھ حکم کرے مگر استیقرار جبکہ
 قاضی نے حکم دیا ہو اور جب یہ مقدمہ قاضی کے پاس گیا تو قاضی صرف اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے بلکہ اس اقرار پر حکم
 دے گا بلکہ مدعی اور مدعا علیہ کو جمع کر کے دوبارہ گواہی ادا کرنے کا حکم دے گا پس اگر گواہوں نے دونوں کے سامنے یہی
 گواہی دی تو اسوقت اس گواہی پر فیصلہ کر دے گا اور اس مسئلہ میں بہت سے قاضی غلطی کرتے ہیں کہ قاضی کسی شخص
 کو کسی مقدمہ کی گواہی سننے کے واسطے مقرر کرتا ہو پھر خط خلیفہ کے ساتھ اسکو لکھتا ہو پھر وہ شخص قاضی کو لکھتا ہو
 کہ گواہوں نے میرے پاس اس طرح گواہی دی اور ان کے الفاظ شہادت نقل کر دیتا ہو یا یہ کہ مدعا علیہ نے میرے
 سامنے ایسا ایسا اقرار کیا پھر قاضی بدون اسکے کہ دوبارہ اپنے پاس گواہ سننے فیصلہ کر دیتا ہو تو ایسی قضاء صحیح نہیں
 کیونکہ قاضی نے خود یہ اقرار وغیرہ نہیں سنا پھر کیونکر اس نے اس گواہی اور اقرار پر فیصلہ کر دیا حفظ خلیفہ کے خبر دینے
 سے۔ مگر اس صورت میں ہو سکتا ہو کہ جب خلیفہ اور ایک دوسرا آدمی اس اقرار گواہی کی گواہی دیں اور اس خلیفہ
 بنانیکا فائدہ یہ ہو کہ خلیفہ دیکھ لے کہ مدعی کے پاس گواہ ہیں یا وہ جھوٹا ہو پس شاید اسکے گواہ ہوں مگر عادل ہوں
 اور کبھی گواہوں کے الفاظ متفق نہیں ہوتے ہیں پس قاضی خلیفہ کو سپرد کر دیتا ہو کہ اس میں غور کرے۔ سلطان نے
 اگر کہا کہ میں نے فلان شہر کی قضا زید باع و کو دیدی تو بسبب جہالت کے صحیح نہیں ہے یہ تاثر خانہ میں لکھا ہے۔ اگر قاضی
 کو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو اور اس نے غیر کو خلیفہ کیا تو خلیفہ کا حکم نافذ نہ ہو گا خواہ یہ استیلائے اسنے اپنی صحت میں
 کیا ہو یا مدعی یا سفر میں۔ اگر اس نے امام وقت کی اجازت سے خلیفہ کیا تو یہ خلیفہ امام کی طرف سے قاضی ہوگا یہاں تک
 کہ قاضی کو اسکے معزول کا اختیار نہیں ہو۔ مگر جبکہ امام نے قاضی سے کہا ہو کہ جبکہ تیرا جی چاہے مقرر کر دو جبکہ چاہے
 معزول کر دو اسکو معزول کر سکتا ہو۔ اور یہ صورت قاضی کی اس شخص کے برخلاف ہو جو مجھے قائم کرنے کے واسطے مامور
 ہوا ہو کیونکہ وہ اپنا خلیفہ مقرر کر سکتا ہو اگرچہ امام نے اسکو اجازت نہ دی ہو۔ قاضی کو اگر خلیفہ بنانے کی اجازت نہ ہو
 اس نے خلیفہ بنایا اور خلیفہ نے قاضی کی مجلس میں اسکے سامنے حکم دیا تو جائز ہو اور اگر اس نے قاضی کے سامنے

لفظ قولہ۔ جہالت یعنی ایک کو معین نہیں کیا بلکہ مجبور رکھا ۱۲۴

حکم نہ دیا بلکہ اسکے پیچھے حکم کیا اور وہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اسنے اجازت دی تو ناقد ہو گا یہ ہمارے
نزدیک ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اسطرح اگر مجتہدات میں قاضی نے حکم حکم کی اجازت دی تو بھی یہی حکم ہو
یہ ظہیر ہو میں لکھا ہو۔ اگر طرک کے کو قاضی نہانا چاہا پھر وہ بالغ ہوا تو اسکو اختیار نہیں ہو کہ اس حکم کے موافق قاضی ہو اور
غلام سے اگر قضا و طلب ہوئی پھر وہ آزاد ہوا تو اس حکم کے موافق قضا کر سکتا ہو۔ فتاویٰ نسفی میں ہے کہ یہ مسئلہ دریافت
کیا گیا کہ ایک سلطان نے وفات پائی اور رعیت نے اتفاق کر کے اسکے چھوٹے لڑکے کو سلطان بنایا تو قاضیوں اور
خطیبوں وغیرہ کا کیا حال ہو گا اور چونکہ یہ ولایت نہیں رکھتا پس قاضی وغیرہ کا تقرر کیونکر ہو تو فرمایا کہ رعیت کو چاہیے
کہ بڑے آدمی پر اتفاق کریں کہ جو والی ہو اور اسی کی طرف سے تقرر ہو گا اور وہ اپنے آپ کو سلطان کے بیٹے کا تابع
سمجھے اور وہ حقیقت وہ والی ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ سلطان نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ فلان شہر میں قاضی مقرر کرے اور
اس نے مقرر کیا تو بطور اجازت سلطانی کے صحیح ہوا اور اگر اس نے خود حکم کیا تو صحیح نہیں ہو یہ نیز یہ میں لکھا ہو
اگر خلیفہ نے کسی والی شہر سے کہا کہ ہر کراہی بایت قضا تقلید کن یا عربی میں قلد من شینت یا اردو میں مترجم کہتا ہو
کہ جسکو تیرا جی چاہے قاضی مقرر کرے تو صحیح ہو اور اگر کہا کہ کسی را قضا تقلید کن یا قلد احدا یا ایک کو قاضی کر دے
تو صحیح نہیں ہو۔ اگر سلطان نے اپنے کسی امیر کو خطاب کیا کہ فلان ولایت تیرا دام یا ترادام تو وہ شخص قاضی مقرر کرے
مالک نہیں ہو۔ اور اگر اسکو کسی شہر کا امیر کیا اور خراج اسکو چھوڑ دیا اور رعیت میں تصرف کا اختیار ملے العموم دید یا
جیسا کہ مقتضایہ اہارت ہو تو اسکو قاضی مقرر کرنے اور معزول کرنے کا اختیار ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ امام اگر عادل ہو
تو اسکے احکام و حکام جائز ہیں اور نابالغ ہو تو اسکا تولیہ جائز نہیں ہو۔ اور امام کو قرشی ہونا چاہیے اور ہاشمی ہونا
شرط نہیں ہو اور اگر قریش میں سے نہ پایا جاوے تو چاہیے کہ عادل و امانت دار ہو کہ قاضی کے شرط جانتا ہو۔ اگر
مقرر کیا ہو سلطان نابالغ تھا اور وہ پھر بالغ ہوا تو کیا سلطان باقی رہیگا یا از سر نو بیعت چاہیے اور اصح یہ ہے
کہ از سر نو بیعت کی حاجت ہو سلطان نے اگر کسی شخص کو ایک شہر کی قضا سپرد کی اور اس میں ایک قاضی تھا کہ اسکو
صحیح معزول نہ کیا تو شبہ یہ ہو کہ پہلا قاضی معزول نہ ہو گا یہ ملقط میں لکھا ہو۔ اگر سلطان نے ایک طرف کی قضا و شخصوں
کے سپرد کی اور فقط ایک نے حکم دیا تو جائز نہیں ہو۔ جسے دو وکیلوں کا حکم ہو اور اگر ان کو اس طرح مقرر کیا کہ ہر
ایک قاضی فیصلہ کر سکتا ہو تو جائز ہے یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہو۔ سلطان کو اختیار ہو کہ بجائے قاضی کے دوسرے بدل
خواہ کسی شک کی وجہ سے یا بلا شک کے اور امام عظم سے یہ روایت صحیح ہو کہ انھوں نے فرمایا ہو ایک سال سے زیادہ
قاضی کو قاضی نہ رکھنا چاہیے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ اور سلطان کو چاہیے کہ جب ایک سال گذر جاوے تو اس قاضی
کی طرف التفات کرے اور اسے کہ تجھ میں کوئی فساد نہیں ہو لیکن مجھے خوف ہو کہ تو علم کو بھول جاوے اس لیے چند روز
کہ قولہ۔ مجتہدات یعنی جو مسائل ایسے ہیں کہ جن میں اجتہاد جاری ہو سکتا ہو اس میں قاضی نے ایک حکم کو
قطع کر دیا تو وہ ناقد ہو جائیگا **کہ قولہ**۔ احکام حج حکم جو ناقد کرے حکام حج حاکم جن کو اس علم میں
مقرر کرے مانند نائب قاضی و قسام وغیرہ ۱۲۔

تو علم کا درس دے پھر سہارے پاس کرنا تاکہ ہم دوبارہ قاضی مقرر کر دینگے یہ نہایت بین لکھا ہو۔ سلطان نے اگر کسی قاضی کو معزول کیا تو معزول نہو جائے گا جب تک کہ اسکو خبر نہ ہو چکے جسے کہ اگر اس نے معزولی کے بعد خبر ہو چکے سے پہلے کچھ قضیہ فیصل کیے تو جائز ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ وہ باوجود اپنی معزولی سے آگاہی کے بھی معزول نہ ہو گا جب تک کہ دوسرا اسکی جگہ مقرر نہو تاکہ مہندگان خدا کے حقوق محفوظ رہیں اور امام ابو یوسف نے اسکو امام جمہور کی معزولی پر قیاس کیا ہو اور یہ سب جو بیان ہوا اسوقت ہے کہ جب عزل مطلق ہوا اور اگر یہ قید ہو کہ جب حکم فرمان قاضی کو ہو چکے تو وہ معزول ہی پس ایسی صورت میں جب تک خط و فرمان نہ ہو چکے معزول نہو گا خواہ اسکو اپنی معزولی کا علم فرمان کے ہو چکے سے پہلے ہو یا نہ ہو یا نہ ہو یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ اگر خلیفہ کا انتقال ہو گیا اور اسکے قاضی اور والی کے تو وہ اپنے حال پر مقرر رہینگے۔ اور ہایتہ الناطقی میں لکھا ہو کہ اگر قاضی نے انتقال کیا یا معزول ہوا تو اسکے خلیفہ جو قاضی ہیں معزول ہو جائینگے۔ اور اگر صوبہ دار مر گیا تو اسکے قاضی معزول ہو جائینگے بخلاف خلیفہ کے انتقال کے کہ اس سے معزول نہوں گے لکن فی الملتقط۔ اگر امام کی طرف سے عامل خبر اسان کو فرمان ہو چکا کہ وہ ان کے فقیہوں یا کسی خاص قوم کو لکھا کہ ان کو جمع کر کے کہ قاضی کے باب میں غور کریں اگر انکو پسند ہو تو پھر مقرر کر دے ورنہ اس کو معزول کر دے پھر ان لوگوں نے جمع ہو کر ناپسند کیا اور عامل نے رشوت لیکر لکھ دیا کہ وہ لوگ راضی ہیں اور قاضی کو چھوڑ دیا وہ حکم دیتا رہا تو صحیح ہے کیونکہ وہ معزول نہیں ہوا اور اگر ابتدائی تقرری میں ایسا ہوا ہو تو اس کے قضایا نافذ نہ ہونگے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ قاضی اگر اندھا ہو گیا پھر بینا ہو گیا تو وہ اپنے عہدہ پر باقی رہے گا جیسے بعد مرید ہونے کے اسلام لایا لیکن بحالت مرید ہونے اور اندھے ہونے کے اسکے فیصلے نافذ نہوں گے۔ چار چیزیں ہیں کہ اگر وہ قاضی میں پیدا ہوں تو معزول ہو جائیگا آٹکھ کی بنیائی جاتی رہی اور ایسے ہی سماعت اور عقل جاتی رہی اور مرید ہو جائے خزانۃ المفتین میں لکھا ہو۔ قاضی اگر معزول کیا جائے تو بعض نے کہا کہ اسکا نائب بھی معزول ہو گا اور اگر مر جاوے تو نہیں معزول ہو گا اور فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی کی معزولی سے نائب معزول نہو گا یہ نواز یہ میں لکھا ہے۔ سلطان نے اگر کسی کو مقرر کیا اور اس نے اسکو رد کر دیا پس اگر المضافہ مقرر کیا تو اسکو نہیں ہو چکا ہو کہ رد کرنے کے بعد قبول کرے اور اگر غیبت میں مقرر کیا مثلاً اپنا فرمان اسکو بھیجا اور اس نے رد کیا پھر قبول کیا تو جائز ہے اور اگر تقرری کسی لمچی کے ذریعہ سے مقرر ہوا اور اس نے رد کر دی تو اسکو اختیار ہے کہ سلطان کو رد کی خبر ہو چکے سے پہلے قبول کرے۔ قاضی نے جب کہا کہ میں نے اپنے تین معزول کیا یا میں نے اپنے تین عہدہ قضاء سے الگ کر لیا اور سلطان نے اسکو سن لیا تو معزول ہو گیا اور بدوین بادشاہ کے سنانے کے معزول نہو گا اور اس نے اگر بادشاہ کو خط لکھا کہ میں نے اپنے تین معزول کیا اور یہ خط بادشاہ کے پاس آیا تو قاضی معزول ہو جائے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔

لے قولہ کسی کو مقرر کیا اگر مقرر کیا گیا اس نے رد کر دیا اور یہ عہدہ قبول نہ کیا ۱۳

چھٹا باب سلطان اور امرا کے احکام کے بیان میں اور خود قاضی کے اپنے ذاتی معاملہ کے فیصلہ کے بیان میں نوازل میں
 ہے کہ اگر سلطان نے دو شخصوں میں حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا اور اب القاضی خصات میں ہو کہ نافذ ہوگا اور یہی اصح ہے اور اسی
 پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر قاضی خلیفہ کی طرف سے ہو امیر کی طرف سے نہ ہو تو امیر کو اختیار نہیں ہو کہ فیصلہ
 کرے اور اگر اس نے قضاء کا فیصلہ کیا تو نافذ نہ ہوگا۔ مشام کی روایت ہے کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سنا ہے کہ
 اگر قاضی کی طرف سے ہو پھر خلیفہ نے انتقال کیا تو امیر کو اختیار نہیں ہو کہ قاضی مقرر کرے اگرچہ مع عشر و خراج
 وہاں کا امیر ہو اور اگر اس امیر نے حکم کیا تو اسکا حکم جائز نہ ہوگا اور اسطرح اگر اس میں نے کوئی قاضی اپنی طرف سے مقرر
 کیا تو اسکا حکم بھی جائز نہ ہوگا اور اگر اس قاضی کے پاس جبکہ امیر نے مقرر کیا ہو خلیفہ کا خط آیا تو یہ قضاء کا تمام کرنا
 نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو عجیب النوازل میں ہے کہ شیخ الاسلام ابو الحسن سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی کی کسی شخص سے خدمت
 ہے اور اس نے فیصلہ کیا وسطے خلیفہ کے سامنے پیش کیا اور اس نے حکم دیا تو جائز ہو انھوں نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ اسکا
 حکم قاضی کے حق میں ایسا ہو جیسے اپنے واسطے خود فیصلہ کر کے خود حکم دیدیا ہو اور شیخ ابو الحسن نے فرمایا کہ جو ایسی بلا
 میں مبتلا ہو تو چاہیے کہ سلطان سے درخواست کرے کہ دوسرا قاضی مقرر کرے کہ اس سے اپنے مقدمہ کا فیصلہ کر دے
 یا کسی حاکم محکم کے پاس پیش کرے دونوں راضی ہو جائیں پھر وہ حکم دیدے تاکہ نافذ ہو جاوے اور بعض مشائخ نے
 اسکو جائز رکھا ہے کہ خلیفہ اس کے واسطے یا اسکے اوپر فیصلہ کر دے۔ اور نوازل میں بھی امیر دلائی موجود ہو کیونکہ
 اس میں مذکور ہے کہ کسی نے سلطان پر قاضی کے سامنے نالش کی پھر قاضی مع سلطان کے ایک جگہ بیٹھے اور مدعی
 زمین پر بیٹھا تو شیخ نے فرمایا کہ چاہیے کہ قاضی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور مدعی کو اپنی جگہ بٹھاوے اور خود زمین پر
 بیٹھے پھر دونوں میں فیصلہ کر دے۔ اور یہ روایت صحت کو پہنچی کہ زمانہ امام ابو یوسفؒ میں کسی یہودی نے خلیفہ ہارونؒ
 پر نالش کی اور قاضی ابو یوسفؒ نے اسکی نالش کی سماعت کی۔ اور خصاتؒ نے ذکر کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ
 نے شرح کو قاضی کیا۔ اور اپنی ایک نالش ان کے یہاں پیش کی۔ خصاتؒ نے کہا کہ اگر قاضی نے اس نام کے واسطے
 جس نے اسے مقرر کیا ہو کوئی فیصلہ کیا یا اس کے اوپر حکم دیا تو جائز ہو اور اسی طرح اگر امام کے بیٹے یا اسکے
 باپ یا اسکی زوجہ کے واسطے فیصلہ کر دیا تو بھی جائز ہو اور اسی طرح اگر قاضی القضاۃ نے اپنے مقرریہ ہیے
 قاضی کے سامنے نالش کر دی اور اس نے اسکے لیے یا اسکے اوپر فیصلہ کیا تو جائز ہو۔ اسطرح اگر امام نے مثلاً خراسان پر
 ایک قاضی مقرر کیا اور حکم دیا کہ اطراف میں اور قاضی مقرر کر دے اور اس نے مقرر کر دے پھر بڑے قاضی نے ان قاضیوں
 میں سے کسی کے پاس مقدمہ پیش کیا تو جائز ہو خواہ اُس پر اس نے حکم دیا یا اسکے واسطے حکم کیا ہو۔ اور واضح ہو کہ پہلے
 قول کی تائید اس سے نکلتی ہے کہ مشام نے اپنی نوازل میں ذکر کیا کہ میں نے امام محمد رحمہ اللہ قائل سے دریافت کیا
 کہ ایک قاضی کا شفعہ جو ایسی شخص کے ذمہ ثابت ہو اور اس نے نہ دیا اور انکار کیا اور اس شہر کا والی ایسا نہیں ہے کہ جو
 قاضی مقرر کر سکے۔ تو امام نے فرمایا کہ والی دونوں سے کہیگا کہ تم دونوں کوئی حکم مقرر کر لو کہ فیصلہ کر دے پھر میں نے

۱۲ قولہ۔ اس پر کہ بیٹے قاضی کے نام دوسرے پر یا دوسرے کے نام قاضی یہ فیصلہ کرے ۱۲

اگہا اگر وہ شخص سے نہ مانے تو فرمایا کہ اسپرچ کیا جاوے گا۔ پس امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں حکم مقرر کرنے کی طرف اشارہ کیا اور یہ نہ کہا کہ خلیفہ قاضی دو فون میں فیصلہ کر دے اور حکم مقرر کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایک جھگڑے میں جو ان کے اور ابو ہریرہ کے درمیان میں واقع تھا زید بن ثابت کو حکم قرار دیا اور دوسرے مقدمہ میں شریح کو حکم بنایا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد سے دریافت کیا کہ شہر کا قاضی مر گیا اور وہاں کا والی متولی تقرر قضا نہیں تو کیا خصوم سپرچ کیا جائیگا کہ باہم ایک حکم مقرر کریں پس امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن صورتوں میں یہ احتیاج واقع ہو کہ مقتضی علیہ دوسرے سے رجوع کرے تو جائز نہیں ہے اور مجبور نہ کیا جائیگا اور اگر مثل قرض و غصب کے ہو تو حکم مقرر کرنے کے واسطے سپرچ کیا جائیگا اور تنقی میں ہے کہ اگر قاضی کے بیٹے نے باپ کے یہاں دوسرے پر نالہ کی تو قاضی غور کرے کہ اگر فیصلہ اسکے بیٹے کے اوپر ہوتا ہے تو فیصلہ کر دے اور اگر اسکے بیٹے کے واسطے فیصلہ ہوتا ہے تو دو فون سے کہدے کہ میرے سوا کسی دوسرے کے سامنے پیش کر دینا یہ محیط میں لکھا ہے قاضی کو اسل میر کیا واسطے جس نے اسکو قاضی کیا ہے فیصلہ کر دینا صحیح ہے یا سبط پر نیچے کے قاضی کو اسے اور نیچے دو فون قاضیوں کی واسطے فیصلہ کر دینا درست ہے اور قاضی کو اپنی عورت کی مان کیا واسطے فیصلہ کر دینا درست ہے بشرطیکہ اس کی عورت مر گئی ہو۔ اور جب تک اسکی مان زندہ ہو تب تک جائز نہیں ہے۔ اور اسی طرح اگر والد کی جو رکے واسطے فیصلہ کر دیا تو درست ہے بشرطیکہ والد کا انتقال ہو گیا ہو اور اگر باپ زندہ ہو تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے حد القذف اور قصاص و تعزیر میں امام وقت اپنے علم پر فیصلہ کرے گا یہ سراجیہ میں ہے۔

ساتواں باب۔ قاضی کی نشست اور اسکے مکان نشست اور متعلقات کے بیان میں۔ قاضی حکم قضا کے واسطے جلوس ظاہری کے طور پر بیٹھے اور مسجد میں تاکہ اسکا ٹھکانا اکثر مسافروں اور بعض مقیم لوگوں پر پوشیدہ نہ رہے یہ حکمناہ میں لکھا ہے۔ اور جامع مسجد والی ہے پھر جس مسجد میں جماعت قائم ہوتی ہے اگرچہ اس میں جمعہ نہ پڑھا جاوے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور فخر الاسلام علی نبودی نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ جامع مسجد پنج شہر میں ہو اور اگر شہر کے کنارے ہو تو جاپیے کہ دوسری مسجد جو پنج شہر میں ہو اختیار کرے تاکہ بعض مقدسے والوں کو شہر کے کنارے جانے میں مشقت نہ ہو اور اگر اپنے قوم کی مسجد میں بیٹھا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور یہی بعض سلف سے روایت ہے اور فخر الاسلام نے فرمایا کہ یہ حکم بھی جب ہے کہ اسکی مسجد قوم پنج شہر میں ہو دے اور بازار کی مسجد میں بیٹھنا اختیار کرے کیونکہ وہ بہت مشہور ہوتی ہے یہ محیط میں لکھا ہے جب قاضی مسجد میں داخل ہوا تو میرے نزدیک مستحب ہے کہ پہلے دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور چار رکعت افضل ہے کہ وہ دن کی نماز ہو پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اسکو توفیق وسداد عطا کرے اور عصیان سے بچائے پھر حکم دینے کے واسطے بیٹھے۔ اور اگر اپنے ساتھ اہل قضاہت و کرامت کو بیٹھانا چاہے تو اپنے قریب بیٹھا دے اور ایسے ہی اہل امانت بھی اس سے قریب ہونگے۔ اور کچھ ڈر نہیں ہے کہ تنہا بیٹھے اگر قضا کا عالم یہ ہے محیط حسی میں لکھا ہے اور اگر قاضی جاہل ہو

قوله یعنی اسکو اس بات کی دلالت نہیں ہے کہ قاضی کو مقرر کرے ۱۳ **قوله** مقتضی علیہ جبر حکم دیا گیا ۱۴

قوله جاہل یعنی مجتہد نہ ہو اگرچہ موافق عروت کے عالم ہو ۱۵

تو مستحب ہو کہ اسکے ساتھ اہل علم بیٹھیں یہ تبیین میں لکھا ہو۔ اور ان لوگوں سے مشاورت کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہو۔ اور خصوصیت کے وقت مشاورت نہ کرے یہ ہرگز یہ میں لکھا ہو۔ اور جزو دان اپنے داہنی طرف رکھے کیونکہ اس میں سہل اور محض اور نوشتہ ہوتے ہیں اور انکا سامنے ہونا چاہیے اور اسکا کاتب کچھ ہٹکر اس سے بیٹھے اس طرح کہ قاضی اسکو دیکھتا رہے تاکہ وہ رشوت لیکر الفاظ شہادت میں زیادتی و کمی نہ کرے یہ محیط سرخی میں لکھا ہو۔ اور اگر اپنے گھر میں بیٹھنا اختیار کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے اور لوگوں کو اس دار میں آنے کی اجازت دیوے اور جو اس کے ساتھ بیٹھے ہوں بیٹھیں یہ ہرگز یہ میں لکھا ہو۔ اور اولیٰ یہ ہو کہ دار وسط شہر میں ہو جیسا کہ مسجد کا حکم ہے یہ نہر الفائق میں لکھا ہو اور مبسوط میں مذکور ہے کہ اپنے منزل میں بیٹھ کر حکم قضا دینے میں یا جہان اسکا جی چاہے کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ قضا کا کام کسی مکان کے ساتھ مخصوص نہیں ہے یہ تاتار خانہ میں مذکور ہے اور اگر اپنے بیت میں بیٹھا تو ہمارے نزدیک کچھ ڈر نہیں ہو اگر وسط شہر میں ہو یہ ہرگز یہ میں لکھا ہو۔ اور خانہ میں ہو کہ اگر قاضی مسجد یا دار میں بیٹھا تو ایک دربان مقرر کرے کہ خصوم کو ازحام سے منع کرے اور تواب کو حلال نہیں ہے کہ اس سے کچھ لیکر آنے کی اجازت دیدیوے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ پھر اگر مسجد میں بیٹھا تو جائز اور جو پایہ کے واسطے باہر نکلے اور مسجد میں حد نہ مارے اور نہ تعزیر دے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے۔ اور راستہ میں بیٹھنے میں کچھ ڈر نہیں ہو بشرطیکہ راہ چلنے والوں پر تنگ نہ ہو یہ تبیین میں لکھا ہو۔ اگر قاضی مسجد میں آیا تو کچھ ڈر نہیں ہو کہ خصوم کو سلام کرے اور ارادہ اس سے عام سلام ہو پھر مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ ان پر سلام کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہو اور نہ کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہو تاکہ مہبت باقی رہے اور حشمت زیادہ ہو اور اسید واسطے والی اور امیر لوگوں میں رسم ہے کہ جب داخل ہوتے ہیں تو سلام نہیں کرتے ہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اسپر سلام کرنا واجب ہے اور ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اسی طرح والی اور امیر پر بھی آنے کے وقت سلام واجب ہے اور ترک کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر جب قاضی کسی طرف مسجد میں حکم کے واسطے بیٹھ گیا تو خصوم پر سلام نہ کرے اور نہ لوگ قاضی کو سلام کریں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اسی سے یہ رسم جاری ہوئی کہ لوگ جب والی اور امیروں کے پاس جاتے ہیں تو سلام نہیں کرتے ہیں اور نہ وہ ان پر سلام کرتے ہیں کیونکہ جب قاضی میں یہ حکم ہے تو والی اور امیر میں بدرجہ اولیٰ ہوگا اور یہ امر اسامع نہیں ہے جیسا کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ لوگ امر کو سلام کریں اور امر لوگوں کو بخلاف قاضی کے اور فرق یہ ہو کہ والی و امیر اسواسطے بیٹھا ہے کہ زیارت کرے اور سلام نائسین کا تحیہ ہے اور قاضی فضیلہ اور حکم دینے کے واسطے بیٹھا ہے نہ زیارت کے واسطے اور اگر بالانہیہ لوگوں کو سلام کیا تو اسکو جواب دینے میں کچھ ڈر نہیں ہے اور اس میں اشارہ ہو کہ اس پر جواب سلام واجب نہیں ہے بلکہ مختار ہے چاہے جواب دے یا نہ دے کذا فی ادب القاضی اور اگر قاضی نے جواب دینا چاہا تو وہ علیکم سے زیادہ نہ کرے اور گواہ قاضی کو سلام کرے اور قاضی اسکو جواب دے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہو۔ اور شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے

آئندہ کے فقہ سکھلانے کو بھیجا اور کسی آنے والے نے اسکو سلام کیا تو اسکو گنجائش ہو کہ اسکو جواب سلام نہ دیوے
اور ایسے ہی شخص کو بھی فرماتے ہیں جو ذکر کرنے کے واسطے بیٹھا خواہ کسی طرح یاد آئی ہو پھر کسی آنے والے نے
اسکو سلام کیا تو گنجائش ہو کہ اسکا جواب نہ دے اور جب قاضی فیصلہ مقدمات کیواسطے بیٹھا تو چاہیے کہ اگر آدمی
اسکے سامنے کھڑا ہو کہ لوگوں کو بے وقت آگے بڑھنے سے اور بے ادبی سے منع کرے اور ایسے شخص کو صاحب المجلس
کہتے ہیں اور اسکو شرطی اور غریف اور جلاز بھی کہتے ہیں اور اسکے ساتھ ادب کا کوڑا بھی ہونا چاہیے اور چاہیے کہ یہ
شخص امین ہو اور طاع نہ ہونا چاہیے کہ رشوت لیکر بعضہ خصوم کی طرف داری کرے اور بے ادبی کے وقت اسکی
نادیب نہ کرے۔ جب دونوں مقدمہ والے قاضی کے سامنے بیٹھیں اور قاضی نے مصلحت دیکھی کہ صاحب المجلس
جلا جاوے تو اسکو حکم دیوے کہ اٹھ کر دور چلا جاوے تاکہ اسکو نہ معلوم ہو کہ دونوں مقدمہ والے اور قاضی میں
کیا ہوتا ہو کہ کسی مقدمہ والے کو اس سے اطلاع نہ دے اور نہ کسی کو کچھ سکھلاوے پڑھاوے اور قاضی کو ایسا
کرنا چاہیے اگرچہ صاحب المجلس مامون ہو اور اگر اپنے قریب رہنے دیا تو کچھ ڈرنہیں ہو اور حاصل یہ ہو کہ کل کام
جس میں لوگوں کی بھلائی اور احتیاط ہو قاضی ملحوظ رکھے اور اس صاحب مجلس کو یہ بچا ہے کہ کسی مقدمہ
والے سے حقیقہ باتیں کرے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ امین کو اپنے بیٹھنے کی جگہ اپنے آنے سے پہلے
بھیج دے تاکہ وہ یاد رکھے کہ پہلے کون آیا ہو اور پھر کون آیا ہو اسی ترتیب سے تاکہ اسی طرح مقدمہ کرے اور
کسی کو اسکی منزلت اور سلطنت کی وجہ سے مقدم نہ کرے۔ اور اگر اسکی رائے میں یہ آگاہ کہ مسافروں کو
مقدم کرے تو کر سکتا ہو اور اگر وہ لوگ کثرت سے ہوں کہ ان کی طرف توجہ سے اہل شہر رہ جاتے ہوں تو
انکو اپنے مرتبہ پر لوگوں کے ساتھ رکھے اور عورتوں کو الگ رکھے اور مردوں کو الگ اور اگر عورتوں کے
واسطے ایک روز علاحدہ مقرر کرے تو اس میں انکی زیادہ پردہ پوشی ہے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ امام محمد نے
فرمایا کہ جو شخص سی رات اپنے اہل میں پہنچ جاوے وہ بمنزلہ مفیم کے ہو اور جس کی رات غیر دن میں گذرے
وہ مسافر کے حکم میں ہو لیکن جو مسافر ہو اسکا حال سخت ہوتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر قاضی کو بوجہ غربت اور
مسافرت کے مقدم کرنے کی رائے معلوم ہووے تو صرف اہل میں کہ میں مسافر ہوں اور میرا ارادہ اپنے وطن لوٹ
جانے کا ہو اسکی تصدیق نہ کر گیا بلکہ اس سے گواہ طلب کر گیا کہ یہ مسافر ہو ایسا ہی امام محمد سے مروی ہو اور عدالت
اس شہادت کیواسطے شرط نہیں ہو اگر گواہوں کا حال مستور ہو تو بھی کفایت کرتا ہو اور بعض اصحاب حنفیہ نے
کہا کہ ان رفیقوں سے دریافت کرے جبکہ ساتھ اسکا ارادہ جانے کا ہو کہ یہ لوگ کب جاوے گئے اور کیا فلان شخص بھی
انکے ساتھ جائیگا پس اگر انھوں نے کہا کہ ہاں تو عذر مسافر متحقق ہو جائیگا۔ اگر قاضی کے دروازے پر باب شہود
ایمان جمع ہووے اور مسافر اور عورتیں جمع ہوئیں پس اگر قاضی نے ارباب شہود کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہو اور اگر
مسافروں کو مقدم کیا تو اسکو اختیار ہو اور اگر عورتوں کو مقدم کیا تو ہو سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور
چاہیے کہ قاضی جب دونوں مقدمہ والوں کو بلاوے تو برابر بیٹھلاوے اور دونوں کو اپنے سامنے بیٹھلاوے

یہ محیط میں لکھا ہو۔ اور دونوں کی طرف لحاظ اور کلام میں مساوات ملحوظ رکھے اور کسی ایک سے خفیہ بات نہ کرے اور نہ اس کی طرف اشارہ کرے نہ ہاتھ سے اور نہ سر سے اور نہ ابرو سے یہ عنایہ میں لکھا ہو۔ اور کسی ایک کے بالمواہجہ نہ ہنسنے یہ خزانہ المفیتین میں لکھا ہو۔ اور مجلس حکم میں مزاج سے مطلقاً پرہیز کرے خواہ دونوں کے ساتھ یا ایک کے ساتھ یا غیر کے ساتھ ہو۔ اور غیر مجلس حکم میں بھی زیادہ مزاج نہ کرے کیونکہ اس سے حمایت جاتی رہتی ہے یہ تبیین میں لکھا ہو۔ اور اسی طرح قاضی کو نہ چاہیے کہ کٹا دگی کے ساتھ ایک سے کوئی ایسی بات بولے جو دوسرے سے نہین بولا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر اسکے قلب کا میلان دونوں خاصمون سے ایک کی طرف ہوا اور چاہیے کہ اس کی دلیل غالب ہو تو اس سے مواخذہ ہو گا کیونکہ یہ بے اختیار امر ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور حاصل یہ ہو کہ قاضی برابر کرنے پر مامور ہو مگر جانتا کہ برابر ہی ممکن ہو پس جتنی چیزوں میں دونوں میں برابر ہو کر سکتا ہے ان کے ترک کرنے سے ماخوذ ہو گا اور جن چیزوں میں برابر ہی نہیں کر سکتا ہو ان میں معذور ہے اور ماخوذ نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہو۔ پس اگر دونوں مخاصم ہیں سے ایک سلطان ہو یا عالم ہو پھر سلطان اس کے برابر بیٹھا اور خصم زمین میں بیٹھا تو قاضی کو چاہیے کہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور زمین میں بیٹھے اور اس خصم کو اپنی جگہ بٹھلا دے تاکہ ایک کی دوسرے پر تفضیل نہ لازم آوے یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور ایک مقدمہ والے کی ہمانداری نہ کرے مگر جبکہ دوسرا بھی اس کے ساتھ ہو تو جائز ہے یہ نہایہ میں لکھا ہو۔ اور ایک کے ساتھ ایسی زبان میں گفتگو نہ کرے کہ جسکو دوسرا نہ جانتا ہو یہ بدائع میں لکھا ہے اور مختصر خواہر زادہ میں ہے کہ اپنی منزل میں دونوں میں سے ایک کے ساتھ تخلیہ نہ کرے یہ اتار خانیہ میں لکھا ہو۔ اور قاضی کو ایسا فعل نہ کرنا چاہیے کہ جس سے تھمت لگائی جاوے یہ خزانہ المفیتین میں لکھا ہو۔ اور ایک کی طرف سے اپنی گردن پھیر لینا مکروہ ہے اور شرعاً ممنوع ہے اور مکروہ ہے کہ دونوں سے ایک کو اپنے مکان میں آنے کی اجازت دیوے۔ اور جبکہ مقدمہ نہ ہو اسکو اجازت دینے کا مضائقہ نہیں ہے کہ سلام کرنے یا کسی حاجت کی واسطے آوے یہ محیط خیری میں لکھا ہو۔ اور ایک شخص کو داہنی طرف اور دوسرے کو بائیں جانب جگہ نہ دے کیونکہ دائیں طرف افضل ہوتی ہے اور ایسی برابر ہی چھوٹے شریع میں کرے حتیٰ کہ اسپر واجب ہو کہ باب اور بیٹے اور خلیفہ و رعیت اور ذی و شریف میں بھی مساوات ملحوظ رکھے یہ تبیین میں لکھا ہو صاحب الاقصیہ نے لکھا ہے کہ خصوم کی نشست قاضی سے دو ہاتھ کے فاصلے پر ہونی چاہیے اس طرح کہ دونوں کا کلام بدون آواز بلند کرنے کے سننے میں آوے۔ اور جس وقت مجلس میں بیٹھے تو چاہیے کہ محراب تکبیر دے اور خصاف وغیرہ کے زمانہ میں قبلہ رو ہو کر بیٹھتے تھے اور ہماری رسم بہتر ہے اور قاضی کے پیادے اس کے رو برو حاضر رہیں تاکہ لوگوں میں مہبت ہو مگر ان کو اتنی دور رکھے کہ جو کچھ مقدمہ والوں اور قاضی میں گفتگو ہوتی ہے اسکو نہ سنیں اور بعض مسائل میں قاضی کی رائے نہ معلوم کریں اور اسکے باطل کرنے کے واسطے حیلہ نہ تلاش کریں یہ محیط میں لکھا ہو۔ جب دونوں خصم آگے طبعین تو مدعی سے اسکا دعویٰ دریافت کرے اور یہ خصاف اور ابو جعفر نے ذکر کیا ہے اور یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے بعضوں نے کہا کہ قاضی دعویٰ

دریافت نہ کرے بلکہ خاموش رہے اور مدعی کا دعویٰ سماعت کرے اور بعضوں نے کہا کہ دریافت کرے اسی کو
خصاف اور ابو یوسف نے لیا اور ایسا ہی محاضر بن سماعہ اور منقہ بن ہر۔ شیخ الاسلام علی البرودی نے ذکر کر لیا
کہ امام ابو یوسف کے قول کے موافق قاضی دریافت کرے اور امام محمد کے نزدیک خاموش رہے اور خانیہ
مین لکھا ہے کہ جب خصوم قاضی کے سامنے پہنچیں تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اسے دریافت کرے کہ تم میں سے
کون مدعی ہو اور جب مدعی معلوم ہوا تو اس سے کہے کہ کیا دعویٰ ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ ایسا نہ کرے اور
قول امام ابو یوسف کا اپنی ہی یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہے۔ اور جب دونوں حاضر ہوں تو قاضی کو اختیار ہے کہ چاہے
دونوں سے گفتگو شروع کرے اور کہے کہ تم دونوں کیا چاہتے ہو اور چاہے انھیں پر گفتگو چھوڑ دے اور یہی بہتر ہو
انکہ وہ جھگڑے کو چھڑنے والا نہ گنا جاوے تب بدین میں لکھا ہے۔ پھر اگر اس سوال کیا گیا بلکہ اس نے خود ہی دعویٰ
کیا تو قاضی مدعا علیہ سے جواب دے دعویٰ مدعی دریافت کرے یہ صاحب اقصیہ اور خصاف نے ذکر کیا ہے قاضی دعویٰ
مدعی کو ایک صحیفہ میں لکھے اور اس میں غور سے دیکھے کہ صحیح ہو یا فاسد ہو اگر فاسد ہو تو مدعی علیہ پر متوجہ نہ ہو لیکن مدعی
سے کہے کہ اٹھو اور اپنے دعویٰ کی تصحیح کر یہ خصاف نے ایک مقام پر ادب القاضی میں ذکر کیا ہے اور دوسرے مقام
پر ذکر کیا ہے ایسا نہ کہے اور اسی کو ہمارے بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہ کہے کہ تیرے لئے یہ تقریر دعویٰ
فاسد ہو پس جھجھکی سماعت واجب نہیں ہے اور یہ تلہین نہیں ہے بلکہ دعویٰ کے فاسد ہونیکا حکم بیان کرتا ہے اور
اگر اسکا دعویٰ صحیح ہو تو قاضی مدعا علیہ سے دریافت کرے کہ تیرے خصم نے تجھ پر ایسا ایسا دعویٰ کیا ہے پس تو
اس کے جواب میں کیا کہتا ہے۔ ایسا ہی خصاف نے ذکر کیا ہے اور یہی کتاب الاقصیہ میں ہے اور اس میں بھی مشائخ کا
اختلاف ہے جیسا کہ مدعی سے استفسار میں اختلاف ہے یعنی بعضوں کے نزدیک مدعا علیہ سے جواب طلب نہ کرے بلکہ
اس کی طرف دیکھے کہ وہ کیا جواب دیتا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جب صاحب دعویٰ نے گفتگو شروع کی
تو دوسرے کو خاموش کر دے اور صاحب دعویٰ کی گفتگو سنے کیونکہ اگر دونوں نے یکبارگی کلام کیا تو کسی کا
کلام سمجھ میں نہ آوے گا۔ پھر جب وہ کلام کر چکا تو اسکو حکم دے کہ خاموش رہے اور دوسرے سے دریافت
کرے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے سے بلا درخواست مدعی بھی دریافت کرے اور یہی ہمارے نزدیک
صحیح ہے اور بعض قاضیوں نے اختیار کیا کہ بدون درخواست مدعی کے نہ لیکھا جواب پوچھتا میں لکھا ہے۔ اور
گوامہوں کو اس طرح نہ سکھاوے کہ کیا تو اس طرح گواہی دیتا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے اسکو ان صورتوں میں
مستحسن رکھا ہے کہ جن میں تہمت نہ ہو مثلاً وہ شخص امین ہو اور عالم ہو کہ اسکو سکھانے کی ضرورت نہ ہو اور اکثر ایسا دیتا ہے
کہ قاضی کے دبیر اور بدیبت سے گواہ کی زبان بند ہو جاتی ہے پس اسکو اس طرح پوچھنے سے ایک مسلمان کا حق سبزو
ہوتا ہے اور قنیہ اور خزانہ میں لکھا ہے کہ جو مسائل قضا سے متعلق ہیں ان میں امام ابو یوسف کے قول پر فتویٰ ہے
اسلئے کہ انکو تجربہ سے زیادہ علم حاصل ہوا تھا کذا فی شرح اللمحارم۔ قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی کو دونوں خصم میں سے
حجت سکھلاوے مگر جب ایک سے قسم طلب ہوئی اور قسم لینے کا وقت آیا پس اگر مدعی کے گواہ حاضر نہ ہوں تو اس سے

لے حجت میں کسی قسم کو نہ لے سکتے ہیں بلکہ جہاں سے لے سکتے ہیں اسکو لے لیں

اور ابو جعفر کے قاضیوں کی رسم مٹھی اور ہمارے زمانہ کے قاضیوں کی رسم اس سے بہتر ہو یعنی مدعی قاضی کے دروازہ کے
کاتب کے پاس تہا اور وہ اسکا دعویٰ ایک بیاض میں لکھتا ہوا اور لکھتا ہو کہ قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اس قاضی
کا نام لکھتا ہو اور تاریخ کی جگہ چھوڑ دیتا ہو پھر مدعی کا نام اور اسکا نسب تحریر کرتا ہو پھر مدعا علیہ اور اسکا نسب تحریر
کرتا ہو پھر دعویٰ مع شرائط تحریر کرتا ہو پھر جواب کی جگہ چھوڑ دیتا ہو پھر جب مدعی یا اسکا وکیل بیٹھا تو اسی تحریر کے
موافق سوال پیش کرتا ہو اور قاضی مدعا علیہ سے اسکا جواب طلب کرتا ہو اور جب اسنے اقرار یا انکار کا جواب دیا
تو بیاض میں نے قاضی کو دی کہ اسنے تاریخ لکھی اور آخر میں جواب بعبارة المدعی علیہ تحریر کیا پھر اگر اسنے اقرار کر لیا تو قاضی
حکم دیکھا کہ تو اپنے عہدہ سے نکل گیا اور اگر اسنے انکار کیا تو مدعی سے کہیگا کہ اسنے انکار کیا تو کیا چاہتا ہو اور یہ خصاف
اور ابو جعفر نے ذکر کیا ہو اور اسین اختلاف ہو پس اگر مدعی نے کہا کہ اس سے قسم لیجاوے تو قاضی موافق رہا
خصاف اور ابو جعفر کے اس سے کہے کہ کیا تیرے پاس گواہ ہیں اگر اسنے کہا کہ نہیں ہیں تو مدعا علیہ سے قسم لیگا
اور اگر اس نے کہا کہ ہاں تو قاضی ان کے حاضر لانے کا حکم دیکھا اور گواہوں کے نام اور نسب اور حلیہ اور محلہ کتب
لکھیکر کاتب سے لکھ لیا پھر جب مدعی نے اپنے گواہ پیش کیے تو کاتب فقط انکی گواہی کے الفاظ بدوین کمی یا زیادتی
کے تحریر کر لیا پھر جب گواہ قاضی کے سامنے بیٹھے اور گواہی کا وقت آیا تو قاضی بیاض کو لیکھا اور انکی گواہی دریافت
کر لیا اور اگر خود قاضی نے ان کے الفاظ شہادت لکھے تو بہت اوثق اور زیادہ احتیاط ہے پھر قاضی ان کے الفاظ
شہادت دعویٰ کے ساتھ مقابل کر لیا پس اگر دعویٰ کے موافق ہوں اور قاضی نے گواہوں کا عادل ہونا بھی
معلوم کیا تو مدعا علیہ سے کہیگا کہ تیرے پاس اسکا دفعیہ ہو اگر اسنے کہا کہ ہاں مگر تو مجھے ہملت دے کہ میں اسے
پیش کروں تو اسکو ہملت دیکھا اور اگر اس نے کہا کہ نہیں تو حکم اسپر جاری ہوگا۔ اور اگر قاضی نے گواہوں کو عادل
نہ جانا تو توقف کر لیا۔ اور اگر مدعی نے کہا کہ میرے گواہ حاضر ہیں مگر میں مدعا علیہ سے قسم چاہتا ہوں پس اگر یہ مراد
کہ گواہ۔ اسی مجلس میں حاضر ہیں تو قاضی اسکی استدعا قبول نہ کرے اور نہ مدعا علیہ سے قسم لیگا بالاجماع ایسا ہی
قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہو۔ اور اگر اسنے کہا کہ شہر میں موجود ہیں تو امام اعظم کے نزدیک مدعا علیہ
سے قاضی قسم نہ لیگا اور امام ابو یوسف نے کہا کہ لیگا اور امام محمد کا قول مضطرب ہو اور جب یہ مسئلہ مختلف فیہ ہو پس
اگر قاضی کے نزدیک حلف لہنا روا تھا اور اس نے حلف لیا اور مدعا علیہ نے قسم کھالی اور پھر قاضی سے طلب کیا
کہ مجھے ایک تحریر چاہیے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص پر دعویٰ کیا اور اس نے قسم کھالی تاکہ یہ شخص دوبارہ اسی قاضی
کے یہاں یا دوسرے قاضی کے پاس نالش نہ کرے اور مجھے قسم نہ لے تو قاضی اسکو تحریر کر دیکھا اور قاضی کو
اختیار ہو کہ چاہے عہدہ رقعہ میں لکھ دے یا اسی بیاض میں جس میں دعویٰ و انکار ہو تاریخ لکھ کر دیدیوے پھر
واضح ہو کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو دعویٰ کسی عین میں واقع ہو گا یا دین میں پس اگر دعویٰ دین کا کیا اور مدعی یہ
کوئی کیلی چیز ہو تو دعویٰ جب صحیح ہو گا کہ مدعی اسکی مجلس کہ جو یہ یا گواہوں اور نفع سلجی ہوئی سپدا واری یا تہی اور جہی ہو یا
لے قولہ عدہ سے یعنی جو ادبی کا ذمہ دانتھا وہ اس قرار سے پورا ہو چکا ہے کہ قولہ مضطرب یعنی کیس وقت جہاں سے لکھوئے موافق امام اہم کہا اور کیس وقت

میں ہونا چاہیے کہ اسکا نام

یعنی اور صفت کہ جید ہو یا درمیانی یا ردی اور گہون میں شرح یا سپید بھی ذکر کرے اور اسکی مقدار کہ اسقدر قیفز ہے اور قیفز بھی چونکہ فی ذاتہ مختلف ہو فلان قیفز سے بھی ذکر کرے اور اسکے وجوب کا سبب ذکر کرے کیونکہ قرضہ کے احکام اپنے اسباب کے ساتھ مختلف ہیں مثلاً اگر قرضہ بسبب سلم کے ہو تو اسکا بدلنا جائز نہیں ہے اور اسکے ادا کرنے کی جگہ بیان کرنا بھی چاہیے تاکہ اختلاف سے نکلیا دین اور اگر کسی بیع کا من ہو تو اس سے بدلنا جائز ہے اور اس میں ادا کرنے کی جگہ شرط نہیں ہے اور قرض ہو دے تو اس میں معیاد لازم نہیں ہے اور اگر سلم ہو تو من اسکی شرائط صحت کے ذکر کرنا چاہیے یعنی جنس راں المال اور اسکا وزن اگر وزن ہو اور اسی مجلس میں اسکے لینا تاکہ امام عظم کے نزدیک صحیح ہو جاوے اور مسلم فیہ کی مدت ایک مہینہ یا زیادہ تاکہ حد اختلاف سے نکلیا دین اور ایسے ہی سوا اسکے اور شرطین سلم کی بیان کرے اور قرض میں قبضہ ذکر کرے اور قرض لینے والے کا اپنی حاجت میں صرف کرنا اسواسطے کہ قرضہ امام عظم کے نزدیک اس پر ترجیح نہیں ہوتا جب تک اسکو تلف نہ کرے اور چاہیے کہ دعویٰ قرض میں بھی یہ لکھے کہ میں نے اسکو اسقدر اپنے مال سے قرض دیا کیونکہ جائز ہے کہ شائد وہ مال قرض دینے میں دوسرے کا وکیل ہو اور وکیل قرض محض سفیر ہوتا ہے کہ اس کو لینے اور ادا کرنے کے مطالبہ کا حق نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر سبب میں اسکے شرائط ذکر کرے کیونکہ ہر شخص لینے کے شرائط کو نہیں دریافت کر سکتا ہے تو قاضی کے سامنے اسکو بیان کرنا چاہیے تاکہ قاضی اس میں غور کرے اگر اسکو صحیح پاوے تو عمل کرے ورنہ واپس کر دے۔ اگر مدعی بہ یعنی جس چیز کا دعویٰ ہو وزن ہو تو اسکی جنس ذکر کرے اگر سونا مضروب ہو تو ذکر کرے کہ اسقدر دینار اور اسکی نوع ذکر کرے کہ نیشاپوری کل کے یا بخاری کل کے اور اسکی صفت ذکر کرے کہ جید یا ردی یا درمیانی اور یہی عامۃ مشایخ کا مذہب ہے اور فتاویٰ نسفی میں ہے کہ اگر اس نے احمد خالص ذکر کر دیا تو جید ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور بعض مشایخ کے نزدیک یہ بھی ذکر ضروری ہے کہ کس سکہ کا ہو اور کون والی ملک تھا اور بعضوں نے یہ شرط نہیں لگائی اور اس میں گنجائش ہے اور مثقال بھی ذکر کرے اور مثقال کی نوع بھی ذکر کرے اور اگر مضروب نہ ہو تو دینار ذکر نہ کرے بلکہ مثقال ذکر کرے پس اگر خالص ہو تو دینار ذکر کرے اور اگر اس میں کچھ میل ہو تو اسی قدر میل ذکر کر دے۔ اور اگر مدعی بہ نفقہ ہو اور مضروب ہو تو اسکی انواع ذکر کرے یعنی مضاف الیہ اور اس کی صفت کہ جید یا ردی یا وسط ہے اور اس کی مقدار ذکر کرے کہ وزن سابعہ سے کس قدر مثقال ہے اور اگر غیر مضروب ہو اور خالص ہو تو قرضہ خالصہ ذکر کرے اور اسکی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر مدعی بہ درم مضروب ہو ان میں میل زیادہ ہو پس اگر وزن سے اسکا معاملہ ہوتا ہو تو انکی نوع اور صفت اور مقدار ذکر کرے اور اگر عدد سے ان میں معاملہ ہو دے تو گنتی ذکر کرے۔ اور اگر دعویٰ کسی عین میں ہو پس اگر مدعی بہ مال منقول ہو اور وہ تلف ہو گیا ہو تو فی الحقیقہ دعویٰ دین میں ہے یعنی اسکی قیمت میں تو موافق بیان سابق کے اسکی جنس اور صفت اور قدر و نوع بیان کرنا شرط ہے اور اگر تلف نہیں ہوا قائم ہے اور اسکا حاضر لانا ممکن ہے تو حاضر کرنا ضروری ہے اور دعویٰ اور گواہی کے وقت اسکی طرف اشارہ ہونا چاہیے اور اگر

لے قولہ مضروب یعنی سکہ اور اثری ہو ۱۲۰ م کے قولہ مدعی بہ نفقہ یعنی جس چیز کا دعویٰ ہو وہ گداختہ جائیداد ہو ۱۲۱ منہ

دعویٰ کسی عین غائب میں ہو مثلاً کسی نے دعویٰ کیا کہ ایک کپڑا میرا ایک میری باندی اس شخص نے غصب کر لی اور یہ زمین معلوم ہوتا کہ وہ مرضی یا موجود ہو اور کہاں ہو پس اگر ایسی چیز عین کی جنس و صفت اور قیمت بیان کر دی تو اسکا دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور اگر قیمت نہ بیان کی تو عامۃ کتب میں اشارہ ہو کہ دعویٰ مسموع ہوگا مثلاً کتاب الرہین میں ہو کہ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکے پاس ایک کپڑا رہن کیا اور وہ انکار کرتا ہو تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ اسکا دعویٰ مسموع ہوگا اور کتاب الغصب میں ہو کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اس نے میری ایک باندی غصب کر لی اور اس پر گواہ پیش کیے تو دعویٰ مسموع اور گواہی مقبول ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں دعویٰ مسموع ہوگا کہ جب اسکی قیمت بیان کر دی اور فقیہ ابو بکر اعلمش فرماتے تھے کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے غصب کا اقرار کیا ہو تو حبس اور قضا دونوں کے حق میں باندی کا غصب ثابت ہوگا اور عامۃ مشائخ اس پر ہیں کہ یہی دعویٰ صحیح ہو اور گواہی مقبول ہو لیکن جنس کے واسطے فقط اور امام محمد کے اطلاق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہو۔ فخر الاسلام علیہ نرودی نے فرمایا کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہو تو قاضی کو چاہیے کہ مدعی کو بیان قیمت کی تکلیف دے اگر وہ بیان نہ کر سکا تو بھی اس کے دعویٰ کی سماعت کرے اور یہ اس واسطے کہ کبھی آدمی اپنے مال کی قیمت نہیں جانتا ہو پس اگر اسکو بیان قیمت کی تکلیف لازم کیا دے تو ضرر دینا ہوگا اور اپنے حق کو نہیں پہنچ سکتا ہو۔ اور جب بیان قیمت مدعی کے ذمہ سے ساقط ہوا تو گواہوں سے ہرجہ اولے ساقط ہوگا۔ اگر دعویٰ عقار میں ہو مثلاً دار ہو تو جس شہر میں وہ دار واقع ہے اسکا بیان کرنا ضرور ہے پھر محلہ کو بیان کرے پھر کوچہ کو بیان کرے۔ پہلے عام سے شروع کرے یعنی شہر سے پھر خاص کی طرف یعنی محلہ وغیرہ کی طرف آوے اور بعضوں کے نزدیک خاص سے عام کی طرف جاوے اور عامۃ اہل علم کے نزدیک اسکو اختیار ہو جس طرح چاہے ذکر کرے و لیکن اسکے بعد حدود کا ذکر کرنا ضرور ہو اور یہ ذکر کرے کہ مسئلان کے دار سے ملا ہے اور نہ ذکر کرے کہ فلان کا دار ہے کیونکہ اس سے فلان کا دار بھی دعویٰ میں شامل ہو جائے گا کیونکہ حد اپنی محدود میں داخل ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک دونوں کیساں ہیں۔ پس اگر اس نے دو حدین ذکر کر دیں تو ظاہر الروایت کے موافق کافی نہیں ہے اور اگر تین ہی حدین ذکر کر دیں تو کافی ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔

آٹھواں باب قاضی کے افعال و صفات کے بیان میں۔ قاضی کو چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور حق فیصلہ کرے اور ہوا و ہوس کی پابندی سے فیصلہ نہ کرے کہ گمراہ ہو جاوے اور نہ دوسرے کی رغبت پر اور نہ خوف پر فیصلہ کرے بلکہ اپنے پروردگار کی فرمانبرداری اختیار کرے اور اسکے ثواب عظیم کا خواہشمند رہے اور اسکے عذاب الیم سے بچے اور خطاب فاصل و حکمت حکیم کی پیروی کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔

۱۰ قولہ فقط یعنی یہ دعویٰ تو گواہی فقط اس واسطے مقبول ہوگی کہ غاصب قید کیا جاوے تاکہ جواب دے یا باندی دے ۱۲ م

۱۱ قولہ خطاب فاصل یعنی قرآن کے مفصل حکم حکم کا تابع ہوا و اسی حکمت پر چلے ۱۲ منہ

قاضی کے فتوے دینے میں چند اقوال ہیں اور صحیح یہ ہے کہ کچھ خوف نہیں ہے خواہ مجلس قضا میں ہو یا اس کے علاوہ معاملات میں ہو یا دیانات میں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اس پر اتفاق ہو کہ خصوم کے پاس فتوے نہ دے تاکہ وہ اسکی رائے سے واقف ہو کر تلبیس کی فکر نہ کریں اور ابن سلعہ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی کہ دو شخص قاضی کے پاس کسی کام کو آئے اور قاضی کو گمان ہوا کہ اس واسطے آئے ہیں کہ معلوم کریں کہ اسنے کیا حکم دیا ہے تو انکو اپنے پاس سے اٹھا دے۔ امام محمد نے اصل میں لکھا ہے کہ اسکو اپنے واسطے مجلس قضا میں خرید و فروخت نہ کرنا چاہیے اور شمس الاممہ سرخسی نے کہا کہ اس لفظ میں کہ اپنے واسطے اشارہ ہے کہ اگر یتیم و قرضدار میت کے واسطے خرید و فروخت کرے تو کچھ ڈر نہیں ہو اور اگر غیر مجلس قضا میں اپنے واسطے خرید و فروخت کرے تو ہمارے نزدیک جائز ہے اور خانہ میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ایسا نہ کرے نہ مجلس قضا میں اور نہ غیر مجلس قضا میں کیونکہ لوگ اسکو معاملہ قضا میں سبک سمجھنے اور چاہیے کہ اسکے واسطے کسی دوسرے فقہ کو مقرر کرے۔ اور اس کو قرض لینا نہ چاہیے مگر ایسے شخص سے جو اسکا دوست ہو یا قاضی ہونے سے پہلے اسکا خلیفہ ہو۔ اور اسی طرح عاریت لینے کا بھی یہی حکم ہو اور قاضی خبازہ کی مشابہت کرے اور مریض کی عیادت کرے مگر اس مجلس میں زیادہ نہ ٹھہرے اور نہ کسی ختم کو یہ قدرت دے کہ اس سے کسی مقدمہ میں کچھ کلام کرے اور غنائی میں لکھا ہے کہ اسی مریض کی عیادت کرے جو مفاہم نہ ہو وے اور اگر وہ مریض مدعی یا مدعا علیہ سے ہو تو اسکی عیادت نہ چاہیے یہ تاثر خانہ میں لکھا ہے اور قاضی کو بد خوئی و دل جفا کا لڑاکا نہ ہونا چاہیے اور اسکی عفت اور صلاحیت اور دانشمندی و عالم حدیث و فقہ ہونے پر لوگوں کو اعتماد ہونا چاہیے اور چاہیے کہ امورات شرعیہ میں سخت و شدید ہو مگر نہ بدزبانی کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ نرمی کرے مگر نہ ضعف کے ساتھ کذا فی التبتین اور اپنے پیادوں کو مہربانی کی تاکید رکھے یہ نیز یہ میں لکھا ہے۔ نیا بیچ میں ہو کہ حالت غضب میں اسکو فیصلہ کرنا مکروہ ہو اور بھی ایسی حالت میں کہ اونگھ میں ہو مکروہ ہو اور بھوکھ پیاس کی حالت میں بھی مکروہ ہو اور یہ حکم کر اہمیت اسوقت ہو کہ جھٹ قضا واضح نہ ہو اور اگر صاف اور واضح ہو تو مکروہ نہیں ہو اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس روز فیصلہ کے واسطے کھری کرنا چاہیے اس روز نفل روزہ رکھنا اسکو نہ چاہیے یہ تاثر خانہ میں لکھا ہے۔ اور ایسی حالت میں کہ اس کا دل کسی زیادہ خوشی کی طرف ہو یا جماع کی حبت ہو یا سخت گرمی و سردی سے پریشان ہو یا مدافقہ کی طرف میلان ہو تو فیصلہ نہ کرے یہ نہر الفائق میں لکھا ہے اور ایسی حالت میں کہ دل تنگ یا کھلنے سے گران بار ہو فیصلہ کے واسطے نہ بیٹھے اور اگر اسکو غم یا غصہ یا اونگھ لاحق ہو تو ترک جاوے حتیٰ کہ جب موقوف ہو جاوے تو حکم دے ہر حال فیصلہ کے واسطے اس وقت بیٹھے جب مزاج اعتدال پر ہو۔ اور اپنی چشم و گوش و فہم و قلب مقدمہ والوں کی جانب متوجہ رکھے اور جلدی نہ کرے حق میں نہ کرے اور نہ اُن کو ڈراوے کیونکہ خوف سے آدمی کی مت کٹ جاتی ہو کذا فی الکافی اور عمدہ پوشاک پہن کر

۱۔ شایب خبازہ کے جیسے جیسے چلنا ۱۱۔ ۲۔ قولہ جہت قضا الخ یعنی وہ امورات کہ جنکے ذریعہ سے حکم دیا جاوے صاف صاف نہوں بلکہ ایسے ہوں کہ جنہیں غور و فکر و احوال کی ضرورت پڑے ۱۲۔ قولہ مدافقہ پیشاب و پینا کی حاجت ہو ۱۳۔ م

یا ہر آوے یہ ظہیر میں لکھا ہو۔ اور تکیہ دیکر یا چار زانو بیٹھ کر فیصلہ کرے یہ ہر ازیمین لکھا ہو لیکن برابر چار زانو بیٹھ کر فیصلہ کا حکم دینا شان قصا کی تعظیم کے مناسب ہے یہ بین میں لکھا ہے اور یہ نہ چاہیے کہ دیر تک بیٹھ کر اپنے نفس کو کعب میں ڈالے بلکہ صبح و شام یا جتنے وقت تک خوشی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور یہی حکم فقہ اور مفتی کو ہر یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی جوان عمر کا ہو تو چاہیے کہ اپنی اہلیہ سے اپنی حاجت فانیغ ہو کر مجلس قصا میں بیٹھے یہ سراجیہ میں لکھا ہو چلتے وقت یا سواری کی حالت میں فیصلہ نہ کرے اور یہی حکم مفتی کے باب میں بھی مشائخ سے منقول ہے کہ چلتے وقت فتوے نہ دے بلکہ کسی جگہ بیٹھ کر جب قرار پاوے تو فتوے دے اور بیضون نے کہا کہ اگر مسئلہ واضح ہو تو راستہ میں فتوے دینے میں ڈر نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور عیون میں ہے کہ اگر قاضی کے بھائی یا چچا زاد بھائی اس کے پاس مقدمہ پیش کریں تو اُنہیں درمیان جلد فیصلہ نہ کرے بلکہ تھوڑا انکوٹالے شاید باہم صلح کر لیں اور کبریٰ میں لکھا ہو کہ یہ حکم رشتہ داروں میں خاص نہیں ہے بلکہ اجنبیوں میں بھی ایسا ہی چاہیے کذا فی التامار خانیہ

نوان باب قاضی کے روزیہ اور دعوت اور ہدیہ وغیرہ کے بیان میں۔ اگر قاضی محتاج فقیر ہو تو اولیٰ ہے کہ اپنا روزق بیت المال میں سے لیوے بلکہ اسپر دنیا فرض ہو و اگر غنی ہو تو اسپر اختلاف ہواوے یہ کہ بیت المال سے نہ لیوے یہ قاضی خان میں ہے۔ اور اسی شہر کے بیت المال سے لگایا جمان فیصلہ کرتا ہو کیونکہ وہیں کے لوگوں کے واسطے فیصلہ کرتا ہو یہ عتاب میں لکھا ہو جس طرح قاضی کے واسطے بقدر کفایت بیت المال سے دیا جاتا ہے اسی طرح اس کے عیال اور اعوان و میثاق کی بھی خبر گیری بیت المال سے ہوگی۔ اور قسطیل کے روز روزی کے باب میں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول نہیں ہے اور متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس دن کی روزی بھی لگایا یہ تمار خانیہ میں لکھا ہو۔ اگر قاضی نے بیت المال سے کچھ لیا تو اجرت پر کام کرنے والا نہوگا بلکہ اشرف کے واسطے کام کرتا ہو اور یہی حکم فقہاء اور علماء اور ان مطلقوں کا ہے جو قرآن پڑھاتے ہیں۔ اور روایت ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو اپنی روزی بیت المال میں سے لیتے تھے اور ایسے ہی عمر اور علی سے مروی ہے اور عثمانؓ چونکہ غنی اور صاحب ثروت تھے اس واسطے کچھ نہیں لیتے تھے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور امام کو چاہیے کہ قاضی اور اسکے عیال پر رزق کی وسعت کھے تاکہ وہ لوگوں کے مال میں طمع نہ کرے اور روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عتاب بن اسید کو مکہ والی کیا تو انکو چار سو درم سالانہ دیا کرتے تھے اور یہی روایت ہے کہ صحابہ نے حضرت ابوبکرؓ کے واسطے بھی اسی قدر مقرر کیا تھا اور روایت ہے کہ حضرت علیؓ کریم اللہ وجہہ کے واسطے ایک کانہہ خرید ہر روز بیت المال میں سے تھا اور یہی روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے واسطے پانچ سو درم ماہوار دی تھے یہ بدائع میں لکھا ہو۔ اور قاضی کے محضر اور قسام کی اجرت کو اگر قاضی کی رائے

اسطے لینے جو کوئی اسکے یہاں مر جاوے اسکی گور و کفن کی ۱۲ م ۱۵ محرم لکھنے والا۔ قسام ہوا رہ کر سننے والا یعنی جسکو حصہ

بانٹ میں مداخلت و مہارت ہو۔

میں مقدمہ والوں پر ڈالنا مصلحت معلوم ہو تو ایسا کرے اور اگر بیت المال سے دینا مناسب جانے اور اس میں گنجائش ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہو اور علیٰ ہذا القیاس وہ کاغذ جس میں مدعی کا دعویٰ اور گواہوں کی گواہی لکھتا ہو اگر مدعی سے لینا مناسب ہو تو لیوے ورنہ بیت المال سے بھی در صورت گنجائش ہو سکتا ہو اور نواز میں ابراہیم سے روایت ہو کہ میں نے امام ابو یوسف سے سنا کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر قاضی نے تیس درم کا تب اور کاغذ کے صرف میں لیے پھر تیس درم کا تب کو دیے اور دس درم ایک شخص کو جو اسکے ساتھ کھڑا ہوتا ہو دیے اور صحیفہ و کاغذ کے دام مدعی پر ڈالے تو ایسا ہو سکتا ہو انھوں نے فرمایا کہ جس طور پر اس نے نام بنام لیے ہیں اسکے سود و سرے طور پر صرف کرنا میرے نزدیک اچھا نہیں ہے یہ تانا ر خانیہ میں لکھا ہو۔ واضح ہو کہ ہدیہ وہ مال ہے جو دیا جاوے اور اس میں کچھ شرط نہ ہو اور رشوت وہ مال ہے جو بشرط اعانت دیا جاوے یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہو۔ پھر قاضی ہدیہ نہ قبول کرے مگر اپنے ذی رحم محرم سے یا ایسے شخص سے جس سے قاضی ہونے سے پہلے سے عادت جاری ہو اور یہ بھی اس صورت میں ہو کہ جب رشتہ دار قریب یا ہدیہ والے دوست کا مقدمہ نہ ہو اور حاصل یہ ہو کہ قاضی کا ہدیہ چند طرح کا ہوتا ہو ایک اس شخص کی طرف سے جس کا مقدمہ ہو تو ایسے ہدیہ کو قبول نہیں کر سکتا ہو خواہ قاضی ہونے سے پہلے اس سے رسم ہدیہ جاری تھی یا نہ تھی اور خواہ اس سے قربت ہو یا نہ ہو اور ایک ایسے شخص کی طرف سے جس کا مقدمہ نہیں ہے اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں یا تو قاضی ہونے سے پہلے اس سے ہدیہ کی رسم قربت یا دوستی کی وجہ سے جاری تھی یا نہ تھی اگر نہ تھی تو اس کو قبول نہیں کر سکتا ہو البتہ پہلے سے رسم تھی اور اب بھی اس نے اسی قدر بھیجا جس قدر پہلے بھیجتا تھا تو قبول کرے اور اگر اس نے اب زیادتی کی تو زیادتی کو قبول نہ کرے اور غیر الاسلام بزدلی نے کہا کہ اگر بھیجنے والے کا مال بھی ہیقدر بڑھ گیا ہو جس حساب سے زیادتی کی ہو تو اسکے قبول کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہو پھر اگر قاضی نے ایسا ہدیہ لے لیا جس کا لینا نہ چاہیے تھا تو مثل تلخ کیا بعضوں نے کہا کہ اس کو بیت المال میں رکھے اور عامہ شلخ کے نزدیک اگر صاحبان ہدیہ کو پہچانے تو ان کو واپس کر دے اور سیر کیہ میں بھی اسی طرف اشارہ ہو کذا فی النہایہ اور یہی ہرنال کا حکم ہو کہ جب کا لینا نہ چاہیے تھا کذا فی الخلاصۃ اور اگر صاحب ہدیہ کو نہیں پہچانتا ہو یا پہچانتا ہو مگر بسبب دوری کے واپس کرنا مستدر ہو تو اس کو بیت المال میں رکھے اور اس وقت اس کا حکم نقطہ کا حکم ہو کذا فی النہایہ اور اگر ہدیہ دینے والے کو پھرنے سے بچ ہو تو قبول کرے اور اس قدر قیمت اس کو دیدے یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور قاضی اپنے والی سے جس نے اس کو مقرر کیا ہو ہدیہ قبول کرے اور اگر اس کا کوئی مقدمہ ہو تو بعد فیصلہ کے قبول کرے یہ عتاب میں لکھا ہو اگر کسی شخص نے کسی دھڑک کو کچھ بھیجا تو قبول کر سکتا ہو اور اسی کا ہو جائیگا یہ محیط میں لکھا ہو اور امام ابو یوسف کو ہدیہ قبول کرنا جائز ہو اور خاص دعوت بھی قبول کرنا درست ہو اور امام محمد نے اصل میں لکھا ہو کہ عام دعوت کے قبول کرنے میں قاضی کو بھی کچھ ڈر نہیں ہو اور خاص دعوت نہ قبول کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور صحیح بات یہ ہو کہ جو دعوت ایسی ہو کہ اگر دعوت کرنے والے کو معلوم ہو جاوے کہ قاضی اس میں نہ آویگا تو

وہ دعوت تیار نہ کرے تو یہ خاص دعوت کہلاتی ہو اور پھر بھی تیار کرے تو عام دعوت کہلاتی لگانی اور قریب
رشتہ دار اور اجنبی کی دعوت خاصہ کی کچھ تفصیل نہیں مذکور ہوئی جیسا کہ اجنبی کی صورت میں اگر رسم دعوت
سابق سے ہو یا نہ ہو اسکی تفصیل نہ معلوم ہوئی اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ قاضی محرم قرابت والے کی
دعوت خاصہ قبول کرے نہیں الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے اور طحاوی نے لکھا ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو یوسف
کے نزدیک محرم قرابتی کی دعوت خاصہ قبول نہ کرے اور امام محمد کے نزدیک قبول کرے اور شمس الائمہ
نخعی اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ اگر دعوت کرنے والا قاضی ہونے سے پہلے اسکی دعوت نہیں کیا کرتا
تھا تو قبول نہ کرے خواہ قریب ہو یا اجنبی ہو اور اگر اس سے پہلے کیا کرتا تھا اگر ہر مدینہ میں ایک بار اور اب ہر ہفتہ
میں ایک بار دعوت کرتا ہو تو قبول نہ کرے مگر وہی ہر مدینہ میں ایک بار اور اسی طرح اگر اس نے تمام طعام
میں یا دینی کردی تو قبول نہ کرے مگر جب اسکا مال بھی اسی قدر زیادہ ہو گیا ہو جتنی اسنے کھانے میں یا دینی کی
ہو تو قبول کرنے میں ڈنکین ہو اور یہ سب حکم اس صورت میں ہے کہ جب دعوت کرنے والے کا کوئی مقدمہ
نہ ہو اور اگر ہو تو قبول نہ کرے کچھ خواہ قریب رشتہ دار ہو یا دوست ہو کہ پہلے سے رسم دعوت جاری ہو یا نہ ہو یہ محیط
میں لکھا ہے اور اگر دعوت دعوت ہو تو قاضی کو اس میں حاضر ہونا نہ چاہیے کیونکہ جب غیر کو اس میں حلال نہیں تو
قاضی کو بدرجہ اولیٰ نہیں چاہیے اور اگر دعوت سنت ہو جیسے ولیمہ اور دعوت ختمہ تو اس میں جگے اور کھانے
کچھ تمت نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ احکام رشوت بھی اسی سے متصل ہیں اور جاننا چاہیے کہ رشوت
چند طرح کی ہوتی ہے ایک کہ کوئی شخص کسی کو کچھ مال دوستی و محبت کی خواہش سے بھیجے اور یہ ہندی اور ہندی المیہ دونوں
حلال ہے اور ایک ہے کہ کچھ مال اس غرض سے دیوے کہ اسے اسکو جان یا مال کا خوف دلایا جائے یا سلطان کو اس غرض سے
دیوے کہ اس سے اپنی جان یا مال کا ظلم دفع ہو تو ایسی رشوت لینے والے کو حلال نہیں ہے اور اگر لگیا تو جو حکم اس باب
میں آیا ہے کہ آتش و فحش میں جگے گا اسپر جاری ہوگا اور سہی اختلاف ہے کہ دینے والے کو دینا جائز ہو یا نہیں پس عامہ
مشائخ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ اپنی جان یا مال کو بچاتا ہے اور ایک صورت ہے کہ کسی کو اس غرض سے دے
کہ اس کے اور سلطان کے درمیان معاملہ ٹھیکے کھے اور وقت حاجت کے مدد کرے اور اسکی دو صورتیں ہیں
ایک یہ کہ انکی حاجت حرام ہو تو اس صورت میں دینے والے کو دینا نہیں جائز ہے اور لینے والے کو لینا بھی
نہیں جائز ہے اور دوسری یہ کہ اسکی حاجت مباح ہو اور اس میں بھی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دینے میں یہ شرط
کردی کہ مدد گاری کے واسطے دیتا ہے تو لینا نہیں جائز ہے اور دینے میں اختلاف ہے بعضوں کے نزدیک حلال
ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں حلال ہے اور سب کے نزدیک لینا و دینا حلال ہونے کے واسطے جملہ یہ ہے کہ اسکو
مثلاً ایک ات و دن کے واسطے بعض اسقدر مال کے جو دینا چاہیے مزدور مقرر کرے تاکہ اسکا کام کرے یا
اجرت کا مستحق ہو اور مزدور کرنے والا مختار ہے چاہے اسکو اس کام پر دے یا کسی اور کام میں لگا دے اور مشائخ نے
لکھا کہ یہ جملہ بھی اسوقت درست ہوگا کہ جب تک کام اس لائق ہو کہ جسپر اجرت درست ہوتی ہے کذا فی المحيط اور اگر

ملہ ہندی ہندی والا ہندی ایٹیم قاضی کا درجہ وغیرہ

اجارہ میں مدت مقرر نہ ہوئی تو جائز نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور بدولت اس حیلہ کے دینا بعضوں کے نزدیک حلال نہیں ہو اور بعضوں کے نزدیک حلال ہو اور یہی اصح ہو اور یہ اختلاف اس وقت ہو کہ جب سے کام کی دستی سے پہلے دیا ہوا اور اگر کام درست کرنے اور ظلم سے نجات دینے کے بعد ایسا کیا تو نیے والے کو دینا اور لینے والے کو لینا حلال ہو اور یہی اصح ہو یہ محیط شرعی میں لکھا ہو اور یہی صحیح ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور دوسری صورت یہ کہ جس میں دینے میں یہ شرط صحیح نہ لگائی ہو لیکن غرض یہ ہو کہ میری مدد کے سلطان کے یہاں اور اس صورت میں بھی اختلاف ہو عامہ مشائخ کے نزدیک مکروہ نہیں ہو اور یہ اختلاف اس وقت ہو کہ دونوں میں ہر ایک کی رسم پہلے سے کسی وجہ سے نہ ہو اور اگر پہلے سے ان میں یہ رسم ہو اور اس نے موافق رسم کے بھی لیا اس شخص نے اس کے کام کی دستی میں کوشش کی تو یہ عمدہ بات ہو کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہو اور ایک صورت یہ ہو کہ کسی نے سلطان کو اس واسطے بھیجا کہ اس کو کوئی کام مثل قضا وغیرہ کے سپرد کرے تو ایسا دینا نہ دینے والے کو حلال ہو اور نہ لینے والے کو جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہے

وسوان باب ان صورتوں کے بیان میں جو حکم ہوتی ہیں اور جو نہیں ہوتی ہیں اور جن سے حکم قضا بوقت کے باطل ہو جاتا ہو اور جن سے باطل نہیں ہوتا ہو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی کو چاہیے کہ جو وقت حکم دینا چاہیے تو خصوم سے بیان کرے کہ میں تمہارے درمیان میں حکم کر دوں اور یہ احتیاط ہو تاکہ اگر اس کے قاضی ہونے میں کچھ فتور ثابت ہو تو دونوں کے حکم بنانے سے وہ حکم ہو سکتا ہو اور اگر قاضی نے کہا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا کہ اس شخص کا اس پر اس قدر حق ہو تو قاضی امام ابو حامد عامری کہتے تھے کہ یہ قاضی کی طرف سے حکم ہو گا اور اسی کو شمس لائے حلوانی اور صدر الشہید نے اختیار کیا ہو اور خانیہ میں ہو کہ اسی پر فتویٰ ہو اور فتاویٰ شمس الاسلام محمود اور بخاری منسرا تے تھے کہ ضرور ہے کہ قاضی کے کہ میں نے یہ حکم قضا دیا یا یہ حکم دیا یا تجھے قضا نافذ کی اور ایسا ہی لاطقی نے اپنے وقت میں کر کیا ہو اور یہ لکھا ہو کہ اگر ایک شخص نے اپنے ارکا جو دوسرے کے قبضہ میں ہو دعوہ کیا اور قاضی نے معاملہ سے کہا کہ میں اس میں تیرا حق نہیں دیکھتا ہوں تو حکم نہیں ہو اور شیخ الاسلام ظہیر الدین مرغینانی بھی ایسا ہی فتویٰ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی دار کے حق میں گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی اور قاضی نے معاملہ سے کہا کہ میں محدود باین مدعی وہ تو یہ حکم نہ ہو گا اور یوں کہنا چاہیے کہ حکم کروم باین محدود مدعی اور صحیح یہ ہو کہ یہ کہنا کہ میں نے حکم کیا یا میں نے قضا نافذ کی شرط نہیں ہو بلکہ یہ کہنا کہ میرے نزدیک ثابت ہوا ہے حکم ہونے کے واسطے کافی ہو اور بطریق یہ کہنا کہ میرے نزدیک ظاہر یا صحیح ہوا یا میں نے معلوم کیا یہ سب حکم ہیں اگر قاضی نے کسی حادثہ میں حکم دینے کے بعد کہا کہ میں نے اپنے فیصلہ سے رجوع کیا یا مجھے سوائے اسکے اور اسے معلوم ہوئی یا میں نے اپنا حکم باطل کر دیا یا مجھے گواہوں کی تلبیس معلوم ہو گئی اور اپنا حکم باطل کرنا چاہا تو یہ کلام معتبر نہ ہو گا اور قضا اپنے موقع پر نافذ ہوگی بشرطیکہ عموماً صحیح و گواہی مستقیم و گواہوں کی عدالت ظاہر ہوگی ہو اور فتاویٰ نسفی میں ہو کہ ایک غلام نے اپنی آزادی کا دعوہ کیا اور غلام کے گواہی پیش کرنے

سے قاضی نے اس کی آزادی کا حکم دیا پھر غلام نے کہا کہ میں نے تو جھوٹ کہا تھا اور میں اس شخص کا غلام ہوں تو اس صورت میں قضا باطل ہوئی کی کوئی روایت نہیں آئی ہر اور شیخ نے فرمایا کہ باطل نہ ہونا چاہیے بخلاف اسکے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر کسی قدر مال کا دعویٰ کیا اور قاضی نے گواہوں کی گواہی پر مال کا حکم دیا پھر مدعی نے کہا کہ میں تو اپنے دعویٰ میں جھوٹا تھا تو قضا باطل ہو جائیگی۔ اور حکم قضا کے بعد اگر مدعی نے کہا کہ مقتضی یہ یعنی مال مثلاً میری ملکیت نہیں ہو تو قضا باطل نہو گی کیونکہ اب ملک نہ ہونے سے نہیں لام مدعی ہو کہ پہلے حکم قضا کے وقت بھی ملکیت نہو بخلاف اسکے کہ اگر کہا کہ کبھی میری ملکیت تھا تو قضا باطل ہو جائیگی مقتضی یہ یعنی جس کے واسطے فیصلہ ہوا ہو اگر اس نے کہا کہ جس چیز کا میرے واسطے فیصلہ کیا گیا ہو وہ میرے لیے حرام ہو اور کسی شخص کو حکم دیا کہ مقتضی علیہ یعنی مدعا علیہ سے اسکو میرے واسطے خرید کرے تو اس سے حکم قضا باطل ہو جائیگا یہ تانا زانیہ میں لکھا ہو ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ مال معین بدینے کے بارے کے میری ملکیت ہے پھر کہا کہ میری ملکیت ہرگز کبھی نہ تھا یا ہرگز کا لفظ نہ کہا تو اسکے گواہوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور حکم قضا باطل ہو جائیگا اور اگر یوں کہا کہ میری ملکیت نہیں ہو تو حکم باطل نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہو قضا سے پہلے مشہودہ نے اگر اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور انکو فاسق گردانا تو یہ امر مانع قضا ہو اور اگر بعد حکم قضا کے ایسا کیا تو موافق اشارات کتاب الاصل و جامع کے حکم قضا باطل ہوگا اور قاضی امام ابوعلی رضی فرماتے تھے کہ بعد حکم قضا کے اگر مشہودہ نے اپنے گواہوں کی تصدیق کی تو قضا باطل نہو گی اور اسکو بعض مشائخ نے گمان کیا کہ اصل اور جامع کے مخالفت ہے اور یہ گمان غلط ہو کیونکہ جامع میں جو فاسق گردانا نہ کو رہا اس سے یہ مراد ہو کہ وہ فق بسبب گواہی جھوٹی دینے کے پیدا ہوا اور اس سے حکم قضا باطل ہو جائے گا اور مراد قاضی ابوعلی رحمہ اللہ کی یہ ہو کہ اسے محض فاسق گردانا مثلاً یوں کہا کہ یہ گواہ زانیہ میں یا شراب خواہ ہیں تو اس سے قضا باطل نہو گی **قال** لہ شرح کہ چونکہ جائز ہو کہ بعد حکم قضا کے وہ لوگ ایسے ہو گئے ہوں یا اس نے لہو کہا یہ ملقط میں مذکور ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع میں فرمایا کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرنے سے قاضی نے کسی دار کا فیصلہ اسکے نام کر دیا پھر اس نے اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کا دار ہو میرا امین کچھ حق نہیں ہو اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی پھر مدعا علیہ نے اس سے کہا کہ اس قرار سے تو نے اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور خطے قاضی کا مقرر ہوا تو اس صورت میں حکم قضا اپنے حال پر باقی رہیگا اور مدعا علیہ کو کوئی راہ نہ دار پر قبضہ کی ہو نہ مدعی پر۔ اور اگر اس نے طرح اقرار کیا کہ بعد حکم قضا کے کہا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہو کبھی میرا نہ تھا یا اسکا اٹکا تھا مثلاً یہ دار کبھی میرا نہ تھا اور فلان شخص کا ہو پس اگر اس فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو بہر صورت یہ دار مدعا علیہ کو واپس کرے اور فلان شخص کا اس مدعی پر کچھ نہ ہوگا اور اگر اس فلان شخص نے اسکے اس قرار کی کہ فلان شخص کا ہو تصدیق کی اور اسکی کہ کبھی میرا نہ تھا تکذیب کی مثلاً یوں کہا کہ فی الواقع یہ دار اسی کا تھا مگر بعد فیصلہ کے اس نے مجھے ہبہ کیا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تو اس صورت میں دار اس فلان شخص کے دیدیا جائیگا اور یہ حکم اس صورت میں ظاہر ہو کہ جب اس نے فلان شخص کے واسطے ہونے کا اقرار زبان سے نکالا پھر اپنی ملکیت

مقتضی یہ کہ اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ یہ مال معین بدینے کے بارے کے میری ملکیت ہے پھر کہا کہ میری ملکیت ہرگز کبھی نہ تھا یا ہرگز کا لفظ نہ کہا تو اسکے گواہوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور حکم قضا باطل ہو جائیگا اور اگر یوں کہا کہ میری ملکیت نہیں ہو تو حکم باطل نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہو قضا سے پہلے مشہودہ نے اگر اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور انکو فاسق گردانا تو یہ امر مانع قضا ہو اور اگر بعد حکم قضا کے ایسا کیا تو موافق اشارات کتاب الاصل و جامع کے حکم قضا باطل ہوگا اور قاضی امام ابوعلی رضی فرماتے تھے کہ بعد حکم قضا کے اگر مشہودہ نے اپنے گواہوں کی تصدیق کی تو قضا باطل نہو گی اور اسکو بعض مشائخ نے گمان کیا کہ اصل اور جامع کے مخالفت ہے اور یہ گمان غلط ہو کیونکہ جامع میں جو فاسق گردانا نہ کو رہا اس سے یہ مراد ہو کہ وہ فق بسبب گواہی جھوٹی دینے کے پیدا ہوا اور اس سے حکم قضا باطل ہو جائے گا اور مراد قاضی ابوعلی رحمہ اللہ کی یہ ہو کہ اسے محض فاسق گردانا مثلاً یوں کہا کہ یہ گواہ زانیہ میں یا شراب خواہ ہیں تو اس سے قضا باطل نہو گی **قال** لہ شرح کہ چونکہ جائز ہو کہ بعد حکم قضا کے وہ لوگ ایسے ہو گئے ہوں یا اس نے لہو کہا یہ ملقط میں مذکور ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع میں فرمایا کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرنے سے قاضی نے کسی دار کا فیصلہ اسکے نام کر دیا پھر اس نے اقرار کیا کہ یہ فلان شخص کا دار ہو میرا امین کچھ حق نہیں ہو اور فلان شخص نے اسکی تصدیق کی پھر مدعا علیہ نے اس سے کہا کہ اس قرار سے تو نے اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور خطے قاضی کا مقرر ہوا تو اس صورت میں حکم قضا اپنے حال پر باقی رہیگا اور مدعا علیہ کو کوئی راہ نہ دار پر قبضہ کی ہو نہ مدعی پر۔ اور اگر اس نے طرح اقرار کیا کہ بعد حکم قضا کے کہا کہ یہ گھر فلان شخص کا ہو کبھی میرا نہ تھا یا اسکا اٹکا تھا مثلاً یہ دار کبھی میرا نہ تھا اور فلان شخص کا ہو پس اگر اس فلان شخص نے اسکی تصدیق کی تو بہر صورت یہ دار مدعا علیہ کو واپس کرے اور فلان شخص کا اس مدعی پر کچھ نہ ہوگا اور اگر اس فلان شخص نے اسکے اس قرار کی کہ فلان شخص کا ہو تصدیق کی اور اسکی کہ کبھی میرا نہ تھا تکذیب کی مثلاً یوں کہا کہ فی الواقع یہ دار اسی کا تھا مگر بعد فیصلہ کے اس نے مجھے ہبہ کیا اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تو اس صورت میں دار اس فلان شخص کے دیدیا جائیگا اور یہ حکم اس صورت میں ظاہر ہو کہ جب اس نے فلان شخص کے واسطے ہونے کا اقرار زبان سے نکالا پھر اپنی ملکیت

نہ ہونے کی نفی کی کیونکہ اقرار کی صحت ظاہری کے بعد وہ بطلان کا مدعی ہے اور فلاں شخص نے اس کے بطلان اقرار کی تکذیب کی تو اسکا اقرار باطل نہ ہوگا اور اس صورت میں مدعا علیہ کو دار کی قیمت دیدیگا کیونکہ اس کے زمین وہی دار کا مالک ٹھہرا مگر بسبب پہلے اقرار فلاں شخص کے واسطے کر لینے کے اس کے سپرد کرنے سے عاجز ہے تو اس کی قیمت ادا کرے جیسا کہ دار کے منہدم ہو جانے کی صورت میں قیمت دینی پڑتی۔ مگر دوسری صورت میں مشکل ہے کہ جب اس نے پہلے اپنی ملکیت سے نفی کی اور اس صورت میں چاہیے کہ اس کا اقرار درست نہ ہو کیونکہ جب اس نے پہلے نفی کی تو اپنے گواہوں کو جھٹلایا کہ انھوں نے اقرار دیا تو گواہی دی تھی کہ دار نے اپنی الاصل اسی کا ہے اور یہی اسے حکم قضا کے باطل ہونے کا اقرار کیا اور یہ کہ دار مدعا علیہ کی ملکیت پر چلے جس سے دوسرے کی ملکیت کا اقرار کیا تو اس اقرار کے بعد ہوا پس چاہیے کہ صحیح نہ ہو لیکن اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ بوجہ تقدیم و تاخیر کے ہے اور تقدیم اقرار سے اسکا کلام صحیح ہوتا ہے اور تقدیم و تاخیر شائع ہو لہذا ہم نے اس کے کلام کی صحت کے واسطے اقرار کو مقدم رکھا کہ صحت کلام اصل ہے لیکن یہ کہنا اس کا کہ ولیکن یہ فلاں شخص کا ہے کلام سابق سے موصول ہونا چاہیے کیونکہ کلام کی تقدیم و تاخیر میں بعض کو بعض سے ملا ہونا چاہیے۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ فلاں شخص نے جو اقرار کیا کہ اس نے جھک کر کہا اور میں نے اس پر قبضہ کیا ہے یہ کلام ضروری ہے کہ بعد مجلس قضا کے واقع ہوا ہو تاکہ قاضی کو اس کے ہبہ کی تصدیق کرنا ممکن ہو اور اگر اسی مجلس حکم میں ہو تو ظاہری گواہین ہوں اور قبضہ نہیں واقع ہوا تو اسکا اقرار صحیح نہ ہوگا اور بھی مشائخ نے فرمایا کہ مدعی دار کی قیمت مدعا علیہ کو دیدیگا یہ قول امام محمد کا ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رحمہ کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہی سب کا قول ہو۔ اگر مدعی نے کہا کہ یہ دار میرا نہیں ہے یہ فلاں شخص کا ہے پس یہ کہنا اور یوں کہنا کہ یہ دار فلاں شخص کا ہے میرا نہیں ہے چھ عین نہیں ہوں تو فلاں شخص کا ہے قاضی کا حکم باطل نہ ہوگا۔ جامع میں ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک دار ہو اور دوسرا شخص باپ اور کہا کہ یہ دار میرے باپ کا تھا وہ مر گیا۔ اور اس نے میرے واسطے میرا شچھوڑا ہوا اور اس نے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس کے لیے فیصلہ کر دیا اور پھر ایک شخص دوسرا آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا دار ہے میں نے اس کو اس کے باپ کی زندگی میں اس سے خریدا تھا اور اس شخص نے اس کی تصدیق کی تو دار مدعا علیہ کو واپس دیا جائے گا اور قضا باطل ہو جائیگی اور خریداری کے دعویٰ کرنے والے سے کہا جائیگا کہ تو دار مدعا علیہ پر اپنی دلیل و گواہ قائم کر کہ تو نے اس کے باپ سے حالت زندگی میں خریدا تھا پھر اگر اس نے اس طرح گواہ پیش کیے تو اس کے حق میں فیصلہ کیا جائیگا۔ ورنہ نہیں یہ عین لکھا ہے

عد شائع ہوئی ہوئی صورت میں یہ صورت ثابت ہوئی ہوئی

گیارہواں باب مدعی اور تسمیر اور جو مٹے انحصار کے بیان میں قال المترجم ہر ایک لفظ کے معنی آگے اپنے موقع پر معلوم ہو جائیگے۔ اگر قاضی کے پاس ایک شخص آیا اور کسی شخص پر اپنے حق کا دعویٰ کیا اور قاضی کو نہیں معلوم کہ یہ حق کتنا ہے یا باطل ہے پھر اس نے مدعی یا چاہا یعنی قاضی سے طلب کیا کہ اسے ختم کر دے اس مدعی حاکم کا جانا یا الپا ہی بھیجا۔ تسمیر کسی روپوشی پر اسے وردازہ کو کیلون سے جڑ دینا اور جو ڈر لیا کہ گھیر لینا لا منہ۔

کرے پس اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ مدعا علیہ شہر میں ہو اور اس میں بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ مدعا علیہ
مرد ہو تندرست یا عورت ہو تندرست ایسی کہ جو باہر نکلتی ہے اور لوگوں سے ملتی ہے تو اس صورت میں قیاس یہ
چاہتا ہے کہ عدوی نہ دے اور استحضار عدوی دیکھا۔ اور عدوی کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ قاضی خود جادے اور
دوسری یہ کہ ایسے شخص کو بھیجے جو اسکو حاضر کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صورتوں پر خود عمل
فرمایا ہے مگر ہمارے زمانہ میں قاضی خود نہ جائیگا اور دوسری صورت یہ ہے کہ مدعا علیہ شہر میں ہو یا عورت پردہ نشین
ہو کہ جسکا نکلتا معہود نہیں ہے تو قاضی انکے حاضر کرانے میں انکی التماس کو قبول نہ کریگا اور مشائخ کا باہم اختلاف ہے کہ
کس قدر مرض میں قاضی اسکو عدوی نہ دیکھا بعضوں نے کہا کہ ایسا ہو کہ خود بنفسہ حاضر نہ ہو سکتا ہو اگرچہ سواری یا
لوگوں کے اٹھا لےنے سے بدون مرض کے زیادتی کے آسکتا ہو اور یہی قول ارفع اور اصح ہے پھر جب انکو حاضر نہ
کرایا تو کیا کرنا چاہیے تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت ہو تو خلیفہ کرے کہ دونوں کی طرف
بھیجے کہ وہاں مدعی و مدعا علیہ میں فیصلہ کر دے اور اگر اسکو خلیفہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو اپنا ایک امین جو فقیہ ہو
مع دو گواہوں عادل کے بھیجے تاکہ جو کچھ واقع ہو اس کی شہادت قاضی کے سامنے گذرے کہ انہی الذخیرہ اور
ایسے دو گواہ بھیجے جو اس مرض کو یا عورت کو پہچانتے ہوں کہ انہی محیط اور قاضی کو چاہیے کہ جن وقت امین کو بھیجے
تو اس کو قسم لینے کی صورت اور کیفیت بتلا دے تاکہ جب مدعا علیہ انکار کرے تو موافق رائے قاضی کے اس سے قسم
لے اور قسم لینے کی کیفیت میں لوگ مختلف ہیں اسی واسطے بیان کر دینا اور بتلا دینا اس کو چاہیے پھر جب یہ لوگ
مدعا علیہ کے پاس گئے اور امین نے اس کو دعویٰ کی خبر دی پس اگر اس نے اقرار کیا تو اسپر دو گواہ کر کے اس سے
کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ قاضی کی مجلس میں اس کے سامنے گواہ اس اقرار پر گواہی دیں اور قاضی اس سے
وکیل کی حاضری پر فیصلہ کرے اور اگر مدعا علیہ نے انکار کیا تو مدعی سے یوں کہے کہ تیرے پاس گواہ ہیں اگر اس نے کہا
کہ ہاں تو مدعا علیہ سے کہے کہ اپنا وکیل ساتھ کرے کہ اس کے سامنے گواہ گواہی دیں و اگر کہے کہ انہیں تو امین مدعا علیہ
سے حلف لیگا اگر اسے حلف کر لیا تو دونوں گواہ قاضی کو خبر دینگے اور قاضی مدعی کو منع کریگا کہ دعویٰ نہ کرے جب تک
کہ اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور اگر اسے قسم کھانے سے تین مرتبہ انکار کیا تو امین اس سے وکیل طلب کریگا کہ اسے سزا
گواہ قاضی کے سامنے گواہی دیں کہ اسے قسم سے انکار کیا تو قاضی اس کے انکار پر بحق مدعی فیصلہ کرے ایسا ہی قصہ
سنے ادب القاضی میں لکھا ہے۔ اور یہ اس صورت میں تھا کہ مدعی علیہ اسی شہر میں موجود ہے اور اگر شہر
سے باہر ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ شہر سے قریب ہو اور یہ صورت اور شہر میں ہونے کی صورت
ایکسان ہے کہ پھر دعویٰ سے استحضار عدوی دیکھا۔ اور اگر بعید ہو تو عدوی نہ دیکھا۔ اور قریب اسکو کہتے ہیں کہ اگر اپنے
اہل میں صبح کو موجود ہو پھر اسکو یہ ممکن ہو کہ مجلس حکم میں حاضر ہو کر اپنے خصم کی جوابدہی کر کے اپنے اہل میں رات
الگزار سکے اور اگر اسکو رات راہ میں گذرے تو بعید ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے پھر اگر مسافت بعید ہو تو اسوقت قاضی
اگر یکساں میں مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ مدعی کو اپنے دعویٰ کے موافق گواہ گذرانے کا حکم دیکھا

اور یہ گواہی حکم قضا کے واسطے نہ ہوگی بلکہ حاضر کرانے کے واسطے کہ مدعی کا دعویٰ مع گواہ ہے اور ایسی گواہی میں
ایسے گواہ کافی ہیں جنکا حال مستور ہو پھر جب اسے گواہ پیش کیے تو قاضی کسی آدمی کو حکم کرے گا کہ مدعا علیہ جاکرے
اور جب حاضر ہوا تو مدعی سے دوبارہ گواہی طلب کرے گا اور جب گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی تو اس کے موافق فیصلہ
کرے گا اور بعضوں نے کہا کہ مدعی سے قسم لے گا اور اگر اسے انکار کیا تو اسے اجلاس سے اٹھا دے گا اور اگر قسم کھا گیا تو
کسی کو اس کے خصم کے حاضر کرنے کا حکم دے گا اور اول اصح ہے اور یہی اکثر قاضیوں کا مذہب ہے بشرح ادب القاضی
میں لکھا ہے۔ اگر قاضی نے کسی کو مدعا علیہ کے حاضر لانے کو بھیجا اور اس نے نہ پایا اور مدعی نے کہا کہ وہ روپوش ہو گیا اور
اس نے درخواست کی کہ اس کے دروازے پر تسمیر اور ختم لگا دیا جائے یعنی میخوں سے بند کر کے مہر کیا دے تو قاضی اس سے
گواہ طلب کرے گا کہ مدعا علیہ اپنے گھر میں ہے یا نہیں اگر اس نے نہ دیا تو گواہ پیش کیے کہ انھوں نے گواہی دی کہ وہ اپنے گھر میں ہے
تو قاضی دریافت کرے گا کہ تم نے کہاں سے معلوم کیا پس اگر انھوں نے کہا کہ ہم نے آج یا کل یا تین دن پہلے جب دیکھا
تھا تو قاضی انہی گواہی قبول کرے گا اور اس کے دروازہ پر میخیں بڑھ کر ختم کر دے گا کہ ان کی الجھٹلاؤ اور اسکا گھر اس کے حق میں
فیہر خاند بنا دے گا اور اعلیٰ و اسفل سے راہ روک دے گا تاکہ تنگ ہو کر باہر نہ نکلے یہ ظہیر میں لکھا ہے اور اگر گواہوں کو یہی
زیادہ دنوں کے دیکھنے کی دے تو قبول نہ کرے گا اور تین روز سے بڑھ کر زیادہ دنوں میں شمار ہے اور شمس اللہ ملوئی
نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے۔ اور اگر گواہوں کی گواہی زیادہ دنوں کی نکلی مگر تقادم سوچ سے
ہو کہ مدعی دعویٰ نہ کر سکا کیونکہ اس کا قریب بھیجے نکلا تھا مثلاً قاضی نے خصوص میں قریہ والا تھا تاکہ ہر ایک کو پتہ
روز معلوم ہو جائے اور ہر قریب بھیجے نکلا تو قاضی گواہی کو قبول کرے گا پھر اگر چند روز گذر گئے اور تسمیر بھی مدعا علیہ نہ
ہو کہ مدعا علیہ نے کہا کہ وہ نہ نکلیگا تو اس کی طرف سے وکیل قائم کرے کہ میں اس کے سامنے گواہ پیش کروں تو امام
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قاضی ایک ایلی دو گواہوں کے ساتھ اس کے دروازہ پر بھیجے کہ تین دن مذموری
کرے گا اور ہر روز تین بار کہے ای فلان بن فلان تجھ کو قاضی حکم دیتا ہے کہ اپنے خصم فلان بن فلان کے مقابل
میں نکل اور پھر میں حاضر ہو ورنہ میں تیری طرف سے ایک وکیل قائم کر کے اس کے مواجد میں گواہی قبول کروں گا۔
پھر اگر اسپر بھی وہ نہ برآمد ہوا تو قاضی اس کی طرف سے وکیل مقرر کرے کہ اس کے مقابل میں گواہی سماعت کر کے تسمیر جاری
کر دے گا۔ خصافہ میں ذکر کیا کہ سوائے ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اور امام نے فرمایا کہ اس کی طرف سے وکیل مقرر
کرنا میری رائے نہیں ہے اور خصافہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے غیر ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ ذکر کیا پس بعض مشائخ
نے کہا کہ مراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
کے موافق روایت ہے۔ اور امام ابو علی نسفی فرماتے تھے کہ بعض روایات تو ادرین میں نے دیکھا کہ امام محمد سے
بھی موافق قول امام ابو یوسف میں ہے روایت ہے اور کبریٰ میں ہے کہ اس میں سب کا اتفاق تھا کہ قاضی اس کی طرف سے
ملہ مستور جنکا حال مخفی ہے اور عدالت یا فسق اعلان نہیں ہے ۱۲ منہ تقادم زمانہ دراز کر گیا اور حد سماعت عارض ہوئی تسمیر
دروازہ پر کلین جزو تھا قاضی کو فسرنا اختیار ہے کہ مدعا علیہ کی طرف سے وکیل کر کے اسپر بعد سماعت کے ڈگری کر دے ۱۳

وکیل مقرر کر کے اُسکے مقابلے میں سماعت کر گیا اور غانیہ میں ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ فرمایا کہ سیطرح اگر قاضی نے کسی دوسرے قاضی کو کسی کے معاملہ میں خط لکھا اور اس قاضی نے انصاف پر قابو نہ پایا تو اسکی طرف سے بھی وکیل مقرر کر گیا جیسا کہ ہم نے بیان کیا یہ تاتار غانیہ میں لکھا ہے۔ نوادہ شام میں ہو کہ میں نے امام محمد رحمہ سے پوچھا کہ سلطان پر کسی شخص کا کچھ حق آتا ہو اور وہ اُسکے ساتھ قاضی کے پاس نہیں آتا تو انھوں نے مجھے خبر دی کہ امام ابو یوسف رحمہ مدعی دیتے تھے اور یہ قول اہل بصرہ کا ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ قاضی ایک ایسی جگہ جاکے جہاں سے دروازہ پر پکارا کہ قاضی آتا ہے کہ حاضر ہونا قبول کرے ہی طرح چند روز پکار دے پھر اگر وہ حاضر ہو گیا تو فیروزہ قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے اُسکے روپر و فیصلہ کر دے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم بھی ایسا ہی کرتے ہو انھوں نے فرمایا کہ ہاں پھر میں نے کہا کہ یہ قضا علی الغیب نہ ہوگی فرمایا کہ نہیں اور امام ابو حنیفہ رحمہ مدعی پر عمل نہیں کرتے تھے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ واضح ہو کہ ہجوم علی انحصوم یعنی جو مدعا علیہ مثلاً روپوش ہو جاوے اُسپر ہجوم کر کے اندر مکان سے گرفتار کر لینا قال فی الکتاب اور اسکی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید کے عمرو پر کچھ روپیہ قرض ہیں اور قرضدار اپنے مکان میں چھپ گیا اور یہ قاضی کو معلوم ہوا تو اپنے دو امینوں کو مع اپنی ایک جماعت پیادوں کے اور کچھ عورتوں کے اُس کے مکان کی طرف ناکا بھیج دئے کہ وہ اُسکے مکان پر ہجوم کریں اور پیادے دروازہ پر اور گر دیشیں اور چھت کی راہ سب روک لیں تاکہ وہ بھاگ نہ سکے پھر بلا اجازت عورتیں اُس کے گھر میں داخل ہوں اور اُس کے گھر کی عورتوں سے کہیں کہ تم ایک گوشہ میں ہو جاؤ پھر قاضی کے پیادے گھر میں داخل ہو کر سب تلاش کریں حتیٰ کہ جب پاویں تو اُس کو لکالیں اور اگر ناکو نہ ملا تو عورتوں سے کہیں کہ تم تلاش کرو کیونکہ اکثر اوقات عورتوں کے گھیس میں چھپ جاتا ہو پس یہ صورت ہجوم علی انحصوم کی ہے۔ اگر مدعی نے قاضی سے یہ طلب کیا تو خفافہ نے فرمایا کہ اُسکے عمل میں لانے کی کج تلاش ہمارے صحاب کی طرف سے ہے اور بعضوں نے کہا کہ مراد اس سے ابو یوسف قاضی ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں ایسا ہی کرتے تھے اور ہشام نے امام محمد رحمہ سے بھی ایسا ہی روایت کیا ہے۔ اور اصل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو شخصوں کے گھروں پر ہجوم کیا تھا کہ ایک قریشی تھا اور دوسرا ثقیفی تھا اور وجہ یہ تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہو چکی تھی کہ ان دونوں کے گھروں میں شراب ہو پھر فقط ایک کے گھر میں پہنچے یہیں سے ہمارے صحاب نے نکالا ہے کہ اگر کسی مفسد سے یہ معلوم ہو کہ وہ امر معروف یا نہی منکر میں فساد کرتا ہو تو بلا اجازت اُسکے گھر پر ہجوم کرنا اور بلا پکارے اُسکے گھر میں چلے جانا جائز ہے کچھ ڈر نہیں ہے اور شمس الاممہ حلوانی نے ذکر کیا کہ ظاہر مذہب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ہجوم قاضی کو جائز نہیں ہے لکن فی الحیطۃ اگر قاضی نے مدعا علیہ کے حاضر کرنے کے واسطے مدعی کو طلب کیا یا قاتم یا قرطاس کا حکم اخذ کیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور یہ حکم باہر شہر کے واسطے ہے اور شہر میں لوگوں کو بھیجے اور خفافہ نے اُسکے برعکس بیان کیا یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور قاضی لوگ باہم مختلف ہیں کہ بعضوں نے طلبین کو دینا اختیار کیا ہے اور بعضوں نے قاتم کو اور بعضوں نے قرطاس کے ٹکڑے کو۔ اور اگر قاضی نے اُس کو طلبین یا قاتم یا قرطاس کے طلبین کی مٹی یعنی مثلاً چھاپا لگا دیا اور اس آسانی سے عرض یہ کہ فضول شیخ نہو جیسے طلبانہ میں ذیباری ہوتی ہے ۱۴ منہ

اور اس کو مدعا علیہ کے پاس لے گیا اور اس کو دکھلائی تو چاہیے کہ اس وقت یہ کہے کہ یہ انگوٹھی فلان قاضی کی ہے کہ وہ تجھ کو بلا تا ہے آیا تو اسے پہچانتا ہے اگر اس نے کہا کہ ہاں پہچانتا ہوں و لیکن نہیں حاضر ہوتا تو مدعی اس پر دو گواہ کرے کہ وہ قاضی کے سامنے اس کی سرکشی کی گواہی دیوں اور جب انھوں نے گواہی دی تو قاضی ایسے شخص کو بھیجے جو اس کو حاضر لاوے یا والی شہر سے اس باب میں استعانت طلب کرے اور اس شخص کی اجرت میں مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ بیت المال میں سے دیا جائے اور بعضوں نے کہا کہ مدعا علیہ متحمل کے ذمہ ہوگی گذافی الذخیرہ اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اس شخص کا خرچ جسکو قاضی مدعا علیہ کے نکالنے کے واسطے اسکے پیچھے لگا دیا ہے تو قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا کہ مدعا علیہ یہاں دوسری شخص قاضیوں نے اختیار کیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ مدعی کے ذمہ ہو اور یہی اصح ہے۔ پھر جب مدعا علیہ مجلس حکم میں حاضر ہوا تو اسکی سرکشی کے گواہ پھر اس کے سامنے سنے گا اور اسکی سرکشی اور بے ادبی کی سزا دیگا۔ اور اسطرح اگر مدعا علیہ نے ابتدا یہ کہ میں حاضر ہونگا اور پھر نہ آیا تو بھی سزا دیگا مگر پہلی صورت سے کم پھر اس گواہی میں عادل ہونا شرط نہیں ہے یعنی سرکشی کی گواہی میں اظہار عدالت شرط نہیں ہے صرف مستورا حال ہونا کافی ہے اور یہ قصائد کا قول ہے اور امام اعظم رحمہ سے روایت ہے کہ تعدیل شرط ہے اور ایسا ہی امام محمد رحمہ سے مروی ہے گذافی الذخیرہ اور خانیہ میں ہے کہ کسی طرح اگر مدعی کے دیکھنے کے بعد مدعا علیہ غاموش ہو گیا اور پھر جواب نہ دیا تو بھی اسکا تعنت ظاہر ہونے سے یہی حکم ہے اور فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ جب حاضر ہو تو اسکو مارنے یا قید کرنے کی سزا دیگا اور یہ قاضی کی سرکشی کے حسب حال ہے۔ اور اگر قاضی نے ابتدا مدعی سے کہا کہ میں امیر مسلمین کے پاس لیکر مدعا علیہ کو حاضر کرنے کی تدبیر کرے تو جائز ہے۔ اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے امیر کے دروازے سے اپنا مال حق لیتا چاہا اور قاضی کی کبریٰ میں نہ حاضر ہوا تو اس پر شرعاً کوئی قید نہیں ہے وہ مطلق چھوڑا گیا ہے و لیکن اسپر فتویٰ نہیں ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اسکو مطلق چھوڑ دیا جانا اس صورت میں ہے کہ جب وہ پہلے قاضی کے پاس حاضر ہوا اور اپنا تمام حق قاضی ذریعہ سے حاصل نہ کر سکا ہو اور اگر پہلے سے اسے سلطان کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہا اور قاضی کے پاس نہ گیا تو اسکو اسطرح مطلق نہ چھوڑا جائیگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر یہ شخص بادشاہی دربار میں حاضر ہوا اور چوبدار سے خواہش کی کہ اسکے مدعا علیہ کو حاضر لاوے اور چوبدار نے مدعا علیہ سے رسم سے زیادہ لیا تو اس نے قاضی کو مدعا علیہ کے لئے سکا ہے یا نہیں اسکی دو صورتیں ہیں اگر مدعی پہلے قاضی کے پاس گیا اور اسکے ذریعہ سے اپنا حق نہ لے سکا تو مدعا علیہ مدعی سے یہ زیادتی نہیں لے سکتا ہے اور اگر پہلے قاضی کے پاس نہیں گیا تو لے سکتا ہے۔ اگر قرضدار کسی مکان میں اجرت پر رہتا ہے اور قرض خواہ نے اس سے مطالبہ کیا کہ قاضی کی کچھری میں چلے اور اسے انکار کیا تو ایسے مکان کی تسمین مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسم کر دیگا اور مجموع النوازل میں ہے کہ اگر کوئی شخص نوجو کے مکان میں رہتا ہے اور اس قاضی کی کچھری میں جانے سے انکار کیا تو دنازہ بیع بشکر دیا جائیگا کیونکہ اس باب میں سکونت کا اعتبار ہے حتیٰ کہ اگر معلوم

اسلام صحیح بخاری میں ملے سے مسند و کرمے تاکہ وہ مجبور ہو اگرچہ زوجہ کا مکان ہے ۱۲ منہ

ہو جاوے کہ اُس نے اپنا اسباب وہاں سے منتقل کر لیا تو تسمیرہ کر گیا اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک مکان چند
شرکوں میں مشترک تھا اور کسی شخص نے ایک شریک پر دعویٰ کیا پھر دعویٰ نے استغاثہ کیا بیان تک کہ سلطان
نے اُس کے دار کے دروازہ کی تسمیرہ کر دی تو ابو القاسم صفار نے فرمایا کہ اگر باقی شریک استغاثہ کریں کہ دروازے
سے مسمار دور کر دیا وین تو دور کر دیا وین کی کیونکہ مشترک مکان میں ایک کی وجہ سے ایسا ہونا انصاف سے بعید ہو
اور خانیہ میں لکھا ہے کہ اگر ایسے لوگ کے پر جو تصرف سے باز رکھا گیا ہے کسی حق کا دعویٰ کیا پس اگر اُس کے پاس
دعویٰ کے گواہ ہوں تو قاضی اُسکو حاضر نہ کرے لیکنا کذا فی التاثر خانیہ

باب کن صورتوں میں قاضی اپنے علم پر فیصلہ کر دینا اور کن صورتوں میں اپنی دانستگی پر فیصلہ کر دینا
اور وہ گواہوں کی گواہی سے کم پر فیصلہ کر دینے کا بیان۔ اگر قاضی نے ایک حادثہ کو جو اسی شہر میں جس میں وہ قاضی
ہے واقع ہونا معلوم کیا اور وہ اسوقت قاضی تھا اور خود اس سے واقع ہوا پھر وہ قاضی ہنوز وہاں کا تھا کہ وہ حادثہ
اس کے سامنے پیش ہوا تو حقوق العباد میں قیاساً و احتساباً اپنے علم پر فیصلہ کر دینا واضح ہو کہ امام ابو جعفر نے
اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے کہ قاضی کو اسکا علم حالت قاضی ہونے میں اور مجلس قضائے میں ہووے اور خصافہ میں ذکر کیا
ہے کہ خواہ مجلس قضائے میں ہو یا غیر مجلس قضائے میں ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور جو حدود خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں
جیسے حد زنا و سرقت انہیں قیاس چاہتا ہے کہ اپنے علم پر حکم کرے مگر احتساباً حکم نہ کرے لیکنا اور شرح طحاوی میں ہے کہ فقط چوری
میں اُس کو چاہیے کہ مال کا حکم دیوے اور ہتھ کاٹنے کا حکم نہ دیوے یہ تاثر خانیہ میں لکھا ہے۔ اور قصاص اور
حد القذف میں اپنے علم پر فیصلہ کرے لکن فی الجملہ اگر کوئی مکت اُس کے پاس لایا گیا تو اُس کو تعزیر دے کیونکہ
اُس میں آثار نشہ کے پائے جاتے سے تمت ہے اور اس سزا سے حد نہ ہوگی اور اگر اُسکو کسی حادثہ کا علم ہوا اور وہ
اسوقت تک قاضی نہ تھا پھر قاضی ہوا اور قاضی ہونے کی حالت میں وہی حادثہ اُس کے پاس پیش ہوا تو امام عظیم
کے قول پر اس علم پر فیصلہ نہ کرے گا اور امام محمد و ابو یوسف رحمہ کے قول پر اسی علم پر فیصلہ کرے گا اور امام محمد رحمہ
سے مروی ہے کہ اُنھوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول کی طرف رجوع کر لیا۔ اور اگر وہ کسی حادثہ سے واقف ہوا
قاضی بھی تھا مگر یہ حادثہ ایسے شہر میں تھا کہ جس میں یہ قاضی نہیں ہے پھر اسی شہر میں آیا جس میں یہ قاضی ہووے
سامنے پیش ہوا تو اپنے علم پر فیصلہ کرنے میں اس میں بھی وہی اختلاف گذشتہ ہے۔ اور اگر کسی حادثہ سے واقف ہوا
اور قاضی بھی تھا لیکن یہ حادثہ اُس شہر کے سوا دین واقع ہوا جس میں یہ قاضی ہو اور اُس کے پاس پھر وہ حادثہ
اگر شہر میں پیش ہوا تو صاحبین کے قول کے موافق اپنے علم پر فیصلہ کر دینا لیکن امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول
پر مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اگر وہ قاضی فقط شہر کا ہے تو اس علم پر حکم اس حادثہ کا سوا دین شہر میں نہیں
دیکھتا اور اگر شہر اور سواد دونوں کا قاضی ہو تو فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور یہ اُس مذہب پر ہو سکتا ہے کہ شرط فضا قضائے میں
ملہ حقوق العباد خواہ مال ہوں یا دیگر یا نہ نکاح و طلاق وغیرہ کے مسئلہ سوا یعنی پر گنہ و دیہات ۲۴ مسئلہ مذہب معروف ہے کہ
قاضی کا حکم قضاء نافذ ہو سکے لیے شہر ہونا شرط ہے اور بعض کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے ۲۵ منہ

شہر نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ سے مروی ہے۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگرچہ وہ قاضی سواد بھی ہوتا ہے
اس علم پر فیصلہ نہیں کر سکتا ہے اور مرجع اس قول کا اس پر ہے کہ نفاذ قضاء کے واسطے شہر شرط ہے اور یہی ظاہر الروایہ
ہے اور فقہی میں ہے کہ قاضی اگر کسی وجہ سے باہر شہر کے نکلا تھا اور اسی حال میں اُس نے کسی حادثہ کو سنا اور جانا
تو اس بنا پر حکم نہ دیکھا مگر جبکہ وہ عیدین کے واسطے نکلا ہو تو حکم دے سکتا ہے گویا اُس نے مجلس قضا میں سنا ہو اور
امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و زفرہ کے قیاس پر ہے اگر اُس نے قاضی ہونے کی حالت میں کسی حادثہ سے وقف پایا پھر
وہ قضا سے معزول ہو گیا پھر اُس کے بعد قاضی ہو گیا تو اسی علم سابق پر فیصلہ کر گیا یا نہیں پس صاحبین کے نزدیک فیصلہ کر گیا
اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک نہیں۔ اور نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ ایک حاکم کو خبری کہ فلان شخص
نے اپنا غلام آزاد کر دیا یا فلان شخص نے اپنی عورت کو تین مرتبہ طلاق دی پس اگر یہ خبر اُس کو دو عادل بخبروں
نے دی ہے تو چاہیے کہ اس امر میں کمال کو شکش کرے اور مراد یہ ہے کہ اس خبری تفتیش کرے کہ فلان شخص نے
آزاد کیا مگر غلام سے خدمت غلامی لیتا ہے یا اُس نے عورت کو طلاق دی مگر تین طلاق کے بعد بھی جسدا
نہیں ہوتا ہے اور اگر خبر دینے والا ایک شخص عادل ہو اور اُس کی رائے میں غالباً وہ سچا ہو تو بھی اُسکو طلب کرنا
افضل ہو اور اگر اُس نے تفتیش و طلب نہ کی تو مجھے امید ہے کہ اُس کے لیے گناہ ہے لکن الی محیط

تیرھواں باب۔ ان چیزوں کے احکام میں کہ قاضی نے اپنی کچری کے دفتر میں کچھ ایسی تحریر پائی کہ اسے یاد
نہیں ہو یا اپنے فیصلہ کو بھول گیا یا گواہ اپنی گواہی کو لکھا دیکھتا ہے مگر اُسکو یاد نہیں ہو۔ اگر قاضی نے کوئی فیصلہ کیا
اور اُس پر ایک زمانہ گزر گیا پھر مدعی یا جس کے حق کی ڈگری ہوئی ہو اُس کو اس فیصلہ کی ضرورت ہوئی پھر دو گواہوں
نے قاضی کے سامنے اُسکی گواہی دی کہ تو نے اس شخص کے واسطے فلان شخص پر اتنے مال کا حکم دیا ہے اور قاضی کو
یہ فیصلہ یاد نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی کو قبول نہ کرے اور سولے اپنے حفظ کے کسی فیصلہ
نہ کرے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے قائل تھے کہ قبول کرے پھر رجوع کر کے کہتے تھے کہ نہیں قبول کرے اور امام
سب کا اجماع ہے کہ اگر انھوں نے مقضی علیہ کو یعنی جس پر فیصلہ کا حکم دیا گیا ہو نہ بیان کیا تو قاضی قبول نہ کرے بلکہ فقط
میں لکھا ہے اگر قاضی نے گواہوں کی گواہی کسی خریطہ میں جس پر قاضی کی مہر لگی ہوئی تھی اپنے خط سے یا اپنے کاتب کے
خط سے لکھی ہوئی پائی مگر اُسکو یہ گواہی یاد نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک یہ فیصلہ نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک
فیصلہ نہ کرے اور اسی طرح اگر قاضی نے کوئی قبالہ کسی خریطہ میں پایا اور خریطہ پر قاضی کی مہر اور قبالہ اُس کے یا اُس کے
نائب کی تحریر سے ہے تو وہ قبالہ قابل عمل در آمد امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں ہے اور صاحبین کے
دیکھ عمل در آمد ہو گا نہ انے محیط ایک شخص قاضی کے پاس پڑھ کر آیا اور دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور کہا
تو نے میرے حق میں اس قدر مال یا زمین یا کسی حق کا اس شخص پر فیصلہ کیا تھا اور قاضی کو یاد نہ آیا پھر اس نے چند
گواہ عادل قائم کیے کہ قاضی نے بروقت فیصلہ ان گواہوں کو گواہ کر لیا تھا کہ اس شخص کے لیے اس دعویٰ کا فیصلہ
اس شخص پر جو اس کے ساتھ موجود ہو نافذ کیا جاتا ہو تو قاضی اس فیصلہ کو نافذ نہ کرے اور نہ حکم کرے اور یہ امام ابو یوسف

کے نزدیک ہے یہ محیط ہر کسی میں لکھا ہے۔ اگر گواہ نے اپنی گواہی اپنے خط سے لکھی ہوئی پائی اور اسکو حادثہ یا نہیں ہے تو عامہ مشائخ کے نزدیک اس صورت میں اختلاف مذکورہ جاری ہو اور یہی ظاہر ہو اور شمس الائمہ ہر کسی نے ذکر کیا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک گواہی دینا جائز نہیں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گواہی نہیں دے سکتا ہے۔ اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ بالاجماع گواہی دے سکتا ہے اور ولوا بحجم میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اس مسئلہ میں امام اعظم رحمہ کے ساتھ ہیں اور امام محمد رحمہ مخالف ہیں اور ولوا بحجم میں ہے کہ ایک شخص کسی شخص کے اقرار پر گواہ تھا اور کہتا تھا کہ میں اپنا خط لکھا تھا پچھتا ہوں اور اس شخص کو پچھتا ہوں فقط صحیح وقت اور مکان یاد نہیں ہے تو ابو القاسم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اس کو معلوم ہو کہ میں سپر گواہ ہوں اور مقرر کو پچھتا ہے تو وہ گواہی دیوے۔ اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر وہ شخص بے پڑھا ہو اور اسکو لکھ کر دیدیا گیا تو جب تک یاد نہ کرے گواہی دینا جائز نہیں ہے اور اسی جہ سے اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص نے اپنا اسماع شیخ سے لکھا ہوا پاپا یا مگر اسکو یاد نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکو حلال نہیں ہے کہ روایت کرے اور صاحبین کے نزدیک اسکو روایت کرنا جائز ہے پس امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک روایت کی شرط یہ ہے کہ سننے کے وقت سے یاد کر کے وقت تک اسکو حدیث یاد ہو اور صاحبین کے نزدیک یاد کرنا شرط نہیں ہے یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے خصاف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کا محضر قاضی کی کچری سے جاتا رہا اور اس میں اس کے کسی حق کے بارہ میں اس کے گواہوں کی گواہیاں تھیں اور قاضی کو یاد نہیں ہے پھر اس کے دو کاتبوں نے گواہی دی کہ قاضی نے گواہی کی کہ قاضی نے گواہوں کی گواہی پر فیصلہ کیا ہے تو یہ مقبول نہیں ہے اور اس صورت میں اور دوسری صورت میں فرق ہو کہ اگر کسی شخص کا قبلا کچری میں سے جاتا رہا اور اس کے دو کاتبوں نے گواہی دی کہ قاضی نے اسکو امضاء کیا ہے تو یہ مقبول ہے۔ اور اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کے واسطے کچھ اقرار کیا پھر وہ کاتبوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے میرے پاس اس شخص کے واسطے اس قدر مل کا اقرار کیا ہے اور ہم نے سنا ہے تو گواہی قاضی مقبول کر کے فیصلہ کر دے گا۔ اگر اس قاضی کی جگہ پہلے دوسرا قاضی تھا اور اس کی کچری میں کچھ اقرار کیا گواہیاں موجود تھیں تو انہیں سے کسی پر عمل نہ کرے گا کہ اسے مقدمہ کے سامنے پیش کریں یہ محیط ہر کسی میں لکھا ہے۔ اور اجماع ہے کہ جو کچھ اسکو پہلے قاضی کی کچری میں گواہیاں وغیرہ ملیں ان پر عمل نہ کرے گا اگرچہ حری ہوں یہ بڑا یہ میں لکھا ہے اگر کوئی قاضی معزول کیا گیا پھر اسی عہدہ پر مقرر کیا گیا تو بالاجماع یہ بات ہے کہ اگر اسکو اپنے پہلے دوان کی گواہیاں یا خط یا دہنوں تو ان پر فیصلہ نہ کرے اور اگر یاد بھی ہوں جب بھی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے لیکن اگر کسی شخص کے حق کے دوسرے پر گواہ اس کے سامنے قائم ہوے اور حکم دینے سے پہلے وہ معزول ہو گیا پھر وہ قاضی ہو گیا اور اس کے سامنے وہی مقدمہ پیش ہوا تو مدعی کو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی تاکید کی جائے گی اگرچہ اسکو یاد ہو یا نہ یاد ہو یہ محیط ہر کسی میں لکھا ہے

چودھوان باب اس بیان میں کہ قاضی نے کسی مقدمہ میں حکم دیا پھر اسکو اس حکم سے رجوع کر لیا ظاہر ہوا
اور ناسخ قضا واقع ہونے کے بیان میں۔ اگر قاضی نے کسی مقدمہ میں کچھ حکم دیا پھر اسکو معلوم ہوا کہ اس سے رجوع کرنا
چاہیے پس اگر اس سے حکم میں ایسی خطا واقع ہوئی کہ جس حکم میں فقہا کا اختلاف نہیں ہے بلکہ سب کے نزدیک خطا ہے
تو اس حکم کو لامحالہ رو کر دے اور اگر اس میں فقہا کا اختلاف ہو تو اسکو لامحالہ جاری کر دے اور اس سے کو آئندہ
مقدمات میں نافذ کرے یہ مقتضی میں ہو۔ واضح ہو کہ ایک سائے سے پھر کر دوسری اختیار کرنا ایسی صورتوں میں نہیں ہونا چاہیے
کیا گیا ہو جائز ہو اگر قضا کے خلاف واقع جاری ہوئی تو دو حال سے خالی نہیں ہوا تو اس سے حکم قضا میں خطا
واقع ہوئی اور یا اس نے عمداً ظلم کی راہ سے خطا کی اور اسکا اقرار کر دیا پس اگر اس نے خطا کی اور اسکی دو صورتیں ہیں
ہیں ایک یہ کہ خطا حقوق اللہ تعالیٰ میں واقع ہوئی یا یہ کہ خطا حقوق العباد میں واقع ہوئی پس اگر اس نے حقوق العباد میں
خطا کی اور اس کا تدارک دروہن ہو مثلاً کسی کے واسطے مال کا یا طلاق یا عتاق کا حکم دیدیا پھر خطا ظاہر ہوئی
اس طرح کہ یہ معلوم ہوا کہ گواہ غلام میں یا کفار میں یا محدود القذرت میں تو اس صورت میں قضا باطل ہو جائیگی اور اپنے
دائے سے مال پس لایا جائیگا اور عورت اس کے شوہر کو واپس لے لی اور غلام پھر ملوک ہو جائیگا۔ اور اگر اسکا تدارک
مکمل نہ ہو مثلاً کسی کے قصاص کا حکم دیدیا اور وہ پورا ہو گیا تو اس کے عوض مقضیٰ لہ یعنی جس کے واسطے فیصلہ دیا گیا ہو
قتل نہ کیا جائیگا اگرچہ بالیقین معلوم ہو گیا کہ وہ ناحق قتل ہوا ہو اور یہی قصاص کی صورت ہے جو جو جب
قصاص سے مانع ہو لیکن دیت و جہت ہوگی کہ مقضیٰ لہ سے دلائی جاوے گی اور یہ سب حکم اس وقت ہو کہ جب قاضی کی
خطا سچی گواہی یا مقضیٰ لہ کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر خود قاضی کے اقرار سے ثابت ہو تو مقضیٰ لہ کے حق میں
اسکا اثر ظاہر نہ ہوگا اور نہ اس کے حق میں قضا باطل ہوگی جیسے شاہدین ہوتا ہو کہ اگر اس نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو مقضیٰ لہ
کے حق میں ضرر نہیں ہونے کا قضا باطل ہوگی لیکن خود گواہ ضامن ہوگا اس طرح یہاں بھی حکم ہوگا اور اگر قاضی کی
خطا حقوق اللہ تعالیٰ میں واقع ہوئی مثلاً حد نہ دیا یا چوری یا شرب خوار یا حکم دیدیا اور حکم کرنا یا بعت کرنا
یا حد مارنے کا حکم پورا ہو گیا پھر معلوم ہوا کہ گواہ غلام تھے یا کفار یا محدود القذرت تھے تو اسکی ضمانت بیت المال
سے ہوگی اور اگر قاضی نے عمداً ظلم کی راہ سے خلاف کیا اور اقرار کیا تو ان سب صورتوں میں جو مذکور ہوئی ہیں
اس کے مال سے ضمانت دلائی جائیگی اور چونکہ اس نے جرم عظیم کیا ہو اس واسطے اسکو تعزیر دی جاوے گی اور عفو قضا
سے معزول کیا جاوے گا کذا فی المحیط

پندرھوان باب قاضی کے اقوال میں اور ان افعال میں جو قاضی کو کرنا چاہیے ہیں اور جو نہ کرنا چاہیے
ہیں۔ ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہو کہ قاضی کو یہ کہنا جائز نہیں ہو کہ فلاں شخص نے میرے
سامنے ایسا اقرار کیا ہو مثلاً قتل نفس یا مال یا طلاق کا تاکہ قاضی اس اقرار سے اس پر حکم جاری کرے جب تک کہ
ملک شہر یعنی شہر کی وجہ سے بالاتفاق حدیثاً کی جاتی ہو تو یہی حکم قضا و ایسا شہر ضرور ہو جس سے حدیثاً قطعی ہوگی یعنی بری سے قصاص نہ لیا جاوے گا ۱۲
ملک کتاب میں فرمایا کہ میں اشارہ ہو کہ فاسق ہو جانے سے خود معزول نہیں ہوتا جب تک معزول نہ کیا جاوے ۱۳ منہ

قاضی کے ساتھ کوئی گواہ عادل نہ ہو اور بھی امام نے فرمایا کہ میں قاضی کے اس کہنے سے کہ زید نے میرے سامنے ایسا اقرار کیا ہو زید پر یا کوئی ہو حد جاری نہ کر دو لگا جب تک کہ اسکے ساتھ ایک گواہ عادل نہ ہو پھر جب قاضی میرے نزدیک عدل ہو اور اسکے ساتھ کا گواہ بھی عادل ہو تو مجھے حد قائم کرنی چاہیے اور اگر وہ دو ظنون غیر عادل ہوں تو انکے قول کی تصدیق نہ ہوگی اور اگر اسی حکم دینے والے نے خود ہی اسکے ہاتھ کلٹنے کا بھی قول لیا اختیار کیا پس ایسی اقرار کے جو اسکے زعم میں حکم کا سزاوار ہو تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ میں بھی اسکے ہاتھ کلٹنے کے قصاص کا حکم دوں لیکن میں اس سے اس شبہ پر دفع کرتا ہوں کہ فقہا کا اس باب میں اختلاف ہو کہ قاضی کا یہ قول کہ فلان شخص نے میرے سامنے اقرار کیا آیا اس پر نافذ ہو یا نہیں اور بھی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی دہشت میں قاضی کے مال سے دلو اون کا ہلکا ذکر ابن سماعہ عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جانتا چاہیے کہ قاضی کا کسی شخص کے کچھ اقرار سے خبر دینا اس سے خالی نہیں کہ یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہو کہ جس سے رجوع درست ہو مثلاً حد زنا و غیرہ و شرابخواری میں اور ایسی وجہوں میں بالاجماع قاضی کا قول مقبول نہ ہوگا اور یا ایسی چیز سے اقرار کی خبر ہو کہ جس سے رجوع نہیں صحیح ہوتا ہو جیسے قصاص اور حد قذف اور باقی حقوق عباد اور ایسی صورتوں میں ظاہر روایات میں اسکا قول مقبول ہوگا اور ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ نہیں مقبول ہوگا۔ اور اس لائحہ عملی نے بیان کیا کہ ظاہر روایات میں امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام ابو یوسف اور پہلا قول امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذکور ہو اور ابن سماعہ کی روایت میں امام محمد کا بچلا قول ہو اور ابن سماعہ کے بعض نسخوں میں ہو کہ اسکا قول مقبول نہ ہوگا اور یہ حکم مطلقاً ہو اور بعض نسخوں میں قید کے ساتھ ہو یعنی اسکا قول مقبول نہ ہوگا تا وقتیکہ اسکے ساتھ دوسرا گواہ عادل نہ ہو اور یہی نسخہ صحیح ہے اور ہمارے زمانہ میں بہت سے مشائخ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہو اور بعض مشائخ نے امام محمد کا اس سے رجوع کرنا ذکر کیا ہو۔ اور امام ابو منصور ما تریدی نے اس مسئلہ کی چند صورتیں کی ہیں کہ اگر قاضی عالم و عادل ہو تو اسکا قول مقبول ہوگا اور اگر عادل غیر عالم ہو تو اس سے ہتھارکا جادہ لگا اگر اس نے اچھی طرح اسکو بیان کیا ہو تو اسکا قول مقبول ہوگا اور اگر فاسق جاہل ہو یا فاسق غیر جاہل ہو تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا مگر اس صورت میں مقبول ہوگا کہ متعائن سبب بھی ہو اور بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ باوجود جمل یا فسق کے اسکا قول بالکل مقبول نہ ہوگا۔ یہ سبب جو مذکور ہوا وہ صورت یہ ہو کہ قاضی اقرار سے ثبوت حق کے ساتھ خبر ہے اور اگر گواہی اور دلیل سے ثبوت حق کی خبر دی مثلاً یوں کہا کہ میرے پاس اسکے گواہ قائم ہوئے اور انکی تعمیل ہوئی اور میں نے انکی گواہی قبول کی تو یہ قول اسکا مقبول ہوگا اور وہ اسکے موافق حکم کر سکتا ہو اور یہ سبب صورتیں اس وقت ہیں کہ جب قاضی نے اپنے قاضی ہونے کی حالت میں خبر دی ہو اور اگر اسنے اپنے معزول ہو جانیکے بعد خبر دی مثلاً یہ صورت واقع ہوئی کہ ایک شخص نے کہا اور اسنے فی الحال جو قاضی ہوا اسکے پاس نالش کی کہ فلان قاضی معزول نے میرا اس اس قدر مال فلان شخص کو لیکر ناحق دلا دیا ہو یا یہ دعویٰ کیا کہ اس نے

۱۵۰ یہ مسئلہ ہے کہ عادل ہونا قاضی کی شرط نہیں ہے ۱۱۰ م ۱۵۰ معائنہ ہی سبب حکم خود معائنہ کیا ہو یا سبب بالفعل معائنہ ہو ۱۱

قضا کے زمانہ میں فلاں شخص کو قتل کیا اور بلا حق قصاص تھا اور قاضی معزول نے کہا کہ میں نے کیا ہے اور میں نے اس کے اقرار یا گواہی پر ایسا حکم دیا ہے تو روایت ابن ہمام کے موافق جب اس کا قول قاضی ہو نیکی حالت میں مقبول نہ تھا تو معزولی کی حالت میں بدرجہ اولیٰ مقبول ہو گا لیکن روایات ظاہرہ کے موافق مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر وہ مال معین چہ بن عوی ہو قائم ہو یا تلف ہو گیا ہو اور ان دونوں صورتوں میں قاضی پشیمان نہیں ہو۔ اور اسی طرح اگر قاضی معزول نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں تھا فلاں شخص کے ہزار درم کا حکم دیا اور تجھ سے لیکر الحکودہ دے دیے اور یہ جب میں قاضی تھا واقع ہوا اور اس شخص نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد معزولی کے تو نے ظلم کی راہ سے لیے تو روایات ظاہرہ کے موافق قاضی کا قول معتبر ہو گا اور پھر تفصیل ہے کہ آیا یہ چیز معین اس شخص سے جسکے قبضہ میں ہو یا دیوگی یا نہیں پس اگر وہ چیز بعینہ قائم ہو اور صاحب قبضہ کہتا ہو کہ یہ چیز اصل میں میری ہے میں نے اس شخص سے نہیں لی ہے اور نہ قاضی معزول نے میرے لیے اس کا فیصلہ کیا ہے تو اس کے قبضہ سے نہ لیجاوگی۔ اور اگر وہ کہتا ہو کہ یہ چیز میری اس لیے ہے کہ قاضی معزول نے میرے حق میں اس کو لے لینے کا اس شخص سے حکم دیا ہے جب قاضی تھا تو وہ شے اس سے لے لیجاوے اور مقتضی علیحدہ دیکھاوگی۔ سادہ قاضی میں لکھا ہو کہ قاضی کو جائز ہے کہ یتیموں کا مال قرض کرے اور یہ ہمارا مذہب ہے کہ زانی لوطی اور واجب ہے کہ فقہ لوگوں کو قرض کرے اور ثقاہت کے واسطے وہ چیزیں شرط ہیں ایک تو انگری اور لوگوں کے معاملہ سے اچھی طرح صاف ہو جانا اور یہ کہ جھگڑا نہ ہو اور بعضے مشائخ نے ایک تیسری شرط لگائی کہ وہ شہر کا رہنے والا ہو اور اسکے رہنے کا مکان ہو اور مسافر نہ ہو کہ حجرہ میں رہتا ہو اگر چہ اسکے پاس مال بہت ہو۔ اور کتاب لافضیہ میں مذکور ہے کہ قاضی اس وقت قرض دینے کا اختیار رکھتا ہو کہ جب ایسی چیزیں دستیاب ہوں جن سے یتیم کے حق میں کمائی حاصل ہووے اور اگر ایسی چیزیں دستیاب ہوں اور انکی خریداری ممکن ہو تو قرض نہیں دے سکتا ہو بلکہ خریداری متعین ہوگی اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور اسی طرح اگر کوئی ایسا شخص ملا کہ جسکے پاس اس کا مال مضاربہ کے طور پر دیا جاوے تب بھی قرض دیوے اور ہشام نے ذکر کیا ہے کہ ہم لوگوں نے امام محمد کے پاس یہ ذکر کیا کہ اگر قاضی کے پاس بہت سا مال یتیموں کا جمع ہو گیا تو قاضی کو ضمانت میں دینا افضل ہو یا ودیعت رکھنا افضل ہو تو انھوں نے ہم کو خبر دی کہ امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلے اور ابو یوسف علی یہ رائے تھی کہ ضمانت میں سپرد کرے اور ایسا ہی امام محمد کا قول ہے کہ جب اسنے ضمانت میں دیا تو زندگی اور موت دونوں میں ادا ہو سکتا ہو کہ زانی الذخیرہ۔ اور قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنے واسطے قرض لیوے اور فتاویٰ معتابہ میں ہے اور نہ اپنے واسطے خریدے اور یہی روایت کیا گیا ہے کہ اگر کسی تبری ہو تو جائز ہے کہ فقہ میں ہو کہ اگر کسی قاضی نے یتیم کا مال خود فروخت کیا یا ودیعت میں دیا یا اسکی دستگی میں اسکے امین کے کسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر یہ قاضی مر گیا اور بجائے اسکے دوسرا مقرر ہوا اور اسکے سامنے چند لوگوں نے گواہی دی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کہتے سنا کہ میں نے فلاں یتیم کا مال فلاں شخص کے پاس ودیعت رکھا یا فلاں شخص کے ہاتھ اسنے کو فروخت کیا ہے اور وہ فلاں شخص اس سے انکار کرتا ہے تو دوسرا قاضی اس کو گواہی کو مقبول کر لے گا اور تیسری یا مستوفع کو مأخذ کرے گا

اگرچہ پہلے قاضی نے اس حکم پر اکتوا نہ کر لیا ہو مختصر عا ہر زادہ میں ہو کہ اگر قاضی نے یتیم کا مال کسی تاجر کو دیا اور اسے نکال
 کیا تو مال کا حکم پہر جاری کرنے اور قاضی کی پہر تصدیق کیجا ویکی اور بطرح اگر مال میت کسی کے ہاتھ فروخت کیا اور اسے
 نکال کر کیا تو قضا پہر بیج پوری کر دے اور اگر قاضی نے یتیم یا غائب کا مال اپنے قبضہ میں لیکر اپنے گھر میں کہیں رکھ دیا اور اس
 اسکو نہیں معلوم ہوتا ہو کہ کسان رکھا تو قاضی اسکا ضامن ہو۔ اور اگر اسکو معلوم ہو کہ میں نے چند لوگوں کو دیدیا ہے
 اور یہ نہیں جانتا ہو کہ کن کو دیا ہو تو ضامن نہیں ہو اور اسی طرح اگر اسنے کہا کہ میں نے کسی لی کو یتیم کے اولیاؤں میں سے
 دیدیا ہو اور نہیں جانتا کہ کس کو دیا ہو تو بھی ضامن نہیں ہو یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہو اگر گواہوں نے گواہی دی کہ ہم نے
 قاضی کو کہتے سنا کہ میں نے یتیم کا مال فلاں شخص کے پاس ودیعت رکھا یا اسکے ہاتھ اتنے کو فروخت کیا تو قاضی
 اس سے مواخذہ کرے اور اگر اسنے جسکے پاس ودیعت تھی دعوی کیا کہ میں نے ودیعت واپس کر دی اور قاضی نے
 نکال کر کیا تو پہر قسمہ اولی اور بطرح بیع کی صورت میں اگر مشتری نے عیب کی وجہ سے بیع کو واپس کرنا چاہا اور
 قاضی نے ہر عیب سے براوت کر لینے کا دعوی کیا تو بلا قسم اسکی تصدیق کیجا ویکی اگر بنا بالغ بالغ ہو گیا۔ اور قاضی
 نے جو کچھ فروخت کیا تھا اسکا ضامن اسکو دیدیا تو جائز ہو اور یہی حکم اسکے امین کا ہو بخلاف وکیل کے کہ حقوق اسکی
 طرف راجع ہوتے ہیں۔ اور اگر باپ باوصی نے فروخت کیا اور یتیم کے بالغ ہونے کے بعد قاضی کو یا اسکو مٹن دیدیا تو جائز
 نہیں ہو یہ تادی عتاب میں لکھا ہو قاضی نے جو کہ اگر قاضی نے صغیر کا مال اپنے مال میں ملا دیا تو ضامن نہیں ہو اور قاضی کو
 اختیار ہو کہ اگر صغیر کا باپ مشرف ہو تو اسکا مال اس سے لیکر کسی عادل کے پاس رکھ دے حتی کہ وہ لڑکا بالغ ہو جاوے یہ
 شرح ابوالمکارم میں ہو۔ ذخیرہ میں ہو کہ قاضی کو نقطہ قرض یا اسی نقطہ پانے والے کو جائز اور قاضی کو اسکی ولایت حاصل
 ہو اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ مال غائب کے قرض دینے کا قاضی ولی ہو اور اگر غائب کے مال تلف ہو جانے کا
 خوف ہو تو اس کے فروخت کرنے کا بھی ولی ہو بشرطیکہ اسکی جگہ نہ معلوم ہو کہ غائب کسان ہو اور اگر معلوم ہو تو جائز
 نہیں ہو اور جامع الفتاوی میں ہو کہ امام محمد نے فرمایا کہ قاضی مفقود کا غلام اور مال منقول فروخت کرے اور
 اسکا عتق فروخت کرنا نہ چاہیے اور اگر فروخت کیا تو جائز ہو اور قاضی نے اگر یتیم کا مال جو پانچ ہزار کے انداز کا تھا
 ایک ہزار میں فروخت کیا اھد وار فون نے بڑے ہو کر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش کیا اور دلیل گواہ قائم
 کیے تو بیع منسوخ کر دیا اور اگر اسنے منسوخ کر دی اور پہلے قاضی نے لکھا کہ فروخت کے دن اسکی قیمت ایک ہزار تھی
 تو بیع منسوخ کے مستبر نہیں ہو اور اگر منسوخ سے پہلے ہو اور وہ بھی قاضی ہو تو یہ تحریر مقبول اور پھر یتیموں کے گواہوں
 کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اور ناصری میں ہو کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں معلوم ہوتا ہو اور قاضی
 نے اسکا گھر فروخت کر دیا تو جائز ہو پھر اگر کوئی وارث پیدا ہوا تو بیع پوری رہیگی یہ تاتار خانیہ میں لکھا ہے
 ۱۱۔ حقوق میں خرید فروخت کے حقوق کا کوکل ضامن ہو بخلاف قاضی و امین کے ۱۲۔ شرف فضول خرج ۱۳۔ منہ ۱۴۔ لفظ وہ مال جو
 کسی نے پڑا یا ہے پس جب کوئی لینے والا نہ آیا تو اس کو محفوظ رکھے لیکن اس سے بہتر ہے کہ جسے پایا ہے اس کو قرض
 دیدے تاکہ وہ ضامن رہے ۱۵۔

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اگر گواہوں کی طرف سے میرے دل میں شک ہو اور مجھے گمان ہو کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں تو میں ان کو الگ الگ کر کے ان سے جگہ اور لباس اور ان کے ساتھ کون کون سا حساب دریافت کروں گا اگر انھوں نے ہمیں اختلاف کیا تو میرے نزدیک گواہی میں اختلاف ہے میں لتنے پر شہادت رو کر دوں گا کذا فی المحيط

سولھواں باب قاضی معزول کی کچہری سے محضرون پر قبضہ کرنے کے بیان میں۔ قدیمی سے جدید سوال کرے یعنی شخص قضا پر مقرر ہوا وہ اول اول یہ کام کرے کہ قاضی معزول سے دیوان طلب کرے اور قیدیوں کے حال کو دیکھے اور قید خانہ میں کیس کیس پر قیدیوں کے نام و تعداد و اخبار منگوائے یہ فتح القدر میں لکھا ہو یا قاضی ثقیف آدمیوں کو اور ایک کافی ہو بھیج کر قاضی معزول کے دیوان پر قبضہ کرے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو اور دیوان قاضی سے وہ خریدیہ مراد ہو کہ جس میں دست آویز اور محضر اور وصیوں کی تقرری اور قیام کی تقرری اور نفقات کی مقدار وغیرہ ہوتی ہیں یہ محیط میں لکھا ہو پھر جب دونوں ثقیف نے قبضہ کیا تو قبائہ و چاک و محضر و فرمان تقرری و میسار و قوام وغیرہ ہر ایک قسم کے کاغذات چھانٹ کر علیحدہ علیحدہ خریدیوں میں رکھیں اور تھوڑا تھوڑا کر کے قاضی معزول سے دریافت کر لیں تاکہ جراثیم نکال ہو وہ منکشف ہو جاوے اور یہ بھی کہ کب اسکا فیصلہ کیا تاکہ کسی پیشی سے محفوظ رہے اور اگر قاضی معزول حاضر نہ ہوا تو اس پر جبر نہ ہو گا لیکن اپنے دوا میں اس واسطے بھیجے کہ قاضی جدید کے دوا میں ان کو دیوان سپرد کر دیں اور جدید قاضی کے امین معزول کے امینوں سے سب مشکلات حل کر لیں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہو اور دیوان پر قبضہ کرنے کے ساتھ ولایتین اور تینوں کا مال بھی قبضہ میں لادیں اور یہ جدید قاضی کے پاس رہے گا اور قیدیوں کے نام بھی سمجھ لیوں اور جب قاضی کسی کو کسی حق میں قید کیا تو چاہیے کہ اسکا نام اور اسکے باپ دادا کا نام فہرست میں لکھے اور وجہ قید بھی لکھے اور تاریخ قید بھی لکھے اور قاضی کو چاہیے کہ اپنے تذکرہ میں وہ تاریخ لکھے کہ جس وقت سے قاضی معزول نے اسکو قید کیا ہے اپنی تقرری کے وقت سے۔ اور یہی دونوں شخص قاضی معزول سے قیدیوں اور اسباب قید کو دریافت کر نیئے اور قیدیوں سے بھی قید کا سبب دریافت کر نیئے اور ان کے خصوم کو ان کے ساتھ جمع کر نیئے اور اگر قیدیوں میں ایک جماعت ایسی ہو کہ چٹا کوئی خصم نہ آیا اور انھوں نے کہا کہ ہم ناحق قید ہوئے ہیں تو قاضی مقرر شدہ انکو رہا نہ کرے بلکہ سنا دی کر ادیگا کہ فلان فلان شخص مقید پائے گئے پس جس کا کچھ حق اپنے ہو وہ حاضر ہو پس اگر کوئی حاضر ہوا تو بطور فیصلہ کے فیصلہ ہو گا ورنہ انکو کفیل لیکر رہا کرے گا اور اسکی مدت کہ سنا دی کتنے دن میں اور رہائی کتنے دن میں قاضی کی رائے پر موقوف ہے اور بعضوں نے کہا کفیل لیکر رہائی صاحبین کی رائے پر ہے اور امام عظیم کے نزدیک کفیل نہیں ہے اور جس لاکھ سرخی نے کہا کہ اس جگہ کفیل لینا سب کا قول ہے کذا فی المحيط اور صحیح یہ ہے کہ یہاں کفیل لے کر چھوڑنا بالاتفاق ہے یہ بتایا میں لکھا ہو جتنا چاہے

سلفہ اخبار یعنی کیا حال ہو اور شخص کیون قید ہو ہم ۱۱ قیام جمع قیم وہ لوگ جو وقت پر متولی مقرر ہوتے ہیں ہمسہ

کہ قیدی کی چندین میں ایک جس یا لہ دین یعنی قرضہ کے عوض قید ہونا اور اسکی چند صورتیں ہیں اگر قیدی نے کہا کہ میں قرضہ کے عوض قید ہوں کہ میں نے قاضی معزول کے سامنے فلاں شخص کے قرضہ کا اقرار کیا تھا تو قاضی جدید اسکو اور اسکے خصم کو جمع کرے گا پس اگر اس نے تصدیق کی تو اسکے خصم کی درخواست سے پھر اسکو قید کرے گا اور اگر قیدی نے قرضہ سے انکار کیا کہ شخص ناحق مجھے دعویٰ کرتا ہے اور میں ظلم سے قید ہوا ہوں اور اسکا خصم کہتا ہے کہ اس پر میرا حق ہے اور انصاف سے قید ہوا ہے تو قاضی اسکے خصم سے دوبارہ گواہی طلب کرے گا پس اگر قاضی نے گواہوں کو عادل جانا تو اسکو قید رکھے گا اور اگر عادل نہ جانا تو اسکے نفس کا کفیل لے کر رہا کرے گا اور اگر کسی قیدی نے کہا کہ میں فلاں شخص کے قرضہ میں قید ہوں تو اسکو حکم دے کہ مجھ سے کفیل لے کر رہا کرے تو قاضی اسکے خصم کو حاضر کرے گا اگر اسے حاضر ہو کر مجبوس کے اقرار کی تصدیق کی اور قاضی اس مقررہ کو نام و نسب پہچانتا ہو یا نہیں اور گواہوں نے اسکی گواہی دی یا نہیں سب صورتوں میں قاضی قیدی کو حکم دے گا کہ مال ادا کرے اور رہا نہ کرے گا اور ایک سنا دی کو حکم دے گا کہ وہ بطور مذکورہ ادا کرے پس اگر اسکا دوسرا دعویٰ کوئی شخص حاضر نہ ہوا تو سب صورتوں میں رہا کرے گا اور انصاف کے کفیل لے لیا پہلی اور دوسری صورت میں ذکر نہیں کیا اور تیسری صورت میں ذکر کیا ہے اور بعضے مشائخ نے کفیل سب صورتوں میں ذکر کیا ہے اور اگر مجبوس مال نہ لایا لیکن مقررہ نے کہا کہ میں مہلت دیتا ہوں تو اسکو رہا کر دے تو قاضی اسکو بدولت احتیاط کرنے سے سنا دی کے او کفیل لینے کے رہا نہ کرے گا اور اگر اس نے کہا کہ میرا کفیل نہیں ہے یا مجھے کفیل دینا واجب نہیں ہے تو اسکو اسکو میرا کوئی دعویٰ نہیں ہے کہ جو کفیل طلب کرتا ہو تو قاضی چھوڑنے میں جلدی نہ کرے بلکہ آہستگی کے ساتھ کی مٹائی کرے پھر اگر کوئی دعویٰ نہ پیدا ہوا تو رہا کر دے دوسری قسم قیدی یہ ہے کہ خالص حق العباد کی عقوبت میں قید ہو مثلاً قصاص اگر کسی قیدی نے کہا کہ میں سو جہ سے قید ہوں کہ میں نے فلاں شخص کے لیے قصاص کا اقرار کیا ہے اور قاضی نے اسکو اور اسکے دعویٰ کو جمع کیا اور اسے اس اقرار کی تصدیق کی تو اسکی دو صورتیں ہیں یا قصاص نفس ہو گا یا قصاص عضو پس اگر قصاص نفس ہو تو قاضی بلا تاخیر اسکو قید خانہ سے باہر نکالے اور اسکے دعویٰ کو اپنا بدل لے لینے کا حکم دے اور اگر قصاص عضو ہو تو بھی نکال کر بدلا دے لیکن اسکی رہائی میں جلدی نہ کرے کیونکہ شاید کسی دوسرے کا اس پر حق نفس ہو کہ اسے اس دعویٰ کے واسطے قصاص عضو کا اقرار کر کے اپنی جان بچائی ہو تیسری قسم کی قید جو خالص عقوبت الہی میں قید ہو جیسے زنا یا چوری یا شراب خواری کی وجہ سے اگر قیدی نے کہا کہ میں اس واسطے قید ہوں کہ میں نے قاضی معزول کے سامنے چار بار چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کیا پس مجکو حد مارنے کے واسطے قید کیا ہے پس جدید قاضی اس اقرار پر اسکو حد نہ مارے گا اور اگر چار مجلسوں میں چار مرتبہ اسے سامنے بھی اقرار کیا تو حد مارے گا خواہ دیر گز گئی ہو یا نہ گزری ہو پس اگر محض تھا تو اسکو رحم کرے گا ورنہ درہ لگاے گا اور اسکی رہائی میں جلدی نہ کرے گا شاید کوئی اسکے نفس کا دعویٰ کرے اور اگر اسے اپنے اقرار سے

سے قید نہ کرے تو اسکو یعنی قاضی سے درخواست کی کہ آپ فرض خواہ کو حکم دیجیے کہ وہ مجھ سے کفیل لے

جمع کر لیا تو جمع صحیح ہو چلیے قاضی اول کے سامنے صحیح تھا لیکن قاضی اسکے رہا کرنے میں جلدی نہ کرے
اور اگر اس نے کہا کہ میرے اوپر زنا کرنے کے گواہ قائم ہوئے تھے اس لیے حد مارنے کے واسطے قاضی
معزول نے مجھے قید کیا تھا تو وہ گواہ جو قاضی معزول کے سامنے قائم ہوئے تھے اس قاضی کے لیے معتبر نہ ہونگے
پس حد نہ مار گیا اور اگر اس قاضی کے سامنے بھی اسکے زنا کے گواہ قائم ہوئے تو بھی اگر وہ گنہ گری تو حد نہ مار گیا
اور اسکی رہائی میں جلدی نہ کر گیا اور بعد اسکے کھیل لیکر رہا کر گیا۔ اور اگر بعض قیدیوں نے کہا کہ میں نے شراب
پینے کا اقرار کیا تھا یا مجھے شراب خواری کے گواہ قائم ہوئے تھے اور مجھے حد مارنے کے واسطے قاضی معزول
نے قید کیا ہو تو امام عظیم اور ابو یوسف کے نزدیک یہ قاضی اس پر حد نہ مار گیا۔ اگر قیدی نے کہا کہ میں نے
فلان شخص کے مال کی چوری کا اقرار کیا یا گواہ قائم ہوئے تھے اس واسطے قید ہوں تو یہ قاضی اس پر حد نہ
مار گا وہی پرمانہ کاٹنے کا حکم نہ دیگا اور اسکو اور اسکے خصم کو جمع کر گیا لیکن اگر اس قاضی کے سامنے بھی اسنے
اقرار کیا تو اسکے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیگا خواہ اس معاملے کو دیر گزری ہو یا نہ گزری ہو اور اسکی رہائی میں جلدی
نہ کر گیا اور اگر دوبارہ اس پر گواہ قائم ہوئے تو ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیگا بشرطیکہ دیر گزری ہو پس حد نہ مارا اور حد سرقہ اس
حکم میں کیا ہے۔ اور چوتھی قسم کی قید بسبب ایسی عقوبت کے جس میں حق اللہ تعالیٰ و حق العباد ہو اور وہ حد قذف
ہو اگر قیدی نے کہا کہ میں سوچہ سے قید ہوں کہ میں نے اس شخص کو زنا کی تہمت لگائی تھی اور اس شخص نے
اسکے اقرار کی تصدیق کی تو یہ قاضی اسکو حد قذف کی پوری سزا دیگا اور اسکی رہائی میں جلدی نہ کر گیا اور اگر
اسنے اقرار سے رجوع کیا تو صحیح نہیں ہو بخلاف ان حدود کے جنہیں خالص اللہ تعالیٰ کا حق متعلق ہو کہ انہیں اقرار سے رجوع
صحیح ہو اگر قاضی معزول نے کہا کہ فلان شخص کے قبضہ میں ہیں نے ہقدر مال فلان بن فلان کا دید یا ہو پس اگر قابض
مال نے اس سب کی تصدیق کی تو حکم دیا جاوے گا کہ مقررہ کو دیدے اور یہ ظاہر ہو اور اگر اسنے کہا کہ مجھے فلان قاضی
معزول نے ہقدر مال دیا ہو مگر میں نہیں جانتا ہوں کہ کسکا ہو تو اس صورت میں بھی مقررہ کو دلایا جائیگا اور اگر مال کے
قابض نے قاضی معزول کی سب باتوں میں تکذیب کی تو اسی کا قول معتبر ہوگا اور یہ بھی ظاہر ہو۔ اور اگر مال کے
قابض نے کہا کہ مجھے قاضی معزول نے ہقدر مال دیا ہو اور وہ فلان شخص کا ہو سولے اس شخص کے جبکہ قاضی
نے نام لیا تھا اقرار کیا تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک تو یہی جو مذکور ہوئی اور سہیل شیخ کو دلایا جائیگا جسکا قاضی
نے اقرار کیا ہو اور دوسری صورت یہ ہو کہ یوں کہا کہ جو مال میرے قبضہ میں ہو وہ فلان شخص کا ہو سولے اسکے
ایک شخص سے دوسرے کا نام لیا جسکا قاضی نے اقرار کیا تھا تو قاضی معزول کو دیدے اور وہ اس شخص کو دیوے جبکہ
لیے قابض نے اقرار کیا ہو پس اگر پہلے شخص کو بدو حکم قضا دیدیا تو دوسرے کے لیے ضامن ہوگا اور اگر حکم قضا دیدیا
تو بھی امام محمد کے نزدیک ایسا ہی ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک ضامن نہ ہوگا۔ اگر قاضی معزول نے کہا کہ
فلان شخص کے پاس ہزار درم فلان ثیم کے ہیں کہ اسکو اسکے باپ کے ترکہ میں سے پہونچے تھے اور اس قابض
نے اسکی تصدیق کی پس اگر کسی شخص نے وارثان میت سے اس میں دعویٰ نہ کیا تو یہ درم ثیم کے ہونگے

اور اگر باقی وارثوں نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے ترکہ میں سے اپنا حق نہیں پایا ہے تو یہ مال تمام وارثوں میں مشترک ہو گا اور بخلہ اسکے تقسیم بھی ہو گا۔ لیکن جدید قاضی کو چاہیے کہ بنظر تقسیم باقی وارثوں سے قسم لے کر کہ واثقہ نے اپنے والد فلان شخص کے ترکہ سے اپنا حق نہیں پایا ہے اور اگر قاضی معزول نے کہا کہ یہ ہزار درہم فلان تقسیم کے ہیں اور یہ نہ بیان کیا کہ اُس کے باپ کے ترکہ میں سے پہونچے ہیں اور باقی وارثوں نے دعویٰ کیا کہ یہ اُن کے باپ کے ترکہ میں ہیں اور ہم لوگوں نے اپنا حق نہیں پایا ہے تو یہ مال تقسیم کا ہو گا کیونکہ قاضی معزول نے ملک تقسیم کا اقرار کیا ہے اور میراث کا اقرار نہیں کیا ہے تاکہ وارثوں کا حق ثابت ہو پس بلا حجت و دلیل ان وارثوں کا حق ثابت نہ ہو گا۔ اگر موافق ایک تحریر کے یہ مال کسی شخص پر تھا اور قاضی نے نوشتہ میں سبب اس کا لکھ دیا تھا اور گواہی کر دی تھی کہ یہ فلان تقسیم کا ہے اور اسکو اسکے فلان والد کے ترکہ میں پہونچا ہے اور باقی وارثوں نے اپنا حق لے لیا ہے پس واضح ہو کہ مجرد تحریر حجت نہیں ہے اور اسی طرح قاضی کا قول کہ باقی وارثوں نے اپنا حق لے لیا ہے حجت نہیں ہے اور حجت یہاں صرف اس طرح ہے کہ کچھ گواہ گواہی دیوں کہ قاضی نے ان وارثوں کے اپنا تمام حق لے لینے پر گواہ کیا تھا یا اس امر کے گواہ ہوں کہ ان لوگوں نے اپنا تمام حق لینے پر اقرار کیا ہے پس ایسے گواہ ہیں اور انھوں نے گواہی دی تو مال تقسیم کا ہو گا ورنہ وہ بھی مثل باقی وارثوں کے ہو گا۔ اگر قاضی معزول نے بیان کیا کہ میرے نزدیک یہ بات گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو گئی تھی کہ فلان شخص نے اپنی اس قدر زمین اس طور پر وقت کی ہے اور زمین نے اسکا حکم دیدیا اور فلان شخص کے قبضہ میں رکھی اور اسکو حکم دیدیا کہ اسکا محصول و آمدنی وقت کی شرطوں کے موافق صرف کرے اور قابض نے اسکی تصدیق کی پس اگر وقت کرنے والے کے وارثوں نے اسکا اقرار کیا تو قاضی مقرر شدہ اسکو نافذ کریگا اور اگر وارثوں نے وقت سے انکار کیا اور اپنے گواہ قائم نہ ہوئے تو وارثوں کے درمیان میراث ہوگی لیکن وارثوں سے اُن کے علم تقسیم لیا وگی کہ اُن کے مورث کا وقت کرنا انکو نہیں معلوم ہو پس اگر انھوں نے قسم کھالی تو میراث ہو اور اگر انکا کیا تو قاضی اُسکے وقت ہونے کا حکم دیدیگا اور اگر وقت ہونے پر گواہ قائم ہوں تو وقت ہونے کا حکم دیدیگا چنانچہ وقت کرنے والے کی زندگی میں بھی یہی حکم تھا۔ اور اگر قاضی معزول نے یہ نہ کہا کہ اُن نے فلان شخص پر وقت کیا ہے بلکہ یہ کہ ارباب پیر یا مسجد پر یا کسی اور وجہ خیر کا نام لیا کہ اُس پر وقت کیا ہے تو مقرر شدہ قاضی اسکو نافذ کر دیگا اور اسکی تفصیل دریافت نہ کر دیگا۔ اور ہر جگہ جہاں تفسار کرنا مضر ہو قاضی مقرر شدہ اجمال پر کفایت کر دیگا اور تفصیل دریافت نہ کر دیگا اور قاضی کو چاہیے کہ امینوں سے ہر ششماہی یا سال میں یموں کی آمدنی اور مال کا حساب لیا کرے تاکہ معلوم ہو کہ امین نے امانت کو ادا کیا ہے یا خیانت کی ہے اگر اسنے امانت داری کی تو مقرر رکھے اور اگر خیانت کی تو موقوف کر کے اُس جگہ دوسرے مقرر کرے اور اسی طرح وقت املاک کے تو اُس سے بھی حساب کرے اور حاصل اور مال وقت کی آمدنی میں انھیں کا قول قبول کرے اور وصی اور قیام اس باب میں کیسا ہیں اور اصل یہ ہے کہ شرع میں شے مقبوضہ مالہ ارباب یعنی مال وقت و تحقین ۱۲ مالہ عام جو متولی و قائم و کار پرہ از ہر مینی جو شخص کار پرہ از ہر اس سے وقت کا حساب سمجھے اور صرف کا خرچہ جان و نقد آمدنی خرچ ہوتی ہے اور مومن جو خرچہ خود وقت پر کیا جاتا ہے مثلاً زمین کی اصلاح ضروری میں خرچ کیا ہے ۱۲

کی مقدار بیان کرنے میں یا یتیم کے نفقہ کی مقدار یا زمین وقت کے مصرف اور موزن کی مقدار بیان کرنے میں قابض کا قول معتبر ہوتا ہو لیکن اگر وصی ہو تو محتمل میں اسکا قول مقبول ہو اور غیر محتمل میں مقبول نہیں ہو کہنا ذکر اختصاصات اور وصی اور یتیم میں فرق ہو وصی وہ جو جسکی طرف حفظ اور تصرف سپرد ہو اور یتیم وہ جو جسکو حفاظت سپرد ہو اور تصرف سپرد نہیں ہے اور جب یہ فرق معلوم ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ اگر وصی نے اتفاق کا دعویٰ کیا تو اپنے ماتحت چیز کے تصرف کا دعویٰ کیا تو اسکا قول محتمل میں مقبول ہوگا اور اگر یتیم نے ایسا ہی دعویٰ کیا تو اسنے ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اسکے تحت لایت نہیں ہو پس اسکا قول مقبول ہوگا۔ اور اکثر مشائخ نے اسی چیزوں میں جسے زمین کے واسطے چارہ نہیں ہے اور ضروری میں وصی اور یتیم کو یکساں شمار کیا ہو اور کہا کہ ایسی چیزوں میں یتیم کا قول مثل وصی کے قبول ہوگا اور اس مسئلہ میں قیاس کیا کہ اگر یتیم مسجد یا ایک شخص نے اہل مسجد سے مسجد کے واسطے ضروری چیز خریدی مثلاً بوریا یا تیل یا چٹائی وغیرہ یا کچھ مسجد کی آمدنی اسکے خادم کو دیدی تو ضامن ہوگا کیونکہ ان چیزوں کے نہ کرنے سے مسجد میں نقصان تھا پس گویا اسکو دلائل اجازت حاصل تھی پس اسی قیاس پر بیان بھی انھوں نے یہی حکم دیا ہو۔ اور ہمارے زمانہ کے مشائخ نے فرمایا کہ وصی اور یتیم میں کچھ فرق نہیں ہے کیونکہ ہمارے زمانہ میں یتیم بھی وہ جو جسکو حفاظت اور تصرف دونوں کا اختیار ہو اگر قاضی نے کسی وصی کو متمم جانا اور جو اسنے یتیم کے نفقہ میں صرف کرنے کا دعویٰ کیا ہو یا وقت کے مصرف میں دعویٰ کیا ہو امین اسکو شک ہو تو قاضی اس سے قسم لیگا اگرچہ وہ امین ہو جیسا کہ اس شخص کا حکم ہو جسکے پاس ودیعت ہو اور اسنے ودیعت کے تلف ہو جانے یا واپس کر دینے کا دعویٰ کیا تو اس سے حلف لیگا اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ حلف کے واسطے کفایت مقدار معلوم کا دعویٰ ہونا چاہیے کیونکہ قسم دعویٰ صحیح پر ہوتی ہو اور مقدار مقبول کا دعویٰ صحیح نہیں ہو اور بعضوں نے کہا کہ ہر حال میں قسم لیجاوے گی کیونکہ قاضی یتیم کی نظر سے قسم لیتا ہو اور ایسی احتیاط میں ہر طرح قسم لیجاوے گی۔ اگر انھوں نے یہ خبر دی کہ ہم نے زمین کے مصرف میں یا یتیم کے نفقہ میں زمین کی آمدنی اور مال میں سے اسقدر صرف کیا ہو اور بقدر ہمارے پاس باقی ہو پس ان میں سے جو شخص امانت اسی میں مشہور ہو تو قاضی اس سے اجمال کو قبول کر گیا اور تفصیل کے واسطے جبر نہ کر گیا اور شخص متمم ہو اس سے اجمال قبول نہ کر گیا اور تفصیل کے واسطے جبر نہ کر گیا اور اس مقام پر جبر کے معنی قید کرنے کے نہیں ہیں صرف یہ ہیں کہ قاضی مقرر شدہ اسکو دو تین دن بلا کر دھمکا دے کہ اسکی تفصیل بیان کرے اور یہ یتیم کے حق میں احتیاط ہو پس اگر بالہن ہم اسنے تفصیل نہ بیان کی تو قاضی اسکی قسم دینے یا قسم سے باز رہنے پر اکتفا کر گیا۔ اگر وصی نے قاضی مقرر شدہ سے کہا کہ قاضی معزول نے مجھے حساب لے لیا ہو تو بدو نہ گواہی کے اسکو نہ چھوڑے۔ اگر وصی یا یتیم نے کہا کہ میں نے اپنا اسقدر ذاتی مال یتیم یا وقت کے مصرف میں صرف کیا ہو اور قصہ کیا کہ واپس لیسے تو بلا حجت اسکا قول مقبول نہ ہوگا بخلاف اسکے کہ اسنے مال وقت یا مال یتیم میں سے صرف کرنے کا دعویٰ کیا تو محتمل میں اسکا قول مقبول ہوگا۔ اگر وصی یا یتیم نے دعویٰ کیا کہ قاضی معزول نے میرے واسطے اسقدر ما ہوا رسی یا اسقدر سالانہ مقرر کیا تھا اور قاضی معزول نے

اسکی تصدیق کی یا نہ کی تو مقرر شدہ قاضی اسکو نافذ نہ کریگا اور اگر اسپر گواہی گزری تو قبول کر کے نافذ کریگا پھر اگر قاضی کی رائے میں یہ اجرت اسکے کام کے برابر یا کم ہو تو سب کے نافذ ہونے کا حکم دیگا اور اگر اسکے کام سے زیادہ ہو تو بقدر اسکے کام کے دیگا اور باقی کو جزو زیادہ ہو باطل کر دیگا اور اگر قسم نے زیادتی کو لے لیا ہو تو حکم دیگا کہ یتیم کو واپس کرے اور اصل میں لکھا ہو کہ مقرر شدہ قاضی معزول کے دیوان میں جہقدر گواہ بیان یا قضا کو اقرار پائے سب بیچارے اپنی عمر عمل نہ کریگا لیکن اگر کسی حکم قضا کے گواہ گزرتے کہ اسنے اسکا فیصلہ کر کے نافذ کیا تھا اور وہ اسوقت تک قاضی تھا تو اسکو قبول کرے اور عمل کرے کذا فی الحیط

سترھواں باب اُن صورتوں کے بیان میں جن میں جھوٹی گواہی پر فیصلہ واقع ہو گیا اور قاضی کو اسکا علم نہ ہوا یہ صورت عقد و نسخ میں ملق ہو سکتی ہو اول میں امام عظم اور ابو یوسفؒ کے اول قول کے موافق اختلاف ہو قاضی کی قضا عقد و نسخ میں جھوٹے گواہوں کی وجہ سے ظاہر و باطن نافذ ہوتی ہے اور امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق ظاہر نافذ ہوتی ہو باطن میں نافذ نہیں ہوتی ہے عقود میں اس مسئلہ کی بہت سی صورتیں ہیں از انجملہ ایک شخص نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت انکار کرتی ہو اور اس شخص نے دو جھوٹے گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا تو امام عظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے پہلے قول کے موافق اس مرد کو اسکے ساتھ وطی کرنا حلال ہو اور عورت کو جائز ہو کہ اسکو اپنے اوپر قابو دیرے اور امام محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول آخر کے موافق دونوں کو یہ بات حلال نہیں ہو اور ہمارے بعض مشائخ نے فرمایا کہ ابتدائی مکمل اس صورت میں ثابت ہو جائیگا اگر حکم قضا گواہوں کے حضور میں ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ اس صورت میں حکم قضا کے وقت گواہوں کی حاضری شرط نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اس پر جلع ہو کہ اگر کسی کی معتدہ یا منکوحہ کے حق میں حکم قاضی بسبب جھوٹے گواہوں کے نکاح کا جاری ہو تو نافذ نہ ہو گا یہ نہایت یہ میں لکھا ہو اور نسخ میں بھی مسئلہ کی بہت صورتیں ہیں از انجملہ ایک عورت نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعویٰ کیا اور اسپر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کا حکم دیدیا پھر عدت گزرنے کے بعد اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور پہلے قول امام ابو یوسفؒ کے موافق پہلے شوہر کو اسکے ساتھ وطی کرنا ظاہر و باطن حلال نہیں ہو اور دوسرے شوہر کو ظاہر و باطن اس سے وطی کرنا حلال ہو خواہ اسکو یہ حال معلوم ہو کہ پہلے شوہر نے اسکو طلاق نہیں دی مثلاً دوسرا شوہر ایک گواہ میں سے ہو یا اسکو یہ بات نہ معلوم ہو مثلاً یہ شوہر دوسرا اجنبی محض ہو اور امام ابو یوسفؒ کے دوسرے قول کے موافق اور یہی امام محمدؒ کا قول ہو کہ دوسرا شوہر اگر اس حال سے واقف ہو تو اسکو وطی کرنا ملے ظاہر یعنی جیسے ظاہر میں قاضی دگواہوں سے اسکی جو رد پھری طریق باطن میں بھی عورت کو اس مرد سے اور مرد کو عورت سے وطی حلال ہو ۱۲

۱۳ وہ کسی کی معتدہ یعنی مثلاً ہندہ اپنے خاوند عمرو کی طلاق یا وفات کی عدت میں ہو یا نکاح میں ہو اور یہ نے دو جھوٹے گواہ لاکر اسپر اپنی جو رد ہونا ثابت کیا اور قاضی نے لا طلی پر حکم دیا تو نافذ نہ ہو گا ۱۴

حلال نہیں ہو اور اگر نہیں جانتا ہو تو حلال ہو کہذا ذکر شیخ الاسلام فی کتاب لرجع اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول میں پہلے شوہر کو اس سے وطی حلال نہیں ہو جو دیکھ باطن اجدائی نہیں ہوئی اور شیخ الاسلام نے کہا کہ امام ثانی کے دوسرے قول میں باطن اس سے وطی کرنا پہلے شوہر کو حلال ہو اور امام محمد کے نزدیک جب تک دوسرے شوہر نے اس سے جملع نہیں کیا تب تک حلال ہو اور جب سے جماع کر لیا تو پھر حلال نہیں ہو خواہ دوسرے کو حقیقت حال معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور یہ حکم امام محمد کا اس صورت میں کہ دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم نہیں ہے ظاہر ہو کہ یہ مکنا فی شخص نے اس سے ایسی حالت میں نکاح کیا ہو کہ وہ دوسرے کی عورت ہو لیکن دوسرے کو نہیں معلوم ہو تو اسکا نکاح امام محمد کے نزدیک سہل ہے جس سے اس سے جملع کیا تو پھر عادت و جب ہو جس کو شوہر کو وطی نہیں حلال اگرچہ وہ پہلے شوہر کی عورت ہو جب تک کہ عادت نہ گزرے مگر اس صورت میں مشکل ہو کہ جب دوسرے شخص کو حقیقت حال معلوم ہو دوسرے کیونکہ اسکو معلوم ہو گا کہ دوسرے کی عورت ہو تو نکاح باطل ہو گا پس یہ وطی زنا سے واقع ہوگی اور کسی کی منکوحہ اگر زنا کرے تو اس پر عادت نہیں و جب تک کہ عادت نہ شوہر پر اس سے وطی کرنا حرام ہوتی ہو اور منکوحہ منکوحہ کی صورتوں کے ایک یہ ہو کہ ایک لڑکی اور ایک لڑکا مقید کر کے دار الحرجت سے آئے پھر جیلین ہوئے تو آزاد کر دیے گئے پھر دونوں نے باہم نکاح کیا پھر ایک حرنی مسلمان ہو کر آیا اور اسے گواہ پیش کیے کہ یہ دونوں اسکی اولاد ہیں اور قاضی نے حکم دیکر دونوں کو جدا کر دیا پھر اگر دونوں گواہ اپنی گواہی سے پھر جاوین اور معلوم ہو جاوے کہ یہ دونوں گواہ جھوٹے تھے تو شوہر کو اس عورت سے وطی کرنا جائز نہیں ہو کیونکہ قاضی نے اس پر حرام ہونے کا حکم دیا اور قضا ظاہر و باطن نافذ ہو گئی اور یہ امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی وطی حلال نہیں ہو کیونکہ حقیقت میں گواہوں کے جھوٹے ہونے کا حال اسکو معلوم نہیں ہو سکتا ہے اور بخلاف صورت عقد کے یہ ہو کہ جب قاضی نے جھوٹے گواہوں پر بیع ہو جانے کا حکم دیدیا اور اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دعویٰ مشتری کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ تو نے میرے ہاتھ یہ باندی لے کر بھیجی تھی اور اس پر جھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے وہ باندی مشتری کو دینے کا حکم دیدیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی قضا باطن میں نافذ ہو جائیگی کہ مشتری کو اس سے وطی کرنا حلال ہو اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باطن میں نافذ نہ ہوگی اور بعض مشائخ نے مسئلہ یا کہ مسئلہ بیع امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تفصیل سے ہونا چاہیے یعنی اگر ثمن مذکور قیمت باندی کے برابر یا اس قدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ اندازہ میں اٹھا جاتے ہیں تو اسکا حکم باطن میں نافذ ہو گا اور تنقی میں اسی طرح صراحتہ امام عظیم سے مروی ہو اور اگر اس قدر کم ہو کہ جتنا خسارہ لوگ نہیں اٹھایا کرتے ہیں تو قضا باطن میں نافذ نہ ہوگی کیونکہ باطن میں نفاذ قضا کا طریقہ امام کے نزدیک اس طرح صحیح ہو کہ قاضی اپنی قضا میں بیعت لاییت تصرف کے اس تصرف کا پیداکرنے والا ہو جاتا ہو اور بیع میں اسکو ولایت تصرف مثل قیمت یا اس قدر کمی کے ساتھ جتنا لوگ خسارہ برداشت کر لیتے ہیں حلال ہو اور اس کے سوا نہیں ہو پس تفصیل ضرور ہوئی اور بعض مشائخ نے کہا کہ قضا ہر حال میں

نافذ نہ ہوگی کیونکہ بیع اگر چہ عین کے ساتھ ہو مبادیہ ہی محیط میں لکھا ہو اور دوسری صورت یہ ہو کہ دعویٰ بالغ کی طرف سے ہو مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے یہ باندی خریدی ہو اور اس پر چھوٹے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسکا فیصلہ کر دیا تو امام عظیم کے نزدیک مشتری کو باندی سے وطی حلال ہو اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری نے ترک خصوصیت پر عزم کر لیا تو وطی حلال ہو اور مشائخ نے عزم کے معنی میں اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ قلب سے عزم کر لے اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے عزم قلبی پر گواہی دیوے اور فقط قلب کی نیت کافی نہیں ہو اور بخلہ عقد کی صورتوں کے یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر بیہ بقبوضہ کا دعویٰ کیا اور اس پر چھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے دعویٰ کے واسطے فیصلہ کر دیا تو امام محمد کے نزدیک ظاہر میں قضا نافذ ہوگی اور باطن میں نہیں حتیٰ کہ اس سے نفع اٹھانا دعویٰ کو حلال نہیں ہو اور امام عظیم سے دور وایتین میں ایک میں نافذ ہوگی اور دوسری میں نافذ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور صدقہ میں دور وایتین امام عظیم سے آئی ہیں کذا فی الکافی اور ملاک مسئلہ میں اگر یون قضا واقع ہو تو بالاجماع باطن میں نافذ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور یہ بالاجماع ہو کہ اگر معلوم ہو جاوے کہ گواہ غلام یا محدود القذت یا کفالتین تو قضا ظاہر میں نافذ ہوگی باطن میں نافذ نہ ہوگی اور اس پر بھی اجماع ہو کہ اگر اسے تین طلاق کا اقرار کیا پھر انکار کیا اور قسم کھالی اور اسکے واسطے قاضی نے حکم کر دیا تو اسکو وطی کرنا حلال نہیں ہو کذا فی الخلاصہ نسب کے باب میں چھوٹی گواہی پر قاضی کا حکم بعضوں کے نزدیک معنی افتی اختلاف مذکور کے ہو اور بعضوں کے نزدیک بلا خلاف باطن میں نافذ ہوگا اور صورت مسئلہ کی یہ ہو کہ ایک باندی نے اپنے مالک پر دعویٰ کیا کہ باندی ابھی بٹی ہو اور مالک نے اسکا اقرار کیا ہو اور اس پر اسے چھوٹے گواہ پیش کر دیے اور قاضی نے یہ حکم دیدیا تو بعضوں نے کہا کہ امام عظیم کے نزدیک اس سے وطی کرنا مالک کو حرام ہو اور امام محمد کے نزدیک حرام نہیں ہو اور بعضوں کے نزدیک بالاتفاق حرام نہیں ہو پس اگر وہ شخص باپ مر گیا اور میراث چھوڑی تو اسکو کھانا حلال ہو اور یہ بلا ذکر خلاف کتاب بالاجماع علی الشہادۃ میں لکھا ہو اور مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ سہم دلہا ہی اختلاف ہو اور بعضوں نے کہا کہ بلا خلاف اسکا کھانا باندی کو حلال نہیں ہو بعد بعضوں نے کہا کہ اسکی میراث کا کھانا عورت کو بلا خلاف حلال ہے اور اگر یہ عورت مر گئی تو امام محمد نے اس مسئلہ کو کتاب الرجوع میں لکھا ہو اور کہا کہ مرد کو اسکی میراث کھانا جائز ہے اولہ شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ جواب سب کے قول پر ہو اسواسطے کہ فی الواقع وہ عورت یا اسکی بیٹی تھی یا باندی تھی پس اگر بیٹی تھی تو بالاجماع بیٹی کی میراث اسکو حلال ہو اور اگر باندی تھی تو باندی کی مالک بالاجماع اسکو حلال ہو امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر شوال میں یہ گواہی دی کہ اسے اپنا غلام رمضان میں آزاد کیا ہے اور ۱۵۷ یہ اس وقت ہو کہ دعویٰ نے گواہ دیے اور اگر نہ دیے اور مشتری نے قسم کھا کر باندی بالغ کو واپس کی پس اگر اسے ترک خصوصیت پر عزم کیا تو اسکو باندی سے وطی حلال ہو ۱۲ ۱۵۷ ملاک مسئلہ ایسے ملاک جنکی ملکیت کا دعویٰ کسی سبب معین کے ذریعہ سے ہوا ۱۵۷ یعنی زمین نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی اس جو رو کو تین طلاق دین پھر انکار کر کے قسم کھالی اور حکم ہو گیا کہ اسکی جو رو ہے تو زیہ کو اس سے وطی کرنا اور ہندہ کو قابو دینا حلال نہیں ہے ۱۳ م

اعلام کی قیمت گواہی کے دن دو ہزار درم تھی اور رمضان میں اسکی قیمت ایک ہزار درم تھی پھر ان گواہوں کی ہونہار
تعدیل ہوئی یہاں تک کہ اسکی قیمت تین ہزار درم ہو گئی پھر انکی عدالت ثابت ہو کر انکی گواہی پر فیصلہ کیا گیا پھر ان
دونوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کو جس روز قاضی نے آزاد کیا اس روز کی قیمت یعنی تین ہزار درم کے
بہ لوگ ضامن ہو گئے کہ زانی الذخیرہ اور فتاویٰ عتابیہ میں ہو اگر قاضی نے ایک باندی کو آزاد کیا پھر گواہوں نے
رجوع کیا تو باندی آزاد ہو گئی اور گواہوں میں ہر ایک کو اختیار ہو کہ ایک سس سے نکاح کر لے اور منتقے میں
موافق قول صاحبین کے یہ شرط لگائی ہو کہ یہ امر اسکے بعد ہو گا کہ جب نون گواہوں سے قاضی قیمت باندی
کی دیو ادے یہ مانتا خانہ میں ہو۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اسنے اس عورت کو ایک طلاق لیتین
طلاق کے ساتھ بائن کیا اور زوج نے انکار کیا اور قاضی نے اسکو قسم دلائی اور اس نے قسم کھالی پس اگر
عورت کو یہ بات معلوم ہو کہ میرا کننا درست ہو تو اسکو اسکے ساتھ بسر کرنا جائز نہیں ہے اور نہ وہ مرد اسکی

میراث لیوے یہ نہا یہ میں لکھا ہے

اٹھارھواں باب حکم قاضی بر خلاف اعتقاد محکوم لہ یا محکوم علیہ کے واقع ہونیکے بیان میں کسی نے
اپنی عورت سے کہا کہ تو البتہ طلاق ہو اور یہ قول اسکے گمان میں ایک طلاق ہو کہ جسین رجعت درست ہو اور اسنے
رجعت کر لی اور اس عورت نے ایسے قاضی کے سامنے مرافعہ کیا جسکے نزدیک یہ تین طلاق ہیں اسنے دونوں میں
جدائی کر دی یا زوج کے نزدیک یہ طلاق ایک طلاق بائنہ تھی کہ اسنے دوبارہ نکاح کر لیا اور عورت نے مرافعہ کیا اور
قاضی نے تین طلاق اعتقاد کر کے دونوں میں جدائی کر دی تو یہ قضا ظاہر اور باطن نافذ ہوگی اور مرد کو اسکے پاس رہنا
حلال نہیں ہو اور نہ عورت کو اپنے اوپر قابو دینا حلال ہو۔ اور اگر زوج کی رائے میں یہ تین طلاق تھیں اور قاضی کے
نزدیک وہ ایک بانہ یا ایک رجعت تھی اور اسی کے موافق اسنے حکم دیا تو یہ حکم بھی امام عظمہ اور امام محمد کے
نزدیک باطن میں نافذ ہو گا جتنے کہ اسکو جائز ہو گا کہ عورت سے رجعت یا نکاح کرے اور امام ابو یوسف رحمہ کے
نزدیک باطن میں نافذ نہ ہو گا۔ اور حال یہ ہو کہ اگر مبتلا بالحادیہ عامی شخص ہو کہ جسکی کچھ رائے نہیں ہو تو اسپر واجب
ہو کہ اس حادثہ میں جو قاضی حکم کرے اسکی اتباع کرے خواہ حکم اسکے نفع کے لیے ہو مثلاً حلت کا حکم ہو یا حکم
اسکے اوپر ضرر کا ہو مثلاً حرمت کا ہو۔ اور اگر مبتلا بالحادیہ فقیہ صاحب رائے ہو اور قاضی نے اسکے برخلاف
رائے حکم دیا ہو مثلاً اسکے اعتقاد میں حلت تھی اور قاضی نے حرمت کا حکم دیا تو بلا اختلاف اسپر واجب ہے کہ اسکے
حکم کی پیروی کرے اور اپنی رائے کو چھوڑ دے اور اگر حکم اسکے نفع کا ہو مثلاً وہ حرمت کا معتقد تھا اور حکم حلت کا
ہو تو بعض مواضع میں لکھا ہو کہ اپنی رائے کو چھوڑ کر اسکے حکم کی اتباع کرے اور میں اختلاف مذکور نہیں ہے اور
استحسان میں ہو کہ امام ابو یوسف کے نزدیک جس چیز کو خود حرام جانتا ہو اس میں قاضی کے مباح کرنے کی طرف
التفات نہ کرے اور امام عظمہ و امام محمد کی دلیل یہ ہو کہ اس پر اجماع ہو کہ اگر مبتلا بالحادیہ عامی ہو اور قاضی نے

بلا بالحادیہ یعنی اس واقعہ میں جو شخص مبتلا ہوا ہے وہ عالم نہ ہو بلکہ عامی ہو

اسکے واسطے حکم کیا تو باطن میں نافذ ہو جائیگا اور قضا ایک مہریم تمام لوگوں کے حق میں ہو پس عالم کے حق میں بھی ہوگی پس اگر عالم ہوگا تو اسکے حق میں بھی باطن میں نافذ ہوگی اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ یہ الزام مقضی علیہ کی طرف ہو مقضی نہ کی طرف نہیں ہو اسی واسطے بدون اسکی طلب کے قاضی حکم نہیں دیتا ہو اور قاضی اسکے نزدیک اس حکم میں غلطی ہو تو اسکی اتباع نہ کریگا کذا فی المحیط۔ نوادر ہشام میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر اسکو جنون مطبق ہو گیا اور اس شخص کا والد موجود ہے پھر عورت نے دعویٰ کیا کہ اس شخص نے نکاح سے پہلے قسم کھائی تھی کہ اگر کوئی عورت نکاح میں لاوے تو اُس پر تین طلاق ہیں تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قاضی اسکے باپ کو مخاطب بناوے اور اگر اُس نے بنایا اور دیکھا کہ یہ تمام قول کچھ نہیں ہے اور اسکو باطل کیا اور نکاح کو باقی رکھا پھر اسکا شوہر اچھا ہو گیا اور اسکے نزدیک اس قول سے طلاق واقع ہوئی ہو تو بھی اس عورت کے ساتھ رہنا اسکو جائز ہو اور امام ابو یوسف کے قول پر جائز نہیں ہو اور حاوی میں لکھا ہو کہ اگر شوہر عالم تھا اور اس نے اس قول سے طلاق واقع ہونے کی نیت کی تو اسکے ساتھ رہنا جائز نہیں ہو اور امام ابو یوسف کا قول ہو اور امام عظیم اور امام محمد کے نزدیک عالم اور جاہل اس باب میں برابر ہیں ہر ایک کی قاضی کی راہ کی اتباع کرنا چاہیے اور خانیہ میں ہو کہ اسکے والد کو مخاطب بنانے کے واسطے امام محمد کے نزدیک یہ شرط ہے کہ اسکا جنون مطبق ہو اور جنون مطبق میں روایات مختلفہ ہیں اور نااطقی اور شیخ الاسلام خواہ زادہ نے ذکر کیا کہ جنون مطبق امام عظیم کے نزدیک ایک مہینہ کا ہو وہی پر فتویٰ ہو اور روایات ظاہرہ اس بات میں متفق ہیں کہ اگر جنون ایک روز یا دو روز کا ہو تو اسکا اعتبار نہیں ہو اور غیر شخص اسکی طرف سے خصم نہیں ہو سکتا ہو اور مثل اغماط کے اسکے تصرفات حالت فاقت میں نافذ ہوتے ہیں یہ تاہم خانیہ میں لکھا ہو اگر ایک فقیہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو البطلانی ہو یعنی تجھ کو البتہ طلاق ہو اور یہ اسکے نزدیک تین طلاق ہیں اور اسی راے کو اس نے جاری کیا اور عزم کیا کہ عورت اسکے لیے حرام ہو پھر اسکے بعد اسکی راے پر قرار پائی کہ یہ لفظ ایک طلاق جمعی ہو تو اسی راے کو جاری کر چکا ہو باقی رکھے اور جو راے بعد کو پیدا ہوئی اسکے موافق اپنی زوجہ نہ گردانے بخلاف حکم قاضی کے کہ اگر اس نے برخلاف راے حکم دیا تو اسکی راے پر عمل درآمد ہوگا۔ اور اسی طرح اگر ابتداً اسکی راے میں ایک طلاق جمعی تھی اور اسکے موافق اس نے عزم کیا کہ وہ اسکی عورت ہو پھر اسکے بعد اسکی راے قرار پائی کہ یہ لفظ تین طلاق ہو تو وہ عورت اس پر حرام نہوگی اور اگر ابتداً میں ایک طلاق جمعی زعم کر کے اسکے موافق اس نے عزم کیا یہاں تک کہ اسکی راے میں یہ لفظ تین طلاق معلوم ہو میں تو اسکو جائز نہیں ہو کہ اسکے ساتھ رہے اور اگر ابتداً میں اسکے نزدیک تین طلاق تھیں مگر اس نے اس پر عزم نہ کیا اور نہ اپنی راے پر عمل کیا یہاں تک کہ اسکی راے میں آیا کہ ایک طلاق جمعی ہو اور اسکے موافق اس نے عمل کیا تو اسکو اسکے ساتھ قیام کرنا جائز ہو اور آئندہ کسی راے سے حرام نہوگی۔ اولاً دل متقی میں مذکور ہو کہ اگر کسی فقیہ نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق ہو البتہ یعنی تجھ کو البتہ طلاق ہو اور یہ اسکی راے میں ایک جمعی ہو اور

یہ عزم کر کے کہ یہ اسکی عورت باقی ہو اس سے مراجعت کر لی پھر کسی دوسری عورت سے کہا کہ تو البتہ طالق ہے
یعنی تجھ پر طلاق ہو البتہ اور اس روز کہ جہنم کہ دوسری کو طلاق دی اسکی رائے میں یہ لفظ تین طلاق تھیں تو اس
کے سے دوسری عورت اس پر حرام ہو گئی پس ایک لفظ کے کہنے سے ایک ہی حادثہ میں ایک عورت اور
حلال ہو اور دوسری حرام ہو گئی اگر وہ شخص جو حادثہ میں مبتلا ہوا ہو فقیہ صاحب رائے ہو اور اسے دوسرے
مفتی سے فتوے لیا اور اسے اسکی رائے کے برخلاف فتویٰ دیا تو اسکو چاہیے کہ اپنی ہی رائے پر عمل کرے اور اگر
وہ شخص جاہل ہو تو اسکو چاہیے کہ فضل عالم کی رائے پر عمل کرے اور یہ عامہ فقہاء کے نزدیک ہے اور یہ اسکے حق
میں بمنزلہ اجتہاد کے شمار ہوگا پس اگر وہ شخص جاہل ہو اور اسکو کسی مفتی نے اس حادثہ میں فتویٰ دیا اور قاضی نے
اس حادثہ میں برخلاف رائے مفتی کے حکم دیا اور وہ حادثہ ایسا ہو کہ جس میں اجتہاد جاری ہوتا ہو پس اگر حکم فقہاء کے
ضرر پر ہوا تو چاہیے کہ قاضی کی رائے پر عمل کرے اور مفتی کے فتوے کی طرف التفات نہ کرے اگرچہ اس حادثہ میں
مفتی قاضی سے زیادہ جانتا ہو اور اگر قضا اسکے نفع کے طور پر ہو تو آمین ہی اختلاف مذکور جاری ہو نوادر ابن شہ
میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص غیر فقیہ اپنی عورت کے حادثہ میں مبتلا ہوا پھر ایک فقیہ سے مسئلہ پوچھا
اسنے مثلاً حلال یا حرام ہونے کا حکم دیا ہو اور اسنے اس پر عمل کیا پھر اسی فقیہ نے یا دوسرے فقیہ نے
اسکی دوسری عورت کے حادثہ میں البعدیہ ایسے ہی حادثہ میں اسکو دوسرا حکم پہلے کے برخلاف دیا اور
اسنے اس پر عمل کیا تو دونوں حکم اسکے لیے جائز ہیں۔ اگر ایک شخص نے اپنی عورت کے حادثہ میں کسی فقیہ سے کوئی
حکم دریافت کیا اسنے مثلاً حلال یا حرام کا حکم دیا پھر اسنے اس حکم پر عمل نہ کیا اور دوسرے فقیہ سے دریافت کیا
اسنے پہلے مفتی کے برخلاف دوسرا حکم دیا اور اس پر اسنے عمل کیا اور پہلا حکم پہلے مفتی کا ترک کیا تو جائز ہو اور اگر اسنے
پہلے مفتی کے قول پر عزم کر کے عمل کیا ہو اور پھر دوسرے مفتی نے اسکو برخلاف پہلے حکم کے حکم دیا ہو تو اسکو جائز نہیں
ہو کہ پہلا حکم کہ جس پر عمل کیا ہو چھوڑ کر دوسرے مفتی کے فتوے پر عمل کرے اور امام محمد نے کہا کہ یہ بالا جماع امام ابو حنیفہ
و ابویوسف کا اور ہمارا قول ہو اور قدوری میں لکھا ہو کہ اگر مرد مبتلا باحد حادثہ فقیہ نہ ہو اور وہ کسی حادثہ میں
کسی فقیہ سے مستفتی ہو اور اسنے حرام یا حلال کچھ فتویٰ دیا اور اس پر اسنے عزم نہ کیا یہاں تک کہ دوسرے نے
اسکے برخلاف فتویٰ دیا اور اسنے دوسرے کے قول پر عمل کر لیا تو اسکو چھوڑ کر پہلے کے قول پر عمل کرنا اسکو جائز نہیں ہے
کذا فی الذخیرۃ اگر کسی شخص نے ہر عورت کی طلاق پر قسم کھالی اور کسی مفتی سے فتویٰ طلب کیا اور اسنے قسم باطل دینیکا فتویٰ دیا
تو اسکو جائز ہو کہ عورت کو رہنے دے اور نوازل میں ہو کہ اگر اسنے اس مفتی کے فتویٰ کے موافق قسم باطل کر کے اس عورت
کو رہنے دیا پھر دوسری عورت سے نکاح کیا اور دوسرے مفتی سے قسم کا مسئلہ پوچھا اسنے قسم کو درست کہا

تو دوسری عورت کو جدا کر دے کذا فی التاتارخانیہ

انیسواں باب مسائل اجتہادی میں حکم قضا واقع ہونے کے بیان میں۔ قاضی اول کا حکم یا تو صبی رت میں

لے تو قسم کھائی یعنی اس طرح کہ ہر عورت جس سے نکاح کر دن وہ طالق ہے ۱۲ منہ

واقع ہوا ہو کہ جس میں کوئی نص مفسر کتاب یا سنت متواتر سے یا اجماع سے موجود ہو یا اس صورت میں واقع ہوا کہ جس میں اجتہاد واقع ہوا ہو مخصوص ظاہرہ یا قیاس سے پس اگر پہلی صورت ہو اور وہ موافق کتاب و سنت متواتر اور اجماع کے ہو تو دوسرے قاضی کو چاہیے کہ اسکو نافذ کرے اور اسکا ٹوڑنا اسکو حلال نہیں ہو اور اگر مخالفت ہو تو رد کر دے اور اگر دوسری صورت ہو یعنی مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم قاضی واقع ہوا تو یا وہ صورت پس بھیگی جسکے مجتہد فیہ ہونے پر اجماع ہو یا اسکے مجتہد فیہ ہونے میں اختلاف ہو گا پس اگر اسکے مجتہد فیہ میں اختلاف نہ ہو بلکہ اجماع ہو پس یہ مجتہد فیہ یا تو مقتضی ہے ہو یا نفس قضا ہو پس اگر مقتضی بہ ہو دے اور دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہو دے تو دوسرا قاضی اسکو رد نہ کرے بلکہ نافذ کرے اور اگر دوسرے قاضی نے حکم رد کیا اور دوسرے کے سامنے پیش ہوئی تو تیسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کرے اور دوسرے کے حکم کو باطل کرے اور اگر نفس قضا میں اجتہاد جاری ہو یعنی اس طور پر مثلاً قضا جائز ہو یا نہیں جائز ہو مثلاً حجر اکھر یعنی آزاد پر منع تصرف کا حکم یا غائب حکم قضا جائز ہو یا نہیں ہو تو ایسی صورت میں اگر دوسرے قاضی کے اجتہاد میں پہلے قاضی سے مخالفت ہو تو حکم جائز ہو کہ پہلے کے حکم کو رد کر دے۔ اور اگر قضا ایسی صورت میں واقع ہو کہ جسکے محل اجتہاد ہونے میں اختلاف ہو جیسے ام ولد کی بیع پس ایسی صورت میں امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ ام ولد کی بیع میں صحابہ مختلف تھے کہ جائز ہو یا نہیں اور امام محمد کے نزدیک نافذ نہ ہوگی کیونکہ اختلاف اگرچہ پہلے تھا مگر بعد از ان صحابہ اور تابعین متفق ہو گئے کہ اسکی بیع ناجائز ہو تو محل اجتہاد ہونے سے نکل گئی پس ایسی صورت میں اگر دوسرے قاضی کی رائے میں وہ صورت مجتہد فیہ ہو تو پہلے کی قضا کو نافذ کرے اور رد نہ کرے اور اگر اسکی رائے میں متفق علیہ ہو گئی ہو تو اسکی قضا کو نافذ نہ کرے بلکہ رد کر دے یا یہ مدائین لکھا ہو۔ اور اگر نفس قضا میں اختلاف ہو چنانچہ قاضی نے مثلاً غائب پر یا غائب کے لیے کچھ حکم دیدیا تو ہمیں اختلاف ہے اور نہ نافذ ہونے کی روایت صحیح ہو چھوٹی کسی میں لکھا ہو۔ ابن سماعہ نے اپنی نوادر میں لکھا ہے کہ جس کام کا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہو اور کرنا اس کام کا بلکہ دوسرے کام کا کرنا بھی مروی ہو یا کسی صحابی سے کوئی فعل روایت ہو اور اسی صحابی سے یا دوسرے صحابی سے اسکے خلاف بھی مروی ہو اور لوگوں نے دونوں کاموں سے ایک پر عمل کیا یا دو قولوں میں سے ایک کو لیا اور دوسرے فعل یا قول کو نہ لیا اور کسی نے اسکے موافق حکم نہ کیا تو وہ فعل منسوخ و متروک ہو اور اسکے موافق کوئی شخص ہمارے زمانہ میں حکم کرے تو جائز نہیں ہو اور اس سے ابن سماعہ نے اشارہ کیا کہ اگرچہ اسنے منصوص کے موافق حکم دیا لیکن اجماع اسکے اسکا نسخ ثابت ہوا ہو ہر طرح کہ کسی نے اس پر عمل نہ کیا پس منسوخ پر عمل کرنا باطل ہو پھر ابن سماعہ نے فرمایا کہ صرف مختلف فیہ میں سے اسکو جائز رکھے گا کہ جس میں لوگوں کا اختلاف ہو اور کسی حاکم شہر نے اس پر حکم لگایا پھر بعضوں نے ایک حکم لیا اور بعضوں نے دوسرے کا اختیار کیا اور سلسلہ مقتضی بہ وہ حکم جو قاضی نے دیا قضا و خود حکم دیا ۱۲ حکم گایا یعنی عمل بھی کیا اور وہ حکم سبے نہیں لیا بلکہ بعض نے لیا اور بعض نے لیا تو اختلاف ہوا غرض کہ اختلاف واقع بھی ہو اور قابل اختلاف بھی ہو ۱۳

اس کلام میں اشارہ ہو کہ مجروح اختلاف علماء سے کوئی شے محل اجتہاد نہیں ہوتی ہو جب تک علماء اسکو محل اعتبار نہ کریں چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فقہا صحابہ میں سے تھے اور انھوں نے نفوذ کے رد میں گفتگو کی تو اسکو محل اجتہاد نامعتبر رکھا گیا اور ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر بہت اٹھا کر کیا پس ایسا اختلاف معتبر نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کوئی قاضی حکم دیوے کہ ایک درم بیوض دو درم کے بیچا جائز ہو تو اسکا حکم جائز نہ ہوگا اور ابن سہاص نے جو فرمایا کہ صرف مختلف فیہ میں سے اسکو جائز رکھے گا کہ جس میں لوگوں کا اختلاف ہو بہین اشارہ ہو کہ کسی محل کے مجتہد ہونے میں حقیقتہ اختلاف کا اعتبار ہو اور اسی کو خصائص نے اختیار کیا ہو لیکن ہمارا اور شافعی کا اختلاف معتبر نہیں کیا بلکہ متقدمین کا اختلاف معتبر رکھا اور متقدمین سے صحابہ اور جو لوگ انکے ہم عصر تھے اور بعد کے تابعین سلف مراد ہیں اور شیخ علی السغدی نے ایک مسئلہ میں اختلاف شافعی کا اعتبار کیا ہو جو آخر سیر کبیر میں اور صورت کلی یہ ہو کہ اگر کسی امام نے مشرکین عرب کو پاک کر پڑ لیا اور مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تو جائز ہو اور اسکے بعد دوسرے امام کو اسکے باطل کرنے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ یہ موضع اجتہاد ہو کیونکہ شافعی کے نزدیک مشرکین عرب کا استرقاق یعنی لونڈی غلام بنانا جائز ہو اور سبط بن شمس لائے خسی نے قضاء جامع میں ایک مسئلہ میں شافعی کا اختلاف معتبر رکھا ہو واضح ہو کہ خلع کے بارہ میں قاضی کا حکم دینا کہ وہ فتح نکاح ہو یا طلاق ہو یہ بھی مثل اور مسائل اجتہاد کے ہو کیونکہ اس میں بھی صحابہ میں اختلاف تھا اور متقی میں ہو کہ یہاں اشارہ ہو کہ اختلاف کے بارہ میں اشتباہ دلیل کا اعتبار ہو اور حقیقتہ میں اختلاف ہو ضرور نہیں ہو اور ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع میں اور سیر کبیر میں ذکر کیا ہو اور ایسا ہی صاحب الاقضية نے ذکر کیا ہو اور سیر کبیر کے مسئلہ کی یہ صورت ہے کہ اگر کسی مسلمان امام نے یہ اعتقاد کیا کہ مشرکین عرب جزیرہ لیا جاسکتا ہو اور اسے اس عقدا پر جزیرہ قبول کیا تو جائز ہو اگرچہ یہ جبکہ نزدیک خطا ہو اور اسو سطرے جائز ہو کہ یہ محل اجتہاد ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور مسئلہ جس طرح خود آئین اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہو سطرے اسکے مثل میں اختلاف ہونے سے مجتہد فیہ ہو جاتا ہے یہ بڑا ذیہ میں لکھا ہو اور مسائل اجتہاد یہ میں حکم قاضی نافذ ہو جاتا ہو مگر یہ چاہیے کہ قاضی موضع اختلاف کو جانتا ہو اور مخالف کے قول کو چھوڑ دے اور اپنی رائے پر حکم دے تاکہ جمیع علماء کے نزدیک صحیح ہو اور اگر مواضع اختلاف واجتہاد کو نہیں جانتا ہو تو اسکے حکم قضاء کے نافذ ہونے میں دو روایتیں ہیں اور واضح یہ ہو کہ نافذ ہوگا یہ خزانہ الفقہ میں لکھا ہو اگر صلح عن الامکار میں کسی مدعی نے بدل صلح کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے

۱۔ قولہ شیخ مخلص یہ امام شافعی کا قول ہے و طلاق یہ الیہ خفیہ کا قول ہے ۱۲۔ قولہ حقیقتہ یعنی یہ ضرور نہیں کہ اس مسئلہ میں کسی مجتہد نے اختلاف کیا ہو بلکہ اگر وہ اختلاف کے لائق ہو تو بھی مجتہد فیہ ہو اگرچہ سب مجتہد متفق ہوں اور لائق ہونے سے یہ مراد ہو کہ اس مسئلہ کی دلیل و وثیقہ ہو حتیٰ کہ جو بات نکالی ہو اسکے سواے دوسرے معنی کو بھی محمل ہو ۱۳۔ م ۱۴۔ آئین یعنی مجتہد فیہ ہونے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ اسی مسئلہ میں اختلاف ہو بلکہ اگر اس مسئلہ کا ذکر بھی نہ ہو لیکن اسکے مثل مسئلہ میں اختلاف ہو چکا تو مثل کے ساتھ یہ مسئلہ بھی مجتہد فیہ ہو جائیگا ۱۵۔ صلح عن الامکار یعنی الحاکم سے صلح مدعا علیہ نے دعویٰ مدعی سے اٹھا کر کیا لیکن قسم کھانے سے بچاؤ کر کے مدعی سے صلح کر لی ۱۶۔

دینا واجب نہیں آتا ہو کیونکہ صلح انکار سے تھی اور وہ فاسد ہو اور صحیح نہیں ہو اور یہی ابن ابی لیلے اور شافعی کا قول ہے پھر اگر قاضی نے قول مخالفت کو باطل کیا اور صحت صلح کو ثابت کیا تو بالاجماع اتفاق روایات اسکی قضا نافذ ہوگی یہ ظہیر الدین نے ذکر کیا ہے۔ اور شرح طحاوی اور جامع الفتاویٰ میں مذکور ہے کہ اگر قاضی مجتہد نہ ہو اور اسنے کسی مجتہد کی تقلید پر حکم دیا پھر معلوم ہوا کہ یہ حکم اسکے مذہب کے خلاف تھا تو دوسرا اسکو نہیں توڑ سکتا ہو اور وہ خود توڑ سکتا ہو ایسا ہی امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جس کو غیر شخص نہیں توڑ سکتا ہو اسکو وہ خود بھی نہیں توڑ سکتا ہو۔ اور اگر قاضی مجتہد ہو اور اپنی رائے کو جانتا ہو اور اسنے دوسرے کی رائے پر حکم دیدیا تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اسکی قضا نافذ ہوگی اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ اسکی قضا نافذ نہ ہوگی اور اگر وہ اپنے رائے کو بھول گیا اور دوسرے کی رائے پر حکم دینے کے بعد اپنی رائے یاد آئی تو امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی قضا نافذ ہو جائیگی اور صاحبینؒ نے کہا کہ حکم قضا کو رد کر دے فیصلہ عمادینؒ میں لکھا ہے اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہو کذا فی البدایہ اور فتاویٰ صغریٰ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ جو پس فتویٰ میں اختلاف ہو اور اس زمانہ کے مناسب یہ ہو کہ صاحبینؒ کے موافق فتویٰ ایجاد کیونکہ اپنے مذہب کا عمداً چھوڑنے والا صرف کسی غمیش نفسانی سے چھوڑیگا کوئی غرض عمدہ نہ ہوگی اور یہ سب حکم قاضی مجتہدینؒ ہے اور اگر قاضی مقلد ہو تو وہ فقط اس واسطے قاضی کیا گیا ہے کہ موافق مذہب امام ابو حنیفہؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مثلاً حکم دیا کرے پس اسے اگر مذہب کی مخالفت کی تو اس حکم میں معزول ہوگا یہ فتح القدیرؒ میں ہے۔ اگر کسی حادثہ میں جو محل اجتہاد ہو اپنی رائے سے حکم دیا پھر ایسا مقدمہ دوبارہ اسکے سامنے پیش ہوا اور اسکی رائے بدل گئی تو دوسری رائے پر عمل کرے اور اس سے رائے اول کا توڑنا لازم نہیں آتا ہو اور اگر تیسری بار اسکے سامنے پیش ہوا اور پھر اسکی رائے بدل کر پہلی رائے پر آئی تو اسپر عمل کرے اور دوسری رائے کی قضا اس قول سے باطل نہ ہوگی یہ بیان میں لکھا ہے صاحب لاقضیہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کی مان سے زنا کیا اور نہ نوزائے اس عورت سے دخول نہیں کیا ہے پھر قاضی نے اسکو ڈرے مارے اور اسکی رائے میں عورت اسپر حرام نہ ہوئی اور اسنے دونوں کو ساتھ رکھا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اور قدوریؒ نے شرح میں ذکر کیا کہ اگر کسی ایسی عورت سے نکل گیا کہ جسکے ساتھ اسکے باپ بیٹھے زنا کیا تھا اور قاضی نے اس نکل کے نافذ ہونے کا فتوے دیا تو اسکے نفاذ میں اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نافذ نہ ہوگی اور امام محمدؒ کے نزدیک نافذ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ قاضی نے اگر ایسی عورت کے ساتھ نکل جائز ہونے کا حکم دیا کہ جسکی مان یا جسکی بیٹی کے ساتھ اس شخص نے زنا کیا ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک نافذ ہوگا یہ فضول عمادینؒ میں لکھا ہے اگر کسی قاضی نے ام ولہ کی بیع جائز ہونے کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ ام ولہ کی بیع جائز ہونے میں صحابہؓ میں اختلاف تھا حضرت عمرؓ علیؓ سلمہؓ اپنی رائے اپنے اجتہاد کو یاد رکھتا ہے بخلاف انہیں ہے ۱۲ نہ ہوگا باوجودیکہ سلف میں اختلاف تھا بعض نے کہا کہ کچھ اجماع سے پہلا اختلاف دور ہو جائے اور بعض نے کہا کہ نہیں ۱۳

نشی اللہ عنہما دونوں کی بیع جائز نہیں سمجھتے تھے اور ایسا ہی حضرت عائشہ سے مروی ہے پھر اخیر میں حضرت علی نے کہا کہ اس کی بیع جائز ہے پھر متاخرین نے اجماع کیا کہ بیع جائز نہیں ہے اور قول علی کو ترک کیا شمس اللامہ حلوائی نے کہا کہ یہ حکم نافذ نہ ہوا امام محمد کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک نافذ ہو جانا چاہیے اور توجیہ اسکی یہ ہے کہ اختلاف متقدمین کے بعد متاخرین نے اگر دونوں قولوں سے ایک پر اجماع کیا تو امام محمد کے نزدیک اختلاف متقدم اٹھ جاتا ہے اور امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک نہیں اٹھتا ہے اسلیے امام محمد کے نزدیک یہ محل مجتہد فیہ نہ رہا اور ان دونوں کے نزدیک باقی رہا تو قضا نافذ ہونی چاہیے اور شمس اللامہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ اجماع متاخر سے اختلاف متقدم اٹھ جلے زمین اتفاق ہو تو عدم نفاذ کا حکم سب کے نزدیک ہو گا اور خصاف رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ قضا نافذ نہ ہوگی اور کچھ اختلاف ذکر نہیں کیا ہے اور بابل دل قضیۃ الجامع میں ہے کہ امام ولد کی بیع جائز ہونے میں قاضی کا حکم دوسرے قاضی کے جاری کرنے پر متوقف رہتا ہے اور یہی صحیح ہے اور اگر دوسرے قاضی نے اسکو جاری کیا تو پھر کسی کو باطل کرنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر دوسرے نے باطل کر دیا تو پھر کسی کو اسکے نافذ کرنے کا اختیار نہ ہو گا اور ایسا ہی حکم ہر اس حادثہ میں ہے جسکے بابت میں لوگوں میں اختلاف ہے کہ مختلف فیہ ہے یا نہیں ہے۔ زیادات میں ہے کہ اگر اہل حرب کو مسلمانوں نے قید کر کے دارالاسلام میں لکھا پھر انہیں مشرکوں نے غلبہ کر کے قیدی چھین لیے مگر دارالحرب میں محفوظ نہ کیے پھر انہیں دوسرے فرقہ مسلمانوں کا غالب ہوا اور انکے ہاتھ سے دارالاسلام میں چھین لیے تو قیدی پہلے فرقہ مسلمانوں کو دیدیے جاویں گے خواہ فرقہ ثانی نے انکو باہم تقسیم کر لیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر فرقہ ثانی کے امام کی رائے میں یہ فعل مشرکوں کا احراز اور قبضہ و ملک تام ہووے تو البتہ فرقہ ثانی اسکے حقدار ہووے گی یہی لکھا ہے۔ سیر کبیر میں مذکور ہے کہ اگر مشرکین مسلمانوں کے اسباب پر غالب ہوئے اور چھین کر اپنے لشکر میں اسکا احراز کیا اور یہ دارالاسلام میں ہے پھر دارالحرب میں لیجائے سے پہلے ایک جماعت مسلمانوں کی آئینہ غالب ہوئی اور وہ مال چھین لیا تو یہ مال اپنے مالکوں کا ہے اور اگر امام کو اس کا علم نہوا یہاں تک کہ اسنے اہل غنیمت کو یہ مال تقسیم کر دیا تو قسمت باطل ہوگی اور مال اسکے مالک کو دیا جائیگا پس اگر امام نے مشرکوں کو چھین کر اپنے لشکر میں رکھنا احراز تام عتقاد کیا ہے اور اس بنا پر اسنے غنیمت کے ساتھ ملا کر اہل غنیمت کو تقسیم کیا پھر یہ مقدمہ کسی دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ ایسے قبضہ کو مشرکوں کے واسطے احراز نہیں سمجھتا ہے تو جو کچھ امام نے حکم دیا جائز ہے اور دوسرا قاضی اسکو بدل نہیں سکتا ہے اور اسکی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے فاسقوں کی گواہی سے غائب پر فیصلہ کیا یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر کسی غائب پر نکاح کا حکم دیدیا تو قضا نافذ ہو جائیگی اگرچہ شخص قضا علی الناس کا قائل ہو وہ یہ کہتا ہے کہ محل میں عورتوں کی گواہی نہیں ہوتی ہے اور نہ فاسق کی بالکل گواہی جائز ہے لیکن چونکہ دونوں صورتیں مجتہد فیہ ہیں اسواسطے قاضی کا اجتہاد دونوں میں جاری ہو گا اور جو سیر کبیر میں

مذکور ہو اس باب میں صریح ہے کہ کافر کے مالک ہونے کا حکم صرف غلبہ سے بدولت اسکے کہ وہ دارالحرب میں کسی
مال مسلمان کو لیجاوے اگر قاضی نے دیدیا تو قضا نافذ ہو اور بعضوں نے کہا کہ شرح جامع صغیر میں مذکور ہے کہ
نافذ نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی قاضی نے ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ کیا تو نافذ نہوگا اور کتاب الاستحسان
میں مذکور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور سفیان ثوری کے نزدیک نافذ نہوگا **قال المحترم** وہو لا صح
اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نافذ نہوگا اور اھنیتہ جامع میں ہے کہ ایک گواہ اور قسم پر فیصلہ متوقف
رہتا ہے اگر دوسرے قاضی نے نافذ کیا تو نافذ ہے اگر کسی فرج کیے ہوئے جانور کے جسم پر قضا دان کے نے بسم اللہ اللہ اکبر یعنی
اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا ہو حلال ہونے کا حکم دیا تو اور میں مذکور ہے کہ امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک نافذ نہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک نافذ نہوگا۔ اگر حد یا قصاص میں ایک مرد اور دو عورتوں کی
گواہی پر حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ جو اسکی رائے کے مخالفت تھا تو وہ اسکے حکم کو نافذ
کرے اور باطل نہ کرے میر کہیں لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک گھوڑا خرید لیا اور اس پر سوار ہو کر جاوے پھر دارالحرب
میں آئے کوئی عیب پایا پس اگر کئے لشکر میں اسکے ساتھ ہو تو اس سے مقدمہ کرے اور اگر موجود نہ ہو تو چاہیے کہ سپر
سوار نہو لیکن اپنے ساتھ ہاتک لاوے یہاں تک کہ اسکو دارالاسلام میں لے آوے اور اگر وہ اپنی حاجت ذاتی
کے واسطے سوار ہوا یا اپنا اسباب سپر لاوے تو واپسی کا حق ساقط ہو جائیگا خواہ اسکو دوسرا گھوڑا دستیاب ہوا ہو
یا نہو ہوا اور اگر وہ شخص امام کے پاس آیا اور اسکو آگاہ کیا اور اسنے حکم دیا کہ سوار ہو تو واپسی کا حق باطل ہو گیا
اور اگر امام نے اسکو نہ بروستی سوار کیا اس جہت سے کہ اسکے جان کا خوف تھا اور اس سوار ہی سے گھوڑے میں
کچھ نقصان بھی نہیں آیا تو اسکو واپس کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اگر امام نے زبردستی نہ کی لیکن یہ کہا کہ تو سوار ہو
اور تیرا حق واپسی برقرار ہے اور وہ سوار ہو گیا تو حق واپسی جاتا رہے گا پھر اگر اسکے بعد دونوں نے کسی قاضی
کے پاس پیش کیا اور قاضی نے بطریق اجتہاد کے امیر لشکر کے کہنے کی وجہ سے اسکو سبب عیب کے واپس کیا پھر
یہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا جسکی رائے میں پہلے قاضی کا فعل خطا ہے تو وہ پہلے کا حکم جاری کرے گا اگر کسی قاضی
نے یہ حکم دیا کہ جس شخص پر طلاق دینے کے واسطے زبردستی کیجاوے اسکی طلاق باطل ہے تو قاضی کا حکم نافذ نہوگا
اگر قاضی نے کسی مختلف فیہ صورت میں حکم دیا اور اسکو یہ نہیں معلوم تھا کہ ایسی صورت ہے تو اس میں مشائخ نے
اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ اسکی قضا نافذ ہو جائیگی اور اسی کی طرف امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب الاکراہ
میں اشارہ کیا ہے اور ایسا ہی حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے اور عامہ مشائخ
نے کہا کہ جائز نہیں ہے اور اسی کی طرف میر کہیں اشارہ ہے چنانچہ ابوالفداء میں مذکور ہے کہ ایک شخص مر گیا
اور اسنے ایک غلام چھوڑا اور اس پر بہت قرضہ ہے پھر قاضی نے اسکے غلام کو فروخت کیا اور اسکا قرضہ ادا کیا
پھر گواہ قائم ہوئے کہ اسکے مالک نے اسکو مدبر کیا تھا تو قاضی کی بیع باطل ہوگی اور اگر قاضی اسکے مدبر کہے
واقف تھا پھر اسنے اسکا مدبر کرنا توڑ دیا اور اجتہاد کیا اور پھر اسکا قرضہ ادا کیا پھر دوسرا قاضی ہوا کہ

اسنے اس فعل کو خطا تصور کیا تو پہلے قاضی کی قضا نافذ ہوگی۔ اور ایسا ہی کتاب الرجوع عن الشهادات میں کوہر
 لکھا کہ اگر محدود القذت گواہوں نے گواہی دی اور قاضی انکی کیفیت سے واقف نہوا اور اسنے انکی گواہی پر فیصلہ کیا
 پھر واقف ہوا پس اگر اسکی یہ رائے تھی کہ محدود القذت کی گواہی توبہ کرنے کے بعد مقبول ہوتی ہو تو قضا
 نافذ ہوگی اور اسکے اعتقاد میں یہ بات نہ تھی تو اپنی قضا کو رد کرے۔ اور اگر اسکو ابتداء سے شہادت میں شاپہ کا
 محدود القذت ہونا معلوم ہوا پس اگر اسے اجتہاد ہی یہ ہو کہ اسے گواہ کی گواہی حجت ہو تو قضا نافذ کرے ورنہ نہیں
 پس یہ کلام صریح ہو کہ اگر قاضی کو وہ صورت مجتہد فیہ معلوم ہو تو اسکی قضا نافذ ہوگی ورنہ نہیں اور اسی کی طرف جامع
 میں بھی اشارہ ہوا اور ایسا ہی خصائص نے ذکر کیا ہو کہ فی المحیط صورت مجتہد فیہ میں اگر قاضی نے حکم کیا اور اسکو ہکا
 علم نہیں ہو تو اس صیح ہو کہ جائز نہیں ہو اور صرف اس صورت میں نافذ ہوگی کہ جب اسکو مجتہد فیہ ہونا معلوم ہو
 اور اس نے لاکھ نے فرمایا کہ یہی ظاہر المذہب ہے یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہو اور خلاصہ میں لکھا ہو کہ قاضی کو اس صورت
 کا مختلف فیہ ہونا معلوم ہونکی جو شرط ہو اگرچہ ظاہر المذہب ہو لیکن فتویٰ اسکے برخلاف ہو یہ بحر الرائق میں
 لکھا ہو۔ اور یہاں ایک شرط مجتہدات میں فساد قضا کے لیے اور بھی ہو یہ کہ حکم حادثہ ایسا ہو جاوے کہ جس میں قاضی
 کے سامنے ایک خصم کی دوسرے خصم کی طرف خصوصیت چٹہ جاری ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو کہ محدود القذت کی شہادت پر
 توبہ کے بعد قاضی نے فیصلہ کیا اور اسکی رائے میں اسکی گواہی حجت ہو تو اسکی قضا اسواسطے نافذ ہوگی کہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے
 اور اقصیٰ اجماع میں میں نے امام عبداللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے تعلیقاً نقل کیا ہو کہ اگر محدود القذت کی شہادت
 پر بعد توبہ کے قاضی نے فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو دوسرا قاضی اس قضا کو اسوقت باطل
 نہ کرے گا کہ جب اول قاضی کے نزدیک یہ شہادت حق ہو اور دوسرے قاضی کو بھی معلوم ہو کہ پہلا قاضی اسکو حق
 جانتا ہو یا اسکو پہلے قاضی کا حق جانتا یا نہ جانتا کچھ معلوم نہوا اور اگر دوسرے قاضی کو معلوم ہو کہ محدود القذت
 کی گواہی پہلے قاضی کے نزدیک درست نہیں ہو مثلاً پہلے قاضی نے اسکے سامنے کہا کہ یہ قول ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کہ محدود القذت کی گواہی اگرچہ وہ توبہ کرے مقبول نہیں صحیح ہو تو دوسرے قاضی کو
 اختیار ہو کہ پہلے قاضی کے حکم کو باطل کر دے کذا فی المحیط۔ اگر کوئی قاضی خود محدود القذت ہو اور اسنے
 توبہ کرنے سے پہلے کوئی حکم جاری کیا تو دوسرا قاضی لا محالہ اسکو باطل کرے گا حتیٰ کہ اگر اسنے نافذ کیا اور تیسرے کے
 سامنے پیش ہوا تو تیسرے قاضی کو باطل کرنا چاہیے کیونکہ وہ قاضی بالاجماع صلاحیت نہیں رکھتا ہو تو دوسرے کا
 حکم بھی مخالفت اجماع و باطل ہو گا لیکن اگر محدود القذت قاضی نے توبہ کے بعد فیصلہ کیا تو بھی ہمارے نزدیک
 نافذ نہو گا لیکن دوسرا قاضی اسکو نافذ کر سکتا ہو اور اگر اسنے نافذ کیا اور تیسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ
 باطل نہیں کر سکتا ہو یہ خصائص کے ادب قاضی میں مذکور ہو۔ اور قاضی فاسق نے اگر حکم دیا اور دوسرے
 قاضی نے اسکو باطل کیا تو تیسرا قاضی اسکو نافذ نہیں کر سکتا ہو یہ محیط خیر میں لکھا ہو۔ اگر قاضی اندھا ہو اور اسنے
 خصوصیت صحیحہ لکھی ہے ایسے حکم اجتہادی میں دعویٰ کا دعویٰ تسلیم کرے اگرچہ قاضی اپنے اجتہاد سے دعویٰ پر بنام دعویٰ فیصلہ کرے لیکن محمل ہو ۱۱

فیصلہ کیا تو اسکا نفاذ دوسرے قاضی کے نافذ کرنے پر موقوف ہو اور جب اسے نافذ کیا تو تیسرا قاضی اسکو باطل نہیں کر سکتا
ہو اور اگر ثانی نے اسکو باطل کیا اور اسکی رائے میں بھی باطل ہو تو باطل ہو جائیگا اگر قاضی نے اٹھا لیا اور دوسرے
شخص کی گواہی پر دوسری راج کے واسطے فیصلہ کیا یا والد کی گواہی پر اسکے بیٹے کا فیصلہ کیا یا بیٹے کی
گواہی پر باپ کا فیصلہ کیا تو نافذ ہوگا یہاں تک کہ دوسرے قاضی کو اسکے باطل کرنے کا اختیار نہیں ہے
اگر چہ اسکی رائے میں یہ باطل ہو یہ تیسرا خانہ میں لکھا ہو اگر ایک عورت نے میان اور بی بی دونوں میں
رضاعت واقع ہونے کی گواہی دی کہ میں نے دونوں کو مثلاً دودھ پلایا ہو اور قاضی نے تفریق کر دی تو اسکی قضا
رد کر دی جائیگی یہ فیصلہ عادیہ میں لکھا ہو **قال** **لم یترجم** **ہذا** **الحکم** **فی** **ہذا** **المسئلۃ** **فانہ** **لولم** **یتبع** **فیہا** **مخالفتہ** **انفس** **فلا** **قل** **من** **ان** **کون**
مجتہدا **فیہا** **فلینال** **اور** **قاضی** **مطلق** **نے** **اگر** **ایک** **مرد** **اور** **دو** **عورتوں** **کی** **گواہی** **پر** **حدود** **اور** **قصاص** **میں** **فیصلہ** **کیا** **اور** **اسکی** **رائے**
میں **یہ** **جائز** **ہو** **تو** **نافذ** **ہوگا** **کیونکہ** **اختلاف** **صحت** **قضا** **میں** **ہو** **اور** **یہ** **بعض** **لوگ** **اسکو** **جائز** **رکھتے** **ہیں** **اور** **وہ** **شرح** **رحمہ** **لہ** **تعالی**
بابی **ہیں** **یہ** **تیسرا** **خانہ** **میں** **لکھا** **ہو** **فتاویٰ** **قاضی** **ظہیر الدین** **میں** **ہو** **کہ** **اگر** **عورتوں** **کی** **گواہی** **پر** **حد** **یا** **قصاص** **میں** **فیصلہ** **کیا** **تو**
اسکی **قضا** **نافذ** **ہوگی** **اور** **غیر** **کو** **اختیار** **نہیں** **ہو** **کہ** **اسکو** **باطل** **کر دے** **جبکہ** **اس** **سے** **یہ** **خواہش** **کیجائے** **کیونکہ** **ایسا** **فیصلہ** **جائز** **ہونا**
شریح **اور** **ایک** **جامعہ** **العین** **سے** **مروی** **ہو** **یہ** **فیصلہ** **عمادیہ** **میں** **لکھا** **ہو** **اگر** **قاضی** **نے** **دو** **گواہوں** **کی** **گواہی** **پر** **فیصلہ** **کیا** **پھر**
معلوم **ہوگا** **کہ** **دونوں** **کا** **فرقہ** **تھے** **تو** **فیصلہ** **رد** **کر دیا** **جائے** **کیونکہ** **ظاہر** **ہوگا** **کہ** **حکم** **اسکا** **خلاف** **اجماع** **ہو** **اور** **اگر** **ظاہر** **ہوگا** **کہ** **دونوں**
غلام **تھے** **تو** **بھی** **اسی** **حکم** **ہو** **اور** **اگر** **واضح** **ہوگا** **کہ** **دونوں** **اندھے** **تھے** **تو** **شمس** **لائم** **خسری** **نے** **کہا** **کہ** **اسکا** **حکم** **محدود** **القذف** **کا** **ہو** **اور**
شیخ **الاسلام** **نے** **کہا** **کہ** **غلاموں** **کے** **مانند** **ہو** **اور** **جو** **کچھ** **مختصر** **میں** **مذکور** **ہو** **ظاہر** **اسی** **پر** **دلالت** **کرتا** **ہو** **غلام** **یا** **لڑکے** **یا** **نصرانی**
سے **قضا** **طلب** **کی** **گئی** **اور** **اسنے** **کسی** **مقدمہ** **میں** **حکم** **قضا** **دیا** **پھر** **دوسرے** **قاضی** **کے** **پاس** **میں** **ہو** **اور** **اسنے** **جائز**
رکھا **اور** **جاری** **کیا** **تو** **جائز** **نہیں** **ہو** **اور** **یہ** **حکم** **طفل** **اور** **نصرانی** **کے** **حق** **میں** **ظاہر** **ہو** **اور** **غلام** **کے** **حق** **میں** **مشکل** **ہے** **کیونکہ**
امام **مالک** **شرح** **کے** **نزدیک** **غلام** **گواہی** **کی** **صلاحیت** **رکھتا** **ہو** **پس** **قاضی** **ہونے** **کی** **بھی** **صلاحیت** **رکھتا** **ہو** **پس**
جب **دوسرے** **قاضی** **کا** **نافذ** **کرنا** **اسکے** **ساتھ** **لایا** **گیا** **تو** **اسکی** **قضا** **نافذ** **ہونی** **چاہیے** **جیسا** **محدود** **القذف** **کا** **حکم** **ہے**
اگر **کوئی** **عورت** **کسی** **مقدمہ** **میں** **قاضی** **بنائی** **گئی** **تو** **اسکا** **فیصلہ** **سوائے** **حدود** **وقصاص** **کے** **سب** **میں** **درست** **ہے**
اور **اگر** **اسنے** **حدود** **وقصاص** **میں** **حکم** **دیا** **پھر** **دوسرے** **قاضی** **کے** **پاس** **اسکا** **مرافعہ** **کیا** **گیا** **اور** **اسنے** **جاری** **کیا** **تو**
نافذ **ہو** **جائے** **گا** **اور** **خانہ** **میں** **ہو** **کہ** **غیر** **کو** **اسکا** **باطل** **کرنا** **نہیں** **پہونچتا** **ہو** **اور** **شیخ** **الاسلام** **علی** **بن** **زودی** **رحمہ** **لہ** **تعالی** **نے**
ذکر **کیا** **کہ** **نافذ** **ہوگا** **یہ** **تیسرا** **خانہ** **میں** **لکھا** **ہو** **اگر** **کسی** **قاضی** **نے** **قصاص** **میں** **قتل** **کا** **حکم** **کیا** **تو** **نافذ** **ہوگا** **اور** **صورت** **اسکی**
یہ **ہو** **کہ** **ایک** **مقتول** **کسی** **محلہ** **میں** **پایا** **گیا** **اور** **ادلیا** **مقتول** **نے** **کسی** **شخص** **پر** **قتل** **کا** **دعوے** **کیا** **تو** **بعض** **علماء** **نے**

۱۷ **سہ** **موتوں** **پر** **یعنی** **فیصلہ** **موقوف** **رہے** **کیونکہ** **باطل** **نہیں** **بلکہ** **خارجی** **شرط** **یعنی** **بینائی** **نہیں** **ہو** **تو** **دوسرے** **حکم** **کے** **نافذ** **کرنے** **سے** **نافذ** **ہو** **سکتا** **ہے**

۱۸ **یعنی** **جو** **مرد** **میں** **سے** **ایک** **دوسرے** **کو** **اسطے** **گواہی** **دی** **۱۲** **۱۳** **۱۴** **۱۵** **۱۶** **۱۷** **۱۸** **۱۹** **۲۰** **۲۱** **۲۲** **۲۳** **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۱۹ **۲۰** **۲۱** **۲۲** **۲۳** **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۰ **۲۱** **۲۲** **۲۳** **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۱ **۲۲** **۲۳** **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۲ **۲۳** **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۳ **۲۴** **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۴ **۲۵** **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۵ **۲۶** **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۶ **۲۷** **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۷ **۲۸** **۲۹** **۳۰** **۳۱** **۳۲** **۳۳** **۳۴** **۳۵** **۳۶** **۳۷** **۳۸** **۳۹** **۴۰** **۴۱** **۴۲** **۴۳** **۴۴** **۴۵** **۴۶** **۴۷** **۴۸** **۴۹** **۵۰** **۵۱** **۵۲** **۵۳** **۵۴** **۵۵** **۵۶** **۵۷** **۵۸** **۵۹** **۶۰** **۶۱** **۶۲** **۶۳** **۶۴** **۶۵** **۶۶** **۶۷** **۶۸** **۶۹** **۷۰** **۷۱** **۷۲** **۷۳** **۷۴** **۷۵** **۷۶** **۷۷** **۷۸** **۷۹** **۸۰** **۸۱** **۸۲** **۸۳** **۸۴** **۸۵** **۸۶** **۸۷** **۸۸** **۸۹** **۹۰** **۹۱** **۹۲** **۹۳** **۹۴** **۹۵** **۹۶** **۹۷** **۹۸** **۹۹** **۱۰۰**

۲۸ **۲۹** **۳۰** **۳۱**

فرمایا اور یہی قول امام مالک کا اور قدیم قول شافعی کا ہے کہ اگر مدعا علیہ اور مقتول میں کھلی عداوت تھی اور سوا
مدعا علیہ کے اور کسی کے ساتھ اسکی عداوت ظاہر نہ تھی اور اس کے محلہ میں آنے اور مقتول کے پاس جانے
میں تھوڑی مدت ہو تو قاضی مقتول کے ولی سے اسکے دعویٰ پر قسم لگا پس اگر اسے قسم کھالی تو قصاص کا حکم دیا گیا
اور ہمارے نزدیک اس مقدمہ میں دیت اور قسامتہ ہو کذا فی المحيط اور اگر قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور
وہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو وہ اسکو باطل کر دے کیونکہ یہ حکم اجماع کے مخالف ہے کیونکہ امام مالک
صحابہ میں موجود نہ تھے پس اٹھا قول مؤثر نہو گا یہ خصاف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ادب قاضی میں ہو ذخیرہ میں ہو کہ شیخ الاسلام
ابو حسن السخندی سے پوچھا گیا کہ ایک شخص اپنی عورت کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اور غیب سے منقطع ہوا اور عورت کے
نفقہ کے واسطے کچھ نہیں چھوڑ گیا اور یہ مقدمہ قاضی کے سامنے پیش کیا گیا پھر اس قاضی نے ایسے عالم کو
لکھا کہ جسکے نزدیک نفقہ سے عاجز ہونے کے باعث سے جدائی کر دینا جائز ہو اور اسنے عورت کے مالک
کو دیا تو کیا یہ جدائی واقع ہو جائیگی انھوں نے فرمایا کہ ہاں اگر نفقہ سے عاجز متحقق ہو تو جدائی ہو جائیگی پھر دریافت
کیا گیا کہ اگر شوہر کی زمین اور املاک یہاں موجود ہو تو نفقہ سے عاجز متحقق ہوگا انھوں نے فرمایا کہ ہاں اگر جنس نفقہ
سے نہیں ہو تو متحقق ہوگا کیونکہ ان چیزوں کا نفقہ میں فروخت کرنا جائز نہیں ہو کیونکہ یہ بمنزلہ قضاء علی الغائب
ہو اور صاحب ذخیرہ نے فرمایا کہ اس جواب میں اعتراض ہو اور صحیح یہ ہو کہ یہ قضا صحیح نہیں ہو اور اگر دوسرے
قاضی کے سامنے پیش ہوا اور اسنے اجازت دیدی تو صحیح یہ ہو کہ یہ قضا نافذ نہ ہوگی۔ مجمع التوازل میں مذکور ہے
کہ شیخ الاسلام عطار بن حمزہ سے دریافت کیا گیا کہ نابالغہ لڑکی کے باپ نے نابالغ لڑکے سے اسکا نکاح کر دیا اور پھر
نے قبول کیا پھر وہ دونوں بڑے ہوئے اور دونوں میں غلبت منقطع تھی اور نکاح میں گواہ فاسق تھے تو کیا
قاضی کو جائز ہو کہ شافعی مذہب کے قاضی کے پاس بھیج دے کہ وہ اس نکاح کو باطل کر دے اس سبب سے کہ
اسکے گواہ فاسق تھے تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں جائز ہو اور قاضی حنفی کو جائز ہو کہ خود ایسا کرے اور شافعی کا مذہب
لے لیرے اگرچہ خود اسکا مذہب یہ نہ ہو اور اسطرح نکاح بغیر ولی میں اگر اسکو تین طلاق دی پھر دوسرے زوج محل کے
قبول سے پہلے اس سے نکاح کر لیا اگر اس صورت میں امام محمد کا مذہب لیکر اس نکاح کی صحت اور عدم وقوع طلاق
کا حکم دیا تو جائز ہو اور بخم الدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے استاد اسکو روا نہیں کہتے تھے لیکن اگر شافعی مذہب
کے پاس بھیجے کہ وہ دونوں میں عقد کر دے اور صحت کا حکم دیدے تو جائز ہو بشرطیکہ کاتب اور مکتوب لیسہ میں رشوت
نہ لیوں اور اس قضا سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ پہلا نکاح حرام یا مہین شہہ تھا ایسا ہی فتاویٰ حنفی میں مذکور ہے
اور ذخیرہ میں لکھا ہو کہ اگر بلا گواہ کے نکاح جائز ہونے کا حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہو جائے گی اور ایسا ہی
۱۱ قول معتبر یعنی اجماع صحابہ میں مالک کا خلاف معتبر نہیں ہو ۱۲ غیبت منقطع وہ جو کہ سال میں ایک بار قافلہ و زمانہ تک دے جاوے اور ہر ایک
ایک بیت جدا گانہ ہو ۱۳ یعنی ایسا نکاح ہو کہ جن گواہ نہ تھے صحت ایجاب و قبول تھا اور قاضی نے اس نکاح کے جواز کا حکم دیدیا تو جائز
ہو جائے گا ۱۴ محل جسکے ذریعہ سے شوہر اول کے لیے حلال ہو جاوے ۱۵

جامع افتاویٰ میں لکھا ہو۔ اور نقطہ میں ہو کہ اگر کسی عورت نے ایک مغل میں کہا کہ یہ میرا شوہر ہے اور مرد نے کہا کہ یہ میری عورت ہے تو اس نکاح کے انعقاد میں اختلاف ہو اور اگر قاضی نے اسکا حکم دیدیا تو بالاتفاق نکاح ہو گیا اگر کسی عورت نے دس دن کے واسطے نکاح کیا اور اسکو کسی قاضی نے جائز رکھا تو جائز ہو کیونکہ امام زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر کسی عورت سے ایک مہینہ کے واسطے نکاح کیا تو صحیح ہو اور مدت کا ذکر کرنا لغو ہو گا پس اگر اس نکاح کے جواز کا حکم دیا تو نافذ ہو گا اور اگر عورتوں کے متعہ جائز ہونے کا حکم کیا تو جائز ہو گا اور اسکی صورت یہ ہو کہ کسی عورت سے کہا کہ میں تجھ سے اتنی مدت بعض اس مال کے متعہ کرتا ہوں بخلاف اسکے کہ اگر لفظ تزویج و نکاح ذکر کیا مثلاً کہا کہ میں نے تیرے ساتھ ایک مہینہ تک یا دس دن تک نکاح کیا تو یہ نکاح جائز ہو اگر قاضی اسکے جواز کا حکم دیدیوے اور اگر نکاح عورت کا حکم بسبب بنا مینائی یا جنوں یا مثل اسکے دیدیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ پانچ عیوب سے رو کرنا عورت کا درست ہے اور اگر انہیں سے ایک عیب کی وجہ سے رو نکاح کا حکم کیا تو نافذ ہو گا کیونکہ ہمارے صحابہ میں اس میں اختلاف تھا ہوا امام محمد رو کا حکم دیتے ہیں۔ اگر بلاگوہی کے مہر باطل ہونے کا حکم یا بدین اقرار کے بطلان مہر کا حکم کیا اور بعض لوگوں کا مذہب اختیار کیا کہ نکاح کے قدیم ہونے سے مہر ساقط ہوتا ہے تو باطل ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مہر یا داکر کرنے سے ساقط ہو گیا بری کرنے سے اگر کسی عین کے بارہ میں یہ حکم دیا کہ اسکے لیے مدت نہ دی جائیگی تو قضا باطل ہو۔ اور مغربی میں ہو کہ خلع کے باب میں قاضی کا حکم کہ وہ نسخ ہو مثل اور مسائل مجتہدات کے ہو کیونکہ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اس میں اختلاف صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین لکھا ہے پس اگر نسخ ہونے کا حکم دیا تو قضا نافذ ہوگی۔ نکاح سے پہلے اگر طلاق باطل ہونے کا حکم کیا یا حیوان میں بیع سلم کا حکم دیا تو جائز ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص نے بدون عورت کی رضا مندی کے رجعت کر لی اور ایسے قاضی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا کہ جسکے نزدیک عورت کی رضا مندی رجعت میں موافق مذہب شافعی کے شرط تھی پھر اسے رجعت کو باطل کر دیا تو یہ قضا بعض کے نزدیک نافذ نہ ہونا چاہیے کیونکہ رجعت میں عورت کی رضا مندی ظاہر مذہب شافعی کا نہیں ہے اور نہ انکی کتابوں میں مذکور ہے بان مہر شافعی سوالات میں بطور منع کے پیش کرتے ہیں اور فقط اسقدر سے مجتہدین میں ہو سکتا ہے اور ہمارے صحابہ جلع کا دعویٰ کرتے ہیں کہ بالاجماع رجعت کے واسطے عورت کی رضا مندی شرط نہیں ہے پس اس کا حکم نافذ نہ ہو گا کذا فی الذخیرہ۔ اگر اپنی عورت کو حالت حیض یا حمل میں طلاق دی یا دخول سے پہلے تین طلاق دیں پھر کسی قاضی نے حاملہ یا حائض کے طلاق باطل ہونے کا حکم دیا یا ایک سے زائد طلاق باطل ہو نیکا موافق مذہب بعض کے حکم دیا تو اسکی قضا نافذ نہ ہوگی اور اگر طرح تین طلاق ایک ہی کلمہ سے دینے کو یا اس طرح تین جلع کیا ہو طلاق دینے کو باطل کیا تو اسکی قضا باطل ہوگی اور

۱۷۰ یعنی عورت نے نکاح کو رد کیا بسبب شوہر کے اندھے یا مجنون وغیرہ کے اور قاضی نے یہ حکم دیدیا کہ عورت کا رد کرنا صحیح ہوا تو قضا نافذ ہوگی ۱۷۱ یعنی کسی نے اگر قسم کھائی کہ اگر ایک عورت سے نکاح کروں تو وہ طالق ہے پس قاضی نے حکم کیا کہ یہ باطل ہے ۱۷۲ م

اگر بکراہ مجبویہ کیے گئے شخص کی طلاق دینے کو باطل کیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو پہلے قاضی کے حکم کو نافذ کر لیا اور قداوے رشید الدین میں ہو کہ اگر مست نشہ کی طلاق نہ واقع ہونے کا حکم کیا تو نافذ ہوگا کیونکہ باہم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اس مسئلہ میں اختلاف تھا اور بھی قداوے رشید الدین میں مذکور ہو کہ اگر دوسرے شوہر نے بعد و محل کے طلاق دی پھر دوبارہ اس عورت سے نکاح کیا اور وہ عدت میں تھی پھر قبل دخول کے اسکو طلاق دی پھر اس سے پہلے شوہر نے نکاح کیا اور ہنوز عدت نہ گزری تھی اور کسی حکم نے اس نکاح کی صحت کا حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ اجتہاد کو اس صورت میں گنجائش ہے اور وہ فروغ محمد شہنشاہ کا مذہب ہو۔ اگر صغیرہ لڑکی کی طرف سے باپ نے خلع لیا اور اسکے جائز ہونے کا قاضی نے حکم کیا تو نافذ ہوگا اگر ممتدۃ الطهر کی عدت مہینوں سے گزرنے کا حکم کیا تو منہاج الشریعہ میں امام مالک سے منقول ہو کہ انھوں نے فرمایا کہ جس عورت کو اسکے شوہر نے طلاق دی اور چھ مہینے گزر گئے اور اسنے خون نہ دیکھا تو اسکے پاس کا حکم دیا جائیگا حتیٰ کہ اسکے بعد اسکی عدت تین مہینے کے حساب سے ختم ہوگی اور ابن عمر سے بھی ایسا ہی مروی ہے پس اس بنا پر اگر ممتدۃ الطهر کے حد ایساں پر پہنچنے سے کہ بچپن برس ہوتے ہیں پہلے چار برس اور ایک برس پہلے اگر اسکا خون منقطع ہو گیا تو موافق اختیار شیخ الاسلام برہان الدین کے اگر اسکے شوہر نے اسکو طلاق دی اور اسپر چھ مہینے گزر گئے پھر تین مہینے کی عدت کی شمار کی اور اسپر کسی قاضی نے حکم کیا تو نافذ ہونا چاہیے کیونکہ یہ مجتہد فیہ ہو اور اسکا یاد رکھنا چاہیے کیونکہ اکثر ایسا واقعہ ہوتا ہے اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو قبل دخول کے طلاق دی اور قاضی نے آدھے سامان چیز دینے کا اسکے لیے حکم کیا حالانکہ عورت نے مہر قبضہ کر لیا اور سامان لے لیا تو اسکی قضا نافذ نہ ہوگی کیونکہ جہود کے خلاف ہے اگر ایک شخص نے اپنے غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا اور بیان سے پہلے مر گیا اور قاضی نے قرعہ ڈالنے کا حکم کیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اسلئے کہ مجتہد فیہ ہو مالک اور شافعی قرعہ ڈالنے کے قائل ہیں یہ فضول عمادیہ میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا آدھا غلام آزاد کیا یا غلام دو شخصوں میں شریک تھا کہ ایک سے آزاد کیا اور وہ شخص تنگ دست ہو اور قاضی نے دوسرے کو حکم کیا کہ اپنا حصہ فروخت کر لے اور اسنے فروخت کر لیا پھر دونوں نے کسی اور قاضی کے پاس غاصمہ کیا کہ جسکی یہ رائے نہ تھی تو خصامت نے ذکر کیا کہ دوسرا قاضی بیع اور قضا کو باطل کر دے گا اور جس لائتم حلوائی نے ذکر کیا کہ یہ قول خصامت کا ہو اور اس مسئلہ میں کوئی روایت ہمارے صحابہ نہیں ہو اور اگر خصامت کا قول موجود نہ ہوتا تو ہم کہتے کہ اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ اسنے مجتہد فیہ میں حکم دیا ہے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے اگر مسئلہ مجتہد فیہ قاضی نے حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی کیونکہ مختلف فیہ ہے شرط ابو نصر و بوسی میں ہے کہ اگر بین غیرم واقع ہو تو چاہیے کہ کسی حاکم کا حکم لے لے تاکہ صحیح ہو۔ اگر بانی کی بیع جائز ہو نیک حکم کیا تو دوسرے کو اختیار نہیں ہے کہ اسکو باطل کرے اور اگر اسنے باطل کیا تو دوسرے کو جائز کرنا اختیار نہیں ہے چارے افتاد دی دسیر گبرین ہو اگر کسی ایسی

سنة الطهر و عورت جو محولی طهر میں عورتوں کے نسبت زیادہ دنوں تک پیش کے ظاہر رہتی ہو دہم عہد مسئلہ میں بیع قول اجتہادی ہیں اور آئندہ ہوگا عہد جو فقط امام رح کے نزدیک جائز نہیں ہے ۱۲

بیع کے جائز ہونیکا حکم کیا جو مدت بھول کی شرط کی وجہ سے فاسد تھی تو اسکی قضا نافذ ہوگی جبکہ سن یا بیہین کے پاس
 مناصم ہوا ہو اور مشتری کو بیع اپنے پاس رکھنا جائز ہو اگر کسی مدبر کی بیع جائز ہو نہ بیع کا حکم دیا تو اسکی قضا نافذ ہوگی اور کتاب کی
 بیع اسکی رضامندی سے جائز ہو اور یہی روایت ظاہر ہو اگر ایک شخص کی تجارت کے ماذون غلام میں حکم دیا کہ اسکو کل نفع کی اجازت
 نہیں ہو تو نافذ ہوگا یہ فضول عبادیہ میں ہو اور قاضی لوگ جو فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ بیع مضاف کو بیع کرتے یا بیع مدبر وغیرہ میں
 شافعی مذہب کے سپرد کرتے ہیں تو فیصلہ صرف اسوقت جائز ہو کہ سپرد کرنے والے کی بھی یہ رائے ہو مثلاً اسکے نزدیک تے رائے
 اجتہادی ظاہر ہو اور اگر اسکی یہ رائے نہ ہو تو سپرد کرنا صحیح نہیں ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ سپرد کرنا درست ہے اگرچہ اسکی
 خود یہ رائے نہ ہو اور یہی مختار ہے یہ خزانہ الفقہ میں لکھا ہو اور اگر قاضی شافعی مذہب کے اصول سے سپرد کیا کہ اپنی رائے
 سے فیصلہ کرے یا موافق حکم شرع کے فیصلہ کرے تو یہ تفویض سب کے نزدیک نافذ ہوگی یہ قادی قاضی خان میں لکھا
 ہو اگر ایک دار کے خلاص کر نیکا جو مشتری سے متعلق میں لے لیا جاوے اور اسی کے مثل دار کے ضامن ہونے کا
 کسی قاضی نے حکم دیا کہ جائز ہو پھر وہ دوسرے کے سامنے پیش ہو تو دوسرا اسکو باطل کر گیا صورت مسئلہ کی یہ کہ ایک
 شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک ارفروخت کیا اور بائع یا کوئی اجنبی مشتری کے واسطے خلاص کا ضامن ہوا اور خلاص
 کے بیٹے ہیں کہ ضامن نے مشتری سے کہا کہ اگر یہ دار تیرے ہاتھ سے متعلق میں لے لیا گیا پس میں ضامن ہوں اگر اس
 دار کو بیچ یا ہبہ سے خلاص کر کے تیرے سپرد کر دینگا اور اگر اسکے سپرد کرنے سے عاجز ہو گیا اور خلاص نہ کر سکا تو اسکے
 مثل دوسرا دار خرید کر کے تیرے سپرد کر دینگا پس ایسی ضمانت ہمارے نزدیک باطل ہو اور بعضوں کے
 نزدیک یہ ضمانت صحیح ہو اور یہ فیض ضمان خلاص کی جو مذکور ہوئی امام عظیم کے نزدیک ہے اور یہی کو صاحب الفقہ نے
 اختیار کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک ضمان خلاص اور عہدہ اور درک ایک ہی ہے یعنی وقت استحقاق کے ضمن
 واپس لانیکی ضمانت کرنا ہو اور امام عظیم کے نزدیک یہ فیض ضمان درک کی ہو اور ضمان خلاص کی وہ تفسیر ہو جو سابق مذکور
 ہوئی اور ضمان عہدہ کے معنی ہیں کہ اس قدر یہی نوشتہ کی طرف سے جو بائع کے پاس ہو ضامن ہونا پس صاحبین کے
 نزدیک جب ضمان خلاص کے معنی ضمان درک ہیں تو انکے نزدیک صحیح ہوگی اگر بیع مشتری کے ہاتھ سے استحقاق میں
 لے لی گئی تو وہ ضامن سے قیمت لیگا پس ہر گاہ کہ قاضی نے اس ضمان کے صحت کا حکم کیا اور مشتری کے لیے
 فیصلہ کے ساتھ حق خصومت ثابت کیا تو یہ قضا نافذ ہو جاوے گی اور جب بیع سے قاضی کے سامنے پیش ہوئی تو اسکو
 باطل نہ کر گیا اور اگر اسنے وار سپرد کرنے کے لیے ضمانت کی تو ضمانت صحیح نہیں پس قضا صحیح ہوگی اور اگر کسی شخص کی
 عورت نے یا اسکی بیٹی نے عہد اخون کرنے سے قائل کو معاف کیا اور قاضی نے اس معاف کرنے کو باطل جانا کیونکہ اسکی بیوی
 میں عورتوں کی طرف سے عفو نہیں اور نہ انکا قصاص میں کچھ حق ہو جیسا کہ بعض علماء کا مذہب ہو اور اسنے اس شخص کے قصاص
 میں قتل کیے جانے کا حکم دیا یا قتل ہونے سے پہلے یہ مقدمہ ایسے قاضی کے سامنے مراجعہ ہوا جو عورتوں کے
 سامنے ایسی قسم جو آئندہ کسی قتل کی طرف مضاف ہو مثلاً کسی عورت سے کہا کہ جب میں تجھ سے نکاح گردن تو تجھکو طلاق ہو چنانچہ
 شافعی کے نزدیک یہ قسم باطل ہے ۱۳

خوف کرنے کو صحیح جانتا ہو تو دوسرا قاضی قصاص کے حکم کو باطل کر دیکھا اور اس خوف کو نافذ کرے گا۔ اور اگر شخص قصاص کے قتل ہونے کے بعد پیش ہوا تو اسکا حکم جاری ہو گیا ہو پس دوسرا قاضی اس امر میں کچھ تعرض نہ کرے گا ایسا ہی خصائص اور صاحب الاقصیہ نے ذکر کیا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ یوں کہنا چاہیے کہ جس شخص کے لیے قصاص لینے کا حکم ہو اگر وہ عالم تھا تو اس سے قصاص لیا جاوے اور اگر جاہل تھا تو اس سے ویت لیا جاوے یہ محیط میں لکھا ہے خلاصہ میں ہے کہ اگر شے مرہون یا مستاجر کی بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی۔ اور جامع الفتاویٰ میں ہے کہ اگر قاضی کے سامنے جھوٹے گواہ پیش ہوئے کہ کسی شخص کی باندی اسکی بیٹی ہے اور اسنے اسکا حکم دیدیا تو وہ حکم میں اسکی بیٹی ہے کہ اسکی بیٹی نہ ہو اور اسکی میراث سے کچھ مال اسکو کھانا حلال نہیں ہے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فتاویٰ کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مال میراث کھانے میں کچھ بڑ نہیں ہے۔ اگر ایک گواہ کی گواہی پر اپنے پسر کے خط ہونے کا حکم دیدیا تو قصاف نافذ نہ ہوگی۔ اور اگر گواہوں کی گواہی پر ایک مہری وصیت پر حکم کیا بدولت کے کہ وہ وصیت گواہوں کے سامنے پڑھی گئی ہو تو دوسرا قاضی اس حکم کو نافذ کر دیکھا اور سی طرح اگر اپنے دیوان کے کسی چیز پر فیصلہ کیا اور وہ خود اسکو بھولا ہوا ہو یا گواہوں کی گواہی پر ایک نوشتہ کا فیصلہ کیا کہ گواہوں کو نہیں یاد ہے کہ اسہیں کیا لکھا ہو لیکن وہ لوگ اپنا خط اور مہر بچاتے ہیں تو دوسرا قاضی بھی اسکو نافذ رکھے گا مگر اول قاضی کو یہ کرنا نہ چاہیے تھا اور یہ سب امام عظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور زفر رحمہ اللہ تعالیٰ کے قیاس پر ہو غانیہ میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے طلاق یا عتاق واقع ہونے کی قسم کھائی کہ اگر وہ شخص گوشت کھاوے تو اسکی عورت پر طلاق یا اسکا غلام آزاد ہو پھر سنے مچھلی کھائی پھر عورت نے قاضی کے سامنے پیش کیا کہ وہ مچھلی کو گوشت میں شامل جانتا تھا اسنے دونوں میں جدائی کر دی پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ اسکے نزدیک مچھلی گوشت میں شامل نہیں ہے تو دوسرا قاضی پہلے کے حکم کو نافذ کرے گا یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اگر قصداً نے طالب سے کہا کہ اگر تین تیرا قرض آج نہ ادا کروں تو میری عورت پر تین طلاق ہیں اور قرض خواہ روپوش ہو گیا اور قرضدار کو غوث ہوا کہ اگر وہ آج نہ ظاہر ہوا تو میں اپنی قسم میں جھوٹا ہونگا یعنی عورت پر طلاق ہو جاوے گی اور اسے قاضی کو اطلاع دی پھر قاضی نے غائب کی طرف سے ایک وکیل مقرر کیا اور وکیل کو حکم دیا کہ مطلوب سے مال لیوے تاکہ قسم میں جھوٹا نہ ہو اور اسپر دوسرے حاکم نے بھی حکم دیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جائز نہیں ہے کہ ذانی الاقصیہ پر سب کا قول ہے اگرچہ بالخصوص امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو ذکر کیا ہے اور ناطقی نے ذکر کیا کہ وکیل مقرر کرے اور اسے قبضہ کر لینے سے اسکی قسم جھوٹی نہ ہوگی اور ناطقی نے کہا کہ اسی پر فتوے ہو یہ فضول عمادیہ میں ہے۔ اگر امام مسلم کسی ملک پر غالب آیا اور اہل حرب کے ساتھ جان مال کا احسان کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار ہے اور اسنے جانوں پر خیر مقرر کرے اور زمین پر خراج مقرر کرے لیکن زمین کی زیادہ پیداوار کے لحاظ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

خط یعنی حکم دیا کہ یہ میرے پسر کا لکھا ہوا ہے حالانکہ گواہ واحد ہے تو یہ باطل ہے ۱۲

مقدار مقررہ سے زیادہ خراج نہ مقرر کرے اور یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے اور اس پر اجتماع ہے کہ کسی پیداوار کی وجہ سے کم کر دے پھر اگر خراج مقررہ سے کم باندھنے کے بعد وہ زمین ایسی ہو گئی کہ جس میں زیادہ پیداوار ہو تو اس پر وہی وظیفہ مقررہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقرر کر سکتا ہے اور اگر امام نے اس زمین پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقررہ خراج باندھا تو بالاجماع اسکو زیادہ کر دینے کی اجازت نہیں ہے اگرچہ زمین میں اس سے زیادہ خراج اٹھا لینے کی طاقت ہو اور اس طرح اسکو تحویل خراج کی اجازت نہیں ہے مثلاً پہلا خراج دوم تھا تو اب اسکو بٹائی کر لینا جائز نہیں ہے یا اسکا عکس کیا تو بھی رد نہیں ہے پھر اگر اسے اس وظیفہ مقررہ حضرت عمر پر زیادتی کی یا تحویل خراج کی اور اسکا حکم اپنے جاری کر دیا اور اسکی یہ رائے اجتہادی تھی پھر بجائے اسکے دوسرا والی ملک ہو اور اسکی رائے برخلاف ہو پس اگر پہلے امام کا فعل ان ذمہوں کی خوشی خاطر سے تھا تو دوسرا والی اسکو جاری رکھے اور اگر بدولت انکی خوشی خاطر کے تھا تو دوسرے میں ہیں ایک یہ کہ وہ زمین بزرگ و شیر فتح ہوئی تھی پھر امام المسلمین نے اس پر احسان کیا تو بھی دوسرا والی پہلے کے فعل کو جاری رکھے اور اگر بطور صلح کے فتح ہوئی اور پھر امام اول نے خراج مقررہ میں بڑھایا یا تحویل کی تو دوسرا والی اسکا حکم توڑ دے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔

بیسواں باب حسین فضلے قاضی جائز ہے اور حسین نہیں جائز ہے ان صورتوں کے بیان میں جانا چاہیے کہ انسان کو اپنے نفس کا قاضی ہونا نہیں جائز ہے پس اگر قاضی نے اپنے واسطے کسی وجہ سے یا کل وجہ سے حکم کیا تو اسکی قضاء نافذ نہ ہوگی ہاں اس قدر فرق ہے کہ اگر کل وجہ سے اسنے اپنے واسطے حکم کیا تو دوسرے قاضی کے نافذ کرنے سے بھی نافذ ہوگا اور اگر ایک وجہ سے حکم کیا تھا تو نافذ نہ ہوگا اور اگر غیر کے واسطے کل وجہ سے حکم کیا پس اگر قاضی بالیقین قضاء کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے تو قضاء نافذ نہ ہوگی اگرچہ دوسرے قاضی نے نافذ کی ہو اور اگر اسکی صلاحیت میں اختلاف ہو اور دوسرے قاضی نے نافذ کی تو بالاجماع نافذ ہوگی۔ اور اگر فضلے قاضی میں اختلاف ہو کہ کل وجہ سے اسنے غیر کے واسطے حکم کیا ہے یا کسی وجہ سے غیر کے واسطے اور کسی وجہ سے اپنے واسطے حکم کیا ہے تو دوسرے قاضی کے جاری کرنے سے نافذ ہوگی۔ کتاب اب لو کہالتہ میں ہے کہ اگر قاضی نے اپنے ایک دار کے فروخت کرنے یا اجارہ دینے کے واسطے یا اپنے ہر حق کے جو دوسرے کی طرف آتا ہے وراثت کرنے کے واسطے یا دوسرے کی وراثت کی جوابدہی کے واسطے کوئی وکیل کیا تو جائز ہے مگر قاضی کو جائز نہیں ہے کہ اپنے وکیل یا وکیل کو وکیل کے واسطے حکم دیوے اور اس طرح اپنے باپ کے وکیل کے واسطے یا دادا پر داد وغیرہ ایسے بزرگوں کے وکیل کے واسطے یا بیٹے یا پوتے یا پروتے وغیرہ ایسے خردوں کے وکیل کے واسطے حکم نہیں دے سکتا ہے۔ اور اس طرح اپنے غلام یا مکاتب یا اپنے ایسے رشتہ دار کے غلام یا مکاتب کے واسطے

۱۷۴ تحویل لینے ایک زمین سے محل کر کے دوسری زمین پر ڈالے ۱۷۵ اپنے نفس یعنی اپنا ذاتی مقدمہ ہو تو حسین حاکم نہیں ہو سکتا پھر اگر اس نے حکم کیا تو دوسرے میں ہیں اول یہ کہ فیصلہ اپنے مقابل کے لیے ہے لیکن بعض وجہ سے اس کا نفع قاضی کو بھی ہو چکتا ہے تو دوسرے حاکم کے نافذ کرنے سے نافذ ہو جائیگا اور اگر وجہ سے قاضی نے اپنے واسطے فیصلہ کیا تو باطل ہے ۱۷۶ یعنی اسکے نام ڈگری کرے اور اشارہ ہے کہ اگر اسکے اوپر ڈگری کرے تو روا ہے ۱۷۷ منہ

جسکی گواہی اسکے حق میں مقبول نہیں ہو حکم نہیں دیکھتا ہو اور اس طرح اپنے شریک کے واسطے جسکو شرکت مفاد غنہ یا شرکت
 غنان ہو حکم دینا درست نہیں ہو بشرطیکہ خصوصیت مال شرکت میں ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایسا شخص وکیل ہوا ہو جسکے
 حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں ہو تو قاضی کو اسکے واسطے حکم دینا درست نہیں ہو جیسے والدین یا اولاد یا زوجہ
 یا ازواج ہمارے نزدیک یہ شرح طحاوی میں ہو اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے قاضی کے لیے تہائی مال کی وصیت کی
 اور دوسری کسی اور شخص کو کیا تو قاضی کو اس میت کے واسطے کسی شے کی قضا درست نہیں ہو اور اس طرح اگر قاضی میت کے
 وارثوں میں سے ہو تو میت کے واسطے کچھ حکم نہیں دیکھتا ہو اور اس طرح اگر موصی نے قاضی کا بیٹا یا اسکی عورت وغیرہ اپنے
 شخصوں میں سے ہو جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں یا ان لوگوں کا غلام ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اسی طرح
 اگر قاضی وکیل ہو دوسری کی طرف سے میراث میت کے باب میں تو بھی یہی حکم ہو کیونکہ ظاہر میں قضا خود قاضی کے
 لیے ہوگی اسی طرح اگر قاضی کا قرضہ میت پر آتا ہو تو میت کے لیے کچھ حکم دینا درست نہیں ہو اگر دونوں خاصہ میں
 سے ایک کے قاضی کے غلام یا مکان یا ایسے شخص کو جسکے حق میں قاضی کی گواہی مقبول نہیں ہو وکیل کیا تو قاضی کو
 جائز نہیں ہو کہ وکیل کے لیے اسکے خاصہ میں کچھ حکم کرے کیونکہ ظاہر میں قضا وکیل کے واسطے ہوگی اگر کسی شخص کو
 خصوصیت کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل قاضی ہو گیا تو اسکو اختیار نہیں ہو کہ اپنی وکالت کے مقدمہ میں کچھ حکم کرے
 کیونکہ قضا من حیث الظاہر اسی کے واسطے واقع ہوگی اور اسکو یہ بھی اختیار نہیں ہو کہ اپنے موکل کی طرف سے
 وکیل قائم کرے کیونکہ اگر اسنے حکم قضا وکیل کیا تو قضا علی الغائب ہے اور اگر بحکم وکالت وکیل کیا تو یہ وکیل
 ایسا ہو کہ موکل نے اس سے یہ نہیں کہا تھا کہ جو کچھ تو کرے تو وہ جائز ہے پھر اسنے وکیل مقرر کیا تو جائز ہے مگر
 قاضی کو یہ اختیار نہیں ہو کہ اس وکیل کے واسطے فیصلہ کرے **قال المشرب** علم ان فی مسائل کما
 انہ لا یقضی لہ ویس فی شے منہا انہ لا یقضی علیہ قال و ہذا علی اختلاف لہ فی قد مر قضا لہ و انہ علم جامع کہ میں
 لکھا ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے مختلف قرضے لوگوں پر ہیں کچھ قاضی پر ہو اور کچھ قاضی کی جو رو یا بیٹے وغیرہ
 پر جسکی گواہی قاضی کے حق میں قبول نہیں ہو پھر ایک شخص نے اس قاضی کے پاس دعوی کیا کہ میت
 نے مجھے وصی کیا ہو پس واضح ہو کہ یہاں تین مسئلہ ہیں ایک یہی جو مذکور ہوا اور اس مسئلہ میں یہ حکم ہے
 کہ اگر قاضی نے اسکی وصایت کا حکم دیا تو مستحسانا درست ہو جتنے کہ اگر کسی نے ان قرضداروں میں سے کسی
 دوسری کو قرضہ ادا کیا تو بری ہو جائیگا اور اگر یہ فیصلہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا تو جاری رکھے گا
 اور باطل نہ کرے گا اور اگر قاضی نے اسکی وصایت کا حکم نہ کیا جتنے کہ قاضی نے یا کسی دوسرے قرضدار نے
 قرضہ ادا کیا پھر اسکے وصی ہونے کا حکم کیا تو اس کا فیصلہ صحیح نہیں ہو جتنے کہ وارثوں کو اختیار ہو کہ اس سے
 اپنے قرض کا مطالبہ کریں اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو وہ حکم باطل کر دے گا اور اگر اسنے
 اسے اپنے منہج کتاب ہے کہ جمیع مسائل میں لا یقضی لہ ہی آیا یعنی اسکے نام ڈگری نہ ہوگی اور کسی میں لا یقضی علیہ نہیں ہے یعنی
 اسے ڈگری نہ ہوگی اور سابق میں اختلاف گذرا اسکو یاد کرنا چاہیے ۱۱

جاری کیا تو باطل ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں قاضی اور اسکی جوہر و اور بیٹے کا ایک حکم رکھا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اسکے ذاتی حق میں ہے جوہر و اور بیٹے کے حق میں اس کے خلاف بیعت ہونا چاہیے اور بعض مشائخ نے کہا کہ جو جواب اسکے بیٹے کے حق میں مذکور ہوا وہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر درست ہے اور جوہر و کے حق میں جو جواب ہے وہ بالکل مستقیم ہے اور بعض کتاب میں لکھا ہے کہ قاضی کا حکم عورت کے واسطے دوسرے قاضی کے نفاذ پر مشوق ہے۔ اگر کسی نے وصی ہونے کا دعویٰ نہ کیا ہے کہ قاضی نے اسکو وصی مقرر کیا پھر قاضی نے یا بعض قرضداروں نے قرضہ اسکو دیدیا تو وصی کرنا اور مقرر کرنا جائز ہے اور قرضہ دینا جائز ہے اور اگر پہلے قرضہ دیدیا پھر اپنی ریلے سے وصی مقرر کیا تو مقرر کرنا صحیح نہیں ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس صورت میں بجائے وصیت کے کسی نے نسب کا دعویٰ کیا کہ وہ شخص میت کا بیٹا اور وارث ہے اور امپر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسکو قرضہ ادا کر دینے کے بعد اسکے نسب کا حکم دیدیا تو قضا نافذ نہ ہوگی اور اگر ادا سے قرضہ سے پہلے حکم دیا تو نافذ ہوگی تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بجائے وصیت یا نسب کے دعویٰ کے وکالت کا دعویٰ ہو مثلاً قرضخواہ غائب ہو گیا اور ایک شخص نے اگر وکالت کا دعویٰ کیا کہ قرضخواہ نے مجھے قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسکے وکیل ہونے کا حکم دیدیا تو جائز نہیں ہے خواہ قرضہ ادا کرنے سے پہلے حکم دیا ہو یا اسکے بعد۔ اور اگر اسنے وکالت کا حکم دیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا پس اگر قرضہ ادا کرنے کے بعد اول نے وکالت کا حکم دیا ہے تو لا محالہ رد کر دے اور اگر قرضہ ادا کرنے سے پہلے حکم دیا ہے اور دوسرے قاضی نے اسکو نافذ کیا تو نافذ ہوگا۔ اگر قاضی نے غائب کی طرف سے مقرر کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اسکو کہتے ہیں جسکو قاضی نے غائب کی طرف سے خصوصیت کی سماعت کے واسطے مقرر کیا ہو اور اسی طرح اگر ایک شخص نے حاضر ہو کر اس کی طرف سے خصوصیت کی سماعت کی اور قاضی جانتا ہے کہ مخفی حقیقتہ خصوصیت ہے تو قاضی خصوصیت کی سماعت نہ کریگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے شہادات اجماع میں ذکر کیا کہ زید غائب ہو گیا اور ایک شخص عمر و آیا اور اسنے خالد پر دعویٰ کیا اور ذکر کیا یہ خالد زید کا قرضدار ہے اور زید نے مجھے وکیل کیا ہے کہ اسکا تمام قرضہ جو کہ ذمہ میں اسکے قرضداروں پر ہے وصول کروں اسکی نالاش کروں اور خالد اسکی وکالت سے انکار کرتا ہے پھر عمر و نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے تو قاضی اسکی وکالت کا حکم دیگا شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ مسئلہ اسکی دلیل ہے کہ مقرر پر حکم جائز ہے کیونکہ اسنے کہا کہ مدعی نے ایک شخص پر دعویٰ کیا اور ذکر کیا کہ یہ اسکا قرضدار ہے اور یہ نہ کہا کہ ایک شخص پر دعویٰ کیا جو اسکا قرضدار تھا کہ ذی الذخیرہ۔ متاخرین مشائخ نے فرمایا کہ مقرر پر گواہ قائم کرنا اسی حالت میں جائز ہے کہ قاضی کو نہ معلوم ہو کہ یہ مقرر ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور اسی برہانی لائے امام عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے کہ ذی النثار خانہ اور بعض نے کہا کہ اس مسئلہ میں دور و امین ہونا چاہیے ایک یہ کہ حکم نافذ ہوگا اور دوسرے یہ کہ نافذ ہوگا کیونکہ حقیقت یہ قضا و علی الغائب ہے اور اس میں دور و امین ہیں اور اسی طرف شیخ الاسلام نے نسیل کیا ہے اور امام ظہیر الدینؒ فرماتے ہیں کہ قضا و علی الغائب ۱۲

علی الغائب میں ناجائز ہونے پر فتویٰ ہو پس اگر قاضی نے مسخر حکم دیدیا اور دوسرے قاضی نے اسکو از کثرت
تو صحیح ہو اور پھر کوئی اسکو باطل نہیں کر سکتا ہو۔ اگر قاضی نے ایک شخص معین کا جو کسی کے قبضہ میں ہو کسی کے وجہ سے
کیا اور یہ شے قاضی کی ولایت میں نہیں ہو تو قضا صحیح ہو اور تسلیم صحیح نہیں ہو اور صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ بخاری صحیح
نے قاضی بخاری کے پاس ایک سمرقندی پر دعویٰ کیا کہ وہ دار جو سمرقندی میں فلان محلہ فلان کو چہ میں ایسے ہی
تمام دعویٰ بیان کر کے کہا کہ جو اس شخص کے قبضہ میں ہو وہ میری ملک ہے اور اسکے پاس ناحق ہے اور اپنے
دعویٰ پر گواہ پیش کیے تو قاضی اس دار کا مدعی کے لیے فیصلہ کر گیا اور صحیح ہو کیونکہ مقتضی رہا اور مقتضی علیہ دونوں خیر
ہیں لیکن سپرد کرنا صحیح نہ ہو گا کیونکہ دارا اسکی ولایت میں نہیں واقع ہو تو قاضی سمرقندی کو قبضہ لانے کے واسطے تحریر
کر گیا یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر قرض خواہ نے گواہوں کے غائب ہونے یا مرنے کا خوف کیا اور چاہا کہ غائب قرض دار پر اپنا
حق ثابت کرے تو بعضوں نے اسکی صورت یہ نکالی کہ کسی غیر کو اپنا حق لوگوں پر ثابت کرنے کے واسطے کوئل کے پاؤں
جو کہ غائب پر ثابت کرنا چاہتا ہو خواہ قرض یا طلاق یا اعتاق یا بیع اسکو وکالت میں اس طرح شرط کر دے کہ اگر فلان
شخص نے یعنی خود اگر فلان شخص غائب کے ہاتھ اپنا غلام فروخت کیا ہو یا غائب نے اپنی عورت کو طلاق دی
ہو یا اسنے اپنا غلام آزاد کیا ہو تو تو میرا کوئل ہو کہ میرے حقوق لوگوں پر ثابت کرے پس ایسا ہو گا کہ یہ وکیل علیہ
سے دعویٰ کر گیا کہ فلان غائب نے چونکہ اپنا غلام فروخت کیا ہو مثلاً اور میں اپنے مول کا وکیل ہو گیا ہوں اور
میرے مول کے ہزار درہم تجھے قرض ہیں تو مدعا علیہ کہے گا کہ فلان شخص نے تجھے اس شرط پر وکیل کیا ہو لیکن
مجھے نہیں معلوم کہ یہ شرط پائی گئی یا نہیں پس وکیل مدعی شرط پائے جانے پر گواہ پیش کر گیا پس قاضی شرط پر حکم دیا لیکن
اس صورت میں مثل غ نے اختلاف کیا ہو کہ ایسی شرط کے اثبات میں جبین غائب کا حق ہو کوئی شخص خصم قائم ہو سکتا ہے یا
نہیں صحیح یہ ہو کہ نہیں ہو سکتا ہو جبکہ ایسی شرط ہو کہ غیر کو اس سے ضرر پہونچے اور صحیح صورت وہ ہو جو امام محمد نے
جامع میں ذکر کی ہو کہ جب کوئی شخص غائب پر قرضہ ثابت کرنا چاہے تو ایک شخص کو چاہیے کہ وہ قرض خواہ سے کہے کہ جو
کچھ میرا فلان شخص غائب پر چاہیے میں نے اسکی کفالت کی پھر قرض خواہ اس کفیل کو قاضی کے حضور میں حاضر کرے اور
کہے کہ میرے فلان شخص غائب پر ہزار درہم ہیں اور شخص میرے تمام حقوق کی جو فلان غائب پر ہیں کفالت کرنا
اور اسکی کفالت پہلے میرے سپر ہزار درہم ہیں تو کفیل کفالت کا اقرار کر گیا اور مال سے اٹھا کر گیا اور یہ کفار صحیح ہو
پھر جب مدعی نے گواہ پیش کیے کہ مدعی کے ہزار درہم فلان غائب پر اس کفیل کی کفالت پہلے سے چاہیے ہیں تو اسکے گواہ
مقبول ہونگے اور کفالت اور مال دونوں کا حکم دیا جاوے گا۔ اور اس طرح اگر یہ کفالت طرح پر قاضی کے سامنے
واقع ہو تو بھی ایسا ہی ہو۔ اور کفالت غائب کے حکم سے ہونا یا بلا حکم ہونا دونوں اس صورت میں کیا ہیں ظہیر ہو
میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے ایک غائب پر ہزار درہم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس شخص نے غائب کے پیڑ سے ان ہزار درہم کی
جواں پر آتے ہیں اسکے حکم سے میرے واسطے کفالت کی ہو تو یہ صورت اور صورت سابقہ مساوی ہو اور اگر دعویٰ کیا

کہ میرے فلان غائب پر ہزار درم ہیں اور اس شخص نے میرے واسطے اسکی طرف سے جو میرا سہرا ہے اسکی کفالت کر لی اور یہ نہ کہا کہ اُسکے حکم سے اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کیے تو قاضی اس شخص حاضر پر ہزار درم کا حکم دیکھا اور یہ قضاء علی الغائب نہوگی یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہے۔ بیان تحریر میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ کسی حال میں اسکو نہ لے اور نہ پڑھے اور بعضوں نے کہا کہ جب وقت فیصلہ کیواسطے بیٹھے اسوقت نہ لے گا اور اگر اپنے مکان یا اُسکے فناء میں ہو تو لے لیوے اور اسکو پڑھے اور یہی حال مذکور ہے کیونکہ خلفاء راشدین بیان تحریری لیتے تھے اور اُنکے بعد کے ائمہ و خلیفہ بھی لیتے تھے اور یہ اسواسطے ہو کہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص صامی ہو کہ وہ قاضی کی زبان کو نہ جانتا ہو اور نہ قاضی اُسکی زبان سمجھتا ہو تو ضروری ہے کہ قاضی کو مقدمہ سمجھانے کے واسطے وہ دوسرے سے حال لکھو اگر پیش کر دیکھا۔ اور جب قاضی نے بیان تحریری لیا تو اُسکے ختم سے دریافت کیے کہ یہ تیرا بیان ہے اُسے کہا کہ ہاں پھر پوچھے کہ اسے تو نے لکھا ہے۔ اُسے کہا کہ ہاں پھر پوچھے کہ یہ صورت ایسی ہی ہے جیسی میں لکھی ہے اُسے کہا کہ ہاں تو اسکو پڑھے پس اگر امین اقرار ہو تو اس اقرار پر فیصلہ نہ کرے بلکہ اُسکو آگاہ کر کہ امین یا اقرار ہے پس اگر اُسے اقرار کیا کہ ہاں ایسا ہی ہے تو اُسکے اقرار پر فیصلہ کر دے۔ اور یہی مسئلہ تکمیل ہے کہ اگر دونوں میں سے ایک ختم نے بغیر رضامندی دلیل کیا پس اگر قاضی کے نزدیک وہ تلبیس باتیں اور تغلب میں متہم ہے تو اس سے وکالت قبول نہ کرے اور اگر جانے کہ وہ خود بیان کرنے سے عاجز ہے تو قبول کرے یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے۔ شمس الائمہ اور جندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے دعویٰ کی سماعت کی اور نائب گواہی کی سماعت کی تو نائب بدون اعادہ دعویٰ کے شہادت پر حکم دے سکتا ہے تو انھوں نے فرمایا کہ نہیں مگر جبکہ قاضی اُسکو حکم دیوے کہ اس گواہی پر فیصلہ کرے اور دریافت کیا گیا کہ اگر قاضی نے دعویٰ اور گواہی دونوں کی سماعت کی اور اپنے نائب کو حکم دینے کے واسطے کہا اور قاضی کو خلیفہ کرنے کی اجازت بھی ہو تو یہ حکم درست ہو انھوں نے فرمایا کہ ہاں درست ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ ابواب الشہادات میں ہے کہ ایک شہر کے قاضی نے کسی قدر مال کا حکم کسی پر دیا اور نوبتہ لکھ دیا پھر قاضی مر گیا اور مدعی نے محکوم علیہ کو دوسرے قاضی کے پاس حاضر کیا اور گواہ پیش کیے کہ فلان فلان قاضی نے اس شخص پر اس قدر مال کا حکم کیا تھا جو اس نوبتہ میں موجود ہو تو دوسرے قاضی اُسپر مال کے واسطے جبر کر سکتا ہے یعنی قید کر سکتا ہے بشرطیکہ ایلا حکم صحیح واقع ہوا ہو اور اگر گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے یہ بیان کیا کہ کسی قاضی نے ہم کو گواہ کیا تھا کہ اس شخص پر مال چاہیے ہے تو دوسرے قاضی اُسپر قید و جبر نہ کرے گا اور ایسا ہی تمام فعلوں میں ہے کہ اگر وہ فعل ذکر کیا اور اُس کے فاعل کے نام و نسب سے آگاہ نہ کیا تو گواہی قبول نہوگی کذا فی خلاصہ

۲۷۷
ایک سوال باب۔ جرح و تعدیل کے بیان میں جرح ایسا طعن کرنا جس سے گواہی مقبول نہو تعدیل گواہوں کی عدالت ظاہر کرنا کہ جس سے گواہی مقبول ہو۔ شاہد گواہ۔ مشہورہ جس شخص کے حق میں گواہوں نے گواہی دی۔ مشہود علیہ جس شخص پر گواہوں نے گواہی دی۔ مزکی پاک کر سنے والا اور مراد جو گواہوں کو عیب سے

ایک بتلاوے۔ واضح ہو کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی گواہوں کے حال سے سوال نہ کرے گا مگر جیسی کہ خصم ان میں طعن کرے اور علما صحیحین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک گواہوں کو دریافت کرے گا اگرچہ خصم نے ان میں طعن نہ کیا ہو اور فتوے صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ ہی کے قول پر ہے اور یہ اختلاف سوائے حد و قصاص کے ہے اور حدود و قصاص میں بالاجماع قاضی گواہوں کے حال کو دریافت کرے گا اگرچہ خصم نے ان میں طعن کیا ہو جب خصم نے گواہوں میں طعن کیا تو ظاہری عدالت پر قاضی فیصلہ نہ کرے گا یہ جو امر اخلاطی میں لکھا ہے۔ گواہوں نے اگر خصم پر گواہی دی اُس کے بعد خصم نے ان کی تعدیل کی تو اُس کی چند صورتیں ہیں اگر اُس نے کہا کہ یہ لوگ عدول ہیں جو کچھ انھوں نے مجھ پر اس گواہی میں بیان کیا ہے سچ کہا ہے۔ یا یہ لوگ عدول ہیں مجھ پر ان کی گواہی جائز ہے یا ان لوگوں نے مجھ پر حق کے ساتھ گواہی دی یا کہا کہ جو کچھ انھوں نے اس گواہی میں بیان کیا ہے حق ہے۔ تو ان چاروں صورتوں میں جس کی گواہی گواہوں نے دی ہے قاضی اسکا حکم دیے گا کیونکہ یہ الفاظ اس شخص کی طرف سے مال کا قرار ہیں پس فیصلہ اقرار پر ہو نہ گواہی پر اور اگر اُس نے بیان کیا کہ یہ گواہ عدول ہیں لیکن انھوں نے خطا کی یا کہا کہ یہ لوگ عدول ہیں اور اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکتے ہیں اگر مشہود علیہ عدل ہو اہل تعدیل سے ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابویوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک قاضی دونوں گواہوں کی گواہی پر عدول اس کے کہ مزکی سے ان کا حال دریافت کرے فیصلہ کر دے گا اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جب تک مزکی سے دریافت نہ کرے دونوں کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اسکی تعدیل صحیح نہیں ہے اور قاضی نہ دیکھا اور یہ اقرار خصم کا کہ یہ لوگ عدول ہیں اپنی ذات پر حق ثابت ہونے کا اقرار نہ کر دانا جائے گا اور جب کہ اسکی تعدیل صحیح نہ ہوگی کیونکہ وہ فاسق مستور الحال تھا تو قاضی دریافت کرے گا کہ گواہوں نے سچ کہا یا جھوٹ کہا پس اگر اُس نے جواب دیا کہ سچ کہا تو یہ اقرار ہو جائے گا تو قاضی اُس کے اقرار پر فیصلہ کرے گا اور اگر اُس نے کہا کہ جھوٹ کہا تو فیصلہ نہ کرے گا یہ مشہود علیہ ہے اگر گواہی دینے سے پہلے گواہوں کی تعدیل کی کہ یہ لوگ عدول ہیں اور جب انھوں نے اُس پر گواہی دی تو اُس سے انکار کیا اور قاضی سے طلب کیا کہ گواہوں کی حالت دریافت کرے تو قاضی انکی حالت دریافت کرے گا اور اُس کا گواہی دینے سے پہلے یہ کہنا کہ یہ لوگ عدول ہیں اس درخواست کو ضحہ نہیں ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ گواہی دینے سے پہلے عادل تھے اور جھوٹی گواہی کی وجہ سے مجروح ہو گئے۔ ایک شخص پر دو گواہوں نے کسی حق کی گواہی دی پس ایک کی تعدیل کی اور کہا کہ وہ عدول ہے مگر اُسے خطا کی یا اسے وہم ہو گیا تو قاضی دوسرے گواہ کو اُس سے دریافت کرے پس اگر اُسے دوسرے گواہ کی تعدیل کی تو قاضی دونوں کی گواہی پر فیصلہ کرے اس واسطے کہ یہ کہنا کہ اُسے خطا کی یا اسے وہم ہو گیا جرح نہیں ہے اور چونکہ دوسرے کی بھی اُسے تعدیل کی تو دونوں عادل ٹھہرے پس دونوں کی گواہی پر فیصلہ جائز ہے۔ اگر کسی شخص پر گواہوں نے کسی حق کی گواہی دی پھر مشہود علیہ نے گواہی

۱۔ قرظ ظہری واضح ہو کہ امام رحمہ کے نزدیک ظاہر میں کوئی اور علان عدالت نہ ہو تو بظاہر عادل قرار دیا جائیگا مگر مستور الحال کو عادل نہیں کہتے ہیں ۲۔ ظاہر میں کہ مزکی میں عدالت شرط نہیں ہے ۳۔

کے بعد کہا کہ جس چیز کی فلاں شخص نے مجھ کو اہی دی ہے حق ہو یا کہا کہ جسکی گواہی مجھ فلاں شخص نے دی ہے وہی حق
 تو قاضی اسی پر فیصلہ کر دیکھا اور دوسرے گواہ کو دریافت نہ کر گیا کیونکہ اُس نے اپنی ذات پر حق کا اقرار کیا تو اُسے اقرار
 پر فیصلہ کر دے گا اور اگر گواہی دینے سے پہلے اُسے یہ کہا کہ جو کچھ فلاں گواہ مجھ پر بیان کرے گا وہ حق ہے یا کہا کہ جو کچھ
 یہ شخص مجھ پر بیان کرے گا وہ حق ہے پھر جب دونوں نے گواہی بیان کی تو اُس نے قاضی سے درخواست کی کہ ان کے
 حال کو دریافت کرے کیونکہ انھوں نے میرے حق میں جھوٹ بیان کیا ہے اور مجھے یہ گمان نہ تھا کہ ایسا بیان کر سکتے
 تو قاضی دونوں کو دریافت کرے گا پس اگر دونوں کی تعدیل کی گئی تو انکی گواہی پر حکم دے گا اور اگر تعدیل نہ
 کی گئی تو فیصلہ نہ کر گیا اور دریافت حال سے پہلے حکم دینا جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ترکیہ
 کی دو تین بین ایک خفیہ اور ایک ظاہر پس ظاہر ترکیہ و تعدیل یہ ہے کہ معدل قاضی کے دربار میں حاضر ہو اور
 قاضی گواہوں کے سامنے انکا حال اُس سے دریافت کرے پس تعدیل کرنے والا سامنے کہے کہ یہ عدول ہیں۔ اور
 خفیہ تعدیل یہ ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے سے خفیہ دریافت کرے کہ فلاں گواہ کیسا ہے اور وہ یا انکی تعدیل کرے
 یا اس میں جرح بیان کرے یہ جو امر اخلاقی میں لکھا ہے۔ اور تعدیل کرنے والے کو یہ کہنا ضرور ہے کہ یہ گواہ عادل
 اور انکی گواہی جائز ہے کیونکہ عادل غلام بھی ہو تا ہے اور اُسکی گواہی جائز نہیں ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے اور
 ظہیر میں ہے کہ اسی پر اعتماد ہے۔ فتاویٰ عتابیہ میں ہے کہ یہ کہنا کہ میرے علم کی صورت میں وہ عادل ہے تعدیل نہیں ہے اور
 یہ کہنا کہ میرے علم میں عدل ہے یا میں اُسکو عدل جانتا ہوں تعدیل ہے۔ اور بالقاضی میں لکھا ہے کہ یہ کہنا کہ وہ لوگ
 عدول ہیں وہ تعدیل نہیں ہے اور اگر تعدیل کرنے والے نے کہا کہ یہ لوگ ثقہ ہیں تو تعدیل بالیقین نہیں ہے اور قاضی
 اسی پر اکتفا نہ کرے کیونکہ یہ لفظ مستور الحال پر بھی بولا جاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ تعدیل ہے اور اگر فرمائی کہ
 کہ میں اس شخص سے سوائے خیر کے نہیں جانتا ہوں تو ادب القاضی میں لکھا ہے کہ یہ تعدیل ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف
 رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ تعدیل نہیں ہے اور اصح یہ ہے کہ یہ تعدیل ہے اور امام محمد
 رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اگر مزکی عالم ہوشیار ہو تو اُس سے اسی لفظ پر اکتفا کیا جائے گا اور اگر عالم
 نہ ہو تو کفایت نہ کی جائے گی۔ اور اگر کہا کہ میں اہل شخص سے سوائے ایک خصلت کے انواع خیر سے اور کچھ نہیں
 جانتا ہوں تو یہ تعدیل نہ ہوگی اور اگر کہا کہ یہ شخص ہمارے علم کی صورت میں عادل ہے تو بعض علماء نے کہا کہ یہ
 تعدیل ہے اور ایسا ہی شریح رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے اور اصح یہ ہے کہ تعدیل نہیں ہے۔ اور اگر کہا کہ یہ شخص عادل
 ہے اگر اُس نے شراب نہ پی ہو ورنہ تو یہ تعدیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے تو تعدیل نہیں ہے
 جرح ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اور خفیہ تعدیل کی یہ صورت ہے کہ قاضی ایکے قہر میں گواہوں کے نام اور
 نسب اور ان کا حلیہ اور قبیلہ اور محلہ اور باڑا اگر بازاری ہو لکھ کر مزکی کے حوالہ کرے اور مزکی ان کے پڑوسیوں
 سے نوکر لکھا کیونکہ دعا علیہ کا قول سابق بعد گواہی ادا ہونے کے اقرار ہو گا اور چونکہ معلق بشرط ہے لہذا باطل کا عدم ہوا ۱۱۰۰
 میرے علم آدہ ہو تو عدل تھا علم یعنی درانچ من میدانم و یحتمل المصدر یہ فتاویٰ نے علمی سوا قائل ۱۱

میں سے اہل ثقہ و امانت سے اُن کا حال دریافت کرے اور علانیہ کی یہ صورت ہے کہ قاضی طالب کو حکم دے کہ وہ ایک قوم کو حاضر کرے جو لوگ گواہوں کی بلفظ شہادت تعدیل کرتے ہوں مگر اُس میں عدد شرط ہو کیونکہ یہ بمعنی شہادت کے ہے اور بدین وجہ ایسے شخص سے یہ تعدیل صحیح نہیں ہے کہ جو گواہی کا اہل نہیں ہو اگرچہ عادل ہو اور علانیہ تعدیل میں تعدیل کرنے والے اور گواہ کا یکجا جمع ہونا ضرور ہے اور ہمارے زمانہ میں خفیہ تعدیل پر اکتفا کیا جاوے کیونکہ علانیہ تعدیل میں بڑا فتنہ ہے اور بلاے عظیم ہو۔ اور قاضی کو چاہیے کہ اس دریافت حال کے واسطے ایسے لوگوں کو اختیار کرے کہ جو لوگوں سے ثقاہت اور امانت میں بڑھکر ہوں اور اُن کو آگاہی لوگوں سے زیادہ ہو اور تمیز دار ہوں اور لوگوں میں اس واسطے مشہور نہ ہوں کیونکہ اگر لوگ اُن سے واقف ہو گئے تو اُن کو ایذا پہنچا دینگے یا دھوکا دینگے اور تعدیل کرنے والے مری کو چاہیے کہ گواہوں کا حال اُس کے بڑے سیون اور اہل مال سے دریافت کرے پس اگر اُس کا عدل ہو نا ثابت ہو تو رقمہ میں لکھ دے کہ میرے نزدیک عادل اور اُس کی گواہی جائز ہو ورنہ لکھ دے کہ میرے نزدیک عادل نہیں ہے اور رقمہ پر مہر کر کے واپس کر دے پس قاضی مدعی سے بیان کرے گا کہ تیرے گواہوں میں سستی بیان کی گئی اور جرح بیان کی گئی نہیں کہنا چاہیے یا بیان کرے کہ تیرے گواہوں کی تعریف نہیں بیان کی گئی کیونکہ ایسے الفاظ مسلمانوں کی پردہ پوشی کے مناسب ہیں اور بصدور امکان مسلمان کی پردہ پوشی واجب ہے یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر قاضی نے تعدیل خفیہ اور تعدیل ظاہر دونوں کو جمع کیا تو بہتر ہے اور مراد یہ ہے کہ جب تعدیل کرنے والے نے خفیہ گواہوں کی تعدیل کی تو قاضی گواہوں اور تعدیل کرنے والے کو اپنی مجلس میں جمع کرے اور تعدیل کرنے والے سے دریافت کرے کہ انھیں لوگوں کی تو نے تعدیل بیان کی ہو اور کتاب الاقتضیہ میں ہے کہ جو معتدل خفیہ طور پر بھتا دہی علانیہ ہونا چاہیے اور یہ ہمارے اصحاب کا قول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر قاضی نے احتیاط کی اور علاوہ پہلے مری کے دوسرے سے دریافت کیا تو اسکے ساتھ بھی وہی برتاؤ کرے جو اُس نے پہلے کے ساتھ کیا ہو اور اُس کو آگاہ نہ کرے کہ میں نے بذریعہ دوسرے کے اُنکا حال دریافت کیا ہے۔ پس اگر پہلے نے اُنکی جرح کی اور دوسرے نے اُنکی تعدیل کی تو تعارض سے دونوں ساقط ہو گئے۔ پس تیسرے نے اگر اُنکی تعدیل کی تو عدالت اولیٰ ہو اور اگر جرح کی تو جرح اولیٰ ہوگی اور تعریف مثل تعدیل کے ہو اور عورت کی طرف سے بھی دونوں درست ہیں یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے تعدیل علانیہ ایسے شخص کے لیے صحیح نہیں جسکے لیے گواہی جائز ہو اور تعدیل ظاہر غلام اور مکاتب اور عورت اور محدود القذف کی صحیح نہیں ہو اور تعدیل والدین اور مولودین کی بھی صحیح نہیں ہو اور خفیہ تعدیل ان لوگوں کی صحیح ہے اور علانیہ تعدیل کے واسطے وہی شرطیں ہیں جو شہادت کی شرطیں ہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور کا فر گواہوں کے معتدل مسلمان ہونا چاہیے میں پس اگر مسلمانوں نے اُن کو نہ پہچانا تو مسلمانوں سے ملے قول شہادت یعنی اس طرح کہتے ہوں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ یہ گواہ عادل ہیں۔ قول عدد شرط ہو یعنی جو شہادت کے لیے ضروری ہیں ۱۰ ملے قول اس واسطے یعنی مشہور نہ ہو کہ یہ لوگ معتدل ہیں گواہوں کی تعدیل کرنے کے لیے قاضی کی طرف سے منتخب ہیں کہ ان کو

مشرکوں کے عادل لوگ دریافت کرے پھر یہ لوگ مشرکوں کے گواہوں کی حالت دریافت کریں۔ اور دعویٰ کا خود تعدیل کرنا ہیج ہے۔ اگر ایک جماعت نے تعدیل کی اور دو شخصوں نے جرح کی تو جرح اولیٰ ہو کر جبکہ ان میں باہم تعصب واضح ہو تو ایسا نہیں ہے بلکہ ان کی جرح مقبول نہ ہوگی۔ اگر کسی گواہ کا فسق ظاہر ہو اور ایک سال یا زیادہ غائب رہا اور اسکی غیبت منقطعہ تھی پھر وہ آیا اور اس سے سوائے صلاحیت کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوا تو تعدیل کرنے والے کو اس پر جرح نہ کرنا چاہیے۔ اگر دونوں گواہوں کی تعدیل ان کے مرجانے کے بعد ہوئی تو قاضی ان کی گواہی پر فیصلہ کر دے گا اور یہی طرح اگر دونوں غائب ہو گئے پھر دونوں کی تعدیل کی گئی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر دونوں گونگے اندھے ہو گئے پھر ان کی تعدیل ثابت ہوئی تو ان کی گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا یہ خزانۃ المفتین میں لکھا ہے۔ معدل ایسا ہونا چاہیے کہ فقیر یا طامع نہ ہو کہ اس کو مال سے فریب دیدیوین اور فقیہ ہونا چاہیے کہ اسباب جرح و تعدیل کو پہچانتا ہو۔ اگر قاضی و معدل پائے ایک عالم فقیر اور دوسرا غیر عالم غنی تو عالم کو اختیار کرے اور اگر اس نے ثقہ عالم یا پاکہ لوگوں سے کم ملتا ہے اور دوسرا ثقہ غیر عالم یا پاکہ لوگوں سے میل رکھتا ہے تو بھی عالم کو اختیار کرے کیونکہ وہ علم کے ذریعہ سے جرح و تعدیل پر قادر ہوگا اور غیر عالم عادل و غیر عادل کو نہیں پہچانتا ہے تو اسوجہ سے عالم بہتر ہے اور اولے یہ کہ مزی مغل نہ ہو اور گوشہ نشین نہ ہو کیونکہ ایسے شخص کو کسی کے معاملہ سے خبر نہیں ہو سکتی ہو تو اس کے نزدیک دل اور غیر عادل کی تمیز نہ ہوگی اور واضح ہو کہ مزی اور ایلچی جو قاضی کی طرف سے مزی کے پاس آیا اور مترجم جو دوسری بائی لے گا ترجمہ کرتا ہو ان لوگوں میں تعداد کہ دو ہوں یا چار یا کس قدر شرط نہیں ہے اور یہ امام عظمیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ اور ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو اور ایک شخص کافی ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عدد شرط ہے اور ایک کافی نہیں ہے اگر مشہود یہ ایسا حق ہو جس میں دو گواہوں کی گواہی کافی ہو تو دو کافی ہونگے اور اگر ایسا ہو کہ جس میں چار کی ضرورت ہے تو چار کی شرط ہوگی اور عدد کے سوا اجماع ہو کہ سوائے تلفظ بلفظ شہادت کے باقی سب شرطیں شہادت کی عدالت اور بلوغ اور بنیائی شرط ہیں اور یہ شرطیں کہ محدود القدر نہ ہوں ظاہر الروایہ کے موافق آزاد ہونا بالاجماع شرط ہے اور اگر مشہود علیہ مسلمان ہو تو اسلام بالاجماع شرط ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ لفظ شہادت بولنا شرط نہیں ہے۔ اور عدد کا اختلاف خفیہ تعدیل میں ہو اور اگر علانیہ تعدیل ہو تو بالاجماع عدد شرط ہے۔ اور ابو علی نسفی نے جو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خفیہ تعدیل میں ان کے نزدیک عدد شرط نہیں ہے ترجمان اگر اندھا ہو تو غیر روایت الاصول میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اسکا ترجمہ جائز نہیں ہے کیونکہ اندھا ہونا جرح ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ جائز ہے۔ اور ایک عورت ثقہ ہو آزادہ ہو تو اسکا ترجمہ مثل مرد کے صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے اور یہ حکم ان چیزوں میں ہوا قسم مال وغیرہ کہ جن میں عورت کی گواہی جائز ہو اور جن صورتوں میں اس کی گواہی مقبول نہیں ہے تو اس کا ترجمہ بھی مقبول نہیں ہے۔ کتاب الاقصیہ میں ہے کہ اگر مزی کی شہادت

کی تعدیل کا ارادہ کیا تو چاہیے کہ یہ کہے کہ وہ لوگ عادل ثقہ جائز الشہادۃ ہیں اور لکھا ہو کہ یہ الفاظ تعدیل میں ابلغ ہیں۔ اور مزکی کو چاہیے کہ ایسے شخصوں سے دریافت کرے کہ جن میں وہ اوصاف موجود ہوں جو ہم نے مزکی میں شرط کیے ہیں اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ معدل گواہوں کا حال اُنکے پڑوسیوں سے دریافت کرے بشرطیکہ گواہ اور پڑوسیوں میں ظاہری عداوت نہ ہو اور نہ اسکا ان لوگوں پر احسان ہو اور اسی کو امام ابو علی نسفی نے اختیار کیا ہے اور اسکو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔ اور مجملہ اُن لوگوں کے جن سے دریافت کرے ایک گواہ کے رفیق اور اُسکے قرائت دار ہیں اور اگر اُسکے پڑوسیوں اور بآزار یوں میں سے کوئی ایسا شخص نہ ملے جس سے تعدیل ہو سکے تو اُس کے اہل محلہ سے دریافت کرے اور اگر سب کو غیر ملکہ پاوے تو تو اتراخبار پر اعتماد کرے اور اگر اُس نے پڑوسیوں اور محلہ کے سوا غیر لوگوں سے دریافت کیا اور یہ سب غیر ثقہ ہیں پھر یہ سب اُس کی تعدیل یا جرح پر متفق ہووے اور اُس کے دل میں پیدا ہوا کہ یہ سچ کہتے ہیں تو یہ بمنزلہ تو اتراخبار کے ہوگا اور اگر بعضوں نے اُنکی تعدیل کی اور بعضوں نے جرح کی تو اس کا حکم مشل مزکی کے اختلاف کے ہے کہ باہم دومزکی جرح و تعدیل میں مختلف ہووے۔ اور اگر گواہ مسافر ہو کہ خفیہ اسس کا حال دریافت کرنے سے کوئی اسکو نہ پہچانے تو قاضی اُس سے دریافت کرے کہ تیری شناسائی کہاں کہاں ہے اور جب اُس نے انکا نام لیا تو اُسکے شناساؤں کا خفیہ حال دریافت کرے پھر جب دریافت ہو جاوے کہ اُس کے شناسا لوگ لائق تعدیل ہیں تو اُسے گواہ کا حال دریافت کرے اور اُنکی خبر جرح و تعدیل میں اعتماد کرے ورنہ اُس میں توقف کرے اور اُس معدل سے جو اُس کے شہر کا یہاں موجود ہو دریافت کرے اور اگر موجود نہ ہو تو اسکا حال دریافت کرنے کے واسطے اُسکے شہر کے قاضی کو لکھے۔ ہشام رحمہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمد رحمہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے گواہی دی اور وہ پچاس فرسخ کا رہنے والا ہے پھر قاضی نے اپنا ایک امین اجرت پر روانہ کیا کہ وہاں کے معدل سے دریافت کر کے لاوے تو یہ اجرت کس پر ہوگی تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ مدعی پر ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد رحمہ سے روایت ہے کہ قاضی کو نہ چاہیے کہ گواہ کا حال ایسے شخص سے پوچھے جسکا مشہودہ پر کچھ مال آتا ہے جبکہ مشہودہ قاضی کے حکم سے مفلس قرار پایا ہو یا میرے ہو کہ اُسکے مدعی نے دوسرے پر گواہ قائم کیے ہوں۔ اور نظیر اسکی یہ ہے کہ اگر گواہ کا مشہودہ پر کچھ مال آتا ہو اور وہ قاضی کے حکم سے مفلس قرار پایا ہو تو اسکی گواہی اُسکے حق میں اس تہمت کی وجہ سے مقبول نہ ہوگی اور اگر مفلس نہ قرار پایا ہو تو اسکی گواہی مقبول ہوگی۔ اگر ایک مسافر ایک قوم میں آکر ٹھہرا اور کسی مقدمہ میں اس گواہ نے گواہی دی پھر اُس قوم سے قاضی یا معدل نے اُس کا حال دریافت کیا اور اُنھوں نے اُسکی صلاحیت دریافت کی اور ایسی کوئی چیز نہ پائی جس سے اُسکی عدالت ساقط ہو تو امام ابو یوسف رحمہ پہلے فرماتے تھے کہ اگر کچھ عین ٹھہرا اور اُسکی صلاحیت کے سوا کچھ ظاہر نہ ہوا تو اُنکو جائز ہے کہ اُسکی تعدیل کریں اور اگر اس

سے تو اتراخبار یعنی ایسی خبر جو متواتر کثرت لوگوں سے اسکے حق میں سُنی جاتی ہو اس پر اعتماد کرے ۱۱

سے کم ہو تو اسکی تعدیل کی گنجائش نہیں ہے پھر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اس سے رجوع کیا اور کہا کہ اگر ایک سال تک قیام کیا اور انکو سوائے صلاحیت کے کچھ ظاہر نہ ہوا تو اسکی تعدیل کرین وہ نہیں اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ پہلی فتویٰ ہے اور ہشام نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ اسکی تقدیر اتنی مدت تک ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں اسکی عدالت سما جائے اور ابراہیم رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ جس نے عدالت کے واسطے مدت مقرر کی اسنے خطا کی اور اسکی لمبعا دی ہے کہ جب تک انکے دل میں عدالت کا گمان آجائے کہ اترا یا سہا ہوتا ہے کہ ایک شخص کی عدالت دو مہینہ میں معلوم ہو جاتی ہے اور کسی کی عدالت ایک سال میں معلوم نہیں ہوتی ہے اور یہ قول فقہ سے مشابہ ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قیاس پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے یہ تانا ر تانیہ میں لکھا ہے۔ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اسکے واسطے کوئی وقت نہیں مقرر کرتا ہوں اور اس کی مبعاد یہی ہے کہ جب عدالت میں اس کے عدالت آجائے اور وہی پر فتوے ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کوئی لڑکا بالغ ہو اور اس نے گواہی دی تو اسکا حکم بھی مثل اس مسافر کے ہے کہ ایک قوم میں اگر ٹھہرے کہ وہ لوگ اس کی تعدیل نہ کرین جب تک کہ ان کے نزدیک اسکی عدالت ظاہر نہ ہو اور اسکی مدت بقیاس قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ ہے جیسا کہ بیان ہوا اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مقدم نہیں ہے اس کی عدالت دل میں آجائے کا وقت ہے۔ اگر ایک نصرانی اسلام لایا پھر اس نے گواہی دی پس اگر قاضی حالت نصرانیت میں اسکو عادل جانتا تھا تو بلا تامل اسکی گواہی قبول کرے اور اگر نہ کو نہیں پہچانتا تھا تو اس کے پہچاننے والے سے حالت نصرانیت میں اس کی عدالت دریافت کرے اگر عادل تو بلا تامل وہ شخص اسکی تعدیل کرے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ جو لڑکا بلوغ کو پہنچا اور لڑکپن سے بڑا رہا ہونے تک صلاحیت میں نہ ہوا تو اس کی گواہی مقبول ہے اور معدل کو گنجائش ہے کہ اسکی تعدیل کرے اور اگر بالغ ہونے تک اسکی صلاحیت نہ معلوم ہوئی تو اس قدر تامل کرے کہ مثل مسافر کے اس کی صلاحیت دلوں میں آجائے۔ اور اس قول پر لڑکے اور نصرانی کی عدالت سابقہ کیساں معتبر ہے اور اسی کو ابو علی نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے لیکن لڑکے کے بارہ میں مشہور وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کتاب لاقضیہ میں امام محمد رحمہ اللہ روایت ہے کہ دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور دونوں کی نصرانیت میں تعدیل کی گئی پھر مشہور و علیہ مسلمان ہو گیا پھر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کیونکہ وہ دونوں گواہی دینے کے وقت کافر تھے پھر اگر بعد مسلمان ہونے کے دونوں نے دوبارہ گواہی دی تو قاضی معتدل سے جو مسلمان ہو اس کا حال عدالت دریافت کرے فیصلہ کرے گا۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایسا کہ فرما لیا کہ کیا جس سے گواہی سے ساقط ہو گیا پھر اس نے توبہ کی اور قاضی کے سامنے گواہی دی اور ہونہر کچھ زمانہ نہیں گزرا ہے تو معتدل کو اسکی تعدیل نہ کرنی چاہیے تا وقتیکہ اتنا زمانہ نہ گزرے کہ دل میں ٹھیک جاوے کہ اسکی توبہ صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور بعض مشائخ نے اس زمانہ کو چھ مہینہ مقرر کیا ہے اور بعضوں نے ایک سال اور

صحیح یہ ہے کہ یہ مدت قاضی اور معدل کی رائے پر ہے یہ ظہیر میں لکھا ہوا اور اگر اس فاسق نے گواہی دی اور مہنوز وہ فاسق ہی پھر توبہ کی اور اس پر ایک زمانہ گزر گیا اور وہ اپنی توبہ پر مضبوط رہا تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا بلکہ اس کے اعادہ کا حکم کر دے گا پس اگر اسے گواہی کا اعادہ کیا اور معدل نے اس کی تعدیل کی تو قاضی اس کی گواہی کو قبول کرے گا بشرطیکہ اس گواہی کو جو اس نے حالت فسق میں ادا کی تھی بسبب فسق کے رد کر چکا ہو۔ اور اگر کوئی فاسق معروف غائب ہو گیا اور غیبت منقطعہ ہے اور ایک سال دو سال غائب رہا پھر آیا اور اس سے کوئی فعل سوائے صلاحیت کے نہ دیکھا گیا اور اس نے قاضی کے یہاں گواہی دی اور قاضی نے معدل سے اس کا حال دریافت کیا تو معدل کو نہ چاہیے کہ جو حالت اس نے پہلے اس کی دیکھی تھی اس کے سبب سے اس میں جرح کرے اور اس کی تعدیل بھی نہ کرنی چاہیے حتیٰ کہ اس کی عدالت ظاہر ہو اور اس کا حکم بنائے مسافر کے ہے جو ایک قوم میں آکر ٹھہرا اور اس کا حکم گزر چکا ہو اسی طرح اگر کوئی ذمی مسلمان ہوا اور قبل اسلام کے اس سے ایسا فعل سرزد ہوا کہ جو جرح ہے تو اب معدل کو اس فعل کی وجہ سے جرح نہ کرنی چاہیے اور نہ تعدیل کرنی چاہیے یہاں تک کہ اس کی عدالت ظاہر ہو۔ اگر کوئی شخص عدل مشہور غائب ہو گیا پھر آیا اور اسے گواہی دی اور قاضی نے معدل سے اس کا حال دریافت کیا پس اگر غائب ہونا تھوڑے دن اور مسافرت تک ہو تو معدل کو چاہیے کہ اس کی تعدیل کرے اور اگر غیبت منقطعہ ہو مثلاً چھ مہینہ کے راستہ تک پس اگر وہ شخص عادل ہوئے میں مثل امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کے مشہور ہو تو اس کی تعدیل کرنی چاہیے اور اگر ایسا مشہور نہ ہو تو معدل بلا دریافت اس کی تعدیل کرے اگر قاضی کے نزدیک گواہوں کی تعدیل کی گئی اور اسے ان کی عدالت پہچانی پھر کسی مقدمہ میں انھوں نے دوبارہ گواہی دی پس اگر پہلی تعدیل اور دوسری گواہی میں کم مدت گزری ہو تو قاضی بدون دریافت کے ان کی گواہی پر فیصلہ کرے گا اگر زمانہ دراز گزرا تو پھر قاضی ان کا حال دریافت کر لے گا یہ محیط میں ہے اور قریب مدت میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ چھ مہینے سے کم قریب مدت ہے اور بعضوں نے کہا کہ ایک سال سے کم قریب مدت ہے اور صحیح یہ ہے کہ قاضی کی رائے پر ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر تعدیل کر لے نے گواہوں کی عدالت معلوم کی مگر اس کو یہ معلوم ہو کہ مدعی دعویٰ باطل تھا اور گواہوں کو وہم ہوا تو اس کو چاہیے کہ قاضی کے سامنے بیان کرے کہ مجھے ثابت ہوا ہے کہ گواہ عادل ہیں مگر انھوں نے گواہی میں وہم کیا اور مدعی کا دعویٰ باطل تھا تو قاضی تعدیل کر لے کی خبر کی نہایت تفتیش کر لے گا پس اگر اس کو یہ ضریح معلوم ہوئے تو گواہوں کی گواہی رد کر دے گا اور اگر اس کو یہ خبر راست نہ ثابت ہوئی تو گواہی قبول کرے گا۔ اگر معدل کے نزدیک گواہوں میں کوئی جرح ثابت ہوئی تو اس کو صراحتہ ذکر نہ کرے بلکہ تقریض یا کنایہ سے بیان کرے مثلاً کہے کہ واشر اعلم یا مثل اسکے تاکہ بقدر امکان پردہ مسلمان کا باقی رہے اور بعضے مشائخ نے کہا کہ جرح اور اس کا سبب ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی اس میں غور کرے پس اگر وہ واقعہ میں جرح ہو تو ان کی گواہی رد کرے ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے قال المترجم۔ دونوں قولوں میں اس طرح توفیق ممکن ہے کہ اگر

معدل عالم ہو تو کیا یہ اور قریض کافی ہو اور اگر جاہل ہو تو جرح اور سبب بیان کرے کہ قاضی سپین غور کرے کہ واقع
 میں جرح ہو یا نہیں ہو و اللہ اعلم اگر معدل گواہ کو نہیں پہچانتا ہو اور اسکے سامنے دو عادلوں نے اسکی تعدیل
 کی تو اسکو تعدیل کرنا جائز ہو کہ اس صورت میں معدل بمنزلہ قاضی کے ہو جائیگا یہ قادی قاضی خان میں ہو
 افتاد ای ابو الیث میں ہو کہ وہ گواہوں نے قاضی کے پاس گواہی دی اور وہ ایک کے عادل ہونے سے
 واقف ہو اور دوسرے کو نہیں جانتا ہو پھر عادل نے دوسرے کی تعدیل کی تو فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی
 تعدیل مقبول نہوگی اور ابن سلیم سے دور و اتین میں اور فقیہ ابو بکر بخاری سے روایت ہے کہ تین گواہوں نے گواہی
 دی اور قاضی دو گواہوں کی عدالت سے واقف ہو بخون نے قریض کے کی تعدیل کی تو تعدیل درست ہوگی اس
 گواہی میں مقبول نہوگی دوسری گواہی میں مقبول ہوگی اور یہ قول فیصلہ کے موافق ہو اور اسی پر فتوے ہے
 نوائل میں ہو کہ اگر تعدیل کرنے والے سے گواہ کا حال دریافت کیا گیا اور وہ خاموش رہا تو یہ جرح ہو اور پھر اس
 میں لکھا ہو کہ اگر گواہ خفیہ فتن کرنا تھا اور ظاہر میں عادل تھا اور قاضی نے چاہا کہ گواہی پر فیصلہ کرے پھر اسے
 اپنے حال سے خود خبر کر دی کہ میں عادل نہیں ہوں تو اسکا اقرار صحیح ہو مگر اسکو ایسے وقت میں یہ کلام روا نہیں
 ہو کیونکہ سپین مدعی کا حق باطل ہوتا ہو اور اپنا پردہ فاش ہوتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر گواہوں نے حد یا قصاص
 میں گواہی دی تو قاضی اسکے حال سے خوب ثانی بحث کرے کہ اچھی طرح معلوم ہو کیونکہ اکثر سپین بحث میں کوئی ایسی
 بات ظاہر ہوتی ہو جس سے حد ساقط ہو جاوے کیونکہ حدودہ قریض شہادت سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ مدعی کو معلوم ہو
 کہ معدل نے اسکے گواہوں پر جرح کی اور اسے قاضی سے کہا کہ میں اہل ثقہ و اہل امانت ایسے لاہا ہوں جو ان
 گواہوں کی تعدیل کریں یا قاضی سے کہا کہ میں ایسے لوگ نہ کو بتلا ہا ہوں کہ ثقہ ہیں اور وہ لوگ ان گواہوں کی
 تعدیل کرینگے تم ان سے دریافت کرو اور اسے ایسے لوگوں کے نام لیے جو اس لائق تھے کہ ان سے دریافت
 کیا جاوے تو قاضی اسکے قول کی سماعت کر گیا پھر وہ ایک قوم کو لایا کہ جو عادل تھے اور جب اسے گواہوں کی
 کیفیت دریافت ہوئی تو انھوں نے تعدیل کی تو طعن کرنے والوں سے دریافت کرے کہ تم نے کس چیز سے جرح کی
 ہو کیونکہ ممکن ہے کہ بعض چیزیں انکے نزدیک جرح ہوں اور قاضی کے نزدیک جرح نہ ہوں پس اگر انھوں نے ایسی
 وجہ بیان کی جو سب سے نزدیک جرح ہو تو جرح مقدم ہوگی ورنہ التفات نہ کر گیا اور تعدیل کرے والوں کی تعدیل
 مقدم ہوگی۔ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونوں گواہ غلام ہیں اور انھوں نے کہا کہ ہم آزاد ہیں کبھی ملوک نہیں ہوتے
 ہیں تو اسپین دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اگر قاضی انکو پہچانتا ہو اور اسکے آزاد ہونے کو پہچانتا ہو تو مشہود علیہ کے
 قول پر التفات نہ کر گیا اور اگر دونوں کو نہیں پہچانتا ہو اور دونوں مہول ہیں تو مشہود علیہ کے قول قبول کر گیا اور
 انکی گواہی قبول نہ کر گیا کیونکہ آزاد ہی اگرچہ اصل ہے لیکن چار جگہ اسکا اعتبار نہیں ہوتا ہوا ہونچلے اسکے ایک مقام پر
 کہ یہاں اس قاعدہ کا اعتبار نہوگا کہ آزاد ہی اہل ہے لیکن اگر دونوں گواہوں نے اپنی آزادی پر گواہی پیش کیے
 تو انکی گواہی مقبول ہوگی یا مدعی اسکے آزاد ہونے پر گواہ لاوے اور اگر گواہوں نے قاضی سے کہا کہ تم

ہمارا حال دریافت کرو تو مقبول نہیں ہو لیکن اگر اسکا حال دریافت کرے اور معلوم ہو جاوے کہ آزاد ہیں اور گواہی قبول کرے تو اچھا ہو یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہے۔ اور شہادت اصل میں ہو کہ اگر قاضی نے صرف آزادی کی خبر دینے پر اکتفا کیا تو اچھا ہو اور اگر گواہی طلب کی تو بہت اچھا ہو یہ محیط میں لکھا ہے جو یہ قاضی کو چاہیے کہ جن گواہوں کی تعدیل کی گئی ہو انکے نام دفتر میں تحریر کرے اور یہ نہ چاہیے کہ سب گواہوں کے نام تحریر کرے پھر جن کی تعدیل ہوئی ہو ان کو لکھے۔ اور عدل کے یہ معنی ہیں کہ ایسے فحش کاموں سے جسکے عوض حد ماری جاتی ہے استراذ کرے کذا فی خزانہ المفتین

باب ثانی قاضی کو کب عادل کے ہاتھ سپرد کرنا چاہیے اور کب چاہیے۔ اگر عورت نے اپنے شوہر پر دعویٰ کیا کہ اسنے طلاق دی ہو اور قاضی سے درخواست کی کہ مجھے عادل کے ہاتھ سپرد کرے تاکہ میں گواہ لاؤں تو قاضی فقط دعویٰ پر عادل کے سپرد نہ کرے گا۔ اور اگر ایک گواہ لا کر یہ درخواست کی کہ عادل کے سپرد کرے تاکہ دوسرا گواہ لاؤں تو لحاظ کیا جائے گا کہ اگر طلاق رجعی ہو تو عورت اور شوہر کے درمیان میں روک نہ کیا جائے گی کیونکہ طلاق رجعی سے نکاح نہیں ختم ہوتا ہے۔ اور اگر طلاق بائن ہو پس اگر عورت نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ غائب ہے اور شہر میں نہیں ہو تو بھی یہی جواب ہو کہ دونوں میں روک نہ کیا جائے گا اور اگر اسنے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں ہے پس اگر یہ گواہ جو حاضر ہو فاسق ہو تو بھی یہی حکم ہو کیونکہ فاسق کی گواہی حق اللہ تعالیٰ اور حق العباد کسی میں مقبول نہیں ہو تو اسکا ہونا یا نہ ہونا یکساں ہو۔ اور اگر یہ گواہ عادل ہو تو قاضی اسکو تین روز کی مہلت دیگا اور اگر اسکے اور شوہر کے درمیان میں روک کر دی تو بہتر ہو یہ اصل میں مذکور ہو اور جامع میں اسکے برخلاف مذکور ہو گا اگر ایک عادل نے گواہی دی تو قاضی اسکے شوہر کو اسکے پاس جانے سے منع کرے گا اور یہ سنا ہو۔ اور اگر اسنے دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے طلاق بائن یا تین طلاق پر گواہی دی تو یہ صورت اصل میں مذکور نہیں ہو اور جامع میں ہو کہ قاضی اسکے شوہر کو اسکے پاس جانے اور اسکے ساتھ خلوت میں بیٹھنے سے منع کرے گا جب تک کہ گواہوں کی عدالت دریافت کرنے میں مشغول ہو اور یہ حکم تحسان ہو اور قاضی اسکو اسکے شوہر کے مکان میں سے نہ نکالے گا لیکن اسکے ساتھ ایک امانت دار عورت مقرر کرے گا کہ شوہر کو اسکے پاس آنے سے منع کرے اگرچہ اسکا شوہر عادل ہو اور اس امانت دار عورت کا خرچ بیت المال سے ملے گا پھر اگر گواہ عادل قرار پائے تو دونوں تفریق کر دیگا ورنہ عورت اسکے شوہر کو واپس لے گی۔ اور اگر مدت دراز ہو گئی اور عورت نے قاضی سے نفقہ طلب کیا یا ماہواری کا کچھ خرچ مقرر تھا تو قاضی اسکا نفقہ مقرر کرے شوہر سے دلائل کے بغیر صرف بقدر مدت عدت کے نفقہ لاوے گا پس اگر گواہ عدل قرار پائے تو بقدر اسنے لیا ہو وہ اسکا ہو اور اگر گواہی مردود ہوئی اور عورت شوہر کو واپس لے لی تو بقدر اسنے لیا ہے وہ شوہر واپس لے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد نے اصل میں لکھا ہے کہ اگر باندی یا غلام نے دعویٰ کیا کہ مالک نے آزاد کیا ہو اور اسنے گواہ حاضر نہیں ہیں تو اسکے اور مالک کے درمیان میں روک نہ کیا جائے گی اگرچہ ایک گواہ پیش کریں اور اگر انھوں نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں نہیں ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر انھوں نے کہا کہ دوسرا گواہ شہر میں ہے

پس اگر یہ گواہ حاضر فاسق ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر عادل ہو تو بھی ذکر کیا ہو کہ روک نہ کیا وے گی اور یہ حکم غلام کے حق میں صحیح ہو اور باندی کے حق میں اگر بنا بر روایت صل کے کہا جاوے کہ روک کرنا اچھا ہے تو مناسبت ہے اور جامعگی روایت کے موافق روک کیا وے گی۔ اور اگر دو گواہ مستور الحال قائم کیے تو دونوں کے حق میں روک کیا وے گی یہاں تک کہ گواہوں کی عدالت کا حال کھلے اور یہ حکم باندی میں مطلقاً ہو۔ اور غلام کے حق میں یہی صورت پر معمول ہے کہ جب ایک شخص لاتا ہو کہ ہلاک کر گیا اور سین مشہور ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو غلام میں روک نہ کیا وے گی بلکہ صرف مالک اس کے اور غلام کے نفس پر قبیل لیا جاوے گا۔ واضح ہو کہ عورت یعنی باندی کے واسطے روک کی یہ صورت ہے کہ ایک عورت ثقہ کے سپرد کیا وے اور اس گھر سے نہ نکالی جاوے گی پھر اگر اسے نفقہ طلب کیا تو مالک کے حکم دیا جاوے گا کہ اسکو نفقہ دیوے اور اگر اسے ایک ہمدینہ نفقہ لیا پھر گواہ غیر عادل قرار پائے اور باندی اس کے مالک کو واپس ملی تو مالک اس سے نفقہ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ اور اگر گواہ عادل قرار پائے پس اگر مولیٰ نے اسکو نفقہ احسان کے طور پر دیا ہو یا اسے مولیٰ کے گھر سے لیا ہو تو مثل اور احسانوں کے کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر قاضی نے اس سے جبراً دلایا ہو تو مالک واپس لے لے گا۔ اور اگر دونوں گواہ فاسق ہوں تو باندی کے حق میں روک کر دیا وے گی اور غلام کے حق میں بیخ ایات مختلف ہیں بعض میں روک کیا وے اور بعض میں نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی کا جراثیم شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور باندی نے دعویٰ کیا کہ وہ پہلی حرہ ہے تو اسکی تین صورتیں ہیں یا تو اس نے کوئی گواہ پیش نہ کیا یا ایک گواہ پیش کیا یا دو گواہ مستور الحال پیش کیے پس اگر اسے گواہ نہ پیش کیے اور قاضی سے درخواست کی کہ گواہ حاضر ہونے تک روک کر دیا وے تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا اور اگر ایک گواہ قائم کیا ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر اسے کہا کہ میرے پاس اس کے سوا دوسرا گواہ نہیں ہے تو باندی اور قاضی کے درمیان روک کیا وے گی اور اگر کہا کہ میرا دوسرا گواہ شہر تین چہین دہری مجلس میں حاضر کر دے گی تو فیاً سا روک کیا وے گی اور استحضاراً روک کیا وے گی بشرطیکہ وہ گواہ عادل ہو۔ اور اگر اسے دو گواہ مستور الحال پیش کیے تو قاضی کو چاہیے کہ باندی ایک ثقہ عورت سپرد کرے کہ وہ اسکی حفاظت کرے یہاں تک کہ گواہوں کی حالت دریافت ہووے اور اس کے ہاتھ میں چھوٹے جسکے قبضہ میں ہو گواہ وہ دعا علیہ عادل ہو یا نہ ہو اور یہ حکم اسوقت ہے کہ دعویٰ نے قاضی سے یہ درخواست کی ہو کہ کسی عادل کے پاس سپرد کیا وے لیکن بدون اسکی درخواست کے قاضی سپرد نہ کرے گا اور یہ حکم بھی اسوقت ہے کہ باندی کسی مرد کے قبضہ میں ہو اور اگر عورت کے قبضہ میں ہو اور مرد نے دعویٰ کیا تو کسی عادل کے سپرد نہ کرے گا اگرچہ دعویٰ درخواست کرے اور اسی طرح اگر کسی بیہ عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا تو قاضی اسکا قبیل بنفس لے لے گا اور کسی عادل کے قبضہ میں سپرد نہ کرے گا کیونکہ آزاد حرہ سے حرام وطی کا خوف نہیں ہے کہ وہ اپنے جان کی مالک ہوتی ہے۔ اور بطرح اگر باندی باکرہ اپنے باپ کے گھر ہو تو قاضی علیہ نہ کرے گا۔ ایک شخص کے ساتھ ایک عورت کے دعویٰ کرتی ہے کہ اسے بطور نکاح فاسد کے نکاح کیا ہے اور عورت نے گواہ پیش کر دیے اور مرد کے گمان میں نکاح درست ہے تو قاضی عورت کو جدا کر کے عادل کے سپرد کرے۔

صلہ قبیل بنفس و جس جو وقت طلب حاضر کر دینے کی ضمانت دے جسکو حاضر نہ مانی کہتے ہیں ۱۲

اسی طرح ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے قبضہ میں ہو یہ دعویٰ کیا کہ میں نے یہ باندی اسکے ہاتھ بطور بیع فاسد کے فروخت کی ہو اور اسپر گواہ قائم کیے اور قابض کہتا ہو کہ میں نے صحیح طور پر خریدی ہو یا کہ میں نے اس سے خریدی ہو نہیں کی ہو تو قاضی اسکو جڈا کر لیکا یہ محیط خرسی میں لکھا ہو ایک غلام زید کے پاس ہو اسکا عمرو نے دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہو اور اس دعویٰ پر ایسے دو گواہ پیش کیے کہ جنکو قاضی نہیں پہچانتا ہو تو مدعا علیہ سے غلام نہ لیکا لیکن ایک کفیل بالنفس مدعا علیہ اور غلام کا لیکا اور مدعا علیہ کو حکم دیا کہ اپنے کفیل بالنفس کو وکیل بالخصوص مت کر دے تاکہ اگر وہ غائب ہو جاوے اور کفیل اسکو حاضر نہ کر سکے تو مدعی کفیل کو مخاصم بناوے اور قاضی سپر ڈگری کرے۔ لیکن اگر مدعا علیہ نے وکیل بالخصوص مت دینے سے انکار کیا تو قاضی سپر جبر نہ کر لیکا بخلاف اسکے اگر کفیل دینے سے انکار کیا تو جبر کر لیکا۔ اگر مدعا علیہ نے کوئی کفیل نہ پایا تو قاضی مدعی سے کہیگا کہ اسکے اور غلام کے ساتھ رہنے پر اگر مدعی سے یہ نہ ہو سکا اور مدعا علیہ نے یہ خوف دلایا کہ غلام کو تلف کر دینگا تو قاضی مدعی کا حق نگاہ رکھنے کی غرض سے غلام کسی عادل کے سپرد کر دینگا۔ اور اسی طرح اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ لونڈوں کے ساتھ غلام کرنے میں مشہور ہو تو بھی قاضی اسکو چھینکر عادل کے سپرد کر دینگا لیکن یہ امر یہی صورت میں کچھ دعویٰ دو گواہی پر موقوف نہیں ہو بلکہ جب کوئی غلام کا مالک اس حرکت غلام میں مشہور ہو تو قاضی بطور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اس سے غلام چھینکر عادل کے سپرد کر دینگا۔ پھر عادل کے پاس اس غلام کو حکم دینگا کہ خود کماوے اور خود کھاوے بشرطیکہ وہ کچھ کمائی کر سکتا ہو۔ اور یہی حکم باندی کے واسطے نہیں مذکور ہو اور وجہ یہ ہو کہ عورت اس سے عاجز ہوتی ہو جسے کہ اگر عاجز نہ ہو مثلاً باندی نہ لانے یا روٹی پکانے میں مشہور ہو تو اسکو حکم کیا جائے گا کہ ان کاموں سے کما کھاے اگر غلام چھوٹے ہیں یا مرض سے کمائی نہ کر سکے تو مدعا علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ اسکو نفقہ دیوے اور اس صورت میں غلام اور باندی میں کچھ فرق نہیں ہو ایسا ہی فقیہ بوکر بخٹی اور ابو اسحاق الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہو کہ زید کے پاس ایک باندی ہو کہ اسکا عمرو نے دعویٰ کیا کہ میری ہو اور مدعوے پر گواہ پیش کیے اور وہ لوگ عادل قرار پائے۔ اور قاضی نے وہ باندی مدعا علیہ سے لیکر کسی عادل کے پاس رکھی تھی اور مدعا علیہ بھاگ گیا۔ تو امام محمد نے فرمایا کہ عادل کو حکم دینگا کہ اس سے مزدوری کراوے اور اسکو کھلاوے اور اگر یہی باندی مزدوری کے لائق نہیں ہو تو حکم دینگا کہ فرض اسکے نفقہ میں لگاوے۔ پھر جب نامیدی ہو جاوے کہ اسکا مالک آدینگا تو باندی فروخت کراوے اور پہلے فرضہ داکر دینگا پھر باقی وقت کر دینگا پھر جب اس کا قابض آیا تو سپر باندی کی قیمت دینے کا حکم دینگا اور اگر مقضی علیہ پر فرض ہو تو باندی کا مستحق اس میں کا زیادہ حقدار ہو کیونکہ وہ بمنزلہ زمین کے عادل کے پاس ہو۔ ایک گھوڑا یا کپڑا کسی شخص کے پاس ہو کہ اسکا دوسرے نے دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکو عادل کے پاس رکھے تو قاضی یہ درخواست نامنظر کر لیکا لیکن بالنفس مدعا علیہ سے اور اس خیر کیطرت سے جہن دعویٰ ہو لے لیکا اور کفیل بالنفس کو وکیل بالخصوص مت بنا دینگا بشرطیکہ مدعا علیہ راضی ہو اور ہمارے نزدیک نفقہ دینے کیلئے قابض پر جبر نہ کیا جائیگا یعنی اس صورت میں بخلاف ملوک کے اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میری طرف سے

کوئی کفیل نہیں ہوتا ہو تو مدعی سے کہا جائیگا کہ راست ہون اسکے ساتھ رہا کرے تاکہ اس کا حق محفوظ رہے پس اگر مدعا علیہ فاسق ہو کہ
اس چیز کے تلف کرنے کا خوف دلاتا ہو اور کفیل دینے سے اسے انکار کیا ہو اور مدعی اسکے ساتھ نہ رہ سکتا ہو تو قاضی مدعی
سے کہیگا کہ میں مدعا علیہ پر گھوڑے کا فقہہ لانیسے لیے جبر نہیں کر سکتا ہوں اگر تو چاہتا ہو کہ میں کسی عادل کے پاس رکھوں
تو اس کا فقہہ تیرے اوپر ہو ورنہ میں رکھوں گا لکن انی الذخیرہ میثام نے امام محمد سے روایت کی کہ میں نے امام محمد سے دریافت
کیا کہ ایک شخص کے پاس ترچھوارے یا نازہ مچھلی یا مثل اسکے کوئی چیز ہو کہ اس کا دوسرے نے دعویٰ کیا کہ میری ہو اور وہ
چیز ایسی ہو کہ اگر رکھی جاوے تو بگڑ جاوے اور مدعی نے کہا کہ میرے گواہ شہر میں ہیں میں ان کو حاضر کروں گا تو امام محمد نے فرمایا
کہ اتنا وقفہ نہیں دے گا لیکن مدعی سے کہیگا کہ اگر تو چاہے تو اس سے قسم لیاوے پس اگر اسے قسم کھالی تو مدعی کو اس کا
پچھا کر لینا اختیار نہیں ہو۔ اور اگر اسے کہا کہ میں آج ہی گواہ حاضر کروں گا تو میں اس کو قاضی کے قیام تک مہلت دے گا
اور مدعا علیہ سے کہیگا کہ قاضی کے اٹھنے تک یہاں سے نہ ٹلنا پھر اگر اتنے وقت میں یہ چیز بگڑ گئی تو مدعی ضامن ہوگا
عمر و ابن ابی عمرو نے امام محمد سے روایت کی ہو کہ کسی نے دوسرے سے مچھلی یا گوشت تازہ تر یا فاکہ وغیرہ ایسی چیزیں
جنہیں جلد فساد آجاتا ہو خریدیں پھر پائے نے انکار کیا پھر مشتری نے دو گواہ یا ایک گواہ ایسا قائم کیا کہ جسکے دریافت
حال کی ضرورت ہو پھر پائے نے کہا کہ اگر گواہوں کے حال دریافت ہونے تک یہ چیز اسی طرح چھوڑی جاوے تو بگڑ جائیگی
امام محمد نے فرمایا کہ اگر مدعی نے ایک گواہ پیش کیا اور کہا کہ دوسرا گواہ حاضر ہو تو جب تک بگڑے گا خوف نہ ہو دوسری گواہی کی
مہلت دیا جائیگی پس اگر دوسرا گواہ حاضر ہو تو خیر ورنہ اسکی راہ چھوڑ دیا جائیگی اور مشتری کو منع کیا جائیگا کہ اس سے تعذر نہ کرے
اور اگر اسے دو گواہ قائم کیے تو جب چیز کے فساد اور بگڑ جانے کا خوف ہو تو پائے کو حکم دیا جائیگا کہ مشتری کے حوالے کرے پس مشتری
نے قبضہ کر لیا تو قاضی اسکو لیکر اپنے امین کو دیگا کہ اسکو بچا کر دم عادل کے پاس لے کر گواہوں کی تعین لگائی تو وہ بین مشتری کا
ہو اور اگر تبدیل نہ ہوئی تو وہ بین پائے کو دیا جائیگا شیخ الاسلام خواہر زادہ نے ذکر کیا کہ اگر دعویٰ سیال منقولہ میں ہو اور مدعی نے
قاضی سے درخواست کی کہ اسکو عادل کے پاس رکھے اور اس پر کفانہ کیا کہ مدعا علیہ در مال کے واسطے دونوں کی طرف سے
کفیل بانفس لیا جاوے پس اگر مدعا علیہ عادل ہو تو یہ درخواست منظور نہ ہوگی اور اگر فاسق ہو تو منظور ہوگی یہ محیط میں
لکھا ہو۔ اگر عقار کا جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے تو عادل کے سپرد کرنے یا کفیل لینے کا قاضی حکم دیگا
اگر جبکہ دعویٰ کسی میں کی بابت ہوا وہ بین و زنت ہوں اور درختوں پر چل ہوں تو کسی عادل کے قبضہ میں دیا جائیگی
یہ محیط خمری میں لکھا ہوا دہلی قاضی میں ہو کہ اگر ایک شخص نے قاضی سے کہا کہ مجھے اپنے شوہر سے خوف ہو کہ وہ حالت
جیض میں میرے پاس سوڑے اسواسطے تم مجھے کسی عادل کے سپرد کرو تو صرف انکس نہ کرے گا ایک باندی یا دو شخصوں میں
مشترک بنی اور اسکی بابت ہر ایک دوسرے سے بدگمانی نہ پھرائے بخیر کیا کہ ایک ن تیرے پاس اور ایک میرے پاس
رہے اور دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم کسی عادل کے سپرد کر دیں تو امام محمد نے فرمایا کہ میں ہر ایک کے پاس ایک ایک روز
رہنے کی اجازت دوں گا اور عادل کے پاس رکھوں گا مثلاً نے فرمایا کہ فرج کے معاملہ میں دولے اس مقام کے ہر جگہ احتیاط

کیا جاتی ہو شہداء باندہوں کی آزادی میں یا عورتوں کی طلاق میں خواہ گواہی ہو یا نہ ہو احتیاط کی جاتی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے
تیسواں باب ایک قاضی کے دوسرے قاضی کو خط لکھنے کے یا نہیں اگر ایک شخص نے قاضی کے آگے اگر درخواست
 کی کہ فلاں شخص جو فلاں شہر میں ہو میرے راجع ہو اسکے گواہ بن لیوے تاکہ اس شہر کے قاضی کو گواہوں کی سماعت لکھے تو
 قاضی اسکے گواہوں کی گواہی کو اس حق کے بارے میں جبکا دعویٰ کرتا ہوئے گا اور ضمانت؟ نے ادب قاضی میں لکھا ہے کہ قاضی نصف
 شہادت پر فرمان لکھے اگر ایک شخص نے قاضی کے سامنے ایک گواہ پیش کیا کہ فلاں شخص پر اس کا حق ہو یا عورت پر گواہی دی
 لیا گواہی پر گواہی ہوئی تو قاضی اسکو لکھے گا یہ محیط شخصی میں لکھا ہے۔ جانتا چاہیے کہ قاضی کو قاضی کا خط معاملات میں
 بہ خلاف قیاس محبت شرعی ہو گیا ہو اور خلاف قیاس اس واسطے ہو کہ خط کبھی جھوٹا بنایا جاتا ہو اور ایک خط دوسرے
 خط سے مشابہ ہوتا ہو اور دوسری ہر سے مشابہ ہوتی ہو لیکن ہم نے اسکو بالاجل محبت گردانا ہو مگر قاضی مکتوب الیہ
 اسکو تمام شرطوں پر پائے جانے کے وقت قبول کر گیا مجملہ لکھے یہ ہو کہ جب تک لکھے گواہوں سے یہ نہ ثابت ہو کہ یہ فلاں قاضی کا خط ہو تو
 ایک قبول کر گیا۔ اور جن چیزوں میں قیاس کے موافق عمل ہو مجملہ لکھے حدود و قیاس اور منقولات مثل اسباب کثیرے و لذیذی و
 غلام ہیں کہ ان چیزوں میں امام عظیم اور امام محمد اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق قاضی کے خط کو جائز نہیں
 رکھا پھر امام ابو یوسف نے رجوع کر کے فرمایا کہ غلام میں بھانسنے کے باب میں خط جائز ہے اور اردن میں جائز نہیں ہے
 اور ایک روایت امام ابو یوسف سے یہ منقول ہو کہ سب منقولات میں جائز ہو اور بعض مشائخ متاخرین نے اسی کو لیا ہے۔ اور
 امام سیبانی سے روایت ہو کہ وہ قاضی کا خط نکاح اور طلاق اور کل ایسے حکموں میں جن میں قاضی کے خط کے شرائط
 متحقق ہو سکتے ہیں اور مشہود بہ وغیرہ کی تعیین ممکن ہو جائز رکھتے اور فتوے دیتے تھے۔ اور تقلیدات یعنی جائز و منقول
 میں امام عظیم و دیگر کے نزدیک سوا سوا قاضی کا خط نہیں جائز ہو کہ ان چیزوں میں (مشہود بہ) کو اشارہ سے معلوم
 کرنا چاہیے اور اشارہ خط میں نہیں ہو سکتا ہو پس جب دعویٰ اور گواہی کی صحت اس سے نہوگی خط بھی اس باب میں ناجائز
 ہو گا یہ نقطہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ زینب بن زید بن عمرو نے جو فلاں شہر میں ہو میرے ساتھ نکاح کیا اور اب
 میرے نکاح سے انکار کرتی ہو اور نکاح کے گواہ بیان موجود ہیں پس اسکو اور گواہوں کو جمع کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہوتا ہو تو قاضی
 سے کہنا کہ تم اس بارے میں مجھے ایک خط لکھ دو قاضی اسکے گواہوں کی گواہی سنکر خط لکھ دیا۔ اور اسی طرح اگر کسی عورت نے
 کسی غائب شخص کی عورت ہونے کا دعویٰ کیا یا کسی غائب کی ولادہ آزادی یا ولادہ مولا کا دعویٰ کیا تو بھی اسی حکم ہو اور اسی طرح
 اگر نسب کا دعویٰ کیا مثلاً زید نے کہا کہ عمرو بن خالد میرا باپ ہو اور وہ میرے نسب سے انکار کرتا ہو اور میرے گواہ بیان اس
 بات کے موجود ہیں کہ عمرو بن خالد نے اقرار کیا تھا کہ زید اسکا بیٹا ہو یا اس بات کے کہ اُس نے زید کی ماں سے نکاح کیا اور
 میں اسی کے بطن سے پیدا ہوا ہوں اور اسی کی طرف منسوب ہوں اور اس پر زید نے گواہ قائم کیے تو قاضی اسکو خط
 لکھ دیا اور اسی طرح اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ مجھے فلاں شخص غائب کا باپ ہو اور گواہ پیش کیے اور خط مانگا تو بھی قاضی
 لکھ دیا اور اگر کسی نے کسی غائب کے بھائی یا چچا ہونے کا دعویٰ کیا اور خط طلب کیا تو قاضی نہ لکھے گا مگر اس صورت میں

سے قول بستر سے لینے اسکے جاع کرنے سے ۱۱

کہ میراث ایفہ کا دعویٰ ہو یا فیض میں پرورش کا دعویٰ ہو اور باب بیٹے میں یہ دعویٰ ہو کہ اسکے باپ بیٹے یا قیض کی پرورش کی ہے تو
گو اہی قبول کر لیا خواہ اسکی زندگی میں ہو یا بعد موت کے اگر ایک مرد یا عورت کے کسی لڑکے یا لڑکی کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اسکا
نسب ہم دونوں سے مشہور ہو اور وہ بالفعل فلان شہر میں فلان بن فلان غائب کے ہاتھ میں ہو اور وہ اسکو غلام جانتا ہے
اور اسپر دونوں نے گواہ پیش کیے اور اس باب میں قاضی کا خط طلب کیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قاضی اسکو لکھد بگا اور اعظم
اور محمدؒ کے نزدیک مسائل نسب میں اگرچہ قاضی خط لکھتا ہو مگر اس مسئلہ میں لکھنے کا اور حاصل یہ ہو کہ اگر فرزند کے دعویٰ کے
ساتھ غلام بننے کا دعویٰ ہو تو نہ لکھے گا مگر جبکہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ میرا بیٹا ہو اور اسکو فلان شخص نے غصب کر لیا ہو
تو بالاتفاق لکھد بگا۔ اور مکان اور عقار کے دعویٰ میں بالاتفاق سب کے نزدیک لکھے گا خواہ وہ دار مدعا علیہ کے شہر
میں ہو یا کسی اور شہر میں جو میں قاضی خط لکھنے والا ہو اگر خط کے گواہ راستہ میں بیمار ہو گئے یا انکی رہے وہیں آئے کی
ہوئی یا کسی دوسرے شہر میں جائیکہ ارادہ کیا پس انھوں نے ایک قسم کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیا تو جائز ہو اور انکے گواہ
کرنیکی یہ صورت ہو کہ یوں کہے کہ یہ خط فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کے
نام اس شخص معی کے دعویٰ کے باب میں جو فلان بن فلان پر اسے کیا ہو لکھا ہو اور میں پڑھ کر نیا ہوا اور ہمارے سامنے
مہر کی ہوا اور ہمارے گواہ اس پر گواہ کیا ہو تو ہم لوگ ہمارے اس گواہی پر گواہ رہے اور یہ بھی جائز ہو کہ یہ لوگ دوسرے لوگوں کو گواہ
کریں یا چوتھے یا پانچویں اگرچہ دور تک پڑھ جائیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو قاضی کا خط دوسرے قاضی کی طرف سے
جائز ہو نیکی واسطے پانچ چیزوں کا جائز شرط ہو ایک کہ قاضی کا تب معلوم ہو دوسرے یہ کہ قاضی مکتوب الیہ معلوم ہو
تیسرے دعویٰ معلوم ہو یعنی جس چیز میں دعویٰ ہو وہ معلوم ہو چوتھے مدعی معلوم ہو پانچویں مدعا علیہ معلوم ہو اب جانتا چاہیے کہ قاضی
کاتب کے معلوم ہونے کی یہ صورت ہو کہ اسکا نام اور اسکے باپ کا نام اور اسکے دادا یا قبیلہ کا نام لکھا جاوے اور اگر باپ و دادا کا
نام لکھا تو بالاتفاق پہچان مقبرہ ہوگی اور اگر باپ کا نام لکھا اور دادا یا قبیلہ کا نام نہ لکھا تو امام اعظمؒ کے نزدیک معرفت حاصل
ہوگی اور اگر مشہور ہو تو جس نام کے ساتھ مشہور ہو اس پر اتفاق کیا جاوے اور بطرح اگر لکھا کہ یہ خط ابو فلان کی طرف سے ہو
تو کافی ہو بشرطیکہ وہ اس کنیت کے ساتھ مشہور ہو جیسے ابو صفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بطرح کافی ہو اگر لکھا کہ ابن فلان کی
طرف سے ہو بشرطیکہ وہ اس کنیت سے مشہور ہو جیسے ابن ابی لیلیٰ اور قاضی کے نام اور نسب پر گواہوں کی گواہی
کے مقبول ہونے کی صورت نہیں ہو جب تک کہ خط میں نہ لکھا ہو اور بطرح قاضی مکتوب الیہ کے معلوم ہونے کی
بھی یہی صورت ہو کہ اسکا نام اور نسب بطرح ذکر کرے کہ اسکی پہچان ہو جاوے اور اگر لکھا نہ ہو تو اسکے نام و نسب
پر معرفت گواہی کفایت نہ کریگی اور مدعا علیہ کا معلوم ہونا شرط ہو اور امام اعظمؒ رحمہ اللہ کے نزدیک اسکے نام اور باپ کے
نام سے پہچان نہ ہوگی جب تک اسکے دادا کا نام نہ ہو نہ ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دادا کا نام ذکر کرنا شرط نہیں
ہو اور امام محمدؒ کا قول مضطرب ہے اور قاضی ابو علی سفدی ابتدا سے عمر میں دادا کا نام ذکر کرنا مدعا علیہ کے واسطے شرط
نہیں کرتے تھے پھر آخر عمر میں اس سے رجوع کیا اور کہا کہ دادا کا نام بھی ذکر کرنا شرط ہو اور یہی صحیح ہو اور اسی پر
فتویٰ ہو اور اگر دادا کا نام نہ ذکر کیا بلکہ اسکو کے قبیلہ کی طرف نسبت کر دیا پس اگر اسکا قبیلہ چھوٹا سا ہو اور دادا نے قضا ہو کہ اس سے

وہ بچا ناجاتا ہو تو بلا خلاف کافی ہو کیونکہ چھوٹے قبیلہ میں اکثر شخص ایسے کم ہوتے ہیں جنکے نام اور انکے باپکے نام ایک ہوں
پس نہ کہ قبیلہ بجائے دادا کے نام کے ہو جائیگا اور اگر بڑا قبیلہ ہو یا اعلیٰ فخذ ہو تو صرف قبیلہ کی طرف منسوب کرنا کافی نہیں ہو
جیسے بنی تمیم ایک بڑا قبیلہ ہو میں ایسے لوگ نکلیں گے جنکے نام اور انکے باپکے نام ایک ہوں۔ اور اگر اسکو کسی شہر کی طرف
منسوب کیا مثلاً کہا کوئی ہو یا بغدادی ہو تو بدون دادا کے نام ذکر کر نیکیے کافی نہیں ہو اور اگر اسکے پیشہ ور کارگیری کی
طرف نسبت کی اور دادا اور قبیلہ کا نام ذکر نہ کیا تو امام عظیم کے نزدیک کافی نہیں ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر صنعت اسکی
ایسی کہ جس سے وہ لالچالہ بچا ناجائے تو جائز ہو اور اگر اسکے باپکا نام اور اسکا لقب کر کیا اور اس لقب سے لالچالہ بچا ناجاتا ہو تو
کافی ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو کافی نہیں ہو اور اگر اسکا اور اسکے دادا کا نام ذکر کیا اور اسکے باپکا نام نہ ذکر کیا تو کافی نہیں ہے
اور اگر یوں تحریر کیا کہ فلان کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کو بیٹھ ہو تو بعض مشائخ
کے نزدیک بلا خلاف ایسی تحریر کافی ہو کیونکہ قاضی ہونا بھی پچھلے کا سبب ہے کہ اسکے ذکر سے دادا کا نام ذکر کر نیکی ضرورت
نہی اور اگر اس طرح تحریر کیا کہ فلان شہر کے قاضی فلان بن فلان کی طرف سے ہر اس قاضی لایا کہ اسلام کی طرف جبکہ بیٹھ ہو چکے تو
امام عظیم کے نزدیک نہیں جائز ہو اور امام ابو یوسف اور زفر کے نزدیک جائز ہو اور امام محمد ظاہر امام عظیم کے ساتھ ہیں اور
امام ابو یوسف جب قاضی ہوے اور لوگوں کا حال دیکھا تو بہت سے مسائل میں تحسانا و رعایت سی انداز عمل میں ملے ہے
میں میں لکھا ہو اور اسی پر آج کل لوگوں کا عمل ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر یوں کہا کہ فلان شخص کا فلان سندھی ہے جو غلام
فلان بن فلان ہاشمی کا ہے اس قدر فرض ہو تو جائز ہو کیونکہ ملک ملک کی طرف نسبت کر نیسے بچا ناجاتا ہو پس جب اسکو اسکے شہر
مالک کی طرف نسبت کیا یا اسکا نام اور اسکے باپکے دادا یا قبیلہ کا نام لکھ دیا تو غلام کی شناخت پوری ہو گئی۔ اگر غلام کا نام
نہ ذکر کیا اور اسکے مالک کا نام اور باپکا نام ذکر کیا اور اسکے دادا یا قبیلہ کو ذکر نہ کیا تو شمس الاممہ خسی نے لکھا ہے کہ کافی نہیں ہے
اوشیح الاسلام نے کہا کہ کافی ہو کیونکہ شناخت میں چیزوں کے ذکر سے ہوتی ہے اور وہ پانی لکین یا غلام کا نام اور ایک مالک کا
نام اور ایک سکہ کے باپ کا نام اگر غلام کا نام اور مالک کا نام ذکر کیا اور مالک اسکے خاص قبیلہ کی طرف نسبت کیا تو کافی نہیں
اور اگر نسبت کیا تو شمس الاممہ کے قیاس مسئلہ مقدمہ پر کافی نہیں ہو اور موافق شیخ الاسلام کے کافی ہے۔ اگر یوں لکھا کہ فلان
شخص کا فلان شخص کہ جو سندھی غلام جو نامہ کہ فلان بن فلان کے ہاتھ میں ہے اس قدر فرض ہو پس اس صورت میں ہاتھ میں
ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ اسکے گھون میں ہے تو کافی نہیں ہو کیونکہ نسبت میں لازمی چاہیے اور وہ ملکیت ہوتی ہے اور صرف
ہاتھ میں ہونا کبھی ملکیت کے باعث ہوتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور گواہوں کے سامنے خط پڑھ کر انکو سنا دینا واجب ہے مالک اسکے
مضمون سے وقت ہو جاوے یا اگر نہ پڑھے تو انکو آگاہ کر دے کیونکہ بدون جانے ہرے گواہی میں ہوتی ہے پچھلے کے سامنے کر کے
انکو پھر کر دے تاکہ تیسر کا وہم نہ ہو اور یہ امام عظیم و امام محمد کے نزدیک ہے کیونکہ خط پر حکم کے واسطے یہ شرط کہتے ہیں کہ گواہ خط کے
مضمون سے واقف ہوں اور ہر لکے سامنے ہوئی ہو اور یہ طریق ان دونوں اماموں کے نزدیک خط کے مضمون
سننے سے اور کہ نیکے وقت تک یاد رکھنا شرط ہے۔ اور آخر میں امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ہمیں سے کچھ بھی شرط نہیں ہو بل ان
یہ شرط ہے کہ انکو سپر گواہ کرے کہ یہ میرا خط اور میرا اور ایک ایسی بات میں امام ابو یوسف سے ہے کہ میری شرط نہیں ہے پس

اس طرح کی آسانی امام ابو یوسف رحمہ نے قاضی ہونے کو دی کہ لیس انجیر کا معاثرہ اور شمس لائٹہ سرخی فرامام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول اختیار کیا یہ کافی میں لکھا ہے۔ خصافہ رحمہ نے ذکر کیا ہے کہ ابجکل قاضیوں کا یہ دستور ہے کہ خط داعی کے سپرد کرتے ہیں اور یہی امام ابو یوسف رحمہ کا قول اور یہی فتویٰ کے لیے بنا ہے۔ قول شمس لائٹہ کے مختار ہے کہ ذاتی الہنایہ۔ جب امام عظیم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک خط کے مضمون کی گواہی گواہوں پر شرط پڑھ سہی تو قاضی کو چاہیے کہ خط کی ایک نقل گواہوں کو دے تاکہ وہ گواہی ادا کر سکیں۔ پس قول امام عظیم رحمہ و امام محمد رحمہ کا احتیاط ہے اور امام ابو یوسف رحمہ نے سنی فرمائی ہے اور امام عظیم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک ایک شرط ہے کہ خط بعنوان ہر طرح کے خط کا عنوان یوں لکھے یہ خط فلان بن فلان قاضی کی طرف سے فلان بن فلان قاضی کو ہے۔ اور اگر اسے اندر خط کے یہ عنوان نہ لکھا صرف لکھا یا عا فانا اللہ وایا کم تو مکتوب الیہ قاضی خط کو قبول نہ کرے گا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک عنوان شرط نہیں ہے صرف یہ شرط ہے کہ گواہ گواہی میں کہ یہ فلان بن فلان قاضی کا خط ہے نام ہے اور انکی مہر ہے جب طرفین کے نزدیک عنوان شرط پڑھ کر تو یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر عنوان اندر اور باہر ہو تو قاضی ایسے خط پر عمل کرے گا اور اگر فقط اندر ہو تو بھی نہیں کرے گا۔ اور اگر فقط باہر ہو تو نہیں عمل کرے گا اور ہمارے بعض مشائخ متاخرین نے صرف عنوان ظاہر پر اکتفا کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور دونوں کے نام و نسب دونوں عنوان میں تحریر کرے اور اگر اندر کے عنوان میں اسکو چھوڑ دیا تو صحیح نہیں ہے اور باہر کے عنوان کی صورت ہمارے زمانہ میں یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ لکھنے سے پہلے یہ لکھے کہ از جانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان و فلان اور دائیں ہاتھ کی طرف سے بسم اللہ سے اوپر لکھے بسم اللہ الملک الحق الامین بجانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان ظاہر شخص کی طرف جسکو یہ خط قاضیوں اور حاکموں سے پہونچے ادا م اللہ تو فیکہ و تو فیکہ۔ اگر اسے لکھا کہ فلان شہر کا قاضی ہے پہونچے اور اس شہر میں ایک ہی قاضی تھا تو امام علی بن محمد بن دوسی نے فرمایا کہ صحیح ہے اور اگر اس شہر میں دو قاضی ہوں تو جائز نہیں ہے۔ پھر باہر خط کے لکھے بائیں طرف سے فلان بن فلان قاضی شہر فلان یا ہر شخص کو قاضیوں اور حاکموں میں سے جسکو خط بسم اللہ الملک الحق الامین بجانب فلان بن فلان قاضی شہر فلان یا ہر شخص کو قاضیوں اور حاکموں میں سے جسکو خط پہونچے ادا م اللہ تو فیکہ و تو فیکہ۔ پھر بسم اللہ لکھنے کے بعد یوں لکھے کہ خط میرا اطال اللہ تعالیٰ بقا فلان قاضی کو انجیر لکھا ہے بسم اللہ لکھے اما بعد پھر اگر قاضی مدعی کو مکمل اور نام و نسب پہنچا تا تو لکھے۔ فلان مدعی میری مجلس قضائیں فلان شہر میں حاضر ہوا اور میں امین مقیم ہوں اور فلان بن فلان کی طرف سے نافذ قضا ہوں جیسے بسم اللہ مدعی کا قبیلہ اور حلیہ بیان کر دے یہ نہایت میں لکھا ہے اور صحیح ہے کہ میری مجلس قضائیں لکھنا شرط نہیں ہے صرف یہ لکھنا کہ مجلس حکم میں فلان شہر میں حاضر ہوا کافی ہے مگر اس صورت میں کہ جب اس شہر میں دو قاضی ہوں ہر ایک ایک طرف کا علیحدہ ہو یہ قطع میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی کو نہ پہنچا تا ہو اور اسے کہہ میں فلان بن فلان ہوں تو گواہوں سے دریافت کر کے خط میں لکھے کہ مدعی حاضر ہو کر فلان بن فلان نام بتلاتا تھا اور میں نے اسکو نہ پہنچا تا اور گواہوں سے دریافت کر لیا اور گواہوں کے نام و نسب حلیہ و مسکن اگر ذکر کر دے تو بہتر ہے اور اگر نہ ذکر کیا صرف یہ اکتفا کیا کہ گواہ عادل تھے کہ مجھے انکی عدالت معلوم ہوئی تھی یا میں نے دریافت کر لیا اور انکی قبیلہ لکھی تو جائز ہے پھر لکھے کہ ان گواہوں نے گواہی دی کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے اور انکی شناخت خوب بیان کرے اور اگر اسے قبیلہ کو ذکر کرے تو بہتر ہے ورنہ مفسر نہیں ہے پھر لکھے بدو کسی مدعا علیہ کے یا نائب مدعا علیہ کے حاضر ہو کر ایک دہ

کا دعویٰ کیا جو فلان شہر میں فلان محلہ میں واقع ہے اور اس کے حدود یہ ہیں اور وہ فلان شخص کے قبضہ میں ہے کہ اسکو فلان
بن فلان کہتے ہیں اور مدعا علیہ کی اچھی طرح پہچان بیان کر دیوے اور اگر مدعا علیہ مشہور آدمی ہو تو اسکی ضرورت نہیں جو ضرر
یہ لکھ دے کہ اُسے فلان بن فلان پر دعویٰ کیا مگر یہ ضرور لکھے کہ مدعی نے دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ بقدر مسافت سفر کے اس شہر
سے دور ہے اور غائب ہے اس واسطے کہ بہت سے مشائخ مسافت سفر سے کم میں قاضی کا خط جائز نہیں کہتے ہیں جیسا کہ گواہی
گواہی میں کہتے ہیں یہ نہایت میں لکھا ہے مسافت سفر سے کم میں قاضی کا خط قاضی کے نام ظاہر روایت میں جائز نہیں ہے اور
امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ اگر اسقدر دور ہو کہ اگر وہ صبح کو قاضی کے در دولت پر حاضر ہو تو کسی روز پھر اپنے گھر پہنچ
نہ جاسکے تو خط قاضی مقبول ہو گا اور اسی پر قوی ہے یہ ستر جہیز میں لکھا ہے پھر لکھے کہ مدعا علیہ کا غائب ہونا عادل گواہوں کی
گواہی سے میرے نزدیک ثابت ہو گیا تاکہ قاضی مکتوب الیہ کو معلوم ہو کہ پوری شرطوں کے ساتھ یہ خط لکھا ہے تحریر کرے کہ ابھل وہ
فلان شہر میں مقیم ہے یہ نقطہ میں لکھا ہے پھر لکھے کہ وہ مدعا علیہ اس مدعی کے اس دعویٰ سے انکار کرتا ہے اور صحت کے گواہ یہاں موجود
ہیں مدعی کو اسکا اور گواہوں کا جمع کرنا مشکل پڑا ہے پس اُسے مجھے درخواست کی کہ میں گواہوں کی گواہی سن لوں تاکہ جسقدر میرے
نزدیک صحت کو پہنچے اسکو فلان قاضی کو لکھوں پس میں نے اسکی درخواست منظور کی اور اُسے گواہ پیش کیے اور وہ فلان
و فلان میں پھر ہر ایک کا نام و نسب و قبیلہ و تجارت و مسکن و محلات نام لکھے پس ہر ایک گواہ نے مدعی کے دعوے پر گواہی
دی و گواہی کے الفاظ و معنی متفق ہیں ایسا ہی امام محمد رحمہ سے روایت ہے اور مشائخ نے کہا کہ صرف ہفتہ پر اتفاق کرنا چاہیے بلکہ
ہر ایک کی گواہی تفصیل و اربیان کرے اور اسکی تصحیح کرے اور اگر مدعا علیہ جس چیز میں دعویٰ کیا گیا ہے عقار ہو تو اسکی جگہ
اور حدود اور بعد لکھے اور اگر غلام ہو تو اسکا نام و جلیلہ و عفت اور بیشہ اور اس کے مالک کا نام اور اس کے باپ اور دادا کا نام لکھے اور
قرضہ میں اسکی جنس اور مقدار اور صفت جیسا معروف ہے تحریر کرے پس اس طرح تحریر کرے کہ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ میں نے
فلان بن فلان بن فلان پر کہ جبکا نام و نسب اس خط میں تحریر ہو چکا ہے یہ دعویٰ ہے اور اسکی جنس و صفت و نوع تحریر کرے
اور مدعا علیہ پر اگر اس مال کا وجہ ہے اور متاخرین نے اختلاف کیا ہے اور صحیح یہ کہ قرض کا سبب بیان کرنا شرط نہیں ہے
تاکہ گواہی دعویٰ مدعی کے موافق ہو پھر لکھے کہ باقیوں نے بھی ایسی ہی گواہی دی اور یہ نہ لکھے کہ اس کے مثل گواہی دی پھر
تحریر کرے کہ گواہوں نے گواہی کو علی وجہ الشہادۃ ادا کیا اور گواہی کے طریقہ سے بیان کیا اور میں نے شکوہ اور اپنے دیوان کے
دفتر میں لکھ لیا اسکے بعد اگر قاضی گواہوں کو پہچانتا ہے تو خط میں لکھ دے کہ میرے نزدیک گواہ عدالت میں معروف ہیں اور اگر نہ پہچانتا
تو ایک مرتب سے دریافت کرنا کافی اور دوسرے احتیاط ہے اگر مرتب نے تعدیل کی تو لکھے کہ گواہوں کے حال دریافت کرنے میں میں نے
اہل تہذیب و تعدیل سے رجوع کی اور معدل و مرتب کی فلان و فلان میں کہ ہمارے نزدیک انکی تعدیل مقبول ہے اور انھوں نے
تعدیل کی پھر قاضی کا تب بعد گواہوں کی گواہی اور عدالت ظاہر ہونے کے مدعی سے یہ قسم لیوے کہ وائش میں نے یہ مال مدعا علیہ
سے نہیں لیا اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے وکیل یا ایلی نے اس سے لیکر قبضہ کیا ہے۔ پھر جب قاضی کے محضر نے اس خط کو اس طرح
لکھ لیا کہ گواہی دی جان جہاں اشارہ کا موقع ہے اشارہ کرے یعنی اس مدعی نے کہ نام اسکا فلان بن فلان ہے اور اتنا اسکے ۱۲ م سہ قلم
علی وجہ الشہادۃ الخ یعنی پوری ان شرائط کے ساتھ کہ جس طرح گواہی ادا کرنا چاہیے ۱۳

جس طرح بیان ہوا تحریر کیا تو آخر خط میں قاضی یون لکھے کہ فلان شہر کا قاضی فلان بن فلان بن فلان کہتا ہے کہ یہ خط میرے محلہ
 نے میرے حکم سے تحریر کیا اور جو اجرا اس میں ہے وہ میرے سامنے واقع ہوا اور ایسا ہی ہے جیسا اس میں لکھا ہے اور اس خط میں دعویٰ بن
 ایک ظاہری اور دوسرا باطنی اور اس میں میری مہر لگی ہے اور میری مہر کا نقش ایسا ایسا ہی اور یہ خط میں لکھے کا غدر لکھا ہوا ہے
 میری توقع ہے اس طرح کہ میں نے توقع صدر پر لکھی ہے اور اس پر گواہ کر کے ہیں اور وہ فلان بن فلان اور فلان بن فلان
 بن فلان بن ہر ایک کے نام و نسب و علیہ لکھے۔ اور خط میں نے انکو پڑھ کر سنایا اور اس کے مضمون سے انکو آگاہ کر دیا اور
 اس کے سامنے اپنی مہر لگا دی اور اس سب پر انکو گواہ کر لیا اور یہ چند سطر ایسے خط سے فلان تا بیخ میں اس کے آخر میں
 لکھ دیں اور آخر خط میں انشاء اللہ تعالیٰ نہ لکھے۔ اور دوسرے لکھے ایک مہر کر کے بلا زیادتی و نقصان مدعی کو دیے اور
 دوسرا گواہوں کو دیے کہ وہ اسکو موافق شرط امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے ادا کریں کذا فی فتاویٰ قاضی حسان
 اور اس شرط کی مراد یہی ہے کذا فی النہایہ۔ اگر خط میں تا بیخ نہ لکھے تو مقبول نہوگی اور اگر لکھے تو محاذ کرنا چاہیے کہ وہ اسوقت
 قاضی تھا یا نہ تھا اور اگر نہ لکھے تو گواہوں کی گواہی پر اکتفا نہ کیا جاوے اور ایسا ہی جب لکھا نہ تو صرف گواہوں کی گواہی
 پر کہ یہ قاضی کا خط ہے اکتفا نہ کیا جائیگا اور اگر اصل حادثہ پر انھوں نے گواہی دی اور تحریری نہیں ہے تو اس پر عمل درآمد
 نہ ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ جب یہ خط مکتوب الیہ کے پاس پہنچے تو اسکو چاہیے کہ مدعی اور اس کے مدعا علیہ کو جمع کرے اور
 قاضی کا خط ہونے پر گواہی اسوقت قبول کرنا چاہیے کہ جب مدعا علیہ موجود ہو۔ پھر جب دونوں جمع ہوئے اور مدعی
 نے دعویٰ کیا تو قاضی مدعا علیہ سے اس دعویٰ کی بابت دریافت کرے گا پس اگر اس نے اقرار کر لیا تو اس اقرار پر فیصلہ ہوا
 اور خط کی کچھ ضرورت نہ رہی اور اگر اس نے انکار کیا تو مدعی حجت قاضی قائم کرنے کے واسطے قاضی کا خط پیش کرے اور جب پیش
 کیا تو قاضی دریافت کریگا کہ یہ کیا ہے تو جواب دیکھا کہ فلان قاضی کا خط ہے تو یہ قاضی کہیگا کہ اسپر گواہ پیش کر کہ یہ قاضی کا
 خط ہے یہ محیط میں ہے اور اگر بدولت مدعا علیہ کی حاضری کے خط قبول کر لیا تو جائز ہے اور اگر اسکی ناموجودگی میں قاضی کا خط
 ہو نیکی گواہوں کے لیے تو جائز نہیں ہے پس مدعا علیہ کی حاضری خط کی گواہی قبول کرنے کے واسطے شرط ہے صرف خط کے قبول کرنے
 کے واسطے شرط نہیں ہے پس امام محمد رحمہ نے جو ذکر کیا ہے کہ اگر خط قبول کیا اور مدعا علیہ موجود نہیں ہے تو جائز ہے اس سے مراد
 قبول خط ہے نہ خط کی گواہی کذا فی الملتقط جب گواہوں نے کہا کہ یہ فلان قاضی کا خط ہمارے نام ہے اور اسکی مہر لگی ہے تو
 خط کو قبول کر لیا اور دریافت کریگا کہ تم کو پڑھ سنایا اور تمھارے سامنے مہر لگا ہے پس اگر انھوں نے کہا کہ نہیں یا ہمارے
 سامنے پڑھا ہے اور ہم نہیں لگائی یا اسکا اثر کہا تو قبول نہ کریگا اور اگر انھوں نے کہا کہ ہاں ہکو پڑھ سنایا اور ہمارے سامنے مہر
 لگائی اور ہکو گواہ کیا ہے تو کتاب یعنی خط کو کھول لیا اور یہ کہنا کافی نہیں کہ ہمارے نزدیک یا ہمدی حضور ہی میں مہر لگائی ہے
 کذا فی النہایہ۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ قاضی کا خط اور اسکی مہر ہے اور خط کے مضمون کی گواہی نہ دی تو طرفین کے نزدیک
 قبول نہ کریگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک قبول کر لیا یہ محیط شری میں لکھا ہے اور جب قاضی نے خط کو کھولا تو دیکھے کہ
 ان گواہوں کی گواہی مضمون خط سے موافق ہے یا مخالف اگر مخالف ہو تو رد کرے اور اگر موافق ہو پس اگر قاضی کا تب نے اس میں
 گواہوں کی عدالت لکھ دی ہے یا قاضی مکتوب الیہ انکو پڑھا ہے تو مدعا علیہ پر حق کا فیصلہ جاری کر دیا اور اگر ایسا نہ ہو تو قاضی

گواہوں کی عدالت دریافت کر چکا پس اگر انکی تعدیل کی گئی تو انکی گواہی پر فیصلہ کر دیا کہ انے الزامیہ اور اولی یہ ہے کہ خط کو مدعا علیہ کے سامنے کھولے اور اگر بدوں اسکی حاضری کے کھولا تو جائز ہے کذا فی المحیط اور امام محمد رحمہ نے کتاب میں خط کھولنے کے واسطے گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کی شرط نہیں لگائی ہے کیونکہ اس طرح فرمایا کہ جب گواہوں نے گواہی دی کہ یہ قاضی قاضی کا خط ہے کہ اسے اپنی کچری میں نہیں پر کیا ہے یہاں تک کہ فرمایا کہ پھر قاضی نے اسکو کھولا اور قبول نہ کیا پھر جب گواہوں نے گواہی دی اور انکی تعدیل کی گئی پس اس تقریر سے معلوم ہوا کہ کھولنے کے واسطے گواہوں کی عدالت شرط نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کے بعد خط کھولے اور یہ روایت صدر الشہید کی شرح ادب القاضی کے موافق ہے اور جو معنی میں مختار ہے اسے مخالف ہے کیونکہ معنی میں لکھا ہے کہ خصاف رحمہ نے ادب القاضی میں ذکر کیا کہ قاضی گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے سے پہلے خط نہ کھولے پھر کہا کہ جو امام محمد رحمہ نے فرمایا ہے وہ اصح ہے یعنی مطلق گواہی پر کہ یہ قاضی کا خط اور اسکی مہر ہے خط کھولنا جائز ہے بدوں اسکے کہ گواہوں کی عدالت سے تعرض کرے یہ نہایت میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ قیاس قول ابی حنیفہ رحمہ پر جب قاضی کا خط لے کر آیا تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ کو حاضر کرے پھر جب وہ حاضر ہوا تو خط لانے والے سے دریافت کرے کہ یہی وہ شخص ہے جسپر تو دعویٰ کرتا ہی اگر اسنے کہا کہ ہاں تو پھر دریافت کرے کہ تو خط لانے کا وکیل ہے یا تو ہی خط لایا ہے پس اگر اسنے کہا کہ میں خود خط لانے والا ہوں تو اس سے گواہ طلب کرے کہ قاضی کا خط ہے اور اگر اسنے کہا کہ میں مدعی کا وکیل ہوں اور میرا فلان بن فلان نام ہے تو گواہوں سے دریافت کرے کہ یہ فلان بن فلان ہے اور فلان شخص نے اسکو وکیل کیا ہے پس اگر وکالت کے گواہ قائم ہو کر حکم ہونے سے پہلے اگر اسنے خط کے گواہ پیش کیے تو قیاس چاہئے کہ مقبول نہ ہوں اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ کا ہے اور اسکا نام مقبول ہونے اور یہ قول امام محمد رحمہ کا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ سے دور روایتیں ہیں ابن سماعہ نے امام محمد رحمہ سے روایت کی کہ اگر وکالت اور خط پر قاضی نے گواہ اسنے اور گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے سے پہلے قاضی کا تب معزول ہو گیا پھر گواہوں کی عدالت ظاہر ہوئی تو قاضی وکالت اور خط دونوں کا حکم دیکھا اور اگر وکالت کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور خط کے گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی یہاں تک کہ قاضی کا تب معزول ہو گیا پھر وکیل نے چاہا کہ خط اور مہر کے گواہ دوسرے پیش کرے تو مقبول نہ ہونے اور اگر خط کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور وکالت کی نہ ہوئی حتیٰ کہ قاضی معزول ہوا اور وکیل نے دوسرے گواہ پیش کرنا چاہے اور انکی تعدیل ہوئی تو گواہی مقبول ہوگی اور وکالت کا حکم دیدیگا اور یہ تقریر امام محمد رحمہ کے قول پر درست ہے اور امام اعظم رحمہ کے قول پر درست نہیں ہے پھر جب قاضی نے خط قبول کر لیا اور اسکو کھولا اور پورے شرائط اسکے ادا کر لیے تو موافق تحریر خط کے فیصلہ کر سکتی یہ صورت ہے کہ اگر قاضی کو خود معلوم ہوا کہ خط لانے والا فلان بن فلان فلان قبیلہ کا ہی یا ختم نے اقرار کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہی خط لایا ہے تو حکم دیدیگا اور اگر اسمیں سے کوئی بات نہ ہو تو گواہوں سے دریافت کرے کہ یہ شخص فلان بن فلان ہے اور اگر گواہوں سے اس سے پہلے ہی دریافت کر لے تو بہت اچھا ہے یہ محیط میں لکھا ہے خانیہ میں لکھا ہے کہ جب مدعی قاضی کا خط مکتوب الیہ قاضی کے پاس لایا اور اسنے مدعا علیہ کو بلایا اور اسکے سامنے گواہوں نے قاضی کے خط اور مہر کی گواہی دی اور قاضی نے خط کھولا اور ختم کو سنایا اور جو شرطیں خط کی ہیں سب بجا لایا لیکن ہنوز حکم نہ دیا تھا کہ مدعا علیہ سمی و سر

شہر میں غائب ہو گیا اور مدعی نے اس قاضی سے درخواست کی کہ وہ ان کے قاضی کے نام لکھ دے تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک وہ نہ لکھ سکا اور امام محمد رحمہ اور امام اعظم رحمہ کے نزدیک لکھ سکا۔ اور اگر مدعا علیہ نے کہا کہ میرے پاس اسکا مدعی ہے تو قاضی مکتوب الیہ لکھی سماعت کر لیا اور پچھلے خط کے ایلی بھیجا جائز نہیں ہے اگرچہ پورے شرائط پائے جائیں اور قاضی کو شہر کے امیر سے جس نے اسکو قاضی کیا ہے خط یا ایلی کی مدد مانگنا جسکے ساتھ اپنا امین روانہ کرے بدون خط کی شرطوں کے جائز ہے اور اگر وہ امیر دوسرے شہر میں ہو تو ایسی مدد مانگنے کے واسطے خط کے شرائط میں ہر اور گواہ کے کہ قاضی کا خط پر مبنی ہو گئے یہ تاتار غانیہ میں لکھا ہے خصاف نے ادب القاضی میں ذکر کیا کہ قاضی کی ہر خط پر مبنی اگر وہ منکسر ہو گئی یا خط پر تھکایا اسے سخت سفل میں مہر تھی تو قاضی مکتوب الیہ خط کو قبول کر لیا جگر گواہ یہ گواہی دین کہ یہ خط فلان قاضی کا ہے اور اسے ہکو پڑھ کر سنایا ہے خصاف نے ان دونوں مسئلوں کے بعد ذکر کیا کہ یہ قول امام ابو یوسف رحمہ کا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک جب خط پر مہر ہوگی تو قاضی مکتوب الیہ اسکو قبول نہ کر لیا لیکن ابو یوسف رحمہ ایسی صورت میں کہ خط پر مہر ہو مگر مہر تین کہ خط پر گواہی درست نہیں ہے جب تک کہ خط کے مضمون پر گواہی نہ ادا کریں اور فقہ ابو یوسف رحمہ اور امام شمس الانہر حلوانی نے ذکر کیا کہ خط کو باوجود مہر منکسر ہونیکے قبول کرنا سبک قول ہے کیونکہ ہمیں لوگ بتلاہوتے ہیں کہ فی الواقع اور صحیح یہ ہے کہ یہ سب کا قول ہے کہ بری میں لکھا ہے کہ ایک عورت نے ایک غائب پر جو دوسرے شہر میں ہر دکیل کیا اور اسے گواہ کیے اور گواہوں نے قاضی شہر کے سامنے گواہی ادا کی تاکہ یہ قاضی دکیل کے شہر کے قاضی کو لکھے کہ وہ وکالت کا حکم دیدے تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ تاتار غانیہ میں لکھا ہے۔ اگر مدعی بسبب میراث کے کسی وار کا دعویٰ کرنا ہو تو قاضی کا اپنے خط میں لکھ سکا کہ یہ ذکر کیا کہ فلان بن فلان بن فلان مر گیا اور اسنے ایک وار کو نہ بن بنی فلان بن فلان میں چھوڑا آخر تک مثل ہماری تحریر سابق کے لکھے پھر لکھے اور یہ وار ملک اور حق فلان بن فلان کا تھا اور اس کے قبضہ و تحت تصرف میں رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا اور فلان شخص کو چھوڑا کہ سوائے اسکے اسکا کوئی وارث نہیں ہے اور یہ وار محدودہ اسکے لیے میراث چھوڑا اور یہ نہ چاہیے کہ مدعی کے ذکر پر کہ میں سوائے اپنے اسکا کوئی وارث نہیں جانتا ہوں اکتفا کرے پھر یوں کر کرے کہ فلان مدعی یہ ہے پاس فلان و فلان کو لایا کہ انھوں نے گواہی دی کہ فلان بن فلان بن فلان مر اور اس نے آخر تک موافق ہمارے ذکر کے لکھے۔ اگر دعویٰ کسی عقار میں واقع ہوا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اسکی اسکو خط لکھ دے تو اسکی دو صورتیں ہیں یا وہ عقار مدعی کے شہر میں ہو گا اور مدعا علیہ دوسرے شہر میں ہو گا یا عقار مدعی کے شہر کے سوا دوسرے شہر میں ہو گا اور اسکی دو صورتیں ہیں یا ایسے شہر میں ہو گا جس میں مدعا علیہ موجود ہے یا دوسرے شہر میں ہو گا۔ اور ان سب صورتوں میں قاضی اسکو خط لکھ دیا سوائے کہ اس باب میں اعتبار مدعا علیہ کے غائب ہونیکا ہے پھر اگر عقار اسی شہر میں جو جس میں مدعا علیہ ہے اور خط ہو چکا اور مکتوب الیہ نے اس پر عمل کیا اور مدعی کے واسطے اسکو خط حکم کیا اور مدعا علیہ سے کہا کہ اسے سپرد کر دے پھر اگر اسنے سپرد کرنے سے انکار کیا تو قاضی خود سپرد کر دیا کیونکہ عقار اسکی ولایت میں ہے۔ اور اگر عقار اس شہر میں جو جس میں مدعی ہے تو قاضی مکتوب الیہ کو اختیار دے کہ چاہے مدعا علیہ یا اسکے وکیل کو مدعی سے

سے غائب یعنی مدعا علیہ کے غائب ہونے پر خط لکھے گا اور عقار وغیرہ کا لحاظ نہیں ہے ۱۲

ساتھ قاضی کا تب کے پاس بھیجے کہ وہ فیصلہ کر کے عقار مدعی کو سپرد کر دے اور اگر چاہے تو حکم خود دیدیوے اور اس کے لیے ایک تحریر لکھ دے اور اس میں عقار کا فیصلہ مدعی کے نام ہو اور وہ اس کے پاس ہے مگر عقار سپرد نہیں کر سکتا ہے کیونکہ یہ اس کی ولایت میں نہیں ہے۔ پھر جب مدعی اس فیصلہ کو قاضی کا تب کے پاس لایا اور اس کے فیصلہ پر گواہ پیش کیے تو قاضی کا تب کو قبول نہ کر گیا کیونکہ یہ حکم نافذ کرنے کے واسطے ہے اور قضا کا نافذ کرنا بمنزلہ قضا کے ہے پس غائب پر درست نہیں ہو لیکن قاضی مکتوب الیر کو چاہے کہ جب اس نے مدعی کو واسطے فیصلہ کیا اور اس کو تحریر دیدی تو مدعا علیہ کو حکم دے کہ مدعی کے ساتھ اپنا کوئی امین روانہ کرے کہ وہ عقار کو مدعی کے سپرد کرے پھر اگر مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا تو قاضی مکتوب الیر کا تب کو ایک خط لکھے اور اس میں تمام کیفیت خط کی اور پورا ماجرا جو مدعی اور مدعا علیہ میں گذرا اور مدعی کے واسطے عقار کا حکم دینا اور مدعا علیہ کا سپرد کرنے کے واسطے ایک امین دینے سے انکار کرنا سب تحریر کر کے پھر لکھے کہ مجھے مدعی نے ایک خط کی درخواست کی کہ میں اپنے حکم سے جو میں نے اس کے واسطے فلان شخص پر دیا ہے تجھے آگاہ کر دوں تاکہ تو یہ عقار اس کے سپرد کر دے پس تو سپر عمل کر یہ حکم اللہ وایا نا اور اس عقار کو جو اس خط میں مع حدود تحریر ہے اس مدعی فلان بن فلان کو جو میرا خط تیرے پاس لاتا ہے سپرد کر دے پس جب یہ خط قاضی کا تب کو پہنچ گیا تو وہ عقار کو مدعا علیہ کے ہاتھ سے نکال کر مدعی کے سپرد کر دیا اور اگر عقار اس شہر کے سوا جہیں مدعا علیہ ہے دوسرے شہر میں ہو تو قاضی مکتوب الیر کو اختیار ہے کہ چاہے مدعا علیہ یا اس کے ذیل کو مدعی کے ساتھ کرے اس شہر کے قاضی کے پاس روانہ کرے جہیں عقار ہے اور اس کو ایک خط لکھ دے تاکہ وہ ان کا قاضی مدعا علیہ کے سامنے مدعی کے لیے اس عقار کا حکم دیدے اور اگر چاہے تو خود فیصلہ کر کے مدعی کو سہل دیدے لیکن عقار اس کے سپرد نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر قاضی نے کسی بھاگے ہوئے غلام کے باب میں لکھنا چاہا تو امام ابووسف رحمہ کے نزدیک اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص بخاری کا ایک غلام سمرقند میں بھاگا اور کسی سمرقندی نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے مالک کو خبر ملی اور اس کے گواہ سمرقند میں نہ تھے بخارا میں تھے اس نے قاضی بخارا سے درخواست کی کہ موافق ہو گا ہی کے خط لکھ دے تو اس کو منظور کرے اور قاضی سمرقند کو لکھ دے جیسا ہننے فرض میں بیان کیا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ غلام میں اس کا علیہ ور قد بیان کر دے کہ ذاتی محیط اور اس کا اس اور مقدار قیمت تحریر کر دے کہ ذاتی الزامیہ اور تحریر کرے کہ وہ فلان مدعی کی ملک ہے اور سمرقند کو بھاگ گیا اور آج کل وہ فلان شخص کے قبضہ میں بلا حق سمرقند میں ہے اور اپنے خط پر دو گواہ کر کے قاضی سمرقند کے سامنے گواہی دین اور مضمون خط پر ان کو آگاہ کرے کہ مضمون کی قاضی سمرقند کے سامنے گواہی دین پھر جب خط اس کو پہنچے تو قاضی سمرقند غلام کو مع اس شخص کے جس کے ہاتھ میں غلام ہو حاضر کرے اور گواہ اس خط پر مع مضمون گواہی ادا کریں تاکہ بالاجماع دونوں کی گواہی مقبول کرے پھر جب اس نے گواہی قبول کی اور دونوں کی عدالت اس کے نزدیک ثابت ہوئی تو خط کو کھولے پس اگر غلام کا علیہ کے موافق نہ پایا جیسا گواہوں نے قاضی کا تب کے سامنے بیان کیا ہے تو خط واپس کر دے کیونکہ نہ ظاہر ہو کہ یہ وہ غلام نہیں جو جس کی گواہی دی ہو اور اگر اس کے موافق پایا تو خط کو قبول کرے اور بدو ان اس کے قضا کا حکم دے وہ غلام مدعی کے سپرد کر دے اور مدعی سے غلام کے نفس کا فیصل لے لیوے اور غلام کی گردن میں ایک لٹا لٹک کی لٹکھی ڈالے تاکہ راہ میں چوری کے احتمال سے کوئی اس شخص سے تعرض نہ کرے اور ایک خط قاضی بخارا کو اس مضمون کا لکھے اور اپنے

سے نافذ جاری کرنا واسطے چوری یعنی شاید گمان ہو کہ یہ شخص اس غلام کو چور کر لے جاتا ہے ۱۲

خطا اور مہر اور مضمون خط پر دو گواہ کرے پھر جب خط قاضی بجا را کو پہونچے اور گواہ گواہی دین کہ یہ خطا اور مہر قاضی ہر قاضی کے ہے تو قاضی مدعی کو حکم دے کہ اپنے اُن گواہوں کو جنہوں نے پہلی مرتبہ گواہی دی تھی حاضر کرے اور وہ لوگ غلام کے سامنے گواہی دین کہ یہ غلام اس مدعی کی ملک ہے پھر جب گواہوں نے یہ گواہی دی تو پھر قاضی بجا را کو جو کچھ کرنا چاہیے اسکے باب میں امام ابو یوسف رحمہ سے مختلف روایتیں ہیں بعض روایتوں میں ہے کہ قاضی بجا را مدعی کے واسطے غلام کے دینے کا حکم نہ کر گیا بلکہ ایک دوسرے خط قاضی سم قند کو لکھیکا اور اس میں یہ ماجرا تحریر کر گیا اور اپنے خط پر اور مہر اور مضمون خط پر گواہ کر کے مدعی کو غلام کے ساتھ سم قند کو روانہ کر گیا تاکہ قاضی سم قند مدعا علیہ کے سامنے مدعی کو غلام کے دینے کا حکم دے پھر جب یہ خط قاضی سم قند کو پہونچے اور گواہ خط پر اور مہر اور مضمون پر گواہی ادا کرین اور انکی عدالت ظاہر ہو جاوے تو قاضی مدعی کے سامنے مدعی کو اس کے واسطے قلام کے دینے کا حکم جاری کر گیا اور مدعی کا فیصلہ بری ہو جائیگا اور دوسری روایت میں ہے کہ قاضی بجا را خود غلام کے دینے کا حکم دیگا اور قاضی سم قند کو لکھیکا کہ وہ مدعی کے فیصلہ کو بری کر دے وغیر اُس روایت کے کہ امام ابو یوسف رحمہ خط لکھنا یا نادیوں کی بابت بھی تجویز کیا ہے اسکی صورت مثل غلام کے خط کے ہے صرف یہ فرق ہے کہ مدعی ثقہ مامون نہ ہو تو قاضی مکتوباً یہ باندی اسکے سپرد نہ کر گیا بلکہ مدعی کو حکم دیگا کہ ایک شخص ثقہ مامون لاوے کہ اسکے ساتھ باندی کو روانہ کر گیا کیونکہ خروج کے باب میں احتیاط واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مکتوباً یہ کے پاس خط پہونچنے سے پہلے قاضی کا تب مر گیا تو ہمارے نزدیک اس خط پر عمل نہ کر گیا اور امام ابو یوسف رحمہ سے امالی میں ہے کہ عمل کر گیا اور یہی قول امام شافعی رحمہ کا ہے اور ہمارے نزدیک اگر بائین ہونے سے قبل کر لیا اور اسکے موافق فیصلہ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا اور اسے جاری کیا تو جاری ہو جائیگا کیونکہ اسکا حکم مجتہد فیہ میں واقع ہوا ہے اور اسی طرح اگر خط پہونچنے کے بعد پڑھنے سے پہلے مر گیا تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر خط پہونچنے اور پڑھنے کے بعد مر گیا تو ظاہر الروایت میں آیا ہے کہ عمل کر گیا اور یہی صحیح ہے اور اگر قاضی کا تب معزول کیا گیا تو اسکی بھی یہی صورتیں ہیں جو مر جائے میں بیان ہوئی ہیں یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر خط پہونچنے سے پہلے قاضی کا تب قاضی ہونے کے لائق نہ رہا تو مکتوباً یہ اسکو قبول نہ کر گیا۔ کذا فی الکافی اگر مکتوباً یہ مر گیا یا معزول ہو گیا اور بجائے اسکے دوسرا قاضی مقرر ہوا اور اسکو خط پہونچا تو اسکے عمل کرنے کے واسطے یہ لحاظ رہے کہ اگر اُس خط میں یہ لفظ لکھا کہ اگر جس قاضی کو قضاۃ مسلمین سے یہ خط پہونچے دھ تو عمل کر گیا اور اگر یہ لفظ نہیں میں تو ہمارے نزدیک عمل نہ کر گیا۔ کتاب النحو الدین امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط لیکر دوسرے کے پاس آیا اور وہ ان اپنے خصم کو نہ پایا اور قاضی سے درخواست کی کہ جو کچھ میں پہلے قاضی کے پاس سے لکھوا لایا ہوں تو مجھے اور دوسرے کیوں اسطے لکھ دے تو وہ اسکا کہنا کر گیا بشرطیکہ یہ اسکے نزدیک ثابت ہو جاوے اور ثبوت کی شرطیں وہی ہیں جو ہم نے بیان کر دی ہیں کیونکہ جب پہلے کے پاس گواہوں نے گواہی دی اور اسے وہ تمام مقدمہ اس قاضی کو لکھ دیا تو وہ گواہی حاکم منتقل ہو کر اسکے پاس آئی پس گواہ حقیقت میں اسی کے سامنے گواہی دہوئی ہو پس اگر حقیقت میں اسکے پاس گواہی پیش ہوتی تو اسکو ضرور لکھنا چاہیے تھا ایسا ہی اس صورت میں ہے کہ گواہ اسی کے سامنے پیش ہوئی ہو پس لکھنا چاہیے لیکن صرف اسقدر لکھیکا کہ جب قدر اسکو ثابت ہوا تو اسکو فروج یعنی عورتوں کے شرکاء کو قتل سے محفوظ رکھنا شروع ہے اپنے اہتمام میں لیا ہے میں خود عورت کا بھی اختیار نہیں ہے ۱۲ طہ قدرہ اور دوسرے یعنی اول قاضی نے جیسے آپکے نام لکھا تھا آپ مجھے تیسرے قاضی کے نام لکھ دیجیے ۱۱

دہ یہ کہ ایک غائب شخص پر حق کی واسطے قاضی کا خط ہی نہ یہ کہ خود حق بھی اس کے نزدیک ثابت ہو گیا پس وہ اپنے خط میں قاضی کا خط نقل کر دیکھا یا اگر چاہے تو اس کو بطور حکایت بیان کر دے۔ اور اسی طرح اگر مدعی نے قاضی اول کے سامنے بیان کیا کہ مجھے ایسے گواہ نہیں ملتے ہیں جو میرے ساتھ مدعا علیہ کے شہر کو جا دیں پس تو ایک خط فلان شہر کے قاضی کو لکھ دے تاکہ وہ اس شہر کے قاضی کو لکھے کہ جبین مدعا علیہ موجود ہے تو قاضی اسکی درخواست منظور کر لکھا اور اگر مدعی نے قاضی اول سے درخواست کی کہ گواہ مروا ورنیشا پور کو خط لکھ دے کہ میں مروا جاتا ہوں اگر وہاں مدعا علیہ مل گیا تو خیر ورنیشا پور جاؤنگا تو امام ابو یوسف رحمہ کے قول کے موافق قاضی یہ درخواست منظور کر لکھا اور امام ابو حنیفہ رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک اس طرح نہیں لکھ لکھا۔ اور اگر مدعی خط لے کر قاضی اول کے پاس لوٹ آیا اور کہا کہ مدعا علیہ اس شہر میں نہ ملا اور تو مجھے فلان شہر کو لکھ دے تو قاضی جب خط اس سے پس لے لے تب دوسرے خط اس کو لکھ لکھا اور اگر مدعوں واپس کر نیکی لکھنا چاہا لاکہ یہ نہیں چاہیے ہی تو محکم لازم ہے کہ خط میں یہ حوالہ لکھ لکھا کہ ایک مرتبہ میں نے یہی خط فلان شہر کے قاضی کو لکھا تھا اور مدعی کو مدعا علیہ ہاں نہ ملا اور یہ اس غرض سے کہ التباس نہ پاتا کہ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایسے شخص کی واسطے جو غائب پر قرضہ کا دعویٰ کرتا تھا قاضی نے خط لکھا اور مدعی پھر مدعی آیا اور کہا کہ خط میرے پاس سے گم ہو گیا اور دوسرے خط کی درخواست کی پس اگر قاضی کے نزدیک ہمت ہو تو دوسرے خط نہ دیوے اور اگر ہمت نہ ہو تو دیکھ لکھ دوسرے خط میں قاضی مکتوب لکھ لکھا کہ میں نے تجھے فلان تاریخ اسی معاملہ میں ایک خط لکھا تھا کہ مدعی نے اگر بیان کیا کہ گم ہو گیا اور دوسرے خط طلب کیا اور میں نے یہ خط لکھا اور اس میں تاریخ لکھ دی تاکہ مدعی دو خطوں کے ذریعہ سے دوسرے خط وصول نہ کر سکے اگر خط لکھنے کے بعد مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ اس شہر سے دوسرے شہر میں چلا گیا اور وہاں کے قاضی کو خط لکھ لکھا تو قاضی لکھ لکھا اور اس خط میں تحریر کر لکھا کہ میں نے اسی معاملہ میں ایک خط فلان شہر کے قاضی کو لکھا تھا پھر مدعی نے اگر بیان کیا کہ مدعا علیہ اس شہر سے فلان شہر میں چلا گیا پھر یہ خط طلب کیا اور یہ تحریر احتیاطاً ہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کے واسطے جو دوسرے پر حق کا دعویٰ کرتا ہے ایک خط لکھا اور ہنوز خط اس کو نہیں دیا تھا کہ مدعا علیہ جس کے واسطے اس نے خط لکھا تھا حاضر ہو گیا اور اس نے قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی اس کو ہی پوچھا کہ کیا بلکہ دوبارہ اعادہ کر لکھا۔ اگر قاضی اس امیر کو جس نے اس کو قاضی کیا ہے خط لکھا اور وہ اس کے ساتھ شہر میں موجود تھا اصلع اللہ الامیر اور تمام قصبہ اور گواہی بیان کر دی اور ایک قصبہ کے ہاتھ یہ خط بھیجا کہ جس کو امیر پہنچا تھا ہی پس اگر امیر نے اس کے موافق حکم دیا تو جائز ہے اگرچہ امیر عنوان اور مہر نہ ہو اور نہ امیر و گواہ ہوں اور یہ حکم استحضار ہو اور قیاس چاہتا ہے کہ ایسا خط مقبول نہ ہو۔ اور اصل میں ہے کہ دوستانہ اور قریہ کے قاضی اور عامل کا خط مقبول نہ ہو گا صرف ایسے شہر کے قاضی کا خط مقبول ہو گا جہاں منبر اور جمع ہو اور یہ حکم نابہ ظاہر الروایت کے ہے اور نابہ اس روایت کے کہ جس میں نفاذ قضا کے واسطے شہر کی شرط زمین نہیں قاضی قریہ دروستا اور اس کے عامل کا خط مقبول ہو گا۔ اور اگر ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں تھی اور اس کا کسی نے دعویٰ کیا اور اپنی ملکیت کو گواہ قائم اور قاضی نے اس کے نام فیصلہ کر دیا پھر قاضی نے کہا کہ میں نے فلان شخص سے خریدی تھی اور وہ فلان شہر میں ہے اور میں اس کو قیمت دیکھا ہوں تو میرے گواہ سنا مجھے خط لکھ دے تو قاضی اس کو خط لکھ لکھا۔ اگر ایک باندی ایک مرد کے قبضہ میں ہے کہ اس نے ملکیت کے

اقرار کے بعد اصلی حردہ ہونے کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے اور قاضی نے اس کے نام آزادی کا فیصلہ کر دیا پس اگر قابض نے گواہ پیش کیے کہ میں نے اس کو فلان غائب سے ہمدرد امون کو خریدا ہوا اور ثمن دا کر دیا ہوا اور قاضی سے خط کی درخواست کی تو منظور کرے کیونکہ وہ ثمن اپس لینا چاہتا ہوا وہ قرض ہو اور اگر باندی نے اپنی آزادی کے گواہ نہ پیش کیے لیکن آزادی کا دعویٰ کیا اور اپنی ملکیت کے اقرار سے انکار کیا اور قابض کے پاس اس کے اقرار ملے کیسے کہ گواہ نہیں تھے تو قاضی اس کو آزاد قرار دے گا اور بلا قسم امام عظم کے نزدیک سی کا قول مقبر ہو گا اور صاحبین کے نزدیک ہر قسم ہو اور اگر قابض نے کہا کہ میں نے اس کو فلان شخص سے خریدا ہوا اور ثمن دا کر دیا ہوا تو میرے گواہوں کی سماعت کر لے تاکہ اس سے ثمن واپس کروں تو درخواست منظور نہ کرے گا بجلالت پہلی صورت کے اور اسی طرح اگر باندی نے بعد ملو کیسے اقرار کے اصلی حریت کا دعویٰ کیا اور قابض نے اس کی نعمتی کی تو مشتری یا ثمن نہیں لے سکتا ہوا اور بطرح اگر ابتدا سے رقیبت سے انکار کیا اور حریت اصلی کا دعویٰ کیا یا ہائیک کہ اس کا قول معتبر تھا تو مشتری کو اختیار نہیں ہو کہ بائع سے ثمن واپس کرے اگر مشتری نے ان دونوں صورتوں میں بائع سے اس طرح قسم طلب کی کہ واشد ثمن نہیں جانتا ہوں کہ وہ اصلی آزاد ہو اور اس سے مراد یہی ہے کہ اس سے ثمن واپس کرے تو اس کو اختیار ہو پھر اگر بائع نے قسم کھالی تو پھر کچھ لازم نہیں ہو گا اور اگر قسم سے انکار کیا تو دعویٰ مشتری کا اقرار کیا تو اسپر لازم ہو گا کہ پورا ثمن واپس کر دے اور اگر مشتری نے ان دونوں صورتوں میں بائع کو قسم دلانا نہ چاہا لیکن باندی کے آزاد ہونے پر گواہ پیش کرنے چاہے تاکہ بائع سے ثمن واپس کرے تو اس کے گواہوں کی سماعت ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص مرثلاً ایک شخص پر اپنے حق کے واسطے قاضی کی طرف سے دوسرے قاضی کے پاس خط لایا اور شہر میں پہنچ گیا تھا کہ مطلوب مر گیا پھر طالب نے اس کے بعض وارثوں کو یا وصی کو حاضر کیا اور خط قاضی کو دیا اور وصی یا وارثوں کے سامنے خط کے گواہ پیش کیے تو قاضی خط کو قبول کرے گا اور گواہوں کی سماعت کرے گا اور اس کو نافذ کرے گا خواہ خط کی تاریخ مطلوب کی موت کے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو اگر قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس ایسی صورت میں لکھو الایا کہ جو اس قاضی کی رائے میں درست نہیں ہو اور اس میں اختلاف فقہ کا ہو تو یہ قاضی اس کو نافذ کرے گا اور یہی فرق ہو جمل اور خط میں کہ اگر عینہ ایسی صورت میں ملے ہو تو قاضی اس کو نافذ کرے گا یہ نقطہ میں ہو اگر ایک شخص نے دوسرے قاضی کے سامنے قاضی کا خط ایک شخص پر دعویٰ حق میں پیش کیا اور خط میں دعا علیہ کا نام اور نسب اور ذمہ اور قبیلہ مذکور ہو اور اس صناعیت یا اس فہم میں شخص اس نام و نسب کے میں تو قاضی خط کو قبول نہ کرے گا جتنے کہ اس پر وہ شخص ہے جس کے حق میں خط لکھا گیا ہو اور اگر اس قبیلہ یا صناعیت میں وہ شخص ایسے نہ ہوں تو قاضی حکم اسپر نافذ کرے گا پس اگر مطلوب نے کہا کہ اس قبیلہ یا اس صناعیت میں دوسرا شخص اس نام و نسب کا ہو تو بلا گواہ یہ قول مقبول ہو گا اور نہ مقدمہ سے اس کا چھٹکارا ہو گا اور اگر مطلوب نے کہا کہ میں دوسرا شخص ہوں نہ پر گواہ لاتا ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ ہو کہ کہا کہ میں گواہ قائم کرتا ہوں کہ اس قبیلہ یا اس صناعیت میں دوسرا شخص اس نام و نسب کا موجود ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ مقدمہ سے چھوٹ جائیگا اور اگر یہ کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ اس قبیلہ یا صناعیت میں دوسرا شخص اس

امام و نسب کا تھا اور وہ مرگیا تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی مگر اس صورت میں مقبول ہوگی کہ خط کی تاریخ اور گواہوں کی گواہی جو خط میں ہو اسکی تاریخ کے بعد و شخص مرگیا ہو اگر وہ خط کسی ہیکے اور چرن کا ہو تو قاضی اسکے بعض ارثوں کو حاضر کرے گا اور گواہ سنکر خط کو قبول کرے گا تو اور ابن ساعدین امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص کا دوسرے غائب پر کچھ مال میا دی قرض ہو اور اسے قاضی سے درخواست کی کہ اس بابت ایک خط لکھ دے تو وہ اسکو قبول و موافق گواہوں کی گواہی کے ہمین میا د مندرج کر دے گا۔ اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر طلبہ نے دعویٰ کیا کہ طالب نے مجھے ہر قبیل و کثیر سے بری کر دیا ہو یا جو کچھ اسکا مجھے آتا تھا میں نے ادا کر دیا ہو اور اس پر گواہ قائم کیے اور قاضی سے کہا کہ میں اسی شہر کو جانا چاہتا ہوں جن میں طالب ہو اور خوف کرتا ہوں کہ طالب مجھے گرفتار کرے اور بری کر دینے یا وصول پانے سے انکار کر جاوے اور میرے گواہ یہاں موجود ہیں تو تو گواہ بن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کرے گا اور نہ گواہ بنے اور نہ لکھے گا اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد نے فرمایا کہ لکھ دے گا اور اس پر جمع ہو کہ اگر اسے یہ دعویٰ کیا کہ اسے ایک مرتبہ وصول پانے سے انکار کیا ہو اور میرے ساتھ جھگڑا کیا ہو اور اب مجھے خوف ہے کہ دوبارہ ایسا کرے پس تو میرے گواہ سنکر اس شہر کے قاضی کو لکھ دے تو قاضی اسکو لکھ دے گا غائب شخص پر بری کر دینے کے دعویٰ کے مانند و اور سبب میں ایک شفعہ کا مسئلہ ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے ایک لڑکھیا اور اسکا فلان غائب شفعہ ہو اور اسے شفعہ میرے سپرد کر دیا ہو اور مجھے خوف ہے کہ جب میں مان جائوں گا تو سپرد کرنے سے انکار کرے گا اور شفعہ کا دعویٰ کرے گا اور درخواست کی کہ قاضی شفعہ سپرد کرے گواہ بن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو اس میں بھی اختلاف مذکور جاری ہو اور دوسرا مسئلہ طلاق کا ہو کہ ایک عورت نے قاضی سے کہا کہ میرے شوہر نے مجھے بین طلاق دینا اور وہ فلان شہر میں آج کل موجود ہے اور میں بھی وہاں چاہا ہتی ہوں اور خوف کرتی ہوں کہ وہ طلاق سے انکار کر جاوے تو تو میرے گواہ بن لے اور وہاں کے قاضی کو لکھ دے تو اس میں بھی ویسا ہی امام ابو یوسف امام محمد رحمہما کا اہم اختلاف ہے جیسا بیان کیا گیا ہے پس اگر اس شخص نے جو حاضر ہے قاضی کو ایسے شہر کے انکار اور جھگڑے کی خبر دی تو قاضی اسکے گواہ سنکر اسکو خط لکھ دے گا اور اس میں اختلاف نہیں ہو اگر طالب نے قاضی کے سامنے مطلب کو بری کر دیا اسکے سامنے شفعہ سپرد کیا تو قاضی نے جو کچھ سنا ہو لکھ دے گا اور یہ امام محمد کے اصل پر ظاہر ہے اور مثل غ نے فرمایا کہ امام ابو یوسف کے قیاس پر چاہیے کہ نہ لکھے واضح ہو کہ اگر قاضی نے اپنے علم پر خط لکھنا چاہا تو اسکا خط لکھنا جائز ہے علم پر حکم قضا جاری کرے کہ جس جہاں جہاں سکونے علم پر حکم قضا دینا جائز ہو وہاں خط بھی لکھنا جائز ہو مگر ایک صورت میں امام محمد کے قول پر مثل غ نے خط لکھنے میں اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ حادثہ سے پہلے قاضی ہونے سے پہلے واقع ہوا پھر قاضی ہوا تو بعضوں نے کہا کہ اس علم پر خط نہ لکھے اولہ بعضوں نے کہا کہ لکھے۔ امام محمد نے کتاب لو کالہ میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک ار کے واسطے جو اس شہر میں ہیں ہر کسی کو اسکی خصوصیت یا قبضہ یا اجارہ کا وکیل کیا اور قاضی کا خط طلب کیا تو قاضی اسکی بابت اسکو لکھ دے گا پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہو تو اسکی معرفت تحریر کرے اور اگر نہیں پہچانتا ہو تو لکھے کہ میں نے گواہوں سے دریافت کیا کہ یہ فلان بن فلان ہے الی آخر جیسا ہم نے سابق میں بیان کیا ہے پھر لکھے کہ اسے فلان بن فلان کو تحریر کیا اور وکیل کا نام اور جب جیسا ہم نے بیان کیا ہے تحریر کرے پھر اگر قبضہ کے واسطے وکیل کیا ہو تو تحریر کرے کہ فلان دار کے قبضہ کے واسطے

اس قول حادثہ یعنی اس واقعہ کے واقع ہونے سے پہلے ۱۱

یہ کہ فہم بنی فلان میں قیام ہو کیل کیا اور اگر خصوص کے واسطے کیل کیا ہو تو لکھے کہ فلان ار کی خصوص کے واسطے جو کو فیہ قیام
 ہو کیل کیا اور جعل یہ ہو کہ جسکے واسطے کیل کیا ہو وکالت کے ساتھ اسکو تحریر کرے اور اگر کیل حاضر ہو تو زیادہ پہچان
 کے واسطے اسکا حلیہ بھی تحریر کرے اور نہ کرے تو کچھ مضر نہیں ہو اور اگر غائب ہو تو لکھے کہ ایک شخص کو کیل کیا اور بیان
 کیا کہ وہ فلان بن فلان فلاں نے قبیلہ کا ہو اور اس کلام امام محمد میں اشارہ ہو کہ غائب کیل کرنا صحیح ہو اور یہی ہمارے علماء کا
 مذہب ہے لیکن قبول کالت کے پہلے کیل کو وکالت لازم نہ ہوگی جیسا حاضر کی صورت میں ہو تاکہ وہ ضرورت سے محفوظ رہے پھر جب
 خط مکتوب لایہ کو پہونچا تو وہ دار کے قاضی کو حاضر کریگا اور اسکے سامنے خط اور مہر کے گواہ سے گامچر لے گا وہی کے خط کو کھولے گا
 اور گواہوں کے سامنے پڑھے گا تاکہ وہ مضمون پر گواہی ادا کریں اور بعد اسکے پھر کیل سے گواہ طلب کرے کہ تو فلان بن فلان
 ہو پھر اگر اسے گواہ پیش کیے تو جسکے قبضہ میں دار ہو اس سے دریافت کریگا پس اگر اسے اقرار کیا کہ یہ فلان بنی مولیٰ ہے تو
 حکم کے کاسکو کیل کے سپرد کر دے اور امام محمد کے نزدیک خط کے گواہوں سے پہلے اگر کیل سے گواہ اس بات کے مانگے کہ
 وہ فلان بن فلان فلاں نے قبیلہ کا ہو تو بہتر ہو اور امام ابو حنیفہ کے قول پر چاہیے کہ پہلے کیل سے گواہ طلب کرے پھر اس سے
 خط کے گواہ مانگے۔ اور جو پاویں اور غلام اہل اسباب و روایت اور قرضہ کی وکالت میں بھی یہی حکم ہو۔ اور فرمایا کہ دار کی
 خصوصیت کے کیل کو شخص سے جو دار میں جھگڑا کرے خصوصیت کرنیکا اختیار ہو کیونکہ وکالت مطلقہ ہو اور اگر مولیٰ نے کسی
 خاص شخص کے ساتھ خصوصیت کا اختیار دیا ہو تو دوسرے سے خصوصیت نہیں کر سکتا ہو اور کیل بالا جارہ کو صرف اختیار
 ہو کہ وہ گواہت پر دیوے اور جبکو اجرت پر دیا ہو اسکا مخاصم ہو سکتا ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر عورت کے اپنے مہر و نفقہ
 کیل واسطے کیل کیا اور قاضی سے اس بابت خط طلب کیا تو قاضی کو لکھنا چاہیے کہ عورت نے ذکر کیا کہ اسکے شوہر فلان بن
 فلان پر اسکا اسقدر مہر ہو اور اسے فلان بن فلان کو کیل کیا کہ اس سے مہر وصول کرے اور اگر وہ انکار کرے تو اس سے
 خصوصیت کرے اور خصوصیت کرنیکا اختیار صرف اسواسطے تحریر کر دے کہ امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک قرض قبضہ
 کرنیکے کیل کو خصوصیت کا اختیار نہیں ہوتا ہو۔ اور یہ بھی تحریر کرے کہ اسنے اپنے نفقہ کے طلب کرنیکے واسطے کیل کیا اور
 اگر شوہر انکار کرے تو اس سے خصوصیت کرے پھر جب یہ خط مکتوب لایہ قاضی کو پہونچے تو وہ اسکے شوہر کو حاضر کرے اور
 اس سے مہر کو دریافت کرے اگر اسنے اقرار کیا تو کیل کو دینے کا حکم کرے اور اگر عورت نے اسکو مہر کے واسطے کیل کیا اور
 نفقہ میں خصوصیت کیل واسطے کیل کیا تاکہ ہر مہینہ میں کچھ نفقہ مقرر کرے اور ہر سال کچھ کپڑا مقرر کرے پس جب یہ خط
 مکتوب لایہ قاضی کے پاس پہونچے گا تو وہ گواہوں کو اسکے شوہر کے سامنے ہی سے گامچر لے سکے نزدیک ثابت ہوا
 تو مہر کو دریافت کریگا اگر اسنے اقرار کیا تو اس سے لے لے گا اور جب قدر اسکے لائق ہو اسقدر نفقہ اور کپڑا مقرر کریگا یہ محیط میں لکھا ہو
 اگر ایک شخص قاضی کا خط لایا اور قبل اسکے کہ قاضی کے خط ہونے پر گواہ اسکا مدعا علیہ میں روپوش ہو گیا تو بعضوں نے
 کہا کہ امام عظم اور امام ابو یوسف کے قول پر قاضی یا مٹا دی بھیجے کہ وہ اسکے دروازہ پر میں نہ کھڑا کرے کہ توکل درہ میں
 میری طرف سے ایک کیل قائم کرے اسپر ڈگری کر دوں گا اور عامہ مشل نے اس قول کی تصحیح نہیں کی ہے یہ فتاویٰ قاضی فلان بن

لکھا ہو اگر ایک شخص نے ایک غلام خرید اور اس کے عیب میں قصور کر نیکی واسطے ایک وکیل کیا اور اس پر قاضی کا خط لیا
تو جائز نہیں ہو کیونکہ جب تک اس کے خود نہ حاضر ہو یعنی مشتری حاضر ہو کر قسم نہ کھائے کہ والدین عیب پر رضی نہیں ہو گیا تھا
تب تک غلام واپس نہیں ہو سکتا ہو پھر اسی کتاب لائقہ میں لکھا ہو کہ وکیل کو واپس کر نیکی اختیار نہیں ہو تا وقتیکہ خود
مشتری حاضر ہو کر قسم نہ کھاوے کہ والدین عیب پر رضی نہیں ہو گیا ہوں اگرچہ بائنے مشتری کی رضامندی کا دعویٰ
نہ کیا ہو ایسا ہی خصانت اور جصاص نے ذکر فرمایا اور ایسا ہی حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہو اور امام محمد نے
بسوط میں ذکر کیا ہو کہ وکیل واپس کر سکتا ہو لیکن اگر بائنے مشتری کی رضامندی عیب کا دعویٰ کرے تو نہیں واپس کر سکتا ہو اور
دونوں روایتوں کی توجیہ طرح پر ہو کہ قاضی لوگوں کے حق کی حفاظت کے واسطے ہر نہ جھگڑا پر پا کر نیکی واسطے پس پہلی
صورت میں وجہ ہو کہ جب بائنے مر گیا ہو اور اس وقت واپس کرنا چاہے تو میت کی طرف سے قاضی حافظ حق ہو کر اہل
مشتری سے قسم لگا اور دوسری روایت میں یہ ہو کہ وکیل واپس کر دیکھا اور جب بائنے نے جو زندہ ہو خود یہ دعویٰ نہ کیا کہ مشتری عیب
پر رضی ہو چکا ہو تو قاضی جھگڑا نہ اٹھا دیکھا بلکہ واپس کر دیکھا کیونکہ زندہ بائنے اپنے حقوق کا لحاظ کر سکتا ہو بخلاف پہلی صورت
کے فافہم بخیر فی الذخیرہ ملانوں کے شہروں میں سے کسی شہر یا صوبہ پر جو کوئی شخص الی مقرر ہو ہو اگر اسے کوئی حکمی
خط لکھنا چاہا واپس کر خلیفہ نے اس کو قضا کا عہدہ دیا ہو تو جائز ہو ورنہ جائز نہیں ہو اور اگر اس نے کسی کو قاضی کر کے
خط لکھنے کی اجازت دی ہے لیکن چاہیے کہ اگر خلیفہ کی طرف سے اس کو قاضی مقرر کر نیکی اجازت تھی تو اس کے قاضی کا خط چاہیے
ہو گا ورنہ نہیں اور کتاب لائقہ میں ہو کہ اگر خلیفہ نے کسی قاضی کو کسی حکمی عامل میں ہو گا واپس کی گواہی پیش قاضی کے قاضی
خط لکھنے کے خط لکھا تو بدولت شرائط کے جرم نے ذکر کر دی ہیں قبول نہو گا اور احکام سیاست میں ہر کا خط مثلاً میں قضا کی مقرر
یا فلاں کو قبول کیا بدولت شرائط کے مقبول ہو اور مکتوبہ لیلہ پر عمل کر گیا جبکہ اس کے ذہن میں ہو جاوے کہ یہ سچا ہو اصل میں نہ ہو
ہو کہ اگر قاضی نے ایک ہی کے حق کے واسطے جو دوسرے ذمی پر ہو خط لکھا تو سپر اہل منہ کی گواہی مقبول ہوگی وادرا بن اعلم
میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر ایک شخص قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس لایا اور اسے گواہی کی گواہی خط قبول کر لیا پھر عی
کے اصل دعویٰ کے گواہی شہر میں آئے تو قاضی مکتوبہ لیلہ پر عمل کر گیا اور دعویٰ کو حکم دیکھا کہ اپنے اصل حق کے گواہ حاضر کرے یا کہ
نے امام محمد سے روایت کی ہو کہ اگر باغی خارجی لوگ کسی شہر پر قابض ہوے اور اہل شہر میں سے کسی کو انھوں نے قاضی بنایا اور اس
قاضی سے اہل عدل کے قاضی کو خط لکھا واپس کر مکتوبہ لیلہ قاضی اہل عدل کو معلوم ہو کہ قاضی کا تہیے پاس جن گواہوں نے گواہی
دی وہ باغی ہیں تو خط کو قبول نہ کر گا و اگر اس کے علم میں ہو کہ وہ گواہ اہل عدل میں سے ہیں تو قبول کر گیا اور اگر نہ معلوم ہو کہ اہل
عدل ہیں یا باغی ہیں تو خط قبول نہ کر گیا کذا فی المحيط

چونکہ یہ سوال باب حکم مقرر کر نیکی بیان میں ہے حکم کے معنی ہیں کسی غیر کو دعویٰ مدعا علیہ یعنی دو ذوق ہم اپنے درمیان میں حاکم
مقرر کر کے جس شخص نے دونوں کے درمیان حاکم ہو گا وہ غیر دونوں کے حق میں بمنزہ مصلح کے ہو گا جیسے قاضی تمام لوگوں کے
میں حاکم ہوتا ہو جو خط مشتری میں لکھا ہو جاننا چاہیے کہ حکم بنانا جائز ہو اور اس کی شرط یہ ہو کہ وہ شخص حکم بنائے جانے اور حکم
دینے کے وقت شہر اہل عدل میں ہو یعنی جو شہر میں شاہدین چاہیے ہیں آئین موجود ہوں حتیٰ کہ اگر حکم بنائے جانے کے وقت

لائق شہادت نہ تھا پھر حکم دینے کے وقت ہو گیا مثلاً پہلے غلام تھا پھر آزاد ہو گیا یا ذمی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور حکم کیا تو نافذ نہ ہو گا اور
حکم کا حکم اور قاضی کا حکم اس طرح جلا ہو کہ حکم کا حکم دونوں دہمی مدعا علیہ پر اور جو شخص اسکے حکم پر رضی ہو نافذ ہوتا ہے بخلاف حکم فتویٰ
کے کہ ہر رضی مال میں پر در صورت حق ہو سیکے جاری ہوتا ہے یہ مقتضی نہیں لکھا ہو کہ فرار غلام اور ذمی اور محدود القدر اور فاسق اور باغ
کا حکم مقرر کرنا جائز نہیں ہے اور فاسق نے جب حکم دیدیا تو چاہے کہ ہمارے نزدیک جائز ہو اور جب تک اسے حکم نہیں دیا ہو تو ہر ایک
نصم کو اختیار ہو کہ اسکے حکم بنانے سے رجوع کر لے لہذا فی الہدایہ ذمی کی حکومت ناجائز ہونے سے یہ مراد ہو کہ جب تک وہ مسلمانوں
میں حکم ہو تو جائز نہیں اور اگر وہ ذمیوں میں حکم ہو تو جائز ہو اور مبسوط میں مذکور ہو کہ اگر ذمی نے ذمیوں میں حکم دیا تو جائز ہو کیونکہ
سوائے مسلمانوں کے ذمی اہل ذمیہ میں گواہی کے لائق ہوتا ہے اور دونوں ذمیوں کا اسکے حکم پر رضی ہونا بمنزلہ اسکے
ہو کہ سلطان نے اسے مقرر کیا ہو کیونکہ سلطان کو ذمی کا مقرر کرنا کہ وہ ذمیوں میں فیصلہ کرے صحیح ہو اور اگر سلطان نے
مسلمانوں میں فیصلہ کے واسطے مقرر کیا تو باطل ہو اور یہی حال حکم بنانے کا ہو لہذا فی الہدایہ ایضاً افعال میں جب لوگ خود
کر سکتے ہیں یعنی حقوق العباد میں حکم بنالینا جائز ہو اور جب کو غوث نہیں کر سکتے ہیں یعنی حقوق اللہ تعالیٰ میں حکم بنالینا صحیح
نہیں ہے پس اموال و مطلق اور عتاق اور کحل اور قصاص اور چوری کی ضمانت میں حکم بنانا درست ہو اور زنا اور چوری اور
شہت نامہ کے حدود میں حکم بنالینا صحیح نہیں ہے اور خصمانہ ذکر کیا کہ حکم کا حکم کسی حد اور قصاص میں جائز نہیں ہے اور اصل
میں مذکور ہو کہ قصاص میں حکم مقرر کرنا صحیح ہے اور تمام جہادی مسئلوں میں حکم کا حکم نافذ ہو گا جیسے کنایات اور مطلق اور عتاق
اور یہی صحیح ہے لیکن مثل گچ نے اس سے امتناع کیا ہوتا کہ عوام کو جرات نہ ہو اور خطلے خون کھولنے میں حکم جائز نہیں ہے
کیونکہ حاکم مددگار برادری سپر رضی نہیں اور اسکا حکم انہیں میں صحیح ہے جو اس سے رضی ہوں اور قاتل پر اسکا حکم دینا جائز
نہیں ہے مگر جبکہ قاتل نے قرار کر لیا ہو کہ میں نے خطلے لٹل کیا ہو تو جائز ہو۔ دو ذمیوں ایک ذمی کو حکم دیا پھر ایک نصم مسلمان
ہو گیا تو دونوں کے درمیان حکم نہ رہا اور مراد یہ ہے کہ مسلمان پر حکم نہیں دیکتا ہو حتیٰ کہ اگر ذمی کے لیے مسلمان پر حکم لگایا تو جائز
نہیں ہے لیکن اگر مسلمان کے لیے ذمی پر حکم دیا تو جائز ہے اور یہ حکم مبسوط میں چند جگہ صریح مذکور ہے مثلاً مبسوط میں ہے کہ ایک
مسلمان اور ذمی نے ایک ذمی کو حکم بنایا تو اسکا حکم ذمی پر جائز ہے نہ مسلمان پر اور یہی طرح اگر مسلمان اور ذمی نے ایک مسلمان
اور ذمی کو حکم پھر ایسا پس اگر وہ دونوں نے مسلمان کی واسطے ذمی پر حکم لگایا تو جائز ہے اور اگر وہ دونوں نے ذمی کے لیے مسلمان پر
حکم دیا تو جائز نہیں ہے چنانچہ اگر ایک غلام اور ایک آزاد کو حکم بنایا تو وہ دونوں کا حکم جائز نہیں ہے کیونکہ غلام کا حکم ناجائز ہے اور آزاد
تہا اگر کیا حالانکہ وہ دونوں نصم و دونوں کے حکم پر رضی ہوے تھے پس اکیلے کے حکم پر جواز نہ ہو گا۔ ایک ذمی نے دو مسلمانوں
میں حکم لگایا پھر وہ دونوں سپر رضی ہو گئے تو جائز نہیں ہے چنانچہ اگر ابتدا میں دونوں اسکو حکم قرار دیتے تو جائز تھا۔ دو ذمیوں
نے ایک ذمی کو حکم بنایا پھر حکم فیصلہ کرنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو وہ ویسا ہی حکم باقی ہے ایک مسلمان اور ایک مرتد نے باہم
ایک حکم مقرر کیا اور اسے دونوں میں حکم لگایا پھر مرتد قتل کیا گیا یا دارا حرب میں جا ملا تو حکم کا حکم اس پر جائز نہ ہو گا اور اگر مرتد
مسلمان ہو گیا تو امام عظمیٰ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے یہ محیط حشری میں لکھا ہے و مرد
ملا متلا یعنی خود نہیں دیا ہو تاکہ عوام کو جرات نہ ہو کہ حکام اسلام کے مقابلہ میں جیسے کسی قسم کے جیلے نکال کر یا در تمام بحث میں اسدائے میں رہتا

اگر اپنے درمیان میں ایک رست کو حکم قرار دین تو جائز ہو اور مراد یہ ہو کہ سو محدود و قصاص کے جائز ہو کیونکہ حکم ہوتا گواہی کی
یہاں پر ہو اور عورت کی گواہی حدود اور قصاص میں جائز نہیں ہو تو اسکا حکم ہونا بھی جائز نہیں ہو امام ابو یوسف نے
فرمایا کہ حکم مقرر کرنے کو معلق بظہر کرنا یا آئندہ وقت کی طرف صاف کرنا جائز نہیں ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ جائز ہو اور فتاویٰ سے
عقابیہ میں ہو کہ جائز ہو اور اسی پر فتویٰ ہو یہ تاہم خانہ میں لکھا ہو تعلیق کی صورت یہ ہو کہ کسی غلام سے کہا کہ جب چاند نظر
آوے تو تو حکم دے اور اضافت کی صورت یہ ہو کہ کسی شخص سے کہا کہ ہم نے تجھے کل حکم بنایا یعنی آئندہ کل کے بعد یا شروع
ماہ میں حکم بنایا اگر کسی شخص کو اس شرط پر حکم کیا کہ فلاں فقیہ سے دریافت کر کے حکم دے تو جائز ہو اور یہی طرح اگر یہ شرط
کی کہ فقیہوں سے دریافت کرے اور جس حکم پر مستفق ہوں وہ حکم دے تو بھی جائز ہو پس پہلی صورت میں اگر اس
فقیہ سے دریافت کر کے حکم دیا تو جائز ہو اور دوسری صورت میں اگر ایک فقیہ سے دریافت کر کے حکم کیا تو بھی جائز ہو
اگر اس طور پر ایک حکم بنا لیا کہ آج ہی حکم دے یا اسی جلسہ میں حکم دے تو جائز ہو پس اگر وہ دن گذر گیا یا وہ مجلس سے
اٹھ کھڑا ہوا تو حکم باقی نہ رہا اگر حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا تو قاضی میں غور کرے اگر اسکی رائے کے موافق ہو تو نافذ
کرے ورنہ باطل کر دے اگرچہ اس مسئلہ میں فقہوں نے اختلاف کیا ہو وے اگر دونوں نے ایسے شخص کو حکم بنایا جسکو وہ دونوں
نہیں چاہتے ہیں لیکن اسے فیصلہ کیا تو جائز ہو اگر دونوں ایک فاضل شخص کے فیصلہ پر نہ رہیں ہوے اور وہ غائب آگیا
اور اسے فیصلہ کیا تو جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر اس پر دونوں رضی ہوے کہ فلاں شخص یا فلاں ہمارے درمیان میں حکم ہو تو دونوں
میں سے جسے حکم دیا تو جائز ہو گا اور اگر کسی ایک کے سامنے دونوں نے پیش کیا تو اسی کو فیصلہ کے لیے معین کر لیا پھر دوسرے شخص
حکم نہ ہو گا بلکہ فقط میں لکھا ہو اگر دونوں پر رضی ہوے کہ شخص سے پہلے سجدہ میں آئے وہی حکم ہو تو باطل ہو اگر حکم نے سفر کیا یا بیابان
اندھاپن جاتا رہا اور اسے حکم دیا تو جائز نہیں ہو اگر عیاذ باللہ اسلام سے مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا اور حکم کیا تو جائز نہیں ہو اگر
حکم نے بطور روہ واد مقدمہ کے ایک شخص سے کہا کہ میرے نزدیک جو تجھ پر دعویٰ کیا ہو اسکی حجت قائم ہو گئی پھر اس شخص نے سکو معزول
کر دیا پھر بعد اس کے اس پر حکم دیا تو نافذ نہ ہو گا اگر دونوں میں سے ایک نے حکم کو اپنا دلیل صورت کیا اور اسے وکالت قبول کر لی تو حکم ہو ہیے
خارج ہو گیا اور قسیمیہ میں ہو کہ بعض شائخ نے فرمایا کہ یہ حکم امام ابو یوسف کے قول پر درست ہو اور طرفین کے نزدیک درست نہ ہو گا اور
بعضوں نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ سب کا قول ہو اگر حکم نے وہ غلام حسین جھگڑا ہو خرید یا اس کے بیٹے یا ایسے شخص نے جسکی گواہی کے
عن میں قبول نہیں ہو خرید لیا تو حکم نہ رہا یہ محیط میں لکھا ہو اگر حکم نے ایک شخص کی نسبت خبر دی کہ تو نے میرے سامنے اس شخص
کیواسے ہقد مال کا قرار کیا ہو یا یہ خبر دی کہ تجھ پر اسکا ہقد فرض ہو نیلے گواہ میرے نزدیک پیش ہو گئے ہیں اور اسکی تعدیل ہو گئی
اور میں نے تجھ پر ڈگری کر دی پھر اس شخص نے انکار کیا کہ میں نے تجھ پر قرار نہیں کیا ہو یا مجھ کیسی بات کے گواہ نہیں قائم ہوے تو
اسکے قول پر التفات نہ کیا جاوے گا اور فیصلہ نافذ نہ ہو گا اور اگر حکم نے خبر دی کہ میں نے اسقدر مال کے لیے تجھ پر اس کے حق کا حکم
کیا تھا تو حکم کی تصدیق نہ کیا ہو گی کذلکی العنا یہ اگر وہ شخصوں کو حکم مقرر کیا تو دونوں کا کیا ہونا ضرور ہو جتے کہ اگر فقط ایک نے
حکم دیا تو جائز نہیں ہو اور بعد برخواست مجلس کے اس حکم پر کسی تصدیق نہ کیا ہو گی جب تک کہ اور دو گواہ گواہی نہ دیں جیسے باقی

رہا یا کا حکم ہو کذا فی النہایہ۔ وخصمون نے ایک شخص کو حکم بنایا اور قاضی نے اسکی اجازت نہی اور ہنوز اسے حکم نہیں کیا تھا پھر اسے
برخلاف اسے قاضی کے حکم کیا تو جائز نہیں ہے۔ ایک شخص کو حکم بنایا اور اسے کسی ایک کے واسطے فیصلہ کیا پھر دوسرا حکم بنایا
پس اگر پہلے کا حکم اس کے نزدیک جائز ہو تو اسکو نافذ کرے اور اگر ظلم ہو تو باطل کر دے۔ اگر ایک شخص کو حکم بنایا اور اسے کچھ حکم
دیا پھر دوسرا حکم بنایا اور اسے کچھ حکم دیا کہ جو پہلے کے مخالف تھا مگر پہلا معلوم نہ تھا پھر دونوں کا مرقعہ قاضی کے سامنے
ہوا تو قاضی اپنی رائے سے موافق حکم کو نافذ کرے گا اگر ایک شخص کو حکم بنایا اس شرط پر کہ جب تک مجلس میں ہو حکم دیدے پھر وہاں اختلاف
کیا کہ دونوں نے کہا کہ تو نے کچھ حکم نہیں کیا اور حکم نے کہا کہ میں نے حکم دیدیا تو جب تک وہ مجلس میں موجود ہو اسکی تصدیق کی جاوے گی اور
مجلس کے برخاستہ نہیں تصدیق ہوگی۔ اگر دونوں میں سے ایک نے حکم پر گواہی کی کہ اسے اس کے واسطے حکم دیدیا ہو اور حکم
انکار کرتا ہو تو گواہ مقبول ہونگے۔ اگر حکم نے گواہی دی کہ میں نے فلاں شخص پر فلاں شخص کے لیے گواہی پر فیصلہ کیا ہے تو
یہ جائز ہو۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ حکم نے فلاں کے لیے ہزار درم کا فلاں شخص پر حکم لگایا اور دوسرے گواہوں نے
گواہی دی کہ حکم نے دعویٰ کے ہزار درمون سے اسکو بری کر دیا ہو خواہ حکم حاضر ہو یا غائب ہو خواہ اقرار کرتا ہو یا انکار کرتا ہو
بری ہونے کا حکم دیا جائیگا۔ اگر ایک دارمین جھگڑا پیش ہوا اور دو گواہوں نے کہا کہ حکم نے اس کے واسطے فیصلہ کیا ہے
اور دوسرے گواہوں نے دوسرے کے واسطے ہی گواہی دی پس اگر وہ دار دونوں کے قبضے میں ہو تو دونوں
میں مشترک ہونیکا حکم ہوگا اور اگر ایک کے قبضہ میں ہو تو اسی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر کسی ایسے اجنبی کے پاس
ہو کہ وہ حکم کے حکم پر رضی نہیں ہوا ہو تو اسی کے قبضہ میں چھوڑ دیا جاوے گا یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر ایک ہزار درم ہو تو
میں جھگڑا ہوا اور دعویٰ نے گواہی پیش کی کہ سچے روز حکم نے میرے حق کی ڈگری کر دی ہے اور مدعا علیہ نے گواہ دیے کہ میں نے
اس سے پہلے اسکو معزول کر دیا ہو تو یہ فیصلہ باطل ہوگا اور اگر مدعی نے گواہی پیش کی کہ حکم نے مدعی کے واسطے جمعہ کے دن
مال کی ڈگری دی ہے اور مدعا علیہ نے گواہی پیش کی کہ حکم نے سچے روز اسکو بری کیا ہو یا مدعا علیہ نے کہا کہ مجھے جمعہ کے
روز بری کیا ہو اور مدعی نے کہا کہ مجھے سچے روز ڈگری دی ہے تو پہلا حکم نافذ ہوگا اور دوسرا حکم باطل ہوگا اور حکم کا خط قاضی
کے ام جائز نہیں ہے اور اس طرح قاضی کا خط حکم کے ام جسکو وہ خصمون نے مقرر کر لیا ہو جائز نہیں ہو کذا فی محیط۔ اگر ایک قاضی کا
خط دوسرے قاضی کے نام ہو تو حکم سچے حکم نہ کرے گا کیونکہ اسے حکم کو نہیں لکھا ہو لیکن اگر دونوں جسم باہم اس کے حکم نافذ کرنے پر رضی
ہو جاوے تو ابتداً جائز ہو کیونکہ وہ دونوں اس کے حکم پر رضی ہو گئے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر حکم نے کچھ گواہوں کی گواہی
باسبب شہادت کے رد کر دی پھر انھیں گواہوں نے قاضی یا دوسرے حکم کے پاس گواہی دی تو وہ اُن کے حال کو دریافت
کرے گا پس اگر انکی تبدیل کی گئی ہو تو گواہی جائز رکھے گا اور اگر جرح کی گئی ہو تو رد کر دے گا صرف حکم کے رد کرنے سے گواہ رو نہوں گے
بمخلاف اس کے کہ قاضی نے انکی گواہی رد کر دی ہو اگر دونوں نے کسی کو حکم بنایا اور اس کے حکم دینے سے پہلے قاضی نے اجازت نہی تو
یہ قاضی کی اجازت لغو ہو جی کہ اگر اسے قاضی کے برخلاف اسے حکم دیا تو قاضی اسکو باطل کر سکتا ہے اور اس لائیک سرخسی نے فرمایا کہ
یہ حکم اس صورت میں صحیح ہو کہ قاضی کو خلیفہ کر کے اجازت نہوا اور اگر اسکو اجازت ہو تو یہاں اسکی اجازت جائز ہوگی اور نیز خلیفہ

موافق لینے اپنے اجتہاد سے موافق یعنی جو کچھ اسکے اجتہاد میں ہے جو اس سے مطابق ہو ۱۲

کر نیکی ہوگی پس بعد اسکے اسکے فیصلہ کو رد نہیں کر سکے گا کذا فی المحیط حکم کو جائز نہیں ہو کہ حکومت دوسرے کے سپرد کر دے کیونکہ دونوں حصہ سپرد نہیں ہوئے ہیں کہ وہ غیر کو حکم بنا دے پس اگر اسے دوسرے کے سپرد کر دی اور اسے حکم دیا اور پہلے حکم نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز نہیں ہو کہ جبکہ دونوں حصہ اس حکم پر رضی ہو جائے اور اجازت دین تو جائز ہو بعضے مشائخ نے فرمایا کہ یہ قول کہ پہلے حکم نے اس کی اجازت دی تو جائز نہیں ہو مگر متن صحت نہیں معلوم ہوتا ہونا ہر کوئی لگا پہلے دلیل نے دوسرے دلیل کی بیج کی اجازت دی تو جائز ہو جاتی ہو اور ایسے ہی قاضی کو اگر خلیفہ بنائے کی اجازت نہ تھی پھر اسے اپنے خلیفہ حکم کی اجازت دی تو جائز ہوتا ہو اور سپرد نہ کر دے کہ اگر ایک شخص کے حکم پر کوئی قوم اترتی اور ان کی بلا رضامندی دوسرے شخص نے حکم دیا تو جائز نہیں ہو اور اگر پہلے شخص نے اس حکم کی اجازت دی تو جائز ہو پس اس قول کی تاویل کہ اس کی اجازت باطل ہو یہ ہو کہ خود اس کے حکم بنانے اور دوسرے کو سپرد کرنے کی اجازت باطل ہو کیونکہ یہ ابتداء سے صحیح نہ تھی تو آخر تک صحیح نہ ہوگی لیکن دوسرے کے حکم کی اجازت دینا پس جائز ہو جیسے اسے خود حکم دیدیا اور بعضے مشائخ نے دونوں میں فرق بیان کیا ہو طرح پر کہ حکم کا حکم عبارت ہی سے صحیح ہوتا ہے پس یہ ناجائز ہو گا کہ غیر شخص کی عبارت سے دونوں پر حکم نافذ ہو بخلاف دلیل کے کہ بیج میں عبارت ہی کی ضرورت نہیں ہے جیسے بیج بالاعتاضی وغیرہ پس مقصود یہ ہوتا ہو کہ بیج کے وقت دلیل کی رائے شامل ہو پس جب پہلے دلیل نے دوسرے دلیل کی بیج کی اجازت دی تو اس کی رائے شامل ہو گئی پس عقد صحیح ہو گیا اور قاضی کی صورت میں بھی یہ فرق ہو کہ حکم کے خلیفہ نے دیا ہو وہی حکم خود قاضی دونوں کی بلا رضامندی دیکھتا تھا تو دونوں کی بلا رضامندی غیر کا حکم بھی ان پر جائز کر سکتا ہو کذا فی المحیط انخرسی۔ اگر ایک شخص نے دو مضمون میں فیصلہ کیا اور ان دونوں نے اس کو حکم نہیں بنایا تھا پھر بعد حکم کے کہا کہ ہم اسکے حکم پر رضی ہوے اور ہم نے اجازت دی تو یہ جائز ہو۔ اگر دو شخص سپرد رضی ہوے کہ ہر ایک اپنے اپنے لوگوں میں ایک حکم مقرر کرے جیسے تو جائز ہو اور اگر ایک حکم نے ایک حصہ پر حکم لگایا اور دوسرے نے دوسرے پر تو جائز نہیں ہے اگر ایک حصہ سے تم طلب کی اور اسے نہ کھائی اور اس پر حکم لگایا پھر اسے کہا کہ میں اس کی حکومت کی اجازت نہیں دیتا ہوں اور میں تم کو حکم لگاؤ گا تو حکم اس کا پورا ہو گیا یعنی رد نہیں ہو سکتا ہو اگر مدعی نے ابتداء سے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کیے اور ان کی تعدیل ہوئی اور ان کی گواہی پر حکم نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی تو جائز ہو پس اگر مدعا علیہ حکم سے انکار کیا پس اگر اسے حکم بنانے سے انکار کیا اور مدعی نے اس کا دعویٰ کیا تو مدعی کو اختیار ہو کہ اس کو قسم کھلاوے پس اگر اسے قسم سے انکار کیا تو مدعی کا دعویٰ اس پر لازم ہو گا اور اگر مدعی نے حکم بنانے اور فیصلہ دونوں پر گواہ پیش کیے تو دیکھنا چاہیے کہ جن گواہوں کی گواہی پر فیصلہ ہوا ہو اگر ان کے سوا سے حکم بنانے کے گواہ دوسرے ہیں تو ان کی گواہی مقبول ہوگی اور اگر وہی گواہ ہیں تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔ زیادات میں ہو کہ اگر مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم کا فیصلہ قاضی کے سامنے پیش ہوا اور وہ اس کی رائے کے برخلاف تھا باوجود اسکے اس نے وہ حکم نافذ کیا پھر دوسرے قاضی کے سامنے پیش ہوا کہ وہ بھی حکم کا حکم لائق رہ سمجھتا تھا تو دوسرا قاضی اس کو رد نہیں کرے گا کذا فی المحیط

۱۱۰ اتري الزیغین مسلمان فوج نے قلعہ کفار کا محاصرہ کیا آخر وہ لوگ راضی ہوئے کہ ہمارے حق میں جو کچھ غلام شخص حکم کرے ہم اس پر راضی ہونے کی شرط سے اپنے قلعہ سے اترتے ہیں ۱۱۱ مسئلہ مجتہد فیہ یعنی متخاصمین نے اپنے درمیان ایک شخص کو حکم ٹھہرایا اسے ایسے مسئلہ میں جو مجتہد فیہ ہے کچھ حکم لگایا وہ حکم قاضی کے سامنے پیش ہوا ۱۱۲

ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعوے کیا اور کہا کہ اسکی طرف سے فلا غائب نے اس مال کی میرے واسطے کفالت کی ہے پھر دونوں نے ایک حکم مقرر کیا اور کفیل غائب ہو اور مدعی نے دو گواہ اس کے پیش کیے کہ میرا بقدر مال سپرد ہو اور اس کے حکم سے یا بلا حکم ایک شخص نے کفالت کی ہے پھر اس گواہی پر حکم نے مدعا علیہ کے ذمہ مال کا اور اسکی طرف سے کفیل ہونیکا حکم دیدیا تو مدعا علیہ پر اس مال کا حکم جائز ہو اور کفیل پر جائز نہیں کیونکہ کفیل اس کے حکم مقرر کرنے پر رضی نہیں ہوا ہوا دوسری طرح اگر اس صورت میں کفیل موجود ہو اور حکم بنانے پر رضی ہو جاوے اور بقول غائب ہو جائے تو حکم کفیل پر درست ہو گا نہ بقول غائب نہ کفالتی لفظ اگر دونوں نے ایک شخص کو حکم مقرر کیا اور اس نے اپنے اجتہاد سے ایک کے واسطے حکم کیا پھر اس سے رجوع کر کے دوسرے کو واسطے حکم دیا تو پہلا حکم نافذ ہو گا اور دوسرا باطل ہو گا اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو حکم بنایا پھر ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہ پیش کیے کہ حکم نے میری ڈگری اس شخص پر کی تھی یعنی مدعا علیہ پر اور مدعا علیہ ادا نہ کیا کرتا ہوا اقرار ہو تو گواہی مقبول ہوگی اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو حکم بنایا اور اس نے تمام دعویٰ میں سے کسی قدر دعویٰ کی ڈگری کی پھر باقی دعویٰ میں مدعا علیہ اس کے حکم بنانے سے انکار کیا تو پہلا حکم نافذ ہو گا اور بعد ازاں نافذ نہ ہو گا اگر ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے کہا کہ میرے اس شخص پر اور اس کے کفیل پر جو غائب ہو ہزار درہم ہیں و رد گواہ پیش کیے پھر مدعا علیہ نے جرح کی کہ یہ گواہ غلام ہیں تو حکم کو چاہیے کہ اس طعن کی سماعت کرے اور اگر گواہوں نے گواہ پیش کیے کہ دونوں کے مالکوں نے انکو آزاد کر دیا تھا اور یہ آزاد کیے گواہ عادل قرار پائے تو مدعا علیہ کے حق میں حکم ان کی آزادی کا حکم دیکھا اور مال کی اس پر ڈگری کر گیا اور کفیل پر نہ کر گیا اور حکم کے حکم سے آزادی غلاموں کے مالک کے حق میں ثابت نہ ہو جائیگی اور اگر ایسا معاملہ قاضی کے حکم سے ہوتا تو مال بھی کفیل پر ثابت ہو جاتا اور غلاموں کی آزادی کا حکم مالک کے بھی جاری ہوتا پس اگر غلاموں کا مالک تیا اور آزادی سے انکار کیا اور دونوں کو قاضی کے سامنے لے گیا پس اگر انھیں گواہوں نے گواہی دی جنھوں نے حکم کے سامنے ان کے آزاد ہونے کی گواہی دی تھی اور قاضی نے فیصلہ کیا تو گواہی جائز ہو اور اگر غلاموں کے پاس آزاد ہونے کے گواہ نہیں ہیں اور قاضی نے ان کے ملوک ہونیکا حکم دیا تو حکم کا فیصلہ باطل کر دیکھا اگر ایک شخص نے دو شخصوں پر کسی کٹے یا کیلی یا ذنی چیز کے غصب کر لینے کا دعویٰ کیا پھر ایک دونوں میں سے غائب ہو گیا اور دوسرے اور مدعی نے ایک حکم مقرر کیا اور مدعی نے اپنے دعوے کے گواہ پیش کیے تو شخص مع جو کے ذمہ آدھا مال لازم ہو گا اور اس حکم کے فیصلہ پر غائب کے ذمہ کچھ لازم نہ ہو گا اور اس طرح اگر کسی میت پر دعویٰ کیا اور اس کے تمام وارث غائب ہیں فقط ایک شخص موجود ہو اس نے اور مدعی نے حکم مقرر کیا تو مدعی کی گواہی پر بقدر حق کا فیصلہ ہو وہ غائبوں کے حق میں جائز ہو گا صرف فرق یہ ہو کہ مسئلہ وراثت میں حکم پورے قرضہ کا حکم اسی حاضر پر دیکھا اور جو کچھ اسکے قبضہ میں ہو اس وصول کر لیا اور مسئلہ غصب میں حاضر پر نصف مال کا حکم دیکھا اگر دوسرے سے ایک غلام خرید کر قبضہ کیا اور اس کا کر دیا پھر اس میں عیب لگا یا اور دونوں نے ایک حکم مقرر کیا اور اس نے فیصلہ کیا کہ غلام بائع کو واپس یا جاوے تو جائز ہو پس اگر بائع نے چاہا کہ اپنے بائع سے اس مال میں غصب کرے تو جائز نہیں ہو اور اگر مشتری اور پہلا بائع اور دوسرا بائع سب ایک حکم بنانے پر متفق ہوئے اور اس نے غلام دوسرے بائع کو واپس کر لیا حکم دیا اور دوسرے بائع نے پہلے بائع کو واپس کرنا چاہا تو قیاساً اسکو یہ اختیار نہیں ہو اور قیاساً نہ ہو اور اگر دوسرے بائع کو غلام واپس لینے کے بعد پہلے بائع نے تصدیق کیا کہ حکم کو معزول کر دیوے تو صحیح ہو اور جو معزول ہو گیا تو اسکی اختیار نہیں ہے

کہ اپنے غلام پہلے بائع کو واپس کرے۔ اور اگر اسکے بعد دوسرے بائع نے پہلے بائع کے ساتھ اسی عیب کی وجہ سے کسی قاضی کے سامنے جھگڑا کیا تو قیاس چاہتا ہو کہ قاضی پہلے بائع کو واپس دیوے اور چھٹا واپس کر دے گا۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کا سبب سے حکم سے فروخت کیا پھر سہین شہری نے عیب لگایا اور موکل کے حکم سے دونوں نے اپنے درمیان ایک حکم مقرر کیا اور حکم نے سبب سے عیب کے واپس کر دینے کا حکم کیا اس وجہ سے کہ بائع نے اس عیب کا اقرار کیا یا قسم کھانے سے کہ میرے پاس کا عیب نہیں ہو گا کیا یا کوئی دلیل یعنی گواہ قائم ہوئے پس اگر گواہ ہی یا قسم سے انکار کر نیکی وجہ سے وکیل کو واپس کر دیا گیا تو وکیل اپنے موکل کو واپس کر سکتا ہو۔ اور اگر قاضی عیب کی وجہ سے واپس کیا اور وہ عیب یا ہو کہ اتنے عرصہ میں نہیں پیدا ہو سکتا ہو یا اسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہو تو بھی موکل کو واپس کر سکتا ہو اور اگر ایسا عیب ہے کہ پیدا ہو سکتا ہو تو جب تک اس پر گواہ قائم نہ کرے کہ یہ عیب محض کل کے پاس کا ہو واپس نہیں کر سکتا ہو۔ اور اگر حکم مقرر نہ کرنا بدون موکل کی رضامندی کے تھا تو وکیل پر اس سے کوئی حکم لازم نہ ہو گا سوائے اسکے کہ گواہ قائم ہوں یا وہ عیب یا ہو کہ اسکے مثل پیدا نہیں ہو سکتا ہو اگر ایک شخص نے دوسرے کے واسطے کوئی چیز اسکے حکم سے خریدی اور وکیل نے اس میں عیب لگایا اور موکل کی اجازت سے باہم حکم مقرر کیا اور حکم نے گواہی یا اقرار یا قسم سے انکار کر دیا تو وہ چیز اسکے بائع کو واپس کر دی تو موکل کی طرف سے بھی حکم لازم ہو گا اور اگر موکل کی بلا رضامندی باہم حکم مقرر کیا اور اس نے کسی وجہ سے جو مذکور ہوئی ہیں واپس کر لیا حکم دیا تو بھی حکم موکل پر لازم ہو گا یعنی موکل کو بھی ماننا پڑے گا یہ عیب میں لکھا ہے تیسری میں ہو کہ علی بن احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا گیا کہ بائع کے عیب اور اسکے اپنے قرض خواہ نے دونوں نے باہم ایک حکم مقرر کیا پھر قرض خواہ نے جی پر گواہ پیش کیے تو کیا حکم کو اختیار ہو کہ اس گواہی پر بائع پر حکم دیدے یا خاص قاضی کو یہ اختیار ہو تو شیخ نے فرمایا کہ اس کو ایسا حکم دینے کا اختیار نہیں ہو کہ جس میں بائع کو ضرر ہو پس اس جواب کا ظاہر ہو کہ اگر ایسا نہ ہو تو حکم دینا جائز ہو اور شیخ ابو حامد سے یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ حکم کچھ حکم نہیں دے سکتا ہو اور شیخ حمیرا لوری سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اگر حکم کے حکم میں بائع کی بہتری ہو تو جائز ہو نا چاہیے کیونکہ یہ منکر نہ ہو جس کے صلح کر لینے کے ہو یہ باتار خانہ میں لکھا ہے

پچیسواں باب دکالت اور وراثت اور قرضہ ثابت کرنے کے بیان میں۔ اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھے ایک شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہو کہ کچھ اس کا حق کو ذمہ میں آتا ہو خواہ کسی شخص پر ہو سکو طلب کروں اور اس پر قرضہ کروں اور اگر نہ دے تو اس سے فحاصمہ کروں اور دکالت پر لے گواہ پیش کیے اور موکل حاضر نہ تھا اور دعویٰ دکالت اپنے ساتھ کسی ایسے شخص کو نہیں لایا کہ جن پر موکل کا کچھ حق آتا ہو صرف اپنی دکالت ثابت کرنا چاہی تو قاضی بدون اسکے کہ وہ اپنے ساتھ کسی خصم کو حاضر کرے اسکے گواہوں کی سماعت نہ کرے گا اگر وہ اپنے ساتھ کوئی ایسا شخص لایا کہ جس پر موکل کے حق کا دعویٰ کرتا ہو اور مدعا علیہ اس حق کا مقربہ یا منکر ہو تو دونوں صورتوں میں قاضی اس کی دکالت کے گواہ منکر اس کی دکالت کو نافذ کر دے گا پھر اگر اس نے دوسرے قرضدار کو پیش کر کے اس پر دعویٰ کیا تو دکالت کے ثابت کرنے کے واسطے وہ بارہ گواہ پیش کرنے کی حاجت نہیں ہو اسی دکالت سے ہر حق جس کی طرف موکل کا کچھ حق آتا ہو قاضی کے سامنے دعویٰ کرے گا اور قاضی سماعت کرے گا اور اگر کسی خاص شخص کی طرف جو حق آتا ہو اسکے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا تو دکالت کی گواہی کو قاضی اسی شخص کے سامنے ہی سنے گا۔ اگر اس کو کسی خاص شخص کی طرف

جو کچھ حقوق ہیں ان سب کے طلب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے حاضر ہو کر کسی خاص شخص پر گواہ قائم کیے پھر حاضر ہو کر وکالت پر گواہ پیش کیے پھر دوسرے شخص کو لایا کہ اسپر بھی کچھ حق کا دعویٰ کرتا تھا تو اس وکیل کو وکالت کے واسطے دوبارہ گواہ قائم کرنے چاہیے ہیں بخلات پہلی صورت کے جو مذکور ہوئی ہو اگر موکل نے خود حاضر ہو کر قاضی کے سامنے بیان کیا کہ میں نے اس شخص کو اپنے تمام حقوق کے طلب کرنے کے واسطے جو کو ذہن آتے ہیں اور اس میں خصوصیت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور ان دونوں کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا شخص نہ تھا کہ جسے موکل کا کچھ حق ہو پس اگر قاضی موکل کو پہچانتا ہو اور جانتا ہو کہ شخص فلان بن فلان خلائفہ قبیلہ کا ہو تو قاضی وکالت کو قبول کر کے وکیل کے نام نافذ کر دے گا پھر اگر وکیل نے کسی شخص کو حاضر کر کے اسپر حق موکل کا دعویٰ کیا اور موکل غائب تھا تو وکیل اس کا محاصرہ قرار دے گا اور اگر موکل کو قاضی نہیں پہچانتا ہو تو اس کے کہنے سے وکالت قبول نہ کرے گا کذا فی ادب القاضی للخصاصات اور خصاصات نے ادب القاضی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو قاضی کے سامنے پیش کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ اسپر ہزار درم فلان بن فلان مخزومی کے نام سے ہیں وہ حقیقت میں وہ میرا مال ہو اور فلان بن فلان کہ جس کے نام سے وہ مال ہے اسے اقرار کیا ہو کہ یہ میرا مال ہو نہ اس کا اور اس کا نام صرف رکھ دیا گیا ہو اور اس نے مجھے اس مال پر قبضہ کر لینے اور خصوصیت کر لینا وکیل کیا ہو تو قاضی مدعا علیہ سے سوال کرے گا اگر اس نے ان سب باتوں کا اقرار کیا تو قاضی حکم دے گا کہ مال مذکور مدعی کو دیدے سو واسطے کہ یہ قرار پانچواں ہے کہ قرضہ حقیقت میں ہوں کہ اس ادا ہوتا ہو اور جب اس نے اس دعویٰ پر اقرار کیا تو اپنے مال کے دینے پر خود مقرر ہو پس حکم اقرار اسپر نافذ ہو گا اور خصاصات نے اس مسئلہ میں بشرط لگائی ہو کہ مدعی دعویٰ کرے کہ جس کے نام سے مال ہوتا ہے مجھے قبضہ کر لینے کا وکیل کیا ہو اور خصاصات نے اس کو ظاہر روایت کیا ہو اور امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ یہ شرط نہیں ہو بلکہ صرف مدعا علیہ کے اس قرار پر کہ یہ مال جو فلان کے نام سے ہو اس مدعی کا ہو حکم دیدیا جاوے گا کہ مدعی کو دیدے پھر اگر مدعا علیہ نے اس دعویٰ کا اقرار کیا اور اقرار کے موافق قاضی نے مال مدعی کو دلا دیا تو حکم اس شخص غائب پر نافذ ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ شخص جس کے نام سے مال بیان کیا گیا ہو حاضر ہو کر مدعی کے وکیل کرنے سے انکار کرے تو اپنا مال مدعا علیہ سے لے سکتا ہو اور اگر مدعا علیہ نے تمام دعویٰ سے انکار کیا اور مدعی نے قاضی سے درخواست کی کہ اس قسم لیاوے تو قاضی اس مدعی سے دریافت کرے گا کہ تیسرے پاس اس دعویٰ کے گواہ ہیں کہ فلان شخص نے کہ جس کے نام سے مال ہوتا ہے اقرار کیا ہو کہ یہ مال تیرا ہو اور اس نے تجھے اس مال پر قبضہ کر نیکے واسطے وکیل کیا ہو پھر کتاب میں اس دعویٰ مذکورہ پر گواہ لانا شرط کیا گیا ہو اور واضح ہو کہ خصوصیت ثابت ہونے کی واسطے یہ شرط نہیں ہو کہ نفس مال ہونیکے واسطے بھی گواہ پیش کیے صرف یہ شرط ہو کہ وکالت کی واسطے گواہ پیش کرے پس قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کرے گا پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر اس نے اپنے وکیل ہونیکے گواہ پیش کیے تو اس کا ختم ہونا درست ہو گیا پھر قاضی مال کے گواہ موافق دعویٰ کے طلب کرے گا پس اگر اس نے گواہ پیش کیا تو مال اس سے لے لے گا اور یہ حکم اس شخص غائب پر بھی نافذ ہو گا حتیٰ کہ اگر وہ شخص غائب حاضر ہو اور وکیل کرنے سے انکار کیا تو اپنا مال مدعا علیہ سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مدعی کے پاس مال ہونیکے گواہ نہیں تھے اور اس نے مدعا علیہ سے قسم طلب کی تو قاضی اس سے سہ طرح قسم لے گا کذا فی فلان بن فلان مخزومی کا یہ مال کہ جس کو فلان مدعی بیان کرتا ہے پھر

یعنی مدعا علیہ پر یہ مال قرضہ ہے اور اس میں قرضخواہ کا نام قرضی ہے بلکہ اصل قرضخواہ میں ہوں ۱۲

نہیں ہونے کچھ اس مال میں سے ہوا ورنہ اسکے نام سے ہو۔ اور حکم اس صورت میں ہو کہ جب عی نے اپنی کالت کے گواہ پیش کیے ہوں
 اور اگر اسکے پاس کالت کے گواہ نہ ہوں اور اسے قاضی سے کہا کہ مدعا علیہ جانتا ہو کہ مجھے فلان بن فلان غائبے اس مال پر قبضہ کر نیکی
 واسطے وکیل کیا ہو اور مدعا علیہ کو قسم دلائی جاوے تو قاضی اس سے اس طرح قسم لے گا کہ اگر اندر میں یہ جانتا ہوں کہ فلان بن فلان غرضی
 نے ہکو مال پر قبضہ کر نیکی واسطے موافق اسکے دعویٰ کے وکیل کیا ہو ایسا ہی خصاف نے ادب قاضی میں امام محمد و امام ابو یوسف
 کے ام سے ذکر کیا ہو اور مثل گج نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ یہ قول امام عظم کا بھی ہو لیکن خصاف کو یاد نہ تھا اس واسطے
 اسے صرف صاحبین کو ذکر کیا اور اس لائمہ حلوائی نے بھی ہی طرف میل کیا ہو اور بعضے مثل گج نے کہا کہ یہ صرف صاحبین کا
 مذہب ہے اور امام عظم کے نزدیک یہ ہو کہ مدعا علیہ سے قسم لینا نہ چاہیے اور اسی قول کو شمس لائمہ خرسی نے صریح سمجھا ہو پھر حث مدعا علیہ سے
 قسم لینی اور اسے قسم کھانی تو جھگڑا ختم ہوا اور اگر اسے انکار کیا تو کالت کا اقرار ہو اس قاضی موافق اقرار کے وکالت کا حکم دیدیگا پھر
 مدعا علیہ سے قاضی مال کو دریافت کر گیا پس اگر اسے موافق دعویٰ کے اقرار کیا تو اسکو حکم دیدیگا کہ مدعی کو دیوے اور اگر اسے مال سے انکار
 کیا تو مدعی کو اسکے ساتھ قسم لیکر مال لینے کی خصوصیت ثابت ہوگی اور گواہی سے ثابت کر نیکی حق نہ ہو کالتی کا اگر اسے مال ثابت کر نیکی گواہ پیش
 کرنے چاہے تو قاضی گواہی کی سماعت نہ کرے گا۔ اور صریح اگر مدعا علیہ نے ابدلے سے مدعی کے وکیل ہو گیا صریح اقرار کیا و لیکن مال انکار کیا تو بھی
 مدعی کو قسم کے ساتھ مال لینے کا حق خصوصیت حاصل ہو گا نہ یہ کہ گواہ پیش کرے اور مال ثابت کرے اور اس مسئلہ کی نظیر میں یہ مسئلہ ہو کہ جو ہمارے
 اصحاب نے ذکر فرمایا اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ فلان بن فلان ہاشمی نے مجھے وکیل کیا ہو کہ جو کچھ اسکا حق زدیکہ طرقت آتا ہو اسکو
 طلب کروں و اسکے ہزار ورم زید پر میں بین انکار مدعی ہوں اور مدعا علیہ نے وکیل ہو گیا اقرار کیا اگر مال سے انکار کیا پھر مدعی نے چاہا
 کہ اس پر مال ثابت کر نیکی واسطے گواہ پیش کرے تو اسکو بھی خصوصیت کا حق حاصل نہیں ہو لیکن اس سے قسم لیکر مال لے سکتا ہو یا اقرار سے
 لے سکتا ہو۔ اور اگر مدعا علیہ نے مال کا اقرار کیا اور وکیل ہونے سے انکار کیا تو قاضی مدعی سے وکالت کے گواہ طلب کر گیا پھر اگر اسے
 پیش کیے تو گواہی سے وکالت ثابت ہوگی اور اسکو ہر طرح اس سے خصوصیت کا اختیار ہو یعنی اگر مدعا علیہ قرار کرے تو
 مال لے سکتا ہو اور اگر انکار کرے تو قسم لے سکتا ہو یا گواہ پیش کر سکتا ہو۔ اور اگر اسکے پاس گواہ نہ ہوں اور اپنے دلیل ہونے کی
 مدعا علیہ سے قسم لینے چاہی کہ یہ جانتا ہو تو اس سے قسم لے گا مگر میں ہی اختلاف ہو جو ہم نے سابق میں بیان کیا ہو اس اگر مدعا علیہ
 نے قسم کھانی تو جھگڑا ختم ہو گیا۔ اور اگر اسے انکار کیا تو وکالت ثابت ہو گئی لیکن مال لینے کے حق میں یہ کہ غائب شخص پر حکم ثابت
 ہو جائے اور امام محمد نے فرمایا اگر ایک شخص اپنے ساتھ ایک شخص کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر دعویٰ کیا کہ فلان شخص نے مجھے
 وکیل کیا ہو کہ جاسکا قرض اس شخص پر آتا ہو اسکو وصول کروں اور اس سے خصوصیت کروں و جو اسکا مال معین اسکے پاس
 بطور ودیعت کے ہوا سکر لے لوں اور مدعا علیہ نے اس سب کی تصدیق کی تو اسکو حکم دیا جائیگا کہ قرضہ اسکے سپرد کرے اور
 مال معین کے سپرد کرے کہ اس واسطے حکم نہ دیا جائیگا۔ یہ محیط میں لکھا ہو ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر دعویٰ کیا
 کہ فلان بن فلان غرضی کے سپرد ہزار ورم آتے ہیں اور اسے مجھے اس مال کے وصول کرنے اور اس میں خصوصیت کر نیکی اور
 جو کچھ اسکا حق آتا ہو سب میں خصوصیت کا وکیل کیا ہو اور اس سب دعویٰ پر گواہ پیش کیے تو امام عظم نے فرمایا جب تک وہ اپنے
 مال سے قرضہ نہ دے اور اس پر دعویٰ وکالت لازم آیا ۱۲ یعنی اگر غائب مال کو اسکا حق بجالا دے گا

دیکھ لیں کہ گواہ پیش کر گیا میں اس کے مال کے گواہ نہ سونگا اور اگر وکالت اور مال دونوں کے ایک ساتھ گواہ دے تو وکالت کا حکم دو گنا اور مال کی گواہی دو بار پیش کر کے سنا دے اور امام محمد نے فرمایا کہ دونوں کا یعنی وکالت اور مال کا حکم دو گنا اور قرضہ پر دو بار گواہی کی ضرورت نہیں ہے اور امام ابو یوسف کا قول مضطرب ہے اور ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دونوں کا حکم دیا جائیگا لیکن پہلے وکالت کا حکم دیا جائیگا پھر بدون دوبارہ گواہی کے مال کا حکم دیا جائیگا اور قاضی حکم دینے میں ترتیب کا لحاظ رکھتا ہے گواہی کے سننے میں درجہ تہمتان ہے اور امام غلام سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ قیاس کی علت ظاہر ہونے کی وجہ سے میں قیاس کو لینا ہوں اور امام محمد نے لوگوں کی حاجت کی وجہ سے تہمتان کو لیا ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور یہ طریق اگر وحشی نے قرضہ اور مویشی بہ دونوں کے ایک ساتھ گواہ پیش کیے یا وارث نے اپنے نسب اور مورث کے مرنے کے اور قرضہ کے ایک بار گواہ پیش کیے تو بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر قرضہ کے وصول کرنا کیل کیا اور تہمتان نصیبت کرنے سے کچھ تعرض کیا کہ خصوصیت کرے یا نہ کرے اور مدیون نے وکالت اور مال دونوں سے انکار کیا تو امام اعظم کے نزدیک کیل کے گواہ وکالت اور مال دونوں پر سننے جائینگے اور صاحبین کے نزدیک کالت کے مقبول ہونے ال کے مقبول نہ ہونے امام محمد نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کو اپنے تمام حقوق میں خصوصیت کر نیکی واسطے جلا سکے حقوق لوگوں پر ہونی کیل کیا پھر کیل نے ایسے شخص کو جس پر موکل کے حق کا مدعی ہے قاضی کے سامنے پیش کیا اور اسے حق کا اقرار کیا مگر وکالت انکار کیا یا اسکے برعکس کیا اور کیل نے اپنی وکالت کے گواہ پیش کیے پھر منہ زور گواہوں کی تبدیل نہ ہونی تھی کہ شخص غائب ہو گیا تو جب تک حاضری نہ ہو قاضی اس کی وکالت کا حکم باوجود تبدیل گواہوں کے نہ دیگا پس اگر مدعی نے کسی دوسرے شخص کو حاضر کیا کہ اس پر بھی موکل کے حق ہونکا دعویٰ کرتا ہے اور وہ بھی اس کی وکالت انکار کرتا ہے اور پہلے گواہوں کی گواہی پر قاضی نے اس پر حکم دیا تو مدعا علیہ پہلا تمام لوگوں کی طرف سے اس پر گواہی کی سماعت ہونے میں خصم پہلا گواہی کے وکالت کا مدعی سب لوگوں پر وکالت ثابت کرنا چاہتا ہے کیونکہ وکالت ایک ہی ہے اور جو شخص حاضر کیا وہ سب لوگوں کی طرف سے خصم ہوا اور اس پر گواہی قائم ہونا وہی سب لوگوں پر قائم ہونا ہوگی اور کاش اگر سب لوگوں پر گواہ قائم کرنا اور تہمتان سے ایک غائب ہو جائے تو کیا جو لوگ حاضر تھے اس پر حکم نہ دیا جاتا بلکہ دیا جاتا پس ایسا ہی اس صورت میں بھی دیا جائیگا اور بھی کتاب میں ہے کہ اگر کسی شخص کے کیل پر گواہ قلم ہوے اور وہ غائب ہو گیا اور موکل خود حاضر ہوا یا اسکے برعکس ہوا یا مورث پر اس کی زندگی میں گواہ قائم ہوے پھر وہ مر گیا اور اسکا وارث حاضر ہوا یا وارث پر قائم ہوے اور وہ غائب ہو گیا اور دوسرا وارث حاضر ہوا تو ان سب صورتوں میں جو شخص دوسری مرتبہ حاضر ہوا ہے اس پر پہلے کے گواہوں کی گواہی پر حکم دیا جائیگا اگر ایک شخص نے دوسرے کو تہمتان کے سامنے پیش کیا اور اس پر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص جو میرا باپ تھا مر گیا اور اسے سولے میرے کوئی وارث نہیں چھوڑا اور میرے باپ کا اس شخص پر اس قدر مال ہے تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ قرضہ کا دعویٰ کرے یا کسی مال میں کا کہ جو مدعا علیہ کے پاس ہے دعویٰ کرے کہ یہ میرے باپ کا تھا اسنے اس سے غصب کر لیا تھا یا اسکے پاس اسنے ودیعت رکھا تھا اور دوسری صورت یہ کہ وہ چیز جسے اہل بیت سے ہے ۱۱ عن کار مدعی بیٹے دیکھ کر تہمتان کہ اس پر میرے موکل کا حق ہے ۱۲ دیکھا جائے گا پس اسی طرح بیان بھی ہے ۱۱

یہ کہ کچھ تعرض نہ کرے اور دعویٰ کرے کہ میرے باپ کا مال جو اس نے میرے واسطے میراث چھوڑا ہو اور اس کا کوئی وارث
 سولے میرے نہیں ہو تو قاضی مدعا علیہ سے اسکو دریافت کر لگا پس اگر تمام دعویٰ کا اس نے اقرار کیا تو صحیح ہو اور اسکو حکم کیا جائیگا
 کہ قرضہ اور مال معین سب کے سپرد کرے اور اگر اس نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کیے تو مقبول ہونگے اور
 مدعا علیہ کو قرضہ اور مال معین سب کے سپرد کرنے کا حکم کیا جائیگا۔ اور وجہ ہے کہ پہلے مدعی اپنے باپ کے مرنے اور اپنے
 نسب ثابت کرنے کی گواہ پیش کرے تاکہ خصوصیت صحیح ہو پھر مال پر گواہ پیش کرے۔ اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں تو اس نے
 مدعا علیہ سے اپنے دعویٰ پر تم طلب کی تو ضمانت نے ذکر کیا ہو کہ ہمارے بعض صحابہ روایت ہو کہ قسم نہ لیجائیگی اور
 ضمانت نے فرمایا کہ میں ایک ایسے ایت قسم لینے کی بھی آئی ہو اور یہ بیان کیا کہ کس نے فرمایا ہو اور بعض مشائخ نے فرمایا
 کہ پہلا قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرا امام محمد و امام ابو یوسف کا ہو اور شیخ علی بن ابی حمزہ و شمس اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا
 کہ قسم لینا سب کا قول ہو اور یہی صحیح ہو اور دوسرے مقام پر مذکور ہو اور امام ابو حنیفہ پہلے اسکے قائل تھے کہ قسم نہ لیجائیگی پھر
 اس سے رجوع کر کے قسم لینے کے قائل ہوئے پھر واضح ہو کہ جب اس قسم لیا جائے گی تو حامل دعویٰ پر قسم لیجائیگی کہ واللہ مجھے
 یہ مال کہ جس کا دعویٰ شخص کرتا ہو جس وجہ سے دعویٰ کرتا ہو نہیں ہو اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ہو۔ اور اگر مدعی نے سولے
 مال کے موت اور نسب ثابت کرنے کے واسطے گواہ قائم کیے تو بلا اختلاف مدعا علیہ سے مال پر قسم لیجائیگی اور اگر مال پر سولے موت
 و نسب کے گواہ قائم کیے تو مقبول نہ ہونگے اور اگر نسب پر سولے موت اور مال کے گواہ پیش کیے تو بھی مقبول نہ ہونگے۔ اور
 واضح ہو کہ اگر مدعا علیہ نے مدعی کے تمام دعویٰ کا اقرار کر لیا اور اس پر حکم جاری کیا گیا کہ قرضہ یا مال معین مدعی کے سپرد کر دے تو حکم
 مدعی کے باپ کے حق میں جاری نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اس کا باپ زندہ ظاہر ہو تو وہ مدعا علیہ سے اپنا مال لے سکتا ہو اور مدعا علیہ مدعی
 کا یعنی بیٹے کا دہنگیہ ہوگا اور اگر مدعا علیہ نے مدعی کے باپ کے مرنے اور اسکے وارث ہونیکا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا تو قسم نہ لیجائیگی
 اور یہ قول امام ابو حنیفہ کا ہو جیسا کہ شمس اللہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہو یا امام اعظم کا پہلے یہ قول تھا جیسا کہ شمس اللہ رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر
 ذکر کیا ہو اور امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک یا امام اعظم کے نزدیک موافق دوسرے قول کے جیسا کہ بعض مقام پر ذکر مذکور ہو
 اس سے قسم نہ لیجائیگی کہ اپنے علم پر قسم کھاوے یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک شخص دوسرے شخص کو قاضی کے پاس لایا اور کہا کہ اس
 شخص کا باپ مر گیا اور میرے سپرد ہوا وہم قرض ہیں تو قاضی کو چاہیے کہ مدعا علیہ سے اسکے باپ کے مرنے کو دریافت کرے اور
 پہلے اسکو مدعی کے جواب دعویٰ کا حکم نہ کرے پھر اگر اس نے اپنے باپ کے مرنے کا اقرار کیا تو مدعی کا جواب دعویٰ دریافت کر لگا پس
 اگر اس نے اقرار کیا کہ میرے باپ پر یہ قرض تھا تو قاضی اسکے حصہ سے دلو اور لگا اور اگر اس نے انکار کیا اور مدعی نے گواہ قائم کیے تو
 گواہ مقبول ہونگے اور قرضہ پورے ترکہ میں سے دلوایا جائیگا خاص اس وارث کے حصہ ہی سے متعلق نہ ہوگا لیکن قاضی اس
 کو ایسی پر قرضہ دلوانے کا حکم اس وقت کر لگا کہ جب مدعی پہلے قسم کھلے کہ میں نے یہ قرضہ وصول نہیں پایا اور نہ میں نے اسکو ضمانت
 کر دیا ہو اگرچہ مدعا علیہ وارث و موصول یا معانی کا دعویٰ نہ کرے بخلاف زندہ شخص پر دعویٰ کے کہ اس میں بدون دعویٰ کے قاضی مدعی
 سے قسم نہ لیا گیا اس ہی ضمانت نے اوبل قاضی میں لکھا ہو اور اجناس اطلاق میں ہو کہ اگر کسی شخص نے میرے ترکہ پر قرضہ
 لیا حصہ سے کہو کہ یہ افرازی ہو اور دوسرے وارثوں پر رحمت نہیں جیبتک افرازی کرین بخلاف اسکے جب گواہوں سے ثبوت ہو تو سب پر ثبوت ہوگا

کا دعویٰ کیا تو قاضی معی سے بدون کسی اثر کے دعوے کرنے کے تمام قرضہ وصول پانے کی قسم نہ لیا اور یہ امام عظیم کے نزدیک پس جو خصامت نے ذکر کیا ہو وہ صاحبین کا قول ہو اور اسی کو خصامت نے اختیار کیا ہو پھر قسم دلائے کی یہ صورت ہو کہ واثقین نے نہ تمام مال وصول پایا اور نہ اس میں سے کچھ وصول پایا اور نہ اس کے عوض کوئی چیز رہن لی اور نہ اس سے کسی قدر کے عوض کچھ رہن لیا اور نہ تمام کو اور نہ کسی قدر اسے مجھے کسی پر لے لیا اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے کسی لہجے یا وکیل نے تمام مال یا اس میں سے کچھ وصول کیا ہو اور اگر ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی کہ لایا جاوے کہ مجھے کسی وجہ سے نہیں پہنچا ہو تو زیادہ احتیاط ہو پھر اگر اس دعویٰ کے پاس گواہ نہ ہوں اور اسے اس وارث سے قسم لینا چاہی تو ہمارے علماء کے نزدیک اسکی دستگیری کی قسم لیا جائیگی کہ واثقین نہیں جانتا ہوں کہ میرے باپ پر دعویٰ کا اس قدر مال یعنی ہزار درہم یا اس میں سے کسی قدر قرض ہو پس اگر وارث نے قسم کھالی تو جھگڑا ختم ہو گیا اور اگر اسے قسم سے انکار کیا تو قرضہ اسی کے حصہ میں سے دلا یا جائے گا۔ غانیہ میں ظاہر الروایت کے موافق لکھا ہو کہ اگر اس وارث مدعا علیہ نے اپنے باپ پر قرض ہونے کا اقرار کیا یا جب اس سے قسم لی گئی تو اسے انکار کیا اور اس طرح اقرار ثابت ہو اور لیکن بعد اس اقرار کے اُسے لکھا کہ مجھے باپ کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملا ہو پس اگر دعویٰ نے اس قول میں اسکی تصدیق کی تو دعویٰ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر تکذیب کی اور لکھا کہ نہیں بلکہ مجھے ہزار درہم یا اس سے زیادہ ملے ہیں تو قسم طلب کی تو اس سے قطعی طور پر قسم لیا جائیگی کہ واثق مجھے باپ کے ترکہ میں سے نہ ہزار درہم اور نہ اس میں سے کچھ نہ ملے ہیں وصول ہوئے پس اگر اسے قسم کھائی تو اس پر کچھ نہ لازم ہوگا اور اگر انکار کیا تو اسے ذمہ دینا لازم ہوگا۔ یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہو کہ دعویٰ نے پہلے قرضہ ہونے پر قسم لی اور پھر وصول ہونے پر قسم لی ہو اور اگر یہ صورت واقع ہوئی کہ جب دعویٰ نے وارث سے قرضہ قسم طلب کی تو اسے لکھا کہ مجھے قسم نہیں آتی ہو کیونکہ مجھے ترکہ میں سے کچھ نہیں وصول ہوا ہو اور دعویٰ نے اسکی تکذیب کی یا تصدیق کی لیکن باوجود تصدیق کرنے کے قرضہ قسم لینا چاہی تو قاضی وارث کے کہنے پر حاکم نہ کر گیا اور اس سے قسم لیا اور کہی میں لکھا ہو کہ فقیر ابو جعفر ایسی صورتوں میں مال ظاہر ہونے سے پہلے گواہی کو سموع نہیں کرتے تھے اور نہ وارث سے قسم لیتے تھے اور اسی کو فقیر ابوالیشہ نے اختیار کیا ہو اور اسی پر فتویٰ ہوگا اگر وارث نے قرضہ سے اور ترکہ میں سے کچھ وصول ہونے سے انکار کیا اور دعویٰ نے اس سب میں اسکی تکذیب کی اور قرضہ پر اور ترکہ سے وصول ہونے پر دونوں قسم طلب کی تو خصامت نے یہ صورت کتاب میں نہیں لکھی ہو اور مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہو بعضوں نے فرمایا کہ اس سے ایک ہی قسم اس طرح لیا جائیگی کہ واثق مجھے ہزار درہم یا اس میں سے کچھ اپنے باپ کے ترکہ میں سے نہیں وصول ملے اور نہ میں جانتا ہوں کہ میرے باپ پر اس معی کا یہ قرضہ موافق اسکے دعویٰ کے ہو پس اس صورت میں قطعی اور علمی دونوں طرح کی قسم جمع ہوگی اور یہ جائز ہو جیسا کہ حدیث قسامۃ میں آیا ہو اور عامہ مشائخ کے نزدیک اس کے قسم لیا جائیگی یہ جو مذکور ہوا اس صورت میں ہو کہ وارث نے اپنے مرجعے کا اقرار کیا ہو اور اگر باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے سے انکار کیا تو یہ صورت اس کتاب کے بعض نسخوں میں اس حکم کے ساتھ لکھی ہو کہ وارث سے باپ کے مرنے اور ترکہ وصول ہونے دونوں پر ایک قسم لیا جائیگی کہ واثق مجھے نہیں معلوم کہ میرا باپ بان مر گیا اور نہ مجھے ترکہ میں سے کچھ ملا ہو پس موت کی قسم علمی اور وصول ترکہ کی قسم قطعی طور پر ہوگی اور اسی

۱۱ قولہ قطعی قسم یہ کہ واثق یہ یوں ہے اور علمی قسم یہ کہ میرے علم میں یہ بات یوں ہے یا نہیں ہے ۱۱

بجئے مثل نخ نے لیا ہو اور مثل نخ کے نزدیک باری کر کے قسم لیا وگی ایک بار موت پر اسکے علم کے موافق کہ وہ نہیں جانتا ہے ایک باقطنی طور پر ترکہ وصول ہونے میں پس اگر وارث نے اس طرح قسم کھانے سے انکار کیا اور مرزا اور ترکہ کا پہنچنا انکار سے ثابت ہو گیا تو پھر اسکے علم کے موافق اس قرضہ کی قسم لیا وگی اور اگر اسے قرضہ کا اور ترکہ ہزار درم کا اقرار کیا لیکن اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لایا اور کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہیں تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں اگر اسے پہلے یہ اقرار کیا کہ یہ ہزار درم ترکہ میں پھر کہا کہ یہ لوگ میرے بھائی ہیں تو اس صورت میں حکم دیا جائیگا کہ قرضخواہ کے سپرد کرے اور اگر اسے ان لوگوں کے بھائی ہونیکا پہلا اقرار کیا اور پھر ترکہ اور قرض کا تو اسے ان لوگوں کو اپنا شریک ہونیکا اقرار کیا پس ترکہ موافق حصہ کے تقسیم ہوگا اور اگر اس کے بعد اسے قرضہ کا اقرار کیا تو اسے اقرار کے موافق قرضہ اسکے حصہ میں سے حاصل کر لایا جائیگا کذا فی اس باب

اگر ایک شخص مرگیا اور اسکے وارث نے کسی شخص پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے سپر ہزار درم قرض تھے اور وہ مجھے میراث میں پہنچے ہیں اور دعا علیہ نے اسکے باپ کے مرنے کا اقرار کیا اور قرض سے انکار کیا اور وارث نے قسم لینا چاہی تو ہر طرح قسم لیوے کہ تو قسم کھا کہ اللہ تیرے باپ کے مجھے تیرے دعوے کے موافق نہ ہزار درم ہیں ورنہ آئیں سے کچھ ہو اگر وارث نے گواہ قائم کیے تو اس نے قسم نہ لیا یعنی کہ اسکے باپ نے قرضہ وصول پایا ہو اور اگر قرضدار نے قرضہ کا اقرار کیا اور دعویٰ کیا کہ اسکے باپ نے مجھے وصول کر لیا ہو یا وارث کے دعویٰ پر معارضہ کیا کہ آدمی پر کبھی قرضہ ہوتا ہو اور کبھی نہیں ہوتا ہو اس بنا پر عدالت سے کہ قرضخواہ اس سے وصول کر لیتا ہو اور نفرت سے میں کسی چیز کا اقرار کرنا بہتر نہیں جانتا ہوں کہ میرے ذمہ لازم نہ ہو جاوے اور قرضدار نے چاہا کہ وارث سے قسم لیوے تو ایسی حالت میں وارث سے ہر طرح قسم لیا وگی کہ وارث نہیں جانتا ہوں کہ میرے باپ نے یہ قرضہ وصول پایا ہو یا نام محمد نے زیادت میں فرمایا کہ ایک شخص مرگیا اور دوسرے نے آکر دعویٰ کیا کہ میں اس میت کا وارث ہوں کہ میرے سواے اسکا کوئی وارث نہیں ہو اور فلاں شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونیکا حکم دیدیا ہو اور دو گواہ پیش کیے کہ انھوں نے گواہی دی کہ فلاں شہر کے قاضی نے ہم دونوں کو اپنے اس حکم پر کہ شخص فلاں میت کا وارث ہو کہ اسکے سوا دوسرا وارث نہیں ہو گواہ کر لیا ہو اور فلاں گواہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم کو یہیں معلوم کہ دلیل سے اس نے فیصلہ کیا ہے تو دوسرا قاضی بھی اسکو وارث قرار دیا اور دوسرے قاضی کو چاہیے کہ مدعی سے دریافت کرے کہ تیرا اس میت کیا رشتہ ہو اور یہ دریافت کرنا حکم قضا کے اخذ کرنے کے واسطے کچھ ضروری نہیں ہو حتیٰ کہ اگر اس نے نہ بیان کیا تو بھی قاضی پہلے قاضی کے حکم کو نافذ کرے لیکن یہ سوال اس احتیاط کی غرض سے ہو کہ اگر شاید دوسرا کوئی وارث پیدا ہو تو قاضی کو معلوم رہے کہ دونوں میں سے کون میراث کا زیادہ مستحق ہو پس اگر مدعی نے اپنا کوئی ایسا رشتہ بیان کیا کہ جس سے وارث ہو سکتا ہو تو قاضی میراث اسکو دیدیگا لیکن اس رشتہ کا حکم نافذ نہ کرے گا پھر اگر کوئی شخص دوسرا آیا اور دعویٰ کیا کہ میں اس میت کا باپ ہوں کہ میرے سوا اسکا کوئی وارث نہیں ہو اور اس پر گواہ پیش کیے تو قاضی اس بات کا لحاظ کرے گا کہ اگر پہلے مدعی نے ایسا رشتہ بیان کیا تھا کہ جس سے باپ کے ہوتے ہوئے وہ وارث نہیں ہو سکتا ہو تو قاضی تمام میراث دوسرے کو دلاوے گا اور اگر ایسا رشتہ بیان کیا کہ باپ کے ہوتے ہوئے وارث ہو سکتا ہو مثلاً اسے اپنے تین بیٹا ہوں بیان کیا تو قاضی باپ کے چھٹا حصہ دلاوے گا اور اگر پہلے نے اپنے تین میت کا باپ بیان کیا اور دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو قاضی دوسرے کو باپ کے چھٹا حصہ میراث دلاوے گا اور اگر پہلے نے اپنے تین باپ ہونا

بیان کیا اور دوسرے نے بھی اپنے باپ ہونے پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے دوسرے دعویٰ کے لیے حکم دیا کہ میریت کا باپ
ہو تو تمام میراث اسکا حصہ ہو کیونکہ پہلے شخص کا باپ ہونا صریح اس کے اقرار سے ثابت ہوا اور دوسرے کا باپ اپنے گواہوں سے
ثابت نہیں اور اگر ایک شخص آیا اور اس نے کسی میرے باپ نے پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے حکم دیا کہ میریت کا باپ ہے اور میراث ہو گا وہی میر
دوسرے شخص نے میریت کے باپ نے پر گواہ قائم کیے تو قاضی اس کے گواہ قبول کر گیا اور پہلے کے ساتھ شریک کر گیا اور کتاب
میں مذکور ہو کر اگر قاضی نے دوسرے شخص کے باپ ہونے پر فیصلہ کیا اور اسکو میراث لودادی اسی وقت پہلے شخص نے کہا کہ
میں گواہ لاتا ہوں کہ میریت کا باپ ہوں تو پہلے التفات کیا جاوے گا اور اگر پہلے شخص نے سپر گواہ پیش کیے کہ پہلے قاضی نے میر
باپ ہو نیکا حکم دیدیا ہو تو دوسرا قاضی تمام میراث اسکو دلوادے گا اور اگر قاضی نے ہنوز دوسرے شخص کے باپ نیکا حکم نہیں دیا تھا
پہلے شخص نے اپنے گواہ قائم کیے کہ میریت کا باپ ہے تو قاضی میراث و نون کو تقسیم کر دے گا کیونکہ و نون کا دعویٰ اور حجت برابر
ہو اور مولیٰ التفات کا بھی دعویٰ مثل باپ ہونیکے دعویٰ کے ہو مثلاً ایک نے کسی غلام کی نسبت دعویٰ کیا کہ اس غلام میریت
حق آزادی مجھے ہو چننا ہو کہ صرف میں نے اسکو آزاد کیا ہو اور قاضی نے اس کے واسطے حکم کیا اور دوسرے نے بھی یہ دعوے
کیا تو ظاہر ہو کہ دو شخص ایک غلام کو تمام و کمال آزاد نہیں کر سکتے ہیں پس اسکی صورت بھی مثل نسب کے ہوگی یعنی اگر کسی
ایک کے واسطے سبب دلہا آزادی کے میراث کا حکم دیا گیا تو پھر دوسرے کی نسبت نہ دیا جائیگا اور اگر دونوں ایک ساتھ مجتمع ہوئے
تو دونوں کو برابر تقسیم ہوگی جیسا کہ ہم نے نسب کی صورت میں بیان کر دیا ہو اگر پہلے شخص نے دعویٰ کیا کہ میریت کا بیٹا ہوں
اور قاضی اہل نے اس کے واسطے میراث کا حکم دیدیا اور دوسرے شخص نے بھی اسی دعویٰ پر گواہ پیش کیے تو دونوں میراث
میں شریک بن گئے اگرچہ ایک کی واسطے پہلے حکم ہو چکا ہو اور اگر پہلے دعویٰ نے بیٹا ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر ایک عورت
نے میریت کی بیٹی ہو نیکا دعویٰ کیا تو دونوں میں میراث کے تین حصہ ہونگے یعنی دو حصہ بیٹے کو اور ایک حصہ اس عورت
بیٹی کو ملے گا اگرچہ پہلے دعویٰ کے واسطے پہلے حکم ہو چکا ہو اگر پہلے دعویٰ نے میریت کا بیٹے ہو نیکا دعویٰ کیا اور دوسرے
نے اپنے بھائی ہو نیکے گواہ پیش کیے تو دوسرے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر پہلے ایک عورت کے واسطے اس کے دعویٰ پر کہ وہ میریت کی زوجہ ہے
حکم دیا گیا تھا پھر کسی مرد نے گواہ قائم کیے کہ میریت کا بھائی ہوں تو چوتھائی سے جھگڑ جائے جو شخص اس عورت سے وصول
کرے گا اور اگر دوسرے نے اپنے تین بیٹیاں ثابت کیا تو عورت کے سوا آٹھویں حصہ کے سب لے گا اگر پہلا شخص جس کے واسطے حکم
جاری کیا گیا ہو متوہ یا طفل بالغ ہو کہ اپنا رشتہ بیان کر سکے پھر بعض نے اپنے رشتہ دار ہو نیکے گواہ قائم کیے پس اگر دوسرا رشتہ
ایسا ہو کہ مثل بھائی و چچا کے بعض صورتوں میں محروم ہو جائے تو قاضی اسکو ساقط کر دے گا اور اگر محروم ساقط نہیں ہوتا ہو تو چھٹی
پہلے کو زیادہ اور دوسرے کو کم حصہ دے گا یعنی مثلاً پہلا کہو تو قاضی اسکو میریت کا بیٹا قرار دے کر دوسرے کو مثلاً باپ ہو تو چھٹا حصہ
دے گا اور اگر دوسری دعویہ ہو یعنی میریت کی زوجہ ہو نیکے دعویٰ ہو تو اسکو آٹھواں حصہ دے گا اگر ایک عورت نے اس کے گواہ پیش کیے کہ
اس نے میریت کے لیے رشتہ کے گواہ پیش کیے تو دوسرا قاضی پہلے دعویٰ سے رشتہ دریافت کرے گا پس اگر پہلا رشتہ بتلایا کہ دوسرے دعویٰ کے ہوتے ہوئے اسکو میراث نہیں
ہوگی تو تمام میراث دعویٰ کی ہوگی اور اگر پہلا رشتہ بتلایا کہ وہ وارث نہیں ہو سکتا تو وہ کم کچھ ملے گا اور اگر پہلا رشتہ بیان کیا کہ دونوں وارث ہو سکتے ہیں میراث بین دونوں کے ہوگی

فلان شہر کے قاضی نے میرے وارث ہونے کا حکم دیا ہوا اور تمام میراث مجھے دلائی ہو تو دوسرا قاضی اسکو نافذ کر گیا جیسا مردعی ہونے کی صورت میں نافذ کرتا ہے پھر اگر اس کے بعد کسی مرد نے دعویٰ کیا اور گواہ لایا کہ میں اس میت کا باپ یا بیٹا ہوں یا کسی عورت نے نسبت کی زوجہ ہونے کے گواہ پیش کیے تو قاضی پہلی عورت سے دریافت کر گیا کہ تیرا کیا رشتہ ہو پس اگر لسنے اپنے کو بیٹی قرار دیا تو اسکے زعم کے موافق تقسیم کر گیا اور اگر پہلی عورت جس کے واسطے حکم ہو چکا ہو کم عقل یا نابالغ ہو کہ اپنے رشتہ کو بیان نہ کر سکے تو قاضی عورتوں کے حصوں میں سے زیادہ حصہ اسکو دیا اور ان لوگوں کو جو کم حصہ ہوتا ہے دیکے کا کذا فی محیط اگر ایک شخص نے ایک میت کے وارثوں پر دعویٰ کیا کہ انکے باپ پر میرا اس قدر مال فرض تھا اور وہ مر گیا اور اپنی زندگی میں خوشی سے لسنے میرے قرضہ کا اقرار کیا تھا اور اس میں سے کچھ نہ ادا کیا اور مر گیا اور ترکہ ان وارثوں کے ہاتھ میں میرے قرضہ کے ادا کے قدر اور زیادہ بھی آیا ہو اگر لسنے ترکہ کی چیزیں بیان کیں تو فتویٰ کے واسطے یہ معتبر ہو کہ ترکہ کی چیزیں بیان کرنا قرضہ کے ثابت کرنے کے واسطے شرط نہیں ہے بلکہ قاضی وارثوں کو قرضہ ادا کرنے کا حکم جب دیکھا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ اگر ترکہ وصول ہوا ہو اور اگر انھوں نے اکار کیا تو مردعی کو قرضہ لینے کے واسطے اس قدر بیان کرنا ترکہ کی چیزوں کا ضرور ہو کہ جس سے انکے ہاتھ میں ہونا معلوم ہو۔ ایک شخص نے ایک دار پر جو دوسرے شخص کے قبضہ میں ہو اس طرح دعویٰ کیا کہ یہ دار میرے باپ فلاں شخص کا ہوا اور وہ مر گیا اور اسے میرے واسطے میراث چھوڑا ہو اور میری ایک بہن ہندہ ہو کہ ہم دونوں کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہو اور اس دار کے ساتھ کپڑے اور چوپائے وغیرہ میراث میں چھوڑے تھے پھر ہم نے میراث کو تقسیم کیا اور یہ دار میرے حصہ میں آیا اور اس سب سے اب یہ دار تمام میری ملکیت ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں واقع ہو پس یہ دعویٰ اسکا صحیح ہو لیکن یہ بیان کرنا ضرور ہو کہ کہنے کے میری بہن نے میراث میں سے اپنا تمام حصہ وصول کر لیا ہو تاکہ مدعی کو تمام دار کے حاصل کرنے کا اتحقاق صحیح ہو۔ اور اگر لسنے اپنے دعوے میں بیان کیا کہ میرا باپ مر گیا اور میرے اور میری بہن کے لیے میراث چھوڑا پھر میری بہن نے تمام دار کا میرے لیے ہونے کا اقرار کیا اور میں نے اسکے قول کی تصدیق کی تو صحیح یہ ہے کہ قاضی ایک تہائی دار کے عوض کی سماعت نہ کر گیا کیونکہ تہائی دار کی ملکیت کا دعویٰ اقرار پر ہوا اور اقرار پر ملکیت کا دعویٰ صحیح نہیں ہوتا ہوا اور اسی پر عامہ شائع کا فتویٰ ہے بلکہ قاضی نے لکھا ہے اگر کسی قرض خواہ کا قرضہ دوسرے شخص پر بیعادی ہو تو لسنے قرضہ ثابت کرنا چاہا تو اسکو ثابت کرنے کا اختیار ہو اگرچہ فی الحال ادا کرنے کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہو اور اسی طرح اگر عورت نے چاہا کہ اپنے باقی ہر کو شوہر کے ذمہ ثابت کرے تو اختیار ہو اگرچہ فی الحال مطالبہ نہیں کر سکتی ہو جس لاسلام ضعیف اور جندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک مال میں ایک شخص کے قبضہ میں ہو پھر دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ مال میرے باپ کی ملک تھا وہ مر گیا اور لسنے میرے واسطے اور فلاں فلاں وارثوں کے واسطے میراث چھوڑا۔ مدعی نے تعداد ورثہ بیان کی مگر اپنا حصہ نہ بیان کیا تو قاضی شمس الائمہ نے فرمایا کہ یہ دعویٰ صحیح ہو اور اگر لسنے اپنے دعویٰ پر گواہ سنے تو سنے جائینگے لیکن سیرد کروانے کا مطالبہ کرے تو حصہ کی مقدار بیان کرنی ضرور ہو اور اگر حصہ بیان کیا لیکن وارثوں کی تعداد نہ بیان کی مثلاً کہا کہ یہ مال عین میرے باپ نے میرے واسطے اور چند اور لوگوں کے واسطے میراث چھوڑا ہو اور میرا حصہ سب میں سے اس قدر ہو وہ مجھے دلا یا جاوے تو اور وارثوں کا بیان کرنا ضرور ہو کیونکہ ممکن ہو کہ اسکا حصہ اسکے دعوے سے کم ہو ایک شخص نے دوسرے پر

دعویٰ کیا کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درم قرض ہیں اور وہ شخص واکرنے سے پہلے مر گیا اور تیسرے پاس اسکے ہزار درم ہیں اور
 اس میں سے اپنا قرض نہ لے سکا دعویٰ کیا تو قاضی اسکے دعویٰ کی سماعت نہ کر گیا اور مدعا علیہ سے قسم بھی نہ لے گا اور اگر گواہ پیش کیے
 تو نہ سنے جائینگے یہ محیط میں لکھا ہے ایک نصرانی مر گیا اور اس کی عورت مسلمان آئی اور دعویٰ کیا کہ کہیں کے مر گیا بعد مسلمان
 ہوئی ہوں اور مجھے میراث پہنچتی ہے اور وارثوں نے کہا کہ تو اسکے مرنے سے پہلے مسلمان ہو گئی پس تجھے میراث نہیں پہنچتی ہے تو تیرا
 وارثوں کا کیا جاوے گا اور اگر ایک مسلمان مر گیا اور اس کی عورت نصرانی تھی پھر اسکے مر گئے بعد آئی اور وہ ہفت مسلمان تھے اور دعویٰ کیا
 کہ میں اسکے مرنے سے پہلے مسلمان ہوئی ہوں اور وارثوں نے کہا کہ تو بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہے تو بھی وارثوں کا قول لے جاوے گا
 یہ کافی نہیں لکھا ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اسکے چار ہزار درم دوسرے شخص کے پاس دے دیتے تھے پھر جب کے پاس دے دیتے تھے اسے
 اقرار کیا کہ شخص میت کا بیٹا ہے اور سوا اسکے دوسرا وارث نہیں ہے تو مال اسکے سپرد کر دیا حکم کیا جائیگا بخلاف اسکے کہ اگر اسے کسی
 شخص کے واسطے یہ اقرار کیا کہ شخص دے دیتے تھے واکرنا قبول قرض ہے اسے اس سے خریدتا ہے تو اسکے دیدنے کا حکم نہ کیا جائیگا بخلاف
 قرضدار کے کہ اگر اسے اقرار کیا کہ شخص قرض وصول کر لیا قرض خواہ کی طرف سے قبول ہے تو حکم کیا جائیگا کہ سکودیدے اور اگر دے دیتے اپنے پاس لے گئے واکر
 نے کسی دوسرے کی طرف سے بھی اقرار کیا کہ شخص میت کا بیٹا ہے اور پہلے شخص نے کہا کہ سو اس میں سے اس کا بیٹا نہیں ہے تو پہلے کو مال لایا جاوے گا
 یہ ہدایہ میں لکھا ہے فوائد ظہیر میں فصل دے دیتے ہیں لکھا ہے اگر سپرد کرنے کا حکم نہ کیا گیا اور با این ہمہ اسے سپرد کر دیا پھر واپس لینا چاہا
 تو شیخ الاسلام علاء الدین نے فرمایا کہ واپس نہیں کر سکتا ہے اور میرے والد نے اسے شیعہ ظہیر الدین مرغینانی سے حکایت کرتے تھے
 کہ وہ اس مسئلہ کے جواب میں متروک تھے اور بھی فصل دے دیتے ہیں لکھا ہے اگر سپرد کرنے کا حکم ہوا اور اسے سپرد نہ کیا یہاں تک کہ اسکے
 پاس تلف ہو گیا تو بعضوں نے کہا کہ ضامن ہو گا اور ضامن ہونا چاہیے تھا اور جب میراث وارثوں میں یا قرض خواہ ہوں میں
 تقسیم ہوئی تو قرض خواہ یا وارث سے کفیل نہ لے گا اور بعض قاضیوں نے اس میں احتیاط کی ہے کہ کفالی النہایہ اور یہ ظلم ہے اور یہ امام اعظم
 کے نزدیک ہے کہ کفالی المدایہ اور صاحبین نے فرمایا کہ جب تک ان سے کفیل نہ ملے مال انکو نہ دے گا اور مدعی وارث کو دیدنے
 اسی وقت معج ہے کہ جب وہ ایسا وارث ہو کہ دوسروں کے ہوتے ہوئے محبوب نہیں ہوتا ہے اور اگر ایسا ہو دے کہ محبوب
 ہو جائے تو اس کا حکم اسکے برخلاف ہے اور یہ مسئلہ عدرا الشہید کی شرح ادب القاضی میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص آیا اور ایک
 وارث پر جو دوسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ میرے باپ کا ہے اور اسے میرے واسطے میراث چھوڑا ہے اور اس پر گواہ قائم کیے
 اور گواہوں نے وارثوں کی تعداد پر گواہی نہ دی اور نہ انکو پہچانا لیکن یہ بیان کیا کہ یہ میراث ہے وارثوں کے واسطے میراث
 چھوڑا ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور نہ کچھ اسکو دیا جائیگا جتنے کہ وارثوں کی تعداد پر گواہ پیش کرے کیونکہ جب تک
 وارثانہ معلوم ہوں تب تک اس میں کسی کا حصہ نہ معلوم ہو گا اور نامعلوم ہر فیصلہ نہیں ہو سکتا ہے اور اس مقام پر تین صورتیں
 ہیں ایک یہی جو مذکور ہوئی اور دوسری یہ کہ گواہوں نے گواہی دی کہ شخص میت کا بیٹا ہے اور وارث ہے اور اسکے سوا کوئی
 وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی بلا توقف تمام ترکہ کا حکم اسکے واسطے دیدے گا اور تیسری صورت یہ ہے کہ گواہوں نے کہا کہ یہ شخص
 مسئلہ تو لایا جاوے گا یعنی موجودہ حالت متفق ہیں کہ میراث نہیں ہے بلکہ عورت کو میراث ہی کی ضرورت ہے اور وارثوں کو واقع ہونے کی وجہ سے میراث نہیں ملتا بلکہ مالاک
 حدیث اسلام ان کے لیے نہیں ہے بلکہ عورت کے لیے خلا ہر حال ہے تو وارثوں کے لیے خلا ہر حدیث میں ہے بلکہ عورت کو میراث دے دیا ہے

فلان میت کا جو اس ارکا مالک تھا بٹیا ہوا اور وارثوں کی تعداد کی گواہی نہ دی اور نہ یہ کہا کہ ہم اسکے سواے دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو قاضی چند روز تک قفٹ کر گیا اگر کوئی دوسرا وارث حاضر ہوا تو قاضی میراث دونوں میں بانٹ دینا اور نہ اس معنی کو دیکھا اور امام عظم نے فرمایا کہ اس سے کفیل نہ لیکھا اور صاحبین نے فرمایا کہ لیکھا اور تمام میراث اس وارث کو قسمت دیکھا کہ جب یہ وارث دوسرے وارث کے ہونے سے مجھوت نہ ہو جاتا ہو اور اگر ہکا حصہ مختلف ہوتا ہو جیسے شوہر و زوجہ کے لئے حصہ فرزند کے موجود ہونے اور نہ ہونے کی صورت میں مختلف ہیں تو کتر حصہ اسکے سپرد کر دیکھا اور امام محمد نے فرمایا کہ اچھے دیکھا یعنی شوہر کو آدھا اور زوجه اگر مدعی ہو تو اسکو چوتھائی دیکھا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ کتر حصہ اسکے سپرد کر دے گا یعنی شوہر کو چوتھائی اور زوجه کو آٹھواں حصہ اور امام عظم کا قول اس مسئلہ میں مضطرب ہے اور یہ اختلاف ابست کفیل لینے کے اس وقت میں ہے کہ جب قرضہ وارث گواہی سے ثابت ہوا ہو اور اگر اقرار سے ثابت ہوا ہو تو بالاتفاق کفیل لے لیکھا یہ نہایت لکھا ہے اگر ایک شخص کے قبضہ میں ہے دوسرے شخص نے دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے کہ یہ ارمیرے باپکا ہوا اور اسنے میرے لیے اور میرے فلان بھائی کے لیے جو جائز نہیں ہے میراث چھوڑا ہے تو آدھے وارکا اسکے لیے حکم دیا جائیگا اور آدھا باقی اسی کے قبضہ میں چھوڑا جائیگا جسکے پاس ہو اور اس سے کوئی کفیل نہ لیا جائیگا اور یہ امام عظم کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ جسکے قبضہ میں ہے یعنی فی الحال جو شخص اس مکان میں موروث پر قابض ہو اسکو دیکھا جاوے کہ میراث کا مقرر ہو یا منکر ہو پس اگر وہ شخص اس سے منکر ہو تو اس سے لیکر کسی امانت اسکے سپرد کیا جائیگا اور اگر منکر نہ ہو تو اسی کے پاس لکھا جاوے اور اگر دعویٰ کسی مال منقول میں واقع ہو تو بعضے کہتے ہیں کہ بالاتفاق کفیل لیا جائے گا کیونکہ اسکی حفاظت کی ضرورت ہوا دوسرے منع اکثر واقع ہوتا ہے بخلاف عقار کے کہ وہ خود محفوظ ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے وصی کو وارث بالغ غائب کی طرف سے مال منقول چھینا جائز ہو اور عقار چھینا جائز نہیں ہے اور بعضوں نے کہا کہ منقول میں بھی اختلاف ہے اور اسبب ضرورت حفظ کے قول امام عظم ظاہر ہے اور جب غائب حاضر ہوا تو گواہی دہرے کی ضرورت نہیں ہے شیخ علی بزدوی نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے اور اس فیصلہ پر آدھا مکان اسکے سپرد کیا جائیگا اگرچہ دوسرے وارث حاضر نہ ہوں کیونکہ ایک وارث میت کی طرف سے جو ہر آتا ہو یا اسکا آتا ہو ختم مقرر ہو سکتا ہے اور وہ سب کی طرف سے ہوتا ہے خواہ مال دین ہو یا عین ہو اور اسکی وجہ یہ ہے کہ فی حقیقت فیصلہ میت کے واسطے یا میت پر ہوتا ہے اور ایک وارث اسکی طرف سے خلیفہ ہو سکتا ہے بخلاف ایسے مستدار اشتقاق کے جو اس سے متعلق ہو کہ عین دوسرے کی طرف سے نائب نہ ہوگا و لیکن وضع ہو کہ کل مال کا اشتقاق ایک وارث پر مشتمل ہے

اسوقت ثابت ہوگا کہ جب کل اسکے قبضہ میں ہو یا اسی جامع میں مذکور ہو کذا فی السرایہ

چھبیسواں باب قید اور چھپا پکڑنے کے بیان میں اگر ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اس پر اپنا مال گواہی سے یا اسکے اقرار سے ثابت کیا تو بدون درخواست مدعی کے قاضی قرضدار کو قید نہ کر گیا اور یہی ہمارا مذہب ہے ہوا اور اگر مدعی نے درخواست کی تو پہلی مرتبہ اسکو قید نہ کر گیا بلکہ حکم دیکھا کہ اٹھ کر مدعی کو رضی کر لے پھر اگر دوبارہ آیا تو قید کر دے گا اور

۱۵ محبوب ممنوع یعنی مثلاً راکا باب کے ہوتے ہوئے محبوب ہوتا ہے اور بٹیا بھی محبوب نہیں ہوتا ۱۲ **۱۵** قولہ جائز نہیں

اور یہی حکم مان و بھائی دھچاکے مقرر کیے ہوئے وصی کا صغیر کے حق میں ہے ۱۳ م

کتاب الاخصیہ میں دونوں قرضوں میں خواہ اقرار سے ثابت ہو یا ہو یا گو اہوں سے ثابت ہو ہو کچھ فرق نہیں کیا کہ قید کرنے میں دونوں برابر ہیں اور اسی کو خصاف نے اختیار کیا ہے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر گواہی سے ثابت ہو تو اول ہی مرتبہ قید کر دیا اور اگر زمین اول مرتبہ قید نہ کر گیا جب تک کہ اسکی نادرہنگی اور دیگر ناظاہر نہ ہو اور دوسری بار میں بعض روایت میں ہے کہ قید کر گیا اور بعض میں ہے کہ نہیں بلکہ تیسری بار میں قید کر گیا اور جب قید کرنے کا وقت آیا اور قاضی اسکی آسودگی کو جاننا ہو تو اسکو قید کر دیا اور اگر نہیں جانتا ہو تو اس سے دریافت نہ کر گیا کہ تیرے پاس مال ہو یا نہیں اور یہی ہمارے صاحب کا ظاہر مذہب ہے اور مدعی سے اسکا حال دریافت کرنے میں ہمارے صاحب کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ نہ دریافت کر گیا مگر اس صورت میں کہ مدعا علیہ اسکی درخواست کی دریافت کرنے میں لکھا ہو اگر قرضدار نے مدعی سے اپنی آسودگی دریافت کرنے کی قاضی سے درخواست کی تو قاضی بالاجماع اس سے دریافت کر گیا پس اگر قرضخواہ نے کہا کہ وہ تنگدست ہو تو قید نہ کر گیا کیونکہ اگر بعد قید کر دینے کے اسکی تنگدستی کا اقرار کرتا تو قید سے رہا کیا جاتا پھر پہلے سے اقرار کرنے سے قید کیا جائیگا اگر قرضخواہ نے کہا کہ اسکو اسقدر قدرت ہو کہ میرا فرض واکر دے اور قرضدار نے کہا کہ میں تنگدست ہوں تو بعضے مشلخ نے کہا کہ قرضدار کا قول لیا جائیگا اور بعضوں نے کہا کہ اگر قرضہ کسی مال کے بدلے جب ہوا ہو تو شخص آسودگی کا مدعی ہو گا کہ قول معتبر ہو گا اور یہ امام عظیم سے مروی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ کیونکہ بدل پر وہ قادر تھا تو اپنے قدرت ذائل ہو جانے میں اسکا قول مقبول ہو گا اور اگر قرضہ کسی مال کے بدلے نہیں جب ہوا ہو تو قرضدار کا قول معتبر ہو گا اور بعض نے فرمایا کہ جو قرضہ کسی معاملہ عقد کے تحت ہوتا ہو اسکا قول کہ میں تنگدست ہوں معتبر ہو گا اگرچہ یہ مال کے عوض نہ ہو یہ فتاویٰ حنفی خان میں لکھا ہے اور جب معلوم ہو کہ ایسے قرضہ کی وجہ سے قید کیا جائیگا جو کسی مال کے عوض نہ ہو تو جانتا چاہیے کہ مفتی بہ قول کے موافق ہوا اور کھانہ کے عوض قید نہ ہو گا اور یہ برخلاف اس کے ہے کہ جو معتقد ہے صاحب ایہ کی اتباع سے اور طرسوسی نے نفع الریال میں لکھا ہے کہ یہی مفتی بہ پر ہیں اسلئے نئے عقد سے اپنے اوپر لازم کیا اور عوض مال تھا اس میں فتویٰ مختلف ہے پس اگر عمل ہو گا جو متون میں ہے کہ نہ جب متون و فتاویٰ میں اختلاف ملے تو متون پر عمل ہوتا ہے کذا فی الجواب الرائق امام محمد نے کتاب الخواریف فرمایا کہ قرضہ کی وجہ سے کوئی جو قید ہو گا خواہ بھائی ہو یا چچا یا امون یا شوہر یا زوجه یا عورت ہو یا مرد مسلمان ہو یا ذمی یا حر بنی جو اس کے داخل ہوا ہو خواہ تنگدست ہو یا پانچ یا الخ یا خواہ لنگڑا ہو یا اسکا ہاتھ خشک ہو گیا ہو یا ہاتھ کٹا ہوا ہو لیکن اپنی باپ بیٹے کے قرضہ کی بابت قید نہیں ہوتے ہیں اور سبط و دادی و داد وغیرہ بزرگ شے کے قید نہیں ہوتے ہیں اور امام ابو یوسف کے ایک روایت ہے کہ قید ہونگے اور امام محمد نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جس پر نفقہ دینا واجب ہے اور وہ انکار کرے تو قید ہو گا خواہ باپ یا ماں یا دی یا داد یا شوہر اور رہا مکاتیب غلام تاجر اسکی قید کی دہی صورت ہے جو جہنم بیان کر دی ہے اور غلام اپنے مالک کے واسطے قید نہیں ہوتا ہے اور نہ مالک غلام کو اسطے جبکہ اس پر قرض نہ ہو اور اگر قرض ہو تو قید ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور آزاد لڑکے کی نسبت بعضے مشلخ کی رائے ہے کہ قید ہو گا اور بعضوں نے اسکو بمنزلہ بالغ کے ٹھہرایا ہے اور بعضوں نے فرمایا کہ اگر اسکا وہی موجود ہو تو تا دینا قید ہو گا کہ پھر ایسا نہ کرے اور اپنے وحی کو مال مثلاً اور سارے متاع خریدی بھی اور بظاہر متاع اس کے پاس ہوگی ۱۲ قول اس پر یعنی غلام تاجر مقرر ہے ہر

بچھڑے کہ جلد قرضہ داکیا کرے اور اگر اسکا باپ یا وصی اسکے قرضہ کے عوض قید ہوگا اور اگر لڑکا ایسا ہو کہ اسکو تصرفات ممانعت ہو تو بعض مقام پر
 غور ہو کہ اگر اسکا باپ یا وصی اسکے قرضہ کے عوض قید ہوگا اور اگر لڑکی ایسا ہو تو قاضی ایک شخص انستہ کو مقرر کر کے بقدر
 قرضہ کے اسکا مال فروخت کر کے قرضہ و اگر گیارہ لقمہ میں لکھا ہو اور کتابت اپنے مالک کو قید کر سکتا ہو مگر سولے اس قرضہ کے جو مال کتابت
 کی جنس سے ہو۔ اور مالک اپنے کتابت کو قید نہیں کرایگا خواہ مال کتابت کے عوض ہو یا غیر مال کتابت کے اور ابن سماعہ نے روایت
 کی ہے کہ مال کتابت کے سولے میں قید کر سکتا ہو اور پہلا ہی قول صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور سلمان بنی فی کے قرضہ کے
 عوض اور ذمی سلمان کے قرضہ کے عوض قید ہو سکتا ہو اور یہی حال اس حربی کا ہے جو امان لیکر آیا ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور حدود
 و قصاص میں اگر گواہ قائم ہوں تو اسوقت تک حالت میں ہیگا جب تک گواہوں کی تعویل ہو اور اگر گواہ نہ قائم ہوں تو انکے قیام
 سے پہلے قید ہوگا پس اگر ایک گواہ عادل نے گواہی دی تو امام عظیم کے نزدیک قید ہوگا اور صاحبین کے نزدیک حد قذف و
 قصاص میں حالات ہوگا یہ تانا رخانہ میں لکھا ہو۔ دیت اور اٹل کے عوض کسی کی مردگاہ برادری قید نہ ہوگی لیکن یہ دیت انکے
 عطیات سے وصول کی جائیگی اور اگر انکے پاس عطیات نہ ہوں اور نہ انکو جائیداد میں عطیہ میں ملی ہو اور ادا کرنے سے بھی انھوں نے
 انکار کیا تو قید کیے جائینگے یہ خلاصہ میں لکھا ہو اگر قصاص میں مدعی نے قسم طلب کی اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور قسم نہ کھائی تو امام عظیم
 کے نزدیک قید کیا جائیگا اور یہی حکم ہے کہ اگر قسامت میں قسم طلب کی اور اسنے انکار کیا ہو اور مدعا وغیرہ جو لوگ سلمان کو ڈرتے ہیں
 اور اہل فساد سب قید ہونگے یہاں تک کہ وہ توبہ کریں اور ظاہر کریں۔ مدعا لا شخص کو کہتے ہیں کہ جو لوگوں کے مال یا جان یا دونوں
 کے تلف کرنا قصد کرے پس جب اس سے جان مال کا خوف ہو تو وہ قید خانہ میں یہاں تک پڑا رہے کہ توبہ ظاہر کرے عورتوں کا
 قید خانہ علیحدہ ہونا چاہیے تاکہ فتنہ نہ پیدا ہو اور امام عظیم سے روایت ہے کہ عورت عورتوں کے قید خانہ میں قید ہو سکیں مگر حافظ اسکامد
 ہوگا مختصر خواہر زادہ جملہ شہین ہو کہ کیا کفیل النفس بھی قید ہوگا جیسا کہ قرضہ میں قید ہوتا ہے تو فرمایا کہ ہاں جو شخص نے کیے
 حکم سے اسکی طرح مال کی کفالت کی تھی جب وہ قید ہوا تو وہ کفیل کو قید کر سکتا ہو جیسا کہ ظاہر ہے کہ جب کفیل سے مطالبہ
 کیا جائے تو وہ کفیل سے مطالبہ کرے گا اور جب اسکا چھپا کر جاوے تو وہ کفیل کا چھپا کر سکتا ہو اور جب کفیل سے مال لے لیا گیا تو وہ
 کفیل سے لے لیا گیا یہ تانا رخانہ میں لکھا ہو اور ادا کرنے سے پہلے کفیل اپنے کفیل سے مال نہیں لے سکتا ہو اور یہ اس بات پر دلالت
 کرتا ہے کہ قرضہ کو اختیار ہے کہ کفیل کو قید کر دے اور ایسا واقعہ پیش آیا تھا کہ سپر قوسی طلب کیا گیا ہو اور اسی طرح
 کفیل کا کفیل بھی قید ہو سکتا ہو اگر چہ اسی طرح بہت لوگ کفیل ہوتے چلے گئے ہوں سب قید ہو سکتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہو اگر
 ایک شخص قرضہ کے معاملہ میں قید ہوا پھر دوسرا شخص آیا اور وہ بھی اس قرضہ کا دعویٰ کرتا ہو تو قاضی اسکو قید خانہ سے نکال کر مدعی
 کے ساتھ حاضر کرے گا پس اگر اسنے اقرار کر لیا یا مدعی نے عادل گواہ پیش کیے تو پھر اسکو قید میں بھیجے گا اور دوسرے میں لکھے گا کہ
 اس مدعی کے قرضہ کے عوض بھی قید ہو یہاں تک کہ اگر اسنے ایک شخص کا قرضہ ادا کیا تو دوسرے کے قرضہ کے عوض بھی قید ہو گیا یہ
 محیط میں لکھا ہو و شخصوں کا ایک شخص پر طرح قرض ہو کہ ایک کا تھوڑا ہو اور دوسرے کا بہت تو تھوڑے دے دے کو اسکے قید

۱۰ عطیات یعنی و فقرہ جاد کی طرف سے سالانہ جو عطیہ اسکے نام جاری ہے ۱۲ مدعا لا شخص اول و تشدید میں ادا

آخر لایہ جملہ سہینہ زوری سے دھکا کر مال لینا ۱۲

کرانیکا اختیار ہوا اور اسکی بلارضامندی یا وہ مال دے لے کو قرضدار کے چھوڑ دینے کا اختیار نہیں ہوا اور اگر دونوں اسکے قید ہو جائے
پر نہی ہوئے تو پھر ایک کو اسکی رہائی کا اختیار نہیں یہ بزاز یہ میں لکھا ہوا قاضی کو نہ چاہیے کہ کسی قیدی کو قرضہ وغیرہ کے
عوض مارے اور نہ اسکو جکڑے اور نہ بیڑی دے اور نہ طوق بچا دے اور نہ پھیلا کر اسکے ہاتھ پاؤں باندھے اور نہ اسکو ہر نہ
کرے اور نہ آفتاب میں کھڑا کرے اور اگر قرضہ کے قیدی پر قاضی کو بھاگ جانے کا خوف ہو تو اسکو چاروں طرف کے قید خانہ
میں قید کر دے لیکن اگر اسکے اوپر چاروں طرف کے درمیان عداوت ہو اور اسکی جان کا خوف ہو اور معلوم ہو کہ اگر وہاں قید
کیا جائیگا تو چوراسکی ایذا کا قصد کریں گے تو وہاں بھیجا جائیگا محیط خرسی میں لکھا ہوا اور قرضدار کو اسکے قرضخواہ کے سامنے
اہانت کرنیکے واسطے نہ کھڑا کرے کذا فی الخلاصہ اور اگر یہ قیدی ہمیشہ قید خانہ سے بھاگ جاتا ہو تو قاضی اسکو چند کوڑے
مار کر ادب و یگانہ بے لفظ میں لکھا ہوا اور جب قاضی نے کسی قیدی کو قید کیا تو اسکا نام و نسب فترت میں لکھے اور دعویٰ کا نام لکھے
اور قرضہ کی تعداد لکھے اور اس طرح لکھے کہ فلان بن فلان اسقدر درم و من کے عوض فلان روز فلان مہینہ میں فلان سنہ میں
مقید ہوا محیط خرسی میں لکھا ہوا امام محمد نے کتاب بحوالہ الکفایہ میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص قرضہ کے بابت تین مہینہ قید رہا تو پھر
قاضی اسکا حال غفیر دریافت کرے اور اگر چاہے تو قید ہوتے ہی غفیر یافت کرے کذا فی محیط اور دفع ہو کہ اس میں تین مہینہ
مختلف آئی ہیں امام محمد سے روایت ہو کہ انھوں نے دو سے تین مہینہ تک تقرر کی اور انھیں سے یہ لے لے روایت ہے کہ چار
مہینہ ہو جائیں گے امام عظیم سے چھ مہینہ کی روایت کی اور طحاوی نے ایک مہینہ کی روایت کی ہو اور ہر سب سے مشائخ نے طحاوی
کی روایت کو لیا ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر قاضی قیدی کو دیکھے کہ اسے فقیر و کسا لباس ہو اور اسکے بال بچے قاضی کے پاس اپنے فقرو
فاقی کی حکایت کرتے ہوں اور قرضدار دعویٰ کے جواب میں نرمی کرتا ہو تو ایک مہینہ قید کرے پھر اسکا خیر حال دریافت کرے اور اگر انھیں
اپنے دعویٰ سے سختی کرتا ہو اور کشتی اس سے ظاہر ہوتی ہو اور اس پر بالدری لپی جاتی ہو تو چار مہینہ سے چھ مہینہ تک قید کرے پھر اسکا حال دریافت
کرے اور اگر ان دنوں صورتوں سے بچ کی راہ چلتا ہو اور درمیاں آثار ظاہر ہوں تو دو سے تین مہینہ تک قید کرے پھر اسکا حال دریافت
کرے اور اسی پر شیخ ظہیر الدین مرغینانی فتویٰ دیتے تھے اور ایسا ہی اپنے چچا شمس الامین اور جندی سے روایت کرتے تھے اور ہر سب سے مشائخ
نے فرمایا کہ اس میں کوئی معاد مقررہ لازم نہیں ہو کذا فی الذخیرہ و تصحیح یہ ہو کہ یہ قاضی کی لپے پر موقوف ہو اگرچہ مہینہ گذر گئے اور پھر
بھی اسکی کشتی ظاہر ہوئی تو برابر اسکو قید رکھیں گے اور اگر ایک ہی مہینہ گذرا اور اسکی عاجزی اور تنگدستی ظاہر ہو گئی مثلاً اسکے مفلس
ہونے پر لوگوں نے کہا ہی دی تو اسکو برابر دیگا پھر قاضی نے اسکا حال دریافت کرنا چاہا تو اسکے پڑوسیوں اور اہل معاملہ سے
جو خبر وار ہوں دریافت کرے کذا فی جوابہ الا خلاطی اور پڑوسیوں اور اسکے دوستوں و رازاریوں میں سے جو لوگ فقیر ہیں ان سے
دریافت کرے فاسقوں سے دریافت نہ کرے پس اگر انھوں نے کہا کہ ہم اسکے پاس کچھ مال نہیں جانتے ہیں تو کیا فی ہر ہر ہر اسکی
رہائی کر دیجائے یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہوا شیخ امام نے اپنی شرح میں فرمایا کہ قید کرنیکے بعد قاضی کا یہ دریافت کرنا بطور احتیاط ہے
ہو جب نہیں ہو پھر جیسے یافت کیا اور گواہ قائم ہوئے کہ مفلس تو قاضی اسکو قید خانہ سے نکال دیا اور اس گواہی میں لفظ شہادت
یا گواہی کی ضرورت نہیں ہو صرف خبر دینا لغایت کرتا ہو اور اگر ایک فقہ نے خبر دی تو کافی ہو اور وہیں احتیاط ہو کذا فی جوابہ الا خلاطی
اور شیخ نے فرمایا کہ اگر جھگڑے کی حالت ہو مثلاً قرضخواہ و قرضدار میں چھگڑا ہو کہ مطلوب سے تنگدست ہو جائیگا دعویٰ کیا ہو اور طالب نے

سے فرخ دست بتلا یا جو تضرع ہو کہ گواہ قائم ہوں و اگر گواہوں نے کہا کہ تین گھنٹے تو اسکو چھوڑ دیا اور یہ گواہی نفی پر نہیں
 ہو کہ نہ بعد فراخی کے تنگ دستی پیدا ہو سکتی ہو تو گواہی امر حادثہ پر ہوئی نہ نفی پر کذا فی الذخیرہ اگر قید کرنے سے پہلے ایک عادل
 یا دو عادلوں نے اسکی تنگ دستی کی خبر دی تو دور وایتین آئی ہیں ایک میں قبول کرے اور قید نہ کرے اور قصاص کی روایت میں قبول کرے
 اور قید کرے اور عام مشائخ اسی طرف گئے ہیں اور یہی معج ہی محیط خنری میں لکھا ہوا درخانہ میں ہو کہ جبہ چھوڑ دیا گیا تو قرضخواہ کو کچھ بچھا
 پکڑنے میں اختلاف ہو اور معج یہ ہو کہ اسکو بچھا پکڑنے کا اختیار ہو اور اس لائے علوانی نے فرمایا کہ بچھا پکڑنے کی صورت میں جتنے قول ہیں انہیں سے
 بہتر یہ قول ہو جو امام محمد نے فرمایا کہ آمد و رفت میں اسکا بچھا پکڑے اور اسکو اپنے اہل عیال میں جلنے سے منع نہ کرے اور صبح و شام
 آنے جانے اور وضو و پاخانے سے نہ روکے اور فتاویٰ عثمانیہ میں ہو کہ اسکے گھر کے دروازے پر بٹھیا رہے حتیٰ کہ وہ نکلے اور یہ اختیار
 ہو کہ اسکو کسی جگہ قید کرے کہ یہ حق سکونین ہو چننا ہو اور مشام نے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اگر اس طرح بچھا
 پکڑنا قرضدار کے اہل عیال کو مضرت ہو حالانکہ وہ شخص بھیری میں پانی بلا کر کمانا تھا تو امام محمد نے فرمایا کہ میں قرضخواہ کو حکم دوں گا کہ اپنا غلام
 اسے ساتھ کرے اور اسکو پیرمیہ وزی کمانے سے منع نہ کرے ونگا اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ چاہے تو اسکو چند روز چھوڑے
 پھر اسکا بچھا پکڑے پھر میں نے دریافت کیا کہ اگر وہ شخص تنگ رہے تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا کام ہو کہ باوجود
 قرضخواہ کے ساتھ چپے رہنے کے اسکو انجام دیکتا ہو تو اسے ساتھ رہے اور جان بیٹھے ذوق ہا اپنا کام انجام دیے اور اگر ایسا کام
 کرتا ہو کہ جبراً اوڑھ ہو تو حکم طلب کرے پس اگر قرضخواہ کے ساتھ رہنے میں اس کے اہل عیال کے رزق میں نقصان آتا ہو تو میں
 اس سے فیصلہ النفس لے لوں گا اور کوں گا کہ جا کر خدا تعالیٰ سے اپنی روزی ڈھونڈے اور کتاب لاقضیہ میں ہو کہ اگر اسکی
 روزی پانی وغیرہ پلانے پر ہو تو قرضخواہ اس سے منع نہیں کر سکتا جو پس اگر خود اسکا بچھا پکڑے یا نائب یا غلام کو حکم دے
 لیکن اگر اس کے عیال کی قدر روزی اپنے پاس سے اسکو دیے تو اسکو منع کر سکتا ہو اور یہی کتاب لاقضیہ میں لکھا ہو کہ قرضدار کو
 صبح و شام کے کھانے اور پانچانے جانے سے بھی منع نہیں کر سکتا ہو لیکن اگر اسکو کھانا دیدے اور پانچانے کی دوسری جگہ قرار دے
 تو منع کر سکتا ہو اور خانہ میں لکھا ہو کہ اگر قرضدار نے کہا کہ میں تیرے غلام کے ساتھ نہیں بیٹھتا ہوں تیرے ساتھ بیٹھوں گا تو بعضے
 مشائخ نے فرمایا کہ اسکو یہ اختیار ہو اور معج یہ ہو کہ ساتھ رہنے میں قرضخواہ کو اختیار ہو خواہ خود ساتھ رہے یا دوسرے
 کو ساتھ کرے اور ذخیرہ میں لکھا ہو کہ قاضی امام ابوعلی نسفی نے فرمایا کہ ہمارے مذہب میں یہ ہو کہ مسجد میں قرضدار کا داخلہ
 ہو کہ نہ بیٹھے کیونکہ مسجد میں سوا سطرے نہیں ہیں صرنا اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے کے لیے ہیں اور فقیہ ابو جعفر ہمدانی سے منقول ہے
 کہ قرضخواہ رات میں قرضدار کا بچھا نہ پکڑے اور اگر شخص رات میں کمانا ہو تو رات میں اس کے ساتھ رہے یہ تانا خانہ میں
 لکھا ہو قصاص نے ذکر کیا ہو کہ اگر ایک شخص نے اپنے قرضدار کو قید کر لیا پھر خود غائب ہو گیا پھر قاضی نے اسکا حال دریافت کیا تو
 تنگ دست پایا پس قاضی اس سے کھیل بانفس لیکر اسکو رہا کر دیا کیونکہ اکثر قرضخواہ اس طرح غائب ہو جانا قرضدار کے ضرر
 سے تو بچھا اہم طرح مذکور ہونے سے قرضخواہ کی یہ غرض ہوتی ہو کہ جو کچھ وہ روزانہ کمانا ہو اسے خرچہ سے جب کچھ وہ اپنے قرض میں وصول کرے
 اور اگر دے تو قاضی سے کلمہ حکم چل کرے ۱۱ منہ ۱۲ لیکن اس روایت اور ابجد کی روایت ظاہر ہوتا ہو کہ قرضدار کا ذمہ نہ ہو کہ اسکو تنگ کرے کیونکہ معنی میں
 بھی ہو حالانکہ ظہر یہ کہ کسی کمانی سے قائل اس سے وصول کرے کیونکہ اس کے پاس موجود نہیں ہے پھر تنگ کرنا فضول بلکہ حرج ہے فاقم ۱۳

ہو جانے کی غرض سے ہوتا ہو محیط بخشی میں لکھا ہو اور امام محمد سے روایت ہے کہ اگر قرضدار قرض خواہ کے حق کا اقرار کرتا ہو تو قرض خواہ کو اسکا بچھا پکڑنے کا اختیار ہو اگرچہ قاضی نے اسکے ساتھ رہنے کا حکم نہ کیا ہو اور نہ اسکو مفلس قرار دیا ہو پس اگر قرضدار نے کہا کہ میرا بچھا چھوڑ دے اور مجھے قید کر دے اور قرض خواہ نے انکار کیا تو اسکو اختیار ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور قرض خواہ کو یہ اختیار نہیں ہو کہ قرضدار کو دھوپ میں یا برف پر یا ایسی جگہ جو اسکو مضر ہو کھڑا کرے نہ خلاصہ میں لکھا ہو امام محمد سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت قرضدار ہو تو اسکا بچھا پکڑنے کی کیا صورت ہو فرمایا کہ قرض خواہ کو حکم دوں گا کہ ایسی عورت مقرر کرے جو ہر وقت اسکے ساتھ ساتھ اسکا بچھا کپے رہے پھر دریافت کیا کہ اگر قرض خواہ کو ایسی عورت نہ ملے تو فرمایا کہ اسکو حکم دوں گا کہ اسکے ساتھ ایسی عورت کر دے جو اسکے گھڑن ساتھ رہے اور تو اسکے دروازہ پر بیٹھا رہیگا یا عورت قرضدار عورت فقط تنہا اپنے گھڑن پہنچے اور قرض خواہ اسکے دروازہ پر رہے پھر امام محمد سے دریافت کیا گیا کہ اگر عورت کے بھاگ جانے کا خوف ہو تو امام محمد نے فرمایا کہ مرد کو اس سے زیادہ اختیار نہیں ہو اور ابن کثیم نے روایت کی ہے کہ جس مقام پر فتنہ کا خوف نہ ہو جیسے مسجد و بازار وہاں چاہے مرد کو اسکے ساتھ کرے خواہ عورت کو اور یہ حکم دن میں ہو مگر رات میں لا محالہ عورت کو ساتھ رکھے اور محل یہ ہو کہ عورت کے بچھا پکڑنے میں ہر طرح فتنہ سے بچنے کا محاذ رکھا جائیگا ہلال نے کتاب الوقت میں فرمایا ہے کہ اگر عید گزرنے کے بعد گواہوں نے اسکے فقیر ہوئی گواہی دی تو قاضی اسکو رہا نہ کرے جب تک پوشیدہ دریافت نہ کرے اور یہ بہتر ہو پس اگر پوشیدہ خبر اور گواہی مطابق ہوئی تو بھی رہا نہ کرے جب تک قیدی سے قسم نہ لے پھر رہا کر دے گیگا اور اگر پوشیدہ خبر اور گواہی میں اختلاف ہو تو عادل کی پوشیدہ خبر کو لیکر محیط میں لکھا ہو اور امام قاضی خان نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اگر قاضی نے قید کر کے نیچے بعد مدت گزرنے سے پہلے دریافت کرنا چاہا تو اسکو یہ اختیار ہو اور اگر گواہی اسوقت پیش ہوئی تو بالاجل مقبول ہو یا ناخانیہ میں لکھا ہے اگر قیدی نے اپنے افلاس کے گواہ پیش کیے اور دعی نے اسکی فراخ دستی کے گواہ پیش کیے تو دعی کے گواہ مقبول ہونگے اور امام محمد نے افلاس کی گواہی کی کیفیت کسی کتاب میں بیان فرمائی اور خصائش نے یون بیان فرمائی ہے کہ گواہوں کی یون گواہی دینا چاہیے کہ ہم اسکے پاس کوئی ایسا مال یا اسباب نہیں جلتے ہیں کہ جس سے یہ فقیر نہ رہے اور فقیر ابو القاسم نے اس طرح بیان فرمائی ہے کہ یون گواہی دین کہ مفلس نا دار ہو کہ ہم کو سوائے اسے تن کے کپڑے اور رات کے کپڑے کے اسکے پاس کچھ نہیں معلوم ہو اور ہم نے اسکا حال ظاہر اور پوشیدہ دونوں طرح دریافت کیا ہے پھر جب اسکی تنگدستی دریافت ہو گئی تو پھر پڑی جب تک اسکا کچھ مال دریافت نہ ہوا اسکو قید نہ کرے گیگا اور اگر قیدی کی میعاد گزر گئی اسکے بعد گواہ قائم ہوئے کہ مفلس ہو اور قرض خواہ غائب تھا تو قاضی اسکی حضری کا انتظار نہ کرے گیگا اور قید لیگا اسکو رہا کر دے گیگا کذا فی محیط۔ اگر قیدی کی مفلسی کے گواہ قائم ہوئے اور پہلے اس سے کہ قاضی اسکے افلاس کا حکم دے قرض خواہ نے اسکو چھوڑ دیا مگر قیدی نے قاضی سے کہا کہ میرے گواہ یون ہی کے سامنے میرے افلاس کا حکم دے تو قاضی اسکی درخواست منظور کرے گیگا مگر قرض خواہ اسی وقت اسکو پھر قید نہ کرے اور اسکو دوسرا قرض خواہ اسکو قید نہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص دو شخصوں کے قرضہ کی وجہ سے قید ہو پھر اسنے ایک

فقیر نہ رہے یہ روایت اسوجہ سے محل تامل ہے کہ فقیر کا اطلاق ایسی حد تک ہو سکتا ہے کہ جسپر زکوۃ واجب نہ ہو حالانکہ وہ ایسا نا دار نہیں ہوتا جسپر قرضہ ادا کرنا بالفعل نہ ہو لہذا دوسری روایت مختار ہے ۱۱

او اگر دیا تو جب تک دوسرے کو ادا نہ کر دے قید سے رہا نہ ہوگا اور یہ مسئلہ اسکی دلیل ہو کہ قیدی کو اختیار ہو کہ قرض ادا کرنے میں بعض قرضخواہوں کو اختیار کرے یعنی بعض کو دے اور قضاوی بھی میں صریح لکھا ہو کہ ایک شخص سے تین آدمیوں کے ہزار درم قرض ہیں ایک کے پانچ سو درم اور دوسرے کے تین سو درم اور تیسرے کے دو سو درم ہیں پھر قرضخواہوں نے جمع ہو کر اسکو قاضی کے یہاں قید کرایا اور اسکا مال صرف پانچ سو درم ہیں تو اسکا مال قرضخواہوں میں تقسیم ہونے کی بابت فرمایا کہ اگر قرضدار خود حاضر ہو تو جس طرح چاہے اپنے خالص ملکیت کو تقسیم کرے اور اسکو اختیار ہے کہ بعض قرضخواہوں کو مقدم کرے اور بعض کو اختیار کرے اور بعض کو نہ دے اور اگر وہ شخص حاضر نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ بعض قرضخواہوں کو مقدم کرے وہ صرف انکے حصے کے موافق تقسیم کرے گا عورت نے اگر اپنے مہر یا قرض کے عوض شوہر کو قید کرایا پس شوہر نے کہا کہ اسکو میرے ساتھ قید کر کیونکہ قید خانہ میں ایسا ٹھکانا ہوتا کہ وہ میرے ساتھ رہے تو ضمانت جانے ذکر کیا ہے کہ اسکے ساتھ قید نہ کرے گا اور ہمارے زمانہ کے بعض قاضیوں نے فساد زمانہ کی وجہ سے قید کرنا اختیار کیا ہو کہ چونکہ جب تنہا ہوئی تو جہاں پہلی جاوے گی یہ ذخیرہ نہیں لکھا ہو نو اور ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اسکے وارثوں میں تیس تیس ہیں اور چھوٹے ہیں ارمیت کا کسی شخص پر قرض ہو اسکے عوض بٹے قید کرایا پھر اسکو رہا کرنا چاہا تو جب قاضی نا بالغوں کی طرف سے اس سے مضبوطی نہ کرے رہا نہ کرے گا قیدی قید خانہ سے رمضان کا مہینہ آنکی وجہ سے نہ نکالا جائیگا اور نہ عید کے واسطے اور نہ بقر عید کے واسطے اور نہ جمعہ کے واسطے اور نہ قرض نماز کے واسطے اور نہ حج فرض کے واسطے اور نہ اسکے بعضے رشتہ داروں کے جنازہ کی نماز کے واسطے نکالا جائیگا اگرچہ وہ اپنے نفس کا کفیل ہوے یہ محیط میں ہو اور نہ مرض کی عیادت کے واسطے نکالا جائیگا یہ خلاصہ میں ہو اگر قیدی کا والد یا کوئی بچہ مر گیا اور وہ ان کوئی تجنیہ و کفین کرنے والا نہیں ہو تو قیدی کو قاضی قید خانہ سے نکالا جائیگا اور یہی صحیح ہو اور اگر کوئی شخص نے ان تجنیہ و کفین کرنے والا ہو تو اسکے نکالنے کی کوئی چیز نہیں ہو اور بعض نے کہا ہو کہ قیدی سے کفیل ہو اسکو والدین کے اور ادا داری ایسے بزرگوں و اولاد کی نماز جنازہ کے واسطے باہر نکالا جاوے اور غیروں کے واسطے نہ نکالا جاوے اور اسی رفتوی ہو یہ جہاں خلاصہ میں لکھا ہو اور کبریٰ میں لکھا کہ بعض نے کہا ہو کہ والدین اور اجداد اور جدات اور اولاد کے جنازہ کے واسطے نکالنے میں ڈر نہیں ہو اور انکے سولے کے واسطے نہ نکالا جاوے اور رفتوی ایسے ہو کہ قرابتی نانے کے واسطے کفیل ہو نہ نکالا جاوے استہام ابو بکر اسکاقت سے روایت ہو کہ اگر قیدی قید میں مجنون ہو تو حاکم اسکو باہر نہ نکالے اور ضمانت نے اب القاضی میں تحریر کیا ہو کہ اگر قیدی مرض میں مبتلا ہو کہ جس سے وہ بے بس ہو گیا پس اگر اسکا کوئی خدمت کرنے والا ہو تو قید خانہ سے نہ نکالا جاوے اور نہ علاج کے واسطے نکالا جاوے اور ایسا ہی امام محمد سے مروی ہو یہاں تک کہ مروی ہو کہ اگرچہ مر جاوے یہ بھی امام محمد سے دریافت کیا گیا کہ ذاتی محیط اور واقعات ناطفی میں ہو کہ اگر ایسے مرض میں کہ بے بس ہو گیا اور اسکا کوئی خادم نہیں ہو تو قید سے نکالا جاوے ایسا ہی امام محمد سے مروی ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ گناہ غالب جائے کا ہو اور امام ابو یوسف سے مروی ہو کہ نہ نکالا جاوے اور قید خانہ میں مرنے والا ہو مرزا ابو بکر اور رفتوی امام محمد کی روایت پر ہو کہ ذاتی محیط الامام محمد نے فرمایا کہ قیدی کو فوراً دیدیا جاوے اور تمام کے واسطے نہ نکالا جاوے اور اگر اسکو جمع کی احتیاج ہو تو قید خانہ میں ایسی جگہ مقرر کرے کہ جسکو کوئی نہ دیکھتا ہو بلکہ اسکی زوجہ یا باندی کو بھیجے دینے میں کچھ ڈنہیں ہو اور قضاوی عتاب میں ہو کہ اگر ایسی جگہ قید خانہ میں

نہ پاسے تو جل نہ کرے اور قید خانہ میں بعضے مشائخ نے کمائی کرنیکی اجازت ہی ہو اور بعضوں نے اس سے منع کیا ہو اور یہی صبح ہو گا
 خصائص بھی ہی کی طرف اشارہ کیا ہو اور کبریٰ میں ہو کہ قاضی مختار الدین نے فرمایا کہ آجکل فتویٰ سپرہر کہ کمائی کرنے سے منع
 نہ کیا جاوے اور قیدی کے پاس اسکے اہل عیال پر دوسو لوگوں کو جلانے سے منع نہ کیا جاوے لیکن ہائی پرتک ٹھہرنے کی
 اجازت نہ ہوگی اور غنائی میں ہو کہ مشائخ نے فرمایا کہ اگر ایسا قیدی ہو کہ جسکے پاس مال ہو اور وہ قرضہ ادا کرنے سے انکار کرتا ہو تو اسکے
 واسطے چاہیے کہ گہری جگہ قید کیا جاوے کہ فرش وغیرہ کچھ نہ ہو اور نہ کوئی اسکے پاس جلانے پاسے تاکہ اسکا قلعہ بچان پڑے اسکے
 پاس مال ہو اور اسنے قرضہ ادا کرنے سے انکار کیا پس اگر اسکا مال قرضہ کی جنس سے ہو مثلاً قرضہ دم ہیں اور مال بھی دم ہیں بلکہ قرضہ
 قاضی اسکے مال سے قرضہ لے کرے اور اگر قرضہ کی جنس سے ہو مثلاً قرضہ دم ہیں اور مال سے کا عروض دینا رو عمارت ہو تو امام عظیم کے
 نزدیک سے قرضہ کو فروخت نہ کرے اور دینا اسکے فروخت کرنے میں ایک ایت قیاس اور ایک ایت تحسان پس اگر قاضی
 اسکو برقرار قید رکھے تاکہ وہ خود اسکو فروخت کرے اور قرضہ ادا کرے اور صاحبین کے نزدیک قاضی اسکے دینا اور عروض کو فروخت
 کرے اور اس میں ایک ہی روایت ہے اور عقار کے فروخت کرنے میں دو روایتیں ہیں اور خانیہ میں لکھا ہو کہ صاحبین کے نزدیک ایک
 روایت میں مال منقول کو فروخت کرے اور یہی صحیح ہو اور فروخت کرنا ترہب اور ہوگا کہ پہلے دینا روں کو فروخت کرے
 پھر عروض کو علیٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ پورا قرضہ ادا ہو جاوے یہاں تا روایت میں لکھا ہو کہ ابی العین الدین نے فرمایا کہ دینا روں
 قرضہ نے اگر قرضہ کے درمیان پرقاویا یا اسکے برعکس واقع ہوا تو اسکو اختیار ہو کہ لے لے یوے اور یہ امام عظیم کا مذہب ہے اور امام
 ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک قاضی اسکے مال کو فروخت کرے لیکن پہلے دینا روں کو فروخت کرے پھر اگر قرضہ پورا نہ ہو تو عروض
 کو فروخت کرے پھر اگر قرضہ اس سے بھی پورا نہ ہو تو عقار کو فروخت کرے اور بدو ان اسکے عقار کو فروخت نہ کرے اور یہ قول
 صاحبین کا بنا بر ایک ایت ہے کہ ہو نہ دوسری روایت ہے اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک عروض میں بھی پہلے وہ
 فروخت کرے کہ جسکے تلف ہو جائیکہ خوف ہو پھر وہ فروخت کرے جسکے تلف ہو جائیکہ خوف نہیں ہو پھر عقار کو فروخت کرے
 اگر قرضہ اسکے پاس ایسے کپڑے ہیں کہ وہ اس سے گھٹے ہوئے کپڑے پر کفایت کر سکتا ہو تو قاضی اگر فروخت کرے اور کما فیہ
 اسکے کچھ درمیان ہیں سے ادا کرے اور باقی درمیان اسکے لیے دوسرے کپڑے خرید دے اور علیٰ ہذا القیاس اگر اسکے پاس مکان یا سیا ہو کہ
 اس سے کثیر پر کر سکتا ہو تو فروخت کرے کہ اس میں سے کچھ دامون سے قرضہ ادا کرے اور باقی سے اسکے لیے کوئی مکان خرید دے اور اس سے
 بعضے مشائخ نے کہا ہو کہ قاضی اسکی ہر چیز کو جسکی بالفعل ضرورت نہیں ہو فروخت کر سکتا ہو حتیٰ کہ گرمیوں میں نہاد اور
 جاڑوں میں نطع فروخت کرے اور اگر اسکے پاس روپے یا پتیل کی بیشمی ہو تو فروخت کرے کہ مٹی کی خرید و بیچ جقدر
 مال قرضہ کی واسطے چھوڑا جاوے اور قرضہ فروخت کیا جاوے یہی کوئی روایت امام محمد سے کسی کتاب میں نہیں کی ہو اور عمر بن عبد العزیز
 سے تین روایات ہیں ایک روایت میں اسکے پینے کے کپڑے اور گھر رہنے کا اور خادم اور سواری چھوڑ دیا جاوے کہ انکی ضرورت
 ہو اور دوسری روایت میں سواری نہیں ہو یعنی نہ چھوڑی جاوے اور اسی کو بعض قاضیوں نے اختیار کیا ہو اور تیسری روایت
 میں ہو کہ تمام مال کا فروخت کیا جاوے اور مزدوری کرائی جاوے اور مزدوری اس کے قرضہ ہون کو دیا جاوے اور
 طاہر الروایت میں ہمارے صاحب اس سے مزدوری نہ کرائی جاوے مگر ایک روایت ابو یوسف سے آئی ہو لیکن اگر اسنے

ابو یوسف کا مذہب ہے کہ اگر قرضہ عارضی ہو تو عروض پہلے فروخت کرے

خود مزدوری کی توقع رائے میں ان کی روزی کے اسکے اہل عیال کے واسطے اُسکو دیجاویگی اور باقی اسکے قرضخواہوں کو
دیجاویگی اور بعضے قاضی کہتے ہیں کہ اگر وہ شخص گرم ملک میں ہو اور گرمی ہو تو سولے اسکی ازار کے باقی سب
فروخت کیا جاوے اور سردی کی جگہ میں ہو تو بقدر اسکے کہ سردی سے بچے باقی فروخت کیا جاوے حتیٰ کہ سکا جہ اور
عمامہ کے سوا سب فروخت کیا جاوے اور بعض مشائخ نے کہا کہ ایک چٹا کپڑا اسکے واسطے چھوڑ دیا جاوے اور باقی فروخت
کیا جاوے اور ہی کوٹمن لائٹہ حلوائی نے اختیار کیا ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ دو چوڑے کپڑے اسکے لیے چھوڑے
جاویں کہ دوسرا نہا کر بدلے اور اسی کوٹمن لائٹہ خسی نے اختیار کیا جو سن نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہو کہ اگر قاضی کے
ایں نے قرضدار کا سب قرضین فروخت کیا اور میں پرضنہ کیا اور وہ تلف ہو گیا پھر بیع مشتری سے متعلق ہو گیا تو مشتری قرضخواہ سے
لیوے اور قرضخواہ قرضدار سے لیوے اور مشتری قرضدار سے نہیں لے سکتا ہو قیدی کا دوسرے شخص کو واسطے قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہو مگر
پہلے اس قسم لیا جائے کہ واشدہ روایت بطور تجلیہ کے نہیں ہو اور یہ قول امام ابو یوسف کا ہو اور اگر قیدی نے کسی چیز کے فروخت کا اقرار
کیا تو مشتری سے اللہ تعالیٰ کی قسم لیا ویکی کہ میں اس سے بطور بیع صحیح کے خرید رہا ہوں اور میں نے دیا اور بطور ربحیہ کے نہیں بیع محیط میں لکھا ہو تو قرض
عورت کا اس غرض سے نکاح کیا جاوے کہ اسکے مہر سے قرضہ واکیا جاوے یہ لفظ میں لکھا ہو تو دارین سماعہ میں امام محمد سے
روایت ہے کہ ایک شخص تنگ دست ہے اور اس پر قرض ہو اور اسکا قرض ایک شخص مالدار پر ہو تو اس تنگ دست پر چہر کیا جاوے گا کہ اپنے قرضدار
مالدار پر تقاضا کرے پس اگر اسے تقاضا کر کے مالدار قرضدار کو قید کرے یا تو قاضی اس تنگ دست کو قید نہ کرے گا اور امام ابو یوسف نے
فرمایا کہ اگر تنگ دست کا قرض کسی پر ہو تو قاضی اسکے قرضدار کو گرفتار کرے گا اور اسکا قرضہ وصول کرے کہ اسکے قرضخواہوں کو ادا کرے گا
ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہو کہ اگر ایک شخص قرضہ کی بابت قید ہو اور معلوم ہو کہ اسکا مال اس شہر میں نہیں ہو بلکہ
دوسرے شہر میں ہو تو قرضخواہ سے کہا جاوے گا کہ اسکو قید سے نکال کر اسے ایک کفیل لے لے اور اس کے کہ جا کر اپنا مال فروخت کر کے
قرضخواہ کا قرضہ واکرے پس اگر اسکو نکالا اور وہ نہ نکلا اور فروخت کرنے کو وہ نہ بٹا گیا تو قید کیا جاوے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو وفتح ہو کہ
قید ہونیکے واسطے کچھ مقدار مال کی ہرق نہیں ہو حتیٰ کہ ایک دم اور اس سے کم میں قید ہو سکتا ہو کیونکہ اسکا نہ دینے والا بظاہر
ہو یہ نہایت میں بسوط سے منقول ہو اگر وہ فوج میں قاضی کے سامنے اسپین گلی گلیج کی اور بے ادبی کی تو چاہیے کہ انکو قید کرے
یا تعزیر سے تاکہ پھر کسی حرکت قاضی کے سامنے کوئی نہ کرے اور غصہ کرنا بہتر ہے اور اگر ایک نے ایسا کیا تو بدوں دوسرے کی درخت
کے قاضی اسکو تعزیر نہ دے لیکن اسکو اس حرکت سے منع کرے اگر ایک شخص لوگوں کو گالی دیتا ہو پس اگر ایک مرتبہ ایسا
کیا تو سمجھا دیا جاوے اور اگر عادت ہو تو پٹیا جاوے اور قید کیا جاوے یہاں تک کہ اس حرکت کو چھوڑے کذا فی البزازیہ
شامیون باب کس کس بکے ساتھ حکم قاضی ہو کیا جاتا ہو اور کب نہیں دیتا ہو یہاں وہ باتوں کا کاخا و جب سے
ایک یہ کہ قرض قاضی اگر کسی سبب صحیح کے تمام پرواق ہوئی پھر بعد کو وہ سبب باطل ہو گیا تو حکم قاضی باطل نہوگا
اور اگر ثابت ہو کہ اصل میں کوئی سبب تھا لیکن ظاہر میں معلوم ہوتا تھا اور اسی بنا پر حکم ہوا تو بھی امام عظیم اور امام ابو یوسف
کے دوسرے قول کے موافق حکم قاضی باطل نہوگا اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق اور یہی قول امام محمد کا ہے کہ
لے نتیجہ یہی خیفہ قرار ہو جو ظاہر کے خلاف کسی نفع کے غرض سے دونوں بن قرار پائی ہوں سے دیکھنے والے شہدہ میں پڑ جاویں

قضا باطل ہوگی دوسری بات یہ کہ اگر مشتری کے پاس بیع میں حقائق پیدا ہو تو پہلی بیع متوقف رہتی ہے یعنی اگر مستحق نے اجازت دی تو جائز ہوتی ہے اور پہلی بیع کا نسخ ہو جانا وجہ نہیں ہے امام محمد نے زیادات میں فرمایا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی اور ہونوڑا سپر قبضہ نہ کیا تھا کہ کسی آدمی نے اپنے استحقاق کے گواہ پیش کیے اور بائع اور مشتری دونوں سامنے حاضر تھے اور قاضی نے باندی کا مستحق کے واسطے حکم کیا پھر بائع اور مشتری نے دعویٰ کیا کہ اس شخص نے یہ باندی سب بائع کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اس کے سپرد کر دی تھی پھر اس بائع نے مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور اس پر گواہ قائم کیے تو گواہی قبول ہوگی پھر امام محمد نے مستحق کیلئے حکم دیا کہ اس بائع اور مشتری کا حاضر ہونا شرط کیا ہو اور یہ شرط لازمی ہو حتیٰ کہ اگر فقط بائع حاضر ہو یا فقط مشتری حاضر ہو تو قاضی مستحق کو باندی نہ دلائیگا۔ اور اگر مشتری اور بائع کے پاس حق سے خریدنے کے گواہ نہ ہوے اور مشتری نے بیع نسخ کر دینے کی قاضی سے درخواست کی تو قاضی منظور کرے گا۔ پھر اگر قاضی نے بیع نسخ کر دی بعد ازاں بائع نے مستحق کے گواہ قائم کیے کہ میں نے مستحق سے یہ باندی خرید لی تھی اور مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے خرید کر قبضہ کر لیا ہے تو قاضی ہ باندی بائع کو دلا دیا اور بائع کو اختیار ہوگا کہ مشتری کے ذمہ لازم کرے اور امام محمد کا یہ قول کہ بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے ہیں اشارہ ہو کہ اس نے مقبول ہوئی شرط ہو کہ مستحق پر قائم ہوں اور اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر گواہ پیش کر کے کسی اسکا استحقاق ثابت کیا تو مستحق کو اس کے واسطے حکم کیا جائیگا اور صرف مشتری کا حاضر ہونا شرط ہو۔ اور ظاہر روایت کے موافق اگر مشتری نے بیع نسخ کی درخواست کی تو قاضی نسخ کر دے گا اور مشتری بائع سے اپنا حق پس لے گا پھر اگر اس کے بعد بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ میں نے مشتری کے ہاتھ فروخت کرنے سے پہلے اس کو مستحق سے خریدا ہے اور قبضہ کر لیا ہے تو قاضی ہ باندی بائع کو دلائیگا اور پہلا حکم منہی باطل ہوگا حتیٰ کہ بائع کو اختیار ہوگا کہ باندی مشتری کے ذمہ لے اور یہ امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے اور یہی قول امام محمد کا ہے اور امام عظیم کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول کے موافق قضاے قاضی بائع کو لے کر دے اور نہ بائع مشتری کے ذمہ ڈال سکتا ہے پھر امام محمد کے نزدیک جب بائع کو پہنچتا ہے کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے اور بائع نے انکار کیا تو آیا مشتری بھی اس کو بائع سے لے سکتا ہے یا نہیں اس صورت کو امام محمد نے بیان کر نہ کیا اور مثل نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہ ہونا چاہیے اور ماسی ابی بن امام محمد نے آگے جا کر یہی اشارہ کیا ہے حکم اس صورت میں ہے کہ قاضی نے بیع نسخ کر دی ہو اور اگر صرف بائع اور مشتری نے باہم ملکر بیع نسخ کر لی جبکہ باندی مشتری کے پاس سے استحقاق میں لی گئی پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے اور قاضی نے اس کو باندی دلا دی تو بلا اختلاف بائع کو اختیار نہیں ہے کہ باندی مشتری کے ذمہ ڈالے۔ اور اگر استحقاق پیدا ہونیکے بعد مشتری نے چاہا کہ بدون حکم قاضی ہلا رضا مندی بائع کے بیع نسخ کرے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے بلکہ سب یہ قرار پایا کہ یہاں نسخ صحیح ہونیکے واسطے قاضی کا حکم یا بائع کی رضا مندی ضرور ہے۔ اگر استحقاق ثابت ہونیکے بعد مشتری نے قاضی سے بیع نسخ کی درخواست کی لیکن بائع سے حق پس کرنا چاہا اور اسے پھیر دیا پھر بائع نے موافق مذکورہ بالا کے گواہ قائم کیے اور باندی مستحق سے لے لی تو اس کو اختیار ہوگا کہ مشتری کے ذمہ ڈالے اور اگر مشتری کے کہنے سے بائع نے حق پس کر لیا

۱۱۔ قول باطل ہوگی یہ مراد نہیں کہ باندی بائع کو ملے گی بلکہ بالاتفاق ملے گی اور اختلاف صرف مشتری کے ذمہ لازم کرنے میں ہے ۱۲۔ اختیار نہیں کیونکہ بیع اپنے ارکان سے واقع ہو چکی تو نسخ کے واسطے رخصت بائع یا حکم قضا ضرور ہے ۱۳۔

یہاں تک دونوں قاضی کے پاس جھگڑا کیا اور قاضی نے بیع فسخ کر کے بائع کو حکم دیا کہ ٹمن مشتری کے پاس سے پھر ہندو مشتری نے ٹمن نہیں لیا یا لیا تھا کہ بائع نے موافق مذکورہ بالا کے مستحق پر گواہ قائم کر کے باندی لے لی تو امام محمد کے نزدیک اس کا امام ابو یوسف کے قول اول کے موافق مشتری کے ذمہ مال سکتا ہو ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام سودینار کو خریدا اور قبضہ کر کے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور اسے قبضہ کر لیا پھر کسی دوسرے مشتری پر غلام کا انتقال ثابت کیا پھر دوسرے مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ اسے غلام اتنے داموں کو پہلے بائع کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اس کے سپرد کر دیا تھا اور بائع اول نے میر بائع کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کر دیا تو ظاہر ہوا ایک موافق انکی گواہی مقبول ہوگی۔ اور اگر دوسرے مشتری نے گواہ قائم کیے تو جھگڑا کر کے اپنے بائع سے اپنا ٹمن حکم قاضی سے لے لیا پھر پہلے مشتری نے گواہ قائم کیے کہ مستحق نے اسکو بائع اول کے ہاتھ فروخت کر کے سپرد کر دیا تھا اسکے بعد میں نے اس سے خریدا ہوا حکم قاضی سے وہ غلام مستحق سے لے لیا تو امام محمد کے اور امام ابو یوسف کے پہلے قول پر اسکو اختیار ہے کہ مشتری ثانی کے ذمہ لازم کرے اور امام عظیم کے قول اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول پر اسکو اختیار نہیں ہو اور اگر مشتری اول نے گواہ نہ پائے اور اپنے بائع اول سے قاضی کے حکم سے ٹمن پس لیا پھر بائع اول نے مستحق پر گواہ قائم کیے اور موافق مذکورہ بالا کے غلام اس سے لے لیا تو امام محمد کے اور امام ابو یوسف کے پہلے قول پر اسکو اختیار ہے کہ غلام پہلے مشتری کے ذمہ ڈالے اور ذکر کیا گیا ہو کہ مشتری اول کو امام محمد کے اور امام ابو یوسف کے اول قول کے موافق اختیار نہیں ہو کہ دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالے ایک شخص نے دوسرے سے ایک غلام خریدا اور قبضہ کر کے ٹمن دیا کیا پھر ایک حقدار آیا اور گواہ قائم کر کے مشتری کے ہاتھ سے قاضی کے حکم سے وہ غلام لے لیا پھر مشتری نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ جس بائع سے میں نے خریدا ہوا اسکو اس مستحق نے اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا تھا یعنی اسکو وکیل کیا تھا اور اس نے اس کے حکم سے بیچا ہو تو گواہ مقبول ہونگے۔ اور اگر اس نے گواہ نہ قائم کیا اور بائع سے اپنا ٹمن پس لے لیا چاہا اور قاضی نے واپس کر دینے کا حکم کیا پھر بائع نے مستحق پر گواہ قائم کیے کہ اس نے مجھے اس غلام کے فروخت کر دینے کا حکم کیا تھا اسکے بعد میں نے مشتری کے ہاتھ فروخت کیا ہو تو وکیل یا وکیل کا کہ جو اسے مشتری کو دیا ہو وہی ہو جو اسے مستحق سے لیا ہو یا اسکو رکھ لیا اور اسکے مثل دیا ہو یا جو لیا ہو اسکو ضائع کیا اور اسکے مثل ضمان میں دیا ہو تو اسکی گواہی بائع ہوگی اور اگر ٹمن وکیل کے پاس آج ہوا اور وکیل نے مشتری کو اس کے مثل اپنے مال سے دیا ہو تو گواہی مقبول ہوگی پس جب اسکی گواہی مقبول ہوئی تو جو مال اسے مشتری کو دیا ہو پھر لے گیا اور مستحق سے غلام لیکر مشتری کو دیدیگا اور یہ امام محمد کے اور امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق ہو اور اگر مشتری نے یہ غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اسکے پاس سے مستحق نے لیا اور اسے قاضی کے حکم سے اپنا ٹمن مشتری اول سے واپس لیا پھر مشتری اول نے گواہ قائم کیے کہ مستحق نے بائع اول کو بیع کا حکم کیا تھا تو گواہ مقبول ہونگے اور مستحق سے وہ غلام لیکر دوسرے مشتری کے ذمہ ڈالے گا اور یہ امام محمد کے اور امام ابو یوسف کے قول اخیر کے موافق ہو اور اگر پہلے مشتری نے سپرد گواہ نہ پائے لیکن اپنے بائع سے اپنا ٹمن خواہ حکم قاضی سے یا بلا حکم قاضی کے واپس لے لیا پھر بائع اول نے مستحق پر اس کے حکم دینے کے گواہ قائم کیے تو سمجھنی ہی سمجھنی نکلتی ہیں جو سنے پہلے مسئلہ میں بیان کی ہیں یہ محیطین لکھا ہو امام محمد نے فرمایا کہ ایک شخص نے ایک باندی اجوض ہزار درم کے کہ بہن کی اور یہ ہزار درم مہر میں کے پس نے تھے اور مہر میں نے باندی پر قبضہ کر لیا پھر بلا اجازت مہر میں کے لا بہن نے وہ باندی لیکر کسی کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے سپرد کر دی

مترین نے سکے رہن ہونے پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہو گیا اور آیا مترین اس بیع کو فسخ کر سکتا ہو یا نہیں اس میں امام محمد سے روایت ہے
 کہ فسخ کر سکتا ہو اور صحیح یہ ہے کہ فسخ نہیں کر سکتا ہو لیکن مشتری کو اختیار ہو کہ چاہے بیع فسخ کر دے یا عقد صبر کرے کہ اگر فسخ کرے
 اس وقت مشتری باندی کو لے لے پس اگر مشتری نے عقد کا فسخ کرنا اختیار کیا اور قاضی نے عقد فسخ کر کے مترین اپنے سے اسکو
 دلا دیا پھر بیع نے مترین کو زبرد رہن پر یا اور باندی لے لی تو اسکو اختیار نہیں ہو کہ مشتری کے ذمہ لے لے اور اگر راہ چلنے اور رہن
 داکر دیا تھا اور باندی لیکر اس مشتری کے ہاتھ فروخت کی پھر مترین نے زبرد رہن قبول اپنے سے نکال کر یا اور قاضی نے سکے پاس
 باندی رہن ہونیکا حکم دیدیا اور مشتری نے قاضی سے فسخ بیع کی درخواست کی اور قاضی نے فسخ کر کے نہیں اسکو دلا دیا پھر بیع نے
 گواہ قائم کیے کہ چنانچہ رہن داکر کے باندی پھر مشتری کے ہاتھ فروخت کی تھی اور قاضی کے حکم سے باندی مترین لے لی اور چاکر
 مشتری کے ذمہ لے لے تو کتاب کے بعض نسخوں میں لکھا ہو کہ اگر مشتری نے ہنوز باندی پر قبضہ نہ کیا تھا کہ مستحق نے استحقاق ثابت کر کے باندی
 لے لی تو بایں اسکے ذمہ نہیں ال سکتا ہو اور اگر مشتری نے قبضہ کر لیا تھا تو امام محمد کے اور امام ابو یوسف پہلے قول کے موافق اسکے ذمہ
 ڈال سکتا ہو بخلاف قول امام عظیم کے اور دوسرے قول امام ابو یوسف کے اور بعض نسخوں میں لکھا ہو کہ اسکو اختیار ہو کہ مشتری کچھ ذمہ
 ڈالے اور اس میں کوئی تفصیل موافق قول امام محمد اور پہلے قول امام ابو یوسف کے نہیں فرمائی اور یہی صحیح ہے کہ زانی ملتقط
 اٹھا ٹیسوان باب گواہی قائم ہونیکے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے کسی امر کے حادث ہونیکے بیان میں امام محمد نے
 جامع میں فرمایا کہ ایک غلام زید کے قبضہ میں تھا پھر عمر و آیا اور دعویٰ کیا کہ میرا غلام ہے اور زید نے انکار کیا پھر عمر و گواہ لائے گا پھر
 زید نے خالد کے ہاتھ وہ غلام بیکہ سپرد کر دیا پھر خالد نے زید کے پاس اسکو ودیعت رکھا اور غائب ہو گیا پھر عمر و زید کو قاضی کے
 پاس اپنے حق کے گواہ سنانے کو لایا پس اس سلسلہ کی کئی صورتیں ہیں یا تو قاضی زید کے فروخت کر دینے کی خبر ہوتی یا خبر نہ ہوتی لیکن
 مدعی نے اسکا اقرار کیا اور ان دونوں صورتوں میں عمر و زید کے ساتھ خصومت کا حق رہا اور ایسے ہی اگر زید نے گواہ پیش کیے کہ
 عمر و نے بیع واقع ہونے کا اقرار کیا ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کہیں سے کوئی بات نہ ہوتی لیکن زید نے اپنے فعل پر گواہ قائم کیے اور
 بیان کیا کہ مقدمہ پیش ہونیکے بعد فروخت کر کے میں نے خالد کی ودیعت میں یہ غلام اپنے پاس رکھا ہو تو قاضی اسکے گواہوں کی
 سماعت نہ کرے گا اور خصوصاً اسکا چھپا چھپوٹیکا اور جب چھپا چھپوٹا اور قاضی نے عمر و کے گواہوں پر اسکے حق میں فیصلہ کر دیا
 تو پھر اگر مشتری اسکے بعد آیا اور اپنے خریدنے کے گواہ سنانے تو سماعت نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو اور اس صورت میں اگر پہلے
 بیع کے مہر یا صدقہ کیا اور قبضہ ہو گیا تو مثل بیع کے ہو یہ کہہ رہی ہیں لکھا ہو اور اگر قاضی نے ہنوز مدعی کے گواہوں پر حکم نہ کیا تھا
 کہ مشتری حاضر ہو گیا اور زید نے غلام اسکے حوالہ کیا تو قاضی مشتری کو مدعی کا مدعا علیہ بنائیگا اور مدعی کو دوبارہ گواہ سنانا تکلیف
 نہ دینگا اور اگر قاضی نے مشتری پر مدعی کی دگری کو مدعی تو جو بیع مشتری اور زید میں واقع ہوئی تھی باطل ہو جائیگی اور مشتری اپنا مترین
 سے واپس لے لے گا اور اسی طرح اگر زید پر ایک گواہ نے گواہی دی تھی پھر مشتری لگیا اور اسنے غلام اسکے حوالہ کر دیا پھر مدعی نے
 دوسرا گواہ مشتری پر قائم کیا تو گواہوں کی گواہی پر غلام اسکو دلا یا جائیگا اور پہلے گواہ کے دوبارہ سنانے کی ضرورت
 نہ ہوگی یہ طرح اگر زید نے وہ غلام مشتری کے ہاتھ فروخت کر کے اسکے سپرد نہ کیا تھا کہ مدعی لگیا اور زید نے گواہ پیش کیے

۱۲۔ حادث یعنی ایسی کوئی بات پیدا ہو گئی کہ مثلاً مدعا علیہ خصم نہ رہا وغیرہ الگ چنانچہ مسائل میں خود کرد ۱۲

کہیں نے یہ غلام خالہ کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو اور سپرد نہیں کیا ہو تو زیادہ کے گواہوں کی سماعت ہوگی جیسا کہ پہلی صورت میں جب اسے فروخت کرنے اور سپرد کرنے اور ولایت کھنے میں گواہ پیش کیے تھے سماعت نہیں ہوئی تھی۔ امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص کے پاس غلام ہو سپرد دوسرے شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہو میں نے ہی مدعا علیہ سے اسکو خریدیا ہو اور ہزاروں مال میں اسکو دیدیے ہیں اور سپرد گواہ قائم کر دیے اور قابض نے کہا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہو کہ اسے میرے پاس ولایت رکھا ہو تو قصود سے اسکا چھٹکارا نہ ہوگا اور دعویٰ کو غلام دینے کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر ہنوز قاضی نے دعویٰ کی ڈگری نہ کی تھی کہ وہ شخص جسکے غلام ہو چکا مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو حاضر ہوا اور اسے مدعا علیہ کے قول کی تصدیق کی تو قاضی مدعا علیہ کے گواہ کا غلام اس شخص کے سپرد کرے پھر دعویٰ کی ڈگری اس شخص پر کر دیگا اور دوبارہ گواہ سنائیگی تکلیف دعویٰ کو نہ دیگا اور اگر دعویٰ نے کہا کہ میں اس شخص پر دوبارہ گواہ قائم کرے سنا ہوں تو اسکو اختیار ہو اور اسوقت جسپر ڈگری ہوئی ہو وہ شخص کا نہ قابض اور اگر دعویٰ نے دوبارہ گواہ قائم کیے جو سپرد ڈگری ہوئی ہو وہ قابض ہوگا نہ شخص۔ اور اگر قاضی نے ہنوز دعویٰ کی ڈگری اس شخص پر نہ کی تھی کہ اس شخص نے گواہ سنا ہے کہ یہ میرا غلام ہو میں نے اسکو قابض کے پاس ولایت میں رکھا تھا یا ولایت کے گواہ نہ دیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور دعویٰ خیر کے گواہ باطل ہو جائینگے پھر اگر دعویٰ نے غلام کے مالک پر گواہ قائم کیے کہ یہ غلام قابض کا تھا اور دعویٰ نے اسے ہزاروں مال کو خریدیا تھا اور اسکا کر دیا ہو تو اسکی دو صورتیں ہیں یا تو اسے اپنے گواہ اسوقت کے بعد قائم کیے کہ جب قاضی نے غلام کے مالک کے گواہوں پر غلام اسکی ملک ہو چکا حکم دیدیا ہو پس اس صورت میں دعویٰ کے گواہوں کی سماعت نہ ہوگی اور اس سے پہلے قائم کیے پس اس صورت میں جب اس شخص پر جو ملکیت کا دعویٰ کرتا ہو اس دعویٰ نے گواہ قائم کیے تو اسکے گواہ مقبول ہونگے اور اس مقام پر تین مسئلہ ہیں پہلا یہ مسئلہ جو ہم نے بیان کیا کہ خریداری کے دعویٰ نے دو گواہ قائم کیے اور ہنوز اسکے لیے حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہو اور اس شخص نے اسکی تصدیق کی اور دوسرا یہ مسئلہ ہو کہ دعویٰ خریدنے کے ایک گواہ قائم کیا کہ میں نے قابض سے خریدا ہو اور قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام دوسرے شخص کا ہو اور دوسرے شخص نے خریدا ہو کہ اسکی تصدیق کی تو قابض پر حکم ہوگا کہ غلام اس شخص کو دیکر پھر خرید کے دعویٰ نے دوسرا گواہ خرید پر سنایا تو قاضی اسکی ڈگری کر دیگا اور اسکو یہ تکلیف نہ دیگا کہ اس شخص پر سنا ہوا گواہ دوبارہ قائم کرے اور اس صورت میں جسپر ڈگری ہوئی ہو وہ قابض ہو نہ شخص جو حاضر ہوا ہو اور میرا مسئلہ یہ ہو کہ خرید کے دعویٰ کرنے والے نے ہنوز کوئی گواہ قابض پر نہیں قائم کیا تھا کہ اسے اقرار کیا کہ یہ غلام فلاں شخص کا ہے اسے میرے پاس ولایت رکھا ہو اور اس شخص نے حاضر ہو کر اسکی تصدیق کی اور قابض نے غلام اسکے سپرد کر دیا پھر خرید کے دعویٰ نے اس شخص پر اپنے گواہ قائم کیے اور قاضی نے اسپر ڈگری کر دی تو اس صورت میں جسپر ڈگری ہوئی ہو وہ یہی شخص ہوگا نہ پہلا قابض۔ جامع میں مذکور ہو کہ ایک شخص دوسرے کو قاضی کے پاس لایا اور اسکے قبضہ میں ایک گھر تھا کہ سپرد دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہو اور قاضی نے اس سے گواہ طلب کیے پھر دوسرا قاضی کے پاس آئے اور مدعا علیہ نے وہ گھر خالہ کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ صحیح ہو حتیٰ کہ اگر پھر دوسرا قاضی کے پاس آئے اور دعویٰ نے اپنے دعویٰ کے گواہ سنا ہے اور قاضی کو مدعا علیہ کے فروخت کر دینے کا حال معلوم ہو یا دعویٰ نے اقرار کیا تو ان دونوں میں خصوصیت لقم نہ ہوگی اگرچہ وہ گھر اپنے ڈگری کو کہ وہ قابض ہو اور گواہ لقمے تو بھی دعویٰ قابض کے گواہ مقدم ہوتے ہیں لہذا ہر حال اسی کے واسطے حکم تصفیہ میں ہے۔

مدعا علیہ کے قبضہ میں موجود ہوا اور سید طرح اگر مدعی نے ایک گواہ قائم کیا تھا پھر دونوں قاضی کے پاس سے چلے گئے پھر غلام نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح ہو حتیٰ کہ اگر دونوں پھر قاضی کے پاس آئے اور مدعی نے دوسرا گواہ سنایا تو بھی حالت نہ بدلے بشرطیکہ قاضی کو فروخت کرنے کا علم ہو یا مدعی اسکا اقرار کرے۔ اور اگر مدعی نے دونوں گواہ قائم کیے اور دونوں کی تعدیل ہوئی اور نہ تو قاضی نے انکی گواہی پر حکم نہ کیا تھا کہ دونوں اٹھ کر چلے گئے اور مدعا علیہ نے وہ گھر کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بیع صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر دونوں قاضی کے سامنے آئے تو قاضی اسی گواہی پر حکم دیکھا اگر وہ فروخت کر دینے کا حال قاضی کو معلوم ہو یا مدعی نے اسکا اقرار کیا ہو اس واسطے کہ ایک گواہ قائم کرنے اور دوسرا گواہ قائم کرنے میں یہی فرق ہے اور ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ نے ایک گواہ کا بھی حکم مش دو گواہوں کے رکھا ہوا پہلی صورت میں بھی مدعا علیہ کے بیع کرنے کو باطل کہا ہے۔ امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس ایک غلام تھا کہ اسکا دو شخصوں نے دعویٰ کیا اور ہر ایک نے اسے گواہ پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اسے پاس ودیعت رکھا ہوا اور قابض نے اس سے انکار کیا یا نہ انکار کیا یا نہ اقرار کیا بلکہ ساکت رہا پھر قاضی نے گواہوں کی عدالت ظاہر نہ ہوئی وجہ سے ہنوز کچھ حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے دونوں میں سے ایک شخص کے لیے اقرار کیا کہ یہ اس شخص کا غلام ہے تو قاضی اس شخص کو دلواد لگیا۔ پھر جب گواہوں کی عدالت ثابت ہو جاوے تو دونوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا اور چاہے تھا کہ تمام غلام اس شخص کو دلا دیا جاوے جس کے لیے قابض نے اقرار نہیں کیا تھا کیونکہ وہ اسکی ملک ہو گیا تھا اور گواہی اسی پر پیش ہوئی ہوا اور اس پر قیاس کیا جاوے کہ اگر گواہ قائم ہونے سے پہلے قابض نے کسی کے واسطے اقرار کیا ہو پھر ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو تمام غلام اسکو ملیگا جس کے واسطے قابض نے اقرار نہیں کیا ہے پس ایسا ہی بیان بھی ہونا چاہیے اور جواب یہ کہ گواہی قائم ہونے سے پہلے اور بعد میں فرق ہے جس جب اقرار گواہ قائم ہونے کے بعد ہو تو گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے پر استحقاق قبل اقرار کے ظاہر ہوگا تو ثابت ہوگا کہ اقرار باطل تھا کیونکہ غیر ملک سے صادر ہوا اور اس کے بطلان سے تصدیق باطل ہوئی پس اسکا وجود و عدم برابر ہے اس واسطے دونوں میں مساوات رکھی جاگی اگر ہر ایک نے دونوں مدعیوں میں سے ایک ایک گواہ پیش کیا پھر قابض نے ایک کے واسطے غلام کا اقرار کیا تو غلام اس کے سپرد کر دیا جائیگا اور ہر ایک کا گواہ بیکار نہ ہوگا پھر اگر اس شخص نے جس کے واسطے اقرار نہیں ہوا ہو دوسرا گواہ پیش کیا تو غلام اسکا ہوگا اور اگر نہ ہو تو غلام اسکی ملکیت ہو نہ ہو حکم نہ ہوا ہو کہ دوسرے مدعی نے جس کے واسطے غلام کا اقرار ہوا ہو دوسرا گواہ پیش کیا تو غلام دونوں میں تقسیم ہوگا لیکن اگر اس شخص نے جس کے واسطے غلام کا اقرار نہیں ہوا ہو غلام دونوں میں تقسیم ہونے کا حکم ہونے سے پہلے یوں کہ اس میں اپنا پہلا گواہ دوبارہ پیش کرتا ہوں اور دونوں کو ایک ساتھ پیش کرتا ہوں تو تمام غلام اسکو دلا دیا جائیگا اور اگر اس شخص نے جس کے واسطے غلام کا اقرار نہیں ہوا ہو یوں کہ اس کے دوسرا گواہ مر گیا یا غائب ہے تو اس سے کہا جائیگا کہ لا دوسرا گواہ پیش کر یہ تمام غلام تجھے دلا یا جائیگا پس اگر اسے دوسرا گواہ پیش کیا تو پہلے کے ساتھ مل کر تمام غلام اسے دلا یا جائیگا لیکن اگر اسے جس کے واسطے غلام کا اقرار کیا گیا ہو دوسرا گواہ پیش کیا یا دوستقل گواہ لایا تو غلام دونوں کے لیے قور باطل کہا ہے یعنی خواہ ایک گواہ قائم ہو کو بیع کی ہوا دونوں گواہ قائم ہوئے بعد ہر حال دونوں صورتوں میں مدعا علیہ کی بیع اور گواہی کو باطل کہا ہے۔ منہ سٹھ بکار نہ ہوگا بلکہ دوسرا گواہ پیش کر کے قایم لے سکتا ہے یعنی غلام غیر قابض کو دلا یا جائیگا۔

تقسیم ہو گا۔ ایک غلام زید کے قبضہ میں تھا اُسے بکر اور خالد و شخصوں نے گواہ پیش کیے کہ ہر ایک مدعی تھا کہ میرا غلام ہے میں نے اسکو زید کے پاس ودیعت رکھا ہے اور زید انھار کرنا تھا یا چپ تھا اور ہر ایک کو واسطے آدمے غلام کا حکم دیا گیا پھر اگر بکر یا خالد نے وہی گواہ یا دوسرے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میرا ہے تو اس گواہی پر قاضی حکم نہ دینگا اور کچھ فائدہ نہ ہو گا اگر ایک گواہوں کی تعدیل ہوگی اور دوسرے کی نہ ہوگی یا دوسرے نے کوئی گواہ ہی قائم نہ کیا یا ایک ہی گواہ قائم کیا اور غلام اُس شخص کو دلوایا گیا جس کے گواہوں کی تعدیل ہوئی ہے پھر دوسرے بھی دو گواہ عادل لایا تو اُس کے لیے حکم کیا جائیگا کہ غلام لے لے۔ اور اگر خالد نے مثلاً گواہ قائم کیے اور نہ نو اُس کے گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی تھی یہاں تک کہ زید نے اقرار کیا کہ یہ غلام بکر کا ہے اُسے میرے پاس ودیعت رکھا ہے پھر قاضی نے وہ غلام بکر کو دلوایا پھر خالد کے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور خالد نے وہ غلام بکر سے لے لیا پھر بکر نے گواہ عادل پیش کیے کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اسکو زید کے پاس ودیعت رکھا تھا تو اُس کے گواہ مقبول ہو گئے اور غلام اسکو دلوایا جائیگا۔ پھر اگر خالد نے کہا کہ میرے گواہ دوبارہ نے جاوین اور میں بکر قائم کرتا ہوں تو اُس کی دو صورتیں ہیں اگر اُس نے بکر کے واسطے حکم دیدینے کے بعد پیش کرنا چاہے تو سماعت نہ ہوگی اور اگر بکر کے گواہوں کے اوپر حکم دینے سے پہلے پیش کرنا چاہے تو اُس کے گواہوں کی سماعت ہوگی کذا فی المحیط

ایک سوال باب ان شخصوں کے بیان میں جن کا حاضر ہونا خصوصاً اور گواہوں کی سماعت میں شرط ہے اور حکم قاضی اور اُس کے متعلقات کے بیان میں۔ امام محمد رحم نے فرمایا کہ اگر کوئی غلام اپنے مشتری کے پاس سے ملک مطلق کا استحقاق ثابت کرے قاضی کے حکم سے لے لیا گیا یعنی مستحق نے اپنا استحقاق ثابت کیا اور کہا کہ میری ملکیت ہے اور عادل گواہوں پر قائم ہے اسکو دلوایا اور مشتری کے ہاتھ سے نکل گیا اور مشتری نے اپنے بائع سے شمن واپس کرنا چاہا اور بائع نے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میری ملکیت میں میری باندی سے پیدا ہوا ہے اور مستحق کو قاضی نے ناحق دلوادیا ہے اور تو مجھے شمن واپس نہیں لے سکتا ہے تو بائع کے گواہ مقبول ہو گئے بشرطیکہ اسے مستحق کے سامنے پیش کیے ہوں کذا فی الملتقط اور اس طرح اگر بائع نے گواہ پیش کیے ہوں کہ یہ غلام میرے بائع کی ملکیت میں اسکی باندی سے پیدا ہوا ہے تو بھی گواہ مقبول ہونگے بشرطیکہ مستحق کے سامنے ہو اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ ان صورتوں میں بائع کے گواہ کیونکر مقبول ہونگے کیونکہ یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جب بائع کسی کے لیے ملک مطلق کا حکم جاری ہو تو یہ حکم اُس پر واقع ہوتا ہے جسکی طرف سے قابض نے ملکیت حاصل کی ہے اور یہاں مشتری نے بائع کی طرف سے حاصل کی تھی تو حکم بائع پر بھی جاری رہے گا پس اسکی گواہی کیونکر مقبول ہوگی اور خلاصہ جواب یہ ہے کہ بائع نے ملک مطلق کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اپنی ملک میں پیدا ہونے کا مدعی ہے اور اُس پر حکم مطلق کا ہوا ہے نہ ملک میں پیدا ہونے کا پس دوسری جہت سے اسکی دلیل مقبول ہوگی اور اسکی طرف سے میری اشارہ ہے پھر امام محمد نے اس گواہی کے قبول سے پہلے مستحق کا حاضر ہونا شرط کیا ہے اور بعض متاخرین نے کہا کہ بشرطین ہیں اور ایسا ہی شمس المائتہ خیر سے منقول ہے اور بعضوں نے کہا کہ بشرطین جیسا امام محمد رحم نے اشارہ کیا ہے اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ امام محمد رحم کے قیاس اور ابو یوسف رحم کے دو مکر قول بشرط ہے اور امام اعظم رحم کے قول دبا ابو یوسف رحم کے پہلے قول بشرط نہیں ہے اور یہ قول ظہری ہے اور جو چیز اجرت پر دینگی انہیں اجرت پر

یعنی ملک میں پیدا ہونے کی جہت سے ہاں جس جہت سے کہ اس پر حکم ہو ملازم آیا ہے ہی جہت سے البتہ مقبول نہ ہوگی ۱۲ مسئلہ

لینے والے اور دینے والے کا حاضر ہونا شرط ہے کہ کوئی اجرت پر دینے والے کی ملکیت ہو اور لینے والا قابض ہو اور سید طرح دعویٰ
 زمین میں راہن اور مرتن کا موجود ہونا چاہیے کیونکہ راہن مالک ہو اور مرتن قابض ہو۔ اور اگر شفعہ نے شفعہ سے لینا چاہا اور
 مشتری نے ہنوز قبضہ نہیں کیا ہے تو بائع اور مشتری کا حاضر ہونا حکم شفعہ کے واسطے ضروری ہے۔ اور اگر مستعاہدہ کو کسی استحقاق
 ثابت کر کے لینا چاہا تو عاریت پر دینے والے اور لینے والے کا حاضر ہونا چاہیے اور زمین کے دعویٰ میں کاشتکاروں کا حاضر
 ہونا شرط ہے لیکن مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا شرط ہے کہ شفعہ نہیں ہو اور بعضوں نے کہا اگر
 دانہ بیج کا اٹکا ہو تو شرط ہے اور اگر مالک زمین کا ہو تو شرط نہیں ہے۔ اگر ایک شخص کسی عورت کے ساتھ نکاح کا دعویٰ کیا
 اور اسکا شوہر دوسرا شخص ظاہر میں موجود ہے تو دعویٰ اور گواہی کے سننے میں اسکا حاضر ہونا شرط ہے۔ اگر ایک شخص مریگا اور
 ایسی چیزیں چھوڑے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہیں یعنی مال منقولہ ہیں اور اس پر سقد فرض ہے کہ تمام ترکہ
 اس میں گھر ہو اور اسکا کوئی وارث یا وصی نہیں ہے تو قاضی اسکا ایک ہی مقرر کرے گا کہ اسکا ترکہ فروخت کرے اور وہی
 مقرر کرنے کے واسطے ترکہ کا سامنے ہونا ضروری نہیں ہے اور ترکہ ثابت کرنے کے واسطے بعضوں نے کہا کہ ترکہ سامنے ہونا اور بعضوں نے یہ
 شرط نہیں لگائی ہے اگر قیدی کے مفلس ہونے کے گواہ قائم ہوئے تو قرض خواہ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے لیکن اگر قرض خواہ یا اسکا
 وکیل حاضر ہو تو قاضی اس کے سامنے رہا کرے گا اور اگر حاضر نہ ہو تو کفیل لیکر رہا کرے گا۔ اور اگر ایسا نابالغ ہو کہ جسکو تصرفات سے
 منع کیا گیا ہے اس پر کسی نے دعویٰ کیا اور اسکا وصی موجود ہے تو ایسے نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے یا یہ بھی شیخ الاسلام
 نے شرح کتاب القسۃ میں بالتفصیل لکھا ہے اور دعویٰ کے دین ہونے یا عین ہونے میں یا یہ دین وصی کے کرنے سے پیدا
 ہوا ہے یا نہیں ان میں کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائی اور اجناس ناطقی میں ہے کہ اگر یہ قرضہ ہی وصی کے فعل سے پیدا ہوا ہے تو
 نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور حضانہ دہنے اور القاضی میں لکھا ہے کہ اگر نابالغ مجبور پر دعویٰ ہو جس پر گواہی کے کیا
 گواہ نہ ہوں تو نابالغ کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں اور وہ جس چیز کا دعویٰ کرتا ہے اس کے تلف کو دیکھ
 دعویٰ کرتا ہے تو وہ نابالغ کو حاضر کر سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ اسکا باپ و بچا تاکہ اگر نابالغ کے ذمہ کچھ لازم آوے تو اس کے حکم
 سے باپ اور اس کے اور کتاب لاقضی میں ہے کہ دعویٰ میں نابالغ کا حاضر کرنا شرط ہے اور بعض مشائخ نے یہ شرط لگائی ہے خواہ نابالغ
 مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور بعض مشائخ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اگر نابالغ کا کوئی وصی نہ ہو اور مدعی نے قاضی سے درخواست
 کی کہ اسکی طرف سے وصی مقرر کرے تو قاضی منظور کرے گا۔ اور وصی مقرر کرنے کے وقت اشارہ کے واسطے نابالغ کا حاضر
 ہونا شرط ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض مشائخ نے انکار کیا اور کہا کہ اگر نابالغ بھولے میں ہو تو بھی حاضر کرنا شرط ہے کہ مجلس حکم میں
 حاضر ہووے اور پہلا قول اقرب الی الصواب و شہب الفقہ ہے کہ انافی المحیط۔ اگر دعویٰ کسی مرض پر یا پردہ نشین عورت پر
 واقع ہو تو دونوں کا حاضر کرنا شرط نہیں ہے کہ انافی الذخیرہ۔ ما ذون کبر میں ہے کہ اگر غلام تاجر تجارت کا قرضہ ہو گیا اور
 قرض خواہوں نے مدد مست کی کہ یہ فروخت کیا جاوے تو قاضی بدو ان کے مالک کی موجودگی کے فروخت نہ کرے گا اور بھی بدو ان
 کبیر میں لکھا ہے کہ اگر دو گواہوں نے غلام تاجر پر گواہی دی کہ اسے کچھ غصب کر لیا ہے یا ودیعت کو تلف کیا ہے اور غلام نے انکار
 کیا یا گواہوں نے کہا کہ اسے غصب یا ودیعت کا سہ طرح اقرار کیا ہے یا خرید یا فروخت یا اجارہ کی گواہی دی اور غلام نے انکار

کیا اور اسکا مالک حاضر نہیں ہو تو گواہوں کی گواہی مقبول ہوگی اور مالک کا حاضر ہونا شرط نہیں ہے اور اگر بجائے غلام تاجر کے وہ غلام ہو جسکو تصرف کرنے سے اس کے مالک نے منع کر دیا ہو اور وہ گواہوں نے گواہی دی کہ اسے مال تلف کرنا ہی یا کچھ غصب کر لیا ہے اور غلام نے انکار کیا تو یہ گواہی بدولت مالک کی موجودگی کے مقبول نہیں ہوگی اور امام محمد نے جو اس مسئلہ میں فرمایا ہے کہ یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اس کے یہ معنی ہیں کہ مولیٰ سے غلام کے فروخت کرنے کو نہ کہا جائیگا لیکن غلام کے حق میں مقبول ہوگی حتیٰ کہ وہ بعد از ادسی کے پکڑا جائیگا۔ اگر مالک غلام کے ساتھ موجود ہو پس اگر مدعی نے مال تلف کر دینے یا غصب کا دعویٰ کیا تو قاضی حکم مالک پر دیگا اور اگر دلیلت تلف کر دینے یا کوئی بہانہ بصاحت تلف کر دینے کا دعویٰ ایسے غلام پر کیا جسکو مالک نے تصرف سے منع کیا ہو تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک قاضی اس گواہی کی سماعت نہ کرے گا یعنی مالک پر سماعت نہ کرے گا اور امام ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ مالک پر سماعت کرے گا اور جو نابالغ ایسا ہو کہ اس کے باپ نے یا وصی نے تجارت کی اجازت دی ہو وہ بجز تاجر غلام کے ہو جسکو اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو اور اگر ایسے غلام پر جسکو تجارت کی اجازت ہو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے عداً قتل کیا ہو یا کسی عورت کو زنا کی ہمت لگائی ہو یا زنا کیا ہو یا شراب پی کر اس کا رتا ہو پس اگر اسکا مالک موجود ہو تو غلام پر بلا اختلاف اس گواہی پر حکم دیا جائیگا اور اگر غلام موجود نہ ہو اور مالک حاضر نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک قاضی اس پر کچھ حکم نہ دیگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک حد و قصاص کا حکم دیگا جیسا تجارت کی اجازت سے پہلے اگر گواہی قائم ہو تو حکم دیا جاتا ہے اگر گواہوں نے غلام کے اقرار کرنے کی گواہی دی ہو یا اسے حد کے اقرار کی گواہی دی ہو خالص اللہ تعالیٰ کی ہیں جلیے زنا اور شراب خواری تو بالاجماع یہ گواہی مقبول نہیں ہوگی اور اگر ہمت لگانے یا عداً قتل کرنے کے اقرار پر گواہی دی تو مالک کی موجودگی میں مقبول ہوگی اور قصاص اور حد کا حکم دیدیا جائیگا اور اگر مالک موجود نہ ہو تو مسئلہ میں دیسا ہی اختلاف ہے جو مذکور ہوا اگرچہ غلام کے اقرار کرنے کی گواہی گوری ہو۔ اگر کوئی لڑکا ہو جسکو اجازت دیدی گئی ہے یا کم عقل ہو جسکو تصرف کی اجازت ہے اور اس پر گواہوں نے عداً قتل کرنے یا زنا کی ہمت لگانے یا شراب پینے یا زنا کرنے کی گواہی دی تو سوائے قتل کے باقی میں گواہی مقبول نہیں ہوگی خواہ اجازت دینے والا سامنے موجود ہو یا حاضر نہ ہو اور اگر خطا سے قتل کرنے کی گواہی دی ہو اجازت دینے والا حاضر ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور مددگار برادری پر دیت دینے کا حکم دیا جائیگا اور اگر اجازت دینے والا غائب ہو تو یہ گواہی مقبول نہیں ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ اگر اس کے گواہ قائم ہوں کہ بڑے یا کم عقل نے عداً یا خطا سے کسی کو قتل کیا پس اگر اجازت دینے والا حاضر ہو تو گواہی قبول کیجاوگی اور مددگار برادری پر دیت کا حکم کیا جائیگا اور اگر غائب ہو تو مقبول نہیں ہوگی۔ اور اگر گواہوں نے بڑے یا کم عقل کے اقرار پر گواہی دی کہ ان چیزوں میں سے کسی جرم کا اقرار کیا ہو تو گواہی مقبول نہیں ہوگی خواہ اجازت دینے والا حاضر ہو یا غائب ہو۔ اور اگر کسی غلام پر جسکو اجازت ہو گواہی دی کہ اس نے دس یا زیادہ چورائے ہیں اور وہ انکار کرتا ہو پس اگر اسکا مالک حاضر ہو تو گواہی مقبول اور بالاجماع اسکا ہاتھ کاٹا جائیگا اور چوری کا مال اگر اسے تلف کر دیا ہو تو اسکی ضمانت مالک کو دینی ہوگی اور اگر موجود نہ ہو تو واپس کیا جاوے۔ اگر مالک غائب ہو تو امام اعظم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور مال مسروقہ کی ضمانت دیگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا جائیگا۔ اور اگر گواہوں نے دس درم سے کم چوری کرنے کی گواہی دی تو قاضی مال ڈالنے کا حکم دیگا اور اگر

کاٹنے کا حکم نہ کیا خواہ مالک حاضر ہو یا غائب ہو اور اگر ماذون کے دس درہم چوری کر نیکی اقرار کر گواہی دی اور مولیٰ غائب ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک غلام پر مال کا حکم دیکھا اور ہاتھ کاٹے جانے کا حکم نہ دیکھا اور امام ابووسف رحمہ اللہ کے نزدیک قطع کا حکم دیکھا اگرچہ مالک غائب ہو۔ اور اگر کسی ایسے غلام پر دس درہم یا زیادہ کی چوری کی گواہی دی جسکو مولیٰ نے تصرفاً سے منع کیا تھا پس اگر اسکا مالک غائب ہو تو قاضی کچھ حکم نہ دیکھنا مال دینے کا نہ ہاتھ کاٹنے کا اور یہ امام اعظم رحمہ اللہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ غلام مجبور نے اقرار کیا ہے کہ اسے چوری کی پس اگر مالک سکا حاضر نہیں ہو تو قاضی اس گواہی کو بالکل قبول نہ کرے گا اور اگر حاضر ہو تو گواہی کی سماعت مالک پر نہ ہوگی یعنی غلام کا ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور چوری کے مال کے عوض مالک سے اس کے فروخت کرنے کا مواخذہ نہ کیا جائیگا لیکن غلام سے آزاد ہونے کے بعد مواخذہ کیا جائیگا کہ انی لحیط

تیسواں باب قاضی کے وصی اور قیوم مقرر کرنے اور قاضی کے پاس وصیت ثابت کر نیکی بیان میں۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اسی شہر میں مال چھوڑا جہاں مرا ہے اور اس کے وارث دوسرے شہر میں ہیں پھر میت پر شہر کے لوگوں نے حقوق و اموال کا دعویٰ کیا تو قاضی کو اسکی طرف سے وصی مقرر کر نیکی باب میں خصاف رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر اس شہر اور اس شہر میں قطع ہو یعنی اکثر قافلہ یہاں سے وہاں نہ جاتا ہو اور نہ وہاں سے یہاں آتا ہو تو قاضی میت کی طرف سے وصی مقرر کرے گا کہ انی الذخیرہ اور اگر سطح کا انقطاع نہ ہو تو نہ مقرر کرے گا کہ انی البرزازیہ خصاف رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اس سے چھوٹی اور بڑی اولاد چھوڑی اور لوگوں نے پھر قرضہ کا دعویٰ کیا تو قاضی اس کے مال کی واسطے وصی مقرر کرے گا اور شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ قاضی تین جگہ مال میت کی واسطے وصی مقرر کرے گا یعنی میت پر قرضہ ہو یا وارث چھوٹے ہوں یا میت نے کچھ وصیتیں کی ہوں تو وصیتوں کے نافذ کر نیکی واسطے ہی مقرر کرے پس انھیں جگہوں میں قاضی وصی مقرر کرے اور ان کے ماسوا مقرر نہ کرے اور ظاہر یہ قول اس کے مخالف ہے جو خصاف رحمہ اللہ نے ادب القاضی میں لکھا ہے لیکن مخالف نہیں ہے اس لیے کہ شمس الائمہ کی مراد یہ ہے کہ اسے قرض کی واسطے وصی مقرر کرے اور خصاف رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ اثبات قرض کی واسطے وصی مقرر کرے۔ اور اگر ایک شخص مر گیا اور اس نے عروق و حقار چھوڑا اور اس پر چند قرضے ہیں اور اس کے وارث بالغ ہیں اور وارثوں نے ترکہ فروخت کرنے اور قرض ادا کرنے سے انکار کیا اور قرض خواہ سے کہا کہ ہمارے ترکہ مجھے سونپنا اب تو جان اور تیرا کام پس یا قاضی اسکی طرف سے وصی مقرر کرے یا نہیں بعضوں نے کہا کہ مقرر کرے گا اور بعضوں نے کہا کہ نہیں اور وارثوں کو حکم دیکھا کہ ترکہ فروخت کریں پس اگر انھوں نے انکار کیا تو قید کرے گا کہ فروخت کریں اور اگر قید کرنے سے بھی فروخت نہ کیا تو خود فروخت کرے گا یا وصی مقرر کرے گا کہ قرض بقدر ممکن ادا ہو جاوے اور اگر قاضی نے یتیموں کے ترکہ میں وصی مقرر کیا اور یتیم اس کی ولایت میں ہے تو یتیم اسکی ولایت میں نہیں ہے یا ترکہ اسکی ولایت میں نہیں ہے اور یتیم اسکی ولایت میں نہیں ہے یا یتیم اسکی ولایت میں نہیں ہے یا بعض ترکہ اسکی ولایت میں نہیں ہے اور بعض نہیں ہیں تو شمس الائمہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ وصی مقرر کرنا ہر صورت میں درست ہے اور تمام ترکہ خواہ کہیں ہو دس و سہ شخص میں شمار ہو گا اور امام رکن الاسلام علی سعدی نے فرمایا کہ جو ترکہ اسکی ولایت میں ہے اسکا وصی ہو گا اور جو نہیں ہے اسکا نہ ہو گا کہ انی المحیط قاضی نے اگر وقت کے واسطے متولی مقرر کیا اور نہ مال وقت اور نہ وہ شخص جس نے قرض کیلئے دونوں اسکی ولایت میں نہیں ہیں تو شمس الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ اگر مطالبہ اس قاضی کی کچھری میں واقع ہو تو بیع ہو گا اور رکن الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح نہیں ہے۔ جن لوگوں پر وقت کیا گیا ہے اگر وہ لوگ قاضی کے ولایت میں ہوں پس ان کو

لوگ طالب علم ہیں یا گائون والے ہیں کچھ معدود لوگ ہیں یا خان یا باط یا مسجد پر اور زمین وقف اسکی ولایت میں نہیں ہے اور اسے متولی مقرر کیا تو شمس الائمہ نے فرمایا کہ نالاش اور مرقعہ معتبر ہیں مقرر کرنا صحیح ہے اور امام رکن الاسلام فرمایا کہ جب حکم دیا جاوے اگر وہ حاضر ہو تو صحیح ہے اور اگر حاضر نہ ہو تو صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص کسی قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ میرا باپ فلان مر گیا اور اسے عروض و عقار چھوڑا ہے اور اس پر قرض ہے اور کسی کو وصی نہیں کیا اور میں ہیکو فروخت نہیں کر سکتا تاکہ قرضہ ادا کر دوں کیونکہ مجھے اس طرف کے لوگ نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی کو دوا ہے کہ اس سے کہے کہ اگر تو سچا ہے تو مال فروخت کر کے ادا کر دے پس اگر وہ سچا ہے تو کام ٹھیک ہو گیا اور اگر چھوٹا ہے تو قاضی کا حکم کارآمد نہیں ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اسے کسی کو وصی مقرر کر دیا تھا اور وصی نے اسکی زندگی میں یا مرنے کے بعد وصی ہونا قبول کیا اور قاضی کے پاس اپنی وصایت ثابت کر لیا تو قاضی دیکھ چکا کہ اگر وہ شخص لائق وصی ہو چکے ہو تو اس کے دعویٰ کی سماعت کر لیا بشرطیکہ اپنے ساتھ ایسے شخص کو لاوے جو خصم ہو سکتا ہے حتیٰ کہ اگر مدعی غلام یا طفل ہے تو دعویٰ کی سماعت نہ کر لیا اور غلام اور نابالغ کا تصرف نافذ ہونے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے اور اصح یہ ہے کہ نافذ نہ ہو گا پس اگر غلام آزاد کیا گیا تو بعد اس کے قاضی اس کے دعویٰ کی سماعت کر لیا اور یہی وصایت کا حکم ہے گا اور اگر نابالغ ہو گیا تو امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک سماعت کر لیا اور امام عظیم رحمہ کے نزدیک سماعت نہ کر لیا اور ایسے معاملہ میں خصم یا وارث ہوتا ہے یا وصی لے لیا وہ شخص جس پر سمیت کا قرض ہے یا جس کا سمیت پر قرض ہے یہ سب کتاب القاضی میں ہے منتفی میں بروایت ابیہم مذکور ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس پر قرض ہے اور اسے تہائی مال یا سیکھ گنتی کے درم کی کسی واسطے وصیت کی اور وصی نے یہ مال یعنی تہائی یا گنتی کے درم لے لیے پھر قرض خواہ آیا اور وارث خواہ حاضر تھے یا غائب تھے کہ اسے موصی کہ لیا کہ قاضی کے سامنے دعویٰ کیا تو موصی نے حکامہ علیہ نہیں قرار پاسکتا ہے اور زمین اشارہ ہے کہ اگر وصیت ایک تہائی میں واقع ہو تو موصی نے زمین وارث کے نہ قرار دیا و لکھا اور اگر تہائی سے زائد میں وصیت ہو اور وہ صحیح ہو جاوے سہرح کہ وصیت کر لیا کے کوئی وارث ہی نہ ہو تو ایسی صورت میں موصی نے زمین وارث کے قرار پا کر قرض خواہ کا خصم مدعا علیہ ہو سکتا ہے کیونکہ تہائی سے زائد وارث کا حق ہوتا ہے اور وارث پر غریب یعنی قرض خواہ دعویٰ کر سکتا ہے تو ایسے موصی کہ بھی دعویٰ کر سکیگا اور کتاب القاضی والے نے بدو فیصل کے موصی کہ کو مدعا علیہ قرار دیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ جو موصی لے تہائی سے زائد مال کا ہووے۔ پھر جب کسی خصم صالح کے سامنے وصی نے گواہ قائم کیے تو قاضی طور پر لکھا کہ اگر وصی مرد عادل اور نیک سیرت اور تجارت میں ہوشیار ہو تو قاضی اسکو وصی بنا دیا اور اگر فاسق اور خائن معلوم ہوا تو وصایت کا حکم نہ لکھا اور اگر بوسے فکر کا آدمی اور کم ہوشیار ہو تو اس کو وصی بنا دیا مگر اس کے ساتھ ایکس میں ہوشیار تجارت کے کام میں ملا دیا تاکہ کار تجارت میں مددگار ہوں اور اسیم کا مال تلف نہ کریں اور اگر فسق ظاہر ہو اور نہ معلوم ہوا لیکن قاضی کے نزدیک متم ہے تو اپنا مشرف اس کے ساتھ کرے گا یا دوسری ساتھ کرے گا تاکہ ایک کا منفر و تصرف نہ ہو سکے اور زمین یتیم کی نگاہی ہو سکتی ہے یہی عیٹ میں لکھا ہے۔ اگر گواہی پر وصیت ہو گئی اور وصیت نامہ میں سمیت نے چند لوگوں کے واسطے قرضہ کا قرار کیا ہے اور کچھ لوگوں کو وصیت کی ہے اور کچھ نہیں کی ہے یتیمین میں پھر بعض قرض خواہ حاضر ہوے اور اس کے حق کا فیصلہ کیا گیا پھر دوسرا آیا تو یہی گواہی حکم دینے میں اختلاف ہے خیرات کی وصیت میں ایسی گواہی پر بالاجماع اتفاق کیا جاوے گا اور قرض اور وصیتوں میں امام عظیم رحمہ کے نزدیک ایسی گواہی پر فیصلہ

نہوگا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہوگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ کتاب الاقضية میں لکھا ہے کہ ایک شخص قاضی کے پاس آیا اور
 دعویٰ کیا کہ میرا بھائی فلان بن فلان مر گیا اور وارثوں میں سے باپ فلان بن فلان کو درمان ہندہ بہت فلان اور بیویوں
 فلان و فلان کو اور بیٹیوں میں سے فلانی و فلانی کو اور فلانی اپنی جو رکھ چھوڑا ہے اور اُسکے سوا اسکا وارث نہیں ہے اور
 اُسے اپنی صحت عقل اور جواز تصرف کی حالت میں مجھے تمام ترکہ کا وصی ٹھہرایا ہے اور میں نے اُسکی وصیت قبول کی اور
 اُسکا متولی ہوا ہوں اور میرے اس بھائی کا اس شخص پر جو میرے ساتھ آیا ہے اسقدر قرضہ ہے اور یہ بھائی سب قرضہ پائیت
 سے کچھ وصول کرنے سے پہلے مر گیا اور اس شخص قرضدار پر واجب ہے کہ مجھے ادا کرے تاکہ میں میت کے حکم کے موافق اُسکے
 وارثوں کے خرج میں لاؤنگا تو قاضی اسے دعویٰ کی سماعت کر لیا اور پہلے مدعا علیہ سے اُس شخص کے نزدیک دریافت کر لیا اگر
 اُسے اقرار کیا تو اب مطالبہ وصی کی طرف سے درست ہو پھر قرضہ کو دریافت کر لیا اگر اُسے اقرار کیا تو پھر اُسکے وصی ہونے کو
 دریافت کر لیا اگر اُسے اقرار نہ کیا تو مال دیدینے کا حکم نہ دیا جیسا کہ اُسکا وصی ہونا گواہی سے ثابت نہ ہو۔ خصاف رحمہ نے
 ادب القاضی میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ فلان شخص مر گیا اور اُسے مجھے وصیت کی تھی کہ جو اُسکا قرضہ اس شخص پر
 ہے اور جو مال میں اُسکا اُسکے پاس ہے دونوں وصول کروں اور مدعا علیہ نے ان سب کی تصدیق کی تو حکم نہ دیا جیسا کہ
 کہ دین اور عین اس کے سپرد کر دے اور جامع کبیر میں ہے کہ پہلا قول امام محمد رحمہ کا تھا کہ مدعا علیہ کو قرضہ داکر دینے کا حکم دیا جائیگا نہ
 مال معین کا پھر مضمون نے رجوع کیا اور کہا کہ دونوں کا حکم نہوگا پس کتاب الاقضية کا قول جامع کے دوسرے قول امام محمد
 کے موافق ہے اگر قرضدار نے اُسکی موت کا اقرار کیا لیکن مال اور وصیت سے انکار کیا تو مدعی کو پہلے حکم کیا جائیگا کہ وصیت
 پر گواہ لاوے اور جب گواہی سے وصیت ثابت ہو جاوے تو پھر مال پر گواہ طلب ہونگے اور اسطرح اگر مدعا علیہ نے سب کا
 انکار کیا تو پہلے مدعی سے موت اور وصی ہونے پر گواہ طلب ہونگے اور جب گواہ پیش ہو گئے اور ثبوت ہو گیا تب مال کے
 گواہ طلب ہونگے پس اگر اُسے پہلے مال کے گواہ پیش کیے پھر وصیت کے گواہ لایا تو مال کے گواہ نامقبول اور دوبارہ قائم
 کرنے کا حکم دیا جائیگا اور اگر وصیت اور مال اور موت کے ایک ہی گواہ ہوں اور ان سب پر ایک ہی گواہ اُسے یہی گواہ قائم
 کیے تو امام اعظم رحمہ نے فرمایا کہ مال کی گواہی نامقبول اور دوبارہ پیش کر لیا حکم دیا جائیگا اور امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا
 کہ مقبول ہونگے لیکن قاضی ترتیب وار حکم دیکھتا یعنی پہلے وصیت کا پھر مال کا یہ خصاف رحمہ نے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے مقام
 پر ذکر کیا ہے کہ امام اعظم رحمہ کے نزدیک مال کے گواہ نامقبول اور امام محمد رحمہ کے نزدیک مقبول ہونگے اور یہاں لکھا کہ امام
 ابو یوسف رحمہ کا قول مضطرب ہے۔ اگر مدعا علیہ نے وصیت اور موت کا اقرار کیا اور مال سے انکار کیا اور مدعی کے پاس گواہ
 نہیں ہیں اور اُسے مدعا علیہ کو قسم دلائی کی درخواست کی تو قاضی منظور کر لیا اور اگر مال اور موت کا اقرار کیا اور وصیت سے
 انکار کیا تو قاضی کو اختیار ہے کہ وصی مقرر کر دے اور اگر اُسے نہ مقرر کیا تو مدعی کو قسم لینے کا حق نہیں پہنچتا ہے اور اگر وصیت اور
 مال کا اقرار کیا اور موت سے انکار کیا تو یہاں قسم لینے کی وہی صورت ہے جو وارث کی نسبت گذر چکی ہے جو محیط میں لکھا ہے۔ وصی اپنے
 دعویٰ کیا کہ قاضی معزول نے ہمارا سالانہ مال ہوا سی مقرر کیا تھا اور ہمدردہ ماہ میں مقرر کیا تھا تو قاضی جدید نافذ نہ کر لیا
 اور اگر قاضی معزول نے تصدیق کی تو بھی نافذ نہ کر لیا اور اگر اُسکے گواہ گذرے کہ جب قاضی معزول قاضی تھا تو اُس نے

ایسا کیا تھا تو یہ گواہی قبول ہوگی پھر قاضی خود کہے گا کہ یہ اجرت اگر کام کے برابر ہو یا کم ہو تو نافرمان کرے گا اور اگر زیادہ ہو تو بقدر کام کے دے گا اور زیادتی باطل کرے گا اور اگر وصی یا قیم نے وصول کر لیا ہو تو زیادہ واپس کر دینے کا حکم کرے گا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر صغیر کا باپ مسرت ہو کہ صغیر کا مال تلف کرنا ہو تو اسکی حفاظت کے واسطے وصی مقرر کرے گا۔ اگر وارث نے اپنے مورث سے کوئی چیز خریدی اور اس کے مرنے کے بعد بیع میں عیب پایا تو قاضی میت کی طرف سے ایک وصی مقرر کرے گا کہ اسکو واپس کر دے اور اسی طرح اگر باپ نے اپنے نابالغ سے کوئی چیز خریدی اور اس میں عیب پایا تو قاضی نابالغ کی طرف سے وصی مقرر کرے کہ باپ اسکو واپس کر دے یہ بڑا زمین لکھا ہے

تیسواں باب قضاء علی الغائب کے بیان میں اور ایسے حکم قضا کے بیان میں جو دوسرے پر بھی متعدی ہوتا ہو اور گواہ پیش کرنے میں اور بعض اہل حق کے دوسروں کی طرف سے قیام کرنے کے بیان میں۔ واضح ہو کہ جو شخص گھری میں نہ موجود ہو اور نہ اسکو دعویٰ مدعی کی اطلاع ہو اس پر حکم دینا قضاء علی الغائب جو قال فی الكتاب گواہوں کی گواہی پر غائب شخص پر حکم دینا یا اس کے لیے فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر اسکی طرف سے کوئی خصم حاضر ہو تو جائز ہو اور جو اسکی طرف سے حاضر ہو یا تو وہ قصد ہو مثلاً غائب نے کسی کو وکیل کر کے بھیج دیا یا حکم ہو اور حکم اس طور سے ہونا چاہیے کہ ایک حاضر شخص پر دعویٰ ہو اور جو دعویٰ غائب پر ہو وہ اس حاضر کے دعوے کا لامحالہ سبب ثبوت ہو یا شرط ہو اور یہ شیخ الاسلام ہر دعویٰ نے ذکر کیا ہے اور شمس الاسلام محمود اوز جندی ہی پر فتویٰ دیتے تھے اور عامہ مشائخ کے نزدیک یہ طور کہ غائب پر جو دعویٰ کیا گیا ہو وہ حاضر کے دعوے کا لامحالہ سبب ثبوت ہو اور اسی کی طرف امام محمد نے کتابوں میں جا بجا اشارہ کیا ہے یہ تاہم غائب میں لکھا ہے کہ امام نوہر زادہ نے اس صورت کو کہ غائب اور حاضر پر ایک ہی چیز کا دعویٰ ہو اور اس صورت کو کہ دونوں پر دو چیزوں کا دعویٰ ہو یکساں رکھا ہے اور حاضر شخص کے غائب کی طرف سے خصم ہونے میں سبب ہونا دونوں میں شرط ہے اور امام ابو حنیفہ اور عامہ مشائخ نے ذکر کیا کہ سبب ہونا ایسی صورت میں شرط ہے کہ جب دعویٰ دو چیزوں کا ہو اور یہی قول فقہ سے مشہور معلوم ہوتا ہے۔ اگر دعویٰ دونوں پر ایک ہی چیز کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان و مثال یہ کہ ایک مکان جو عمر کے ہاتھ میں ہو پھر زید نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو خالد سے خریدا ہے اور خالد غائب ہو اور وہ اسکا مالک تھا اور مجھے عمر نے غصب کر لیا اور عمر نے کہا کہ یہ مکان میرا ہے پھر زید نے اپنے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم عمر و اور خالد دونوں پر جاری ہوگا اور حاضر غائب کی طرف سے خصم قرار پاوے گا کذا فی الذخیرہ۔ اگر ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ اس نے فلان شخص کی طرف سے اس طور پر کفالت کی ہے کہ جو میرا ہے حق الثابت ہو اسکا کفیل ہے پھر مدعا علیہ نے کفالت کا اقرار کیا اور حق سے انکار کیا اور مدعی نے گواہ پیش کیے کہ میرے فلان شخص پر ہزار درہم ثابت ہوئے ہیں تو کفیل اور کفول عند دونوں پر حکم قضا جاری ہوگا حتیٰ کہ اگر فلان شخص غائب یا اور اس نے انکار کیا تو کفالت نہ کیا جاوے گا۔ اگر زید نے ایک گھر کے شفعہ کا جو عمر و کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور عمر و نے کہا کہ یہ گھر میرا ہے میں نے کسی سے خریدا نہیں پھر زید نے گواہ قائم کیے کہ عمر و نے یہ گھر خالد سے ہزار درہم میں خریدا ہے اسکا مالک تھا اور زید اسکا شفعہ ہے تو خرید کا حکم عمر و پر اور خالد غائب دونوں پر ہوگا یہ فیصلہ عامہ میں ہے۔ اگر دعویٰ دو چیزوں کا ہو تو اس قاعدہ کا بیان مثال میں یہ ہے کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص کے حق کے

لے چیز کو ہر گواہ کے علاوہ دوسرے پر بھی متعدی ہے ۱۱ اس کے لیے یعنی اس کے واسطے دوسری گواہی

واسطے دوسرے پر گواہی دی پس مال علیہ نے طعن کیا کہ یہ دونوں فلاں شخص کے جو غائب غلام ہیں پھر مدعی نے گواہ
سنائے کہ فلاں غائب نے دونوں کا مالک تھا مگر اسے بحال ملک نکو آزاد کر دیا ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور حاضر اور
غائب دونوں کے حق میں آزاد ہونا ثابت ہو جائیگا اور یہاں دعویٰ دو چیزوں میں ہے یعنی حاضر پر مال کا دعویٰ اور غائب
غلاموں کے آزاد کرینیکا مگر غائب پر دعویٰ ثابت ہونا یعنی غلام کا آزاد ہونا باعث ثبوت حاضر کے دعویٰ کا ہو کہ حاضر پر
ان گواہوں نے آزاد غلاموں کی گواہی پر ثابت ہو گا لکن فی الذمہ اگر زید پر کسی جہر و دلی آدمی کو زنا کی ضمانت لگانے سے
حد و جہتہ فی پھر زید نے کہا کہ میں نے غلام ہوں پھر آدمی حد و جہتہ اس آدمی نے کہا کہ میں نے غائب سے آزاد کر دیا ہو تو پھر
پوری حد و جہتہ اور آزادی پر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہو کہ حاضر اور غائب دونوں کے حق میں حکم نافذ ہو گا حتیٰ کہ اگر
غائب آیا اور آزاد کرنے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جاوے گا اگر ایک شخص قتل کیا گیا اور اس کے دو وارث ہیں ایک غائب ہے
پھر حاضر نے دعویٰ کیا کہ غائب نے قاتل کو معاف کیا اور میرے حق کا سپر مال ادا ہوا اور قاتل نے اس کے معاوضہ کرنے
سے انکار کیا پھر مدعی نے گواہ قائم کیے تو مقبول ہو کہ غائب اور حاضر پر حکم دیا جائیگا یہ فیصلہ عمادیہ میں ہے اگر دعویٰ
دو چیزوں میں ہے تو پھر غائب پر دعویٰ ہو ضرور نہیں ہو کہ وہ حاضر کے دعویٰ کے ثبوت کا لامحالہ سبب پر نہ جاوے بلکہ
کبھی نہیں ہوتا ہو تو حاضر شخص غائب کی طرف سے خصم قرار نہ پاوے گا اور اسکے بیان کی مثال یہ ہو کہ زید نے ایک شخص
غائب کی عورت کا کہا کہ مجھے تیرے شوہر فلاں شخص نے قتل کیا ہو کہ میں نے تجھے اس کے پاس پہنچا دوں پھر عورت نے کہا
کہ وہ تو مجھے تین بار طلاق دیکھا ہو اور اس پر اس نے گواہ قائم کر دیے تو اس کی گواہی دلیل پر مقبول ہوگی نہ غائب نے طلاق
ثابت ہو جاوے حتیٰ کہ اگر غائب آیا اور طلاق دینے سے انکار کیا تو عورت کو دوبارہ گواہ لانے کی ضرورت ہوگی لکن فی الذمہ
ایک شخص زید کے غلام کے پاس آیا اور کہا کہ تیرے آقا زید نے مجھے قتل کیا ہو کہ میں نے تجھے اسکے پاس پہنچا دوں
پھر غلام نے گواہ سنائے کہ زید نے مجھے آزاد کر دیا ہو تو دلیل کے حق میں مقبول ہونے اور آزادی ثابت نہ ہوگی حتیٰ کہ
اگر زید آیا اور اس نے انکار کیا تو غلام کو دوبارہ گواہ سنانے کی ضرورت ہوگی لکن فی الذمہ اگر حاضر وغائب دو چیزوں
کا دعویٰ ہو اور غائب کا دعویٰ سبب ثبوت حاضر کے دعویٰ کا بھی ہو و لیکن اس طرح سبب ہو کہ اگر وہ مدعی اپنی عورت
تو سبب ہے اور اپنے نفس سے سبب ثبوت نہیں تو قاضی ایسی گواہی پر التفات نہ کرے کہ حاضر اور غائب کسی پر
حکم نہ دیکھا اس قاعدہ کا بیان یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی خریدی پھر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میرے
خریدنے سے پہلے بائع نے اس کو فلاں غائب کے ساتھ بیاہ دیا ہو اور میں اس کو لاطمی میں خریدا ہوا ہوں بائع نے اس سے
انکار کیا اور مشتری نے گواہ قائم کر کے باندی واپس کرنی چاہی تو قاضی یہ گواہی مقبول نہ کرے گا نہ حاضر پر اور نہ غائب
کیونکہ غائب کا نکاح اگر اب تک باقی ہو تو اس کو وہی کاقع پہنچتا ہو اور اسے نکاح باقی ہونیکے گواہ نہیں قائم کیے اور اگر نکاح
باقی ہونیکے گواہ قائم کرے تو بھی مقبول نہ ہونگے کیونکہ باقی رہنا نکاح کے بعد ہوا و جب تک نکاح میں خصم قرار نہ پایا تو
بھاء نکاح میں بھی قرار نہ پاوے گا اگر سبط اگر کسی نے بطور بیع فاسد کے کوئی چیز خریدی پھر دعویٰ کیا کہ میں فلاں شخص
کے ہاتھ فروخت کر دی ہوں اور وہ شخص غائب ہے اور اس سے اس کی غرض یہ ہو کہ بائع کاقع واپس جاتا ہے تو حاضر وغائب

۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

دونوں کے حق میں گواہی قبول نہوگی۔ اور اس طرح اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہو اسکے پہلو میں دوسرا گھر فروخت
 کیا گیا اس گھر مشتری نے خرید لیا پھر جس کے قبضہ میں گھر ہو اس نے فروخت کیے ہوئے گھر کو شفعہ میں لینا چاہا پھر مشتری نے کہا کہ جو گھر میرے
 قبضہ میں ہو یہ میرا نہیں فلاں شخص کا ہو اور شفعہ نے گواہ قائم کیے کہ جو گھر میرے قبضہ میں ہو میرا نہیں ہے اسکو فلاں غائب
 خرید لیا ہو تو اسکے خریدنے کا حکم حاضر وغائب دونوں کے حق میں دیا جاوے گا۔ جامع صغیر میں مذکور ہے کہ زید نے اپنی عورت کے
 کہا کہ اگر فلاں شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی ہو تو تو طلاق ہو پھر زید کی عورت نے زید پر دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے اپنی
 عورت کو طلاق دی ہے اور فلاں شخص غائب ہے اور زید کی عورت نے گواہ پیش کیے تو گواہی مقبول نہوگی اور اس پر طلاق واقع
 ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور بعض متاخرین نے طلاق واقع ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور گواہی قبول کی ہے اور انھیں بعض
 متاخرین کی رائے پر ایک جملہ سابق میں غائب شخص پر حق ثابت کر کے مذکور ہوا ہے کہ وکالت حاضر کی شرط غائب
 کے کسی قول پر معتق نہ کیا وے اور اصح یہ کہ گواہی نامقبول اور غائب پر حکم نہ دیا جاوے گا اور جہاں کسی نے اپنے حق کو سبط
 کسی غائب کے فعل پر گواہ قائم کیے اور سہین غائب کا حق باطل ہوتا ہو تو غائب پر حکم نہ دیا جائیگا نہ انھیں غائبی الذخیرہ۔ اگر ایک شخص نے
 دوسرے کی طرف سے ہزار روپے کی کفالت اختیار کی اور مقبول غائب ہو گیا اور کفیل نے قرض خواہ پر دعویٰ کیا کہ جن ہزار روپے کی حق
 کفالت کی تھی وہ شراب کا من ہوا اور طالب نے کہا نہیں بلکہ غلام کا من ہے تو قریب قریب متبر طالب کی طرف سے ہو پھر اگر کفیل نے
 اسکے گواہ قائم کرنے چاہے تو طالب کا حکم نہوگا اور گواہی نامقبول ہوگی بخلاف اسکے اگر متطلب حاضر ہوتا اور طالب اس گواہ قائم ہو کہ
 ۱۔ تو بعض متاخرین نے طلاق الی آخر اتوں تمام عبارت الذخیرہ لکھا پھر لکھا جاوے کہ کیا چھوٹے بن کر اگر کسی نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر فلاں شخص گھر میں غائب ہو
 تو تو طلاق ہو پھر عورت نے گواہ قائم کیے کہ فلاں شخص گھر میں غائب ہوا اور حالانکہ فلاں کو غائب ہے تو گواہ مقبول ہونے میں اور طلاق واقع ہونیکا حکم دیا جاتا ہو تو ہم کہیں گے
 کہ ان بیشک ٹھیک ہے مگر قضا علی الغائب بنیں جو کہ یہ نہیں غائب ہے کہ کو باطل کرنا لازم نہیں آتا ہو بخلاف جامع صغیر کہ وہ قضا علی الغائب ہے اس سے کہ ان
 غائب کا نکاح باطل ہوا جاتا ہو اور اصل یہ کہ کوئی نے اپنے شرط پر کسی غائب کو کوئی فعل ثابت کر لیا کہ گواہ قائم کیے تو دیکھا جاوے کہ اگر اس غائب کے کسی حق کا
 ابطال ہو تو گواہ مقبول ہونگے اور وہ غائب کی طرف سے خصم قرار دیا جائے گا اور اگر اس میں حق غائب باطل کرنا لازم آتا ہو تو بعض متاخرین نے فتویٰ دیا کہ گواہ قبول
 ہو گئے اور حاضر وغائب دونوں پر حکم دیا جائیگا اور اصح یہ کہ یہ گواہی قبول نہوگی اور جو حاضر ہو وہ غائب کی طرف سے خصم نہ ٹھہرا جائیگا اور اسی پر اہل علم اور
 فتویٰ تھے اور جامع صغیر کا اس قول صحت پر دلیل ہوا و واضح ہو کہ اگر کوئی غائب کا حق دیکھ جائے کہ غائب کی طرف سے غائب یا و قضا علی الغائب کو اس طرح
 ثابت کر لے ہیں کہ حاضر کی طرف سے وکالت کی شرط غائب کی غفل قرار دے ہیں تو بھی بعض متاخرین کے فتویٰ پر مبنی ہوا اور اسکی مثال یہ ہو کہ زید نے جعفر سے کہا کہ اگر عورت نے
 اپنا گھر فروخت کیا یا اپنی عورت کو طلاق کی یا اپنی زمین پر اپنی عورت پر وقت کی ہو تو زید کو کوئی پر میرے حقوق ثابت کرنے اور ان میں خیریت کرنے اور انکو وصول کرنے کا حق
 پھر جعفر نے ایک شخص کو حاضر کیا اور اس پر دعویٰ اور یہ دعویٰ کیا کہ زید نے مجھے اپنے حقوق کو کوئی وصول کرنے اور انکو ثابت کرنے اور ان میں خصوصیت کو نکال کر ایسے شرط کے ساتھ
 کیا ہے یعنی اپنی عورت کو طلاق دینا وغیرہ اور وہ واقع ہو گئی تھی طرح کہ زید کے مجھے چل کرنے سے پہلے عورت نے اپنی زمین فلاں کو ناجہی اپنی عورت کو طلاق دیدی تھی پس
 زید کو میرے اسکے حقوق ثابت کرنے وصول کرنے کا کوئی دلیل ہو چکا ہو تو وہ دیکھا پھر اس قدر عرض ہو پس مدعا علیہ جعفر سے کہ ان بیشک یہ دیکھتے ہیں کہ تو کہتا ہو کہ دلیل کیا ہو
 دیکھتے ہیں کہ جانا ہوں کہ شرط واقع ہوئی اور کوئی دلیل ہو گیا یا نہیں حق اچھڑنے گواہ قائم کیے کہ عورت نے اپنی زمین بکھر فلاں کو ناجہی اپنی عورت کو طلاق دیدی تھی پس بعض متاخرین
 نے فتویٰ دیا کہ غائب کی طرف سے غائب کو کوئی دلیل ہو گیا اور اصح یہ کہ اگر کسی نے اپنی عورت کو کوئی پر میرے حقوق کو کوئی وصول کرنے اور انکو ثابت کرنے اور ان میں خصوصیت کو نکال کر ایسے شرط کے ساتھ

گواہی دیتے کہ جس شخص کا یہ دعویٰ کرتا ہو وہ فرار کا ثمن ہو تو گواہی مقبول ہوتی یہ ہمارا خانیہ میں لکھا ہو اگر دو شخصوں پر ایک شخص کے ہزار درہم ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو پھر دونوں نے مال سے انکار کیا پھر دعویٰ نے ایک پر گواہ قائم کیے اور اس پر مال اور کفالت دونوں کا حکم کیا گیا اور طالب نے اس سے کچھ وصول کیا یہاں تک کہ وہ غائب ہو گیا پھر دوسرے کو لایا تو قاضی اس گواہی پر اس پر انچسورم کا جو اس پر تھے حکم کر کے نکالا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو نوادر ابن سلام میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے شخص پر ہزار درہم کا اپنے اور غائب کے لیے ہونیکا دعویٰ کیا کہ یہ غلام کسی کوٹے کا ثمن ہو کہ دونوں نے اس کے ہاتھ فروخت کیا تھا اور دعویٰ نے گواہ قائم کیے تو امام عظیم کے نزدیک حاضر حصہ لی ڈگری کیا دلی حتیٰ کہ اگر غائب آیا تو اسکو دوبارہ گواہ قائم کر نیکی ضرورت ہوگی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ حاضر و غائب دونوں کے حق کی گری جائیگی صاحب شرح قضیہ نے فرمایا کہ اسکے بعد جہد کو رہا ہو و دلائل کرتا ہو کہ امام ابو یوسف نے امام عظیم کے قول کی طرف رجوع کیا ہو اور امام محمد ظاہر میں اور بنا بر عامہ روایات کے امام عظیم کے ساتھ ہیں اور متقی میں امام محمد کو امام ابو یوسف کے ساتھ ذکر کیا ہو اور متقی میں لکھا ہو کہ اگر یہ ہزار درہم جکا دعویٰ ہو میراث کے ہوں تو بلا خلاف غائب کو دوبارہ گواہی لانے کی ضرورت نہوگی پھر روایات متقی کے موافق امام محمد و امام ابو یوسف کے نزدیک جب غائب حاضر ہو گیا اور اسے دعویٰ حاضر کی تصدیق کی تو اسکو اختیار ہوگا کہ اگر چاہے تو جہد حاضر نے وصول کیا ہو شریک ہو جاوے اور پھر دونوں باقی کے واسطے مطلوب کا بیچا پکڑیں ورنہ مطلوب کے پیچھے پڑے اور اپنا حق وصول کر لے اور اگر ہنوز غائب شخص نہ حاضر ہوا تھا کہ گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو امام عظیم کے نزدیک غائب کا حق باطل ہو گیا اگر غائب حاضر کا شریک ہوگا یعنی جہد دعویٰ حاضر نے وصول کیا ہو اس میں غائب اگر آوے گا شریک ہوگا قلیل و صاحبین کے نزدیک بعد ثبوت قضا باطل ہوگی قال پھر جب غائب اگر حاضر کا شریک ہے تو حاضر نے مطلوب کچھ واپس نہ لے سکے گا اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے دفلان غائب پھر اس شخص سے ہزار درہم کو خریدا ہو اور ہم دونوں نے ثمن دا کر دیا ہو اور اس پر گواہ پیش کر دیے تو امام عظیم کے قیاس پر دعویٰ کے واسطے آدھے گھر کا حکم دیا جاوے گا پھر جب غائب آیا تو اس سے دوبارہ گواہ قائم کر لے جاوے گا اور امام ابو یوسف کے موافق تمام گھر حاضر و غائب کو لایا جاوے گا اور نصف حاضر کو دیا جائے گا اور نصف کسی ثقہ کے اس کا جاوے گا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جب تک غائب آجاوے تب تک تقسیم نہ کرے گا متقی میں فرمایا کہ اگر غائب آکر خرید سے انکار کیا تو اس میں سے اس کا حصہ باطل ہوگا اور حاضر کا باقی رہا اور کہ یہ بلا خلاف ہو اور اصل مسئلہ کو اختلاف کے ساتھ ذکر کیا اور بعض میں اس مسئلہ کو ذکر کیا اور کہ یہ گواہی حاضر کے حق میں مقبول ہوگی نہ غائب کے حق میں اور کچھ اختلاف کا ذکر نہ کیا اور عصمان نے موافق متقی کے اختلاف ذکر کیا ہم نے بیان کیا کہ امام ابو یوسف کے نزدیک غائب کا حصہ علیہ کے ہاتھ سے نکال لیا جاوے گا پر بعض مشائخ نے کہا کہ یہ اس وقت ہو کہ بائع کو ثمن پہنچ گیا ہو جیسا کہ مسئلہ میں مذکور ہو اور اگر نہ پہنچا ہو تو نہ نکال لاجاوے گا اول بعض مشائخ نے کہا کہ شری کے دینے کے واسطے ثمن ادا ہونیکی ضرورت ہو اور ہم مشتری کو نہیں دیتے ہیں بلکہ عاجل

کے قبضہ میں آتے ہیں اور اسکا ہاتھ روک کھنے میں بائیں کے ہاتھ کی نظیر ہو کذا فی محیط مبسوط میں ہو کہ اگر ایک رشتے کسی شخص پر قصاص کے دعویٰ کے گواہ پیش کیے تو تمام دائروں کے حق میں یہ ثبوت کافی ہو کہ اسے دوبارہ گواہی نہ طلب ہوگی اور یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہو اور امام عظیمؒ کے نزدیک حاضر کے واسطے حق ثابت ہو گا اور غائب کے حق ثابت ہونیکے واسطے دوبارہ گواہی قائم کر نیکی ضرورت ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو مبسوط میں ہو کہ ایک مکان میں ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس پر ایک شخص نے گواہ قائم کیے کہ میرے اپنے انتقال کیا اور یہ گھر میرے اور میرے بھائی کے واسطے جو غائب میراث چھوڑا ہو اور ہم دونوں کے سوا اسکا کوئی وارث نہیں ہو تو امام عظیمؒ کے نزدیک قاضی حاضر کے حصہ کی فوری کر کے معا علیہ سے لیکر اس کے سپرد کر دیا اور غائب کا حصہ بعض کے قبضہ میں چھوڑ دیا اور امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اگر قباضہ منکر ہو جیسا مسئلہ میں ہو کہ گواہ قائم کر نیکی ضرورت پڑی تو قاضی غائب کا حصہ اس کے ہاتھ سے نکال کر عادل کے پاس رکھ دیا اور اگر مقرر ہو تو اسی کے پاس چھوڑ دے پھر حباسی کے پاس چھوڑا اور غائب یا تو شائع نے امام عظیمؒ کے قول پر اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا اس سے دوبارہ گواہ طلب کر گیا جیسا قصاص میں گذرا اور بعضوں نے کہا کہ نہیں اور کچھ اتفاق بیان کیا اور یہی صحیح ہو اور بعضوں نے کہا کہ میراثی قرضہ کا دعویٰ بھی محمل ہو کہ مثل قصاص کے اختلافی ہو اور کتاب لاقضیہ میں نے مطلقاً لاذکر خلاف بیان کیا و لیکن صحیح نہیں ہو۔ اسی جنس کے مسئلوں مسئلہ الہیہ ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے اور فلان شخص غائب کو یہ چیز بہ کر کے سپرد کر دی ہو میں اگر وہ چیز برمی ہو سکتی ہو تو دعویٰ صحیح ہو اور امام عظیمؒ کے نزدیک اسکی گواہی حاضر کے حق میں مقبول ہوگی نہ غائب کے حق میں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہ مسئلہ خرید کے دونوں کے حق میں مقبول ہوگی اور اگر وہ چیز مثل گھر کے تقسیم ہو سکتی ہو تو امام عظیمؒ کے نزدیک دعویٰ صحیح نہیں ہو کہونکہ ان کے نزدیک گھر و شخصوں کو ہمہ کرا و دست نہیں ہو اور یہاں حبس کے نزدیک دست ہو تو دعویٰ بھی صحیح ہو اور اسی جنس سے مسئلہ میں ہو اور اسکی صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میں نے اور فلان غائب نے اس شخص پر گھر جو اس کے قبضہ میں ہے ہم دونوں نے بعض قرضہ کے جو ہمارا سپر آتا ہو میں رکھا ہو پھر شخص اس گھر پر محیط ہو گیا اور اس دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو امام عظیمؒ کے نزدیک یہ گواہی نامقبول ہو کیونکہ امام عظیمؒ کے نزدیک اگر مقبول ہو تو حاضر کے حصہ میں مقبول ہوگی اور مقبول ہونے سے میں شائع ہوا جاتا ہو اور وہ امام کے نزدیک ناجائز ہو اور وہ چیز ہم ہو سکتی ہو جو چیز نہیں تقسیم ہو سکتی ہو یہاں دونوں کا ایک ٹکڑا ہو اور اسی جنس سے مسئلہ وصیت ہو اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے مختلف لوگوں کے لیے مختلف وصیتیں ایک وصیت نامہ میں لکھ دیں پھر جن لوگوں کے لیے وصیت کی ہو ان میں سے ایک یا اوکسی ارث کو اپنے ساتھ لایا اور گواہ قائم کیے تو امام عظیمؒ کے نزدیک حاضر کے حق میں غری ہوگی نہ غائب کے حق میں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاضر و غائب کے حق میں وغری ہوگی حتیٰ کہ اگر غائب یا تو دوبارہ گواہ لائے کی ضرورت نہیں ہو کتاب لاقضیہ میں امام ابو یوسفؒ سے روایت ہو کہ اگر ایک شخص نے دو شخصوں پر

۱۱۔ اور اسکا اپنے فقہ عادل کو بھی لائے کی طرح مکانی روک کھنے کا اختیار ہو جب تک ثمن ہوئے ۱۱۔ تقسیم ہو سکتی ہو اس سے یہ مراد ہے کہ قبل تقسیم کے بوقع اس چیز سے حاصل ہو سکتا ہو وہ بعد ثمنارہ کے نہ رہے اور ایسے ہی قابل تقسیم وہ کہ جس سے وہی انتفاع باقی رہے ۱۱۔

ایک مال کا جو دستاویز میں تحریر ہو دعویٰ کیا اور دونوں معا علیہ میں سے ایک حاضر ہو اسکا کرنا ہو اور دوسرا غائب ہو اور دعویٰ نے گواہ قائم کیے تو امام عظم نے فرمایا کہ میں حاضر وغائب دونوں پر دگری کر دوں گا اور امام ابو بکر رازی نے فرمایا کہ یہ حکم امام عظم کے قاعدہ پر ٹھیک نہیں پڑتا ہو کیونکہ ایسے مسائل میں ان کے نزدیک حاضر شخص غائب کی طرت سے خصم نہیں ہوتا ہو مصنف کہتا ہو کہ منتفی میں ایک روایت امام عظم سے مذکور ہو کہ فرمایا کہ حاضر پر نصف مال کی دگری کر دوں گا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ تمام مال کی حاضر وغائب پر دگری کر دوں گا۔ وفتح ہو کہ امام محمد نے مسئلہ موطن لکھا ہو اور جواب یا کہ امام عظم کے نزدیک حکم صرف حاضر پر اور حاضر کے واسطے ہو گا اور صاحب تفسیر نے لکھا کہ ان مسائل میں امام عظم کے نزدیک حکم صرف حاضر پر ہو گا اور بعض مسائل میں ذکر کیا کہ حکم حاضر پر متعدد ہو گا اور بعض میں ذکر کیا کہ غائب پر متعدد ہو گا اور کبھی ذکر کیا قول ابو یوسف کو موافق ابو حنیفہ کے اور کبھی برخلاف قول ابو حنیفہ کے اور کبھی قول امام محمد کا موافق قول ابو حنیفہ کے ذکر کیا اور کبھی موافق ابو یوسف کے مخالف ابو حنیفہ کے ذکر کیا پس امام عظم اور ابو یوسف اور امام محمد سے ہر صورت میں دو دروایتیں ہوئیں۔ ایک شخص نے ایک غلام دو شخصوں کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا کہ ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو پھر بائع ایک سے ملا اور اس پر گواہ پیش کیے کہ میرے سپرد فلاں غائب پر ایک ہزار درم قرض ہیں اور ہر ایک دوسرے کا اس کے حکم سے کفیل ہو تو حاضر پر ہزار درم کا حکم کیا جائیگا پھر اگر حاضر سے وصول کرنے سے پہلے غائب حاضر ہو تو دعویٰ اس حاضر سے سوا پانچ سو درم کے جو ہر صلی بن نین لے سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم ہیں اور انکا ایک شخص قرضدار کے حکم سے کفیل ہو پھر قرض خواہ کفیل سے ملنے سے پہلے جیل سے ملا اور دعویٰ کیا کہ مجھے میرے ہزار درم ہیں اور تیرے حکم سے اسکا فلاں کفیل ہو اور گواہ قائم کیے تو ہزار درم کا حکم کیا جائیگا اور یہ حکم کفیل پر جاری نہ ہو گا حتیٰ کہ اگر کفیل سے ملا تو بدو ن و بارہ گواہ قائم کر نیکی اس سے نہیں لے سکتا ہے کہ ان فی الملتقط اگر اصل سے ملنے سے پہلے کفیل سے ملا اور اس پر دعویٰ کیا کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درم ہیں اور تو اسکے حکم سے اسکا کفیل ہو اور گواہ قائم کیے تو کفیل غائب کی طرت سے خصم ہو گا اور ہزار درم کا حکم دونوں پر جاری ہو گا اور اصل نے کفیل کی طرت سے خصم نہیں ہوتا ہو یہ فصل عاویہ میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ تو نے فلاں شخص غائب نے فلاں شخص کی طرت سے ہزار درم کی کفالت کی ہو اور تم دونوں یا ہم ایک دوسرے کے کفیل ہو اور اس پر گواہ قائم کیے اور معا علیہ پر ہزار درم کی دگری کی گئی پھر غائب حاضر ہوا تو اسکو اختیار ہو کہ غائب سے ہزار درم لے لے کیونکہ جب حاضر ہو حکم دیا گیا تو اسوجہ سے کہ وہ مطلوبہ در اس کفیل غائب کی طرت سے کفیل ہو کیا تو نہیں دیکھتا ہو کہ اگر دونوں کی طرف سے کفیل کیا جاوے تو وہ جیل سے کیونکہ اسکے گلاں اور بشر بن ابولید میں امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ ایک شخص نے ایک گھر کے چند لوگوں سے خریدنے کا دعویٰ کیا اور وہ گھر انھیں لوگوں کے قبضہ میں ہے اور ان میں سے بعض حاضر ہیں اور بعض غائب ہیں اور حاضر لوگ غائبوں کے حصہ ار ہونے کے مقدار بیع واقع ہونے کے منکوح ہیں پھر دعویٰ نے اپنے دعویٰ کے گواہ قائم کیے تو قاضی صرف حاضرین کے حصہ میں دگری کر گیا اور یہ امام عظم و امام ابو یوسف کے نزدیک ہو اور اگر حاضر لوگ غائبوں کے حصہ ار ہونے سے منکر ہوں تو قاضی تمام گھر کی دگری دعویٰ کے نام کر دیا اور اگر دو شخصوں کی

۱۱۱
اس قدر نہیں ان اختلافات کی وجہ سے یہاں لکھا ہے کہ جسے شرط ہو کہ حاضر اصل سے نہیں ملتا ہے

طرف سے ہبہ یا صدقہ یا رہن کا دعویٰ کیا اور ایک شخص غائب ہو اور دوسرا حاضر ہو اور گھر اسی کے قبضہ میں ہو اور
 مدعی نے ہبہ قبضہ یا صدقہ قبضہ یا رہن قبضہ کے دعوے کے گواہ پیش کیے تو امام عظم کے نزدیک رہن کی صورت
 میں یہ گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک حکم صرف حاضر کے حصہ پر دیا جائیگا اور وہ ممکن نہیں کیونکہ رہن
 مشاع ہوا جاتا ہے اور وہ باطل ہو اور ہبہ کی صورت میں اگر مدعی بہت سی قسمت نہیں ہو تو گواہی حاضر کے حق پر قبول کی
 نہ غائب کے حق پر اور یہ امام عظم کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک رہن کی صورت میں گواہی بالکل نامقبول ہے اور
 ہبہ و صدقہ کی صورت میں اگر وہ چیز جس پر دعویٰ ہو قسمت کو مختل نہیں ہو تو حاضر و غائب دونوں پر حکم ہوگا اور اگر وہ
 چیز مدعی تقسیم ہو سکتی ہو تو قاضی تمام چیز کے ہبہ کا حکم دیگا مگر آدھے میں فی الحال نافذ کرے گا اور آدھے میں غائب کے
 حاضر ہونے تک توقف ہوگا جب حاضر ہوا تو نافذ کرے گا ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے
 پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعی کے گواہوں پر قاضی نے مدعا علیہ پر ڈگری کر دی پھر مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور اُسے
 وارث چھوڑے اور مدعا علیہ کا لوگوں پر شہر میں مال ہے کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ مدعا علیہ کا ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ
 میں یہ مال مدعی کو نہ دلاؤں گا جب تک کہ مدعا علیہ خود حاضر نہ ہو اگر وہ غائب ہو گیا یا اس کے وارث حاضر نہ ہوں اگر وہ مر گیا ہے
 اس احتمال سے کہ شاید مدعا علیہ نے ادا کر دیا ہو یا وارثوں نے ادا کر دیا ہو کذا فی محیط نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت
 ہے کہ اگر مدعی کے گواہ قائم کرے کہ بعد مدعا علیہ غائب ہو گیا یا مر گیا اور گواہوں کا پوشیدہ و ظاہر عادل ہو یا ثبوت ہو گیا تو
 قاضی حکم دیگا جب تک کہ غائب یا اس کا ناجائز حاضر نہ ہو یا میرے وارث حاضر نہ ہوں و جب غائب سے کوئی حاضر ہو تو قاضی اسی گواہی پر
 فیصلہ کرے گا و بارہ گواہ لائیں صورت نہیں ہو اور اگر مدعا علیہ دعویٰ کا اقرار کیا پھر غائب ہو گیا تو قاضی اس کی غلبت میں
 اس کے اقرار پر حکم دیگا پھر جس چیز کا اس نے اقرار کیا ہو اگر مال میں ہو تو جس قبضہ میں ہے اگر وہ شخص اقرار کرتا ہے کہ یہ مدعا علیہ کا ہے
 تو حکم دیگا کہ مدعی کے حوالہ کرے اور اگر مال غیر معین میں دینا ہے اور مدعی نے اس کے جس حق میں سے قابو یا تو حکم دیگا کہ
 لے لے اور قرضہ کے عوض عروض و حقار کو فروخت نہ کرے اور یہ امام عظم اور امام محمد کا قول ہے اور امام محمد نے ذکر کیا کہ امام
 ابو یوسف کہتے ہیں کہ گواہی اور اقرار دونوں صورتوں میں جب تک غائب حاضر نہ ہو قاضی حکم نہ دیگا امام محمد نے تو امام ابو یوسف کا
 قول اسی طرح ذکر کیا ہے لیکن عامہ کتاب میں محفوظ روایت امام ابو یوسف سے یہ ہے کہ گواہی کی صورت میں بدون مدعا علیہ کی
 حاضری کے قاضی حکم نہ دیگا اور اقرار کی صورت میں حکم دیگا پھر جب عہد قضا ان کے سپرد ہوا تو کہتے تھے کہ دونوں صورتوں میں
 حکم دیگا اور یہ تمہالان ہے کہ لوگوں کے مال حقوق محفوظ و مصلون ہیں کذا فی الذخیرہ امام محمد نے زیادہ میں ذکر کیا ہے
 کہ ایک باندی ایک شخص عبد اللہ کے قبضہ میں تھی پھر ایک شخص ابراہیم نامے نے خالد نامے سے کہا کہ اسے خالد یہ باندی
 جو عبد اللہ کے پاس ہے میری باندی تھی میں نے تیرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر کے تیرے سپرد کی تھی لیکن عبد اللہ نے مجھ سے
 غصب کر لی اور خالد نے اسے سب کی تصدیق کی اور عبد اللہ اسے سب کا حکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ باندی میری ہے تو باندی
 باب بن عبد اللہ کا قتل متبہر ہو لیکن خالد پر حکم کیا جائیگا کہ ہزار درم میں ابراہیم کو دیوے کیونکہ دونوں نے بیع واقع
 ہوئے تھے یا ہم تصدیق کی ہے اور سپرد کرنے کا اقرار کیا ہے اور ایسا اقرار دونوں کا دونوں پر حجت ہوگا پھر

ابراہیم کے ثمر فی حصول کر لینے کے بعد اگر کسی نے علیحدہ کے ہاتھ میں سے استحقاق ثابت کر کے باندی لے لی اور خالد نے اپنا ثمن واپس کرنا چاہا کہ باندی جیسے ہر استحقاق ثابت ہوا ہو تو التفات نہ کیا جاوے گا کیونکہ حکم استحقاق صرف بعد از ثمن تک مقصور ہے اس سے تجاوز کر کے خالد تک پہنچے گا اور اصل بنیاب میں یہ ہو کہ قاضی پر ملک مطلق کا حکم قضا قاضی کے ساتھ اس پر بھی جسکی طرف سے قاضی نے ملکیت پائی ہو دونوں پر جاری ہوتا ہو اور تمام لوگوں پر جاری نہیں ہوتا ہو اور یہاں قاضی نے علیحدہ سے خالد کی طرف سے ملکیت حاصل کیونکہ دعویٰ نہیں کیا ہے پس حکم قضا خالد پر جاری نہ ہو اور جب اس پر جاری نہ ہو تو وہ ثمن واپس نہیں کر سکتا اور اس پر جاری نہ ہونے کی دلیل یہ ہو کہ مثلاً اگر خالد نے گواہ مستحق پر قائم کر کے کہ یہ باندی میری ہی باندی ہے میں نے ابراہیم سے خریدی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر اس پر حکم قضا جاری ہو تو مقبول نہیں ہو سکتی تھی اور اس طرح اگر مستحق ملک مطلق کے دعویٰ سے نہ لپوے بلکہ یہ دعویٰ کرے کہ یہ باندی میری باندی سے میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہو اور گواہی پر قاضی اسکے لیے دلائل کا حکم دے تو بھی خالد اپنا ثمن ابراہیم سے نہیں لے سکتا ہو اگرچہ مستحق کی گواہی ثابت ہو کہ ابراہیم نے غیر کی باندی فروخت کی تھی کیونکہ مستحق کا دعویٰ کہ میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہو بلا ضرورت ہو کیا تو نہیں کہتا ہو اگر ملک مطلق کا دعویٰ ہوتا تو گواہی مقبول تھی پس ملکیت میں پیدا ہونیکا دعویٰ بے اعتبار ہو صرف ملک مطلق کا دعویٰ معتبر رہے گا اور ملک مطلق کے دعویٰ میں خالد پر حکم قضا جاری نہ ہوا تھا اسی طرح اس صورت میں بھی جاری نہ ہوگا پس حکم قضا صرف علیحدہ ملک ابراہیم محمد نے فرمایا اور اگر خالد گواہ لادے کہ یہ باندی میری ہے میں نے ابراہیم سے خریدی ہو تو مستحق پر قائم کرنے سے باندی اسکو دلا دیا جائیگی پھر اگر مستحق نے خالد پر گواہ قائم کیے کہ یہ باندی میری ہو میری ملکیت میں پیدا ہوئی ہو تو یہ گواہی زیادہ تر مستحق خالد کی گواہی پر اسکو ترجیح دیکر پھر باندی مستحق کو دلائی جاوے گی پھر اس صورت میں خالد پر حکم قضا جاری ہو اس پر اپنا ثمن ابراہیم سے واپس لے لیا اگر باندی کا کوئی مستحق نہ ہو بلکہ باندی نے علیحدہ پر گواہ قائم کیے کہ میں اصلی حرہ یعنی آزاد ہوں اور قاضی نے اسکی آزادی کا حکم دیا تو آزادی کا حکم تمام لوگوں پر جاری ہوتا ہو مثلاً ہر شخص پر آزاد شخص لائق گواہی دینے کے ہوتا ہے اس واسطے خالد پر بھی جاری ہوگا اور خالد اپنا ثمن ابراہیم سے واپس لے لیا اور مستطرح اگر باندی نے گواہ قائم کیے کہ میں بعد از ثمن کی باندی تھی مگر نے مجھے آزاد کر دیا ہو اور قاضی نے اسکی ڈگری کی تو خالد اپنا ثمن ابراہیم سے لے لیا اور اصلی آزادی کا دعویٰ اور یہ دعویٰ کیساں ہو کہ ذاتی محیط زمین قضا کا حکم قضا بالوقت اگر قاضی پر جاری ہو تو شمس لائے حلوئی اور اگر اسلام سے منقول ہو کہ دونوں نے اسکو قضا و حریت کے ساتھ لاحق کر کے تمام لوگوں پر جاری کیا ہو اور فتاویٰ بالملکیت میں ہو کہ تمام لوگوں پر جاری نہیں ہو حتیٰ کہ اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ یہ زمین میری ملک ہے تو اسکی سماعت ہوگی اور قضا بلکہ مطلق کے مثل اسکا حکم لکھا ہو اور اسی کو بعد از شہید نے اختیار کیا ہو یہ قطع میں لکھا ہو ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا کہ میرا باپ مر گیا اور یہ گھر میرے اور میرے فلاں بی کیوں سٹے میراث چھوڑا ہو اور اسکا بھائی دعویٰ سے انکار کرتا ہو اور گھوڑے اپنا حق نہیں جانتا ہو پھر دعویٰ نے گواہ قائم کیے اور اسکو آدھا گھر دلا دیا گیا پھر اسکے بھائی نے رجوع کر کے دعویٰ کی تصدیق کی تو اسکو کچھ نہ دلا یا جائیگا پس اسکے بعد اگر میت کا کوئی قرض خواہ آیا اور وارث کے سامنے سے میت پر قرض ثابت کیا اور رجوع نہ ہوئی کہ قاضی تمام گھر کا میت کے نام فیصلہ کرے تو قاضی دوبارہ از سر نو تمام گھر میت کے نام پر پہلی

ملک مطلق سے مزید یہ قطع ملکیت کا دعویٰ کیا اور کوئی سبب بیان نہ کیا

گو اسی پر ثابت کر کے حکم کر دیا اور اگر فروخت کر کے اس میں سے قرضہ لیا گیا پھر جو بٹھا اسکا آدھا مدعی ارث کو ملے گا اور باقی آدھا مدعا علیہ کو ملے گا یا جائیگا اور مدعی کے بھائی کو جو اسکا لڑکھو کچھ نہ ملے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی مال میں میرے ترکہ میں سے کسی دعویٰ کیا تو وہ وارث اسکا خصم قرار پا سکتا ہے جسکے قبضہ میں یہ مال میں ہوا جسکے قبضہ میں نہیں ہوا اگر اسکو مدعی نے حاضر کیا تو دعویٰ مع نہ ہوگا اور قرضہ کے دعویٰ میں کوئی وارث ہو میرے کھیر سے خصم قرار پاوے گا اگر چاہے ترکہ میں سے کچھ وصول نہ ہوا ہو اگر ایک شخص کو دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تو نے میرے واسطے فلاں کھیر سے اسکے حکم سے ہزار درم کی کفالت کی تھی جو ہزار درم کہ میرے سپرد کرتے ہیں اور مدعا علیہ کے کفالت سے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعویٰ کے گواہ سنا لئے تو قاضی کفالت میں لکھی گئی کہ اگر چاہتی کہ اگر اصل آیا اور اسے مدعی کے دعویٰ سے انکار کیا تو کفیل ہوں و بارہ گواہ سنا لئے اصل سے وہ مان چلتے اور انکار کیا ہو لے گا پس اگر کفیل کے مال کرنے سے پہلے اصل آیا تو مدعی مختار ہو چاہے اصل سے مطالبہ کرے یا کفیل سے اور جو وقت کفیل نے ادا کر دیا اپنے اصل سے لے لیا اور دوبارہ سنا لیا ضرورت نہیں ہوا اصل کو اختیار نہ ہوگا کہ کفیل کی کفالت اور اپنے حکم سے انکار کرے اور اگر مدعی نے صرف کفیل کی کفالت کا دعویٰ کیا اور کفالت اصل کے حکم سے نہ ہو چکا دعویٰ کیا اور قاضی نے کفیل پر حکم جاری کیا اور اصل کو ملے تو اصل سے لینے کی راہ نہ مدعی کو ہوا نہ کفیل کو تا وقتیکہ سپرد بارہ گواہ قائم نہ ہوں اور اگر طالب کفیل سے جھگڑا کیا اور جگلات کو وال کے کفالت سے ہم بھی مثلاً دعویٰ کیا کہ جو کچھ مال میرا فلاں شخص پر آتا ہے اسکی تو نے کفالت کی تھی اور مال کی تعیین اور تقدیر نہ تھی بلکہ ہمیں چھوڑ دیا اور کفیل نے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ سنا لئے کہ میرے فلاں شخص پر ہزار درم کفالت پہلے کے ہیں تو گواہی مقبول و کفیل پر بڑ گری کر دی جائیگی اور یہ حکم غائب یعنی کفول عنہ پر بھی جاری ہوگا حتیٰ کہ اگر کفول عنہ آیا تو اس سے مطالبہ کر سکتا ہے جو خواہ اسکے حکم سے کفالت کا دعویٰ کیا ہو یا بدون حکم کے صرف فرق یہ ہو کہ اگر مدعی نے بدون حکم مطلوب کے کفالت کا دعویٰ کیا ہے تو کفیل نے جو کچھ ادا کیا وہ اصل سے نہیں ملے سکتا ہے اور اگر مطلوب کے حکم سے کفالت کا دعویٰ کیا تو کفیل بھی اس سے لے لیا اور جو حکم تفصیلی کفالت کے باب میں بیان ہوا وہی حوالہ میں ہو اگر کفیل اور کفول عنہ میں جھگڑا ہوا اور قرض خواہ غائب ہو مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تیری طرف سے ہزار درم کی کفالت تیرے حکم سے فلاں شخص کے واسطے کی اور میں نے اسے ادا کر دیا اب میں تجھ سے لوں گا اور مدعا علیہ نے سب دعویٰ سے انکار کیا یا کفالت کا حکم کا قرار کیا اور مال ادا کر دینے سے انکار کیا اور مدعی نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو قاضی بعد شریعت کفول عنہ کفیل کی گری کر دیا اور یہ حکم طالب پر بھی متعدی ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ حاضر ہوا اور اسے وصول پانے سے انکار کیا تو اتنا کفالت کیا جاوے گا اور یہی حکم جو کفالت میں مذکور ہے ایسا ہی حوالے میں بھی ہے یعنی اگر کفیل علیہ غیر بدون محیل کھیر سے ادا کر دے تو بعد اثبات محیل سے لے لیا و ہذا ظاہر اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ فلاں شخص نے بچا یا لین بن کیا یا قرض دیا اسکی تو ضمانت میری طرف سے کر لے اور اسے کر لی پھر کفول عنہ غائب ہو گیا پھر کفول لہ نے گواہ قائم کیے کہ میں نے کفول عنہ کے ہاتھ بعد کفالت کے فروخت کیا یا قرضہ یا جو کفیل اس سے انکار کرنا ہے تو قاضی کفیل پر مال کی ڈگری کرے گا اور یہ کفول عنہ پر بھی متعدی ہوگا حتیٰ کہ اگر اسے حاضر ہو کر دعویٰ سے انکار کیا تو مال اسکے ذمہ لازم ہوگا بدون اسکے کہ کفول لہ کو دوبارہ گواہ قائم کرے کی ضرورت ہو اگر کفول لہ غائب ہو گیا اور کفیل نے کفول عنہ پر دعویٰ کیا کہ میں نے کفول لہ کو ہزار درم ادا کیے ہیں کیونکہ جبکہ اسے ہزار درم

یعنی بدون اثبات اس امر کے کہ کفالت حکم اصل میں تھی یا نہ

قرض دے تھے اور میں نے تیسرے حکم سے تیری کفالت کر لی تھی اور پیل نے اس سے انکار کیا یا کہ قول لہ کے قرض دینے کا
 اقرار کیا ولیکن کفیل کے ادا کرنے سے انکار کیا اور پیل نے گواہ قائم کیے تو قاضی کہ قول عنہ پر کفیل کے مال کی وگرتی کیجئے
 کیونکہ عادل گواہوں سے ثبوت ہوا کہ کفیل نے کفالت کا مال جو کہ قول لہ نے کہ قول عنہ کو قرض دیا تھا ادا کیا ہو اور حکم کفیل
 پہنچی متعدی ہو گا یعنی اگر لے آکر وصول پانے سے انکار کیا تو سماعت نہوگی کذا فی الذخیرہ۔ فتاویٰ رشید الدین بن مذکور ہو
 اگر کہ قرض خواہ نے کفیل سے مطالبہ کیا اور کفیل نے کہا کہ قرض دار ادا کر چکا ہو اور قرض دار غائب ہے پھر کفیل نے قرض دار کے ادا کرنے
 پر گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور کفیل غائب کی طرف سے خصم قرار پاوے گا کیونکہ بدولت سے قرض خواہ کا جھگڑا اور دشمن
 ہو سکتا ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہو ہشام نے امام محمد سے دریافت کیا کہ ایک کالیز ایک قوم میں ہو کر جنہیں سے اپنے خیرا
 بعضے غائب ہیں اور بعضے چھوٹے اور بعضے بڑے ہیں پھر مدعی نے گواہ قائم کیے اور بعضوں کو حاضر کر کے کہا کہ یہ لوگ بہت ہیں
 میں سب کو جمع نہیں کر سکتا ہوں اور گواہوں نے گواہی اسکے دعویٰ پر دی کہ ان لوگوں نے یہ کاریز میری زمین میں غصب
 کی راہ سے کھود لی ہو تو امام محمد نے فرمایا کہ میں سب کی طرف سے ایک کیل مقرر کر کے اس پر وگرتی کر دوں گا یہ محیط میں لکھا ہو ایک
 شخص نے دوسرے کے ہاتھ ایک غلام کا آدھا سودینا کو فروخت کیا اور آدھا اسکے پاس دیت لکھا پھر لے غائب ہو گیا
 پھر ایک شخص آیا اور گواہ قائم کیے کہ اس غلام کا آدھا میرا ہو تو اسکے اور شری کے درمیان کچھ خصومت نہیں ہو سلیے کہ تمام چار
 میں جتنے بل میں جب فروخت کرینگے تو بیع صرف ان کی ملکیت سے متعلق ہوگی نہ اٹلے شریک کی ملکیت سے اور یہاں ظاہر ہوا کہ
 مدعی شریک لے گا جو بیس تحقیق اس نصف پر آیا جو بل نے ودیت لکھا ہو اور جسکے پاس ودیت لکھا جاتا ہو وہ خصم نہیں قرار پاتا ہے
 پس بیان بھی خصم قرار نہ پاوے گا بشرطیکہ مشتری جو کچھ لے کے ساتھ معاملہ ہوا ہو پھر گواہ قائم کر دے کذا فی الفصول العسادیہ
فصل متفرقات اگر بالا خانہ ایک شخص کا ہو اور نیچے کا مکان دوسرے کا ہو تو نیچے کے مکان کے مالک کو بیع گارنٹے یا سہن
 روشتان بنانے کا بدولت دوسرے مالک کی رضامندی کے اختیار نہیں ہو اور اوپر کے مکان کے مالک کو بالا خانہ پر عمارت
 بنانیکا اختیار نہیں ہو نہ اس پر کسی شہر کھنے کا جو پہلے نہ تھا کسی اچانہ بنانیکا اختیار ہو جب تک کہ نیچے کے مالک کی رضامندی
 نہ مل کر لے اور یہ امام عظیم کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ ہر ایک کو اختیار ہو کہ جو چاہے کرے ولیکن سہن دوسرے کا
 ضرر نہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہ کلام قول امام عظیم کی تفسیر ہے یعنی امام عظیم نے یہ وجہ سے منع کیا ہو کہ سہن دوسرے کا ضرر
 پس میں ضرر نہ ہو وہ فعل بالاجماع جائز قرار پاوے گا اور بعضوں نے کہا کہ یہ تفسیر نہیں ہو بلکہ صاحبین کے نزدیک مسئلہ احسن ہے
 کیونکہ اسے اپنی ملک میں تصرف کیا اور وہ مباح ہو تو منع نہوگا مگر بسبب دوسرے کے ضرر کے پس جب ضرر نہ ہو تو بالاتفاق
 منع نہوگا اور اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں پیدا ہوگا کہ جس فعل میں عدم ضرر اور ضرر مشتبہ ہے اور شک ہو کہ مباح
 ہو یا نہیں تو صاحبین کے نزدیک منع نہوگا کیونکہ جواز تصرف تعلیقی پس شک کے نازل نہوگا اور امام عظیم کے نزدیک اصل حکم ہے
 کیونکہ ایسے محل میں ہو کہ جس سے حق غیر متعلق ہو اور غیر وہ بالا خانہ کا مالک ہو لہذا وہاں سے بالاتفاق منع کیا جائیگا اور حق
 غیر متعلق ہونے سے تصرف منع ہوتا ہو جیسے مرقون و مستاجرین مالک کو تصرف منع ہو پس جب ضرر و عدم ضرر مشتبہ

تو منع زائل نہوگا کیونکہ وہ یقینی ہو گا کہ فی الغالبہ ورفقوی کے واسطے یہی اختیار ہو کہ جب ضرر و عدم ضرر مشتبہ ہو تو اسکو اختیار ہو اور جب ضرر یقینی ہو تو منع کیا جاوے گا یا یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر کوئی زائغہ مستطیلہ ہو کر غیر نافذہ ہو اور اس سے دوسری زائغہ مستطیلہ پھوٹی ہو اور وہ بھی غیر نافذہ ہو تو پہلے زائغہ والوں کو دوسری میں دروازہ پھوڑنے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ دوسری ہی لوگوں کے لیے خاص ہے اسی وجہ سے ہیں اگر گھر فروخت ہو تو اوروں کو شفعہ نہیں پہنچتا ہو بخلاف زائغہ نافذہ کے کیونکہ اس میں عام کی گزرگاہ ہے بعضے مشائخ نے کہا کہ مانعت صرف سہین راستہ چلنے سے ہو نہ دروازہ بنانے سے کیونکہ دروازہ کھولنا اپنی دیوار توڑنا ہو وہ نہیں منع ہو سکتا ہے اور اس میں یہ ہو کہ دروازہ کھولنا منع ہو کیونکہ دروازہ کھولنے کے بعد ہر وقت گزرنے سے روک نہیں ہو سکتی اور اگر زائغہ مستطیلہ ہو جسکے دونوں کنارے ملے ہیں تو وہ لوگ بھی سہین وازہ کھول سکتے ہیں کیونکہ وہ ایک میدان اسی کا ہو ہر ایک اس میں گذارا ہو اسی واسطے اگر کوئی گھر اسکا فروخت ہو تو ان لوگوں کا بھی شفعہ پہنچتا ہو اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعویٰ کیا اور قابض مکان نے انکار کیا پھر صلح کر لی تو جائز ہو اور انکار پر صلح کر لینے کا یہی مسئلہ ہوا جس چیز کا دعویٰ ہو اگرچہ وہ معمول ہو تو بھی ہمارے نزدیک معلوم چیز پر معمول سے صلح ہو سکتی ہو اگر ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہو اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اس نے مجھے ہبہ کر دیا فلان وقت پھر جب اس سے گواہ طلب ہوئے تو اس نے کہا کہ اس نے ہبہ سے انکار کر دیا پھر میں نے اس سے خرید لیا ہو اور دعویٰ نے ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول نہوگی کیونکہ دونوں قولوں میں صریح تناقض ہے کیونکہ وہ ہبہ کے بعد خریدنے کا دعویٰ ہو اور گواہ ہبہ سے پہلے خریدنے کی گواہی دیتے ہیں اور بعد کو خریدنے کی گواہی دیتے تو قبول کیا جاتی اور اگر ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ بنائے مگر نہیں کہا تھا کہ اس نے ہبہ سے انکار کر دیا پھر میں نے اس سے خرید لیا تو بھی گواہی مقبول نہوگی کیونکہ ہبہ کا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک ہبہ کرنے والے کی ملک قائم ہونیکا اقرار کرنا ہو اور جب ہبہ سے پہلے خریدنے کے گواہ قائم کیے تو اس سے جمع کیا پس تناقض شمار کیا گیا کسی نے دوسرے سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ باندی خریدی ہو اور اس نے انکار کیا پس اگر بائع نے جھگڑا کرنے پر غم کر لیا تو نہ کیا باندی سے ولی کرنا روا ہو جس شخص نے اقرار کیا کہ میں فلان شخص سے دس درم وصول پاے پھر دعویٰ کیا کہ ان پونے میں تو تصدیق کیا دیگی بخلاف اسکے کہ اگرچہ وصول پاے یا اپنا حق یا مٹن وصول پاے کیا اقرار کیا تو صریحاً کھڑے درم بولا تو گھرے درم پانچا اقرار ہو جس تصدیق نہ کیا دیگی اور نہ ہرہ کا حکم زیوت کے مانند ہو اور مستحق میں تصدیق نہوگی کیونکہ وہ درم کی جنس سے نہیں ہیں واضح ہو کہ زمینہ درم ہو جسکو بیت المال نے کھوٹا ٹھہرایا ہو اور نہ ہرہ وہ ہو جسکو بچہ پیر دیتے ہیں اور مستحق وہ ہو جس میں مل نہ آتا ہو کسی نے دوسرے سے کہا کہ مجھے تیرے ہزار درم ہیں اس نے کہا کہ میرا تجھے کچھ نہیں ہے پھر وہ میں نے کہا بلکہ تجھے میرے ہزار درم ہیں تو اس اقرار کرنے والے پر کچھ نہیں ہو کیونکہ پہلا قول اسکا اقرار تھا اور جب دوسرے نے اسکو رد کیا تو رد ہو گیا اور دوسرا قول دعویٰ ہو بلا حجت یا تصدیق خصم کے ثابت نہوگا بخلاف ایجاب خرید کے کہ اسکے احوال کی تصدیق پھر ہو سکتی ہو اگر ایک شخص نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اس نے کہا کہ تیرا ہر گز مجھے کچھ نہیں پھر دعویٰ نے ہزار درم

۱۰ زائغہ کسی خط کے کچھ سے ہو لکھا کر جو قوس کی طرح آبادی ہو جاوے وہ مستطیلہ ہو اور اگر زائغہ قائم ہو تو طویل مستطیلہ ہو اور جس سے زائغہ ملے گا

۱۱ زیوت وہ جسکو بیت المال نہیں لینا اگر طیس میں ٹھوڑا میل ہوتا ہے اور مستحق رانگ کے مانند درم کی شکل ہونے میں ۱۱

ہونے پر گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے ادا کر دینے پر گواہ قائم کیے تو گواہ مقبول ہو گئے اور ایسے ہی اگر معاف کر دینے کے گواہ
 قائم کیے تو بھی مقبول ہو گئے اور یہ طریق اگر مدعا علیہ نے کہا تھا کہ تیرا مجھے ہرگز کچھ نہیں ہے تو بھی یہی حکم ہو اور اگر یوں کہا کہ تیرا
 ہرگز مجھے کچھ نہیں تھا اور میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں تو اس کے گواہ ادا کر دینے یا معاف کر دینے کے مقبول نہ ہونگا اور قدوری
 نے کہا کہ مقبول ہو گئے کیونکہ وہ پوش یا پردہ نہیں اپنے دروازہ پر فل غبار سے پریشان کر لے دیکھو کہ حکم دیتا ہو کہ رضی
 کر کے والد اور اکثر نہیں پہچانتا ہو پھر پہچانتا ہو لہذا توفیق دونوں قولوں میں ملتی ہے ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ تو نے یہ
 باندی میرے ہاتھ سے بھی ہوا اس نے کہا کہ میں نے ہرگز تیرے ہاتھ نہیں بھی ہر پھر مدعی نے گواہ قائم کر کے لے لی پھر اس کی ایک
 انگلی زائد باقی یعنی عیب نکالا اور بائیں نے گواہ قائم کیے کہ میں نے عیبوں سے برکت کر لی تھی تو بائیں نے گواہ نامقبل ہو گئے ایک نے دھشت
 کے نیچے لکھا گیا کہ جو شخص اس دن دھشت حق کے کام کی دھشت لکھا ہو تو جو کچھ کہیں ہو وہ اس کا ولی ہو انشاء اللہ تعالیٰ یا نہ یمن لکھا کہ فلاں
 شخص اس کا خلاص کرنا اور سپرد کر دینا وہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ تو امام غفرلہ کے نزدیک سب یا دھشت باطل ہو اور صاحبین کے
 نزدیک انشاء اللہ تعالیٰ قیام اور خلاص سے متعلق ہو اور یہ تحسان ہو اور اگر دونوں عبار توں میں کچھ جگہ خالی ہو تو مشائخ نے کہا
 کہ عبا اس کے ملحق نہ ہو گا لہذا فی الدایہ کسی نے اپنے گھر میں جیشہ روئی پہلے کاے کا نور کاڑا کہ بسا دو کا لون میں ہو اگر تیرا ہی اپنے
 کی جلی یا کنڈی کر کے واکون کی کوئی تو جائز نہیں ہو اس لیے کہ اس سے ہسایوں کو کھلا ضرر پہنچے گا کہ اس سے
 بچاؤ نہیں ممکن ہو اور حمام بناوے کو جائز ہو کیونکہ اس کا ضرر نہی ہو اور اس سے بچاؤ اس طرح ہو سکتا ہو کہ ہسایہ کی
 دیوار اور حمام کے بیچ میں کچ کی دیوار بناوے اور صدر الشہید نے فرمایا کہ ان صورتوں میں قیاساً جو انہ سے کہ اپنی
 ملک میں تصرف ہو لیکن قیاس چھوٹ کر تحسان اختیار کیا گیا کہ اس میں مصلحت ہے اور کہا کہ میرے والد نے فرمایا ہو کہ جس صورت
 میں کھلا ضرر ہو تو ممانعت کی جاوے گی اور اسی پر فتویٰ ہو۔ امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ کسی نے اپنے گھر میں حمام بنایا
 اور اس کے دھوئیں سے پڑوسیوں کو ایذا پہنچی تو وہ ممانعت کر سکتے ہیں لاجیکہ اس کا دھواں ان کے گھروں کے دھوئیں کے
 برابر ہو تو نہیں منع کر سکتے ہیں۔ اگر کسی نے اپنے گھر میں بکریوں کا خیرہ بنایا اور نیگنیوں کی بدولت سے پڑوسیوں نے
 ایذا پا کر منع کرنا چاہا تو شرعاً ممانعت نہیں ہو سکتی ہو اگر اپنے گھر میں کنواں لکھو واکہ جس سے پڑوسی کی دیوار ٹٹا کہ ہوتی ہو
 تو منع نہیں کر سکتا ہو اور بعضوں نے کہا کہ اگر ایسا ہو بالیقیناً جانتا ہو تو منع کر سکتا ہو اور یہ قول ہمارے صحابہ کے قول کے
 مخالف ہو۔ دو گھروں کی بیچ کی دیوار گر گئی اور ایک کے یہاں پردہ ہوا اسے دوسرے سے لے کے بنائے میں دجا ہی تھی ہمارے
 صحابہ نے فرمایا کہ سپر جبر نہ کیا جاوے گا اور نقیہ نے فرمایا کہ ہمارے زمانہ میں جبر کیا جاوے گا اور بعض نے کہا کہ اگر چڑھنے سے
 پڑوسی کے اندر گھر میں نظر پڑتی ہو تو چڑھنے سے منع کیا جاوے یہاں تک کہ پردہ بناوے اور اگر پڑوسی کی چھت پر پڑتی ہو
 تو منع نہیں ہو یہ نہایتین فتویٰ ہے شافعی نے منع کیا آدمی اگر قاضی کے پاس آیا اور جبار کی راہ سے شفعہ کا دعویٰ کیا تو میرے
 کسی کتاب میں نہ کو نہیں ہو اور مشائخ نے میں اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ قاضی حکم نہ دے گا اور بعضوں نے کہا
 کہ حکم دے گا اور بعضوں نے کہا کہ اگر قاضی کے پاس آیا تو قاضی اس سے دریافت کرے گا کہ جبار کی وجہ سے شفعہ ہو چکا
 ہے مخالف ہے اقل ضرر عام اور ضرر خاص دفع کرنا شرعی اصول میں ملاخلاف منقرہ ہے اور ہمارے اصحاب سے مصرح قائم ۱۲

تیرا اعتقاد ہو اگر لسنے کہا کہ بان تو حکم دیگا اور اگر کہا کہ نہیں تو بیجا اٹھا دیگا اور اسکا کلام یہ نیک کا اشیعہ شمس اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ
یہ اچھا قول ہے مطلق میں ہو کہ شہادۃتین قاضی ہیں ہر ایک کی ایک حد مقرر ہے اور ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا اور
دونوں میں اختلاف ہوا کہ کس قاضی کے پاس مقدمہ پیش کریں اگر دونوں کا گھر ایک ہی جگہ ہو تو جو وہاں کا قاضی ہو سکے
پاس پیش کریں اور اگر دونوں کا گھر جدا جدا ہو ایک اس طرف رہتا ہو دوسرا اس طرف رہتا ہو تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ دعویٰ
کو اختیار ہو جہاں چاہے ناش کرے اور امام محمد نے فرمایا کہ مدعا علیہ کو اختیار ہو جسکے پاس چاہے جاوے اسی طرح اگر
ایک خصم لشکر کی چھاؤنی میں رہتا ہو اسنے کہا کہ ہم چھاؤنی کے قاضی کے پاس چلیں گے اور دوسرا شہر میں رہتا ہو اسنے کہا
کہ شہر کے قاضی کے پاس چلیں گے تو اس میں بھی اختلاف مذکور جاری ہو گا ذرا لپیٹا اگر قاضی نے کسی شخص سے کہا کہ میرے
نزدیک بالضرورت ثابت ہو گیا کہ اسنے جو دعویٰ کیا اسکا ہاتھ کاٹ ڈال یا کہا کہ اسنے زنا کیا ہو اسکے حدمار دے یا کہا کہ
اسپر قصاص واجب ہوا ہو اسکو قتل کر سکے تو شیخین کے نزدیک اسکو روکا ہو کہ حدود اور قصاص جاری کر دے اور امام
محمد نے فرمایا کہ اسکو ایسا کرنا روا نہیں ہے جب تک کہ قاضی اسکے نزدیک عادل نہ ہو اور قاضی کے ساتھ دوسرا شخص
گواہی نہ دے اگر کسی حق کے مقدمہ میں ہو تو دونوں کی گواہی قبول کرے اور اگر زمانہ کے مقدمہ میں ہو تو قاضی کے
ساتھ تین شخص اور چاہے ہیں۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا کہ اسکی تین صورتیں ہیں یا تو قاضی حاکم عادل ہوگا
یا عالم ظالم ہوگا یا عادل جاہل ہوگا پس اگر عالم عادل ہو تو امام عظیم و امام ابو یوسف کے نزدیک بدون استفسار
کے اسکا کتنا قبول کرے اور اگر عالم ظالم ہو تو اسکی فرمانبرداری نہ کرے خواہ استفسار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر عادل
جاہل ہو تو بدون استفسار کے اسکے کہنے پر عمل نہ کرے کیونکہ وہ اکثر خطا کرتا ہو تو حجت دریافت کرے اور مسئلہ
جو مذکور ہوا ہو وہ عالم عادل کو فرض کر کے ہو اسی طرح اگر قاضی نے کہا کہ میرے سامنے اس شخص نے اس شخص کے
ہزار درم قرض کا اقرار کیا ہو اور اقرار کرنے والا انکار کرنا ہو تو شیخین کے نزدیک مقبول ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر
قبول کرنا لازم نہیں ہو یہ شرح طحاوی میں لکھا ہو اگر اہل قاضی کے پاس حکم خلیفہ ثابت کرنا چاہا تو خلیفہ قاضی اہل
کے سامنے کہے کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کے واسطے استدعا کیا اور میں نے فلاں شخص پر فلاں کے واسطے
یہ حکم دیا پس فلاں شخص کا اقرار اور خلیفہ کا حکم اور جو کچھ خلیفہ نے بیان کیا سب ثابت ہو گیا کیونکہ خلیفہ وین قاضی ہو جان
قاضی اہل قاضی ہو اور قاضی کا قول اپنے مقام قضا میں مقبول ہوتا ہو کذا فی الذخیرہ اگر قاضی نے غائب کے کیل یا میت
کے وصی کے سامنے فیصلہ کیا تو غائب و میت پر حکم ہو گا نہ کیل اور وصی پر اور قاضی اپنی جہل میں تحریر کر گیا کہ قاضی نے غائب
اور میت پر حکم دیا لیکن اسکے کیل یا وصی کے سامنے خصما نے دہلہ قاضی میں ذکر کیا ہو کہ اگر قاضی نے کسی شخص کو
مدعا علیہ کے پیچھے لگایا کہ اسکا مال نکالے تو اسکی ضرورت مدعا علیہ پر ہوگی ایسا ہی قاضی صدر الاسلام نے ذکر کیا اور
اسکو بعض قاضیوں نے اختیار کیا ہو اور بعضے مشائخ نے کہا کہ دعویٰ پر ہوگی اور یہی مع ہو کہ چونکہ اسکا نفع دعویٰ کو پہنچتا
ہو اگر ایک شخص دوسرے شخص کے واسطے مال کا اقرار کر کے مر گیا پھر اسکے حریف کے بعد اسکے وارثوں نے اس شخص سے جسکے
اعتقاد ہو قول یہ مسئلہ دلیل ہو کہ مقلدین اپنی تقلید میں حق سمجھ کر تقلید کریں اور بعض مسائل میں ممکن ہو کہ دوسرے امام کے قول کی تصدیق کر لیں

واسطے اقرار کیا تھا کہا کہ ہمارے پاس جو کچھ اقرار کیا وہ جھوٹ طور پر اقرار کیا اور مجھے معلوم ہوا اور وارثوں نے اس سے قسم لینا چاہی تو انکو قسم لینے کا حق نہیں پہنچتا ہو۔ اگر قرضدار نے کہا کہ میں اپنا یہ غلام فروخت کر کے قرضہ ادا کیے دیتا ہوں تو شایع مختصر العصام نے ذکر کیا کہ قاضی اسکو قید نہ کرے گا بلکہ دو یا تین وز تک مہلت دے گا کسی نے دوسرے پر مال کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے اسکا انکار کیا پھر دوسری مجلس میں اس پر دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے مال ادا کر کے مہلت لی تھی اور مال کا اقرار کیا تھا تو جیسی اس مال پر یا مہلت لینے پر قسم لے گا اور بعضے مشائخ نے فرمایا کہ صورت ان پر قسم لے گا کیونکہ مہلت لینے پر قسم لینے سے اقرار مال ثابت ہوتا ہو اور اقرار مدعی کی حجت ہو اور مدعی کی حجت پر مدعا علیہ سے قسم نہیں لی جاتی ہو۔ نوادر بن رستم میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے بھتیجے پر ہزار درہم ہیں پھر اس مدعا علیہ نے کہا کہ اگر تو قسم کھا بیگا کہ یہ میرے بھتیجے ہیں تو میں تجھے ادا کر دوں گا پھر مدعی نے قسم کھالی اور مدعا علیہ نے اسے ادا کر دیے پس اگر مدعا علیہ نے اسی شرط پر داسیے ہیں جو شرط بیان کی ہو تو اسکو اختیار ہو کہ جو اسے دیا ہو واپس لیوے ایک شخص نے دوسرے کے نام کا اقرار نامہ نکالا کہ اسنے اقرار کیا ہو اور تحریر کر دیا ہو پھر مقرر نے کہا کہ میں نے تیرے لیے اس مال کا اقرار کیا تھا لیکن تو نے میرا اقرار رد کر دیا تو مقرر نے جیسے لیے اقرار کیا تھا اس سے قسم لی جیسی جیسے اس صورت میں کہ ایک شخص نے دوسرے پر بیع کا دعویٰ کیا اور بائ نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ فروخت کیا تھا مگر تو نے مجھے اقالہ کر لیا ہو تو خرید کے دعوے کرنے والے سے قسم لی جی دیگی۔ ایک شخص نے ایک عورت اور اسکی بیٹی سے دو عقدوں میں نکاح کیا اور کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کس سے پہلے نکاح کیا ہے تو صاحبین کے نزدیک ہر ایک کیواسطے اس سے قسم لی جی دیگی کہ میں نے اسکو دوسری عورت سے پہلے اپنے نکاح میں نہیں لیا ہو اور قاضی کو اختیار ہو جس سے پہلے پہلے شروع کرے پس اگر ایک قسم دلائی اور اسنے قسم کھالی تو دوسری کا نکاح ثابت ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اسکا نکاح ثابت ہوا اور دوسری کا باطل ہو گیا اور امام عظیم کے نزدیک نکاح کے معاملہ میں قسم کافی نہیں ہو۔ اگر ایک شخص پر کسی گھر کا دعویٰ کیا گیا اور اسنے کہا کہ یہ گھر میں نے بنایا ہو اور مدعی اسکو جانتا ہو اور مدعی سے قسم طلب کی تو مدعی سے قسم نہ لی جی دیگی کیونکہ جائز ہو کہ بنانے والا مدعا علیہ ہو لیکن عمارت ملکیت مدعی کی ہو بطرح کہ مدعی کے حکم سے مدعا علیہ نے تیار کی ہو جتے کہ اگر مدعا علیہ نے یوں بیان کیا کہ میں نے یہ گھر اپنی ذات خاص کے واسطے بدون حکم مدعی کے بنایا ہو تو مدعی سے قسم لی جی دیگی۔ اگر محکمہ حکم نے مدعا علیہ سے قسم لی اور اسنے قسم کھالی پھر قاضی کے سامنے مرافعہ ہوا تو قاضی اس سے رو بارہ قسم نہ لے گا کذا فی محیط۔ اگرچہ حکم فاسق ہو یہ ہمارے نزدیک کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ ایک گھر کسی کے قبضہ میں تھا اسپر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہو اس نے مجھ سے غضب کر لیا ہو اور مدعا علیہ نے کہا کہ یہ گھر میرا تھا میں نے اسکو اس طرح وقف کر دیا ہو اور مدعی نے اسکو قسم دلانا چاہی تو امام محمد کے نزدیک اسکو قسم دلائی جاوے گی اور اسین شخنین نے خلاف کیا کہ اور بناء خلاف یہ ہو کہ گھر کا غضب امام محمد کے نزدیک تحقیق ہوتا ہے اور قسم دلانے میں یہ فائدہ ہو کہ اگر اسنے انکار کیا تو پھر قیامت میں کا حکم کیا جائیگا اور اگر مدعی نے اس غرض سے قسم دلائی کہ میں بغیر اسے وہ گھر لون تو بال اتفاق قسم نہ دلائی جاوے گی کیونکہ وہ گھر وقف میں جائز رہا ہو اور فتوے امام محمد کے قول پر ہو اور یہ مثل اسکے ہو کہ زید کے قبضہ

میں ایک غلام ہوا اسے کہا کہ یہ غلام عمر و کا ہوا اسے خالد سے غضب کر لیا ہو تو زید کے اس اقرار کی کہ یہ عمر و کا ہوا تصدیق
کیجاوگی اور اسکی تصدیق نہ کیجاوگی کہ عمر و نے خالد سے غضب کر لیا ہو اور اسکا اقرار اسپر حجت ہوگا حتی کہ اسکی قیمت عمر و
کو دلائی جاوگی ایک شخص کے قبضہ میں ایک مین ہو اور اسکے زعم میں اسکے دادا نے یہ زمین اپنے بیٹوں و بیٹیوں کی اولاد پر
خاصہ وقت کی ہر پھر ایک شخص یا لاس مین کے وقف کرنے والے نے اسکو اپنی تمام اولاد پر وقف کیا ہو اور مین بھی اسکی اولاد میں
سے ہوں اور قابض سے اسے قسم لینا چاہی تو اس سے قسم نہ لیجاوگی لیکن اگر قابض کے پاس مین کا کچھ حاصل ہو تو قسم لیجاوگی
کیونکہ دعوی اس حاصل کو اپنی ملکیت خیال کرتا ہو اور قابض منکر ہو تو قسم دلا یا جاوگا اور حکم اس شخص کے قول پر ٹھیک ہو
جو کہتا ہو کہ جسپر وقف کیا جاوے اسکو خصوصیت کا حق ہوتا ہو اور جس شخص کے نزدیک نہیں ہوتا ہو اسکے نزدیک جیکہ ٹھیک نہ ہوگا
اور چاہیے کہ دعوی متولی کی طرف سے ہوتا کہ مدعا علیہ سے قسم لیجاوے چھاؤنی کے قاضی کو سولے چھاؤنی کے ولایت حاصل نہیں
اور سولے اہل چھاؤنی کے اسکا حکم کسی پر نافذ ہوگا مگر جبکہ تقرری کے وقت اسے شرط کر لی ہو تو نافذ ہوگا اگر کوئی شخص چھاؤنی کا ہوا
وہ ہاؤز مین کام حرفہ کرتا ہو تو وہ چھاؤنی کا شمار ہوگا شمس الاسلام اور جندی سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے کچھ زمین
علیٰ اور خرقہ پر وقف کی اور متولی کے سپرد کر دی پھر متولی پر فساد وقت کا سبب شیوع کے دعوی کیا اور قاضی خرقہ کے
ساتھ پیش کیا اور اسے صحت وقت کا حکم دیا اور قاضی خرقہ بھی علما و خرقہ مین سے ہو تو انھوں نے فرمایا اسکی قضا نافذ ہو
کیونکہ وہ مین گواہ ہو سکتا ہو تو قاضی ہو سکتا ہو اور گواہ ہو سکی پیل یہ ہو کہ ہلال نے ذکر کیا ہو کہ کسی نے اپنے بیٹے خیرون پر
کچھ وقف کیا اور بعض خیرون نے انھیں سے وقف نہ کر لیا ہو تو مقبول ہوگی قاضی بالغون کے حل کر دینے کا اختیار نہیں ہو مگر
جبکہ اسکے شوہر مین یہ لکھ دیا ہو کہ اگر قاضی اپنا رزق بیت المال سے پورا پورا لینے سے پہلے مر گیا تو ساقط ہو جائیگا شمس الاسلام
حلاؤنی نے ذکر کیا ہو قادی ہندی میں ہو کہ قاضی نے اور قاضی خیر سے ملاقات ہوئی پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص نے
فلاں کیواسطے یہ اقرار کیا ہو تو دوسرا اس پر فیصلہ نہ کر سکا جب تک اسکے پاس کتاب القاضی الی القاضی کے طریقہ پر خط نہ بھیجے اور مثل غلے
فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ خبر دینے کے وقت ہر ایک ایسی جگہ ہو جائے قاضی ہو اور اگر ایسی جگہ ہو تو اس خبر پر اعتبار کرنا چاہیے
کیونکہ زانی خبر کا اعتبار خط سے زیادہ ہو یہ محیط مین لکھا ہو قاضی نے تمیم کا مال خود کسی کے ہاتھ فروخت کیا یا وصیت
لکھا یا اسکے حکم سے اسکے امین نے فروخت کیا اور قاضی اسکو جانتا ہو پھر یہ قاضی مر گیا اور لوگوں نے دوسرے قاضی کے
پاؤں بجائے اسکے مقرر ہوا ہو کہ اپنی ہی کہ ہم نے پہلے قاضی کو کتے ساتھ کالہ مین نے اس تمیم کا مال فلاں کے ہاتھ فروخت کیا تو
یہ گواہی مقبول ہو اور شری سے مال کا مواخذہ کیا جاوگا اور یہی حکم و وصیت کا ہو لفظ مین ہو کہ اگر کوئی شخص مر گیا اور اسکا کوئی
عارض معلوم نہیں ہو تا ہو اور قاضی نے اسکا مال فروخت کر دیا تو جائز ہو اور اگر پھر اسکا کوئی وارث ظاہر ہو تو بیع تمام ہو چکی یعنی بیع ہو کہ
نہو سکے گی یہ قادی خلاصہ مین ہو ایک شخص نے دوسرے پر درم و دینار و زمین وغیرہ کے متفرق دعوے کیے تو سب دعوے
یکجا کر کے مدعا علیہ سے سب پر ایک قسم لیجاوگی ایک شخص نے دوسرے پر دعوے کیا اور مدعا علیہ نے انکا کیا پھر دعوی نے
ایک قرار نامہ مدعا علیہ کا لکھا ہو کہ اسقدر مال کا اسنے اقرار کیا اور تحریر کیا تھا نکالا اور کہا کہ یہ تحریر مدعا علیہ کی ہو اور
مدعا علیہ نے اپنی تحریر ہونے سے انکار کیا پھر اسکا لکھا گیا تو دونوں خطوں مین صاف مشابہت تھی تو مین اختلاف ہے

شرط کر لی ہو یعنی سلطان نے سولے لشکر کے دوسروں پر بھی اسکا حکم نافذ کیا ہو تو جائز ہے ۱۱

بعضوں نے کہا کہ قاضی مدعا علیہ پر اس مال کی ڈگری کرے اور بعضوں نے کہا کہ نہ کرے اور یہی صحیح ہے اور اگر مدعا علیہ نے اپنی تحریر ہو چکا ہو تو کیا لیکن مال سے انکار کیا کہ مجھے نہیں ہو پس اگر وہ خط عنوان کے ساتھ مصدر ہو تو مدعا علیہ کے قول کی تصدیق ہوگی اور اسپر مال کی ڈگری کیجاوگی۔ اور صرف اور دلال کا خط عرفا حجت ہے اور اگر یہ خط مصدر بعنوان نہ ہو لیکن بطور سکا کے ہو پس اگر اپنے نفس سے اس کے مضمون کا قرار کیا تو مال اسپر لازم ہوگا۔ اور اگر گواہوں کے سامنے خط لکھا کہ انکو پڑھنا یا تو گواہوں کو گواہی دینا حلال ہے اگرچہ کتاب نے انکو گواہ نہ کر لیا ہو اور اگر گواہوں کے سامنے لکھا اور انکو پڑھ کر نہ سنا یا لیکن کہا کہ جو کچھ سنا ہے اسکی تم مجھے گواہی دو تو گواہوں کو ردوا ہو کہ گواہی دین بشرطیکہ اسکے مضمون سے آگاہ ہوں اور اگر نہ آگاہ ہوں تو انکو گواہی دینا حلال نہیں ہے عیون میں لکھا ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اسے اپنے ایک غلام کو ہزار درم پر کتابت کر دیا ہے اور میت پر کسی کے ہزار درم چاہیے ہیں پھر کتابت نے بدون حکم قاضی کے قرض خواہ کو میت کی طرف سے اسکے قرضہ کے عوض ہزار درم دیدیے تو قیاساً باطل ہے اور کتابت بے زاد ہوگا جب تک قاضی اسکو آزاد نہ کرے یہ خانیہ میں ہے ایک شخص نے ایک غلام کا جو دوسرے کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے انکار کیا اور اس سے قسم طلب کی پس اس نے انکار کیا پھر قاضی نے بسبب اسل قرار کے سپرد ڈگری کر دی پھر مدعا علیہ نے گواہ قائم کیے انھوں نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ غلام مدعی سے خرید لیا تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ ناتار خانیہ میں ہے اگر کسی نے کہا کہ میرا مال مسکینوں پر صدقہ ہے تو ان لوگوں پر صدقہ ہوگا جنہیں زکوۃ تقسیم ہوتی ہے اور اگر تہائی مال کے صدقہ کی وصیت کی تو ہر شے کی تہائی کیجاوگی اور زمین عشری امام عظم و امام ابو یوسف کے نزدیک سین شامل ہے اور امام محمد کے نزدیک شامل نہ ہوگی اور بالاجماع زمین خراجی داخل نہیں ہے اور اگر کہا کہ جبکائین مالک ہوں مسکینوں پر صدقہ ہے تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ ہر مال کو شامل ہے کیونکہ یہ لفظ عام ہے لفظ مال سے اور مفید ایجابی شمری ہے اور وہ مخصوص لفظ مال کے ساتھ ہوا ہے یہاں کوئی مخصوص نہ تھا تو عام باقی رہا اور صحیح یہ ہے کہ دونوں لفظ یکساں ہیں پھر اگر اسکے سوا اسکا کچھ مال دوسرے کو یا ہر تقدیر روزینہ کے رکھنے پھر جب کچھ اسکے پاس آجاوے تو پھر اسقدر صدقہ کرے اور کقدر رکھے اسکی مقدار مقرر نہیں ہے کیونکہ یہ شخص کی لیاقت پر ہے اور بعضوں نے بیان کیا کہ حرف والا ایک روز کی روزی رکھے اور کریم والا ایک مہینہ کی اور زمیندار ایک سال کی اور بطریق تجارت والا اتنے دنوں کی روزی رکھے کہ جب اسکا مال اسکے پاس آجاوے اگر کسی کی وصیت کی گئی اور اسکو وصیت کا علم نہ ہوا یہاں تک کہ اسے ترکہ میں سے کچھ فروخت کیا تو وہ وصی ہوگا اور بیع جائز ہے اور وکیل کی بیع جب تک اسکو وکالت معلوم نہ ہو جائز نہیں ہے اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ وصیت کی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ اور اگر کسی نے لوگوں میں سے اسکو آگاہ کر دیا تو ردوا ہے اور وکالت سے مانعت نہ ہوگی جب تک کہ اسکے پاس دو یا ایک عادل گواہی نہ دیوے اور یہ امام عظم کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ تصرف کرنا اور تصرف سے مانعت دونوں کا ایک حکم ہے یعنی تصرف روا ہوئے کیواسطے عدالت کی اور رد کی شرط نہیں ہے ایسے ہی تصرف سے مانعت کیواسطے بھی شرط نہیں ہے اگر قاضی نے یا اسکے امین نے کوئی غلام قرض خواہوں کیواسطے فروخت کیا اور اس نے لیا اور وہ ضائع ہو گیا پھر غلام حقائق ثابت کر کے مشتری سے لے لیا گیا تو قاضی یا امین ضامن نہ ہوگا اور مشتری

اپنا ثمن قرضخواہوں سے لے لیکا اور اگر قاضی نے وصی کو اس غلام کے بیچنے کا حکم کیا کہ قرضخواہوں کو واسطے فروخت کرے پھر قرضہ سے پہلے مر گیا یا اتحقاق ثابت ہو کر مشتری سے لے لیا گیا تو مشتری وصی سے ثمن اپس لیکا اور وصی قرضخواہوں سے لے لیکا پھر اگر میت کا کچھ مال ظاہر ہوا تو قرضخواہ اپنے قرضہ کو اس سے لے لیکا اور شائع فرمایا کہ جائز ہو کہ یہ کہا جائے کہ وہ سود نیار بھی لے لیکا جو اسے ڈانڈ دیے ہیں کیونکہ یہ بھی اسکو میت کے کام میں سے پڑے ہیں۔ اگر وارث کے واسطے کوئی چیز میت کی فروخت کی گئی تو اس کا حکم بھی قرضخواہ کا حکم ہو واللہ اعلم بالصواب کذا فی الہدایہ

کتاب الشہادت

اور میں چند باب ہیں

باب اول شہادت کی تعریف اور اسکے رکن و سبب داد و حکم و شرائط و قہام کے بیان میں شہادت یعنی گواہی کی تعریف یہ ہو کہ مجلس قضایا میں گواہی کے لفظ کے ساتھ حق ثابت کرنے کے واسطے سچی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں فتح القدیر میں ہوا اور ہر ایسا لفظ جو خیر کے معنی میں ہو قہم کے معنی میں اسکا رکن ہو تبیین میں لکھا ہے۔ گواہی ادا کرنے کا سبب یا تو مدعی کی درخواست ہو کہ گواہی ادا کرے یا مدعی کی حق تلفی کا خوف ہو جبکہ مدعی کو اسکی گواہی نہ معلوم ہو اور اسکا یعنی گواہی کا اثر و حکم یہ ہو کہ حاکم کو اسکے موافق حکم دینا پڑے کذا فی الغنایہ۔ گواہی کی شرطین دو طرح کی ہیں ایک گواہی اٹھانے کی شرطین اور دوسری اس گواہی کو ادا کرنے کی شرطین۔ گواہی اٹھانے کی شرطون میں سے ایک یہ ہو کہ اسوقت حائل ہو پس مجنون ایسے لڑکے کا جسے عقل ہو گواہی اٹھانا صحیح نہیں ہو۔ ایک یہ ہو کہ آنکھوں والا ہو پس اندھے کا گواہ ہونا صحیح نہیں اور ایک یہ کہ جس چیز کی گواہی برداشت کی ہو اسکو خود دیکھا ہونا یہ کہ دوسرے کے دیکھنے پر گواہی کا مشتمل ہوا ہو مگر چند چیزوں خاص میں لوگوں سے سن لینے سے گواہ ہو سکتا ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور گواہی برداشت کرنے کے واسطے بالغ اور آزاد اور مسلمان اور عادل ہونا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت عاقل لڑکا یا کافر یا فاسق ہو پھر جب اس گواہی کے ادا کرنے کا وقت ہوا اسوقت لڑکا بالغ ہو گیا یا مسلمان پر گواہی دینے کے وقت کافر مسلمان ہو گیا یا فاسق نے توبہ کر لی اور قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو انکی گواہی مقبول ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور گواہی ادا کرنے کی شرطین چند طرح کی ہیں زانجلہ خود گواہ میں یہ شرط ہے کہ حائل اور بالغ اور آزاد اور ربنا اور ناطق ہو اور ہمارے نزدیک تمت لنگلے میں اسکو حد نہ ماری گئی ہو اور فقط خالص شہر تعالیٰ کے واسطے گواہی دے اور اسکو کچھ حصول منفعت یا دفع مضرت کی غرض نہ ہو اور خود مختصم نہ ہو اور امام عظم کے نزدیک جس چیز پر گواہی دیتا ہو اسکو جانکر وقت ادا تک یاد رکھتا ہو اور صاحبین کے نزدیک شرط نہیں ہے یہ بدائع میں لکھا ہے اور عدالت گواہ کی قاضی کے قبول کرنے کے واسطے شرط ہے ادا کرنے کے واسطے شرط نہیں ہے بحر الرائق میں لکھا ہے اور شرط ظاہری عدالت کے حقیقی کی وجہ تعدیل کرنے والوں سے

۱۰ نہ معلوم غرضی و رطلانی ظان کو گواہ کر لیا ہو و ہر ادا کسی نے دعویٰ کیا اور فرزند کو گواہ معلوم نہیں توان گواہوں کو چاہیے کہ خود گواہی ادا کریں

گواہوں کا حال دریافت کرنے سے ہوتی ہو اور یہ امام عظیم کے نزدیک ہو اور امام ابو یوسفؒ امام محمد سے روایت ہو کہ حقیقی شرط ہو کہ ذانی البدل اور قوسی اس زمانہ میں صاحبین کے قول پر ہو یہ کافی ہیں لکھا ہو اور عدل کی تفسیر میں عمدہ تفسیر وہ ہو جو امام ابو یوسفؒ سے منقول ہو کہ گواہی میں وہ شخص عادل ہو کہ جو کبیرہ گناہوں کو دور رہے اور غیر وہ سپہ سالار نہ کرے اور اسکی صلاحیت خدا سے زائد اور اسکے افعال صواب خطا سے زیادہ ہوں یہ نہایت ہیں جو کبیرہ گناہ کی تفسیر میں اختلاف ہو اور واضح وہ ہو جو حسن لائے حلوائی سے منقول ہو کہ جو فعل مسلمانوں میں شائع ہو اور اسکے کرنے میں ہمت کے مت دین اللہ تعالیٰ ہو وہ کبائر میں سے ہو اور بدیہ طرح حسین مردوت اور کرم کا دور کر دینا لازم آتا ہو وہ کبائر میں سے ہو اور بدیہ طرح فسق و فجور پر احانت کرنا اور ان گناہوں پر برا نگیختہ کرنا بھی کبائر میں سے ہو اور انکے مساوا صغیرہ ہیں کہ ذانی المحیط اور انجملہ نفس گواہی میں یہ شرط ہو کہ حقوق عباد پر جو گواہی قائم ہوئی اس میں مدعی اسکے نائب کی طرف سے دعویٰ ہونا شرط ہو اور یہ کہ گواہی دعویٰ کے موافق ہو اور جن چیزوں پر مرد مطلع ہو سکتے ہیں حد شرط ہو اور وہ دون گواہوں میں اتفاق شرط ہو اور حدود پر گواہی دینے میں مذکور ہونا شرط ہو اور جس پر گواہی قائم ہوئی ہو اگر وہ مسلمان ہو تو گواہ کا مسلمان ہونا شرط ہو اور تمام حدود پر گواہی دینے میں سوائے حد قذف کے یہ شرط ہو کہ مدت زیادہ نہ گذر گئی ہو ورنہ مقبول نہ ہوگی بخلاف اقرار کے اور یہ کتاب حد و دین مذکور ہو اور حدود و قصاص میں گواہ اصالت گواہی اور اگر سے کہ ذانی البدل اور گواہی پر گواہی اور اگرچہ اصالت حاضر ہونا مستند ہو پھر الرائق میں ہوا انجملہ جس چیز کی گواہی دیتے ہیں اسکا معلوم ہونا شرط ہو اگر مچھول ہوگی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ قاضی کے حکم قصا کے صحیح ہونیکے واسطے جس چیز کی گواہی دیتے ہیں قاضی کو اسکا علم ہونا ضرور ہو اور اسی سے نکلتا ہو کہ اگر وہ خصوصاً قاضی کے پاس گواہی دی کہ فلاں شخص اس میت کا وارث ہے اسکے سوا کوئی اسکا وارث نہیں ہو تو گواہی نامقبول ہونا اسوجہ سے ہو کہ مچھول ہول کی گواہی دی کہ سبب راشت مچھول ہو کہ ذانی البدل تمام شہاد کے پس زنا پر گواہی ہو اور جن چار مرد معتبر ہوتے ہیں اور باقی حدود و قصاص پر گواہی اور سہین و مردوں کی گواہی مقبول ہوتی ہو اور انی و لونق ہون میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہوتی جو یہ ہا میں لکھا ہو انجملہ ولادت اور بکارت اور عورتوں کے ایسے عیون پر گواہی کہ جس پر مرد مطلع نہیں ہوتے ہیں و جن ایک مسلمان آزاد عادلہ عورت کی گواہی مقبول ہو اور وہ ہوں تو زیادہ احتیاط ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہو اور شل نخلج اور شل نخلج نے لفظ شہادت کو شرط کیا ہو اور شل نخلج عراق نے کہا کہ لفظ شہادت شرط نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور قدوری نے پہلے قول پر اعتماد کیا اور اسی پر فتویٰ ہو یہ خلاصہ میں ہے جن میں ایک عورت کی گواہی مقبول ہو اگر ایک مرد نے گواہی دی مثلاً کہا کہ ناگائیک میری نظر اس عورت پر پڑ گئی تو جواب یہ ہو کہ ایسے مواضع میں سکی گواہی مقبول ہونا چاہیے کہ ذانی المحیط اور صحیح یہ ہو کہ عدد شرط نہیں کیونکہ جب ایک عورت کی گواہی مقبول ہو تو مرد کی گواہی اس سے قوی ہو مقبول ہونی چاہیے یہ نہایت میں ہو انجملہ گواہی سوا حدود و قصاص کے اور سوائے ان چیزوں کے جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے ہیں ایسی گواہی میں دو مرد یا ایک مرد و عورتین ہونا شرط ہو خواہ وہ مال ہو یا مال ہو شل نخلج اول طلاق اور عتاق اور وکالت اور وصیت وغیرہ یہ تمیز میں لکھا ہو اور حسان بھی اسی قسم سے ہر جہتی کہ چاہیے

۱۱ جن چیزوں کی گواہی دیتے ہیں قاضی کو اسکا علم ہونا ضرور ہو اور اسی سے نکلتا ہو کہ اگر وہ خصوصاً قاضی کے پاس گواہی دی کہ فلاں شخص اس میت کا وارث ہے اسکے سوا کوئی اسکا وارث نہیں ہو تو گواہی نامقبول ہونا اسوجہ سے ہو کہ مچھول ہول کی گواہی دی کہ سبب راشت مچھول ہو کہ ذانی البدل تمام شہاد کے پس زنا پر گواہی ہو اور جن چار مرد معتبر ہوتے ہیں اور باقی حدود و قصاص پر گواہی اور سہین و مردوں کی گواہی مقبول نہیں ہوتی جو یہ ہا میں لکھا ہو انجملہ ولادت اور بکارت اور عورتوں کے ایسے عیون پر گواہی کہ جس پر مرد مطلع نہیں ہوتے ہیں و جن ایک مسلمان آزاد عادلہ عورت کی گواہی مقبول ہو اور وہ ہوں تو زیادہ احتیاط ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہو اور شل نخلج اور شل نخلج نے لفظ شہادت کو شرط کیا ہو اور شل نخلج عراق نے کہا کہ لفظ شہادت شرط نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور قدوری نے پہلے قول پر اعتماد کیا اور اسی پر فتویٰ ہو یہ خلاصہ میں ہے جن میں ایک عورت کی گواہی مقبول ہو اگر ایک مرد نے گواہی دی مثلاً کہا کہ ناگائیک میری نظر اس عورت پر پڑ گئی تو جواب یہ ہو کہ ایسے مواضع میں سکی گواہی مقبول ہونا چاہیے کہ ذانی المحیط اور صحیح یہ ہو کہ عدد شرط نہیں کیونکہ جب ایک عورت کی گواہی مقبول ہو تو مرد کی گواہی اس سے قوی ہو مقبول ہونی چاہیے یہ نہایت میں ہو انجملہ گواہی سوا حدود و قصاص کے اور سوائے ان چیزوں کے جن پر مرد مطلع نہیں ہوتے ہیں ایسی گواہی میں دو مرد یا ایک مرد و عورتین ہونا شرط ہو خواہ وہ مال ہو یا مال ہو شل نخلج اول طلاق اور عتاق اور وکالت اور وصیت وغیرہ یہ تمیز میں لکھا ہو اور حسان بھی اسی قسم سے ہر جہتی کہ چاہیے

نزدیک ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے کذا فی المخطط

دوسرا باب گواہی کو بر دشت کرنے اور ادا کرنے اور انکار کرنے کے بیان میں کچھ ڈیڑھ بیچ کا انسان گواہی کے بر دشت کرنے اور قبول کرنے سے انکار کرے واقعات میں ہو کہ ایک شخص سے اپنی گواہی لکھنے کو یا گواہ ہونے کو کہا گیا اور اسے انکار کیا پس اگر طالب کو دوسرا شخص ملتا ہو تو اسکا انکار جائز ہو ورنہ جانشینین ہر کذا فی الذخیرہ اور ایسا ہی حال تعدیل کا ہو کہ اگر کسی سے حال گواہ دریافت کیا جاوے اور وہ بان دوسرا معدل دستیاب ہو سکتا ہے تو اسکو نہ قبول کرنے کی گنجائش ہو ورنہ رد نہیں ہو کہ سچی بات نہ کہے تاکہ کسی کا حق باطل نہ ہو والا پھر یہ محیط میں لکھا ہو اگر دعویٰ نے گواہی طلب کی تو ادا کر دے ورنہ چھپانے سے گنہگار ہو گا اور جب گنہگار ہو گا کہ اسکو معلوم ہو کہ قاضی میری گواہی قبول کرے گا اور اسی پر ادا کرنا پھر جاوے اور اگر جانتا ہو کہ قاضی قبول کرے گا یا دبان یک طاعت ہو کہ بعضوں نے گواہی دی اور وہ قبول ہوئی تو گنہگار نہ ہو گا اور بعضوں کی گواہی مقبول ہوئی اور دوسرے لوگ گواہ لائق قبولیت کے موجود ہیں تو چونکہ ادا کرے گا گنہگار ہو گا تبین میں لکھا ہو اور اگر شخص ایسا ہو کہ نسبت دوسروں کے اسکی گواہی جلد قبول ہووے تو اسکو گواہی ادا کرنے سے انکار کرنا رد نہیں ہو یہ وجہ کر دی میں لکھا ہو اگر قاضی کی پھری سے گواہ کا گھر دور ہو کہ وہ گواہی ادا کرے اسی روز اپنے گھر نہیں پہنچ سکتا ہو تو مثل نے فرمایا کہ گنہگار نہ ہو گا تبین میں لکھا ہو خلف سے دریافت کیا گیا کہ ایک غیر عادل قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہوا اور ایک شخص کے پاس گواہی ہو تو کیا اسکو جائز ہو کہ یہاں ادا کرے اور چھپاوے اور قاضی عادل کے پاس ادا کرے تو فرمایا کہ بان جائز ہو یہ ظہیر میں لکھا ہو حدود کی گواہی میں گواہ کو چھپانے اور ظاہر کرنا اختیار ہو اور چھپانا افضل ہو لیکن مال کی گواہی چوری ہو یا غلہ کرنا جیسے پسوں کے کہنے سے لیا ہو اور یہ نہ کہے کہ اسے چور یا ہو کذا فی المدا یہ گواہیان کہ جب کو گواہ بر دشت کرتا ہو طرح کی ہر ایک کٹہ کہ بددن گواہ کر نیکی ثابت ہوتی ہیں جیسے بیع اور اقرا اور حکم حاکم اور غضب و قتل پس جبکہ اہ نے بیع یا اقرا یا حکم حاکم کو بنا یا غضب یا قتل کو دیکھا تو اسکو گواہی دینا روا ہو اگرچہ گواہ نہ کیا گیا ہو اور یوں بیان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اسے فروخت کیا اور یہ نہ کہے مجھے اسے بیع میں گواہ کیا تاکہ جھوٹا نہ پھرے اور دوسری قسم وہ کہ بلا گواہ کر نیکی ثابت نہیں ہوتی ہیں جیسے گواہی پر گواہی پس اگر کسی نے کسی گواہ کو گواہی دیتے سنا تو اسکو رد نہیں ہو کہ اسکی گواہی پر گواہی دیوے لیکن جبکہ گواہ کیا جاوے تو جائز ہو یہ کافی میں لکھا ہو اگر پردہ کے اندر سے اقرا سنا تو رد نہیں ہو کہ کسی شخص نے گواہی دے کیونکہ غیر کا احتمال ہو اسلیے کہ آواز مشابہ ہو اگر فی ہو مگر جبکہ اندر وہی شخص فقط ہو اور گواہ نے جا کر دیکھ لیا ہو کہ کوئی غیر نہیں ہو پھر دستہ پر انکر بیٹھا ہو اور دبان جانے کا دوسرا راستہ بھی نہ ہو پھر اسے اقرا کیا اور اسے سنا تو روا ہو اور قاضی کو چاہیے کہ اگر وہ تفصیل دے بھی بیان کرے تو قبول کرے تبین میں لکھا ہو جو عورت نقا ٹیلے ہو اسکی طرف سے گواہی بر دشت کرتے میں مشائخ نے اختلاف کیا ہو بعضوں نے کہا کہ بددن اسکا چہرہ دیکھنے پر عمل شہادت صحیح نہیں ہو اور بعضوں نے کہا کہ پہچان تبتلانے پر گواہی بر دشت کرنا روا ہو اور پہچان تبتلانے کے واسطے ایک کافی ہو اور دو شخصوں میں احتیاط ہے

۱۱۔ جائز نہیں اور یہی صحیح ہو اور جسے انکار کو جائز کیا اسکی ہی مراد ہو کہ دبان دوسرے لگے ہوں ۱۲۔ عمل گواہی اٹھانا اور یہی مراد بر دشت سے ہے ۱۳۔

اور قیاس کی طریقت شیخ الاسلام خواہر زادہ نے میل کیا ہو اور پہلے قول کی طریقت شیخ الاسلام اور جندی اور امام مرغینانی نے
میل کیا ہو اور عقل بھی اسی کو چاہتی ہو کیونکہ ہمارا اجماع ہے کہ عورت کے چہرہ کی طریقت گواہی کی واسطے دیکھ لینا روا ہے پھر
امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک اگر دو عادلوں نے گواہ کو خبر دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو کافی ہو اور امام اعظم
کے نزدیک نسب پر گواہی دینے کی واسطے اس قدر جماعت چاہیے کہ جسکے سپہم چھوٹ بولنے کو عقل روانہ رکھتی ہو کہ
سب کے سب جھوٹ بولے یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو اور فقیر ابو بکر اسکاٹ اس مسئلہ میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے
تھے اور ہی کو نجم الدین نسفی نے اختیار کیا ہو اور اسی پر فتویٰ ہو پس اگر اس عورت کا نام و نسب عادلوں نے پہنچوایا
تو چاہیے کہ دونوں گواہوں کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیں تا گواہ قاضی کے پاس رسم و نسب کے بارہ میں ان دونوں کی گواہی ہو
گواہی دین اور اصل حق پر اصرار گواہی دین تو یہ بلا خلاف جائز ہو کذا فی محیط بقیۃ ابواللیث فرماتے تھے کہ اگر ایک عورت
پردہ کی آڑ سے اقرار کیا اور دو شخصوں نے اسکے پاس سے گواہی دی کہ یہ فلاں عورت ہے تو جس سے اسکا اقرار سنا
اسکو اسکے اقرار کی گواہی دینا جائز نہیں مگر جبکہ حالت اقرار میں اسکی ہدایت شخصیتہ کو دیکھ لے تو جائز ہو اور فقیر نے
اسکی ہدایت شخصیتہ کا دیکھنا شرط کیا نہ اسکے چہرہ کا دیکھنا کذا فی الذخیرہ اگر کسی عورت نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا کہ میں فلاں
عورت فلاں شخص کی بیٹی ہوں تو گواہوں کو پہنچوانے والوں کی ضرورت نہیں ہو پس اگر مرد و عورت دونوں گواہوں کی ضرورت
ہوگی کہ گواہی میں کہہ فلاں فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی تھی اور اگر اسے اپنا چہرہ نہ دکھایا اور دو گواہوں نے گواہی دی
کہ یہ فلاں عورت فلاں شخص کی بیٹی ہے تو مقدمہ کے گواہوں کو حلال نہیں ہو کہ گواہی دین کہ فلاں عورت نے اقرار کیا
صرف یہ جائز ہو کہ یوں گواہی میں کہ ایک عورت نے اقرار کیا اور ہمارے سامنے دو گواہوں نے بیان کیا تھا کہ یہ فلاں
عورت ہے یہ ملقط میں لکھا ہو اگر گواہوں نے ایک عورت پر گواہی دی اور اسکا نام و نسب بیان کیا اور وہ عورت
پھر ہی میں حاضر تھی پس قاضی نے گواہوں سے کہا کہ تم اس عورت مدعا علیہا کو پہچانتے ہو انھوں نے کہا کہ نہیں تو یہ
گواہی مقبول نہیں ہو اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عورت پر گواہی دینا برداشت کیا تھا لاسکا نام و نسب یہ ہو اور یہ
ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ عورت یہی ہو یا نہیں تو انکی گواہی اس نام کی عورت پر درست ہے اور مدعی پر لازم ہو کہ گواہ لاوے
کہ یہ وہی عورت ہے جسکا نسب گواہوں نے بیان کیا ہو کذا فی محیط ایک عورت کا پہنچوانا ایسے شخص سے درست ہے جسکی
گواہی اسکے حق میں مقبول ہو جیسے باپ یا بیٹا مثلاً خواہ یہ گواہی سپہم پہنچوائی جاتی ہو اس عورت کے لیے ہو یا اس عورت
کے اوپر گواہی ہو اور بعض مشائخ نے کہا کہ اگر گواہی اسکے لیے ہو تو درست نہیں ہو اور نجم الدین نسفی نے پہلا قول اختیار
کیا ہے یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہو ابن احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت نے دو شخصوں کے سامنے اقرار کیا کہ
میں نے یہ باندی آزاد کر دی اور دونوں شخصوں نے آزاد کرنے والی کا منہ نہیں دیکھا تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ
گواہی نیا نہیں جائز ہے جب تک اسکا منہ نہ دیکھیں اگر دونوں گواہ جب سے اس عورت نے باندی کو آزاد کیا ہو اس
سے جدا نہیں ہوئے تو انکو جائز ہے کہ اسکے آزاد کرنے کی گواہی دین یہ اتنا رخصانہ میں لکھا ہو اگر ایک شخص کا دوسرے
پر قرضہ آتا ہو اور قرضہ اخفیہ میں اس سے اقرار کرتا ہو اور علانیہ لکھا کرتا ہو اور قضا اپنے حق وصول کرنے سے عاجز ہو

اور اسے جیل کیا کہ چند عادل لوگوں کو اسے گھر میں چھپا دیا پھر اسکو بلایا اور اپنا قرض اس سے طلب کیا اور اسے اقرار کیا اور چلا گیا اور گواہوں نے سن لیا تو ہمارے علم کے نزدیک انکو گواہی دینا حلال ہے اور بعض نے کہا کہ حلال نہیں ہو کہ اس میں لیس اور غدر ہو لیکن صرف اس صورت میں جائز ہو کہ جب تک کہ چہرہ دیکھتے ہو یا اور اگر اسکا چہرہ نہیں دیکھتے تھے لیکن کلام سنتے تھے تو گواہی دینا حلال نہیں ہے اور اگر گواہی دی اور تفسیر کر دی تو گواہی قبول نہ ہوگی مگر جب تک کہ علم آگیا ہو یہ محیط شہر میں لکھا ہو اگر مالک کو دیکھا مثلاً ایک ملکیت محدودہ کو دیکھا کہ فلاں بن فلاں کے نام سے منسوب ہے اور مالک کو شک سے پہچانا اور نہ نسبت سے واقف ہوا تو مع مذمت ہو کہ گواہی دیے اور قبول ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اور اگر ملکیت اور مالک دونوں کو نہ دیکھا مگر لوگوں سے سنا کہ فلاں شخص کی فلاں گائون ہیں میں ہے کہ اسکی چوحدی یہ ہے اور یہ شخص اس میں کو پہچانتا ہے اور نہ اس شخص کا قبضہ پہچانتا ہے تو اسکو ملکیت کی گواہی دینا حلال نہیں ہے اور اگر مالک کو دیکھا مثلاً ایک شخص کو اچھی طرح پہچانتا ہے اور مالک کو نہ دیکھا مگر لوگوں سے سنا کہ فلاں گائون ہیں میں ہے اور یہ شخص اس میں کو خاص کر نہیں پہچانتا ہے تو اسکو گواہی دینا نہیں جائز ہے یا کافی نہیں لکھا ہے اگر گواہ نے مالک و ملکیت دونوں کو دیکھا مثلاً مالک کو شکل سے اور نام اور نسب سے پہچانتا ہے اور ملکیت کو مع حدود و حقوق پہچانتا ہے اور اس ملکیت کو اسکے قبضہ میں لکھا کہ مالکانہ تصرف کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میری ہے اور گواہ کے دل میں یقین آگیا کہ اسی کی ہے تو اسکو حلال ہے کہ اس شخص کی ملکیت کی گواہی دے یہ محیط میں لکھا ہے جو مفتی میں لکھا ہے کہ اگر تو نے کسی شخص کے ہاتھ میں کوئی اسباب یا گھر دیکھا اور تیرے دل میں یہ آیا کہ یہ اسی کا ہے پھر اسے بعد تو نے اسکو دوسرے کے ہاتھ میں دیکھا تو تجھے گنجائش ہے کہ تو گواہی دے کہ یہ چیز پہلے شخص کی ہے اور جب نے پہلے شخص کی ملکیت ہوئی گواہی دینی چاہی اسوقت تجھے دو عادلوں کی گواہی دینا چاہیے کہ یہ چیز اسی کی ہے جسکے ہاتھ میں آچکے ہو اسے پہلے شخص کے پاس ہمارے سامنے ودیعت رکھی تھی تو تجھے پہلے شخص کی ملکیت ہوئی گواہی دینا حلال نہیں ہے جو مخالف اسکے کہ ایک عادل نے گواہی دی ہو لیکن اگر تیرے دل کو یقین ہو جاوے کہ یہ ایک شخص ہے تو بھی یہی حکم ہے واضح ہو کہ جامع مغیرہ میں اس مسئلہ میں یہ نہیں مذکور ہے کہ اسکے دل میں یقین آگیا کہ یہ چیز اسی کی ہے اور نہ تصرف مع قبضہ مذکور ہے اور صحیح ہے کہ جو مفتی میں ہے اور ایسے ہر امر ظاہر میں کہ جس میں لوگوں سے سنا گواہی دینا جائز ہے جیسے موت و مہلک وغیرہ جب تیرے دل میں یقین آ جاوے کہ یہ خبر صادق ہے پھر تیرے پاس دو عادل اسکے برخلاف گواہی دیں تیرے دل میں یہ آیا ہے تو تجھے روا نہیں ہے کہ تیرے دل میں یقین آگیا ہو اسکے موافق تو گواہی دے لیکن جبکہ تجھے یقین ہے کہ یہ دونوں جھوٹے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایک عادل نے اسکے برخلاف گواہی دی تو تجھ کو روا ہے کہ وہی گواہی دے جو تیرے دل میں ہو یعنی پہلا مگر لیکن جبکہ تیرے دل کو یقین ہو جاوے کہ یہ شخص ہے تو تو کوئی گواہی چاہے تیرے دل میں تھا نہیں دے سکتا ہے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور چاہیے کہ جس طور سے گواہ نے علم حاصل کیا ہو قبضہ کا دیکھا مثلاً اسکو بیان کرے اور اگر اسے بیان کر دیا تو گواہی رو کر دیا دینی یہ کافی نہیں لکھا ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی شخص کے قبضہ میں کبھی کہ وہ اسے تصرف کرتا ہے اور لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہ اسی کی ملکیت ہے لیکن دیکھتے والے کے دل میں آیا کہ یہ دوسرے کی ملکیت ہے اور یہ شخص

دوسرے حکم سے اس میں تصرف کرتا ہو تو دیکھنے والے کو حلال نہیں ہو کہ ملکیت کی گواہی دیوے اور اسی پر بہت سے
 مشائخ کا فتویٰ ہے کہ یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک غلام یا باندی کو دیکھا کہ ایک شخص کے قبضہ میں اسکی خدمت کرتے
 ہیں پس اگر وہ شخص دیکھنے والا دونوں کو ملوک جانتا ہو تو اسکو جائز ہو کہ گواہی دے کہ یہ دونوں اس شخص کے ملوک
 ہیں خواہ وہ دونوں چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں اور اگر یہ دیکھنے والا دونوں کے ملوک ہونے کو نہیں جانتا ہو پس اگر
 وہ دونوں ایسے چھوٹے ہوں کہ اپنے آپ کو بیان نہیں کر سکتے ہیں تو بھی یہی حکم ہو اور اگر وہ دونوں بڑے ہیں کہ اپنے
 آپکو بتا سکتے ہیں خواہ لڑکے یا بچے ہوں یا بالغ ہوں تو اسکو روا نہیں ہو کہ گواہی دے فیق القدر میں لکھا ہو چھات
 میں لکھا ہو کہ اگر وہ دونوں گواہوں کو معلوم ہو کہ یہ گھر مدعی کا ہے پھر دونوں کے سامنے دو شخصوں عادل نے گواہی دی کہ
 مدعی نے یہ گھر اپنی شخص کے ہاتھ کہ جسکے قبضہ میں ہو فروخت کر دیا ہو تو امام محمد نے فرمایا کہ موافق اپنے علم کے گواہی بن اور
 بیع کے گواہوں کے کہنے پر گواہی دین یہ محیط میں لکھا ہو باطنی نے ذکر کیا ہو کہ دو شخصوں نے نکاح یا بیع یا قتل واقع
 ہونیکا مشاہدہ کیا پھر جب دونوں نے گواہی دینا چاہی تو وہ عادلوں نے انکے سامنے گواہی دی کہ اس شخص نے عورت
 کو تین طلاقیں سی یا بالغ نے بیع سے پہلے غلام کو آزاد کر دیا تھا یا اولی نے قاتل کو بعد قتل کے معاف کر دیا تو ان دونوں
 نکاح وغیرہ کیسی گواہی یا حلال نہیں ہو اور اگر ایک ہی عادل نے یہ گواہی دی تو وہ دونوں میں کسی کو گواہی دینا حلال نہیں ہو
 یہ فقیر کو رہی میں لکھا ہو۔ زید نے عمرو کے سامنے اقرار کیا کہ خالد کا بھتیجا ہے پھر انکار کیا اور خالد نے عمرو کی گواہی طلب کی
 اور وہ عادلوں نے گواہی دی کہ یہ مال جسکا زید نے اقرار کیا تھا وہ بیع یا ہبہ کی وجہ سے ہے یا ہو گیا تو گواہ اسکی گواہی
 دے جو کچھ وہ جانتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو زید نے ایک قسم کے سامنے اقرار کیا کہ عمرو کے بھتیجا ہے اور وہ عادل یا تین
 عادل ان گواہوں کے پاس آئے اور کہا کہ تم لوگ عمرو کو اسلئے زید پر قرضہ کی گواہی نہ دینا کہ اسے جو کچھ قرضہ سہر تھا
 سبدا کر دیا تو گواہوں کو اختیار ہو چاہیں گواہی دین اور چاہیں گواہی دینا تو قصہ قاضی کے سامنے بیان کر دین تاکہ
 جانی جھوٹے دعویٰ پر حکم نہ کرے ایسا ہی امام محمد سے روایت ہے اور ایک ایت میں امام محمد سے آیا ہے کہ گواہی بن
 لاسر قرضہ تھا اور یہ گواہی کہ اس پر قرضہ ہو نہ دین امام ابو بکر محمد بن اس نے فرمایا کہ اگر اقرار کے سنے ہوئے گواہوں کے سامنے
 دو عادلوں نے گواہی دی کہ قرضہ خواہ نے اپنا قرضہ پورا وصول کر لیا یا اسنے قرضہ کو معاف کر دیا تو وہ دونوں گواہوں کو قرضہ
 کے اقرار کرنے کی گواہی سے باز رہنا روا نہیں ہو مگر جبکہ دونوں قرضہ خواہ کا معاف کرنا یا وصول پانا کا ان سے سن لیں
 تو گواہی نہ دین ایسا ہی امام ابو یوسف سے روایت ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور ہمارے زمانہ کے بعض شائخ
 نے ان مسائل میں یہ اختیار کیا ہے کہ اگر گواہ کے سامنے دو گواہوں نے گواہی دی اور اسکے دل میں یقین آیا کہ یہ دونوں
 سچے ہیں تو اصل حق پر اسکو گواہی دینا نہیں جائز ہو اور اگر اسکے سامنے ایک یا دو عادلوں نے گواہی دی مگر اسکے
 دل میں یقین آیا تو اسکو جائز ہو کہ اصل میں جو حق اسکو معلوم ہے وہ گواہی دے کذلکی الذخیرہ اگر شوہر نے اپنی بی بی
 کے طلاق دینے یا مالک نے اپنے غلام کے آزاد کر دینا گواہ کے سامنے اقرار کیا پھر اسکو نکاح یا بیع کی گواہی کیواسلئے
 بلایا تو باز رہے اور اسکو گواہی دینا حلال نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو بنی مقال سے دریافت کیا گیا کہ ایک جماعت کے

اس میں سے کسی ایک سے گواہی نہ لیں بلکہ اگر کوئی گواہی دے تو اسکا ہونا گواہوں سے یقین ہو گیا

سلنے دو شخصوں نے ٹھیک حساب کیا اور دونوں نے لوگوں سے کہہ دیا کہ جو کچھ ہم سے سنتے ہو سکی گواہی ہم پر نہ دینا
پھر ایک دوسرے کے حق کا اقرار کیا تو گواہ کو جائز ہو کہ جو اقرار سے سنا ہو سکی گواہی دیوے اور یہ قول ابن سیرین کا ہے اور
نقیلاً بلریش نے فرمایا کہ یہی قول امام عظم سے مروی ہے اور ہم اسی کو لیتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دو
گواہوں کے سامنے کسی قدر متعین پر ایک عورت سے نکاح کیا اور اسپر چند برس گزرنے لگے اور سکی چند اولاد پیدا ہوئی
اور چند سال گزرے پھر شوہر مر گیا پھر اس عورت نے گواہی طلب کی کہ اس مقدار معلوم مہر پر گواہی دینا تو گواہوں کو یاد
ہو تو انکو گواہی نہ دیا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دیکھا کہ جائزہ دوسرے کے پیچھے ہوا اور سکا
دو دفعہ بیٹا ہو تو اس نے کھینے والے کو حلال ہو کہ گواہی دیوے کہ دو دفعہ بیٹے والا جاؤر ہی جاؤر کا بچہ درجاؤر کے مالک کی
ملک کے کذا فی محیط او پرچہ ہونکی گواہی کی یہ صورت ہو کہ کہے کہ یہ بچہ مغللا اس نائے کے پیچھے چلتا تھا اور پیدا ہونکی گواہی ادا
کرنا شرط نہیں ہے یہ تمار غانیہ میں منقول ہے ایک رختے اپنے باپ یا بھائی کی واسطے مال کا اقرار کر لیا اور اسکی مراد یہ ہے کہ
باقی وارثوں کو ضرر پہونچے اور گواہ اسکو جانتے ہیں تو مثل نخ نے فرمایا کہ گواہوں کو روا ہو کہ اس اقرار کی گواہی کو برداشت
کریں اور گواہی ادا کریں لیکن اس عورت کو ایسا کرنا مکروہ ہے یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی نے بادشاہی نوکر
کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کرنے والے نے کہا کہ میں نے اسکے خوف سے اقرار کر دیا پس اگر گواہ اسکے خوف سے وقت ہو
تو گواہی نہ دے اور اگر خوف سے واقع نہ ہوا تو گواہی دے اور قاضی کو آگاہ کر دے کہ یہ ایک سلطان سپاہی کے قبضہ
میں تھا یہ وجہ کر دی میں لکھا ہے ابوالقاسم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے غاس کا بازار سلطان سے بطور تحسین کے
بالمقطع کچھ درم معلوم ہر مہینہ دینے کے اقرار پر لیا اور اسکو تحریر کر دیا تو کیا یہ جائز ہے اور گواہوں کو سکی گواہی دینا جائز
ہو تو انھوں نے فرمایا کہ تحسین لینے والا اور دینے والا دونوں راہ رسم سے گمراہ ہیں اور اگر گواہوں نے اسپر گواہی دی تو پھر
لعنت برے سے پھرنے دریافت کیا گیا کہ اگر گواہوں نے تحسین دار کے درمومن کے اقرار پر گواہی دی اور برب کو وہ پچھتے
ہیں تو گواہی آیا جائز ہے تو شیخ نے فرمایا کہ اگر سب پچھاننے کے بعد انھوں نے گواہی دی تو وہ ملعون ہیں اور ایسے معاملات
میں گواہی جائز نہیں ہے کذا فی النوادر اور ایسے ہی ہر اقرار پر گواہی دینا کہ جسکا سبب حرام و باطل ہو جائز نہیں ہے
یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایک تہنی کو سنا کہ ایک شخص سے کہتا تھا کہ میں نے تجھ پر شخص کی اتنے مال کی ڈگری کی
لیکن تہنی نے انکو اپنے حکم پر گواہ نہیں کر لیا اور دوسرے قاضی کے سامنے انھوں نے اسی طرح بیان کر دیا تو اس سے انکی
گواہی میں خلل نہیں آیا اور اگر دونوں نے یہ بیان کیا کہ ہم نے قاضی سے اس شے کو سنا کہ جاننا ہ قاضی ہے دوسری جگہ
ایسا سنا تو انکی گواہی با مقبول ہے اور انکو گواہی نہ دینا چاہیے کذا فی الذخیرہ علی بن احمد و ابو حاتم سے دریافت کیا گیا کہ
ایک قاضی نے اسپر گواہوں کو گواہ کیا کہ میں نے فلان کے اس قدر مال کی ڈگری فلان شخص پر کر دی ہے اور یہ گواہ سکی
مجلس حکم میں حکم دینے کے وقت حاضر نہ تھے پس اگر ان گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے گواہی دی تو کیا ایسی گواہی
مقبول ہو پس علی بن احمد نے فرمایا کہ یہ گواہی باطل ہے اسکا اعتبار نہیں ہے اور ابو حاتم نے بھی فرمایا کہ یہی حکم ہے اور
فرمایا کہ گواہ کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس وقت ہو کہ جس وقت حکم دیتا ہو یہ تمار غانیہ میں منقول ہے اگر گواہ نے اپنا خط دیکھا اور وہ

اسکو یا نہیں ہو گا وہی لکھنا یا نہ ہو اور مال نہیں ہے تو امام عظمیٰ کے نزدیک اسکو گواہی دینا روا نہیں ہو اور امام محمد کے نزدیک وہ شمس لائے حلوانی نے فرمایا کہ امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہو یہ وجہ کر دی میں لکھا ہو تو ازل میں ہو کہ گواہ نے اپنا خط بچا یا اور تحریر اس کے نزدیک محفوظ ہو اور اسے گواہی لکھنا یا نہیں تو امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک گواہی دینا جائز ہو اور فقہ ابو اللیث نے فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں یہ خلاصہ میں ہو اور اگر تحریر مدعی کے پاس ہو تو گواہ کو گواہی دینا جائز نہیں ہو اور یہی مختار ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور یہاں صحابہ متاخرین نے فرمایا کہ اگر گواہ کو اپنے خط میں شبہ ہو تو گواہی دینا جائز ہو اگرچہ اسکو حادثہ یا دہو خواہ نوشتہ تحریر یا خیم کے پاس ہو یا دوسرے کے پاس ہو اور اسی پر فتویٰ ہو یہ اختیار شرح مختار میں ہو پھر بنا بر قول مفتی بہ کے اگر گواہ نے اپنے خط پر اعتماد کر کے گواہی دی تو چاہیے کہ قاضی دریافت کرے کہ تو اپنے علم پر گواہی دیتا ہو یا خط پر پس اگر اسے کہا کہ اپنے جاننے پر گواہی دیتا ہوں تو قبول کرے اور اگر کہا کہ خط پر تو نہیں یہ بجز الزام میں لکھا ہو گواہ اگر اپنا خط بچا نہ ہو اور اقرار کرے کہ لکھا تو بھی بچا نہ ہو لیکن وقت اور مکان اسے یاد نہیں ہو تو اسکو گواہی دینا حلال ہو یہ واقعات حاسبہ میں ہو ایک شخص نے وصیت نامہ لکھا اور گواہوں سے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہو اور وصیت نامہ انکو پڑھ کر نہ سنا تو ہمارے علم نے فرمایا کہ گواہوں کو جو کچھ میں نے کہا ہو گواہی دینا جائز نہیں ہو اور یہی صحیح ہو اور صرف اسوقت گواہی حلال ہو کہ جب تین یا چار کوئی پانی جاوے یا تو اسے وصیت نامہ ان کو پڑھ کر نہ سنا ہو یا غیر نے لکھا ہو اور گواہوں کے سامنے اسکو سنایا اور اسے گواہوں سے کہا کہ تم اس کے مضمون کے گواہ رہو یا خود اسے گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہ جانتے ہیں جو کچھ میں نے لکھا ہو پھر وہ کہے کہ تم گواہ رہو اور اگر اس نے گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہ جانتے ہیں جو کچھ میں نے لکھا ہو مگر اسے نہ کہا کہ تم اس کے مضمون پر گواہ رہو تو گواہوں کو گواہی دینا روا نہیں ہو امام ابو علی نسفی نے فرمایا کہ یہ علم اسوقت ہو کہ تحریر نقش کے ساتھ نہ ہو اور اگر تحریر نقش کے ساتھ نہ ہو جیسے دوات کی روشنائی سے حروف نقش کر کے لکھے ہیں اور گواہوں کے سامنے لکھا اور گواہوں کو اسکا مضمون معلوم ہو تو انکو گواہی دینا روا ہو اگرچہ اسے نہ کہا ہو کہ تم اس کے مضمون پر گواہ رہو اور یہ قول اچھا ہو یہ فتاویٰ رضی خان میں لکھا ہو چنانچہ ہو کہ تحریر چند وجہ سے ہوتی ہو ایک کہ نقوش ظاہر ہوں اور وہ یہ ہو کہ ایک کاغذ پر مصدر بعنوان جیسے غائب کو لکھتے ہیں لکھے پس اگر اسے کہا کہ میری مراد اس سے مثلاً طلاق یا اقرار ہے تو دلائل فیما بینہ بین اللہ تعالیٰ اسکی تصدیق ہو سکتی ہو لیکن حکم قضائے اسکی تصدیق نہ ہو گی حتیٰ کہ گواہ کو جائز ہو کہ اس کے مضمون پر گواہی دے اگرچہ اسے نہ کہا ہو کہ تو اس کے مضمون پر گواہ رہو یہ نیز افتائے میں لکھا ہو فتویٰ میں لکھا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو ایک خط بھیجا اور لکھا کہ فلان بن فلان کہ طرقت سے فلان بن فلان کو سلام ملک ابعد تو نے مجھے لکھا تھا اور ہزار دم کا جو تیرے میری طرف آئے تھے تقاضا کیا تھا اور حال یہ ہو کہ تو نے پانچ سو دس میں سے وصول کر لیے تھے اور پھر تیرے پانچ سو دس باقی رہے پس جو شخص اس سے آگاہ ہوا اسکو جائز ہو کہ گواہی ادا کرے اگرچہ اسے گواہ نہ کر لیا ہو محیط میں لکھا ہو اور وہ تحریر کہ نقش دلائل میں سے نقش کے نہیں ہوتے ہیں مثلاً زمین پر ایک پیرے پر یا تختی پر یا بدون سیاہی کے کاغذ پر لکھا مگر وہ ظاہر ہوتے ہیں اور گواہوں سے کہا کہ تم گواہ رہو تو انکو گواہی دینا

جائز ہو ورنہ نہیں جائز ہو اگر ایک قوم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک حق کے اقرار کی یا دہشت ایک شخص کے نام سے لکھی اور ان لوگوں کو گواہ نہ کیا تو یہ لازمی نہیں ہو اور نہ ان لوگوں کو گواہی دینا جائز ہو کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مشق کے طور پر لکھی ہو ورنہ خلاف اس خط کے جو مرسوم ہو اور بخلاف صرافت اور دلال کی تحریر کے کہ وہ حجت ہو پس اگر اس نے تحریر سے انکار کیا اور گواہ پیش ہوئے کہ اسی نے لکھی ہے تو جائز ہے جیسا کہ اقرار کر کے اگر کوئی شخص کہ جادو گواہ قائم ہوئے اور ایسا ہی اور تصرفات کا حکم ہو بخلاف حدود و قصاص کے کہ اس میں خواہ تحریری مرسوم ہو یا غیر مرسوم سب برابر ہیں اور اگر مرسوم و منقوش تحریر میں کسی نے جوہری کا اقرار کیا تو مال لایا جائیگا اور ہاتھ نہ کاٹا جائیگا اور اگر کسی تحریر پر گواہ نہیں ہوتی جیسے پانی یا ہوا پر لکھا پھر لوگوں سے کہا کہ مجھے گواہ رہو تو انکو گواہی دینا روا نہیں اگرچہ انکو معلوم ہو جائے جو لکھا ہے کیونکہ جو تحریر ظاہر نہ ہو وہ ایسی بات کے مثل ہو جو سمجھ میں نہ آوے۔ اور عورت و مرد اور سہلانہ ذمی اس میں کیا ہن (خزانہ المفتین) اگر دو امیون کے سامنے ایک خط بھیجے کہ لکھا اور وہ دونوں نے پڑھے نہ لکھے اور خط انھیں کو دیدیا اور دونوں نے اسکی گواہی دی تو طرفین کے نزدیک جائز نہیں ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہو (وجہ کروری) ایک نے کوئی چیز خرید لی اور بائ پر عیب کا دعویٰ کیا اور ثابت نہوا پھر مشتری دوسرے کے ہاتھ فروخت کی اور دوسرے نے پھر ہی عیب کا دعویٰ کیا اور اس نے انکار کیا تو جن لوگوں نے پہلا دعویٰ سنا تھا انکو اب حلال ہے کہ فی الحال گواہی نہ دیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر غیر شخص کا بھی یا زنیوں کا تیل کسی نے گواہوں کے سامنے زمین پر نایا اور کہا اس میں چھام گیا تھا تو پاک چیز کے تلف کر دینے سے انکار کرنے میں قسم لیکر اسکا قول معتبر ہوگا اور گواہوں کو روا نہیں ہے کہ یہ گواہی نہ دے اس لئے پاک چیز تلف کر دی اور اگر کسی شخص نے عہد گوشت کے جھا بہ گواہوں کے سامنے تلف کر دیے اور تمام گوشت تلف ہو گیا اور کہا کہ یہ مروا کا تھا تو اسکا قول معتبر نہ ہوگا اور گواہوں کو جائز ہے کہ گواہی نہ دیں کہ فرج کیا ہوا تھا یہ فتاویٰ فتویٰ خان میں لکھا ہے شہرت پر اور لوگوں سے سنکر گواہی دینا چار جگہ بالاجمل مقبول ہے یعنی نکاح اور نسب و موت اور حکم قضائیں کہانی محیط اختری پس اگر کسی نے لوگوں سے سنا کہ یہ فلان بن فلان ہے کسی کو دیکھا کہ ایسے رشتے پاس آتا جاتا ہو اور لوگوں سے سنا کہ یہ عورت فلان شخص کی جوہر ہو یا ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے ایک شخص کو اسطے فیصلہ کیا اور لوگوں سے سنا کہ یہ اس شہر کا قاضی ہے یا لوگوں سے سنا کہ فلان شخص مر گیا یا دیکھا کہ لوگ اس کے ساتھ مردوں کا برتاؤ کرتے ہیں تو اسکو گواہی دینا جائز ہے اگرچہ اس نے نہ دیکھا ہو کہ فلان شخص نے یہ کی ہم بستی سے پیدا ہوا ہو یا عقد نکاح میں حاضر نہوا ہو یا امام وقت کو قاضی مقرر کرنے نہ دیکھا ہو یا امریکہ وقت حاضر نہوا ہو یہ وجہ کروری میں لکھا ہے بطرح اگر ایک مرد عورت کو دیکھا کہ ایک گھر میں ہے ہیں اور ہر ایک دوسرے سے کشادہ پیشانی و خوشدلی کے ساتھ جوہر و قصم کٹیج ملتا ہو تو اسکو روا ہے کہ گواہی دے کہ یہ شخص کی عورت ہے کہانی الدایہ اور دفعہ باب میں صحیح ہے کہ لوگوں سے سنکر اصل وقت پر گواہی جائز ہے نہ کسی شرائط پر یہ کافی ہیں لکھا ہے اور جس خبر پر صحیح کا صحیح ہونا وقت و محل میں شمار ہو اور جس صحیح ہونا موقوف نہیں ہے وہ شرطوں میں سے ہے یہ بجز الاذن میں لکھا ہے امام طبرانی مرغینانی نے فرمایا کہ دفعہ میں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اسے مسجد یا مقبرہ وغیرہ میں دفن کیا حتیٰ کہ اگر گواہی میں یہ بیان نہ کیا تو مقبول نہ ہوگی یہ جوہر نہیں دین لکھا ہے۔ اور لوگوں سے سنکر جوہر و قصم کے دخول پر گواہی دینا جائز ہے یہ خصائص کی ادب القاضی

۱۱۔ اگرچہ لکھا پڑھا نہ جائے تاہم ۱۲۔ قراؤں سے اول سو فہم ہندوستان میں اس طرح گواہی دینا جائز نہیں ہے تاہم ۱۳۔

کی شرح میں اور ہدایہ اور کنز اور کافی میں ہر اس واسطے کہ یہ امر ایسا ہو کہ مشہور ہو جائے اور اس سے چند احکام مشہور
مثلاً نسب اور مہر اور عدت وغیرہ کے تعلق میں یہ نہایت میں لکھا ہے شہرت پر اور لوگوں سے شکر مہر پر گواہی دینا منافی میں
لکھا ہے کہ جائز ہے کہ فی الحیض اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور شہرت پر اور لوگوں سے شکر آزادی پر گواہی
دینا ہمارے نزدیک حلال نہیں ہے کہ فی الحیض۔ اور ولہذا آزادی پر لوگوں سے شکر گواہی دینا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک
مقبول نہیں ہے اور یہی پہلا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا تھا پھر رجوع کر کے فرمایا کہ مقبول ہے اور صحیح حکم ظاہر الوداع کا ہے یہ بدل میں
لکھا ہے اور چاہیے کہ اوائے شہادت کو مطلق چھوڑ دے اور تفسیر نہ کرے اور اگر قاضی کے سامنے تفسیر کرے کہ میں شکر گواہی دیتا ہوں
تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی کے سامنے گواہی دی کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلان شخص مر گیا اور ہم
ایسے شخص نے خبر دی ہے کہ جسکی ہم تو متیق کرتے ہیں تو گواہی جائز ہے اور یہی اصح ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے ایسی
چیز کی گواہی دی کہ جس میں شکر گواہی دینا جائز ہے اور کہا کہ ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے و لیکن ہم میں مشہور ہے تو انکی
گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ وقف کے معاملہ میں شکر گواہی دی
تو مقبول ہوگی اگرچہ صاف بیان کر دیا ہو کہ ہم نے شکر گواہی دی ہے اور یہی کی طرف امام طہر الدین مرغینانی نے اشارہ کیا
ہے یہ فیصلہ عمادیہ میں لکھا ہے فتاویٰ صفری میں ہے کہ نسب وغیرہ میں شہرت پر گواہی دینا دوطرح پر ایک حقیقی دوسرے محلی
حقیقی ہے کہ ایک جماعت کے شر سے سنا کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا خیال میں نہیں آتا ہے۔ اور ایسی گواہی میں نہ علت
شرط ہے اور نہ لفظ شہادت بلکہ تو اترونا چاہیے اور حکمی یہ ہے کہ اس کے پاس دو شخص مرد یا ایک شخص مرد اور دو عورتیں سب
عادل ہوں گواہی دیں مگر لفظ شہادت کے ساتھ یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ دونوں نے بدون اس شخص کی گواہی
طلب کر نیکی گواہی دی ہو اسکو امام محمد رحمہ نے ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اگر اس شخص نے دو گواہ قائم کیے اور انھوں نے اس کے
پاس گواہی دی تو اسکو گواہی دینا روا نہیں ہے۔ اور اگر ایک شخص ایک قوم میں اگر اتر اور وہ لوگ انکو نہیں چانتے ہیں اور
اس نے کہا کہ میں فلان بن فلان ہوں تو لوگوں کو اس کے نسب کی گواہی دینی جائز نہیں ہے جب تک کہ اس کے شہر کے دو آدمیوں سے
ملاقات نہ ہو اور وہ دونوں عادل اس بات کی گواہی نہ دیں کہ یہ فلان بن فلان ہے اور جصاص نے شرح میں لکھا کہ یہی صحیح ہے
اور بعض نے کہا کہ موت کی گواہی میں ایک مرد یا ایک عورت کی گواہی کافی ہے اور لفظ شہادت بالاتفاق شرط نہیں ہے یہ
فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ میں فلان شخص کے دفن میں شریک تھا یا میں نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی تو یہ عائد
ہے اور اگر قاضی کے سامنے تفسیر سے بیان کیا تو قبول کر لیا یہ مضمرات میں لکھا ہے اگر ایک شخص کے مرنے کی خبر آئی پس ان لوگوں
وہ فعال کیے جو مرنے میں کرتے ہیں تو کسی کو گواہی دینا مرنے کی جائز نہیں ہے جب تک کہ ایک ثقہ آدمی گواہی نہ دے کہ ہم نے
اسکا مرنا آنکھوں سے دیکھا ہے یہ محیطہ خسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی کے مرنے کو ایک شخص نے دیکھا اور تنہا وہ شخص گواہی دیتا ہے
تو فقط اس کی گواہی پر قاضی حکم نہ دیکھا پس وہ یہ کہے کہ ایک شخص ثقہ کو خبر دے پس جب اس سے سن لیا تو وہ دونوں مکر قاضی کے
سامنے گواہی دیں کہ دونوں کی گواہی پر قاضی فیصلہ کر دیکھا کہ فی النہایہ۔

باب گواہی ادا کرنے اور اسکی سماعت کی صورت کے بیان میں۔ حاضر پر گواہی دینے میں یہ ضرورت ہے کہ مدعا علیہ

اور مدعی کی طرف اشارہ کرے اور جس چیز پر گواہی دیتا ہو اگر وہ مال منقولہ ہو تو اسکی طرف اشارہ کی ضرورت ہے اور اس چیز کو مشہور و بہ کثرت میں اور میت یا غائب پر گواہی دیتے ہیں در حالیکہ اسکا وکیل یا وصی حاضر ہو گواہوں کو چاہیے کہ میت یا غائب کا نام لیون اور ان دونوں کے باپ اور دادا کا نام لیون اور خصاف رحمہ نے دادا کا نام لکینا شرط کیا ہے اور ایسا ہی شرط میں مذکور ہے۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ یہ امام اعظم رحمہما امام محمد رحمہ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک باپ کا نام ذکر کر دینا کافی ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور صحیح یہ ہے کہ دادا کی طرف نسبت کرنا ضروری ہے بحوالہ الرائق میں لکھا ہے اور اگر قاضی نے بدون دادا کے نام ذکر کرنے کے فیصلہ کر دیا تو نافذ ہو گا کیونکہ یہ صورت مجتہدین ہی پر فصول عماد میں لکھا ہے۔ اور اگر وہ شخص نام سے مشہور ہو جیسے ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تو صرف اسکا نام کافی ہے باپ دادا کی ضرورت نہیں ہے بحوالہ الرائق میں لکھا ہے جس شخص نے دادا کا نام ذکر کرنے کی شرط لگائی ہے اس کے نزدیک صناعیت ذکر کر دینا دادا کے نام کے قائم مقام نہ ہو گا مگر جبکہ وہ صناعیت ایسی ہو کہ اس سے لامحالہ بچا ناجا وے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر اسکا نام اور اس کے باپ کا نام اور اسکا قبیلہ اور پیشہ ذکر کیا اور اس کے محلہ میں کوئی اس نام اور پیشہ کا نہیں ہے تو کافی ہے اور اگر اس کے مثل دوسرا ہو وے تو کافی نہیں ہے جبکہ کہ اس کے ساتھ کوئی اور شے ایسی ذکر نہ کرے کہ جس سے تمیز حاصل ہو جاوے یا دب القاضی میں مذکور ہے اور اصل یہ ہے کہ بچان ہو جائے یا مستتر ہے فصول عماد میں ہے اگر گواہوں نے ایک شخص کے ایک محدود چیز خریدنے یا فروخت کرنے کے اقرار پر گواہی دی تو ضروری ہے کہ گواہی میں بیان کریں کہ اُسے خود خریدنے یا فروخت کرنا اقرار کیا ہے کذا فی الذمیرہ۔ فتاویٰ ابو الکلیت میں ہے کہ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ زید نے میرے ہتھ پر چاہیہ ہلاک کر ڈالے ہیں اور گواہ قائم کیے تو گواہوں کو چاہیے کہ زوائد کی تفصیل بیان کریں اور اگر یہ بیان نہ کیا تو فقیر ابو بکر فرماتے ہیں کہ مجھے گواہی باطل ہو سکتی ہے اور مدعی کو شاید کچھ نہ دلا یا جاوے اور اگر زوائد بیان کر دیے تو رنگ بیان کر نیکی ضرورت نہیں ہے اور گواہی جائز ہے اور شیخ کے نزدیک باوجود زوائد کے قسم بیان کرنا کہ گھوڑا یا بچہ ضروری صرف چاہیہ کہنا کافی نہ ہو گا اور بعضے مشائخ نے اس سے انکار کیا اور اول اصح ہے کذا فی المیخا اگر قاضی نے گواہوں سے رنگ دریافت کیا اور انھوں نے بیان کر دیا پھر دعویٰ کے وقت گواہی دی اور اس کے برخلاف صفت بیان کی تو گواہی مقبول ہوگی اور غیر محتاج چیز میں اختلاف مضر نہیں ہے کہ نہ انکسار۔ اگر بیان کیا کہ یہ فلاں عورت اس مدعا علیہ پر تین طلاقیں سے حرام ہو اُس پر اس سے الگ رہنا واجب ہے تو اس گواہی میں خلل ہے چاہیے کہ فعل طلاق مدعا علیہ کی طرف نسبت کرے کیونکہ گواہی دین کہ اُس نے تین طلاقیں اسکو دی ہیں۔ یہی طرح گواہ کا بیان کہ اس نے عورت کی طلاق کی قسم کھائی تھی اور انھیں مجھوٹا پڑا کافی نہیں ہے جب تک کہ قسم اور اُس کے ٹوٹنے کی تفسیر بیان کرے یہ تاسا خانہ میں لکھا ہے۔ اقلاس کی گواہی اس طرح دینی چاہیے کہ ہم آپ کا کچھ مال سوا کے رات و دن کے پہننے کے کپڑے نہیں جانتے ہیں یہ میرا جیمہ میں ہے ایک شخص دوسرے کے پاس آیا اور اُس سے کپڑا چکایا اور بائع کو درم دیدے اور کپڑا لکھا اور بدو نوبانی بیع کی گفتگو کر نیے دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے پھر اگر دونوں میں جھگڑا ہوا اور گواہوں کی ضرورت ہوئی تو گواہوں کو یہ بیان کرنا چاہیے کہ اس نے درم دیکر کپڑے لیا اور بیع ہو گئی نہ دین مگر جبکہ وہ زمین پہلے سے کچھ ایسی باتیں پیش آئی ہوں کہ جس سے گواہوں کو یہ لین دین بطور بیع کے ثابت ہو اور قاضی بھی بیع بالتعاطی کو جائز جانتا ہو یہ فتاویٰ قاضی قاضی

غیر محتاج یعنی جس میں بیعت جائز نہیں ہوگی

میں لکھا ہے۔ اگر بیع بالتعاطی واقع ہو تو گواہوں کی گواہی دینے کی یہ صورت ہے کہ مین دین پر گواہی دین اور بیع پر گواہی دین اور بعضوں نے کہا کہ اگر بیع پر گواہی دی تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہوں نے گواہی دی کہ میں مدعی یہ ملک میں مدعی سے
اور یہ نہ کہا کہ در دو سہا میں مدعا علیہ ناحق است تو مین مشائخ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر مدعی نے قاضی سے ملکیت طلب کی
ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر سپرد کر نیکی درخواست کی ہو تو جب تک گواہ یہ نہ بیان کریں کہ اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے جب
ملک صحیح نہیں ہے یہ فیصلہ عام یہ میں لکھا ہے اور یہی اشہد و اقرب الی الصواب ہے اور یہی قائل کا قول ہے کہ اگر قاضی نے گواہوں سے
دریافت کیا کہ یہ چیز اس مدعا علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے اور انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں تو یہ گواہی ملکیت کے دعویٰ پر قبول
ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے کہا کہ یہ مال معین اس مدعی کی ملکیت ہے اور اس مدعا علیہ کے پاس ناحق ہے اور یہ نہ کہا کہ
مدعا علیہ پر واجب ہے کہ مدعی کے سپرد کرے تو ابوالحسن سعدی رحمہ سے منقول ہے کہ اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا
کہ سپرد کرنے کی واسطے یہ کہنا ضرور ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے اور گواہی مقبول ہوگی اور مدعی کی درخواست
پر مدعا علیہ سے جبراً اس کے سپرد کرانی جاوے گی اور اسی مذہب پر ہم نے بہت سے مشائخ کو پایا اور شیخ الاسلام نے کہا کہ یہ تو ہے
ولیکن میں فتویٰ دیتا ہوں کہ گواہی میں قصور ہو کہ انی الحیط۔ فتاویٰ نسفی میں ہے کہ گواہ کو یوں کہنا چاہیے کہ یہ مال معین اس
مدعی کی ملک ہے اور اسکا حق ہے تاکہ ہمیں نہیں ملانے کی گنجائش نہ ہو **قول** لفظ نفی فارسی میں ملانے کی گنجائش ظاہر ہے
اگر کہا جاوے کہ میں ملک میں مدعی سے مستحق وے۔ کہ فارسی والے اکثر ربط کا حرف حذف کرتے ہیں اور اردو میں اسکا
بجاوہ نادہر اور کم فاقم۔ اور امام فخر الاسلام علی ہر دوسی فرماتے تھے کہ اگر مدعی نے کہا کہ فلان چیز میری ملکیت ہے اور یہ
حق تو اس قدر کہ کفانہ کیا جاوے گا اور یوں کہنا چاہیے کہ میرا حق ہے اور کہتے تھے کہ فلان کے قبضہ میں ناحق۔ ہمیں یوں کہنا
چاہیے کہ فلان کے قبضہ میں ناحق ہے تاکہ ایسے الفاظ میں کلمہ نفی نہ ملایا جاسکے اور فرمایا کہ ہمیں احتیاط ہے اور یہ احتیاط ہے
کرنے کے دعویٰ میں ہر کذا فی الذخیرہ۔ شمس الاسلام اور جندی سے دریافت کیا گیا کہ اگر گواہوں نے فارسی میں کہا کہ
ناگواہی دہم کہ میں عین مدعی بہ ملک میں مدعی سے مستحق تو انکی گواہی مقبول ہوگی یا نہیں فرمایا کہ ہاں۔ اور بعض نے کہا کہ نامقبول
ہونا چاہیے کیونکہ ناگواہی دہم عرف میں مستقبل یعنی آئندہ زمانہ کے واسطے آتا ہے اور حال کے واسطے ناگواہی ہی دہم آتا ہے
یہ محیط میں لکھا ہے۔ فتاویٰ نسفی میں ہے کہ شیخ امام رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ ہر ایک گواہ کی گواہی کے الفاظ میں
ناگواہی میں دہم کہ فلان چیز ان فلان است پس کیا کہنا بجز اس کہنے کے ہے کہ فلان چیز فلان شخص کی ملک ہے تو فرمایا کہ ہاں
اور امام طہیر الدین مرغینانی فرمایا کرتے تھے کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہیے کہ ان فلان است کہنے سے تم نے ملکیت مراد
لی ہے یا کچھ اور مراد ہے پس جو کچھ وہ بیان کریں اسی کو لینا چاہیے اور اگر کچھ بیان نہ کیا یہاں تک کہ غائب ہو گئے یا مر گئے
تو قاضی انکی ملکیت کی گواہی پھیل کرے گا کہ انے الذخیرہ۔ شمس الاسلام اور جندی کے فتاویٰ میں ہے کہ اگر گواہوں نے
گواہی دی کہ یہ مال معین اس مدعی کا حق ہے اور یہ نہ کہا کہ اسکی ملک ہے تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ نہ مقبول
ہوگی اور بعض نے کہا کہ قاضی کو دریافت کرنا چاہیے کہ حق سے تم نے ملکیت مراد لی ہے یا کچھ اور پس جو کچھ بیان کریں اس پر
ملے یہ چیز کہ ہمیں دے ہو اس مدعی کی ملکیت ملے یعنی یہی حالت میں اس سے ملکیت کے معنی لیے جاوے گی کیونکہ عرف میں یہی ظاہر ہے ۱۲

عمل کرے اور اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرا حق ہے اور ملک ہو نہ کہا تو اس دعویٰ کی صحت میں بھی اختلاف ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور جیسا چاہے گواہی ادا کر دی پھر دوسرے نے گواہی ادا کرنے میں کہا کہ میں بھی اسی گواہ کے مثل گواہی دیتا ہوں تو قاضی قبول نہ کرے گا جب تک کہ ہر ایک گواہ اپنی اپنی گواہی نہ دے اور شمس الائمہ حلوائی نے بیان کیا کہ یہ احتیاط ہے کہ گواہ سے اجمال گواہی میں قبول نہوا اور ہمارے نزدیک اگر ایک گواہ نے گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ میں بھی اسی گواہی دیتا ہوں جو اسے ادا کی ہو تو کافی ہے پھر شمس الائمہ نے بیان کیا کہ مختار یہ ہے کہ اگر گواہ فصیح ہے کہ گواہی کو خوب بیان کر سکتا ہو تو اس سے اجمالاً مقبول نہو گی اور اگر گوار غیر فصیح ہو تو اجمال مقبول ہے بشرطیکہ ایسی حالت ہو کہ اگر قاضی کی کچھری کا ردیال ہو تو وہ خوب بیان کر سکے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس سے بھی اجمال مقبول نہیں ہے۔ اور امام ابو بکر محمد بن ابی سہل ہمدانی نے فرمایا کہ مختار یہ ہے کہ اگر قاضی گواہ کی طرف سے کسی قسم کی جھوٹی گواہی دینے کی خیانت جانتا ہو تو ہر ایک گواہ کو ملحدہ گواہی دینے کی تکلیف دے اور اگر ایسا نہ ہو تو نہیں یہ صدر الشہید کی شرح ادب القاضی میں ہے۔ شمس الاسلام اور حنفی نے فرمایا کہ گواہ کی طرف سے محل گواہی صرف اس طرح مقبول ہے کہ جب سے گواہی دی کہ اس مدعی کا اس ما علیہ پر ایسا ہے کہ جیسا اس گواہ نے بیان کیا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے پھر فرمایا کہ یہ قول اسی صورت میں ہے کہ جب گواہ نے کہا کہ جو پہلے گواہ نے گواہی دی میں بھی وہی گواہی دیتا ہوں یا جو پہلے نے گواہی دی میں بھی اسی کے مثل گواہی دیتا ہوں لیکن اگر گواہ نے کہا کہ میں پہلے گواہ کی گواہی پر گواہی دیتا ہوں تو بالاجماع مقبول نہیں ہے کیونکہ یہ گواہی پر گواہی ہر نفس دعویٰ اور حق پر گواہی نہیں ہے اور اس طرح اگر کہا کہ میں پہلے گواہ کے مثل گواہی پر گواہی دیتا ہوں تب بھی یہ حکم ہے یہ صدر الشہید رحمہ اللہ شرح ادب القاضی میں لکھا ہے۔ اگر گواہ کی گواہی ایک کاغذ پر لکھی گئی پھر اس کو یہ کاغذ پڑھ کر سنایا گیا اور اسے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ تحریر میں نام لیا گیا اور وصف کیا گیا ہے اس مدعی کا اس ما علیہ پر واجب ہے یا یوں کہا کہ یہ مال دعویٰ جو پڑھا گیا یہ چیز اس ما علیہ کے قبضہ میں ناحق ہے پس اس پر واجب ہے کہ اس مدعی کے سپرد کرے پس یہ گواہی صحیح ہے۔ اور شیخ الاسلام ہمدانی نے فرمایا کہ یہ قول ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر کا دعویٰ کیا جو ایک قبائلیں تھیں اور وہ پڑھا گیا پھر گواہوں نے جو بے پڑھے ہیں کہا کہ ہم بھی اس مدعی کیواسطے اس ما علیہ پر ایسی ہی گواہی دیتے ہیں تو انکی گواہی صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے ایک تحریر کی گواہی دی جس کو اس نے اپنی زبان سے پڑھا پھر دوسرے شخص نے پڑھا اور دوسرا گواہ اس کے ساتھ ساتھ پڑھتا جاتا ہے تو یہ صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ علی بن احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ جس میں یا گھر کا دعویٰ کیا گیا ہے اس کے حدود کو جب بھی قبائلیں دیکھتا ہے تو بیان کرتا ہے اور بدو ن دیکھے جیسا چاہے نہیں بیان کر سکتا ہے تو انکی گواہی مقبول ہے یا نہیں پس فرمایا کہ اگر دیکھ کر اس کو یاد کر لیتا ہے تو مقبول نہیں ہے اور اگر اس سے کسی قسم کی مدد لیتا ہے جیسے حافظ قرآن مصحف سے لیتا ہے تو مقبول ہے یہ تاتارخانیہ میں ہے اگر کسی نے دوسرے پر دس درم کا دعویٰ کیا اور گواہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس مدعی کے اس ما علیہ پر بیس درم اس درم ہیں تو گواہی مقبول ہے اور یہی اصح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر فارسی میں دوازدہ درم کا دعویٰ کیا اور گواہ نے گواہی میں کہ دوازدہ درم کہا تو مقبول نہیں ہے اور اس طرح اگر وہ دوازدہ درم یعنی دس بارہ درم کا دعویٰ کیا تو دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اس طرح اگر دعویٰ میں بیان کیا کہ یہ چیز دس بارہ درم سے میری ملکیت ہے تو دعویٰ کی سماعت نہو گی اور اس طرح اگر گواہوں

نے اس طرح گواہی دی تو مقبول نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر مدعی نے کسی شخص پر کسی چیز کے قبضہ کرنے کا دعویٰ کیا اور گواہ نے بیان کیا کہ اس مدعا علیہ نے یہ کہا کہ اس مدعی نے یہ چیز میرے پاس بھیج دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ غلامہ میں لکھا ہے تین شخصوں نے ایک معاملہ میں گواہی دی پھر حکم دینے سے پہلے ایک نے کہا کہ استغفر اللہ میں اپنی گواہی میں جھوٹ بولا اور قاضی نے اسکو سنا مگر یہ نہ معلوم ہو کہ کس گواہ نے کہا پھر قاضی نے اُسے دریافت کیا تو سب نے کہا کہ ہم اپنی گواہی پر قائم ہیں تو مشائخ نے فرمایا کہ قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا اور سب کو اپنے پاس آٹھا دیکھا پھر اگر مدعی دوسرے روز آئے تو شخصوں کو لایا اور انھوں نے گواہی ادا کی تو جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر دعویٰ سے پہلے کسی معاملہ میں گواہی دی پھر دعویٰ بونیکے بعد گواہی دی تو اسکی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے گواہی دی اور ہنوز اپنی جگہ سے نہیں ہٹا ہے کہ اُسے کہا کہ میں گواہی کی بعض باتوں میں ہم میں پر گیا یعنی جسکا ذکر کرنا واجب تھا وہ چھوڑ گیا اور جو چاہیے تھا اُسے بیان کر گیا پس اگر غیر عادل ہو تو قاضی اسکی گواہی کو مطلقاً رد کر دے گا خواہ اُسے مجلس میں بیان کیا ہو یا بعد مجلس کے خواہ شہدہ کی بات میں لکھا ہو یا غیر شہدہ کی بات میں لکھا ہو اور اگر عادل ہو تو سوائے شہدہ کی بات کے مقبول ہوگی مثلاً نام مدعی یا مدعا علیہ کا یا دونوں کی طرف اشارہ کرتا چھوڑ گیا تو مقبول ہو خواہ مجلس قضائیں واقع ہوا یا دوسری جگہ اور اگر ایسی بات میں لکھا ہو کہ حسین لیس کا شہدہ ہے پس اگر مجلس قضائیں میں لکھا ہو تو مقبول ہو اور بعض مشائخ کے نزدیک جو اُسے پہلے بیان کیا تھا مثلاً پہلے ہزار درم بیان کیے تھے پھر کہا کہ پانچ سو درم ہیں میں نے غلطی سے بیان کیا تو پہلے بیان پر قاضی حکم دے گا اور دوسرے مشائخ کے نزدیک جو کہنے دوبارہ کی یا زیادہ بیان کی ہو اُس پر حکم دے گا اور اسی طرف شمس الائمہ خسی نے میل کیا ہے۔ اور اگر مجلس سے چلے جانے کے بعد گواہ عادل نے ایسا بیان کیا تو مقبول نہیں ہو اور اسی طرح اگر دعویٰ کی شے محدود کے حدود میں غلطی کی مثلاً شرعی حد کو عرفی اور عرفی حد کو شرعی بیان کر گیا یا نسب میں غلطی کی مثلاً محمد بن علی بن عمر کی جگہ غلطی سے محمد بن احمد بن عمر بیان کر گیا پس اگر چلے جانے سے پہلے مجلس قضائیں میں لکھا تھا کہ ادا کر لیا تو مقبول ہو ورنہ نہیں۔ اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحم سے روایت کیا گیا ہے کہ غیر مجلس قضائیں میں بھی اُس سے یہ سب باتیں قبول کی جائیں گی اور ظاہر وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا یہ عنایہ اور کافی اور بحر الرائق میں ہے۔ ابن سماعہ رحم نے امام ابو یوسف رحم سے روایت کی کہ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر مال کی گواہی دی پھر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دو شخصوں نے گواہوں پر گواہی دی کہ دونوں گواہوں نے اپنی گواہی سے جمع کر لیا پس اگر رجب جمع کی ضرورت دے والے کو قاضی پہچانتا ہو اور عادل جانتا ہو تو وقت کر گیا اور انکی گواہی کو نافذ نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر کا دعویٰ کیا اور گواہ لایا اور قاضی نے اُسے گواہ باطل قرار دے پھر اُسے بیٹھ کر بعد اس گھر کی دوسرے شخص کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی۔ اور اسی طرح اگر کہا کہ یہ گھر زید کا ہے یہ اسمین کے گھر میں ہے پھر گواہی دی کہ یہ عمر کا ہے مثلاً تو گواہی باطل ہے یہ غلامہ میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں اور اُسکی درخواست سے قاضی نے مدعا علیہ سے قسم لی پھر مدعی گواہ لایا تو حسن بن زیاد رحم سے روایت ہے کہ گواہی مقبول ہوگی اور امام محمد رحم سے روایت ہے کہ مقبول نہ ہوگی اسی طرح اگر مدعی نے کہا جو گواہ ہیں لاؤنگا سب جھوٹے ہیں پھر گواہ لایا تو اس پر بھی ملے قرۃ شہدہ کی بات اقول اس سے مراد ہے کہ جس معاملہ میں شہدہ مسقطی جیسے حدود کو نہیں شہر سے حد ساقط ہو جاتی ہو اور قرۃ شہدہ کے التماس اور استنباط ہو کر

وہی اختلاف ہو کہ حسن بن زیاد نے جو روایت کیا اس کے موافق مقبول اور امام محمد رحمہ سے جو روایت ہے اس کے موافق نامقبول ہیں اور یہی طرح اگر مدعی نے کہا کہ زید کے پاس شلاہ کی گواہی جو میں دعویٰ کرتا ہوں نہیں ہے پھر جب قاضی نے علی علیہ سے قسم لے لی تو مدعی زید کو لایا کہ وہ گواہی دیتا تھا تو ہمیں بھی وہی اختلاف ہوا اور اسی طرح اگر کسی فلاں و فلاں کے پاس میرے مقدمہ کی گواہی نہیں ہے بعد اسکے دونوں کے گواہ ہو گیا مدعی ہوا تو ہمیں بھی اختلاف ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے کہا کہ جس گواہی کو میں قائم کروں گا وہ باطل ہو پس اگر اسے گواہی قائم کوئی تو بالاجماع مسوع منہوگی اور جس لائے حلوانی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ سے اس باب میں مختلف روایات ہیں اور مشہور وہی قول ہے جیسا حسن بن زیاد رحمہ کی روایت ہے اور امام ابو علی نفی کہتے تھے کہ آج کل ہمارا حکم امام محمد رحمہ کی روایت پر ہے کہ مقبول ہوگی اور امام فخر الدین قاضی نے فرمایا کہ فتویٰ مقبول ہونے پر یہ غیاضہ نہیں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے کہا کہ فلاں شخص کی گواہی ہمارے پاس نہیں ہے پھر دونوں نے شکی طرف سے گواہی دی تو منتفی میں مذکور ہے کہ انکی گواہی جائز ہے اور امام محمد رحمہ سے نوادین جو کہ اگر کسی نے کہا کہ کسی امین فلاں شخص کی گواہی میرے پاس نہیں ہے یا کہ مجھے معلوم نہیں ہے پھر اسکے بعد گواہی دی تو جائز ہے یہی طرح اگر دو شخصوں نے کہا کہ ہم فلاں کی طرف سے فلاں شخص پر جو گواہی دیوں یہ جھوٹی ہے پھر اگر گواہی دی اور کہا کہ وقت ہمیں یاد ہے پھر یاد ہوئی تو گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے اس پر ایک شخص کا دعویٰ ہے اور اسکے گواہ موجود ہیں پھر ایک گواہ نے مدعا علیہ کے ایک غلام کی نسبت قاضی کے سامنے کہا کہ یہ وہ غلام نہیں ہے جس میں مدعی نے دعویٰ کیا ہے پھر مدعی نے بعد اسی غلام میں دعویٰ کیا اور اسی گواہ نے جس نے قاضی کے سامنے وہ بات کہی تھی گواہی دی تو بعض نے کہا کہ شکی گواہی نہ قبول کرنا واجب ہے اور بعض نے کہا کہ قبول کرنا واجب ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر ایک غلام کا دعویٰ کیا جو اسکے قبضہ میں ہے اور کہا کہ تو نے میرے ہاتھ اسکو ہزار درہم کو فروخت کیا تھا اور میں نے نشنہ داکر دیا ہے اور مدعا علیہ نے بیع واقع ہونے اور نشنہ لینے سے انکار کیا اور دو گواہوں نے مدعی کی طرف سے گواہی دی کہ بائع نے بیع کا اقرار کیا ہے اور ہم غلام کو نہیں پہچانتے ہیں لیکن بائع نے ہم سے بیان کیا تھا کہ میرا غلام زید ہے اور دوسرے دو گواہوں نے بیان کیا کہ اس غلام کا نام زید ہے یا نہیں نے اقرار کیا کہ اس کا نام زید ہے تو اس گواہی سے بیع تمام منہوگی اور بائع سے قسم لی جائیگی پس اگر اس نے قسم کھائی تو میں اس کو گواہ اور اگر انکار کیا تو انکار سے بیع لازم ہو جائیگی۔ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ بائع نے اقرار کیا کہ میں نے اپنا غلام جس کا نام زید ہے فروخت کیا اور گواہوں نے زید کی طرف حلیہ یا عیب وغیرہ کوئی ایسی چیز کی نسبت کی جس سے اسکی شناخت ہوتی ہے اور یہ سب اس غلام میں پورے ہیں تو امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ پہلی صورت اور یہ صورت قیاس میں برابر ہیں لیکن میں استحساناً دوسری صورت میں بیع کی اجازت دیتا ہوں اور یہی حکم باندی کا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ منتفی میں ہے کہ دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص کا حصہ اس گھر میں ہزار درہم ہے پھر جو دیکھا گیا تو گھر فقط پانچ سو گز ہے یا گواہی دی کہ اس کا حصہ اس قرائع میں دس جرب ہے پھر دیکھا گیا تو قرائع فقط پانچ جرب ہے پس گواہی باطل ہے اور اگر مدعا علیہ نے خود اسکا اقرار کیا ہو تو مدعی کل گھر لے لیگا۔ اور اگر دو گواہوں نے یوں گواہی دی کہ اس مدعی کا گھر اس مدعا علیہ کے گھر میں ہے اور اسکی حد نہ بیان کی کہ کہاں سے کہاں تک ہے تو گواہی باطل ہے یہ محیط میں

۱۱ قرائع زمین ذرا صحت چھین چھینی ہوتی ہے

لکھا ہو۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ عورت اس مدعی کی جو وہی اور اس پر حلال ہو اور نکاح کا ذکر نہ کیا تو مختار یہی کہ جائز ہے یہ خزانۃ المفتیین میں لکھا ہو۔ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ میں نے اُسکے پاس ایک کپڑا دین کیا ہو یا اُسے مجھ سے غصب کر لیا ہو اور گواہوں نے اسکی گواہی دی اور کہا کہ ہم کپڑے کو نہیں پہچانتے ہیں تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور کپڑے کا بیان کرنا ناصواب اور مرتن کے ذمہ ہے مضمرات میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص پر گواہی دی کہ اُس نے اقرار کیا ہو کہ اس فرضہ میں میرا نام عاریتہ ہو اور دراصل یہ مال فلان مدعی کا ہو تو یہ جائز ہو کذا فی الملتقط

چوتھا باب اُن لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی مقبول ہے اور جن کی گواہی نہیں مقبول ہے اور ان میں چند تفصیلین ہیں

فصل اول اُن لوگوں کے بیان میں جنکی گواہی اس سبب سے نہیں مقبول ہے کہ وہ گواہی کے لائق نہیں ہیں ہمارے علم کے نزدیک گونگے کی گواہی جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اندھے کی گواہی نہیں مقبول ہے خواہ وہ گواہی برداشت کرنے کے بعد اندھا ہو گیا ہو یا اُس سے پہلے خواہ گواہی ایسی چیز میں ہو جس میں سُنگر گواہی دینا جائز ہوتی ہو یا ایسی چیز میں نہ ہو اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ایسی چیزوں میں جائز ہے کہ جن میں سُنگر گواہی دینا جائز ہے اور جن چیزوں میں فقط سننا گواہی کے واسطے کافی نہیں ہے ان میں بھی اگر گواہی برداشت کرنے کے وقت آنکھوں والا تھا اور گواہی ادا کرنے کے وقت اندھا ہو گیا تو جائز ہے بشرطیکہ اُسکے نام و نسب سے واقف ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہو اور یہ حکم اُس وقت ہے کہ جس چیز میں گواہی دینا ہو انکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اگر ایسی چیز ہو جسکی طرف اشارہ کرنے کی ضرورت ہو تو بالاجماع ناجائز ہے یہ بدائع میں لکھا ہو۔ اور اگر ادا کرنے کے بعد حکم قضا جاری ہونے سے پہلے اندھا ہو گیا تو حکم دنیا منع ہو گا لیام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک یہ کافی میں لکھا ہو۔ اندھے نے اگر گواہی دی اور گواہی رد کر دی گئی پھر وہ دینا ہو گیا اور یہی حادثہ میں اُسے پھر گواہی ادا کی تو قبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ لڑکوں اور مجنونوں کی گواہی مقبول نہیں ہے اور بیوقوف مثل مجنون کے ہے۔ اگر ایک شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہو اور کبھی اچھا ہو جاتا ہو اور اُس نے افاقہ کی حالت میں گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اور شمس الائمہ علموائی نے بیان کیا کہ اگر ایک شخص دو دن مجنون رہتا ہو یا اس سے کم پھر یہی قدر افاقہ رہتا ہو اور اُس نے افاقہ کی حالت میں گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو فقط عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہے مگر دانی کی گواہی پیدا ہونے میں نسب کے باب میں مقبول ہوگی نہ میراث کے باب میں یہ فتاویٰ قاضی خانین لکھا ہو اور جو معاملہ طویل میں باہم لڑکوں میں واقع ہوتا ہو کچھ بھی یہی حکم ہے۔ اور جو حام میں واقع ہو اُس میں عورتوں کی گواہی نامقبول ہے اگرچہ حاجت پڑے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور ایسے ہی قیدیوں میں جو باہم قید خانہ میں واقع ہو ایک پر دوسرے کی گواہی نامقبول ہے۔ اور ایسی عورتوں کی گواہی بھی کی مان کے پیٹ سے جدا ہونے کے وقت رونے میں یا اُس وقت سے کسی عضو کی جنبش کرنے میں پھر نہ پڑھی جائے کیواسطے بالاجماع مقبول ہے اور میراث کیواسطے مقبول ہونے میں چنانچہ ہے امام ابو حنیفہ رحمہ نے فرمایا کہ قبول نہ ہوگی اور دومر دیا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہیے ہیں اور صاحبین رحمہ نے فرمایا کہ ایک عورت عادلہ ہو تو صرف اُسی کی گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہو اور یہی ارجح ہے فتح القدیر میں لکھا ہو اور عورتوں کی

گواہی مان کے پیٹ سے جدا ہونے سے پہلے جنبش کرنے پر صاحبین رحم کے نزدیک اور ایک مرد و عورتوں یا دو مرد کی گواہی جدا ہونے سے پہلے بچہ حرکت کرنے پر یا جدا ہونے کے وقت حرکت کرنے پر بالاجماع نہیں مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے چونکہ کے معاملہ میں ہاتھ کاٹنے کے واسطے عورتوں کی گواہی مقبول نہیں ہے اور مال کی ضمانت کے واسطے مقبول ہے یہاں تاہم غلامین ہر ایک شخص نے کہا کہ اگر میں شراب پیوں تو یہ میرا غلام آزاد ہو پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے اس کے شراب پینے پر گواہی دی تو اس کا غلام آزاد ہو جائیگا اور اس گواہی پر غلام نہ ماری جاوے گی اور یہی طرح اگر چوری کرنے کی شرط لگائی تو بھی غلام آزاد ہو گا اور ہاتھ نہ کاٹا جائیگا یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ ملوک کی گواہی خواہ وہ محض غلام ہو یا مدبر ہو یا مکاتب یا ام ولد ہو مقبول نہیں ہے اور جس غلام یا باندی کا کچھ حصہ آزاد کیا گیا ہو اس کا بھی امام اعظم رحم کے نزدیک یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی عظیم لکھا ہے جس شخص کی گواہی بسبب ملوک ہونے یا کفر یا بچپن کے رد کردی گئی ہے یا تین جاتی زمین اور اسے ادا کی تو مقبول ہوگی اور اگر بسبب فسق کے یا میان بی بی ہونے کے یا غلام کی گواہی اپنے مالک کے واسطے یا مالک کی گواہی اپنے غلام کیسے واسطے تھی اور لہذا کوئی بچہ یہ سبب جاتا رہا تو گواہی ادا کرنے سے مقبول نہ ہوگی اور اگر غلام نے اپنے مالک کیسے واسطے گواہی کو اٹھایا یا میان بی بی میں سے ایک سے دوسرے کی گواہی برداشت کی ہے پھر بعد آزاد ہونے یا جدائی ہو جانے کے ادا کی تو مقبول ہوگی اور یہی طرح اگر حالت ملوکیت یا کفر یا بچپن میں گواہی کا تحمل کیا پھر ان چیزوں کے زائل ہونے کے بعد گواہی ادا کی تو مقبول ہوگی واسطے کہ ادا کرنے کی حالت کا اعتبار ہو اور اس وقت کوئی مانع نہیں پایا جاتا ہے یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر کسی اپنی چوری کے معاملہ میں کسی طرف سے گواہی دی اور نہ قبول نہ ہوئی تھی اور نہ رد ہوئی تھی کہ دونوں میں جدائی واقع ہو گئی تو امام اعظم نے یہ صورت ذکر نہیں کی ہے اور امام ابو یوسف رحم سے روایت ہے کہ قاضی اس گواہی پر حکم نہ لگے کہ اگر دوبارہ ادا کرے یہ محیط میں لکھا ہے

دوسری فصل ان لوگوں کے بیان میں جن کی گواہی بسبب فسق کے مقبول نہیں ہے جو شخص اعلان کے ساتھ کبیرہ گناہ کرے اس کی گواہی مقبول نہ ہونے پر اتفاق ہے اور بھی اگر صغیرہ گناہ میں فسق کے طور پر اعلان کرے کہ کسی شاعت سے لوگ فاسق نام رکھتے ہیں تو اس کی گواہی نام مقبول ہے اور اگر ایسا نہ ہو سکی صلاحیت فساد سے زیادہ اور خطا سے زیادہ صواب ہو اور سادہ دل نہ ہو تو عادل ہوگی گواہی مقبول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور امام ابو یوسف رحم سے روایت ہے کہ اگر فاسق لوگوں کی نظر میں وجہ ذی مروت ہو تو اس کی گواہی مقبول ہے اور صحیح ہے کہ نہیں مقبول ہے یہ کانی میں ہے۔ مرنو لکھا ہے کہ کی گواہی جو سود کھانے میں مشہور اور اسپر جا ہو مقبول نہیں ہے یہ مبوط میں لکھا ہے۔ جو شخص حرام کھانے میں مشہور ہو گیا گواہی مقبول نہیں ہے یہ جو ہر نہ میں ہے۔ یتیم کا مال کھانے والے کی گواہی ایک بار کھانے سے رد کردی جائے گی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ دائمی شراب خواہ کی گواہی جائز نہیں ہے یعنی اگر اسے ایک مرتبہ شراب پی اور کسی نیت میں ہے کہ اگر کبھی پائے گا تو پیوگا تو وہ دائمی شراب خواہ ہوگی گواہی جائز نہیں ہے اور شمس اللامہ خراسی نے فرمایا کہ اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ لوگوں پر ظاہر کرے یا نشہ میں باہر نکلے کہ اس سے لڑکے مسخرہ پن کریں اور بدون اس شرط کے ایسا نہیں ہے حتیٰ کہ پوشیدہ شراب پینا عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہے اور اصل میں مذکور ہے کہ ہمیشہ نشہ میں رہنے والے کی گواہی ناجائز ہے اور اس سے مراد شراب لے کر حد النحر حد شراب خواری نہ ہوگی کیونکہ وہ عورتیں ایک گواہ کے بجائے ہیں اور تو چوری یعنی اگرچہ کر دن تو میر غلام آزاد ہو پھر یہی طرح گواہی ہوگی

کے سوا باقی نشہ میں یہ محیط میں لکھا ہوا اور اگر دوا کی غرض سے نشہ پیا تو عدالت کو ساقط نہیں کرتا ہے یہ پھر لائق میں لکھا ہے اور شخص بدکاروں اور میا کون و شراب خواروں کی مجلس میں بیٹھتا ہوا اگرچہ شراب نہ پیتا ہو مگر گواہی مقبول نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے جو شخص ایسے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو میں بخدا رسی جاتی ہے تو اس کی گواہی سبب فسق کے مقبول نہ ہوگی یہ ہدایہ میں لکھا ہے جس فرض حیر کا وقت معین ہے جیسے روزہ و نماز جب اس میں بلا عذر تاخیر کرے بگا عدالت ساقط ہو جائیگی اور جس فرض کا وقت معین نہیں ہے جیسے زکوٰۃ و حج تو ہیشام نے امام محمد سے روایت کی کہ اس کی تاخیر سے عدالت ساقط نہیں ہوتی ہے اور اسی کو محمد بن مقاتل نے لیا ہے اور بعضوں نے لیا ہے کہ بلا عذر تاخیر کرنے سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے اور اسی کو فقہ ابو ہریرہ نے اختیار کیا ہے اور امام غزالی نے فرمایا کہ فتویٰ ہے کہ بلا عذر زکوٰۃ کی تاخیر سے عدالت ساقط ہوتی ہے اور اسی کو فقہ ابو ہریرہ نے لیا ہے اور حج کی تاخیر کرنے سے ساقط نہیں ہوتی ہے خصوصاً ہمارے زمانہ میں یہ ضرورت میں لکھا ہے اور صحیح ہے کہ زکوٰۃ کی تاخیر سے عدالت نہیں باطل ہوتی ہے اور اگر جمعہ کو تین دفعہ ترک کیا تو فاسق ہو گیا ایسا ہی جنس مباح میں مذکور ہے اور اسی کو شمس الائمہ خسی نے لیا ہے اور بعض مقام پر ہے کہ اس سے عدالت جاتی رہتی ہے اور تقدیر و رد کا ذکر نہیں ہے اور شمس الائمہ جلوائی نے لیا کہ اسی پر فتویٰ ہے اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب جمعہ کو میا کی اور بے رفتی سے ترک کیا ہو کہ اس میں کچھ عذر نہ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر عذر سے ترک کیا مثلاً بیمار ہو یا شہر سے دور ہو یا اس میں تاویل سے کہ وہ امام جمعہ کو فاسق کہتا ہو علیٰ ہذا تو اس کی گواہی مرود نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کسی نے جماعت کی نماز اس وجہ سے ترک کی کہ عام لوگوں کے مانند جماعت کی غفلت اسکے میں نہیں ہو یا میا کی یا فسق کی وجہ سے ترک کی تو اس کی گواہی جائز نہیں ہے اور اگر اس میں تاویل سے ترک کی کہ امام جماعت مرفاسق ہو اس کی اقتدا کر وہ ہو اور اسکا بدلنا اسکے اختیار میں نہیں ہے سلیسے نے تنہا اپنے گھر میں بڑھ لی یا امام کو گمراہ کہتا ہو اور اس کی اقتدا جائز نہ سمجھتا ہو تو اس سے عدالت ساقط نہ ہوگی کذا فی محیط و شخصوں نے ایک شخص کو گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو اپنی بیماری میں تین طلاق دی تھی اور ہم کو اس سے ہلے گواہ کر لیا تھا لیکن کہا تھا کہ تم پوشیدہ رکھو پس ہم نے گواہی کو چھپایا تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہے کہ یہ دونوں نے گواہی چھپانیکا خود اقرار کیا اور فاسق ہو سکا و فاسق کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ واقعات حاسیہ میں ہے ابوالقاسم سے روایت ہے کہ ایک عدالت کی طلاق یا باندی کی آزادی پر شخصوں نے گواہی دی اور کہا کہ یہ شروع سال میں وقع ہوا تو گواہی جائز ہے اور تاخیر سے ان کی گواہی میں خرابی نہیں ہوتی ہے اور مولانا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خرابی ان کی چاہیے کیونکہ جب تک معلوم ہو کہ باوجود طلاق و عتاق کے شخص عورت کو بطور بی بی یا باندی کے رکھتا تو گواہی اور اگر بی بی الفیور چاہیے تھی کیونکہ انسی گواہی کی واسطے دعویٰ شرط نہیں ہے اور جب انہوں نے تاخیر کی تو فاسق ٹھہرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ حقوق البیہ

۱۰۰۰ عدالت اشارہ ہو کہ بقول فتا کبیرہ گناہ چھو میں عدالت جاتی ہے ۱۰۰۰ عدالت میں میں مرتکب کیا پس مطلق ایک مرتبہ ترک کرنے کو بھی شامل ہے قول بارہند وستان میں البطل شرط جمعہ میں بنا بر اجہادات کے اختلاف شدید ہے جو حق کے علاج الدلایہ میں ہے کہ جس ملک پر مشرکین حکم ہوں گے ان مسلمان ایک مجلس جویت نظر اقامت جمعہ و عیدین کریں تو جائز ہو جائے حتیٰ کہ بدولت کے جماعت کثیر نے ادا میں اہل کیا اور چار کھت بنیت غزل وقت لازم کی پس ابھی رست میں ترک پر حکم نہیں ہو سکتا و اللہ تعالیٰ اعلم و اس وقت میں جو کثرت ہیں جن سے ان حکام میں تفصیل ہے اور اس حاشیہ میں بیان کی گنجائش نہیں اللہ تعالیٰ اعلم

ہیں اگر دعویٰ نہ گواہ سے گواہی طلب کی اور اسے بدون کسی ظاہری عذر کے تاخیر کی پھر اسکے بعد گواہی ہی تو اسکی گواہی نامقبول ہوگی کیونکہ بلا عذر تاخیر کرنے سے فاسق ہو گیا یہ ظہیر یہ بین لکھا ہے جواری کی گواہی خواہ اسنے شرط پنج سے جو اکیلے یا کسی اور چیز سے مقبول نہیں ہو اور اگر شرط پنج بدون جوے کے کھیلے پس اگر ایسی لٹ ڈالی کہ اسکی نماز بھی غفلت میں جاتی پڑتی ہو یا شرط پنج میں جھوٹی قسم کھاتا ہو تو اسکی گواہی مقبول نہیں ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہے تندیہ میں ہو کہ جو شخص شرط پنج کیلئے گواہی طلب نہیں ہو کہ ذاتی لہذا اور جو شخص نہ دینی چوسر کھیلتا ہو وہ ہر حال میں مردود الشہادۃ ہو اگر کوئی شخص کسی امین مبتلا ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر کھیل اسکو فرض واجب سے باز نہیں کرتا ہو پس اگر لوگ اسکو بہتر جانتے ہیں جیسے بانسری اور طنبورہ وغیرہ تو اسکی گواہی ناجائز ہو اور اگر لوگ اسکو بدتر جانتے ہوں جسے خوش آواز سی وغیرہ تو گواہی جائز ہو لیکن اگر اسکے ساتھ فحش ہوتا ہو مثلاً لوگ ناچتے ہوں تو کبیرہ گناہ میں داخل ہوگا اور عدالت ملاحظہ ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ جو شخص گنبد یا کھیلتا ہو اسکی گواہی جائز ہو یہ یقیناً میں لکھا ہوا ہے والے اول مشعور کی گواہی مقبول نہیں ہو یہی شرح ہدایہ میں لکھا ہے جو شخص کبوتر اڑاتا ہو اسکی گواہی مقبول نہیں ہو مگر جو شخص کبوتروں کو شکاری کے اور رفع وحشت کی واسطے پالتا ہو اور اڑانے کی اسکی عادت نہیں ہو تو وہ عادل اور مقبول الشہادۃ ہو یہ مبسوط اور کافی اور قادی قاضی خان میں لکھا ہے لیکن اگر یہ کبوتر دوسرے کے کبوتروں کو اپنے ساتھ لگالتے ہوں اور وہ اسنے انکو نسلوان میں بچہ دین اور شیخ انکو کھاوے اور فروخت کرے تو گواہی مقبول نہیں ہو اور جو شخص لوگوں کی واسطے گانا ادا انکو سنانا ہو اسکی گواہی مقبول نہیں ہو لیکن اگر اپنے آپ کو سنانے کے لیے ہوتا کہ اس سے وحشت زائل ہو بدون اسنے کہ دوسرے کو سناوے تو درہنہ ہوا اور صحیح قول کے موافق اسکی عدالت ملاحظہ ہوگی یہ بین میں لکھا ہے اور ایسی عورت کی گواہی جو دوسروں کو اپنا گانا سناوے اگر چاہے اسے نہ گاوے مقبول نہیں ہو یہ شرح ابوالکلام میں لکھا ہے اور ایسی عورت کی گواہی جو دوسروں کی مصیبت میں نوحہ سے روتی ہو اور اپنے اپنی کمائی مقرر کر لی ہو مقبول نہیں ہو کہ ذاتی محیط اور جو عورت اپنی مصیبت میں نوحہ کرتی ہو پس اسکی گواہی مقبول ہو یہ سراج الوباح میں لکھا ہے اور اس مخنث کی گواہی کہ جو بڑا کام کرے اور عذر اپنی آواز کو نرم بناتا ہو مقبول نہیں ہو اور اگر کسی کی آواز میں پیدائشی نرمی ہو اور پیدائشی اسکے اعضا میں کسر ہو پنی ڈھیلا پن ہو اور خود کمر نہ چلے اور اس سے کسی قسم کے برے افعال مشہور نہ ہوے ہوں تو اسکی گواہی مقبول ہو یہ بین میں لکھا ہے اور داعر کی گواہی مقبول نہیں ہو اور داعر اسکو کہتے ہیں جو فاسق ہو اور ہنگ حیرت کرے اور اپنے افعال کی کچھ پروا نہ کرے یہ ذخیرہ بین لکھا ہے قال المرتضیٰ حمید گدراہ کہ داعر وہ شخص ہے جس سے لوگوں کے مال و جان کا خوف ہو اور ہمان جو تعریف مذکور ہوئی دونوں کا حاصل ایک ہو جو شخص غافل شدید ہو اسکی گواہی نامقبول ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہے جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اسکی کچھ عدالت نہیں ہو اور نہ اسکی گواہی مقبول ہو اور یہ ہمیشہ کے واسطے ہو اگر چہ اسنے توبہ کر لی ہو بخلاف ایسے شخص کے جو سو سے جھوٹ بولا یا ایک بار اس میں مبتلا ہو پھر توبہ کر لی

۱۷ گنبد لامراد چوگان ہے جو سپہ گری کے واسطے عمر ہے اور اس سے کھیل مقصود نہیں ہے ۱۸ مشہور شعبہ باز جو لوگوں کو نظر بندی وغیرہ کے بانٹوں کے تاشے دکھلاتے ہیں ۱۹

یہ بدلے میں لکھا ہے جو شخص عادل مشہور ہو اگر اسے جھوٹی گواہی دی پھر توبہ کر لی تو بعد کو اسکی گواہی قبول ہوگی اور اسی
قبول پر اعتماد ہو یہ خزانہ الفتین میں لکھا ہے۔ فاسق نے اگر توبہ کی تو اسکی گواہی فی الحال مقبول نہوگی جب تک کہ سہ قدر
زمانہ نہ گزر جائے کہ توبہ کا اثر کھلے اور اس زمانہ کی مقدار میں صحیح قول یہ ہو کہ قاضی کی رے پر ہو اور غیر عادل نے
اگر جھوٹی گواہی دی پھر توبہ کر لی تو اسکی گواہی جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے جس شخص کو زنا یا چوری یا غیر ان کی
میں حد ماری گئی ہو پھر اسے توبہ کر لی تو بالاعمال اسکی گواہی مقبول ہوگی یہ بدلے میں لکھا ہے۔ اور جس شخص کو زنا کی
تہمت لگانے میں حد ماری گئی ہو اسکی گواہی نامقبول ہو اگرچہ اسے توبہ کر لی ہو یہ بدلے میں لکھا ہے۔ اور صحیح
نہیب چارے نزدیک یہ ہو کہ حد مارے جانے کے بعد اگر چار گواہوں نے اسکی سچ بولنے پر گواہی دی تو مقبول
ہوگی اور وہ شخص مقبول الشہادۃ ہو جائیگا یہ مہبوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو تھوڑی حد ماری گئی تھی کہ تمام پہنے سے
پہلے وہ بھاگ گیا تو ظاہر الروایت کے موافق پوری حد مارے جانے سے پہلے اسکی گواہی مقبول ہو اگر زنا کی
تہمت لگانے میں کافر کو حد ماری گئی پھر وہ مسلمان ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول ہوگی بخلاف غلام کے کہ اسکو حد
ماری گئی پھر وہ آزاد ہو گیا تو اسکی گواہی مقبول نہیں ہو لیکن اگر حالت کفر میں اسے زنا کی تہمت لگائی اور حالت اسلام
میں اسکو حد ماری گئی تو ہمیشہ کیواسطے اسکی گواہی مردود رہی اور اگر تھوڑی حد حالت کفر میں ماری گئی پھر قاتی حد حالت
اسلام میں تو ظاہر الروایت کے موافق ہمیشہ کیواسطے اسکی گواہی مردود نہوگی حتیٰ کہ اگر اسے توبہ کر لی تو گواہی مقبول ہوگی
انڈانی جو ہرۃ النیرہ اور یہی حکم ظاہر الروایت کا ٹھیک ہے یہ بدلے میں لکھا ہے۔ شاعر اگر چہ کیا کرتا ہو تو اسکی گواہی مقبول
انہیں ہو اور اگر سب کرتا ہو اور اگر شریعت کی سچی ہوتی ہو تو مقبول ہوگی یہ تا تا رخانہ میں لکھا ہے۔ موصیٰ نے اگر ایسا شعر پڑھا
کہ جس میں فحش ہو تو اسکی عدالت باطل نہوگی کیونکہ اسے غیر کا کلام پڑھا اور شخص عرب کے شعرون کی تعلیم کرتا ہو اگر زبان عرب
اسکھانے کی غرض سے پڑھتا ہو تو اسکی عدالت باطل نہوگی اگرچہ اسکا مضمون فحش ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک
شخص اپنے اہل و عیال مملوکوں کو گالی دیتا ہو پس اگر کبھی اس سے ایسا امر یعنی برا کہنا صادر ہوا تو اسکی عدالت ساقط نہوگی
کیونکہ اگر انسان اس سے خالی بن جائے اور اگر اسکی عادت ہو تو عدالت ساقط ہوگی یہ واقعات حسامیہ میں لکھا ہے اور یہی حکم اس
شخص کا ہو جو اپنے جائزہ مثلاً گھوڑے کو گالیان دیتا ہو یہ فتح القدیر میں لکھا ہے اور جو شخص سلف کو اور وہ صحابہ اقبالیہ میں اور
ابو خلیفہ اور جنکے صحابہ میں برا کہتا ہو اور ظاہر میں کہتا ہو اسکی گواہی مقبول نہوگی یہ نہایہ اور فتح القدیر میں لکھا ہے فرمایا کہ اگر
کسی شخص کا حال تبدیل کر کے الزام سے دریافت کیا گیا اور انھوں نے کہا کہ ہم اسکو بہت جانتے ہیں کہ وہ صاحب سول اللہ صلعم کو
لیکھتا ہے تو ہمیں قبول کر دینا اور اسکی گواہی کو جائز رکھو گا اور اگر انھوں نے کہا کہ ہم اسکو فسق و فجور میں جانتے ہیں اور گمان
خالص ہے کہ ہم نے اسکو کبھی نہیں دیکھا تو قبول نہ کر دینا اور اسکی گواہی کو جائز نہ رکھو گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ مسلمانوں میں جو گمراہ
یعنی فرقہ پرستان سے سوائے فرقہ خطاطیہ کے باقی گمراہوں کی گواہی مقبول ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور شیخ الاسلام نے فرمایا کہ
اسے ہم نے نہیں دیکھا مگر کئی نہیں ہو چکا تحقیق ہوا فحش و فجور خالی بگمان کافی ہو ۱۱۰۰۰ خطابیہ میں پھر نے لکھا کہ یہ خطاب کو نہ کسی شخص کا تھا
اسنے اپنے ابوبکر کو فحش لکھا یا اور کہا کہ انہوں کے واسطے تیرے سے جھوٹ گواہی دینا حلال ہے ۱۱

اہل ہوا کی جو دین میں بدعت کے پابند ہیں انکی گواہی مقبول ہو بشرطیکہ انکی بدعت کفر نہ ہو اور وہ شخص مبراک نہ ہو اور اپنے دین میں
مبراک نہ ہو اور یہی صحیح ہو کہ لائق الحیظ اور جو شخص یا جی کام کرتا ہو جیسے رہتہ پریشاب کرنا یا کھانا تو انکی گواہی مقبول
نہیں ہو یہ پابند ہیں لکھا ہو اور جو شخص یا زار میں لوگوں کے درمیان میں کھانا ہو اسکا بھی یہی حکم ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو
جو شخص نے سری سے زائد کھانا کھایا اکثر لوگوں کے نزدیک اسکی عدالت ساقط ہوئی یہ زائد ہی میں ہو مناقب یا خلیفہ میں لکھا ہو کہ
انجیل کی گواہی مقبول ہو یہ محیط میں ہو کہ کسی نے ذکر کیا ہو کہ جو شخص فقط پا کجا پہنے ہوئے راہ میں چلتا ہو انکی گواہی مقبول
ہو کہ لائق النساء جو شخص تمام میں نگاہے لنگی اندھے جاتا ہو اگر اس حرکت اسکا باز آنا نہ معلوم ہو تو انکی مقبول نہیں ہو قادی قاضی خان
میں ہو کہ ان سے منقول ہو کہ اگر کوئی بڑھا لوگوں کے مجمع میں نوجوانوں سے کشتی کرے تو انکی گواہی مقبول ہو یہ غایت البیان شرح
ہو یہ میں ہو جو بزرگ صلاحیت میں مشہور ہو اگر کسی نے مکتبہ کے رستے میں اپنے بیٹے سے نفقہ کا حساب کیا تو عدالت ساقط ہو
یہ زائد ہی میں لکھا ہو طفیلی اور گزشتہ کئے والے اور سفر کی گواہی بلا خلاف نامقبول ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہو **قال مترجم**
طفیل ایک شخص نہ کا شاعر تھا کہ بے بلا سے ممانی میں جاتا تھا اور طفیلی ہی کی طرف منسوب کفن جینے والے کی گواہی مقبول
نہیں ہو شمس اللہ نے فرمایا یعنی جب صبح کو اسی کام میں مشغول ہو اور زخمی یاروں کا انتظار کرے اور اگر وہ کپڑے چتھا
ہو اور اس کفن میں خریدے جاویں تو گواہی جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو جو کوئی شخص تصویروں کے کپڑے فروخت کرتا
یا بتا ہو انکی گواہی مقبول ہو یہ محیط میں قضیہ سے لایا ہو اگر کوئی امیر نوادہ غیر کسی شہر میں داخل ہوا اور لوگ مکمل کر
راہوں پر اسے کھینے کو بیٹھے خلف نے کہا کہ اگر بیرون اعتبار حال کر نیکی غرض کے ایسا کیا تو عدالت جاتی رہی ورنہ میں
اور قادی ہندیکانہ اسوا سے نہیں نکلتے کہ جو قیصر کے لائق ہو انکی قیصر کرین یا عبرت پیدا کرین تو انکی عدالت
باطل ہوگی یہ قادی ہندیکانہ اور قادی قاضی خان میں لکھا ہو جو شخص نے ختنہ کرانے کو حقیر جانکر نہ کر لیا اسکی گواہی مقبول
نہیں ورنہ مقبول ہو یہ ہادیہ میں ہو خصوصی کی گواہی مقبول ہو یہ محیط میں لکھا ہو ولد الزنا کی گواہی زنا وغیرہ میں مقبول ہو
فتح القدیر میں لکھا ہو غشی مشکل کی گواہی جائز ہو اور وہ عورتوں کے حکم میں ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو غشی مشکل
کی گواہی حدود قصاص میں عورتوں کے مانند مقبول نہ ہونا چاہیے یہ غایت البیان میں ہو حال لوگ اگر عادل ہوں لوگوں کے
مال احق نہ لیتے ہوں انکی گواہی مقبول ہو اور اگر عادل ہوں لوگوں سے ناخس لیتے ہوں تو نامقبول ہو اور یہی صحیح
ہو کہ لائق الحیظ قبائلیہ میں کی گواہی مقبول ہو اور یہی صحیح ہو اگر غالباً انکی حالت صلاحیت کی مویدہ ذخیرہ اور غیاثیہ
فتح القدیر میں ہو ایسے میں اور جانی کی گواہی جو شہر یا محلہ میں سے جباہت وصول کرتا ہو مقبول ہو جو جس صرافے
پاس جمع کرتا ہو اور وہ خوشی سے لے لیتا ہو انکی بھی گواہی نامقبول کہ وہ صدر حسام الدین یہ محیط میں لکھا ہو جو لوگ
ذلیل ہونے میں جیسے جہلاہد و حمام وغیرہ اس میں ہو کہ انکی گواہی مقبول ہو کیونکہ بعض صاحبین نے اسکو کیا ہو پس
جب تک کوئی ظمن کی وجہ ظاہر نہ ہو تو صرف ظاہر نہیں ہوگا اور یہی حکم نصابیوں اور دلالوں کا ہو کہ لائق فتح القدیر

۱۱ اعتبار عبرت فاصل کرنا کہ دنیا میں فقط ان جاویرون وغیرہ کے لیے آخرت سے فاسل ہو گیا ۱۱

۱۲ عالی وہ شخص جو کس سلطانی وصول کرنے پر مقرر ہو کیونکہ اکثر وہ ظلم کرتے ہیں ۱۲

مشرقی فصل ان لوگوں کے بیان میں خبی گواہی بسبب تہمت کے نامقبول ہو یا تناقض کلام یا حکم قضا کے نقصان لانے سے مقبول نہیں ہوتی ہو والدین کی گواہی اپنے بیٹے یا پوتے پر رونے وغیرہ کے واسطے مقبول نہیں ہو اور نہ اولاد کی گواہی اپنے باپ اور ان یا دادا دادی وغیرہ کے واسطے جو والدین کی طرف سے ہوں مقبول ہو **قال المسترحم** والدین کی طرف سے یہ مراد ہو کہ باپ کی طرف سے دادا دادی یا پرداد وغیرہ اور ماں کی طرف سے نانا نانی وغیرہ سب کو شامل ہو اور مرد کی گواہی اپنی جہت کے لیے نامقبول ہو اگرچہ وہ ملوک ہو اور جہر کی گواہی اپنے شوہر کے لیے اگرچہ ملوک ہو یا مقبول ہو یہ حاوی میں لکھا ہو مرد کی گواہی ایسی جو رو کے حق میں جسکو سننے طلاق بائن فی اور وہ حدت میں بھی ہو یا مقبول ہو یہ خلاصہ میں ہے اگر ایک شخص نے ایک عورت کے واسطے کسی حق میں گواہی دی پھر اس سے نکاح کر لیا تو گواہی باطل ہو گئی یہ فتاویٰ ہندی خان میں لکھا ہو اگر مضامعی یعنی دو دفعہ بلائی کے رشتہ سے اولاد یا ماں باپ ہوں تو ان کے حق میں گواہی دنیا جائز ہو یہ حاوی میں ہے جو بیٹے کی گواہی مقبول ہو یہ قلیہ میں لکھا ہو بھائی کی گواہی اپنی بہن کی واسطے مقبول ہو یہ محیط خسر میں ہے جو بھائی کی گواہی اپنے بھائی کی واسطے اور اسکی اولاد کی واسطے اور چچا اور اسکی اولاد کی واسطے اور ماموں کی واسطے اور خالہ اور بھوپھی کے واسطے جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر اپنی ساس یا خسر یا داماد یا سوتیلی ماں یا سگی سالی کے واسطے گواہی دی تو جائز ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اگر کسی شخص نے اپنے پوتے کی طرف سے اپنے بیٹے پر گواہی دی تو جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے اپنی عورت سے تہمت لگا کر لعان کیا اور دونوں میں جدائی ہو گئی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کی گواہی یا اسکی ام ولد کا لڑکا جو اسکے فراش سے پیدا ہوا مگر اسے اس سے انکار کیا اسکی گواہی اس شخص پر جائز نہیں ہو کہوں کہ اس لڑکے کا نسب شوہر یا مالک باندی سے لعان اور انکار سے پہلے ظاہر میں ثابت تھا اور لعان یا انکار سے اگرچہ میراث یا فقہ کے احکام میں جائز یا نہیں دوسرے بعض احکام میں بحال کیا جائیگا مثلاً گواہی ناجائز ہو یا اس سے نکاح حرام ہو یا اسکو زکوٰۃ دینی ناجائز ہو یا اگر کوئی شخص اسکو اپنی طرف نسبت کر دے تو صحیح نہیں ہو اگرچہ یہ سبکی تصدیق کرے اور اگر لعان کر نیوالا یا منکر اسکو اپنی طرف منسوب کرے تو نسب ثابت ہو جائیگا اور ان احکام میں ہم نے نسب کو امر حرمت کے حقیقہ کی واسطے باقی رکھا ہو یہ محیط خسر میں لکھا ہو اور ملاعن کے لڑکے کی اولاد کی گواہی بھی اسکے حق میں جائز نہیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو اور لعان کر نیوالے کی گواہی اس لڑکے کے حق میں جس سے انکار کیا ہو یا مقبول ہو کفانی فتح القدیر ایک شخص نے دو جڑے لڑکوں میں سے ایک کو فروخت کیا پھر اسکے مشتری نے اسکو آزاد کر دیا پھر اسے اپنے کی طرف سے گواہی دی تو مقبول ہوگی پھر اگر بائع نے دوسرے لڑکے جوڑے یا کے نسب کا اپنی طرف دعویٰ کیا یعنی یہ میرا لڑکا ہو تو دونوں کا نسب بائع سے ثابت ہوگا اور بیع اور آزاد کرنا اور حکم قضا سب باطل ہو جائیگی یہ کافی میں لکھا ہو کسی شخص کی گواہی اپنے ملوک اور برادر مکاتب و رام ولد کے واسطے جائز نہیں ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اجیر کی گواہی اپنے استاد کی طرف سے جائز نہیں ہو اور اجیر سے وہ اجیر مراد ہو جو اسکے ساتھ کھاتا پیتا ہو اور اسکی پرورش میں ہو اور اسکی کوئی اجرت مقرر نہیں ہے

۱۵ ریب وہ لڑکا یا لڑکی جو زوجہ اپنے پہلے خاندن سے ساتھ لائی ہو ۱۶ لعان یعنی اپنی زوجہ کے پیٹ کو نہ ملے تبلا یا حتم

۱۷ کقاضی نے دونوں میں لعان کر کے دو دنوں میں جدائی کرادی اور بچہ کو ان کی طرف منسوب کیا بدو ن باپ کے ۱۸

لیکن اگرچہ شرک ہو اور سنے متاجر کے لیے گواہی ہی تو مقبول ہے۔ اور جو اجیر لیا ہو کہ سکور و زانہ یا ماہواری یا سالانہ پر مقرر کیا ہو اور اجرت ٹھہری ہوئی ہو تو اتھسنا اسکی گواہی مقبول نہیں ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے استاد اور متاجر کی گواہی مقبول ہے یہ فتح القدیر میں ہے جو شے اجرت پر لی ہو اسکی گواہی متاجر کو اجرت پر دینے والے کی طرف سے یا مانگنے والے کو مانگنے دینے والے کی طرف سے دینا مقبول نہیں ہے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے منتفی میں مذکور ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک گھر ایک مہینہ کی اجرت پر لیا اور پورا مہینہ اس میں پھر ایک عی پیدا ہوا اور متاجر نے اور اسکے ساتھ دوسرے شخص سے قاضی کے سامنے گواہی ہی تو قاضی مدعی سے اجارہ کو دریافت کر گیا کہ تیرے حکم سے تھا یا نہ تھا اگر اس نے کہا کہ میرے حکم سے تھا تو متاجر کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ اس نے اجرت کی چیز کی گواہی اجرت پر دینے والے کی طرف سے ادا کی اور اگر اس نے کہا کہ میرے حکم سے نہ تھا تو مقبول ہوگی کیونکہ اسکے حق میں وہ متاجر نہیں ہے اور اگر پورا مہینہ نہیں لیا ہو تو اسکی گواہی مقبول ہے اگرچہ مدعی نے اپنے حکم سے اجارہ کا دعویٰ کیا ہو اگر دو متاجروں نے یوں گواہی دی کہ اجرت کی چیز اسی کی ہے جس نے دونوں کو اجرت پر دی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا ثابت کرنا ہے یا دوسرے شخص کی طرف سے کہا کہ اسکی ہے اور اس سے غرض اجارہ کا نسخ کرنا ہے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے خواہ کرایہ ہلکا ہو یا بھاری ہو اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ نسخ کی صورت میں گواہی نادرست ہے کیونکہ دونوں گواہ اپنے اوپر سے کرایہ کو دفع کرنا چاہتے ہیں اور اگر دونوں بلا کرایہ گھر میں رہتے ہوں تو جائز ہے یہ محیط خسر میں لکھا ہے اگر اجیر نے اپنے استاد کی طرف سے گواہی دی اور وہ ماہواری کا اجیر تھا پھر ہونہ نہ اسکی گواہی رد ہوئی تھی اور نہ قبول ہوئی تھی یہاں تک کہ مہینہ گذر گیا پھر اسکی تعدیل ہوئی تو مقبول نہ ہوگی چنانچہ اس طرح اگر کسی مرد نے اپنی عورت کی طرف سے گواہی دی اور رد و تعدیل سے پہلے اس نے عورت کو طلاق دی تو گواہی مقبول نہ ہو جائیگی اگر ایک شخص نے گواہی دی اور وہ اس وقت اجیر نہ تھا پھر حکم قضا سے پہلے وہ اجیر ہو گیا تو گواہی باطل ہو جائیگی اگر اجیر نہ تھا اور اس نے گواہی دی اور گواہی رد ہوئی تھی کہ وہ اجیر ہو گیا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو اس گواہی پر فیصلہ نہ ہوگا اگرچہ گواہی یا فضل کے وقت وہ اجیر نہیں ہے اور اگر قاضی نے اسکی گواہی ہونہ نہ کی اور نہ قبول کی کہ اس نے دوبارہ گواہی دہائی یعنی اجارہ کی مدت گذر جائے بعد دوبارہ ادا کی تو گواہی جائز ہوگی یہ فتاویٰ کا خیال میں لکھا ہے شرکت ایک چیز میں ایک شریک کی گواہی دوسرے شریک کی طرف سے مقبول نہیں ہے کیونکہ یہ گواہی ایک طرح سے اپنے واسطے ہے اور اگر شریک کی چیز نہ ہو تو مقبول ہوگی کیونکہ اس میں ہمیت نہیں ہے یہ کافی میں لکھا ہے ایسے ہی اگر ایک شریک کے جیر نے دوسرے کی طرف سے گواہی دی تو اسکا بھی یہی حکم ہے یہ مبوط میں لکھا ہے امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ اگر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ ہم دونوں کا ادھر و کا زید پر قرضہ ہزار درم ہیں پس اسکی کئی صورتیں ہیں اول یہ کہ شرکت کو صاف اس طور سے بیان کریں کہ ہمارے درمیان شخص کے یعنی عمرو کے ہزار درم زید پر شرکت قرض ہیں اور اس صورت میں گواہی مقبول نہ ہوگی اور دوسری صورت یہ کہ شرکت نمونے کو صاف اس طرح بیان کریں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ عمرو کے اسپر پانچ سو درم علیحدہ سبب سے قرض ہیں اور ہمارے پانچ سو درم اسپر علیحدہ سبب سے قرض ہیں اور اس صورت میں اسکی گواہی عمر و کی طرف سے مقبول ہے اور دوسری صورت یہ کہ گواہی مطلق چھوڑ دیں کچھ تصریح نہ کریں اور اس صورت میں انکی گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی زید کے

تین شخصوں پر ہزار درم قرض میں انہیں سے دو شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے ہکو اور تیسرے کو قرضہ معاف کر دیا پس اگر بعض بعض کا بغیل ہو تو گواہی بالکل مقبول نہیں ہو اور اگر بعض بعض کا بغیل نہ ہو پس اگر انھوں نے گواہی دی کہ ہکو اور تیسرے کو زید نے ایک ہی کلمہ سے معاف کر دیا تو گواہی نامقبول ہو اور اگر گواہی دی کہ ہکو علیحدہ معاف کیا اور فلاں شخص حالت کو علیحدہ معاف کیا ہو تو ثالث کے حق میں گواہی مقبول ہوگی۔ اور اس مسئلہ کی نظیر وہ مسئلہ ہے جو کتاب الحدود میں کوہر کے گرد و شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے ہم دونوں کی مان کو اور ہندہ کو ایک ہی کلمہ سے زنا کی تہمت لگائی ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر کہا کہ ہماری مان کو علیحدہ تہمت لگائی اور اس عورت ہندہ کو علیحدہ تو ہندہ کی طرف سے انکی گواہی مقبول ہوگی۔ محیط میں لکھا ہے تین شخصوں کے ایک شخص پر ہزار درم قرض میں پھر دو شخصوں نے انہیں سے تیسرے پر گواہی دی کہ اس نے قرضہ معاف کر دیا ہو پھر گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ معاف کر دیا ہو تو انکی گواہی مقبول نہیں ہو اور بطرح اگر دو تین کیسے قرضہ دار سے وصول کر کے پھر گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ معاف کر دیا ہو تو مقبول ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے وکیل کی گواہی بعد مغزول ہونیکے موکل کی طرف سے اگر اس نے خاصہ کیا تو مقبول نہیں ہو اور اگر اس نے نہ خاصہ کیا تو مقبول ہو اور یہ قول امام ابوحنیفہ کا ہے کہ کافی الزمیرہ اگر قاضی کے سامنے کسی نے ایک شخص کو واسطے وکیل کیا کہ جحد حق موکل کا فلاں شخص کی طرف سے ہو اس میں خاصہ کرے اور اسے ہزار درم کی مالش پس وائے کی پھر مغزول ہو گیا پھر اگر اسے اسی ہزار درم کی بابت گواہی دی تو رد کر دیا وکیل اور اگر دوسرے قرضہ میں گواہی دی تو رد نہ کیا کیلکی۔ اور اگر قاضی کی وکالت کو نہیں جانتا ہو اور مدعا علیہ نے وکالت سے انکار کیا اور اسے گواہی پیش کی کہ وکالت ثابت کی پھر مغزول ہو گیا اور گواہی دی تو جحد حقوق موکل کے وکیل کرنیکے وقت ثابت تھے انہیں اسکی گواہی رد کر دی جائیگی اور جو حق کہ بعد تاریخ وکالت کے ثابت ہوا اس میں انکی گواہی مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے قاضی کے سامنے دعویٰ کیا کہ مجھے فلاں شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ جو حق ہکا اس حالہ پر اور فلاں فلاں پر آتا ہو میں جو صورت وراثت کے کروں وہ موافق دعویٰ اسے وکالت کے گواہ پیش کیے اور قاضی نے ہنوز حکم دیا یا نہ دیا تھا کہ موکل نے اسکو مغزول کر دیا پھر اس مغزول نے موکل کی طرف سے اس مدعا علیہ پر یا باقی دونوں شخصوں پر گواہی دی تو مقبول نہیں ہو اگر جگہ ایسے حق کی گواہی دی جو تاریخ وکالت کے بعد انشاء ثابت ہوا ہو یا ان تینوں کے سوا دوسرے پر گواہی دی تو مقبول ہوگی۔ اگر کسی نے اپنے ہر حق کے مالش کرنے اور وصول کرنے کے لیے وکیل کیا خواہ تمام لوگوں سے یا کسی خاص شہر کے لوگوں سے اور وکیل نے ایک شخص کو حاضر کر کے وکالت کے گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسکو حکم فرمایا پھر موکل نے اسکو مغزول کر دیا تو اس وکیل کی گواہی موکل کی طرف سے نہ اس شخص پر جسکو حاضر لایا ہو اور نہ دوسرے کسی شخص پر جس پر موکل کا حق آتا ہو خواہ وہ حق وکالت کے روز کا ہو یا اسکے بعد پیدا ہوا ہو اسوقت تک کہ حقوق میں کہ جس دن اسکو مغزول کیا ہو مقبول نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور بعد مغزول ہونیکے جو حق پیدا ہوا اس میں گواہی مقبول ہو محیط میں ہے جو شخص قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہو اسکی گواہی قرضہ کی بابت مقبول ہو یہ چیز کر در میں لکھا ہے ایک شخص نے تین شخصوں کو ایک مقدمہ میں وکیل کیا اور کہا کہ جو شخص تم میں سے مالش کر دیا وہی اس مقدمہ میں وکیل ہو پھر دو شخصوں نے تیسرے کو واسطے گواہی دی تو انکی گواہی سے وہ شخص صحت نہ قرار پاوے گا اور اگر ایک کو مالش کرنے اور وصول کرنے کا علیحدہ

علیحدہ کیل کیا پھر دونوں طرف سے گواہی می تو نالاش اور وصول کرنے دونوں کی بابت گواہی مقبول ہوگی
 و خصوصاً نے کسی شخص پر گواہی می کہ اسنے ہم دونوں سے اور دیر سے کہا تھا کہ شخص تم سے میری جو رکو طلاق دیکھ
 جائز ہو یا یہ کہا کہ اسنے کہا تھا کہ اس عورت کا اختیار تھا رہے ہاتھ میں ہی شخص تم سے طلاق سے جائز ہو اور شوہر اس
 بھار کرتا ہو تو انکی گواہی جائز نہیں ہو اور اگر شوہر نے اپنے کئے کا اقرار کیا اور دو شخصوں نے تیسرے کی طرف سے گواہی
 دی تو اس باعث سے جائز نہیں ہو کہ وہ سب کالت میں شریک ہیں اور شرکت میں پھر گواہی جائز ہو اور نہ سبکی طرف سے
 جائز ہو یہ فتاویٰ تھنی خان میں لکھا ہے بیچ کے دو کیلون نے اور دو دلا لون کہا کہ ہم نے یہ چیز فلاں کے ہاتھ فروخت
 کی تو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ دو گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں شخص نے ہمکو حکم کیا تھا کہ ہم فلاں عورت سے
 اسکا محل کر دیں یا اسکی فلاں عورت سے خلع کر دیں یا اسکے لیے کوئی غلام خریدیں اور ہم نے ایسا ہی کیا پس تو مولیٰ حکم
 دینے اور عقد واقع ہونے دونوں سے منکر ہو یا حکم کا اقرار کرتا ہو نہ عقد واقع ہو یا حکم کا اقرار کرتا ہو اور ہر ایک کی دو صورتیں
 ہیں یا تو خصم کیلون کے ساتھ عقد واقع ہو یا حکم کا اقرار کرتا ہو یا انکار کرتا ہو پس اگر مولیٰ منکر ہو تو گواہی سب صورتوں میں مقبول
 ہو اور اگر مولیٰ دونوں کا اقرار کرتا ہو اور خصم عقد واقع ہو یا حکم کا اقرار کرتا ہو تو اسکے اقرار پر فیصلہ کیا جاوے گا نہ گواہی پس اور اس میں
 محل اور خلع سب برابر ہیں اور اگر خصم عقد سے انکار کرتا ہو تو محل اور خلع کا حکم دیا جائیگا اور خلع کا حکم دیدیا جائیگا
 یعنی طلاق بلا مال کا حکم دیا جائیگا کیونکہ بیچ نے اقرار کیا اور انکی گواہی پر حکم ہوگا اور اگر مولیٰ نے حکم کا اقرار کیا لیکن عقد واقع
 ہونے سے انکار کیا پس اگر خصم نے عقد کا اقرار کیا تو سب صورتوں میں حکم وقوع دیا جائیگا کیونکہ محل میں امام غزالی کے نزدیک ہوگا
 یہ چیز کر دی میں لکھا ہے یا امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص نے ہمکو
 حکم دیا تھا کہ ہم زید کو خبر پہنچا دیں کہ اسنے زید کو اپنے غلام فروخت کرینکا کیل کیا ہو اور ہم نے اسکو پہنچا دی یا ہمکو حکم
 دیا تھا کہ ہم اسکی عورت کو خبر پہنچا دیں کہ اسنے تیرا کام تیرے ہاتھ سپرد کیا اور اسکو ہم نے پہنچا دی اور اسے طلاق اختیار
 کر لی تو دونوں کی گواہی جائز ہو اور اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے تم سے یہ کہا تھا کہ تم میری جو رکو اختیار دو اور تم نے اسکو
 اختیار دیا اور اسنے طلاق لے لی تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے کیل کے دو بیوان کی گواہی کالت مقبول نہوگی
 اور ایسے ہی اسکے والدین یا وادو وغیرہ کی گواہی مقبول نہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کیل کے دو بیوان نے کیل کے عقد
 کرنے پر گواہی دی پس اگر کیل اور مولیٰ دونوں حکم دینے اور عقد کرینکا اقرار کرتے ہیں پس اگر خصم بھی دونوں کا اقرار کر لے
 تو تھنی سب عقد کا حکم دیکھا لیکن ابھی اقرار پر نہ گواہی ہو اور اگر خصم انکار کرتا ہو تو امام غزالی اور امام ابو یوسف کے نزدیک
 انکی گواہی مقبول نہوگی اور کسی عقد کا محل اور بیچ میں سے حکم نہ کیا جائیگا بل ان خلع کی نسبت فرمایا کہ شوہر مولیٰ کے اقرار
 پر بلا مال طلاق کا حکم دیا جائیگا نہ انکی گواہی ہو اور اگر کیل و مولیٰ دونوں اس سے انکار کرتے ہیں پس اگر خصم بھی
 منکر ہو تو اس گواہی کی طرف التفات نہ کیا جائے گا اور اگر خصم دعویٰ کرتا ہو تو دونوں کی گواہی بالاجل مقبول نہوگی
 اور اگر کیل حکم اور عقد دونوں کا مقرر ہو اور مولیٰ اپنے حکم دینے کا اقرار کرتا ہو اور عقد واقع ہونے سے منکر ہو پس اگر خصم
 ان سب کا مدعی ہو تو تھنی سب عقد کا حکم دیکھا سوائے محل کے اور یہ امام غزالی کے نزدیک ہو اور صاحبین کے

تزو یک سب کا حکم دیکھا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص نے اپنی جو رو کی طلاق یا عدم طلاق کو کسی اجنبی کے سپرد کر دیا اور اسنے طلاق دیدی پھر طلاق دینے والے کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اس عورت کے شوہر نے اپنی جو رو کے امر میں ہمارے باپ کو اختیار دیا تھا اور اسنے طلاق دیدی اور باپ کا زندہ موجود ہو اور اسکا مقر ہو یا مر گیا ہو تو امام عظیم کے نزدیک کی گواہی مقبول نہیں ہو اور امام ابو یوسف کے روایت سے کہ اسکا غائب ہونا بمنزلہ مر جانے کے ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر وہول کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے اس شخص کو وکیل کیا ہو تو گواہی مقبول نہوگی جبکہ قرضہ دار وکالت سے انکار کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہو اگر کسی شخص نے کسی خاص گھر کی نالاش اور اسپر قرضہ کرنے کے واسطے کسی کو وکیل کیا پھر وہ غائب ہو گیا پھر اسکے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو اس گھر کی نالاش کرنے اور اسپر قرضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا ہو تو گواہی مقبول نہوگی خواہ مدعا علیہ کالت کا اقرار کرے یا انکار کرے یہ صورت تو طالب کے وکیل کرنے کی ہے اور اگر وہول خود مطلوب ہو اور طالب نے گھر کا دعویٰ کیا اور وہول مطلوب کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اس شخص کو خصوصت کر نیکا وکیل کیا ہو پس اگر وکیل نے وکالت سے انکار کیا تو یہ گواہی مقبول نہوگی کیونکہ دعویٰ سے خالی ہو اور اگر وکیل نے وکالت کا دعویٰ کیا تو بھی یہ گواہی مقبول نہوگی خواہ طالب نے وکالت کا اقرار کیا ہو یا انکار کیا ہو کیونکہ یہ گواہی غیر خصم پر قائم ہوئی ہو یہ محیط میں ہو اگر دو شخصوں نے ایک شخص سے کچھ کپڑا خریدا خواہ من ادکر دیا یا نہیں اد کیا پھر ایک شخص نے اگر کپڑے کا دعویٰ کیا اور دونوں خریداروں نے گواہی دی کہ یہ کپڑا مدعی کا ہو یا یہ کسی اور نے اقرار کیا ہو کہ یہ کپڑا مدعی کا ہو تو دونوں کی گواہی مقبول نہیں ہو کذا فی محیط اگر دو خریداروں نے جنھوں نے بطور بیع فاسد کے چیز خریدی ہو بعد قرضہ کے یہ دعویٰ کیا کہ یہ مدعی کی ہو تو مقبول نہوگی اور ایسے ہی اگر قاضی نے عقد کو فسخ کر دیا یا دونوں نے رضامندی سے فسخ کیا اور وہ چیز دونوں کے قبضہ میں ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر دونوں نے بائع کو واپس کر دی پھر گواہی دی تو مقبول ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے سے ایک باندی بطور بیع صحیح کے خریدی اور باہم قبضہ کر لیا پھر دونوں نے بیع کا اقالہ کر لیا یا مشتری نے بسبب عیب کے بلا حکم قاضی پس کر دی اور بائع نے اسکو قبول کر لیا پھر ایک شخص آیا اور دعویٰ کیا کہ باندی میری ہو اور مشتری نے دوسرے شخص سے ملکر مدعی کیطرت سے گواہی دی تو انکی گواہی باطل ہو خواہ باندی مشتری کے پاس من وصول کر نیکی غرض سے رد کی گئی ہو یا اسنے بائع کو واپس کر دی ہو اور اگر عیب کی وجہ سے قبضہ کے بعد حکم قاضی پس کی یا قبضہ سے پہلے بلا حکم قاضی واپس کی یا خیار رد ویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کی پھر مشتری نے مدعی کیطرت سے گواہی دی تو گواہی جائز ہو اور اگر اسکو من کے عوض وک لیا ہو تب بھی یہی حکم ہو اگر من کے عوض انکو رد کیا پھر وہ مشتری کے پاس مر گئی پھر مدعی کیطرت سے گواہی دی تو گواہی باطل ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے ایک باندی کو بیع غلام کے خریدی اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر باندی میں کچھ عیب پایا اور اسکو حکم قاضی پس کیا اور غلام کو قبضہ میں لائیکے واسطے رو کیا پھر ایک شخص آیا اور بائع کے سامنے باندی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اس شخص سے گواہی دی یا باندی مدعی کی ہو تو مشتری کی گواہی نامقبول ہو اور اگر بائع کو دیدینے کے بعد گواہی دی تو جائز ہو اور اگر باندی بیچنے والے کے پاس غلام مر گیا پھر باندی کے خریدار نے اس میں کچھ عیب پایا اور قبضہ کے بعد حکم قاضی ہ باندی بائع کو واپس کر دی تو واپس کرنا

صحیح ہو اور بائع سے غلام کی قیمت لیکھا پس اگر ایک شخص آیا اور اس حالت میں باندی کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اور دوسرے شخص نے ہلکی طرف سے گواہی دی تو جائز ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے ایک غلام دوسرے کے ہاتھ بیچا اور اسکے تمام عیبوں کی براہوت کر لی پھر مشتری نے اسکو دوسرے کے ہاتھ بیچا اور عیب کو چھپا یا پھر دوسرے مشتری نے پہلے سے اس عیب کی بابت جھگڑا کیا اور بائع اول اور ایک دوسرے شخص نے ہلکی طرف سے گواہی دی کہ عیب اسکے پاس کا ہو تو امام مجاہد نے فرمایا کہ میں پہلے مشتری کو واپس کرینگے واسطے یہ گواہی قبول کرونگا اور اس بارہ میں قبول نہ کرونگا لکن اول نے براہوت کر لی جو یہ محیط میں لکھا ہو ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور مشتری کے سپرد کر دیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو مشتری سے خریدا ہو اور مشتری نے انکار کیا پھر بائع نے مدعی کی واسطے خریدنے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہو اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے زید کے ہاتھ سے فروخت کیا ہو اور زید انکار کرتا ہو اور بائع نے اسکی طرف سے گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ محیط میں ہو بائع نے اگر دوسرے کی طرف سے اس چیز کی گواہی دی جو فروخت کی ہے تو مقبول نہیں ہو اور یہی حکم مشتری کا ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہو ایک باندی زید کے قبضہ میں ہو کہ اسکا عمر دس دعویٰ کیا کہ میں نے خالد سے سو دینار کو خریدی ہو اور خالد نے مجھے اسکو ہزار درم کو خریدی تھی قبل اسکے کہ میرے ہاتھ فروخت کرے پھر قبضہ کر لیا تھا اور زید اور خالد نے اس سے انکار کیا پھر زید کے دو بیٹوں نے اسکی گواہی دی تو انکی گواہی انکے باپ اور مشتری اول پر مقبول ہوگی کیسے وقع ہوئی اور جب مقبول ہوئی تو زید کی واسطے خالد پر ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور خالد کے لیے عمر دوسرے مشتری پر سو دینار کا حکم دیا جائیگا اور اگر زید اسکا مدعی ہو اور خالد منکر ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور باندی دوسرے مشتری کی ہوگی اور زید کی واسطے خالد پر کچھ حکم نہ دیا جائیگا اور زید کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ عمر کو باندی دینے سے روکے تاکہ قیمت وصول کرے خواہ عمر نے خالد سے باندی وصول پانچکا دعویٰ کیا ہو اور زید نے اسکی تصدیق کی ہو یا نہ دعویٰ کیا ہو اور اگر عمر نے دعویٰ کیا کہ ایک ہزار پانچ سو کو خریدی ہو تاکہ دونوں میں ایک ہی جنس کے ٹھہرے اور خالد اس سے انکار کرتا ہو اور زید نے عمر کے قول کی تصدیق کی پس اگر عمر نے خالد سے باجائز باندی لیکر قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا اور زید نے اسکی تصدیق کی تو زید کو باندی روکنے کا اختیار نہ ہوگا اور نہ مشتری میں سے اسکو کچھ دیگا لیکن اگر عمر نے خالد اور میں کے درمیان تخلیہ کیا تاکہ خالد اس پر قبضہ ہو گیا تو زید عمر کے باہمی تصادق سے زید کو اسکے لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر تخلیہ نہ کیا تو تخلیہ کا حکم نہ کیا جائیگا اور اگر عمر نے اقرار کیا کہ اسنے باندی پر قبضہ نہیں کیا ہو تو استحضار زید کو روکنے کا حق حاصل ہو تاکہ ہزار درم وصول کرے اگر دوسرے مشتری نے اسکو ہزار درم کو خریدا ہو یا ایک ہزار پانچ سو کو خریدا ہو اور اگر پانچ سو کو خریدا ہو تو اسکو پانچ سو درم وصول کرنے تکٹ کے اور اگر زید و خالد نے پہلے مشتری کے خریدنے اور اسکے سپرد کرنے کا اقرار کیا لیکن دونوں نے دوسرے مشتری کے خریدنے سے انکار کیا اور اسنے زید کے دونوں بیٹوں کو گواہ کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور دوسری بیعت ثابت ہو جائیگی پھر اگر دوسرے مشتری قبضہ کا دعویٰ کرتا ہو تو باندی لے لیکھا اور زید کو روکنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر قبضہ کا دعویٰ نہیں کرتا ہو پس اگر دونوں میں ایک جنس کے نمونے تو بھی یہی حکم ہو اور اگر ایک ہی جنس کے نمونے تو استحضار اسکو روکنے کا حق حاصل ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو ایک شخص نے دو غلام خریدے اور انکو آزاد کر دیا پھر بائع دوسری میں جنس کی بابت اختلاف

ہوا یا بے نے ہزار درم کا دعویٰ کیا اور مشتری نے پانچ سو درم کا دعویٰ کیا اور دونوں آزاد غلاموں کو گواہی دی کہ ہزار درم
 میں جو تو نامقبول ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو اگر بیع فاسد میں قبضہ کے روز کی قیمت میں اختلاف ہو اور
 ان دونوں غلاموں کے بعد آزادی کے اپنی قیمت اس دن کی گواہی میں بتلائی تو گواہی مقبول ہو محیط میں لکھا ہو اور اگر بے نے
 اور مشتری میں اختلاف ہو اور لیکن مشتری نے ادا کر دیئے کا دعویٰ کیا اور دونوں آزادوں نے مشتری کی گواہی دی
 یا یہ گواہی ہی کہ بے نے دشمن کو معاف کر دیا ہو تو جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور ابن سماعہ میں امام ابو یوسف سے
 روایت ہو کہ اگر ایک شخص نے دو غلام خریدے اور قبضہ کر کے انکو آزاد کر دیا اور چاہا کہ ایسے عیب کا نقصان جس کو بے نے
 نکال کر تاجروں سے لیوے اور دونوں غلاموں نے گواہی دی کہ عیب ہم دونوں میں تھا تو گواہی مقبول نہیں ہو اور بیع اگر دونوں
 نے گواہی دی کہ ہم دونوں میں تھا فلاں شخص کا تھا تو بھی مقبول ہو اور ایسے ہی اگر کہا کہ مشتری نے ہم دونوں کو آزاد کرنے سے
 پہلے نصف فلاں شخص کو رہ گیا تھا تو بھی مقبول ہو اگر کسی کی ام ولد تھی وہ شخص کو چھوڑ کر مر گیا یا آزاد کر دیا پھر اسے
 اور ایک رت ایک مرنے گواہی دی کہ یہ ام ولد شخص سے تھی اور دوسرے کے درمیان مشترک تھی تو گواہی مقبول نہ ہوگی محیط
 میں لکھا ہو ایک غلام فروخت کر کے مشتری کے سپرد کر دیا پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ مشتری نے مجھے آزاد کر دیا ہو اور مشتری
 نے انکار کیا اور بے نے غلام کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر وہ شخص گواہی دی
 کہ ہمارے باپ نے یہ باندی اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دی یا کہا کہ یہ غلام فروخت کر دیا اور مشتری نے اسکو آزاد کر دیا ہو پس
 اگر انکا باپ کا دعویٰ ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن غلام آزاد ہو گا اور حق و لایق حق آزادی موقوف رہیگا اور اگر
 باپ انکا کرنا مشتری نے بھی جو فاسق انکار کیا اور باندی نے دعویٰ کیا تو گواہی جائز ہو محیط میں لکھا ہو اگر ایک
 شخص کے باندی کے دو آزاد لڑکوں نے جو سلمان ہیں یہ گواہی دی کہ باندی کے مالک نے ہکڑ ہزار درم پر آزاد کر دیا ہو پس اگر
 مالک نے یہ فرمایا تو آزادی اسکے افراد پر واقع ہوئی اور جس نے گواہی دی کہ باندی کی نسبت بیعتی اور مقبول ہوئی اور اگر مالک نے انکار کیا اور
 باندی نے دعویٰ کیا تو گواہی مقبول ہو اور اگر باندی نے انکار کیا تو مقبول ہو اور اگر مالک کو دو بیٹوں نے گواہی دی اور دوسرے
 نے اسکا اقرار کیا تو نامقبول ہو اور اگر انکار کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر بے باندی کے غلام فرض کیا جاوے اور
 مالک کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی اور مالک اور غلام نے اس سے انکار کیا تو امام عظیم کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور صاحبین
 کے نزدیک مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ زید نے ایک غلام عمو سے خریدا اور
 اسکو آزاد کیا پھر عمر نے ایک لڑکے غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا پھر خالد نے ایک بکر لے غلام خریدا اور اسکو آزاد کیا
 پھر خالد مر گیا اور زید و عمر و زہد بن پھر ایک شخص نے گواہ قائم کی کہ خالد میرا غلام ہو اور اسکا ترکہ لینا چاہتا ہوں زید کے
 دو بیٹوں نے گواہی دی کہ عمو نے خالد کو فلاں شخص سے خریدا اور وہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کر دیا ہو تو گواہی جائز ہو اور اگر عمو بھی
 مر گیا اور اسے سولے زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا پھر زید کے دونوں بیٹوں نے ایسی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلے
 عمر نے انتقال کیا پھر خالد بھی مر گیا اور سولے ایک قتر اور زید کے کوئی وارث نہ چھوڑا اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ
 خالد میرا غلام تھا اور گواہ لایا اور اسکی دختر نے دعویٰ کیا کہ وہ آزاد تھا اور عمر نے آزاد کیا ہو اور زید اس سے منکر تھا

پھر زید کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ عرو نے ہنگو فلان سے خرید کیا اور وہ اسکا مالک تھا پھر آزاد کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ میں گواہی قبول کر کے عمر و کی طرف سے اسکو آزاد قرار دوں گا اور میراث اسکی بیٹی اور زید کے درمیان میں آدھی تقسیم ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص کی طرف سے دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے یہ گھر اس شخص کے ہاتھ فروخت کیا شرط یہ ہے کہ ہم دونوں مشتری کے لیے ضمانت میں یعنی ضمان الدرک ہم پر ہو تو فرمایا کہ اگر ضمانت صل بیع میں ہو تو گواہی جائز نہیں ہے اور اگر اصل بیع میں ہو تو گواہی جائز ہو کذا فی الذخیرہ دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے اپنا یہ گھر اس مدعی کے ہاتھ ہزار درم کو اس شرط پر فروخت کیا ہے کہ ہم دونوں میں سے کسی ایک نے تو امام محمد نے فرمایا کہ اگر ضمانت صل بیع میں ہو تو دونوں کی گواہی قبول نہیں ہے کیونکہ بیع دونوں کی ضمانت کے ساتھ تمام ہوتی ہے پس گواہی دونوں نے فروخت کیا اور اگر ضمانت صل بیع میں ہو تو گواہی جائز ہے۔ ایک شخص نے ایک باندی خریدی اور دو شخص درک کے ضمانت ہوئے پھر دونوں نے گواہی دی کہ بائع نے ثمن لے لیا ہے تو گواہی نامقبول ہے اور یہ طرح اگر یہ گواہی می کہ بائع نے مشتری کو ثمن معاف کر دیا تو بھی یہی حکم ہے۔ قادی فی الضمان میں لکھا ہے ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی کہ ایک شخص نے دوسرے کو واسطے ضمانت کی جو کچھ تو فلان کے ہاتھ فروخت کرے اسکا ضمانت ہو اور پھر طالب نے کہا کہ میں نے فلان کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا اور ضمانت نے اس سے انکار کیا پھر اسلئے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اسنے ہزار درم کو بیع کی ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہے اور یہ طرح اگر ضمانت نے انکار کیا اور اسلئے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ فلان شخص نے تجھے حکم کیا تھا کہ تو اسکی طرف سے ضمانت کر لے اور تو نے ضمانت کر لی تھی اور اسنے ہزار درم کو لے لیا ہے تو بیع کی ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ گواہی جائز ہے اور ہزار درم اسلئے یہ جائز ہے اور وہ اس شخص سے لے لیا جسنے اسکو ضمانت کر لیا حکم دیا تھا محیط میں لکھا ہے۔ دو بیٹوں نے اگر مشتری کی طرف سے بائع پر گواہی دی ہے اور وہ دونوں شفیع کے طالب ہیں تو بائع منکر پر انکی گواہی جائز نہیں ہے اور اگر دونوں نے شفیع کا حق دیدیا تو مشتری کی واسطے انکی گواہی جائز ہے۔ اگر مشتری نے خرید سے انکار کیا اور بائع نے دعویٰ کیا تو بھی انکی گواہی جائز نہیں ہے اگرچہ وہ دونوں شفیع کے طالب ہیں ہاں وہ دونوں بائع کے اقرار سے لے لینگے اور شفیع کے باپ یا بیٹے کی گواہی اسباب میں نیز شفیع انکی گواہی کے ہے۔ اور اگر شفیع کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اسنے شفیع دیدالا ہے تو جائز مالک کی یا اسکے بیٹے یا باپ کی گواہی غلام اور کتاب کی طرف سے بیع واقع ہوئے پر جائز نہیں ہے جبکہ غلام و کتاب شفیع کو طلب کرتے ہوں و شفیع کا حق دیدالنے پر اگر یہ لوگ گواہی دیں تو جائز ہے۔ قادی میں لکھا ہے اصل میں کو یہ کہ اگر بائع کی واسطے اسکی اولاد نے گواہی دی کہ شفیع نے مشتری سے شفیع طلب کیا اور مشتری انکار کرتا ہے اور گھر مشتری کے قبضہ میں ہو تو انکی گواہی قبول نہیں کی یہ قادی فی الضمان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک گھر فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے اسپر قبضہ نہ کیا تھا کہ شفیع آیا اور شفیع میں چھپ گیا پھر بائع کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ مشتری نے گھر شفیع سے شفیع کے سپرد کر دیا پھر اس سے دواؤں کے خرید کر تو دونوں کی گواہی قبول نہ ہوگی اور یہ طرح اگر یہ گواہی می کہ شفیع نے شفیع دیدالا تو بھی نامقبول ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ ان دونوں کا باپ یعنی بائع اسکا اقرار کرتا ہو اور یہی دعویٰ کرتا ہو اور اگر انکار کرتا ہو تو گواہی قبول ہے۔ اور اگر مشتری نے بائع سے گھر لیا ہے

قبضہ میں کر لیا پھر بائع کے دو لڑکوں نے یہ گواہی دی کہ شتر میں نے شفعہ کی وجہ سے وہ گھر شفعہ کے سپرد کر دیا تو دونوں بیوی کی گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ بائع انکی گواہی کے موافق دعویٰ کرتا ہو یا انکار کرتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے ابن سماعہ نے روایت کی ہے کہ اگر بائع کے دو بیویوں نے گواہی دی کہ شفعہ نے شفعہ ڈیالا تو جائز ہے اور اگر بائع نے یہ گواہی دی تو جائز نہیں ہے یہ نقادی قاضی نے بیان لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک گھر فروخت کیا اور اس کا غلام ماذون کہ جس پر قرض ہو وہی اس کا شفعہ ہو پھر مالک کے دو بیویوں نے گواہی دی کہ غلام ماذون نے شتر میں نے شتر میں کو شفعہ ڈیالا تو دونوں کی گواہی نامقبول ہے جبکہ گھر بائع کے قبضہ میں ہو یا طرح اگر غلام ماذون قرضدار نے فروخت کیا اور مالک اس کا شفعہ ہو پھر مالک کے دو بیویوں نے غلام پر گواہی دی کہ شتر میں نے شفعہ سے گھر مالک غلام کے سپرد کیا تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے۔ اگر گھر کی بیع مالک کی اور اس کا مکا شفعہ ہو پھر اگر مالک کے دو بیویوں نے گواہی دی کہ مکا شفعہ شتر میں کو ڈیالا تو دونوں کی گواہی ہل ہوگی بعض نے کہا کہ اس مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ گھر بائع کے قبضہ میں ہے بعد از انکہ پہلے شتر میں کے قبضہ میں تھا تو گواہی سبب تہمت سے خالی ہو نیکی مقبول ہے اور اگر مکا تب فروخت کر نیوالا ہو اور اس کا مولیٰ شفعہ ہو اور گھر مکا تب کے قبضہ میں ہو پس اگر مولیٰ کے دو بیویوں نے گواہی دی کہ مولیٰ نے شفعہ شتر میں کو ڈیالا تو گواہی جائز ہے یہ سوط میں لکھا ہے اگر ایک گھر کے دو بیوی ہوں پھر دو گواہ نے بیان کیا کہ ایک شفعہ ڈیالا اور دینین جانتے کہ وہ کون ہے تو گواہی ہل ہے اگر تین شخص شفعہ ہوں پھر دو نے تیسرے پر گواہی دی کہ اسے شفعہ ڈیالا اور کہا کہ ہم نے بھی اسی کے ساتھ ڈیالا تو گواہی مقبول ہے اور اگر کہا کہ ہم دونوں شفعہ کے طالب ہیں تو باطل ہے اور سوط طرح اگر دونوں نے یہ کہا کہ ہم نے شفعہ ڈیالا لیکن انہیں سے ایک شخص کا بیٹا یا باپ یا مکا تب یا اہلی جو شفعہ ہو تو دونوں کی گواہی باطل ہے یہ حاوی میں لکھا ہے ایک ثارث نے اگر قرضہ کا اقرار کیا پھر اسے اور ایک دوسرے شخص نے گواہی دی کہ قرضہ بیت پر تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اس فقرہ کو کہنے والے کی گواہی کی سماعت ہوگی یہ خزانہ المفتیین میں لکھا ہے امام محمد نے فرمایا کہ میت کی طرف سے کسی کی گواہی قرضہ وغیرہ میں باطل ہے خواہ وارث بائع ہوں یا غیر ہوں کذا فی محیط اور اگر اسے میت پر قرضہ ہونے کی گواہی دی تو ہر حال میں گواہی جائز ہے کذا فی نقادی قاضی خان اور اگر بعض وارثوں کی طرف سے میت پر گواہی دی پس کسی طرف سے گواہی دی ہو اگر وہ بائع ہو تو بالاتفاق جائز نہیں ہے اور اگر گواہی ہو تو بھی امام عظیم کے نزدیک یہی حکم ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور اگر پڑے بائع وارث کی طرف سے کسی جنابی پر گواہی دی تو ظاہر روایت کے موافق مقبول ہے اور اگر بائع اور نا بائع دونوں طرح کے وارثوں کی طرف سے میراث کے سوا دوسرے حق میں گواہی دی تو جائز نہیں ہے۔ اگر دو وصیوں نے ایک بائع وارث کی طرف سے گواہی دی کہ میت نے اقرار کیا کہ یہ خاص گھر اسکی مالک ہے تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے جی جب مغرول ہو گیا اور اسے نیم کی طرف سے میت کی طرف سے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اگرچہ خصوصیت نہ واقع ہو کیونکہ بائع قاضی کی شرح صدر شہیدین ہے اگر وہی نے بعد موت معوی کے معوی ہونا قبول کیا اور نہ رد کیا یہاں تک کہ قاضی کے سامنے گواہی ادا کی تو قاضی اس سے دریافت کر گیا کہ تو معوی ہونا قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے پس اگر اسے قبول کیا تو گواہی باطل ہو گئی اور اگر رد کر دی تو گواہی باقی رہی اور اگر خاموش رہا اور کچھ جواب نہ دیا تو قاضی اسکی گواہی میں توقف کر گیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ دو قرضداروں نے چھپریت کا قرضہ ہو اگر چھپریت یا وصیت یا وارث کی گواہی دی پس اگر خصم منکر ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر خصم کا دعویٰ ہو تو گواہی قبول ہوگی خواہ موت

ظاہر ہو یا ظاہر نہ ہو اور اگر ایسے دو قرض خواہوں نے جب کامیت پر قرض ہو وراثت یا وصیت یا وصیت کی گواہی ہی پس اگر موت ظاہر نہ ہو تو مقبول نہ ہوگی اور اگر موت ظاہر ہو پس جبکی طرف سے گواہی ہی ہو اگر وہ اسکا دعویٰ نہ ہو تو بھی گواہی مقبول نہ ہوگی اگر وہ اسکا دعویٰ ہو تو اسکا مقبول ہوگی اور اگر وہ وارثوں نے دعویٰ لیا کی گواہی ہی اور موت ظاہر نہیں ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی خواہ وہ شخص اسکا دعویٰ ہو یا منکر ہو اور اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص بھی اس امر کا دعویٰ ہو تو اسکا مقبول ہوگی اگر وہ دو وصیوں نے اپنے ساتھ قسریہ شخص کے بھی ہونیکے واسطے گواہی ہی پس اگر موت ظاہر نہ ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر موت ظاہر ہو تو میر شخص اسکا دعویٰ ہو تو اسکا مقبول ہوگی ایسے دو شخصوں نے جنکے لیے کسی چیز کی وصیت کی گئی ہو اگر کسی شخص کے بھی ہوئی کی گواہی ہی پس اگر موت ظاہر ہو اور وہ شخص اسکا دعویٰ کرتا ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر موت ظاہر نہ ہو تو گواہی مقبول نہ ہوگی نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہو کہ دو شخصوں نے گواہی ہی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہو اور میت کے وارث اسکا اقرار کرتے ہیں یا انکار کرتے ہیں پس اگر دونوں کا آپ بھی ہو تو کیا دعویٰ ہو تو گواہی نامقبول ہو اور اگر منکر ہو تو مقبول ہو محیط میں لکھا ہو اگر قرض خواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اسکو وصی کیا ہو اور قاضی کے بیان سے اسکا حکم ہو گیا پھر دو قرضدار دن اور دو وارثوں یا دو ایسے شخصوں نے جنکے لیے کچھ وصیت ہو دوسرے شخص کے وصی ہوئی کی گواہی ہی اور وہ اسکا دعویٰ ہو تو مقبول نہ ہوگی۔ کذا فی الکافی اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ گواہی ہی کہ میت نے پہلے کے وصی کرنے سے منع کر کے اس دوسرے کو وصی کیا ہو اور دوسرے شخص دعویٰ بھی کرتا ہو تو قاضی انکی گواہی قبول کرے گا یہ محیط میں لکھا ہو ایک شخص مر گیا اور اسے تین غلام برابر بلا قیمت کے چھوڑے پھر وہ گواہوں نے گواہی ہی کہ میت نے اس غلام کو اس شخص کو وصیت کی تھی اور قاضی نے اسکو ویرہنے کا حکم دیا پھر وارثوں نے دوسرے غلام کو دوسرے شخص کو ویرہنے کی وصیت کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی رد کردیا جائیگی اسواسطے کہ وصیت تہائی سے زائد میں جاری نہیں ہو اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے انھوں نے گواہی دی اور بیان کیا کہ میت نے پہلی وصیت جمع کر لیا تو غلام دوسرے کو دلا یا جائیگا اور پہلے کو کچھ نہ ملے گا اور اگر میت کا جمع کر لینا نہ بیان کیا تو ہر ایک کو آدھا آدھا غلام ملے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ دونوں نے دوسرے کے لیے دوسرے غلام کی وصیت کر نیکی گواہی ہی اور اگر بعد اس غلام میں وصیت کی گواہی دی پس اگر پہلے واسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی ہی اور پہلے کی واسطے وصیت سے میت کا جمع کر لینا بیان کیا تو جمع کر لینے کے باب میں گواہی رد کردیا جائیگی اور وصیت مقبول ہوگی اور اگر جمع کر لینا نہ بیان کیا تو رد نہ ہوگی اور دونوں صورتوں میں غلام آدھا آدھا دونوں وصیوں کو ملے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ دونوں نے دوسرے شخص کی واسطے وصیت کر نیکی گواہی ادا کی ہو اور اگر پہلے شخص کی واسطے غلام تہائی مال کی وصیت کا حکم ہو جائیکے بعد دونوں آزاد کر نیکی گواہی ہی تو رد کردیا جائیگی خواہ اسی غلام کی آزاد کی گواہی ہی یا دوسرے کی خواہ وہ میت جمع کرنا بیان کیا یا نہ بیان کیا کذا فی الکافی لیکن غلام آزاد ہو جائیگا اور اس پر وجب ہو گا کہ سنی کے مال اور اگر محیط میں لکھا ہو اگر دو گواہوں نے نہ یہ کیواسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی کی گواہی ہی پھر دو وارثوں نے پہلے کیواسطے حکم ہو جائیکے بعد دوسرے شخص کے لیے تہائی مال کی وصیت ہوئی کی گواہی ہی اور پہلی وصیت سے جمع کرنا نہ بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر پہلی وصیت جمع کرنا بیان کیا تو وصیت کے بارہ میں مقبول ہوگی اور جمع کے بارہ میں رد کردیا جائیگی

اور قاضی کا تعین کر کے دیدن یا بمنزلہ حکم قاضی کے چہتی کا گردونون گواہوں اور ثون نے پہلے جس سے جمع کرنا نہ بیان کیا
لیکن اس وقت گواہی کی جب قاضی نے مال میں سے گواہوں اور ثون درمیں لے کے درمیان تقسیم کر دیا ہو تو گواہی دکر دی جاوے گی
کیونکہ گواہی کا تقسیم کرنا بمنزلہ حکم کے ہو پس گواہی کے قبول کرنے میں حکم کا توڑا لازم آتا ہے اس طرح اگر وارث نے اقرار کیا کہ
میرے یہ غلام یا تہائی مال فلاں شخص کو دیدینے کی وصیت کی تھی اور اس پر حکم ہو گیا پھر اس وارث نے دوسرے گواہ کے
ساتھ یہ گواہی دی کہ میرے یہ غلام کو یا دوسرے کو یا تہائی مال کو فلاں شخص کے دینے کی وصیت کی ہو تو مقبول نہوگی بلکہ
اگر وارث نے وصیت پر کسی شخص کے فرض ہو چکا اقرار کیا اور اس پر حکم ہو گیا پھر دوسرے گواہ کے ساتھ دوسرے شخص کا وصیت پر فرض
ہو چکی گواہی دی اور دونوں فرضوں کا ترکہ میں پورا نہیں رہتا ہے تو مقبول نہوگی حتیٰ کہ اگر پہلے کیو اسطے گواہوں کی گواہی ہو چکے
ہو اور دوسرے کی فرضہ کی گواہی مقبول ہو چکی اور باقی تقسیم کر لی گئی اور اگر پہلے کیو اسطے حکم ہونے سے پہلے دوسرے کے گواہوں
ہوئے تو سب صورتوں میں مقبول ہوگی مگر جبکہ وارث نے پہلے کیو اسطے تہائی مال یا غلام یا فرضہ کا اقرار کیا اور پھر پہلے کے
سپر دیا گیا پھر دوسرے کیو اسطے ہی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور ایسے ہی دوسرے کیو اسطے گواہی اس وقت بھی مقبول نہوگی
کہ جب قاضی نے خود تقسیم و تسلیم کی ہو کہ زانی الکافیہ اگر وارث نے جنسی کے ساتھ تہائی مال کی کسی کے واسطے وصیت
ہو چکا اقرار کیا پھر تہائی مال کی دوسرے کیو اسطے وصیت ہو چکی گواہی دی تو قاضی دونوں گواہوں کو مقبول کرے گا
خواہ پہلے کے واسطے قاضی کے حکم دینے کے بعد گواہی دی یا پہلے گواہی دی ہو وہ دونوں نے یہ گواہی ہی وصیت
نے اس شخص کیو اسطے تہائی مال کی وصیت کی ہو پھر دواہ ثون نے یہ گواہی دی کہ میرے اس وصیت سے جمع کر لیا اور
فلاں وارث کیو اسطے تہائی مال کی وصیت کی اور ہم نے اور سب وارثوں نے بعد موت کے اسکی اجازت پوری
ہو تو دواہ ثون کی گواہی جائز ہو اور تہائی مال امام ابو یوسف کے پہلے قول کے موافق ایسے ہی پابجا ہوگا اور دوسرے
قول کے موافق اور سی قول امام محمد کا ہو کہ وارثوں کی گواہی صحت و میرے جمع کرنے میں قبول ہوگی محیط میں لکھا ہے
امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص مر گیا اور اسنے مال اور ایک بھائی چھوڑا اور ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں وصیت کا
بیٹا ہوں اور گواہ قائم کیے اور انھوں نے گواہی دی کہ یہ میرے کا بیٹا ہو کہ ہم اس کے سوا وارث نہیں جانتے ہیں اور اس معی
کیو اسطے تمام مال ترکہ دیدینے کا حکم کیا گیا پھر بیٹے نے اقرار کیا کہ میرا بیٹا ہے ان گواہوں کو تہائی مال دینے کی وصیت کی تھی یا
ان کے فرضہ کا اقرار کیا تھا تو امام محمد نے فرمایا کہ گواہی باطل نہوگی کیونکہ اسنے بعد حکم قاضی کے اقرار کیا ہے اور اگر گواہوں کی گواہی
کے بعد قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ اقرار کرے تو گواہی باطل ہوگی یہ عادی میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اپنے پڑوسی
فقیروں کے واسطے کیو اسطے مال کی وصیت کی اور وارثوں نے وصیت کا انکار کیا پھر وصیت پر پڑوس کے لیے دواہ میوں کا
گواہی دی کہ جبکی اولاد بھی فقیر ہو تو امام محمد نے فرمایا کہ انکی گواہی بالکل مقبول نہوگی جیسا کہ اس حدیث میں کہ وہ میوں کا
اس امر پر گواہی دی کہ فلاں شخص نے ہماری ماں اور اس عورت کو زانیہ مت لگائی ہو مقبول نہیں ہو اگر اپنے پڑوس
ان کے فقیروں پر وقف کیا پھر پڑوس کے دو فقیروں نے اس پر گواہی دی تو دونوں کی گواہی جائز ہو نیز خزانہ المفتین میں لکھا ہے
مفتی الدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقیرے اس پر کہ وصیت میں ایسے پڑوسی کی گواہی جسکی اولاد بھی فقیر ہو اس وقت مقبول نہوگی

کہ جب بیوی گنتی کے لوگ ہوں اور وقت کے بارہ میں جو مذکور ہو اسکی تاویل یہ ہو کہ یہ حکم اسوقت ہو کہ جب بیوی فقیرا
گنتی کے لوگ نہ ہوں یہ آثار خانیہ میں لکھا ہو اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ بیٹے تہائی مال کی اپنے گھرنے کے
فقیروں کے واسطے وصیت کی ہو اور دونوں گواہ بھی اسی کے گھرنے کے فقیر آدمی ہیں یا انکا کوئی بچہ گھرنے میں فقیر ہے تو
گواہی ناجائز ہو اور اگر یہ دونوں غنی ہوں درانکی کوئی اولاد بھی فقیر نہ ہو تو گواہی مقبول ہو یہ محیط میں لکھا ہو ایک
شخص نے کچھ مال ایک گائوں کے مدرسہ اور دکان کے مدرسہ پر وقت کیا پھر ایک شخص نے یہ وقت غصب کر لیا پھر بعض
گائوں والوں نے کہ خلی اولاد اس مدرسہ میں ہیں ہو گواہی کی کہ یہ زمین فلان بن فلان نے اس مدرسہ پر وقت کی ہے اور
مستحق بیان کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی اور اگر انکے لڑکے بھی کتب میں ہوں تب بھی صحیح یہ ہو کہ مقبول ہوگی اسی طرح
اگر بعض اہل محلہ نے مسجد کے وقت پر گواہی دی تو جائز ہو اگر مسجد پر کسی طرح فقیروں کی گواہی کسی وقت کی نسبت کہ مدرسہ فلان پر
اس طرح وقت ہو اور یہ گواہ بھی اسی مدرسہ کے ہیں اور اس طرح اگر گواہی دی کہ یہ مسجد مجید اس مسجد پر وقت ہو سب مقبول ہے
کذا فی الخلاصہ اگر لپٹے مال میں سے کسی قدر اپنے محلہ کی مسجد کی واسطے دینے کی وصیت کی اور وہ دونوں نے اس سے انکار کیا
اور بعض اہل مسجد نے اسی گواہی دی تو جائز ہو اور اس طرح اگر مسجد جامع یا مسافروں کے لیے وقت کی گواہی دی اور دونوں
گواہ بھی مسافروں میں سے ہیں تو بھی جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر گائوں کے بعض لوگوں پر خراج زیادہ ہونے
کی بعض نے گواہی دی تو مقبول ہوگی اور اگر ہر زمین کا خراج مقرر ہو یا گواہوں کی واسطے کچھ خراج نہ ہو تو گواہی مقبول
ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہو فتاویٰ میں ہو کہ اگر گائوں والوں نے یا کسی کو کچھ غینا فذہ کے رہنے والوں نے کسی قدر زمین کی
گواہی دی کہ یہ ہمارے گائوں یا ہمارے کوچہ میں ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر کوچہ نافذ ہو پس اگر اپنی ذات کی واسطے
حق ثابت کرنا چاہتا ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر کہا کہ میں نہیں تو گواہی مقبول ہوگی وچیز کر دی میں لکھا ہو اگر حق نے
خرایا کہ دو شخصوں کے پاس ایک شخص کا مال بویعہ اور ایک شخص نے ہنگامہ دعوئی کیا اور دونوں نے جبکہ پاس دو بیعتیں کی
اور سے گواہی دی تو جائز ہو اور اگر مدعی نے سوال دونوں کے دو گواہ پیش کیے پھر ان دونوں نے اس بات پر گواہی دی
کہ مدعی نے اقرار کیا ہو کہ یہ مال بویعہ کھنے والے کا ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی خواہ میں ان بیعت تلف ہو گیا ہو باقی ہو
اور اگر دونوں نے پہلے اس مال بویعہ کو دے دیا ہو تو یہ گواہی دی ہو تو گواہی قبول کی جاتی ہے
ہو کہ جسکے پاس بیعت ہو اگر مدعی کی دے دیت کھنے والے نے اقرار کیا کہ یہ غلام ہو تو جائز ہو اور یہی حکم عاریت میں ہو اور
اگر یہ گواہی دی کہ جس نے اس باندی کو دے دیت رکھا یا عاریت دیا ہو اسے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو تو گواہی جائز نہیں ہو اگر
غلام دو شخصوں کے پاس دے دیت ہو اور دونوں نے گواہی دی کہ اسے ملائے سکودیر یا مکاتب یا آزاد کر دیا ہو اور غلام بھی ملائے ہو
کر تا ہو تو گواہی جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو دو شخصوں کے پاس دو شخصوں کی چیز کوئی زمین ہو پھر ایک شخص نے اس چیز کا دعویٰ کیا
اور دونوں مرتنون نے مدعی کی گواہی دی تو گواہی جائز ہو اور اگر دونوں انہوں نے زمین کی چیز اپنے سوا دوسرے کی ملک بنی
گواہی دی اور دونوں مرتنون نے انکار کیا تو گواہی جائز ہو لیکن دونوں ان چیز میں ہون کی قیمت مدعی کو دینے کے اگر کوئی باندی زمین
ہو اور وہ دونوں مرتنون کے پاس ہلاک ہو گئی اور اسکی قیمت فرضہ کے برابر یا کم یا زیادہ ہو پھر دونوں نے مدعی کی ملکیت ہونے کی

لے یعنی اس قدر ہوں کہ شہادت میں آئے ہوں ۱۲

گواہی دی تو زمین کرنے والوں پر انکی گواہی مقبول نہوگی اور دونوں مرتب سبب اپنے اقرار غصب کے باندھی کی قیمت مدعی کو دینے
یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر دونوں مرتبوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہے کہ شے مرہون رہا ہے کی ملک ہو تو
مقبول نہوگی خواہ شے مرہون تھا ہو گئی ہو یا باقی ہو و لیکن جبکہ مرہون چیز رہا ہے کہ شے کو واپس کر کے گواہی دی تو مقبول
ہوگی یہ وجہ کر دی ہے کہ غصب کرنے والوں نے شے معصوب کے مدعی کی ملکیت ہوئی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر
غصب کی چیز جس سے غصب کی تھی اسکو واپس کر کے یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اور اگر شے معصوب
غاصبون کے پاس ہلاک ہو گئی پھر دونوں نے مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی خواہ قاضی معصوب نہ
کیواسطے غاصب قیمت ادا کرنے کی ڈگری کر دی ہو یا نہ کی ہو اور خواہ دونوں نے قیمت ادا کر دی ہو یا نہ کی ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔
اگر دو قرض لینے والوں نے مال قرض مدعی کی ملکیت ہونے کی گواہی دی تو مقبول نہیں ہے نہ اگر شے سے پہلے نہ اس کے بعد اور
ایسے ہی اگر بعد قرضہ داکو واجب بھی مقبول نہیں ہے۔ اور اگر دو قرضہ داروں نے گواہی دی کہ جو قرض ہم پر ہے وہ مدعی ہے تو مقبول
نہیں ہے اور اگر قرضہ داکو دیا پھر گواہی دی تو بھی ایسی حکم ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ نوادین جامعین امام محمد رحمہ سے روایت کیا گیا غلام
جسکو تجارت کی اجازت دی گئی تھی اور اس پر قرضہ تھا اسکی نسبت دو گواہوں نے جبکہ اس پر قرض ہے یہ گواہی دی کہ اس کے مالک نے
اسکو آزاد کر دیا ہے اور مالک نکاح کرنا ہے یا دونوں گواہ اسکو اختیار کر گئے کہ مالک اسکی قیمت کی ضمانت لیں یا یہ اختیار کر گئے
کہ غلام کو شش کر کے کسائی سے قیمت ادا کرے پس اگر اسے ضمانت لینا اختیار کیا تو گواہی باطل ہو گئی اور اگر غلام کی قیمت سے
مالک کا چھپا چھپوڑا اور غلام سے قرضہ وصول کرنا چاہا تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ قرض خواہ کی گواہی
قرضدار محیط سے اس جس میں جائز ہے جس جس کا قرضہ ہے قال رحمہ جب جس قرض میں جائز ہے تو خلاف جس میں بدرجہ
اولی جائز ہے۔ اگر قرضدار کے مرنے کے بعد اسکی طرف سے مال کی گواہی دی تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی غلامین لکھا ہے
دو شخص اگر تقسیم کرنے کیواسطے مقرر ہوئے تو انکو اپنی تقسیم کرنے کی گواہی دینی جائز ہے یہ امام عظیم رحمہ کا قول ہے اور یہی امام ابو یوسف
کا دوسرا قول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ بانٹنے والے اگر قاضی کی طرف سے مقرر ہوں یا دوسرے ہوں تو دونوں برابر ہیں یہ ہدایہ
میں لکھا ہے۔ بانٹنے والوں نے اگر زمین کی خرید کی اور تقسیم کی پھر سکو قاضی کے درویش کیا پھر وارث لوگ حاضر ہوئے اور
تھریا و تقسیم کا اقرار کیا اور قاضی نے انہیں قرضہ والا پھر دونوں تقسیم کرنے والوں نے تقسیم کی گواہی دی تو انکی گواہی باطل
مقبول ہے فیضہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اسے دو شخصوں پر اپنا مال چھوڑا اور ایک بھائی چھوڑا پھر دو شخصوں کے ایک
لڑکے کے واسطے جو تیس کے بیٹے ہوئے کاد عوی کرتا ہے گواہی دی کہ یہ میریت کا بیٹا ہے ہم اسکے سوامیت کا وارث نہیں جانتے تو امام
محمد رحمہ نے فرمایا کہ میں دونوں گواہوں کی گواہی جائز رکھوں چھ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر لا اور اس کے دو شخصوں پر ہزار دہم
قرض میں پھر دونوں قرضداروں نے گواہی دی کہ یہ شخص میریت کا بیٹا ہے ہم اسکے سوا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور دوسرے
دو شخصوں نے ایک دوسرے شخص کی یہ گواہی دی کہ یہ میریت کا بھائی ہے اور وارث ہے اسکے سوا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں تو قرضدار
کی گواہی پر ڈگری کی جائے گی اور اگر بھائی کے گواہوں پر قاضی پہلے فیصلہ کر چکا ہے پھر قرضداروں نے ایک شخص کے بیٹے ہونے کی
سہ قرا اختیار کر گئے یعنی قرضہ داروں کو جو دونوں طرح کا اختیار ہے لکھا جائے کہ کیا اسے اختیار کی اور اسی پر حکم ہو گا ۱۲

گواہی دی تو قرضداروں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر قرضداروں نے قاضی کے حکم سے یا بلا حکم بھائی کو قرضدار
کر دیا پھر ایک شخص کے بیٹے ہوئی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اسی طرح اگر قرضداروں نے
بھائی کے ساتھ قرضہ کی بیع صرف کر لی یا بھائی نے وہ مال عوض لیکر ہرے کیا یا دونوں نے اس بھائی سے کوئی باندی سے
ترک میں سے خریدی یا بھائی نے عوض لیکر پھر صدقہ کر دیا پھر دونوں نے کسی کے بیٹے ہونے کی گواہی دی تب بھی مقبول
نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر بجائے قرضہ کے ان دونوں کے پاس غلام تھا کہ اسکو میت سے غضب کر لیا تھا اور بھائی کو
دینے سے پہلے گواہی دی کہ یہ اس بیٹے کا ہے تو مقبول نہ ہوگی اور اگر بھائی کو حکم قاضی دیکر پھر یہ گواہی دی تو مقبول ہوگی
اگر یہ غلام میت کی طرف سے دونوں کے پاس ودیعت تھا اور بیٹے کی واسطے گواہی دی تو جائز خواہ غلام حضور نبی
کو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص مر گیا اور اسے ایک حقیقی بھائی مان باپ دونوں کی
طرف سے چھوڑا اور اسکا ایک شخص پر قرض ہو پھر بھائی نے قرضدار کو قرضہ سے بری کیا یا جو ہرے یا کوئی مال معین ترک میں سے
اسکو ہرے کر دیا پھر اس قرضدار نے دوسرے شخص کے ساتھ ملکر ایک شخص کی طرف سے گواہی دی کہ میت کا بیٹا ہے تو مقبول
ہوگی یہ کافی نہیں لکھا ہے۔ نوادر ابن ہمام میں امام محمد سے روایت ہے کہ کسی قدر معلوم ہر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا
پھر اس نکاح کرنے والے نے دوسرے شخص کے ساتھ گواہی دی کہ یہ عورت مثلاً اس شخص نے اپنی باندی سے اور یہ ایک عورت کا دعویٰ
بھی کرتا ہے تو قاضی شوہر کی گواہی قبول نہ کرے گا خواہ مدعی یہ کہتا ہو کہ میں نے باندی کو نکاح کر لینے کی اجازت دی تھی یا کہتا
ہو خواہ شوہر نے اس کے ساتھ دخول کر لیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ ہر اسکو دیدیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے باندی
کو نکاح کی اجازت دیدی تھی اور ہرے لینے کے واسطے حکم دیدیا تھا پس اگر شوہر نے اسکو ہرے نہیں دیا ہے تو گواہی مقبول
نہوگی اور اگر دیدیا ہے تو مقبول ہوگی۔ اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہرے میں رہا اس سے زیادہ بڑا نکاح ہوا اور اگر
کم ہوا اور اس قدر کم ہوا کہ نکاح ہو کر جتنا خسارہ لوگ نہیں اٹھاتے ہیں تو باندی نے مالک کی مخالفت کی کہ نکاح صحیح نہ ہوا تو چاہے
کہ گواہی مقبول نہ ہو پھر واضح ہو کہ یہ جو مذکور ہوا احتمال ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ امام عظیم رحمہ اللہ کا یہ نکتہ امام
اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وکیل بالنکاح کو اختیار ہوتا ہے کہ جس ہرے چاہے نکاح کر دے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک ہرے میں
ہوتی ہے اور اگر یہ قول سب کا ہو دے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک غیر وکیل کرنے اور اپنی باندی وغلام کو وکیل کرنے میں
فرق بیان کرنا ضرورت ہے اور فرق یہ ہے کہ وکیل نے اگر کھلا ہوا خسارہ اٹھایا تو مکمل کی طرف سے ہوتی جائے ہو گا کہ جب وکیل نے
تمت نہ آتی ہو اور وکیل بالنکاح میں تمت نہیں آتی ہو کہ اسکو کچھ نفع نہیں ہو اور غلام باندی میں تمت ہے کہ شاید حضور نبی اپنے
کسی نفع کی غرض سے یہ کام کیا ہو ورنہ یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا پھر دوسرے کے
ساتھ گواہی دی کہ اس عورت نے اقرار کیا ہے کہ میں فلان مدعی کی باندی ہوں تو مقبول نہ ہوگی اگر اس وقت مقبول ہوگی
کہ جب اسکو اسکا ہرے کر دیا ہو اور مدعی کہتا ہو کہ میں نے اسکو نکاح کر لینے کی اجازت دیدی تھی یہ فتاویٰ قاضی خان میں
لکھا ہے۔ دو شخصوں نے اپنی بہن کے ہرے کی گواہی دی اور کہا کہ ہم دونوں نے ہزار درہم پر اسکا نکاح کر دیا ہے اور شوہر
نکاح سے انکار کرتا ہے یا کہتا ہے کہ ہرے پانچ سو درہم تھے تو دونوں کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر زوج نے ہزار درہم نکاح کا اقرار

کیا اور معافی یا اگر دینے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے زوج کی طرف سے گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے
ایک شخص نے اپنے دو بیٹوں کے سامنے اپنی بڑی کا نکاح کر دیا اور دونوں نے شوہر کے انکار نکاح اور باپ کے دعویٰ کے تحت
گواہی دی تو رد کر دیا جائیگی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بڑی بالغ ہو تو قبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک مرد اور دو عورتوں
نے دو عورتوں کی طرف سے اُنکے شوہر پر گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورتوں کو واسطے کہا تھا کہ تم سب کو طلاق ہو تو گواہی
ان دونوں عورتوں کے حق میں جائز ہوگی اور نہ دوسری عورتوں کو واسطے جائز ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے
امام محمد رحمہ اللہ نے جامع میں فرمایا کہ دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں کو طلاق دی پس اگر انکا باپ
طلاق کا دعویٰ ہو تو گواہی کی حاجت نہیں ہو اور اگر منکر ہو پس اگر ماں دعویٰ ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر وہ بھی منکر ہو تو
مقبول ہوگی اور فتاویٰ مولانا شمس الدین میں ہے کہ اگر ماں دعویٰ ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور یہی اصح ہے اور مولانا علیہ السلام
نے فرمایا کہ میرے نزدیک جو جامع میں مذکور ہو وہی اصح ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور
قبل دخول کے اُسکو طلاق دیدی پھر دوبارہ اُس سے نکاح کیا پھر اُسکے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ اُس نے اس عورت کو
پہلی مرتبہ تین طلاق دی تھی اور حلالہ کرانے سے پہلے اس سے نکاح کر لیا پس اگر دونوں کا باپ اسکا دعویٰ ہو اور عورت
تصدیق کرتی ہو تو دونوں کے اقرار سے جدائی کر دیا جائیگی اور تمام مہر ساقط ہو جائیگا اور اگر عورت تکذیب کی تو گواہی
قبول نہوگی اور اگر دونوں کا باپ انکار کرتا ہو تو دونوں کی گواہی قبول ہوگی خواہ عورت قرار کرتی ہو یا انکار کرتی ہو یہ مجرہ
میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہمارے باپ کی جو دو سلام سے مرتد ہو گئی اور عورت اس سے انکار کرتی ہو پس اگر
دونوں کی ماں زندہ ہو اور اُنکے باپ کے نکاح میں ہو تو گواہی مقبول نہوگی خواہ باپ کے مرتد ہونے کا دعویٰ ہو یا منکر ہو
اور اگر دونوں کی ماں مر گئی ہو اور باپ اسکا دعویٰ کرتا ہو تو بھی مقبول نہوگی اور اگر باپ منکر ہو تو قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے
اگر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے ہماری ماں سے سیر خلع کیا کہ تمام مہر باپ کو ملے پس اگر باپ کا یہی دعویٰ
ہے تو گواہی غیر مقبول ہو اور اگر باپ منکر ہو اور ماں اسکا دعویٰ کرتی ہو تو بھی گواہی نامقبول ہو اور اگر ماں بھی انکار کرتی
ہو تو گواہی مقبول ہوگی۔ اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے اپنی جو دو سے خلع کیا ہے اور دونوں کی
ماں مر چکی ہو پس اگر باپ اسکا دعویٰ ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر منکر ہو تو مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ نوادر
ابن ساعہ میں امام عظیم رحمہ اللہ سے بروایت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تو ان دو شخصوں
کے گھر میں داخل ہوا یا ان دونوں کا تو نے کپڑا اچھو تو تو آزاد ہو اور غلام نے ایسا ہی کیا اور دونوں نے اُنکے کپڑے اچھو
دی تو جائز ہے بخلاف اسکے کہ اگر ان دونوں سے کہا کہ اگر تم دونوں نے میرے غلام سے کلام کیا یا اسکا کپڑا اچھو تو وہ آزاد ہو پھر
دونوں نے اگر گواہی دی کہ ہم نے ایسا ہی کیا تو گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں نے کہا کہ ایک شخص نے
اپنی عورت سے کہا تھا کہ تجھکو طلاق ہو اگر تو نے فلان و فلان سے کلام کیا اور دونوں نے گواہی دی کہ ہم دونوں سے
اسنے کلام کیا ہے تو دونوں کی گواہی باطل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ زید نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر تجھے فلان
سے اپنی جو دو سے یعنی گواہوں کی سوتیلی ماں سے کہو گھٹا کی ماں مر چکی ہو اور قید دلیل ہے کہ اگر ماں مراد ہو تو قبول ہوگی قائل ۳

شخص نے کلام کیا تو آزاد ہے پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ میں نے غلام سے کلام کیا ہے اور اسکے دو بیٹوں نے گواہی دی تو گواہی مقبول نہوگی اور یہ امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک ہی محیط میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کے باپ کے ساتھ کلام کروں تو میرا غلام آزاد ہے اور اُسے ہمارے باپ سے کلام کیا ہے پس اگر دونوں کا باپ خواہ غائب ہو یا حاضر اس امر کا اقرار کرتا ہو تو دونوں کی گواہی باطل ہے اور اگر باپ منکر ہو تو گواہی جائز ہے اور سیطرح اگر مارنے کی شرط لگائی تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ دو شخصوں سے کہا کہ اگر تم دونوں اس گھر میں داخل ہو تو میرا غلام آزاد ہے پھر دونوں مر گئے اور دونوں کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے پاس اس گھر میں داخل ہوئے تھے تو امام اعظم رحمہ اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک گواہی نامقبول ہے اور اگر دونوں کے باپ نہ ہوں اور داخل ہونے سے انکار کرتے ہوں تو بلا اختلاف لا کون کی گواہی مقبول ہوگی۔ اور یہی حکم سب چیزوں کی بابت گواہی دینے میں ہے کہ جس میں بیٹوں کی گواہی سے کوئی فعل نکاح و طلاق و بیع وغیرہ کا ثابت ہو اس اگر باپ زندہ ہو اور مدعی بولا مر گیا ہو تو امام اعظم رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک گواہی غیر مقبول ہے اور اگر زندہ اور منکر ہو تو بلا خلاف مقبول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ عیون میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی اس طرح کہ اگر میں ان دونوں شخصوں کو ماروں تو میری عورت پر تین طلاق ہیں پھر اُسے مارا تو گواہوں کو جائز ہے کہ اسکی عورت پر تین طلاق کی گواہی دین اور کیفیت سے خبر کریں اور اگر انھوں نے کیفیت سے خبر دی تو گواہی مقبول نہوگی یہ تاجدار خانیہ میں لکھا ہے۔ کسی نے کہا کہ میرا غلام آزاد ہے۔ اگر میں تم دونوں کو ماروں پھر ان دونوں کے سواے دو شخصوں نے گواہی دی کہ اُسے دونوں کو مارا ہے تو گواہی ناجائز ہے اور یہی طرح اگر مشہود علیہ نے مارنے کا اقرار کیا اور قسم کھانے سے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ کسی نے کہا کہ اگر میرے اس گھر میں کوئی داخل ہوا تو میرا غلام آزاد ہے پھر تین یا چار آدمیوں نے گواہی دی کہ ہم داخل ہوئے ہیں تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ اگر انھوں نے گواہی میں بیان کیا کہ ہم داخل ہوئے اور ہمارے ساتھ وہ بھی تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر دونوں تو مطلقاً مقبول نہوگی۔ دو شخصوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اُسے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کا بدن چھوؤں تو میری عورت کو طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے اور اُسے ہم دونوں کو چھوا ہے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اُسے کہا تھا کہ اگر میں تم دونوں کا کپڑا چھوؤں تو ایسا ہے اور اُسے چھوا ہے تو مقبول ہوگی اور فتاویٰ میں لکھا ہے کہ ان مسائل میں اگر گواہ گواہی دینا جائیں تو بدون بیان سبب کے طلاق و عتاق کی گواہی دین یہ وجہ کر دی میں لکھا ہے یہی طرح اگر ایک شخص کی ایک میت کے وصیت نامہ پر گواہی ہے اور تحریر میں اُسکے لیے بھی وصیت ہے تو ابو بکر بنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوں بیان کیا چاہیے کہ میں اس تمام تحریر پر سواے اس فقرہ کے یعنی جس میں اُسکے لیے وصیت ہے ہاتھ لکھ کر اُسکے سواے گواہی دیتا ہوں۔ اور امام ابو القاسم سے روایت ہے کہ ایک عورت نے شوہر کے وارثوں پر جہر کا دعویٰ کیا اور وارثوں نے نکاح سے انکار کیا اور گواہ خود متولی نکاح ہے تو فرمایا کہ نکاح کی گواہی دے اور اپنے متولی ہونے کی گواہی نہ دے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دو شخصوں سے کہا کہ اگر تم دونوں رمضان کا چاند دیکھو تو میرا غلام آزاد ہے پھر دونوں نے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو امام ابو یوسف رحمہ

فرمایا کہ میں انکی گواہی آزادی کے باب میں قبول نہ کروں گا اور روزہ رکھنے کے واسطے قبول کر دینا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کہ
 کہا کہ اگر مجھے فلاں و فلاں نے اس گھر میں گھسنے دیکھا تو میرا یہ غلام آزاد ہے پھر انھوں نے گواہی دی کہ ہم نے اسکو گھسنے
 دیکھا تو مقبول نہوگی جب تک ان دونوں کے سوائے دو شخص گواہی نہ دیں تین شخصوں نے ایک شخص کو عداقت کر ڈالا
 پھر کہا کہ ہمکو اسنے معاف کر دیا ہے تو جائز نہیں ہے اور اگر انہیں سے دو شخصوں نے گواہی دی کہ ہم اور اس تیسرے کو اس نے
 عفو کر دیا ہے تو اس تیسرے کی بابت قبول ہوگی اور یہی قول امام ابو یوسف رحمہ کا ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ حسن بن زیاد نے
 روایت کی کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں کبھی قرض لون تو میرے ملوک سب آزاد ہیں پھر دو شخصوں نے گواہی کی کہ ہم
 اسکو قرض دیا ہے تو گواہی قبول نہوگی اور اگر یہ گواہی دی کہ اسنے مانگا تھا اور ہم نے قرض نہ دیا تو قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا
 ہے ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر میں فلاں شخص سے درم قرض لون تو میرا غلام آزاد ہے پھر فلاں شخص نے اسے قرض کا دعوہ
 کیا اور اسے غلام کے باپ اور دوسرے شخص کی گواہی گزری تو نازل میں لکھا ہے کہ مدعی کو واسطے مال کی ڈگری چاہی اور
 آزادی کا حکم نہ دیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ قسم کھائی کہ اگر ان دونوں کو قرض و ن تو میرا غلام آزاد
 ہے پھر دونوں نے گواہی دی کہ ہم کو اسنے قرض دیا تو گواہی جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ یہ قسم کھائی کہ میں ان دونوں
 کا گھر نہ کروں گا یا انکا ہاتھ نہ کاؤں گا پھر دونوں نے گواہی دی کہ اسنے ہمارے ساتھ ایسا کیا ہے تو گواہی جائز نہوگی یہ لکھا
 قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں نے گواہی دی کہ اسنے اپنا یہ غلام آزاد کر دیا ہے اور اسے ہمارے ایک کی آنکھ
 پھوڑ دی ہے اور مالک اسے آزاد کرنے سے انکار کرتا ہے تو گواہی نامقبول اور جسکی آنکھ پھوڑی ہے اسکا کچھ حق نہیں ہے
 یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک گھر پر چودہ دوسرے کے قبضہ میں ہر دعویٰ کیا اور دو آدمیوں نے انکی طرف سے
 گواہی دی اور یہ بھی کہا کہ مدعی نے ہمکو اسکی عمارت کیواسطے اجرت پر مقرر کیا تھا تو گواہی جائز ہے اور اگر کہا کہ مدعی نے ہمکو
 اسکے دھادینے کے واسطے مزدور کیا تھا تو ملکیت کی گواہی نامقبول اور دونوں گواہ مدعا علیہ کو عمارت کی قیمت کی
 ضمانت دیں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک بکری تھی کہ اس طرف سے ایک شخص گذرا اور
 بکری دالے نے اس سے کہا کہ اسکو ذبح کر دے اسنے ذبح کر دی پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ میری بکری ہے اس
 قابض نے غضب کر لی ہے اور اسے دو گواہ قائم کیے کہ ایک وہی ذبح کرنے والا تھا تو مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر گواہ
 بڑھاپے کی وجہ سے چلکر حاضر نہو سکتا ہو اور اسکے پاس نہ سواری ہو نہ سواری کا کرایہ ہو اور مشہور نے اسکو گواہی
 ادا کرنے کیواسطے سواری بھیج کر بلایا تو گواہی باطل نہوگی۔ اور اگر چل سکتا ہو یا سواری موجود ہو پھر مدعی نے سواری بھیج کر
 بلایا تو امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر مشہور نہ لکھا نا لکھا یا تو گواہی رد نہوگی اور فقیر ابو اللیث
 نے فرمایا کہ اگر مدعی نے گواہوں کے واسطے کھانا تیار نہ کر یا بلکہ موجود تھا جب وہ لوگ آئے تو اسنے پیش کر دیا اور
 انھوں نے کھا لیا تو گواہی رد نہوگی اور اگر انکے واسطے تیار کر لیا تو مقبول نہوگی۔ یہ حکم اسوقت ہے کہ گواہی ادا کرنے کے واسطے
 ایسا کیا ہو اور اگر گواہی کرنے کیواسطے لوگوں کو جمع کیا اور انکے واسطے کھانا تیار کر لیا یا سواری بھیج کر انکو شہر سے نکالا اور
 وہ سوار ہوئے یا کھانا کھایا تو ہمیں اختلاف ہے امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ سواری کے باب میں پھر انکی گواہی مقبول نہوگی اور

کھانے کی صورت میں مقبول ہوگی اور امام محمد نے فرمایا کہ دونوں صورتوں میں مقبول نہوگی اور فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر ہے کہ کوئی کوئی کوئی عادت جاری ہو خصوصاً نکاح میں شریعت و چھوڑے وغیرہ جیسا کہ تھے ہیں اور کھلا تھے ہیں پس اگر ایسا ہو تا کہ گواہی میں خرابی آتی تو نکاح وغیرہ میں ایسا نہ کہ تھے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کو اور مقدمہ اور اسے کو خوب نہیں جانتا ہو اور قاضی نے دو شخصوں سے کہا کہ اسکو دعویٰ اور خصوصیت سکھلا دو پھر میں نے اس نے اس دعویٰ پر گواہی دی تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں عادل ہوں اور قاضی کو ہر طرح تعلیم کرائے میں کچھ ڈالیں ہے خصوصاً امام ابو یوسف رحمہ کے قول کے مطابق یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ خلاصہ میں صاف لکھا ہے کہ لشکر یون کی گواہی میرے واسطے مقبول نہیں ہے بشرطیکہ وہ معدود ہوں اور اگر غیر معدود ہوں تو مقبول ہے اور صیر فی میں صاف لکھا ہے کہ لشکر یون یا اس سے کم معدودہ مکمل تھے ہیں اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو غیر معدود ہیں یہ جواہر خلاطی میں لکھا ہے۔ امام محمد نے زیادات میں لکھا ہے کہ اگر کوئی سر قیدی ہو کہ کوئی دارالاسلام میں واپس آیا اور قیدیوں نے کہا کہ ہم اسلام میں سے ہیں یا ذمی ہیں کہ ہوں لوگوں نے دارالاسلام میں کھالیا اور اہل سر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے انکو دار الحرب میں سے گرفتار کیا ہے قیدیوں کا قول معتبر نہیں اگر سر یہ سپاہیوں نے گواہ قائم کیے اور گواہ تاجر لوگ ہیں تو معتبر ہے اور اگر سر یہ کے لوگوں سے ہیں تو معتبر نہیں ہے اور اگر سر یہ میں نہیں بلکہ لشکر میں واقع ہوا اور بعض لشکر نے گواہی دی تو جائز ہے کیونکہ سر یہ کے لوگ معدود ہوتے ہیں پس بعض کا گواہی دینا گویا اپنے واسطے گواہی دینا ہے بخلاف لشکر کے کہ وہ ایک جماعت عظیمہ ہے کہ جمین اعتبار گواہی کے بابت میں نہیں ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے

پانچواں باب محدود چیز کی گواہی کے بیان میں۔ محدود چیز کی گواہی میں حدود کا ذکر نا ضروری ہے خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر عقار مشہور ہو تو حدود کے بیان کی حاجت نہیں ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے تین حدود بیان کر دیں تو یہ گواہی مقبول ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر عقار مشہور نہ ہو اور گواہوں نے تین حدود کی گواہی دی اور کہا کہ چوتھی ہم نہیں جانتے ہیں تو استحساناً گواہی جائز ہے اور دعویٰ کی ڈگری کیجا دیگی اور تیسری حد پہلے جس کے معاذی گردانی جا دیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک میں مثلث کا دعویٰ کیا اور دعویٰ میں صرف دو حدیں ذکر کیں اور گواہوں نے صرف دو حدیں ذکر کیں تو دعویٰ اور گواہی دونوں جائز ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دعویٰ میں چاروں حدیں ذکر کیں لیکن ایک حد مقبول ہو تو معتبر نہیں ہے اگر اور اسکا ترک کر دینا دونوں برابر ہیں اور اگر گواہ نے ایک حد میں غلطی کی تو مقبول نہیں ہے ایسا ہی الشہید میں مطلقاً ذکر کیا ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ بعضوں کے نزدیک مقبول اور بعضوں کے نزدیک مقبول نہوگی اور فتاویٰ صدر الشہید کے قول کے موافق عدم قبول پر ہے خلاصہ میں لکھا ہے اور گواہ کی غلطی کا ثبوت اس طرح ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی یا اسکا اقرار کرے لیکن اگر مدعا علیہ نے دعویٰ کیا کہ گواہ نے جملہ حدود یا بعض میں غلطی کی تو دعویٰ مسیح نہوگا اور اگر گواہ قائم کیے تو گواہی کی سماعت نہوگی ایسا ہی شیخ مخری داؤد حنفی سے منقول ہے اس طرح اگر مدعا علیہ دعویٰ کرے کہ دعویٰ نے اقرار کیا کہ گواہ نے غلطی کی تو سماعت نہوگی اور شمس الائمہ مخری سے منقول ہے کہ اگر گواہ نے غلطی کی پھر بھی مجلس دہی مجلس میں اسکا تدارک کیا اور ٹھیک بیان کیا تو مقبول ہوگی بشرطیکہ توفیق مکن ہو اور توفیق کی یہ صورت ہے کہ فلان شخص مثلاً چوتھی حد کا مالک تھا مگر اس نے اپنا گھر فلان کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ معلوم نہ تھا یا یوں صورت ہو کہ فلان شخص اسکا مالک

یہ امر اگرچہ صحیح ہے مگر اس پر عمل کرنا اور اسکو بیان نہ کرنا برا ہے ۱۲

محقق کر یہ نام اسکا بھیجے رکھا گیا اور ہر کو معلوم نہوا علی ہذا القیاس یہ محیط میں لکھا ہو گا وہوں نے کسی شے حدود کی بابت کسی شخص کو گواہی دی اور حدود بیان کر دیں اور کہا کہ ہم حقیقتہً انکو پہچانتے ہیں اور وہ شے حدود کسی گاؤں میں ہے پھر قاضی نے علیحدہ سے درخواست کی کہ گواہوں کو اس گاؤں میں جانے کا حکم دے تاکہ اسکے حدود معائنہ کر کے بیان کر دیں تو قاضی کو گواہوں کے ذمہ یہ امر لازم نہ کر گیا اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے کسی کی طرف سے ایک گھر کی گواہی دی اور کہا کہ ہم گھر کو اور اسکے حدود کو پہچانتے ہیں جبکہ ہم اسکے پاس ہیں واقعہ کر دیں لیکن ہم اسکے حدود کے نام نہیں جانتے ہیں تو قاضی انکو قبول نہ کر لیا بلکہ گواہوں کی تعدیل ہو گئی ہو اور گواہوں کو مع مدعی و مدعا علیہ کے اور اپنے دو امینوں کے بھیج کر اسکا گواہیوں کے سامنے گواہ اسکے حدود پر واقع ہونے پر جب واقع ہوے اور کہا کہ یہ اس گھر کی حدیں ہیں جس کی گواہی ہم نے گواہی دی ہے کہ یہ اس گھر کی گواہی تو قاضی کے پاس لوٹ آوینے اور دونوں اس گواہی دینے کے انھوں نے گھر اور اسکے حدود پر واقع کیا تو قاضی دونوں گواہی پر اس گھر کی ڈگری مدعی کے واسطے کر دیا اور یہی حکم گاؤں اور گاؤں اور زمین کے بابت میں جو یہ فصول عماد میں لکھا ہے اور یہی نظر ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے بیان کیا کہ جو گھر فلاں شہر کے فلاں محلہ میں فلاں بن فلاں عثمانی کے گھر سے ملحق ہے اور اس مدعا علیہ کے قبضہ میں جو وہ اس گھر کی حدیں ہیں لیکن ہم اسکے حدود نہیں پہچانتے ہیں پس مدعی نے قاضی سے کہا کہ میں دوسرے گواہ لاتا ہوں کہ جو اسکے حدود کو پہچانتے ہیں اور دو گواہ لایا کہ جھون گواہی دی کہ اسکے حدود یہ ہیں تو اس مسئلہ کے حکم میں اختلاف ہو بعض نسخوں میں لکھا ہے کہ قاضی انکو قبول کر کے مدعی کی ڈگری کر دے گا اور بعض میں نہ کرے گا قبول نہ کرے گا اور نہ مدعی کی ڈگری کرے گا اور یہی اختلاف گاؤں اور زمین اور گاؤں اور تمام عقارات میں ہے یہ تفسیر میں لکھا ہے اور ظہیر الدین مرغینانی نے اس مسئلہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ اس مسئلہ میں روایات مختلف ہیں اور ظہر ہے کہ قبول ہوگی کیونکہ اکثر گواہی کو برداشت کرنا اسی صورت سے ہو کر تاہر کہ یہ شہر کے اندر یا بیابان کی بیج پر جو سوا شہر میں واقع ہے گواہی کہ تاہر تو پیشتر گواہ اسکے حدود پر حقیقتہً واقع نہیں ہوتے اور نہ پہچانتے ہیں لیکن حدود کا ذکر سننے میں اس شخصین حدود کی گواہی دیتے ہیں اگرچہ حقیقتہً انکو نہیں پہچانتے ہیں کہ ان فی الفصول العادیاہ اور یہی صحیح ہے کہ ان فی القیامہ اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر مدعی ایسے دو گواہوں کو نہ لایا کہ جو اس گھر کے حدود کی گواہی داکرین اور قاضی درخواست کی کہ میرے ساتھ اپنے دو امین بھیج دے کہ گواہ اسکے حدود اور پڑوسیوں کے نام سے واقع ہوں تو قاضی اس درخواست کو منظور نہ کر لیا پھر جب قاضی نے دونوں امینوں کو بھیج دیا اور انھوں نے گھر کی حدیں اور اسکے پڑوسیوں کے نام پہچان لیے پس اگر امینوں کے بیان میں اور ان حدود میں جو گواہوں نے بیان کی ہیں مطابقت ہے تو قاضی اس گھر کی ڈگری اس گواہی پر مدعی کو واسطے کر دیا یہ محیط میں لکھا ہے۔ یہ سب سوقت ہے کہ یہ گھر مشہور نہ ہو اور اگر کسی کے نام سے مشہور ہو جسے عمر بن حریث کا مکان کو فہم اور زمین العوام کا گھر بصرہ میں مشہور ہے اور گواہوں نے ایسے گھر کی بابت کسی کی طرف سے گواہی دی اور حدود کا ذکر کیا تو امام عظیمہ کے نزدیک قبول نہ ہوگی اور صاحبین رحمہ کے نزدیک قبول ہوگی اور زمین بھی اگر مشہور ہو تو نہیں بھی ایسا ہی اختلاف ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں شہر کے فلاں محلہ میں فلاں مسجد کے ملاحق جو مکان ہے وہ اس گھر کی ملکیت ہے لیکن ہم پڑوسیوں کے نام نہیں جانتے ہیں پھر مدعی نے

کے کہ میں دو گواہ لاتا ہوں جو حدوں کی گواہی ادا کریں تو قاضی اس پر التفات نہ کرے گا یہ فضول عبادت میں لکھا ہو گا۔ گواہوں نے اگر حدود کو نہ پہچانا اور رقم لوگوں سے دریافت کر کے حاکم کے نزدیک تفسیر کے ساتھ بیان کیا تو قبول ہوگی۔ گواہوں نے مدعا علیہ کے اقرار کرنے کی گواہی دی اور گھر کی حدیں اپنی طرف سے بیان کر دیں اور یہ نہ بیان کیا کہ مدعا علیہ نے حدوں کا بھی اقرار کیا ہے تو بھی مقبول ہوگی یہ وجہ کر دی میں لکھا ہوگا۔ اگر گواہ نے بیان کیا کہ ایک حد اسکی میان میں ہے زمین ملاصق ہے تو اس سے شناخت نہ حاصل ہوگی کذا فی الاصلہ کیونکہ میان میں یہ قبول ہے جو زمینوں کے ملائکہ غالب ہو جائے ہیں یا مر جائے ہیں اور کوئی وارث نہیں ہوتا ہے انکو میان دیہی بولتے ہیں سہی طرح جس زمین کو سہیا مالگا کونوں والوں کے پاس خرچ کے عوض چھوڑتا ہے وہ بھی میان دیہی کہلاتی ہے سہی طرح جو اراضی چوپاؤں کے چرانے کیواسطے چھوٹی ہوئی تقسیم میں نہ آئی ہو میان دیہی کہی جاتی ہے یہ پچھلے میں لکھا ہوگا۔ اور مختار یہ ہے کہ قابض کا نام و نسب نہ کر دینا کافی ہے یہ فلاں میں لکھا ہوگا۔ اگر گواہ نے کہا کہ ایک حد اس زمین کی فلاں شخص کے وارث کی زمین سے ملاصق ہے حالانکہ ہنوز زمین تقسیم واقع نہیں ہوئی ہے تو بعضوں نے کہا کہ قبول ہوگی اور اصح یہ ہے کہ قبول نہ ہوگی اور اگر بیان کیا کہ زمین وقف سے ملاصق ہے تو وقف کا مصرف بیان کرنا ضروری ہے وجہ کر دی میں لکھا ہوگا اور اگر بیان کیا کہ فلاں حد اسکی زمین ملک سے ملی ہوئی ہے پس اگر غیر ملک دو شخص ہوں تو جسکی ملکیت اسکا نام و نسب بیان کرنا چاہیے یہ خلاصہ میں لکھا ہوگا۔ دو گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ اسنے فلاں شخص کے باغ کی دیوار توڑ ڈالی ہے پس اگر دیوار کی حدیں اور طول عرض بیان کیا تو گواہی جائز ہوگی اگرچہ قیمت کا ذکر نہ کیا ہو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک بیان کرنا ضروری ہے کہ مٹی کی تھی یا لکڑی کی تو اسکی جگہ بیان کرنا بھی ضروری ہے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہوگا۔ اگر ایک شخص کے احاطہ میں دوسرے کا دروازہ ہوا ہے اسنے چاہا کہ اس دروازہ سے اپنے احاطہ میں جاوے اور دوسرے مالک نے منع کیا۔ تو دروازہ کا مالک اس بات کا مدعی قرار دیا جائیگا کہ دوسرے کے احاطہ میں دروازہ سے راستہ کا دعویٰ کرتا ہے پس چاہیے کہ دلیل سے یعنی گواہی سے ثابت کرے اور احاطہ کا مالک منکر ہے پس قسم سے اسی کا قول معتبر ہے گا اور دروازہ کساد ہونے سے اسکو کچھ استحقاق حاصل نہ ہوگا پس اگر مدعی نے یہ گواہ پیش کیے کہ میں اپنے احاطہ میں اس دروازہ سے جایا کرتا تھا تو اس گواہی سے کچھ تحقیق حاصل ہوگا مگر جبکہ گواہی میں یہ بیان ہو کہ مدعی کیواسطے ادھر کو دروازہ راستہ حاصل ہے تو یہ ثبوت بمنزلہ مدعا علیہ کے اقرار کے ہوگا اور اگر یہ بیان کیا کہ میں مدعی کے واسطے اس دروازہ سے احاطہ تک کامل راستہ ہے تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ راستہ کی حدیں اور طول عرض نہ بیان کیا ہو۔ اور ہمارے اصحاب میں سے بعضوں نے بیان کیا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر گواہوں نے مدعا علیہ کے اقرار پر گواہی دی اور حدود و طول و عرض مجبول ہے تو اقرار صحیح ہے لیکن اگر قطعی طور پر گواہی دی تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اصح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اور راستہ کا چوڑاں بعد چوڑائی دروازہ کے اور طول احاطہ تک مقرر کیا جاوے گا کذا فی المسبوطہ اور یہی طرح اگر ایک کوچہ کی دیوار میں اس کے احاطہ کا دروازہ ہوا و اہل کوچہ مانعت نہ ہوں تو بھی یہی صورت ہوگا اور اگر ایک شخص کا پناہ دوسرے کے احاطہ میں گرنا ہو تو بھی یہی صورت ہوگی۔ اگر کسی دوسرے کی زمین میں نہر ہوا اور دونوں نے اختلاف کیا تو بھی یہی صورت ہے لیکن اگر اختلاف کے وقت

مدعا علیہ میں گواہی بیان کرنا یا کہ نہ کرنا سے اس کے حدود معلوم کر کے لاہور میں لکھا ہوگا۔

اُمین پانی جاری ہو تو پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور ایسے ہی اگر اس وقت جاری نہ ہو لیکن معلوم ہو تا ہو کہ اس سے پہلے اس شخص کی زمین کی طرف اُمین سے پانی بہہ کر جاتا تھا تو بھی پانی والے کا قول معتبر ہوگا اور اسی طرح اگر پانی میں اختلاف کے وقت پانی جاری ہو تو اختلاف کے وقت اُسی کا قول معتبر ہوگا جس کا پانی جاری ہو یہ ظہیر میں لکھا ہے۔

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس طبعی کے لیے پناہ سے پانی احاطہ میں بہنے کا راستہ ہو تو گواہی قبول ہوگی اگر کسی کا طبعی پانی کا راستہ ہو تو منیخ کے پانی کا ہوگا۔ اور اگر کاشت است و شو کے پانی کا راستہ ہو تو اس کا ہوگا اور اگر کچھ نہ بیان کیا اور مطلق چھوڑ دیا تو قسم لیکر گھر کے مالک کا قول معتبر ہوگا یہ بوطین لکھا ہے۔ اور فقہ ابو اللیث نے متاخرین سے فقہ کیا ہے کہ انھوں نے استحساناً یہ حکم دیا کہ اگر پناہ والے کی حجت اس طرف ڈھال ہو اور قدیمی ایسی ہی بنی ہوئی ہو تو اس کے واسطے پانی بہنے کا حق ثابت ہوگا یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اگر دعویٰ یا گواہی میں یوں ذکر کیا کہ اس عوی کی زمین کی ایک حد فلان شخص کی زمین سے ملاصق ہو حالانکہ اس شخص کی گاون میں جا بجا متفرق زمین ہو تو دعویٰ اور گواہی صحیح ہے۔

اگرچہ اُمین ایک طرح کی جہالت ہو لیکن ضرورت کی وجہ سے برداشت کی گئی یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی زمین کی ملکیت کی گواہی دی اور اس کے حدود بیان کر دیے اور کہا کہ اُمین یا بچ من بیج مثلاً پڑتے ہیں اور دعویٰ اس کا دعویٰ کرتا ہو تو گواہوں نے حدود دھیک بیان کیے اور بچ کی مقدار بیان کرنے میں خطا کی مثلاً اُمین تین ہی من بیج پڑتے تھے تو شمس الاسلام ابو الحسن بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دعویٰ اور گواہی باطل ہوگی اور اُن کے زمانہ میں بعض مشائخ نے دعویٰ و گواہی کا باطل ہونیکا حکم دیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس کے حکم میں تفصیل ہونا چاہیے کہ اگر زمین کے سامنے موجود ہونیکی صورت میں گواہی دی اور اس کی طرف اشارہ کیا تو مقبول ہو اور سامنے نہ تھی تو گواہی سے وہ زمین گنیت ثابت ہوگی چنانچہ من بیج مثلاً پڑتے ہیں اور بعضوں نے کہا کہ گواہی ہر حال میں مقبول نہ ہوگی اور یہی اظہر ہے یہ فضول عماد میں لکھا ہے۔

چھٹا باب میراثوں میں گواہی ادا کرنے کے بیان میں۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں فلان میت کا وارث ہوں اور وہ گواہ لایا جنھوں نے گواہی دی کہ یہ فلان میت کا وارث ہے کہ اس کے سوا اس کا وارث نہیں ہے تو قاضی وارث ہو نیکی سبب کو دریافت کر گیا اور قبل دریافت کے حکم نہ دیا کیونکہ اسباب میراث مختلف ہونے سے معلوم نہ ہونے پس حکم دینا معتذر ہوگا پس اگر دریافت کرنے سے پہلے گواہ مر گئے یا غائب ہو گئے تو کچھ حکم نہ دیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ اسکے بیٹے کا بیٹا ہے یعنی پوتا ہے یا اس میت کا بھائی ہے یا دادا یا دادی ہے یا اس کا مولیٰ ہے تو بدوین بیان کے رد کر دیا گیا اور بیان اس طور سے کرنا چاہیے کہ پوتا وارث ہے یا بھائی اس کا حقیقی مان یا بیٹھڑ سے ہے یا صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے ہے اور دادا اسکے باپ کی یا نانا اس کی ماں کی باپ یا نانی اس کی ماں کی یا دادی اس کے باپ کی ماں کی اور مولیٰ اس کا آزاد کرنے والا یا آزاد کرنے والی یا آزاد کیا ہوا وارث ہے کہ اس کے سوا ہم میت کا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں یہ کافی میں لکھا ہے۔ بیطرح اگر کہا کہ اس کا چچا ہے یا چچا کا بیٹا ہے تو بھی جائز نہیں ہے یہاں تک میت کا نسب نہ بیان کریں اور بیان کریں کہ چچا یا اس کا بیٹا مان باپ و نون رشتوں سے یا فقط باپ یا ماں کے رشتہ سے چچا ہے کہ اسکے سوا اس کا کوئی وارث نہیں ہے یہ خزانۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے اور بیٹا یا بیٹی یا مان یا باپ کی گواہی میں وارث ہونے کی گواہی

دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ اسے الکافی اور اسی پر فوے ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہی میت کا نام ذکر کرنا الفاظ میں ضرورت نہیں ہے جسے کہ اگر گواہی دی کہ یہ میت کا دادا باپ کا باپ ہو اور وارث ہو اور میت کا نام نہ لیا تو مقبول ہوگی یہ وجہ کروری میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اس میت کو آزاد کیا تھا اور یہ شخص معی اُس آدمی کرنے والے کا عصیہ ہے تو گواہی نام مقبول ہوگی جب تک کہ سبب عصیہ ہو نیکیا کہ بیٹا ہی یا باپ یا بھائی ہو وغیرہ نہ بیان کریں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور سبب وارث ہو نیکیا بیان کر دیا اور کچھ زیادہ نہ کہا تو گواہی مقبول ہوگی مگر قاضی فی اسحال اُسکو مال نہ دیکھا بلکہ چند روز اسکا انتظار کیا کہ شاید کوئی دوسرا وارث ایسا پیدا ہو کہ جو اس وارث کا چچا یا اس سے مقدم ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر گواہوں نے کسی کے وارث ہونے کی گواہی دی اور سبب بیان کر دیا اور یوں کہا کہ ہم اُسکے سوا دوسرا وارث اسکا نہیں جانتے ہیں تو یہ گواہی مقبول ہے اور قاضی بلا انتظار کے مال اُسکے حوالہ کر دیکھا اور یہ کہنا کہ ہم اُسکے سوا دوسرا وارث میت کا نہیں جانتے ہیں عین گواہی میں سے نہیں ہے بلکہ یہ انتظار کے ساتھ کرنے کے واسطے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یہ کہا کہ اُسکے سوا دوسرا وارث میت کا نہیں ہے تو اسکا مقبول ہے اور اُسکے معنی یہی لیے جائینگے کہ ہم نہیں جانتے ہیں یہ حادی میں لکھا ہے اور اگر گواہوں نے کہا کہ اس زمین میں اُسکا کوئی وارث نہیں ہے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور صاحبین رحمہ اللہ میں اختلاف کیا ہے یہ وجہ کروری میں لکھا ہے اگر گواہوں نے ایک شخص کے وارث ہونے کی گواہی دی اور اُس کا سبب بیان کیا اور یہ شخص ایسا ہو کہ تمام مال کا مستحق ہے اور کسی دوسرے کی وجہ سے محروم نہیں ہو سکتا ہے جیسے بیٹا وغیرہ پس اگر گواہوں نے بیان کیا کہ اُسکے سوا دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں تو بلا توقف قاضی تمام مال اُسکو دیکھا محیط میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ شخص میت کا بیٹا ہے اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو قاضی شک تمام مال نہ دیکھا اور یہاں تک توقف کر لیا کہ قاضی کی رائے میں یہ آیا دے کہ اگر اس کا کوئی وارث ہو تو اتنی مدت میں ظاہر ہو جائے ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ شخص اس عورت میت کا شوہر ہے یا یہ عورت اس مرد میت کی جو رہی اور اُسکے سوا کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی نصف مال مرد کو اور چوتھائی عورت کو دیکھا اور اگر یہ نہ بیان کیا کہ کوئی دوسرا وارث ہم نہیں جانتے ہیں تو باجماع بڑا حصہ مدعی کو دیکھا جب تک کہ تھوڑا انتظار نہ کرے اور جب اس قدر انتظار کیا کہ دوسرے وارث پیدا ہو نیکیا غالب گمان جائتا رہا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا حصہ اُسکو دیکھا یعنی اگر مرد مدعی ہے تو اُدھا حصہ کی جو دے کے مال سے یا جو رہی تو چوتھائی مال تیر کہ شوہر سے دلائیکھا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چھوٹا حصہ لائیکھا اگر مرد رہی تو چوتھائی اور اگر عورت رہی تو اُدھوان حصہ اور طحاوی رحمہ اللہ نے اپنی مختصر میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے ساتھ لکھا ہے اور نقصان رحمہ اللہ نے امام محمد رحمہ اللہ کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ محیط میں لکھا ہے دو شخصوں نے ایک شخص کی بابت یہ گواہی دی کہ میت کا مان و باپ کی طرف سے بھائی وارث ہو کے سوا کوئی وارث ہم نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے اُسکے لیے میراث کا حکم دیا یا پھر نہیں دیا تو ان نے دوسرے کی واسطے یہ گواہی دی کہ یہ میت کا بیٹا ہے تو مقبول نہ ہوگی اور جو کچھ مال بھائی نے لیا جو وہ دونوں گواہی کو ضمان دینگے اور اگر دوسرے کی واسطے یہ گواہی دی کہ میت کا مان و باپ کی طرف سے بھائی ہے پہلے شخص نے اُسکے سوا ہم وارث نہیں جانتے ہیں تو مقبول ہوگی

بھائی کے ساتھ شریک کیا جائیگا اور گواہوں پر نہ پہلے شخص کی واسطے اور نہ دوسرے کے واسطے ڈانڈا دیگی۔ دو گواہوں کے ایک شخص کے مان و باپ کی طرف سے بھائی ہوئے لی گواہی دی اور کہا کہ اسکے سوائے ہم وارث نہیں جانتے ہیں اور اسکے لیے میراث کا حکم ہو گیا پھر دوسرے دو شخصوں نے دوسرے کی واسطے گواہی دی کہ یہ میراث کا بیٹا ہے تو پہلے شخص کی واسطے وارثت کا حکم ٹوٹ جائیگا پس اگر مال بھائی کے پاس موجود ہو تو بیٹے کو واپس اور اگر تلف ہو گیا ہو تو بیٹے کو اختیار ہے چاہے بھائی سے ضمان لے یا گواہوں سے پس اگر بھائی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر گواہوں سے لی تو وہ بھائی سے واپس لینے کے لیے محیط خرسی میں لکھا ہے۔ دو شخصوں نے ایک کی طرف سے یہ گواہی دی کہ میراث کا دادا ہے اور قاضی نے حکم دیا اور پھر ایک شخص آیا اور گواہ لایا کہ میں میراث کا باپ ہوں تو اُسکی ڈگری کی جائیگی اور وہی میراث کا مستحق ہے یہی خلاصہ ہے لکھا ہے اور وہ دادا اس شخص مدعی کا جو باپ ہوئے کا دعویٰ کرتا ہے باپ قرار دیا جائیگا۔ پس اگر باپ کے لیے شخص جو دادا ہو گیا دعویٰ کرتا ہے میراث پر نہیں ہو سکتا دوبارہ گواہ لانے کا حکم ہو تو قاضی اُسکو منظور نہ کرے گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے قاضی کے سامنے بیان کیا کہ اس شخص کو فلان قاضی نے فلان شہر میں فلان میراث کا وارث قرار دیا ہے اس کے سوائے دوسرے وارث نہیں ہو تو قاضی اُسکی وارثت کا حکم دیکھ نہ سکا خواہ نسب بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو پس اگر مدعی دوسرے نے گواہ قائم کیے اور ایسا نسب قائم کیا جس سے کہ شخص پہلے محبوب ہوتا ہے یا مدعی اُسکا شریک ہوتا ہے تو گواہی مقبول ہوئی اور محبوب یا شریک کیا جائیگا حتیٰ کہ اگر پہلے نے بیٹے ہو نیکی گواہ سنائے تھے اور دوسرے نے بھی بیٹے ہوئے کے گواہ دیے تو دونوں شریک ہو گئے اور اگر دوسرے نے باپ ہوئے پر برہان پیش کی تو اُسکو چھٹا حصہ میراث کا ملیگا اور پہلے کو باقی میراث ملیگی اور اگر پہلے نے اپنے تئیں دادا ہونا بیان کیا اور دوسرے نے باپ ہونا ثابت کیا تو تمام میراث دوسرے کو ملیگی اور اگر پہلے نے باپ ہونا بیان کیا اور دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو پہلے کو چھٹا حصہ اور دوسرے کو باقی چھٹا حصہ میراث ملیگی اور اگر دوسرے نے بھی اپنے تئیں باپ ہونا ثابت کیا تو تمام میراث دوسرے کو ملیگی اور آزاد کر نیکی ثابت کرنا مثل باپ کے مسئلہ کے ہے اور دوسرے شخص کے واسطے جب حکم ہو چکا تو پھر پہلے نے اگر گواہ سنائے تو رد کر کے جاوے گیے لیکن اگر اول نے اسکے گواہ سنائے کہ پہلے قاضی نے اُسکے باپ ہونیکا حکم دیدیا تھا تو وہ مقدم ہو اور دوسرے کو نسب باطل ہو گا اور اگر دوسرے کے واسطے حکم نہوا ہو کہ پہلے نے گواہ سنائے تو دونوں میراث میں شریک ہونگے حتیٰ کہ اگر ایک مر گیا تو دوسرے شخص باپ ہونیکے واسطے متعلق ہو گا اور دلاء کا مسئلہ بھی اسی تفصیل سے ہے اور اگر پہلا شخص متوفی انا بالغ ہو کہ بیان پر قادر نہیں ہو تو قاضی اُسکو بیٹا قرار دیکھا اگر نہ کہ ہے پس اگر دوسرے نے باپ ہونا ثابت کیا تو پہلے کو چھٹا حصہ میراث دیا جائیگا اور اگر بھائی ہونا ثابت کیا تو پہلے کے ساتھ محبوب کیا جائیگا اور اگر پہلا مذکر نہ ہو بلکہ مونث ہو تو قاضی کو بیٹی قرار دیکھا اور بطریق حصہ فرضی اور باقی رد کر کے تمام مال اسی کو دلا دیکھا پھر اگر دوسرے نے اگر بھائی ہونا ثابت کیا تو نصف اُسکو دلا دیکھا اور اگر دوسرے نے بیٹا ہونا ثابت کیا تو دھائی مال دلا دیکھا یہ کافی میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے گواہ دیا کہ یہ شخص میراث کا چچا ہے اور وارث ہے کہ اسکے سوائے ہم دوسرے وارث نہیں جانتے ہیں پھر دوسرے نے گواہ سنائے کہ یہ شخص شخص میراث کا بھائی وارث ہے کہ اسکے سوائے دوسرے وارث ہم نہیں جانتے ہیں پھر میرے نے گواہ سنائے کہ یہ شخص

۱۴۳۱ھ کو اربعہ یعنی گواہوں نے اس مدعی کے واسطے اس طرح گواہی دی

یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر بیان کیا کہ اسکا باپ مر گیا حالانکہ وہ اس کپڑے کو اپنے بدن پر لادے ہوئے تھا تو مقبول ہو یہ محیط
میں لکھا ہو اگر گواہی دی کہ اسکا باپ مر اور وہ اس گھوڑے کا سوار تھا تو وارث کو دلایا جائیگا اور اگر گواہی دی کہ اسکا
باپ مر حالانکہ وہ اس بستر پر بیٹھا تھا یا سو یا تھا تو مقبول نہ ہوگی اور اگر گواہی دی کہ اسکا باپ مر اور یہ کپڑا اسکے سر پر تھا اور یہ نہ
کہا کہ وہ حامل تھا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور وارث کو نہ دلایا جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اگر بیان کیا کہ میرے دل کا باپ
کپڑا اپنے سر پر ڈالے ہوئے تھا تو گواہی مقبول ہوگی یہ محیط خسر میں لکھا ہو اور اگر گواہی دی کہ یہ گھر اسکے باپ کی ملکیت
تھا یا وہ اس میں جا کر رہتا تھا یا اسکا مالک تھا پس اگر اسکے ساتھ بچی کہا کہ اس نے اس عی کیلئے میراث چھوڑا ہو تو گواہی مقبول ہوگی اور
بالا تفاق مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر میراث چھوڑنے کا ذکر نہ کیا تو امام عظم و امام محمد کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور امام ابو یوسف
کے دوسرے قول میں مقبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ نے ان میں سے کسی ایک کا اقرار کیا تو وہ مدعی کی ملکیت کا قرار ہوگا اور
اگر قاضی اسکو حکم دیکر مدعی کے سپرد کرے یہ فتاویٰ قاضی خان محیط میں لکھا ہو اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ گھر اسکے باپ کا تھا
وہ اس میں رہا ہو تو بھی اختلاف ہو یہ فضول عمادیہ میں لکھا ہو اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ اسکے باپ کا تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ مر گیا اور
اسکے واسطے میراث چھوڑا پس بعضوں نے کہا کہ اس میں بھی ایسا ہی اختلاف ہو اور بعضوں نے کہا کہ اس میں صحت میں بالاجماع مقبول
نہیں ہو اور اسی کو امام فضلی نے اختیار کیا ہو اور یہی صحیح ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو ایک شخص مر گیا اور اسکے وارث نے گواہ
سنائے کہ یہ گھر میرے باپ کا تھا اس نے اس قابض کو مانگے یا حیرت پر یا و دعوت یا تھا تو وہ مدعی کو دلایا جائیگا اور اسکی تکلیف نہ
ہو جائیگی کہ اسکے گواہ سنائے کہ وہ مر گیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا یہ کافی میں لکھا ہو اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلاں شخص
مر گیا اور یہ گھر اپنے فلاں بیٹے کی واسطے میراث چھوڑا ہو اور ہم اسکے سوا دوسرا وارث نہیں جانتے ہیں حالانکہ گواہوں نے فلاں
میراث کے زمانہ میں اس سے ملاقات نہیں پائی تو انکی گواہی باطل ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مدعی کا
نسب میراث سے مشہور ہو اور اگر مشہور نہ ہو اور انھوں نے ایسی گواہی دی اور میراث سے ملاقات نہیں پائی تھی تو یہ صورت
منتفی میں اس طرح مذکور ہو کہ نسب کے بارہ میں گواہی جائز اور میراث کے حق میں باطل ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک گھر کے
بارہ میں جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو یہ گواہی دی کہ یہ فلاں شخص اس مدعی کے دادا کا تھا اور اسی کی ملکیت اور گواہوں
نے اسکے دادا کی ملاقات پائی تھی اور مدعی یہ دعویٰ کرتا تھا کہ میرے باپ کا تھا پس اگر گواہوں نے میراث کا ذکر کیا کہ یہ گھر
مدعی کے دادا کا تھا اور وہ مر گیا اور اس مدعی کے باپ کی واسطے میراث چھوڑا اور باپ پھر مر گیا اور اس مدعی کی واسطے میراث چھوڑا تو گواہی
مقبول ہوگی اور گھر مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر میراث کا ذکر نہ بیان کیا پس اگر باپ سے پہلے دادا کا مرنا نہ معلوم ہو تو بالاجماع گھر
مدعی کو نہ دلایا جائیگا اور اگر معلوم ہو تو بھی امام عظم و امام محمد و اول قول امام ابو یوسف رحمہ کے موافق یہی جواب ہو اور بعض
مشائخ نے کہا کہ بلا خلاف اس صورت میں گواہی نامقبول ہوگی اور اگر گواہوں نے مدعا علیہ کے اقرار کر لیا گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا
کہ یہ گھر مدعی کے دادا کا تھا اور میراث کا بیان نہ کیا تو قاضی وہ گھر مدعی کو دلایا جائیگا بشرطیکہ کبھی کوئی دوسرا وارث نہ ہو فی ذہن
لکھا ہو اگر یوں گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے دادا کا ہو اور یہ نہ کہا کہ اس مدعی کے دادا کی ملکیت تھا پس اگر میراث کا ذکر کیا تو
گواہی مقبول ہوگی اور گھر مدعی کو دلایا جائیگا اور اگر نہ ذکر کیا تو امام عظم و امام محمد کے نزدیک گواہی مقبول نہ ہوگی لیکن امام ابو یوسف رحمہ

کے دوسرے قول کے موافق متنازع میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا مقبول ہوگی اور بعضوں نے کہا کہ مقبول نہ ہوگی محیط
 میں ہے کتاب الاقضية میں ہے کہ ایک شخص کے قبضہ میں ایک گھر ہو اور ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میرے باپ نے اس سے
 ہزار روپے کو خرید لیا اور میرا باپ مر گیا اور بائع اس سے انکار کرتا ہے تو میں اسکو سبکی تکلیف نہ دوں گا کہ ہر گواہ نہ سبکی کرے
 باپ مر گیا اور میرے واسطے میراث چھوڑا ہے لیکن اسکے گواہ طلب کر ڈنگا کہ جو اسکے سوا ہے دو وارث نہ جانتے ہوں پس
 اگر ایسے گواہ قائم کیے تو عدالت علیہ کو حکم دے گا کہ یہ گھر اسکے حوالہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر وہ گھر سوا بائع کے دوسرے
 قبضہ میں ہو تو دونوں باتوں کے گواہوں کے واسطے تکلیف دیا جاوے گا یعنی باپ کی موت اور میراث چھوڑنے کے اور
 سوائے اسکے دو وارث نہیں جانتے ہیں یہ محیط میں بھی ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے
 پس اسکا بھتیجا آیا اور گواہ سنائے کہ یہ گھر میرے دادا کا تھا وہ مر گیا اور اسنے میرے باپ اور اس چچا قابض کے درمیان
 آدھوں آدھ میراث چھوڑا ہے اور پھر میرا باپ مر گیا اور اسنے اپنا حصہ میرے واسطے میراث چھوڑا تو قاضی یہ گواہی قبول
 کر لیا اور گھر اسکے اور اسکے چچا کے درمیان نصف نصف مشترک کر دیا پس اگر ہنوز قابض کے بھتیجے کے گواہوں پر قاضی
 نے حکم نہ دیا تھا کہ قابض نے گواہ سنائے کہ میرا بھائی یعنی اس مدعی کا باپ میرے والد کے انتقال سے پہلے انتقال کر گیا
 اور میرے باپ نے اس سے چھٹا حصہ میراث پایا پھر میرا باپ مر اور میں نے تمام گھر اسکی میراث میں پایا تو ابھی دو صورتیں ہیں
 اول یہ ہے کہ بھتیجے کے قبضہ میں اپنے باپ کے میراث میں سے کچھ نہوا اور اس صورت میں بھتیجے کی گواہی اولے ہو اور دوسری
 صورت یہ ہے کہ اسکے قبضہ میں باپ کی میراث میں سے کچھ نہوا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر جو اس صورت میں دادا کی
 تمام میراث مدعی کے چچا کو ملے گی اور مدعی کے باپ کی تمام میراث مدعی کو ملے گی اور ان دونوں کی موت گویا ایک ساتھ قرار
 دیا جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گھر ایک شخص اور اسکے بھتیجے کے قبضہ میں ہو اور ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میرا باپ
 مر گیا اور اسکو میرے واسطے میراث چھوڑا ہے کہ میرے سوا وارث نہیں ہے تو دونوں کو آدھا آدھا دلا یا جائے گا
 پس اگر چاہے کہ میرے باپ اور بھائی کے درمیان آدھا آدھا تھا اور بھتیجے نے اسکی تصدیق کی لیکن چچا کہا
 کہ میرا بھائی میرے باپ کے انتقال سے پہلے مر گیا تھا پس اسکا حصہ میرے اور میرے دادا کے درمیان چھ حصوں میں
 تقسیم ہو گیا تھا پھر میرا دادا مر گیا اور اسکا چھٹا حصہ بھی مجھے ملا ہے پھر بھتیجے نے کہا کہ دادا نے پہلے انتقال کیا اور دادا کا
 حصہ میرے باپ اور میرے درمیان نصف نصف تقسیم ہو گیا پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور وہ حصہ بھی مجھے ملا پس
 اگر دونوں نے یا ایک نے گواہ نہ قائم کیے تو ہر ایک سے دوسرے کے دعویٰ پر قسم لیا جائیگی پس اگر دونوں نے قسم
 لکھالی تو دونوں چھوٹ گئے اور جیسا پہلے حال تھا وہی بعد قسم کے رہے گا اور قبل قسم کے گھر دونوں میں نصف نصف تھا
 اور اگر ایک نے قسم سے انکار کیا تو قسم کھالینے والے کی واسطے ڈگری کر دیا جائیگی اور اگر ایسا گواہ قائم کیے تو اسکے موافق
 اسکی ڈگری کر دیا جائیگی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو آدھا آدھا تقسیم ہو گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ دو خصوصیات گواہ
 علیحدہ علیحدہ قائم کیے کہ یہ گھر جو ذید کے قبضہ میں ہے وہ ان دونوں مدعی میں ہر ایک کے باپ کا تھا کہ اسنے مر نیلے بعد اسکے
 واسطے میراث چھوڑا ہے اور ہم اسکے سوا کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور ان دونوں مدعیوں میں سے ایک مدعی اس قابض

کا بھتیجا ہو اور وارث ہو کہ اسکے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے پھر ہنوز گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی تھی کہ زید مر گیا اور وہ
 گھر اس مدعی کے قبضہ میں آگیا جو اُسکا بھتیجا تھا اور قافلہ نے کسی کو وصیت بھی نہیں کی تھی یعنی وصی نہیں بنایا تھا کہ
 اگر فریقین گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا اگرچہ بھتیجا قافلہ بن گیا ہو پس اگر دوسرے مدعی
 اجنبی نے گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میرا ہے میں اپنے باپ سے میراث میں پایا ہے تو سماعت نہ ہوگی اور اگر زید کی موت کے بعد ایک
 گواہوں کی تعدیل ہوئی اور دوسرے کی نہ ہوئی اور قافلہ نے سب گھر کی ڈگری لے کر دی پھر دوسرے کے گواہوں کی تعدیل
 ہوئی تو اسکے لیے کچھ حکم نہ دیا جائیگا مگر جبکہ وہ ان گواہوں کو دوبارہ سناوے یا دوسرے گواہ لاوے اور ان کی تعدیل ہو اور وہ
 گواہی دین کہ یہ گھر سبب میراث کے ہے تو تمام گھر اُسکو دلایا جائیگا پھر اگر اُس شخص نے جسکے واسطے پہلی ڈگری ہوئی تھی
 یہ کہا کہ میں دوبارہ گواہ لاتا ہوں کہ یہ گھر میرا ہے تو اُسکی سماعت نہ ہوگی۔ اگر اجنبی نے زید کی زندگی میں گواہ قائم کیے اور
 اسکے بھتیجے نے اسکے مرنے کے بعد گواہ سناوے اور دونوں فریق گواہوں کی تعدیل ہوئی تو وہ گھر دونوں میں آدھا آدھا تقسیم
 ہوگا اور اگر بھتیجے نے گواہ قائم کیے یہاں تک کہ اجنبی کے واسطے ڈگری کر دی گئی پھر بھتیجے نے اجنبی پر گواہ قائم کیے تو بھتیجے کو دلا
 دیا جائیگا اور اگر بھتیجے نے چچا کی زندگی میں گواہ قائم کیے اور اجنبی نے مرنے کے بعد قائم کیے اور دونوں گواہوں کی تعدیل
 ہو گئی تو اجنبی کی ڈگری کچھ ایسی اور اگر ہر ایک نے زید کی زندگی میں ایک ایک گواہ قائم کیا پھر زید مر گیا اور بھتیجا چچا
 مدعی ہو وارث ہوا پھر ہر ایک نے دوسرا گواہ قائم کیا اور گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا اور
 بعد آدھا آدھا حکم ہونے کے اگر کسی نے دونوں میں سے کساکہ میں دوسرے پر گواہ قائم کرتا ہوں تو التفات نہ کیا جائیگا
 اگر ہر ایک نے زید پر ایک ایک گواہ قائم کیا پھر جب زید مر گیا تو مدعی اجنبی نے دوسرا گواہ قائم کیا اور ان کی تعدیل ہو گئی اور
 قاضی نے اجنبی کی ڈگری تمام گھر پر کر دی پھر بھتیجا دوسرا گواہ لایا تو اُسکی طرف التفات نہ کیا جائیگا اور اگر بھتیجے نے
 دونوں گواہ دوبارہ اجنبی پر قائم کیے تو بھتیجے کی ڈگری کر دی جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور دو شخصوں نے
 میراث کا دعویٰ کیا کہ ہر ایک دعویٰ کرتا ہے کہ میراث میرا آزاد کیا ہوا غلام ہے اور میرے سوائے اُسکا کوئی وارث نہیں ہے
 اور دونوں نے گواہ قائم کیے اور آزاد کر لیا کوئی وقت مقرر نہ کیا تو میراث دونوں میں ادھی ادھی تقسیم ہوگی اور اگر آزاد
 کر لیا وقت مقرر کیا تو جسکا وقت مقدم ہو وہی اولے ہو یہ فیض میں لکھا ہے نوادر شریعت میں امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے
 کہ دو شخص باپ کی طرف سے بھائی ہیں اور دونوں کے ہاتھ میں ایک گھر ہے کہ ایک نے گواہ قائم کیے کہ یہ گھر میری ماں کا
 تھا اُسے انتقال کیا اور میرے اور میرے باپ کے درمیان چار حصوں پر تقسیم ہو کر مجھے میراث میں ملا یعنی تین چوتھائی
 مجھے ملا اور ایک چوتھائی میرے باپ کو پھر میرے باپ نے انتقال کیا اور یہ حصہ چارم میرے اور تیرے درمیان ہوا اور
 دوسرے نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر میرے باپ کا ہے اُسے بعد مرنے کے میرے اور تیرے درمیان میراث چھوڑا ہے تو امام ثانی رحمہ نے
 فرمایا کہ میں اُسکی گواہی قبول کروں گا جو تین چوتھائی کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرے کے گواہ قبول نہ کروں گا یہ محیط میں لکھا ہے

ساتواں باب دعویٰ اور گواہی میں اختلاف و تناقض واقع ہونے کے بیان میں اور کن صورتوں میں اپنے گواہوں کو
 سناؤ وقت مقرر نہ کیا یعنی کسی فریق گواہ نے اپنے مدعی کے واسطے یہ بیان کیا کہ اپنے کس وقت زمانہ میں آزاد کیا ہے ۱۳

جھٹلانا ہوتا ہو اور کن صورتوں میں نہیں ہوتا ہو واضح ہو کہ مشہودہ وہ شخص کی طرف سے گواہی میں مشہود علیہ شخص جس پر گواہی میں مشہود ہو وہ چیز جسکی بابت گواہی میں گواہی اگر دعویٰ کے موافق ہو تو مقبول ہوگی ورنہ نہیں کیونکہ میں لکھا ہو اور موافق ہونا لفظ میں متبہ نہیں ہے صرف معنی میں موافق ہونا چاہیے حتیٰ کہ اگر غصب کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہاں علیہ کے غصب کا ذکر نہ کیا گواہی میں تو مقبول ہوگی یہ غایتہ البیان میں لکھا ہو اور موافق ہونے میں یا تو ٹھیک مطابق دعویٰ کے ہو یا اس سے کم ہو اور اگر دعویٰ سے زیادہ ہو تو موافقت نہ ہوگی یہ فتح القدیر میں ہے اور اس باب میں چند فصلیں ہیں

فصل اول دین یعنی مال غیر معین دم و دینار و قرض کے دعویٰ کے بیان میں۔ اگر مدعی نے ڈیڑھ ہزار کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے پانچ سو کی گواہی دی تو بدون اسکے مدعی دونوں قولوں میں توفیق کا دعویٰ کرے یا گواہ کے بیان سے توفیق ثابت ہووے پانچ سو کی ڈگری کر دیا ہوگی اسی طرح اگر ایک ہزار کا دعویٰ کیا اور پانچ سو کی گواہی دی تو بھی اسی طرح ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر مدعی نے پانچ سو دم کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ہزار دم کی گواہی دی تو گواہی قبول نہ ہوگی بلکہ دونوں قولوں میں طرح توفیق دے کہ واقعی میرے ہزار دم سپر قرض تھے لیکن اسے پانچ سو دم مجھے یاد کر دیے یا میں نے اسکو معاف کر دیے تھے اور گواہوں کو یہ بات معلوم نہ تھی تو گواہی قبول ہوگی اور پانچ سو دم کی ڈگری کی جائیگی اور طرح توفیق دی ہو سپر گواہ لاسنے کی ضرورت نہیں ہو یہی طریقہ میں لکھا ہو اگر پانچ سو دم کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ایک ہزار کی گواہی دی ہے مدعی نے کہا کہ صرف میرے پانچ سو دم سپر ہیں اور ہزار دم پہلے میرے سپر تھے لیکن میں نے پانچ سو دم وصول کر لیے اور اس کلام کو بلا کر بیان کیا یا جدا کر کے تو گواہی جائز ہو اور پانچ سو دم دلائے جاوے گا ورنہ اگر یہ بیان کیا کہ میرے صرف پانچ سو دم ہی تھے تو گواہی باطل ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر قرضدار و قرض دہنے گیا کہ قرض خواہ نے یعنی مالک مال نے مجھے بری کر دیا ہو یا مجھے حلال کر دیا ہو اور چند گواہ لایا کہ انھوں نے گواہی دی کہ مالک مال نے مجھ پر پانچ سو کا قرض کیا تو قاضی قرضدار سے دریافت کرے کہ بری کرنا یا تحلیل کس طور سے تھی کیا اسے ساقط کر دیا تھا یا قرضہ مجھ پر پانچ سو کا ہے اگر اسے کہا کہ مجھ پر پانچ سو کا تھا تو گواہی قبول ہوگی اور اگر کہا کہ اسے ساقط کر دیا تھا تو قبول نہ ہوگی اور اگر خاموش رہا تو امام محمد نے اصل میں لکھا ہو کہ قاضی سپر نہ کرے گا لیکن گواہی قبول کرے گا جب تک کہ بیان کرے کہ توفیق نہ دیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو قرضدار نے ادا کر دیے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مالک مال نے بری کر دیا ہو تو جواز ہو اور قاضی بدون دریافت کرے کہ برات کا حکم دیدیگا اور قاضی کے حکم سے قرضدار کی برات معاف کر دینے کی ثابت ہوگی نہ یہ برات کا اسنے تمام مال ادا کر دیا ہو اسوجہ سے بری ہو گیا یہاں تک کہ اگر یہ قرضدار کسی طرح سے حکم سے کفیل تھا اسوجہ سے قرضدار تھا اور اسنے ادا کر دیے کے گواہ منائے اور گواہوں نے بری کر دینے کی گواہی دی تو صاحب مال کو اختیار باقی ہوگا کہ اپنا تمام مال اصل سے لے لے لے اور قرض کو اختیار نہ ہوگا کہ اصل سے کچھ مال منقول کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر قرضدار نے ادا کر دیے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اسکو ہمہ یا صدقہ کر دیا یہ حلال ہو گیا یا حلال کر دیا یا مدعی نے توفیق لینی اپنے دعویٰ میں دگواہوں کی اختلافی شہادت میں موافقت بیان کرے مثلاً اسے سو دم کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ڈیڑھ سو دم کی گواہی دی پھر اسنے کہا کہ مال اصل میں ڈیڑھ سو دم تھے مگر میں نے پچاس معاف کر دیے جس سے گواہوں کو خبر نہ ہوئی ۱۲

نے ہبہ یا صدقہ وغیرہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بھراپائی کی گواہی ہی تو مقبول نہوگی یہ محیط خسر میں لکھا ہے منتفی ہیں لکھا
ہو کہ گواہوں نے یہ گواہی ہی کی کہ زید کے عمرو پر ہزار درم ہیں کہ اس میں سے اس نے سود درم وصول اپنے میں و رطالے کے کما کہ میں نے
کچھ وصول نہیں پایا ہے تو امام عظیم و امام ابو یوسف نے فرمایا ہے کہ ہزار درم قرضہ کا حکم دیا جائیگا اور سود درم وصول پانچکا
فیصلہ کیا جائیگا کہ اس نے سود درم وصول اپنے میں یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے عیون میں لکھا ہے کہ اگر دو شخصوں کو گواہی دی کہ
اس کے زید پر ہزار درم قرض ہیں اور اس نے پانچ سو درم وصول اپنے میں اور اس نے بیان کیا کہ میرے ہزار
درم ہیں اور میں نے کچھ وصول نہیں پایا ہے اور گواہوں نے ہزار درم قرض ہونا ثابت بیان کیا اور پانچ سو درم وصول اپنے میں
انکو وہم ہوا ہے تو گواہوں کی گواہی اگر عادل ہیں قبول ہوگی اور اگر طالے ہیں یوں بیان کیا کہ گواہوں کی گواہی قرضہ کی بات
صحیح ہے اور پانچ سو درم ادا کرنے کی بابت منہ و جھوٹ ہے تو گواہی قبول نہوگی کیونکہ اس نے اپنے گواہوں کو خود فاسق ٹھہرایا
یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی ہی کی کہ اس کے زید پر ہزار درم تھے لیکن اس نے اسکو بری کر دیا ہے اور مدعی نے کہا کہ
میں نے بری نہیں کیا ہے اور شہود علیہ نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں تھا اور نہ اس نے مجھے بری کیا ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ اگر گواہی
برائت شریک کرتا تو میں ہزار درم کا حکم دے گا علیہ پر جاری کرتا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی شخص پر ہزار درم نہوگی
گواہی ہی اور مدعی اسکا دعویٰ کرتا ہے اور یہ بھی گواہی ہی کی کہ مدعا علیہ کے مدعی پر سو دینا رہا ہے اور مدعی اس سے نکال کر کرتا ہے تو
گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنا گھر مجھے کرایہ پر دیا تھا اوائل کے
لے لیا تھا اور پھر مر گیا تو اجارہ ٹوٹ گیا اب مجھے اپنا مال ملنا چاہیے پھر گواہوں نے گواہی ہی کی کہ اجارہ دینے والے نے مال
اجارہ وصول پانچکا اقرار کیا ہے تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ عقد اجارہ واقع ہوئی گواہی ہی دی یہ خلاصہ میں لکھا ہے گواہوں نے
ایک شخص کی طرف سے گواہی ہی کی کہ اس کے ہزار درم باندی کے مول کے زید پر آئے ہیں اور شہود نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے
ان گواہوں کو یہی بات پر گواہ کیا تھا اور حقیقت میرے ہزار درم ہر ایک سبب کی قیمت کے آتے ہیں تو گواہی حلیہ ہے
اور مثل نخ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جب گواہوں نے یہ گواہی ہی کی کہ مدعا علیہ نے ہزار درم باندی کے دام اپنے اوپر قرض ہونیکا اقرار کیا
ہوے کیونکہ مسئلہ جو بیان کیا جاتا ہے جو طرح محفوظ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم ایک سبب کے درم قرض
ہونیکا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بیان کیا کہ وہ ایک باندی کی قیمت ہے جو اس نے اس معی سے غصب کر لی تھی اور بالاک گئی
تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر صورت مسئلہ ہی رہی اور اقرار مدعا علیہ پر گواہی ہی میں تو مقبول ہوگی یہ محیط اور خلاصہ اور
ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر مدعی نے بیان کیا کہ اس نے انکو گواہ نہیں کیا تھا تو قبول نہوگی یہ محیط خسر میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے
دوسرے پر سو تھین گیسوں بربط سلم ہونیکے دعویٰ کیا کہ سب شرطیں سلم صحیح ہونیکی موجود تھیں اور گواہوں نے بیان کیا کہ
مدعا علیہ نے اپنے اوپر سو تھین قرض ہونیکا اقرار کیا ہے اور اس سے زیادہ نہ بیان کیا تو بعضوں نے کہا کہ گواہی قبول نہوگی اور بعضوں نے
شرک یعنی مدعی اپنے گواہوں کی تکذیب نہ کرتا تو میں مدعی کے واسطے حکم دینا کیونکہ مدعا علیہ سرے سے مال ہی سے
منکر ہے اور گواہوں کا اس کے لیے براہت کا حکم دینا بغیر دعوے کے قبول نہیں ہے تو مدعی کا دعوے ثابت ہے
اسی طرح یہ مقام سمجھا جاتا ہے و اللہ اعلم ۱۱ منہ

کہا قبول ہونی چاہیے اور اول اصح ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے پر قرض کیا اور گواہی گدڑی کہ دعویٰ نے اسکو دینے میں دیر نہ کیا کہ مدعا علیہ نے قبضہ کیا تو قبضہ کا علیک ثابت ہوگا اور اگر وہ کہے کہ میں نے بطور امانت قبضہ کیا ہے تو قول اسکی لیا جاوے گا پھر اگر دعویٰ نے یہ دعویٰ کیا کہ بطور قرض کے اسنے قبضہ کیا ہے تو اسکے گواہ لائیں کہ وہ ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے دیناروں کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ دعویٰ نے مدعا علیہ کو دینا دینے میں دیر نہ کیا ہے تو مقبول ہوگی یہ فصل عمادیہ میں لکھا ہے قرض کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے مدعا علیہ کے مال کا اقرار کر لیا گواہی میں بدو سب بیان کر نیکی مقبول ہوگی اور اگر دینے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ (اور ادا دینی است) یعنی مدعا علیہ کو دینا چاہیے ہیں تو اس سے قرضہ ثابت نہ ہوگا اور اگر کہا کہ داد دینی است بسبب قرض یعنی سبب قرض کے دینا چاہیے ہیں تو مقبول ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر قرض کا دعویٰ کیا اور دینے کا بیان کیا اور گواہوں نے سبب بیان کیا تو گواہی جائز ہے یہ قنادی قاضیخان میں لکھا ہے محیط میں لکھا ہے کہ اگر قرض کے ماسد سبب کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے مطلق درم و دینار کی اسکے ذمہ ہونے کی گواہی دی تو شمس السلام اور جندی فرماتے تھے کہ کسی گواہی نہ ہوگی اور قنادی قاضیخان میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قبول ہوگی اور اگر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور کہا کہ پانچ سو درم ایک غلام کے دام میں جو اسے مجھ سے خرید کر قبضہ کیا تھا اور پانچ سو درم کسی اسباب کے دام میں جو اسے مجھ سے خرید کر قبضہ کیا تھا اور گواہوں نے صرف پانچ سو درم کی مطلق گواہی دی تو فی سبب نہ بیان کیا تو گواہی پانچ سو کی مقبول ہوگی اور سبب کا بیان کرنا ضرور نہیں ہے اور یہ مسئلہ صریح اس بات کی دلیل ہے کہ دین کے دعوے میں اگر سبب بیان ہوا اور گواہوں نے مطلقاً گواہی دی تو مقبول ہوتی ہے اور سبب بیان کرنا شرط نہیں ہے اور امام ظہیر الدین مرغینانی اسی پر تھے دیتے تھے یہ فصل عمادیہ میں لکھا ہے

دوسری فصل الماک کے دعویٰ کے بیان میں اگر دعویٰ نے لفظ دار کے ساتھ دعویٰ کیا اور گواہوں نے لفظ بیت کے ساتھ ہی طرف سے گواہی دی تو بعضوں نے کہا کہ ہمارے محاورہ عرف کے موافق قبول ہونا چاہیے اور یہی ظہر ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دعویٰ نے تمام گھر کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے آدھے گھر کی گواہی دی تو جائز ہے اور آدھے گھر کی ڈگری دعویٰ کو دینا لگی اور کچھ توفیق کی ضرورت نہیں ہے یہ قنادی قاضی خان میں لکھا ہے اگر کسی ملک کا مطلقاً دعویٰ کیا اور گواہوں نے کسی سبب معین کے ساتھ گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ میں لکھا ہے مگر قاضی کو چاہیے کہ دعویٰ سے دریافت کرے کہ کیا تو اسی سبب ملک کا دعویٰ کرتا ہے جسکی گواہوں نے گواہی دی ہے یا کسی اور سبب سے دعویٰ کرتا ہے پس اگر گواہوں کے بیان کیے ہوئے سبب سے دعویٰ کرنا ظاہر کیا تو اسکے لیے ملکیت کا حکم دیدے گا اور اگر کسی دوسرے سبب سے دعویٰ کرنا بیان کیا یا اس سبب سے دعویٰ نہیں کرتا ہوں تو اسکے گواہوں کی گواہی قبول نہ کرے گا محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے

۱۰ قول محاورہ عرف مترجم کتاب ہے کہ یہ اس بنا پر ہے کہ دار یعنی گھر و بیت بمعنی کوٹھری و رات گزارنے کی جگہ سب زبان فارسی و تورانی میں خانہ کے لفظ سے معروف ہیں اور مترجم کتاب ہے بنا بر مذکور کے ہماری زبان میں گھر کے دعوے میں کوٹھری ذخیرہ کی گواہی پورے دعوے پر قبول ہوتی چاہیے فاضل واعلم ۱۱ منہ

مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کسی سبب ملکیت کی گواہی ہی صحیح مطلقاً ملکیت کی گواہی ہی تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر پہلے مطلقاً ملکیت کی گواہی ہی پھر کسی سبب ملکیت کی گواہی ہی تو مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری ملکیت کی چیز ہے میری ملک میں پیدا ہوئی ہے وہیں سبب میں کا مالک ہے اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی ہی تو مقبول ہوگی اور اگر مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملکیت میں ملکیت پیدا ہونیکے سبب ملک کی گواہی ہی تو مقبول ہوگی یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہے اگر دعویٰ نے کسی شخص کے پاس ایک گھونٹے پر دعویٰ کیا اور کہا کہ میری ملکیت میں ملکیت پیدا ہونیکے سبب ہے اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسے قابض شخص کیا ہے واسطے ہکا ہو تو مقبول ہوگی لیکن اگر یوں توفیق دی کہ واقعی میری ملکیت میں پیدا ہوا تھا پھر میں نے حکم مدعا علیہ کے ساتھ فروخت کیا پھر اس سے خریدا ہوا ہے اس طرح توفیق کا دعویٰ کرے تب اسکا دعویٰ قبول نہ ہوگی یہ سبب میں لکھا ہے۔ اگر ملک مطلق کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے بیان کیا کہ اسے اسکو اپنے باپ کی میراث میں آیا ہے یا فلاں شخص سے خریدا ہے اور وہ مالک تھا اور یہ نہ کہا کہ وہ اسکا فی الحال مالک ہے تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور وہ شے عین عی کو دلائی جاوے لیکن نہ ہی کو روایہ کہ گواہوں سے دریافت کرے کہ چاہتے ہو کہ اسکی ملکیت کھل گئی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دعویٰ کیا کہ چیز مجھے اپنے باپ کی میراث میں ملی ہے اور اسے گواہوں نے بیان کیا کہ چیز اسکو اور اس کے بھائی کو اس کے باپ کی میراث سے ملی ہے تو گواہی جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے نتیجہ میں لکھا ہے کہ ایک شے کسی شخص نے مطلقاً ملک کا دعویٰ کیا اور اسکی تاریخ بیان کی اور کہا کہ مدعا علیہ نے مجھ سے ایک مہینہ ہوا کہ لیکر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے ملک مطلق کا بلا تحریر تاریخ گواہی ہی تو مقبول ہوگی اگر اسکا عکس ہو تو مقبول ہوگی اور یہی مختار ہے اور میراث کے سبب ملک کا دعویٰ بمنزلہ ملک مطلق کے دعویٰ کے ہے نیز کہ وہی یہ لکھا ہے اگر ایک گھر پر چوکیدار شخص کے قبضہ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ ایک سال سے یہ میرا ہے اور گواہوں نے گواہی ہی کہ میں اس سے اسکا ہو تو گواہی اطل ہے اور اگر دعویٰ نہیں اس سے ملکیت کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک سال سے ہکا ہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کسی مال میں ہر اپنی ملکیت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اس شخص قابض نے مجھ سے ایک مہینہ سے لیکر قبضہ کر لیا ہے اور ناحق لیکر قبضہ کر لیا ہے اور گواہوں نے اسکی ملکیت کی گواہی ہی اور قبضہ کی مدت نہ بیان کی کہ قبضہ لیکر اسے قبضہ کیا ہے تو گواہی قبول نہ ہوگی اس طرح اگر دعویٰ نے بلامعاذ مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا یعنی دعویٰ میں نے قبضہ مدت نہ بیان کی اور گواہوں نے گواہی ہی کہ مدعا علیہ نے ایک مہینہ سے قبضہ کر لیا ہے تو بھی مقبول نہ ہوگی لیکن اگر دعویٰ نے اس طرح توفیق دی کہ میری ہی مراد تھی کہ ایک مہینہ سے اسے قبضہ کر لیا ہے تو مقبول ہوگی اور وضوح کے ساتھ کہ بدو توفیق دینے کے ایسی گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے دعویٰ کیا کہ اسکا مقدور میرا مال الیہ جس نے قبضہ میں کیا ہے کہ اس پر واپس کرنا ضرور ہے اور گواہوں نے مطلقاً قبضہ کر لینے کی گواہی ہی اور یہ نہ کہا کہ مدعا علیہ نے قبضہ کیا ہے

قول نہ ہوگی یعنی ملک دعویٰ کے بارہ میں نہیں قبول ہے کیونکہ اس وقت گواہ اپنا معائنہ بیان کرنے میں گزارا تاریخ اور اسے یہ کہ قبول ہونی چاہیے کیونکہ مقصود صرف اسی قدر کہ اسے ناحق قبضہ کیا اور اسی وقت وہ گواہ ہو سے تو مدت یاد رکھنا انہر لازم نہیں ہے فافہم ۱۲ منہ

کہ اسکو واپس کر دینا واجب ہے تو اصل قضیہ کے باب میں گواہی قبول ہوگی پس اپنی نیادہ جہتے گا کہ دائی لیسرا ائق اور سبطرح اگر یہ گواہی
 دی کہ مدعا علیہ نے قبضہ کر لینے کا اقرار کیا ہو تو بھی مقبول ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ اسنے میرے ہتھ
 مال قبضہ کیا اور ناحق قبضہ کیا ہو اور اسکے گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ بطریق سود لینے کے قبضہ کیا ہو تو گواہی قبول
 ہوگی یہ فیصلہ عمادین میں لکھا ہے اور اگر مدعی نے غضب کی راہ سے قبضہ کر لینے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے سود کی وجہ سے قبضہ
 کر لینے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ تیرے میرے مال سے ایک ٹکڑا نافع اپنے قبضہ میں کر لیا ہو اور
 اسکی قیمت ورنہ نہ کر دیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اس قابض نے فلان شخص کا اونٹ اپنے قبضہ میں کر لیا ہو یعنی مدعی کے
 اونٹ کو دوسرے کا نام لیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہاں تک کہ جبر احاضر لایکا حکم کیا جائیگا یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر گواہوں
 نے بیان کیا کہ ایک شخص نے فلان شخص کا غلام غصب کر لیا تھا مگر پھر اسے واپس دیا اور وہ اپنے مالک کے پاس مر گیا اور
 منصوب نہ نے کہا کہ مجھے اسنے واپس نہیں دیا اور اسی کے پاس مر گیا ہو اور مشہود علیہ نے کہا کہ نہ میں نے غصب کیا اور نہ
 میرے پاس مر گیا اور نہ میں کوئی خیر واقع ہوئی تو فرمایا کہ میں اسکی قیمت مدعی کو دلاؤنگا ظہیر یہ میں لکھا ہے اور سبطرح
 اگر گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے غصب کیا اور اسکے مالک نے اس غلام کو غاصب کے پاس مار ڈالا ہو اور منصوب نہ
 بیان کیا کہ میرے پاس سے غصب کر لیا ہو گویں نے اسکے پاس غلام کو قتل نہیں کیا اور وہ اسی کے پاس مر گیا ہو
 اور مشہود علیہ نے بیان کیا کہ میں نے کوئی غصب نہیں کیا اور نہ مدعی نے کوئی اپنا غلام میرے پاس مار ڈالا ہے
 تو اس صورت میں بھی مدعا علیہ پر غلام کی قیمت اجسے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ مدعا علیہ نے
 ہلاک کر ڈالا ہو اور گواہوں نے مدعا علیہ کے قبضہ کر لینے کی گواہی دی تو مقبول ہوگی مدعی نے دعویٰ کیا کہ اسنے میرے مال
 میں سے اسقدر اسباب تلف کیا اور اسپر اسکی قیمت واجب ہے اور گواہوں نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ہسکو فلان شخص کے ہاتھ
 فروخت کر کے پسو کر دیا ہو تو گواہی مقبول ہو اور اگر فقط بیع کر دینا ذکر کیا اور پسو کرنا نہ ذکر کیا تو یہ گواہی تلف کر دینے پر درست
 نہ ہوگی یہ فیصلہ عمادین میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ اسنے میرا گدھا غصب کر لیا ہو اور گواہوں نے گواہی دی کہ گدھا مدعی کی ملک ہے
 اور اس شخص کے قبضہ میں نافع ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہے اگر وہ من اماع بھوسی ملے ہوئے کا دعویٰ
 کیا اور گواہوں نے آئے کی بدون بھوسی کے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اسی طرح اگر چھنے ہوئے آئے کا دعویٰ کیا اور
 گواہوں نے بے چھنے ہوئے کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی اور اگر مدعی نے کھری چاندی کا دعویٰ کیا اور وزن بیان کر دیا
 اور گواہوں نے چاندی اور وزن کی گواہی دی اور کھری وغیرہ صفت کا بیان نہ کیا تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور ردی
 چاندی لہوائی جاوے یہ خلاصہ میں لکھا ہے منتقی میں مذکور ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہو اسپر ایک شخص نے دھوکا
 کیا کہ یہ گھر میرے اور قابض کے درمیان نصف نصف ہے کہ مجھے باپ کی میراث میں ملا ہو اور قابض نے اسکا انکار کیا اور کہا
 کہ سب میرا ہے پھر مدعی گواہ لایا کہ جنھوں نے گواہی دی کہ یہ گھر اس مدعی کے باپ کا ہے اور وہ مر گیا اور اسنے اس مدعی کی بیوی
 میراث چھوڑا ہے اور اسکے سوا کوئی وارث نہیں ہے پس امام محمد نے فرمایا کہ اگر پہلے مدعی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں
 سے آدھا قابض کو میری طرف سے منسلک کیا ہے تو اسکے گواہوں کی یہ گواہی باطل ہوگی اور اگر مدعی نے کہا کہ میں نے

اسکا آدمی مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کیا تھا تو قاضی اسکو بیع کر دینے کے دعویٰ میں صادق نہ جانے کا اور نہ ہکلو اپنے گواہوں کو جھٹلانے والا گردانے کا اور آٹھ گھر کی ڈگری اسکے نام میراث کی وجہ سے کر دیکھا اور اگر وہ اسکے گواہوں کو میں نے آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دیا ہو یا اسنے اس شرط پر مدعا علیہ سے صلح کر لی ہو کہ آدھا گھر اس کے سپرد کر دے تو گواہی قبول ہوگی اور تمام گھر کی ڈگری اسکے نام کر دیکھا اور آدھا گھر مدعا علیہ کے ہاتھ فروخت ہو گیا حکم دیکھا بشرطیکہ مدعی نے بیع کا دعویٰ کیا ہو اور مدعا علیہ پرچین مجببے کا اور اگر صلح کر لینے پر اسنے گواہ قائم کیے تھے تو صلح باطل کر کے تمام گھر مدعی کے حوالہ کیا جاوے گا یہ محیط میں لکھا ہو متقی میں لکھا ہو کہ کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ اس گھر میں سے آدھ لے لیا ہوا میرا ہو اور وہ گھر دو شخصوں کے قبضہ میں تھا کہ دونوں نے اسکو تقسیم کر لیا تھا اور ایک غائب ہے گیا تھا اور مدعی نے خسارے جھگڑا لیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ مدعی کا یہی آدھا ہو جو اس حاضر کے قبضہ میں ہو تو گواہی قبول نہ ہوگی یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہو اگر ایک مال میں کسی شخص کے قبضہ میں تھا سپر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرا ہو اور سپر گواہ قائم کیے پھر مدعی نے کہا کہ یہ مال ہرگز کبھی میرا نہ تھا تو گواہی باطل و نامقبول ہوگی اور اگر حکم قاضی ہو چکا تھا تو باطل ہو جائیگا اسبطر حکم اگر کوئی کالفظ نہ کہا تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی نے ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور گواہی دی کہ جنہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے قرار کیا ہو کہ یہ غلام مدعی کی ملک ہے تو گواہی قبول ہوگی اور اگر گواہوں نے کہا کہ مدعا علیہ نے قرار کیا ہو کہ میں نے مدعی سے خریدا ہو اور مدعی نے کہا کہ اسنے یہ قرار کیا لیکن میں نے اسے ہاتھ نہیں فروخت کیا ہے تو مدعی غلام کو لے لیگا اسبطر اگر قبضہ بطور چکانے کے واقع ہو چکا قرار کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے قرار کیا ہے کہ مدعی نے مجھے کرایہ پر دیا ہو تو بھی یہی حکم ہو اسبطر اگر گواہی دی کہ مدعا علیہ نے کہا کہ تو نے میرے ہاتھ تھے دامون کو فروخت کیا ہو یا یہ گواہی دی کہ اسنے قرار کیا ہو کہ مدعی نے میرے پاس دے دیا ہو تب بھی یہی حکم ہو اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعا علیہ نے قرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ہن کیا ہو تو مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلایا جائیگا یہ خلاصہ میں لکھا ہو ایک شخص نے ایک باندی پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی سکی ہو تو میرے کسی کتاب میں مذکور نہیں و شلخ نے ایسی گواہی میں اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ قبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہ ہوگی اور یہی صحیح ہو یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہو اگر دعویٰ کیا کہ یہ باندی میری تھی اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ سکی تھی تو مقبول نہ ہوگی یہ خزانہ الحقیقہ میں لکھا ہو اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہو اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ سکی تھی تو مقبول ہوگی اگر ایک شخص نے ایک گھر پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ گھر اس مدعی کے قبضہ میں تھا تو ظاہر الروایت کے موافق گواہی نامقبول و رد ہوگی یہ محیط میں ہو اگر ایک گھر کا دعویٰ کیا اور اس میں سے ایک کوٹھری اور اسکے جانے کا راستہ اور تمام حقوق و مراعات کو نکال دیا پھر گواہوں نے اسکے واسطے گھر کی گواہی دی اور جو کچھ مدعی نے نکال لیا تھا اسکا استثناء نہ کیا تو مقبول نہ ہوگی لیکن اگر مدعی نے تو فیق طرح دی کہ سب گھر میرا تھا لیکن کچھ میں نے نکالا ہو وہ اسکے ہاتھ بیچ لیا تھا تو مقبول ہوگی یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہو اگر گواہوں نے

ایک الکی کسی کی ملکیت ہونے کی گواہی دیتی ہو تو وہ ملنے کے لئے کہیں سے فلاں بیت سولے مدعا علیہ کے فلاں شخص کا ہو میرا
 نہیں ہو تو اسے اپنے گواہوں کی تکذیب کی پس اگر اسے قاضی کے حکم دینے سے پہلے یہ بیان کیا تو اسکے لیے اور دوسرے
 مقررہ کے لیے کسی چیز کی ڈگری نہ ہوگی اور اگر حکم دینے کے بعد بیان کیا تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ فلاں شخص کے
 واسطے جو اقرار کیا ہو وہ جائز رکھوں گا اور فلاں شخص کو دلاؤں گا اور باقی دار مدعا علیہ کو واپس لادوں گا اور دعویٰ
 اس بیت کی قیمت جو اسے دوسرے فلاں شخص کے واسطے اقرار کیا ہو مشہور مدعا علیہ کو ڈاؤن دیگا یہ فتاویٰ قاضی خان
 میں لکھا ہو ایک شخص نے ایک رکاوٹ دعویٰ کیا اور گواہ لایا اور عمارت کا حکم بقا دیا گیا پھر دعویٰ نے کہا کہ عمارت
 مدعا علیہ کی ہو یا مدعا علیہ نے سپر گواہ پیش کیے تو عمارت اسکو دلا دیا وگلی اور زمین کی بابت جو حکم ہوا ہو وہ باطل نہ ہوگا
 اور اگر گواہوں نے اپنی گواہی میں عمارت کو بھی صاف ذکر کیا تھا اور حکم قضا اسکے ساتھ بھی متعلق ہوا تھا پھر دعویٰ
 نے اقرار کیا کہ عمارت مدعا علیہ کی ہو تو حکم قضا باطل ہوگا پھر اگر مدعا علیہ نے گواہ پیش کیے کہ عمارت اسکی ہو تو کچھ حکم
 نہ دیا جائیگا یہ چیز کر دی میں لکھا ہو مفتی میں ہو کہ اگر گواہوں نے کسی شخص کی طرف سے ایک دار کی گواہی دی ہے جب
 انکی تعدیل ثابت ہوگئی تو مدعا علیہ نے کہا کہ عمارت میری ہو میں نے بنوائی ہو اور سپر گواہ پیش کرنے چاہے پس
 اگر مدعی کے گواہ حاضر ہوں تو قاضی ان سے دریافت کریگا کہ عمارت کس کی ہو پس اگر انھوں نے کہا کہ مدعی کی
 ہو تو مدعا علیہ کے قول کی طرف التفات نہ کریگا اور اگر انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ عمارت کسکی ہو یا ان اسکی ہم
 گواہی دیتے ہیں کذب میں مدعی کی ہو تو عمارت مدعا علیہ کو دلائی جائیگی بشرطیکہ گواہ قائم کرے اور حکم دیا جائے گا
 کہ عمارت گرا کر زمین مدعی کے سپرد کرے اور اگر مدعا علیہ گواہ نہ لایا تو قاضی مدعی کی گواہی پر اسکے واسطے زمین کی
 ڈگری کر دیگا اور عمارت زمین کے تابع ہوگی بعد ازاں اگر مدعا علیہ گواہ لایا کہ عمارت میری ہو تو اسے لے گا
 فیصلہ عادیہ میں مفتی میں ہو کہ اگر گواہ مدعی دار کی گواہی دیکر مر گئے یا غائب ہو گئے اور مدعی کو یہ قدرت نہ ہو کہ
 پھر انکو حاضر کرے پھر ایک شخص آیا اور اسے دعویٰ کیا کہ اس دار کی عمارت میری ہو اور اسکے دو گواہوں نے سپر گواہی دی تو
 قاضی ار کے مدعی کو واسطے زمین کی ڈگری کر دیگا اور عمارت دونوں مدعیوں میں نصف نصف تقسیم ہوگی پھر اگر
 مدعا علیہ نے حکم قاضی سے پہلے یا بعد اسکے گواہ پیش کئے کہ عمارت میری ہو تو مقبول نہیں ہو اور اگر مدعی کے گواہوں نے بیان
 کیا کہ زمین مدعی کی ہو اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ عمارت کسکی ہو تو مدعی کے واسطے زمین کی ڈگری کی جائیگی اور عمارت کی ڈگری
 انھیں اس کے مدعی کے لیے ہوگی یہ محیط میں لکھا ہو اور جس میں خراب وغیرہ کے درخت ہوں اور گواہ درختوں اور زمین کی
 تفصیل نہ بیان کریں تو اسکا حکم مثل دار کے ہو اور قاضی زمین کی ڈگری مدعی کو واسطے کر دیگا اور درخت اسکے تابع
 ہونگے نہ یہ کہ گواہی درختوں پر معتبر ہوگی اور اسی طرح اگر گواہوں نے کہا کہ یہ انکوٹھی یا یہ تلوار فلاں مدعی کی ہو اور ملکیت
 اور علیہ کا ذکر نہ کیا تو قاضی مدعی کے واسطے انکوٹھی مع ملکیت اور تلوار مع علیہ کے ڈگری کر دیگا بدو ان کے کہ ملکیت اور علیہ
 کی نسبت گواہی کی وجہ سے حکم دینا معتبر ہو اور اسی وجہ سے اگر مدعا علیہ نے ملکیت یا حلیہ اپنی ملکیت ہونے کے گواہ
 پیش کیے تو اسکے لیے حکم ہو جائیگا خواہ قاضی نے اسکے لیے مدعی کو واسطے پہلے حکم دیدیا ہو یا نہ دیا ہو فیصلہ عادیہ میں

لکھا ہو ایک باندی ایک شخص کے قبضہ میں ہو اور اس کی لڑکی دوسرے کے قبضہ میں ہو پھر ایک عی نے باندی کے قابض پر
 ہاش کی کہ یہ میری ہو اور قاضی نے اس کی ڈگری کر دی تو اس کو باندی کی لڑکی لینے کا اختیار اسی حکم سے حاصل نہوگا
 اسی طرح اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک شخص اور اس کے بھیل دوسرے کے پاس ہیں پھر ایک عی نے درخت کے قابض پر
 گواہ پیش کر کے قاضی کے حکم سے درخت لے لیا تو اس حکم سے اس کو بھیل لینے کا اختیار نہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں
 منقول ہو اگر گواہوں نے ایک باندی کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو گواہی دی کہ یہ باندی اس عی کی ہو اور
 اس کی ڈگری ہو گئی پھر گواہ فائز بن گئے یا مر گئے اور معلوم ہوا کہ اس باندی کی کوئی اولاد مشہود علیہ کے پاس ہے کہ
 جس کو گواہوں نے نہیں دیکھا تھا تو مدعی اس کو لے لیکھا اور یہ طرح اگر مدعا علیہ کے پاس باندی کی اولاد ہونا معلوم ہو کہ گواہوں
 نے صرف باندی کی گواہی دی تو بھی مدعی باندی سے اولاد حکم قاضی سے لے لیکھا اور اگر قابض نے کہا کہ میں اس کے
 گواہ پیش کرتا ہوں کہ یہ اولاد میری ہو تو قاضی التفات نہ کرے گا اور باندی سے اولاد مدعی کو دلا دیکھا پھر جب قاضی نے
 ایسا حکم دیا پھر گواہ حاضر ہوئے اور کہا کہ اولاد مدعی کی نہیں ہے مدعا علیہ کی ہو تو قاضی اس کو نہ دلا دیکھا اگرچہ گواہ اولاد
 اور اگر حکم دینے سے پہلے گواہ حاضر تھے اور قاضی نے ان سے دریافت کیا کہ اولاد کس کی ملک ہے انہوں نے کہا کہ
 مدعا علیہ کی ہو کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں تو قاضی اولاد کی نسبت کچھ حکم نہ دیکھا اور باندی مدعی کو دلا دیکھا یہ ذخیرہ دیکھا اگرچہ
 شخص نے ایک گھر کی نسبت ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور گواہ منسلک نے ڈگری کر دی پھر مدعی نے
 قرار کیا کہ یہ گھر سولے مدعا علیہ کے فلاں شخص کا ہو میرا حق نہیں ہیں ہو اور فلاں شخص نے خواہ اس کی تصدیق کی یا تکذیب
 کی تو اس سے حکم قضا باطل نہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر مدعی نے کہا کہ یہ گھر میرا نہیں ہے یہ فلاں شخص کا
 ہو اور فلاں شخص نے اس کی تصدیق کی تو گھر اس کا ہو اور مدعی اپنے مدعا علیہ کو کچھ ضمان نہ دیکھا یہ محیط میں لکھا ہو اگر مدعی نے
 بعد حکم قضا کے یہ بیان کیا کہ یہ گھر فلاں شخص کا ہو میرا ہرگز کبھی نہیں تھا پس یا تو اس نے پہلے دوسرے کے واسطے قرار کیا
 پھر اپنی ملک سے نفی کی یا پہلے اپنی ملک ہونے سے نفی کی پھر دوسرے کے واسطے قرار کیا پس اگر فلاں شخص نے اس کی
 تمام باتوں میں تصدیق کی تو حکم قاضی باطل ہو اور وہ گھر پھر مدعا علیہ کو واپس یا جائیگا اور اس فلاں شخص کو کچھ نہ ملے گا
 اور اگر فلاں شخص نے مدعی کے اس قول کی کہ میرا کبھی نہ تھا تکذیب کی اور قرار کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ گھر اس مدعی کا
 تھا پھر اسے بعد حکم قضا کے کسی بہتے مجھے اسکا مالک کر دیا اور اب فی الحال میری ملکیت ہے تو فلاں شخص کو دلا یا جائیگا اور
 مدعی اس کی قیمت کی ڈانڈ مدعا علیہ کو بھرے گا خواہ اس نے پہلے قرار کیا پھر نفی کی ہو یا اسکا عکس ہو کذا فی الجامع اور مثل حج نے اس
 مسئلہ میں فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہو کہ جب دلائل نفی کی ہو اور پھر قرار کیا ہو مگر کلام متصل ہو تو قرار صحیح ہوگا اور اگر بات کو تکرار
 دوبارہ قرار کیا یعنی نفی اور قرار میں جدائی کر دی تو قرار صحیح نہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر قاضی نے ہنوز مدعی
 کو واسطے دار کی ڈگری نہیں کی تھی اور اسے بیان کیا کہ یہ گھر فلاں شخص کا ہو میرا کچھ حق نہیں ہو کہا کہ یہ گھر میرا نہیں
 ہو فلاں شخص کا ہو تو قاضی اس کے واسطے گھر کی ڈگری نہیں کرے گا لیکن اگر مدعی نے اس صورت میں کہ یہ فلاں شخص کا گھر ہو
 یہ بیان کیا کہ میں نے گواہوں کی گواہی کے بعد فلاں شخص کے ہاتھ اس کو بیچ دیا ہو یا اس کو سہہ کر دیا ہو اور مجلس قضا سے

غائب ہونیکے بعد اسے قبضہ کر لیا ہو اور یہ کلام اسنے اپنے کلام سے ملا کر بیان کیا تو قاضی گھر کی دگری اسکے واسطے
 کر دیا گیا محیط میں لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے پر ایک گھر کا دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کہا میرے قبضہ میں نہیں ہے
 پھر مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ یہ گھر مدعا علیہ کے پاس اور یہی ملکیت ہے تو قاضی مدعی سے دریافت کر گیا اگر اسنے
 بیان کیا کہ ہاں یا نہیں ہے جیسا گواہوں نے بیان کیا کہ گھر مدعا علیہ کے قبضہ و ملکیت میں ہے تو مدعی نے گھر مدعا علیہ کی
 ملکیت ہونے کا اقرار کیا اور اگر اسنے بیان کیا کہ گواہ سچے ہیں کہ گھر اسکے قبضہ میں ہے تو مدعی نے اسکی تصدیق نہیں کرتا ہوں
 کہ اسکی ملکیت ہے تو ہو سکتا ہے اور مدعا علیہ کا مختصم قرار دیا جائیگا کہ ذاتی قاضی خان

تیسری فصل ان صورتوں کے دعویٰ کے بیان میں جن میں کسی عقد کا دعویٰ ہے یا کسی ایسے سبب کا دعویٰ ہے جو ملک
 کا سبب ہوتا ہے اگر میراث یا خرید کے سبب کسی گھر کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہوگی
 یہ بین اور ذخیرہ اور محیط میں ہے اور شہوتیہ ہے کہ میراث کا دعویٰ مثل ملک مطلق کے دعویٰ کے ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے
 اور قضیہ میں ہے کہ اگر خرید کے سبب ملک کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو نامقبول ہوگی
 بشرطیکہ دعویٰ میں کسی شخص معروف سے خریدنے کو ذکر کیا اور اسکے نام شناخت نہ کر کر دی ہو اور اگر کسی غیر معروف سے
 خریدنے کو ذکر فرمایا اور گواہوں نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے ایک شخص شہوتیہ
 خریدنے کا دعویٰ کیا اور اسکے باپ اور کھنڈ نسبت کر دیا کہ خریدنا مع قبضہ کے ذکر کیا اور گواہوں نے ملک مطلق
 کی گواہی دی تو مقبول ہوگی یہ چیز کر دی میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے جو دعویٰ
 کیا کہ میں نے سو کا الفس کے فلاں شخص سے خریدا ہے اور دو گواہ لایا کہ جنہوں نے یہ گواہی دی کہ فلاں شخص نے اسکو ہبہ کیا ہے
 اور اسنے اس سے قبضہ کیا ہے اور وہ اسکا مالک تھا تو ایسی گواہی قبول نہوگی لیکن اگر یوں توفیق دی کہ میں نے اس سے
 خریدا تھا مگر اس نے انکار کیا پھر مجھے ہبہ کر دیا اور سپر گواہ پیش کر دیے تو مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے
 ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے یہ دعویٰ کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کیا ہے اور مجھے صدقہ نہیں کیا ہے اور صدقہ کے
 دو گواہ سنائے اور کہا کہ مجھے کبھی ہبہ نہیں کیا ہے حالانکہ قاضی کے سامنے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا تو یہ اپنے گواہوں کو
 جھٹلانا اور اپنے کلام میں تناقض ہے پس دعویٰ سمیع ہوگا اور نہ گواہی مقبول ہوگی اور اگر اسنے ہبہ کا دعویٰ کیا
 اور یہ نہ کہا کہ مجھے کبھی صدقہ میں نہیں دیا ہے پھر بعد اسکے صدقہ کے گواہ لایا اور بیان کیا کہ اسنے مجھے ہبہ کر کے دینے سے
 انکار کیا تو میں نے اس سے صدقہ میں مانگا پس اسنے صدقہ دیدیا تو میں اس گواہی کو جائز رکھوں گا یہ مبسوط میں
 لکھا ہے اگر کسی کے پاس ولایت رکھنے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ مدعا علیہ نے مدعی کی ولایت کھنے کا
 اقرار کیا ہے تو قبول ہوگی جیسے غصب کی صورت میں مقبول ہوتی ہے اور یہی حکم عاریت کا ہے یہ فصول عارضین میں لکھا ہے اور
 اگر شروع ایک سال سے خرید لینے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے خرید کی گواہی دی اور مالینے کا ذکر نہ کیا تو مقبول ہوگی
 اور اگر اسکا اٹھا ہو تو نہیں مقبول ہوگی اگر مدعی نے مالینے خرید ایک ماہ ذکر کی اور گواہوں نے اسکا آدھا ذکر کیا تو
 مقبول ہے اور اگر اسکا اٹھا ہو تو غیر مقبول ہے یہ خلاصہ میں ہے ایک غلام ایک شخص کے قبضہ میں ہے سپر ایک شخص

۱۳ طے ذوالشعبہ ۱۲۰۷ اور ازبک پور میں ۱۲۰۷ طے ذوالشعبہ ۱۲۰۷

دعویٰ کیا کہ قابض نے مجھے ایک سال ہوا کہ صدقہ میں یا ہوا میں نے قبضہ کیا ہے اور قابض نے انکار کیا پھر مدعی گواہ لایا کہ انھوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے دو سال سے خریدا ہے تو مقبول نہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ پہلے میں نے اس سے خریدا پھر اسی کے ہاتھ فروخت کیا پھر اسے ایک سال ہوا کہ مجھے صدقہ میں یا ہوا اور اس توفیق پر گواہوں نے بیع کی ہے دی اور پھر صدقہ کی گواہی تو مقبول ہوگی اور اگر پہلے ہی قابض سے خریدا تھا تب ایک سال سے دعویٰ کیا اور گواہوں نے دو سال کی تاریخ سے صدقہ میں دیدیے کی گواہی تو مقبول نہوگی لیکن اگر یہ بیان کیا کہ ابتدا سے دو سال سے اسے مجھے صدقہ میں دیا پھر میں نے اس کے ہاتھ فروخت کیا پھر ایک سال ہوا کہ میں نے خریدا اور اس پر گواہ بھی پیش کیے تو مقبول ہونگے اور اگر ایک سال سے صدقہ کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ سے خریدا ہے تو مقبول نہوگی لیکن اگر بیان کیا کہ سال بھر ہوا کہ سے صدقہ میں بیعتا پھر کسی سے اسکے پاس بیچ گیا اور اسے صدقہ سے انکار کر دیا پھر ایک مہینہ ہوا کہ میں نے خریدا ہے اور اس کو گواہی ہے کہ اسے کر دیا تو مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر مدت ایک سال سے خرید نکا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ ایک مہینہ ہوا کہ اسے صدقہ میں یا ہوا تو گواہی مقبول نہوگی لیکن جبکہ دونوں قولوں میں واقعیت ثابت کرے فی خیر میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ میں نے ایک سال سے اپنے باپ کی میراث میں یا ہوا اور گواہوں نے کہا کہ قاضی کے پاس اٹھ جائیکے بعد اسے قابض سے خریدا ہے تو مقبول نہوگی لیکن اگر اس طرح توفیق دی کہ اسے میراث سے مجھے روک دیا پھر اب میں نے اس سے خریدا ہے تو گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ دوبارہ گواہی کا اعادہ کرے۔ اگر ایک باندی پر جو ایک شخص کے ہاتھ بیچ یہ دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو اپنے اس غلام کے عوض خریدا ہے اور اس کو ایک مہینہ ہوا اور بائع نے اس سے انکار کیا اور مدعی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اس باندی کو اس مدعا علیہ سے ایک ہزار روپے کو قاضی کے پاس اٹھ جائیکے بعد خریدا ہے تو گواہی مقبول نہوگی لیکن اگر توفیق اس طرح بیان کی کہ پہلے میں نے ایک مہینہ ہوا کہ جب اس غلام کے خریدی تھی پھر جب اسے انکار کیا تو میں نے اب ایک ہزار روپے کے عوض خریدی ہے پس اگر اس پر گواہ پیش کیے تو گواہی خریدی مقبول ہوگی اور اگر پہلے دعویٰ کیا کہ میں نے ایک مہینہ ہوا کہ غلام کے عوض یہ باندی خریدی پھر اسے جو گواہ منائے انھوں نے بیان کیا کہ اسے ایک سال ہوا یا اس سے زیادہ کہ اسے خریدا ہے تو مقبول نہوگی لیکن اگر بیان کیا کہ موافق گواہوں کے بیان کے پہلے ایک سال ہوا کہ میں نے خریدی تھی پھر اسکے ہاتھ بیچ ڈالی پھر ایک مہینہ ہوا کہ اس سے خریدی ہے اور بعد اس بیان کے گواہوں نے خریدا فروخت کی گواہی دی تو توفیق درست ہوگی اور اس کی دگر ہی کر دیا نیکی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو قابض سے خریدا ہے اور قابض منکر ہے پھر مدعی کے گواہوں نے بیان کیا کہ اس قابض نے مدعی کے ہاتھ یہ غلام فروخت کیا مگر ہم نہیں جانتے ہیں کہ یہ بائع کا ہے یا نہیں ہے تو گواہی جائز ہے اور اگر مدعی ایسے دو گواہ لایا کہ جنھوں نے یہ گواہی دی کہ غلام ہمارا ہے مگر اس مدعا علیہ نے اس مدعی کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے تو

مسئلہ بوقت شلاہ طرح کہ مدعا علیہ نے فروخت سے انکار کر دیا تھا پھر میں نے صدقہ کا حکم لایا ایک مہینہ ہوا جب اسے صدقہ دیا ۱۲ مہینہ

قاضی انکی گواہی پر مدعی کو دلا دیا گیا یہ ظہیر میں لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے سے ایک گھر خریدنے کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے اس کے وکیل سے خریدنے کی گواہی یا یہ گواہی دی کہ فلاں درمیانی نے فروخت کیا اور اس کا علیہ نے بیع کی اجازت دی تو گواہی قبول نہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہو اگر مدعی نے کہا کہ یہ عورت اس سبب میری عورت ہو کہ میں نے ہندو ہر اس سے نکاح کر لیا ہو اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ عورت مدعی کی منکوحہ ہو اور نکاح کر لیا ہو تو کیا تو مقبول ہو اور ہر مثل دوا یا جائیگا بشرطیکہ ہر مثل اس مقدار کے برابر ہو جو مدعی نے بیان کیا یا کم ہو اور اگر نہ ہو تو زیادتی کا حکم ہو گا یہ وجہ کر دی میں لکھا ہو ایک شخص نے ایک عورت پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے تین مہرے ساتھ بچاں بنیاد پر بیاہ دیا ہو اور گواہوں نے نکاح کی گواہی دی اور ہر کا ذکر نہ کیا تو گواہی مقبول ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اگر کسی نے کہا کہ یہ میری عورت ہو یا یہ میری منکوحہ ہو اور گواہوں نے کہا کہ اس نے اس عورت سے نکاح کیا تھا اور فی الحال جو وہ ہو چکا ہے ذکر نہ کیا کہ اس کی منکوحہ ہو تو اسی گواہی مقبول ہوگی یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہو اگر ایک عورت نے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے کہا کہ اس نے کبریٰ سے نکاح کیا ہو لیکن ہم کبریٰ کو نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی مدعی سے گواہ طلب کرے گا کہ جس پر دعویٰ کرتا ہو یہی کبریٰ ہو دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے اس مرد کے ساتھ نکاح کیا تھا مگر ہم نہیں جانتے ہیں کہ اب یہ سکی عورت ہو یا نہیں یا گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے یہ شے معین اسکے ہاتھ فروخت کر دی تھی اگر ہم نہیں جانتے ہیں کہ اب اس کی ملکیت میں ہو یا نہیں ہو تو بیل متصحات فی الحال نکاح اور ملکیت کا حکم دیا جائیگا اور نکاح کا گواہ فی الحال گواہ ہو یہ وجہ کر دی میں ہو ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے مالک نے مجھے آزاد کر دیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ وہ جبر ہو تو مقبول نہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول ہو اور اگر باندی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے مجھے آزاد کیا اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ حرہ ہو تو مقبول ہو اور اگر غلام نے پہلی آزادی کا دعویٰ کیا اور گواہوں نے اسکی طرف سے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اسے آزاد کیا ہو تو بعض نے کہا مقبول نہیں ہو اور بعض نے کہا مقبول ہو یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے

اصطلاح باب گواہوں کے اختلافات کے بیان میں امام عظیم کے نزدیک گواہوں میں لفظ ومعنی اتفاق ہونا معتبر ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ صرف معنی میں اتفاق ہونا معتبر ہو اور لفظ میں متفق ہونے سے یہ مراد ہو کہ بطریق وضع کے یہ لفظ متضمن کے دونوں کے الفاظ کے ایک معنی پیدا ہوں یہ نہیں میں لکھا ہو حتیٰ کہ اگر غصب کا دعویٰ کیا اور ایک نے غصب کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار غصب کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر وراثت کا دعویٰ کیا اور ایک نے وراثت رکھنے کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار ابداع کی گواہی دی تو مسئلہ غصب کے قیاس پر مقبول ہونا چاہیے اور مسئلہ قرض کے قیاس پر مقبول ہونا چاہیے کذا فی الفصول العمادیہ اور گواہوں کے الفاظ ایک معنی کو بطریق وضع کے مفید ہوں خواہ بعینہ الفاظ ہوں یا مراد الفاظ ہوں حتیٰ کہ اگر ایک نے مہرہ کی اور دوسرے نے مہرہ مستعاب یعنی جو حالت فی الحال موجود ہو اسی کو حاکم ظہر اگر حکم نکادین لیکن شائع نے کہا کہ یہ حکم نہیں بلکہ اپنے حال پر چھوڑنا کہلا تا ہو اور یہی معنی ہو ۱۲ منہ ۱۵ قول وضع یعنی لغت کی راہ سے مطابقت معنی خواہ بعینہ الفاظ ہوں یا مترادف ہوں یعنی تضمینی نہوں جو غلطی سے ۱۲ منہ

عطیہ کی گواہی ہی تو مقبول ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اگر ایک نے نکاح کی گواہی دی اور دوسرے نے ترویج کی گواہی دی تو مقبول ہو اسکو محیط میں ذکر کر کے کچھ اختلاف نہیں بیان کیا یہ بین میں لکھا ہے اور طلاق کی کنایات میں اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تو خلیفہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ تو بریہ ہے تو سب کے نزدیک مقبول نہیں ہے یہی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تجھ کو میں نے طلاق دی اگر تو اس گھر میں داخل ہوا دیر عورت داخل ہو گئی اور دوسرے نے گواہی دی کہ تجھ کو طلاق ہے اگر تو فلاں شخص سے کلام کرے اور اسنے کلام کیا تو سب کے نزدیک مقبول نہ ہوگی اور یہی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اسنے تین طلاق دی ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسنے کہا تھا کہ تو مجھے حرام ہے اور تین طلاق کی نیت کی تھی تو سب کے نزدیک غیر مقبول ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ ایک گواہ نے ایک ہزار قرضہ کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو امام عظم کے نزدیک کسی قدر کیواسطے مقبول نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک ہزار درم پر گواہی مقبول ہوگی بشرطیکہ مدعی دو ہزار کا دعویٰ کرتا ہو ورنہ اور علیٰ ہذا سودرم اور دوسودرم یا ایک طلاق اور دو طلاق یا تین طلاق میں اگر یہ صورت واقع ہوئی تو بھی ایسا ہی اختلاف ہو یہ ہدایہ میں لکھا ہے اور امام عظم کا قول اس مسئلہ میں صحیح ہے جو مضمرات میں لکھا ہے۔ اور اگر پندرہ کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے پندرہ کی اور دوسرے نے دس کی گواہی دی تو امام عظم کے نزدیک کسی قدر کی ڈگری نہ کیجاو گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر ایک نے ہزار کی اور دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اور مدعی ڈیڑھ ہزار کا دعویٰ کرتا ہو تو گواہی ایک ہزار پر مقبول ہوگی اور اسکی نظیر ایک طلاق اور دو ڈیڑھ طلاق ہے اور سو اور ڈیڑھ سو یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مدعی نے کہا کہ فقط ایک ہزار تھے اس سے زیادہ نہ تھے تو جسے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اسکی گواہی باطل ہے اور یہی طرح اگر سولے ہزار کے دعویٰ کے ساتھ بائیس بھی ہی حکم ہو اور اگر مدعی نے اس طرح تو فیق دی کہ اصل حق میرا ڈیڑھ ہزار درم تھے جیسا کہ گواہ نے گواہی دی لیکن پانچ سو درم میں نے وصول کر لیے یا اسکو معاف کر دیے اور گواہ کو معلوم ہوا تو گواہی مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اگر ایک نے بیس پر اور دوسرے نے پچیس پر گواہی دی تو بالاجماع میں کی گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اسوقت ہو کہ مدعی پچیس کا دعویٰ کرتا ہو اور اگر بیس کا دعویٰ کرتا ہو تو بالاجماع غیر مقبول ہے اور اگر مدعی نے اس مسئلہ میں یا ایک ہزار اور دو ہزار کے مسئلہ میں اس طرح تو فیق دی یعنی چاہی کہ واقعی اس پر میرے دو ہزار درم آتے تھے مگر میں نے اسکو ایک ہزار درم معاف کر دیے تو مقبول ہوگی بخلاف صمد میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر ہزار درم قرض ہونے کی گواہی دی مگر ایک گواہ نے دو دھیادرم بیان کیے اور دوسرے نے کالی چاندی کے بیان کیے حالانکہ دو دھیادرم کی چاندی اس سے گھری ہوئی ہے پس اگر مدعی سیاہ چاندی کے درم کا دعویٰ کرتا ہو تو گواہی بالکل مقبول نہ ہوگی لیکن اگر اس طرح تو فیق دی کہ واقعی دو دھیادرم تھے جیسا کہ اس گواہ

سے خلیفہ گردن بند سے رہا۔ کنایہ طلاق ہے۔ بریہ آزاد۔ کنایہ طلاق ہے ۱۱۔ ۱۲۔ تو یہ پچیس قول اس میں اصل یہ کہ بیان میں بیس اور پانچ کے تو زیادہ بطور عطف ہے اور یہی طرح عربت میں محاورہ بھی ہے جیسے عربی میں خمستہ وعشرون کہتے ہیں یہ اصول ہے اس سے معلوم ہوا کہ اردو زبان میں ہرگز مقبول نہیں ہے کیونکہ سبست و فوج نہیں بلکہ پچیس کہتے ہیں فاضل ۱۲

نے بیان کیا مگر میں نے اسکو اس حیدر میں ہونے کی صفت سے معاف کر دیا تھا اور اس گواہ کو معلوم نہوا دوسرے گواہ کو
 معلوم ہوا تو یہ گواہی سیاہ درم پر مقبول ہوگی اور اگر دو دھیادرم کا دعویٰ کرتا ہو تو سیاہ درم پر گواہی مقبول ہوگی
 کیونکہ اصل پر دونوں گواہ لفظاً و معنی متفق ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اسی طرح یہ حکم تمام جگہوں میں جاری ہو کہ جب ایک
 جنس کے قدر یا وصف پر دونوں گواہ متفق ہوئے اور اس سے زیادہ میں اختلاف ہوا تو گواہی بقدر اتفاق
 کے مقبول ہوگی بشرطیکہ دعویٰ فضل کا دعویٰ کرتا ہو اور اگر قدر یا وصف میں اتفاق سے کتر کا دعویٰ کرتا ہو تو گواہی
 بالکل مقبول ہوگی اور اگر جنس میں اختلاف کیا مثلاً ایک نے ایک گر گھوٹوں کی اور دوسرے نے ایک کرچوں کی گواہی
 دی تو خواہ کسی کیفیت سے اختلاف واقع ہو گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر دونوں نے ہزار درم کی
 گواہی دی اور ایک نے کہا کہ اس میں سے دعا علیہ نے پانچ سو درم ادا کر دیے ہیں تو ہزار درم کا حکم دیا جائیگا اور گواہ کی
 پانچ سو درم ادا کرنے کی گواہی قبول نہوگی مگر جبکہ اس کے ساتھ دوسرا گواہ بھی اسکی گواہی دے تو مقبول ہوگی اور جب
 اسکو معلوم ہو گیا کہ دعا علیہ نے پانچ سو درم ادا کر دیے ہیں تو جب تک دعویٰ یہ اقرار نہ کرے کہ اس نے پانچ سو درم ادا کر دیے
 ہیں تب تک سپرد واجب کہ ہزار درم کی گواہی دعویٰ کی طرف سے نہ دے تاکہ ظلم پر اعانت کرنے والا نہ شمار ہو تب میں اس
 کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم قرض کا دعویٰ کیا اور دونوں گواہوں میں سے ایک نے قرض پر ادا کر
 دوسرے نے قرض ہونے اور قرضدار کے ادا کر دینے پر گواہی دی تو دونوں کی گواہی قرض ہونے پر مقبول ہوگی اور
 ادا کر دینے پر ظاہر روایت کے موافق گواہی قبول نہوگی اور امام ابو یوسف سے روایت کہ قرض ہونے پر بھی یہ گواہی
 مقبول نہوگی اور ظاہر روایت میں جو حکم مذکور ہوا وہ صحیح ہے یہ بدلے میں لکھا ہے اگر قرضدار نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا پھر
 ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرض خواہ نے اقرار کیا ہے کہ میں نے بھرا پایا اور دوسرے نے بری کر دینے کی گواہی دی تو
 مقبول نہوگی اور اگر بری کر دینے کے گواہ نے یہ بیان کیا کہ قرض خواہ نے یہ اقرار کیا ہے کہ قرضدار نے میری جانب سے
 مال کی براءت کر لی تو دونوں کی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط شری میں لکھا ہے ایک شخص پر دوسرے کے ہزار درم
 ہیں اسنے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکا قرضہ ادا کر دیا اور دو گواہوں میں سے ایک نے ادا کر دینے کی گواہی دی اور دوسرے
 نے قرض خواہ کے بھرا پانے کے اقرار کی گواہی دی تو قبول نہوگی اگر قرضدار نے ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور ایک
 گواہ نے قرض خواہ کے بھرا پانے کے اقرار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہبہ کر دینے یا صدقہ کر دینے و تحلیل کی
 گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے قرضدار نے براءت کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے
 یہی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ قرض خواہ نے اسکو ہبہ کر دیا یا صدقہ میں دیدیا یا عطیہ دیا یا اسکو حلال کر دیا
 تو گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے قرضدار نے براءت کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے نے صدقہ
 کی گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر قرضدار نے ہبہ کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے ہبہ کی اور دوسرے نے صدقہ کی
 گواہی دی تو مقبول نہوگی اور اگر ایک نے براءت کی اور دوسرے نے عطیہ یا تحلیل و احلال کی گواہی دی تو مقبول ہوگی محیط
 تحلیل احلال حلیت یہ سب حلال و معاف کرنے کے معنی ہیں ۱۲ ۵۷ قول ہبہ یعنی قرض خواہ نے اپنا

قرضہ اس قرضدار کو بھرا کر دیا یا صدقہ کر دیا یا تحلیل و احلال کر دیا

شہری بن لکھا ہو اگر قرضدار نے وفا کر دینے کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ قرض خواہ نے اسکو فلان شہر
 میں بری کر دیا اور دوسرے نے دوسرے شہر میں بری کر دینی گواہی دی تو گواہی جائز ہو اگر کفیل نے ہیکہ دعویٰ کیا
 اور ایک گواہ نے ہیکہ کی اور دوسرے نے ہرات کی گواہی دی تو جائز ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے بتا دے
 رشید الدین میں ہے کہ ایک عورت نے طلاق کے بعد مہر کا دعویٰ کیا اور شوہر نے دعویٰ کیا کہ اسے مہر ہیکہ کر دیا ہے
 اور دو گواہ لایا کہ ایک نے ہیکہ کی گواہی دی اور دوسرے نے بری کر دینے کی تو مقبول ہوگی یہ فیصلہ علامہ میں لکھا
 ہے شرح جامع صغیر میں ہے کہ ہیکہ کہ عقد کا دعویٰ کیا پس اگر یہ دعویٰ عقد میں ہو تو یہ آئمہ مستندہ میں صحیح اور اجارہ اور
 کتابت اور ہجرت اور مال کے عوض آزادی اور خلع اور عہد اخوان کرنے کی صلح اور مکمل حق یہ خلاستہ میں لکھا ہے ایک
 شخص نے دوسرے کی طرف سے یہ گواہی دی کہ اسنے فلان شخص کا غلام ہزار درم کو خرید لیا ہے اور دوسرے نے
 ڈیڑھ ہزار کے خریدنے کی گواہی دی تو باطل ہے اور ہیکہ اگر مدعی بائن ہو تو بھی یہی حکم ہے اور کچھ فرق نہیں ہے خواہ مدعی
 دونوں گواہوں کے بیان سے کثیر مال کا دعویٰ کرتا ہو یا زیادہ کا اور ہیکہ کتابت میں اگر غلام خود مدعی ہو تو ظاہر ہے
 اور اگر مالک غلام مدعی ہو تو بھی ایسا ہی ہے کیونکہ لوگوں نے یہ سب سے پہلے متن ثابت ہوگا کہ مقصود بکایت ثابت کرنا تھا ہیکہ
 یہ ہدایہ میں لکھا ہے اگر شفعی نے شفع طلب کیا اور ایک گواہ نے ایک ہزار درم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار
 کے خریدنے کی گواہی دی اور شہری کہتا ہے کہ میں نے تین ہزار کو خرید لیا ہے تو گواہی قبول نہوگی اور ہیکہ اگر ایک گواہ نے
 ہزار درم کو خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے سو دینار کو خریدنے کی گواہی دی تو بھی نامقبول ہے اور ہیکہ اگر
 ایک نے ایک شخص سے خریدنے کی گواہی دی اور دوسرے نے دوسرے سے خریدنے کی گواہی دی تو بھی غیر مقبول ہے ہیکہ میں لکھا ہے
 اور اجارہ میں اگر اول مدت میں دعویٰ ہو تو شل بیج کے ہے خواہ ہیکہ پر دینے والا مدعی ہو یا لینے والا اور اگر دیکھ گزرنے کے بعد
 دعویٰ ہو اور تسلیم کے خواہ منفعت بھرائی ہو یا نہ پائی ہو پس اگر اجرت پر دینے والا مدعی ہو تو یہ مال کا دعویٰ ہے اور اگر لینے والا
 مدعی ہو تو بالاجمل یہ عقیدہ کا دعویٰ ہے اور رہن میں اگر رہن مدعی ہو تو غیر مقبول ہے اور اگر مرہن ہو تو مثل قرض کے دعوے
 کے جو یہ کافی ہیں لکھا ہے اور اگر خلع یا طلاق بالمال کے عوض آزادی یا عہد اخوان کرنے کے عوض مال بیع کا دعویٰ
 ہو پس اگر شوہر یا مالک یا ولی قصاص مدعی ہو تو یہ مال کا دعویٰ ہے اور اگر مدعی غلام ہو یا عورت یا قاتل ہو تو یہ عقد
 کا دعویٰ ہے پس بالاجمل مقبول نہوگا یہ سراج الوباح میں لکھا ہے اور مکمل ح کے باب میں امام عظیم کے نزدیک کتر مال
 میں مقبول ہے خواہ شوہر مدعی ہو یا جوہر مدعی ہو اور نام ابو یوسف امام محمد نے فرمایا کہ گواہی باطل ہے اور بعض مشائخ
 نے کہا کہ یا اختلاف صرف ہی صورت میں ہے کہ عورت مدعی ہو اور اگر شوہر مدعی ہو تو اسے گواہوں کی گواہی بالاجمل
 مقبول نہوگی اور پہلا قول صحیح ہے اور وہ مستحسانا ہے یہ تمیزیں در ہدایہ اور کافی ہیں ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ اسنے
 اپنا غلام اجارہ پر دیا ہے اور مالک غلام اٹھا کر لے گیا ہے پھر مدعی نے دو گواہ قائم کیے ایک نے گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو اجرت
 پر لیا اور مدعی چارہ درم یا پنج درم کی اجرت کا دعویٰ کرنا ہے اور دوسرے نے چھ درم کی اجرت کی گواہی دی تو گواہی باطل ہے

مستاجر نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے ایک ٹٹو بغداد تک رسد پر سوار ہونے اور اسباب لادنے کیواسطے کرایہ کیا تھا اور دو گواہ
تعاظم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے سواری کیواسطے دس درم پر کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے دس درم
پر سواری کیواسطے اور یہ اسباب لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو گواہی باطل ہو اور اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے یہ ٹٹو اجرت معلومہ پر بغداد
تک کرایہ کیا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے یہ اسباب لادنے کیواسطے بغداد تک رسد پر کرایہ کیا تو یہ گواہی مقبول
نہوگی خواہ مستاجر مدعی ہو یا ٹٹو والا مدعی ہو اور اس طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ اس نے سواری کیواسطے کرایہ کیا اور دوسرے نے
گواہی دی کہ اس نے لادنے کیواسطے کرایہ کیا تو بھی مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر دعویٰ کیا کہ میں نے نگر نیکو کپڑا دیا ہے اور
نگر نیکو نے اٹھا کر کیا پھر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے اسکو بیخ رکنے کیواسطے دیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے زرد
یاساہ رکنے کیواسطے دیا ہے تو یہ گواہی مقبول نہوگی اور اس طرح اگر نگر نیکو مدعی ہو اور کپڑے کا مالک منکر ہو تو بھی ایسی
گواہی نامقبول ہے یہ فیصلہ عمادیہ میں لکھا ہے اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے مع عیب خریدیا ہے اور دوسرے نے بائع کے
مع عیب خریدنے کی اقرار کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے
فلان کیواسطے فلان شخص کی طرف سے ہزار درم کی کفالت کی ہے مگر ایک گواہ نے ایک مہینہ کی میعاد ذکر کی اور دوسرے نے
فی الحال مہینے کی کفالت بیان کی اور طالب نے فی الحال کی کفالت کا دعویٰ کیا اور فیصل مشہود علیہ نے اس سب سے
اٹھا کر کیا یا کفالت کا اقرار کیا اور میعاد کا دعویٰ کیا تو دونوں صورتوں میں فی الحال اس پر مال نیا دیتے ہیں اگر ایک گواہ اس
دعویٰ پر قائم کیا کہ فلان شخص نے مجھ کو اس شخص پر ہزار درم اترادے ہیں اور دوسرے گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس نے ہزار
سودینار اترائے ہیں تو دونوں کی گواہی نامقبول نہوگی اور اگر ایک نے ہزار درم کی اور دوسرے نے ہزار درم اور سو دینار
کی گواہی دی تو دونوں کی گواہی ہزار درم پر مقبول نہوگی بشرطیکہ مدعی درم اور دینار دونوں کا دعویٰ کرتا ہو اور اگر صرف
درم کا مدعی ہو تو گواہی قبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر کفالت کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے کفالت کی اور دوسرے
نے خوالہ کی گواہی دی تو کفالت کے ثابت ہونے میں گواہی مقبول نہوگی اور کفالت کا حکم دیدیا جاوے گا یہ فیصلہ عمادیہ میں
لکھا ہے اگر ایک گواہ نے یوں کفالت کی گواہی دی کہ اگر فلان ششماہہ مال فلان ندید من فلان کریم من مال بدایم اور
دوسرے نے کہا کہ گواہی میدہم کہ فلان چنین گفت کہ این مال ضمان کردم این فلان بن فلان اما ششماہ تو ایسی گواہی
مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اصل میں ہے کہ اگر کفالت کے دو گواہوں میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو فلان شخص کے
ساتھ خصوصیت کر نیلے واسطے اس گھر کی بابت وکیل کیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اس نے اس گھر کی بابت اور دوسری
چیز کی بابت فلان شخص کے ساتھ خصوصیت کرنے کیواسطے وکیل کیا ہے تو دونوں کی گواہی اس گھر کی بابت خصوصیت کرنے
میں جائز ہے اور اگر دونوں میں سے ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اسکو فقط زینب کی طلاق کیواسطے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے
کہا کہ موکل نے اسکو زینب کی طلاق اور زینبہ کی طلاق کیواسطے وکیل کیا ہے تو زینب کی طلاق میں یہ گواہی مقبول نہوگی اور اس طرح
اسے قولہ اگر فلان الخ یعنی اگر چھ مہینہ تک یہ مال فلان نہ دے تو میں ضمانت جو کہ یہ مال دونوں قولہ این مال الخ
میں اس مال کا ضمانت ہو فلان بن فلان کے لیے چھ مہینہ تک ۱۲

کے مسئلہ میں فتویٰ طلب کیا گیا تھا کہ دونوں میں سے ایک شخص کی طہارت سے گواہی دی کہ فلاں شخص نے اسکو فلاں چیز معین کی بابت وکیل کیا یا زمین خصوصت کر لیا فلاں شخص کے مقابلہ میں وکیل کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ وکیل نے اسکو مطلقاً تمام تصرفات کیواسطے وکیل کیا ہے تو جواب یہ گیا کہ وکالت معینہ ثابت ہوتی چاہیے فیضول غلامین لکھا ہے اگر دعویٰ وکالت نے دو گواہ قائم کیے کہ ایک نے یہ گواہی دی کہ طالب نے اسکو فلاں شخص سے اپنا قرضہ وصول کر لیا واسطے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ طالب نے اسکو اس معاملہ میں رد کیا ہے یا اس شخص سے قرضہ وصول کرنے کے واسطے مسلط کیا ہے یا اسکو اپنی زندگی میں وصی بنایا ہے تو دونوں کی گواہی جائز ہے اور امام اعظم کے نزدیک وصول کرنے اور خصوصت کرنے کا وکیل ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک صرف قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہو گا اگر ایک شخص نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس دعویٰ کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اپنا قرضہ لینے کیواسطے ارسال کیا ہے یا فلاں سے قرضہ لینے کا اسکو حکم دیا ہے یا قرضہ وصول کرنے میں اپنے قائم مقام یا اپنا نائب بنایا ہے تو گواہی جائز ہے اور یہ وکیل وکیل خصوصت کے نزدیک نہیں لکھا اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے وکیل کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے وصی بنایا ہے اور زندگی کا لفظ نہ کہا یا ایک نے کہا کہ اس نے اپنی زندگی میں وصی بنایا ہے اور دوسرے نے کہا کہ اسکو وصی بنایا ہے اور زندگی کا لفظ نہ کہا تو ایسی گواہی مقبول نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سہامہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک شخص کے وصیت کرنے پر یوں گواہی دی کہ ایک گواہ نے بیان کیا کہ اس نے کہا کہ میرے مرید کے بعد تمام میرا مال فلاں شخص کیواسطے ہے اور دوسرے نے بیان کیا کہ اس نے کہا کہ میرے مرید کے بعد میرا تمام مال فلاں شخص کے لیے صدقہ ہے اور یہ ایک جلسہ دو جلسوں میں منع ہوا تو وہی جائز ہے یہ ذخیرہ لکھا ہے اگر دو گواہوں نے وکالت کی گواہی دی اور ایک نے سقد بڑھا کر بیان کیا کہ موکل نے اسکو محض بھی کر دیا تو وکالت کی گواہی مقبول ہوگی اور محض کر لیا کی مقبول نہوگی یہ فیضول غلامین لکھا ہے ایک شخص نے ایک غلام کے مالک کو یہ دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے غلام کو تجارت کی اجازت دی تھی اور دو گواہ لایا کہ ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اجازت دی اور دوسرے نے بیان کیا کہ مولیٰ نے غلام کو خرید و فروخت کرنے دیکھا اور منع نہ کیا تو گواہی مقبول نہوگی فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے امام محمد نے ما ذون کبیر میں لکھا ہے کہ اگر غلام پر قرضہ ہو گیا پس اسکے مالک نے کہا کہ میرا غلام مجھ پر علیحدہ یعنی تصرفات سے منع کر دیا گیا ہے اور قرضہ خواہ نے کہا کہ ما ذون کبیر یعنی تجارت کی اجازت ہو تو مالک کا قول لیا جائیگا پس اگر اس نے دو گواہ سنائے کہ ایک نے بیان کیا کہ مالک نے اسکو کپڑے خریدنے کی اجازت دی ہے اور دوسرے نے کہا کہ مالک نے الیج خریدنے کی اجازت دی ہے تو گواہی جائز ہے اور اس طرح اگر ایک نے بیان کیا کہ مالک اس سے کہا کہ کپڑے خرید کر کے فروخت کر اور دوسرے نے بیان کیا کہ مالک خرید کر کے فروخت کر تو گواہی مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے دو گواہوں نے ایک چیز کی گواہی دی اور وقت میں یا مکان میں یا انشاء و اقرار میں اختلاف کیا پس اگر مشہود بعض قول ہو جیسے بیع و اجارہ و طلاق و عتاق و صلح و ایوان وغیرہ مثلاً ہزار درم کے خرید کا دعویٰ کیا اور دونوں گواہوں نے ہزار درم کے عوض خریدنے کی گواہی دی مگر دونوں نے شہر یا ایام میں اختلاف کیا یا ایک نے بیع کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار بیع کی گواہی دی تو گواہی جائز ہے اور ایسی طلاق

۱۲ یعنی نہ کہا کہ زندگی میں وصی بنایا ہے نہ کہ اس نے وصی بنایا ہے اور زندگی کا لفظ نہ کہا

کے باب میں اگر ایک نے گواہی دی کہ حج ایک طلاق دی اور دوسرے نے کہا کہ کل دی تھی یا ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے حج ایک ہزار درہم کا اقرار کیا اور دوسرے نے کہا کہ کل اقرار کیا تھا تو گواہی جائز ہو لیکن اگر گواہ یہ بیان کریں کہ ہم طلاق کے ساتھ ایک جگہ ایک ہی روز تھے پھر دن درجہ اول و ثانیہ میں باہم اختلاف کریں تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ میں گواہی جائز رکھوں گا اور گواہوں پر گواہی کی یادداشت وہ جسے نہ وقت کی اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ بات تو یہی ہے جو امام اعظم نے فرمائی اور وہ قیاس کے لیکن میں اتحساناً اس گواہی کو تمت کی وجہ سے باطل کرتا ہوں لیکن اگر ایک ہی دن کے اندر ساعتوں میں کسی قدر اختلاف ہو تو روا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے فتاویٰ رشید الدین میں ہے کہ مدعی نے دعویٰ کیا کہ اس نے بشرط وفا بچا پس قابض نے انکار کیا پھر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے بشرط وفا بچا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مشتری نے اقرار کیا کہ میں نے بشرط وفا خرید لیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ فضول عادیہ میں لکھا ہے دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی پس ایک نے کہا کہ اس نے جمعہ کے دن بصرہ میں طلاق دی اور دوسرے نے کہا کہ اس نے خاص اسی روز کو ذہین طلاق دی تو گواہی باطل ہے کیونکہ ہم یقین ہے کہ ایک ہی آدمی ایک ہی روز کو ذہین و بصرہ میں نہیں موجود ہو سکتا ہے قلت خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز عادیہ محال ہو اس میں اختلاف بطل شہادت کے خلاف اسکے کہ اگر ایک نے کو ذہین اور دوسرے نے بصرہ میں طلاق دینے کی گواہی دی اور وقت مقرر نہ کیا تو گواہی مقبول ہو سکتی ہے جو محسوس میں لکھا ہے اگر کو ذہین اور کو ذہین طلاق دینا دونوں نے دو دن متفرق میں بیان کیا کہ جن دنوں میں اتنا زمانہ ہے کہ آدمی کو ذہین سے مکہ میں جاسکتا ہے تو گواہی مقبول ہوگی یہ بحر الرائق میں لکھا ہے صلح کے دو گواہ پیش کیے اور قاضی نے اسے خواہ مخواہ تالیخ دریافت کی پس ایک نے کہا کہ سات مہینے ہوئے اور دوسرے نے کہا کہ میرے گمان میں تین برس یا کچھ زائد ہوئے ہیں تو بسبب اس قدر فاش اختلاف کے گواہی مقبول نہوگی اگرچہ دونوں پر تالیخ کا بیان کرنا ضروری نہ تھا یہ قسیم میں لکھا ہے اگر مشہود یہ ایسا قول ہو کہ ہمیں انشا اور اقرار کے معنی میں قذف کے مختلف ہوتے ہوں تو امام محمد نے کتاب الحدود میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایک نے زانیہ کی تمت لگانے کی گواہی دی اور دوسرے نے تمت لگانے کے اقرار کی گواہی دی تو بلا اختلاف ائمہ گواہی مقبول نہوگی اور اگر تمت لگانے کی گواہی میں اتفاق ہو لیکن نہ یا مکان میں اختلاف ہو تو امام اعظم نے فرمایا کہ ایسی گواہی مقبول ہوگی اور امام ابو یوسف و امام محمد نے فرمایا کہ مقبول نہوگی یہ محیط میں ہے اور اگر اختلاف ایسے فعل میں ہو جو قول سے ملحق ہے جیسے قرض تو سکا حکم مثل طلاق کے ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر مشہود حقیقتہً یا حکماً فعل ہو جیسے غصب غیرہ اور گواہوں نے زمانہ مکان یا انشا و اقرار میں اختلاف کیا یعنی ایک نے اس فعل کے کرنا کی گواہی دی اور دوسرے نے اس فعل کے نہ کرنے کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر غصب کی ہوئی چیز تلف ہو گئی پس ایک گواہ نے اس کی قیمت ایک سو ہزار بیان کی مقبول کیونکہ شاید اسے ایک وقت بصرہ میں طلاق دی اور دوسرے نے زمانہ میں کو ذہین طلاق دی ہو الا اس صورت میں کہ جب درمیان میں وقت خفت بیان کریں کہ بصرہ سے کو ذہین تک پہنچنا غیر ممکن ہے ۱۲ غواہ خواہ اول یہ سلاہ لیل ہے کہ گواہوں سے جرح کے سوالات کرنے میں اگر فاش اختلاف ہو جاوے جیسے آجکل ہوئے ہے تو گواہی رد ہو جائے گی ۱۱ منہ

گواہی دی اور دوسرے نے ملک مطلق کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ رشید الدینؒ ذکر کیا ہے اگر ایک گواہ نے ملک کی تاریخ بیان کی اور دوسرے نے بلا تاریخ گواہی دی پس اگر دعویٰ میں ملک کی تاریخ بیان ہوئی ہو تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر دعویٰ میں ملک بلا تاریخ مذکور ہو تو مقبول ہوگی اور ملک تاریخی کی ڈگری و تجاہلیگی یہ فصول عماد میں لکھا ہے۔ اگر کسی ملک کا دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے ملک کی گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ یہ شے مدعی کی ملک ہے تو مقبول نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے بخلاف قرض کے کہ اگر ایک نے قرض کی گواہی دی اور دوسرے نے اقرار قرض کی گواہی دی تو قبول نہوگی یہ فصول عماد میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض غلام نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے گواہ نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے یہ غلام میرے پاس ودیعت رکھا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اگر ایک نے قابض غلام کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور اُسے اس قابض پاس ودیعت رکھا ہے گواہی دی تو مدعی کو واسطے حکم دیا جاوے گا محیط میں لکھا ہے اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی کا ہے اور دوسرے نے کہا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ غلام مدعی نے مجھے دیا ہے تو مقبول نہیں ہے اور غلام پر مدعی کی ملکیت ہو نیکیا حکم نہوگا لیکن قابض کو حکم دیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کر دے یہ فیئر میں لکھا ہے ایک شخص نے ایک باندی پر جو دوسرے کے ہاتھ میں ہو دعویٰ کیا اور اُسے ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے اس قابض نے غصب کر لی ہے اور دوسرے نے صرف یہ گواہی دی کہ یہ باندی اس مدعی کی ہے تو گواہی قبول ہوگی اور اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ باندی تھی تو بھی گواہی مقبول ہوگی بخلاف اسکے کہ اگر ایک نے کہا کہ یہ باندی اسکے قبضہ میں تھی اور دوسرے نے کہا کہ اسکے قبضہ میں ہے تو امام عظیمؒ کے نزدیک یہ گواہی نامقبول ہوگی محیط میں لکھا ہے۔ ایک گواہ نے قابض کے اقرار کی کہ یہ غلام مدعی کا ہے گواہی دی اور دوسرے نے کہا کہ اسے مدعی سے خرید کا قرار کیا ہے اور مدعی نے کہا کہ قابض نے گواہ سے ایسا قرار کیا ہے لیکن میں نے اسکے ہاتھ کچھ فروخت نہیں کیا تو گواہی مقبول ہوگی اولم غلام مدعی کو دلا یا جاوے گا اور اگر مدعی نے کہا کہ قابض خود دونوں اقراروں میں سے جو گواہوں نے بیان کیے ایک قرار کیا ہے تو گواہی مقبول نہوگی یہ فیئر انہ المغتین میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھے مدعی کے ہزار درم قرض ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہے کہ مجھے مدعی کے ہزار درم ایک سبب کی قیمت کے آتے ہیں جو میں نے اس سے خرید کر کے قبضہ میں کیا ہے اور طالب نے کہا کہ صرف میرا مال سپرد قرضہ کا ہے اور اُسے فقط قرضہ ہونے پر گواہ کر دیے تھے پس اُسے اپنے اس گواہ کو ٹھٹھلایا جس نے سبب کے درم ہونے کی گواہی دی تھی۔ اور اگر مدعی نے کہا کہ اُس شخص نے ان دونوں مختلف گواہیوں پر گواہ کر دیے تھے لیکن اصل مال میرا سپرد قرض ہے تو مدعا علیہ پر ہزار درم کا حکم دیا جاوے گا اور اگر یہ کہا کہ اصل مال میرا سپرد ایک سبب کے درم ہیں کہ میں نے اسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور اُسے قبضہ کر لیا تھا اور جو کچھ گواہوں نے بیان کیا ان دونوں طور پر اُسے گواہ کر دیے تھے تو اُس پر کچھ ڈگری نہ کی جائیگی تا وقتیکہ مدعی ایک دوسرے کو نہ لاوے کہ جو مثل اُس گواہ کے گواہی دے جس نے سبب کے دام ہونے کی گواہی دی ہے اور حیثی نے اقرار کیا کہ اصل مال میرا ایک سبب کے دام ہیں تو وہ گواہ چاہیے ہیں کہ قبضہ ہو جائیگی گواہی ادا کریں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ

مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ مجھے مدعی کے ہزار درم قرض ہیں اور دوسرے نے کہا کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھے ہزار درم ایک ضمانت کے سبب قرض ہیں جو میں نے اسکے لیے ایک شخص کی طرف سے اسکے حکم سے ضمانت کر لی تھی پس اگر طاعت کے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان دونوں باتوں پر گواہ کر دیا تھا ولیکن میرا اصل مال سپر قرض ہو تو مال کی دگر ہی کر دیا ہوگی اور اگر کہا کہ اصل مال میں ضمانت کا ہر تو کچھ دگر ہی نہ ہوگی جب تک کہ دوسرا ضمانت کا گواہ نہ لاوے اور ضمانت اور بیع اس میں کیا ہیں ولیکن امام عظیم رحمہ اللہ کے قول کے قیاس پر دونوں صورتوں میں مال مدعا علیہ پر لازم ہو گا یہ ذخیرہ نہیں لکھا ہو ایک شخص نے ایک غلام پر جو دوسرے کے ہاتھ میں ہو دعویٰ کیا اور گواہ لایا اور ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ میں نے یہ غلام مدعی کو ہبہ کر دیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا ہو کہ مدعی نے مجھے یہ غلام سود دینا کو خرید دیا ہو تو مدعی وہ غلام لے لیا اور اسی طرح اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ اسے مجھے سود دینا کو خرید دیا ہو اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اسے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے یہ غلام ہزار درم کو خرید دیا ہو تو بھی مدعی سے لیا گیا یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ مدعی نے یہ غلام مجھے ہبہ کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ میں دیا ہو اور مدعی نے بیان کیا کہ قابض نے ان دونوں باتوں کا اقرار کیا ہو ولیکن میں نے نہ اسکو ہبہ کیا اور نہ صدقہ میں دیا ہو تو غلام مدعی کو دلایا جائیگا اور اسی طرح اگر ایک نے مدعا علیہ کا اقرار بیان کیا کہ میں نے مدعی سے دس درم کی اجرت پر لیا ہو اور دوسرے نے اقرار کیا کہ میں نے اقرار کیا کہ ہزار درم کو میں سے مول لیا ہو یا ایک گواہ نے بیان کیا کہ میں نے شاکہ مدعا علیہ کرتا تھا مدعی سے کہ یہ غلام مجھے ہبہ کر دے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے شاکہ مدعی سے کرتا تھا کہ مجھے صدقہ میں دیدے یا ایک نے بیان کیا کہ مدعا علیہ کو میں نے شاکہ مدعی سے کرتا تھا کہ ہزار درم کو میں نے ہاتھ فروخت کر دے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے کہتے تھا تھا کہ سود دینا کو میرے ہاتھ فروخت کر دے اور مدعی نے کہا کہ قابض نے یہ سب اقرار کیا ہو ولیکن نہ میں سے ہبہ کیا اور نہ اجرت پر دیا ہو تو قاضی ان سب صورتوں میں غلام مدعی کو دلاوے گا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ غلام مدعی کا ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسے اقرار کیا کہ میں نے اجرت پر لیا یا رہن لیا یا غصب کر لیا تو غلام مدعی کو دلایا جائیگا اور یہ حکم ہوتا ہے کہ جب مدعی نے بیان کیا کہ مدعا علیہ نے ان سب باتوں کا اقرار کیا ہو مگر میں نے بیع و رہن وغیرہ کچھ نہیں کیا اور غصب واقع ہوا ہو تاکہ کسی گواہ کا جھٹلانا لازم نہ آوے یہ فیصلہ عام دینے میں لکھا ہو۔ اگر قابض نے بیان کیا کہ غلام مدعی کا ہے اور دعویٰ کیا کہ مدعی نے مجھے صدقہ میں دیا ہو اور دوا لایا ایک نے گواہی دی کہ مدعی نے اقرار کیا ہو کہ میں نے مدعا علیہ کو صدقہ میں دیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعی نے کہا تھا کہ میں نے مدعا علیہ کو یہ غلام ہبہ کیا تو قاضی یہ گواہی قبول کرے گا مگر جبکہ دوا لایا ہو اس مضمون کا ر وے کہ مدعی نے ہبہ یا صدقہ کا اقرار کیا ہو اور یہ حکم برخلاف اسکے ہو کہ اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے ہبہ یا صدقہ کا اقرار کیا اور دوسرے نے کہا کہ مدعی نے یہ غلام مدعی سے لیا ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ یہ غلام مدعی کا ہو تو مقبول نہ ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اگر ایک گواہ نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا کہ میں

نے یہ غلام فلان شخص سے لیا ہوا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ یہ غلام فلان شخص کا ہے تو مشہور کے واسطے کچھ ڈگری نہ کیا جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ میں نے اسکو فلان شخص سے لیا ہوا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مجھکو فلان شخص نے ودیعت رکھنے کو دیا ہوا تو گواہی اس باب میں جائز ہوگی کہ مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ غلام مدعی کے سپرد کر دے لیکن مدعی کی ملکیت کا حکم نہ دیا جائیگا اور اسی طرح اگر ودیعت کے گواہ نے ودیعت کا نام نہ لیا بلکہ صرف یہ کہا کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے مجھے دیا تھا تو بھی حکم ہوگا کہ مدعی کو واپس کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا کہ میں نے مدعی سے اسکو غصب کر لیا ہوا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ میں مدعی نے اسکو میرے پاس ودیعت رکھا ہوا یا یہ اقرار کیا کہ میں نے اسکو مدعی سے لیا ہوا تو گواہی مقبول ہوگی اور مدعا علیہ کو حکم دیا جائیگا کہ مدعی کے سپرد کر دے لیکن مدعی کے مالک ہونے کا حکم نہ دیا جائیگا اور مدعا علیہ کو ملک میں جھگڑا کرنے کی گنجائش باقی رہیگی جسے کہ اگر اسے بعد مدعا علیہ نے اس کے گواہ پیش کیے کہ یہ غلام میری ملکیت ہے تو قاضی اسکی ملکیت کا حکم دیدیگا۔ اور متقی میں بھی غلام کا مسئلہ مذکور ہوا اور بجائے غلام کے کچھ فرض کر کے یوں بیان کیا ہے کہ اگر ایک گواہ نے یوں گواہی دی کہ قابض نے اقرار کیا کہ میں نے یہ کچھ مدعی سے غصب کر لیا ہوا اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہوا بعد اسکے متقی میں مذکور ہے کہ مدعی نے کہا کہ قابض نے جو کچھ گواہوں سے بیان کیا تھا اقرار کیا ہے لیکن اسے واقع میں مجھے غصب کر لیا ہوا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور قابض کو مدعی کے مالک ہونیکا اقرار کرنے والا قرار دیا اور قابض اسے بعد کچھ کی ملکیت پر گواہی نہ قبول کرے گا پھر متقی میں فرمایا کہ اگر ایک نے گواہی دی کہ میں نے اسکو مدعی سے غصب کر لیا ہوا اسکا مدعا علیہ نے اقرار کیا ہوا اور دوسرے نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے یہ اقرار کیا کہ میں نے مدعی سے اسکو لیا ہوا تو میں مدعی کو دلاؤں گا لیکن مدعا علیہ اپنی حجت پر باقی رہے گا پھر متقی میں فرمایا کہ اگر ایک گواہ نے کہا کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اسکو مدعی سے لیا ہوا اور دوسرے نے کہا کہ یہ اقرار کیا ہے کہ میرے پاس اسے ودیعت رکھا ہوا اور مدعی نے کہا کہ مدعا علیہ نے دونوں باتوں کا اقرار کیا لیکن میں اس کے پاس ودیعت رکھا ہوا تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ قابض نے اقرار کیا کہ یہ مدعی کا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ مدعی نے میرے پاس ودیعت رکھا ہوا تو یہ گواہی مقبول ہوگی اور غلام مدعی کو دلا یا جائیگا یہ محیط اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک نے گواہی دی کہ مدعا علیہ نے اقرار کیا کہ مجھے مدعی کے ہزار درم قرض ہیں اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اقرار کیا کہ مدعی نے میرے پاس ہزار درم ودیعت رکھے ہیں تو گواہی مقبول ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب مدعی نے مطلقاً ہزار درم کا دعویٰ کیا ہوا اور اگر اسے دعویٰ میں قرض باقی ودیعت میں سے کوئی سبب نہ کیا ہو تو اس نے ایک گواہ کو جھٹلا یا پس گواہی مقبول نہ ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب قرار پر گواہی دونوں نے دی اور صرف سبب میں اختلاف کیا اور اگر یوں گواہی دی کہ ایک نے کہا کہ اس مدعی کے مدعا علیہ پر ہزار درم قرض ہیں اور دوسرے نے کہا کہ مدعی کے مدعا علیہ کے پاس ہزار درم ودیعت ہیں تو گواہی مقبول نہ ہوگی یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہے۔ اگر مدعی نے خرید کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے ہفت درم پر بیع ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ (باعث ازین ہستری ہرے این

بندہ طلب میکر دودہ دنیا یعنی بائع اس مشتری سے دس دینار اس غلام کے دام مانگتا تھا تو اسی گواہی قبول ہوگی
ایک عورت نے ایک زمین کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے بیان کیا کہ یہ زمین اس عورت کی ملک ہے گو نگار اسکے غلام
شوہر نے مہر کے عوض اسکو یہ زمین دیدی ہو اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اسکی ملک ہے اسلئے کہ اسکے شوہر نے اقرار
کیا کہ یہ زمین اسکی ملکیت ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور بعض نے کہا کہ مقبول نہ ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ اسکے شوہر
نے یہ زمین اسکو بھرت مہر کے دیدی ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ اسکے شوہر نے اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ زمین اسکو
بھرت مہر کے دیدی ہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ فصول عمادیہ میں لکھا ہے۔ ایک عقار پر اپنے باپ سے میراث پانے کا
دعویٰ کیا پس ایک گواہ نے گواہی دی کہ یہ عقار اسکی ملک ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ زمین اسکی ملک ہے تو گواہی مقبول
نہوگی کیونکہ عقار اسی زمین کو کہتے ہیں جس پر عمارت بھی ہو اور زمین مطلق میدان کو کہتے ہیں ہی طرح اگر عقار کے دعویٰ میں
بستان کی گواہی دی تو مقبول نہوگی یہ خزانہ المفتیین میں لکھا ہے۔

توان باب نفی پر گواہی کے بیان میں اور بعضی گواہ بیان بعض کو دفع کرتی ہیں۔ دو گواہوں نے کسی شخص پر ایسے
فعل یا قول کی گواہی دی کہ جس سے کوئی اجساد یا کتابت یا بیع یا قصاص یا مال یا طلاق یا عتاق کسی مقام
یا روز میں جسکو گواہوں نے بیان کیا ہے مشہود علیہ لازم آتا ہے میں مشہود علیہ نہیں کے گواہ قائم کیے کہ میں اس مقام پر
موجود نہ تھا یا اس وزاس مقام پر موجود نہ تھا تو یہ گواہی مقبول نہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور یہی طرح اگر مشہود علیہ کے
گواہوں نے یہ بیان کیا کہ مشہود علیہ اس دن فلان مقام پر ہوا اس مقام کے جسکو مدعی کے گواہوں نے بیان کیا ہے
موجود نہ تھا تو بھی یہ گواہی مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ یہی طرح ہر گواہی جو اس مرقی ثبت ہو کہ فلان شخص نے نہیں کیا یا
نہیں کیا یا نہیں اقرار کیا مقبول نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ یہی طرح اگر گواہوں نے بیان کیا کہ یہ شخص نے یہی بیان کیا کہ فلان
شخص کا زید پر قرض نہ تھا یا کسی مدعی کی ڈگری اسکی گواہوں کی گواہی پر کسی شخص پر کر دی گئی پھر مدعا علیہ کے گواہوں نے گواہ لگایا
ہو کہ یہ شخص میری ہوتو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ بوطین لکھا ہے۔ اسی دو گواہ بیان کہ اگر ایک حال میں جمع ہوں تو سب بلیک
میں کذب لازم آنے کے دونوں سا قہ ہو جاوین اگر ایک گواہی پر جا کر نے حکم دیدیا تو دوسری گواہی جھوٹ ہونے کے واسطے
متعین ہو جائیگی اور اسکی مثال یہ ہے کہ اگر دونوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی جو رو کو عید کے دن کو فہ میں طلاق دی اور
دوسرا گواہوں نے بیان کیا کہ اس نے اپنی دوسری عورت کو بھی روز مکہ میں طلاق دی تو گواہی باطل ہے اور اگر حاکم نے ایک
گواہی پر حکم دیدیا پھر دوسری گواہی قائم ہوئی تو دوسری گواہی مقبول نہوگی اور اگر دونوں مقدمہ کے گواہوں نے طلاق کا
جدا جدا بیان کیا اور دونوں دنوں میں ہفتہ روزہ فرق ہے کہ مدعی کو فہ سے مکہ میں جاسکتا ہے تو دونوں مقبول ہونگی یہ محیط
میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ زید نے اپنی عورت کو عید قربان کے دن منی میں طلاق دی اور دوسرا
دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے اسکے بعد اپنے غلام کو کو فہ میں آزاد کیا ہے۔ تو قاضی پہلی گواہی پر حکم دیدیگا پھر اسکے
سلفی سے یہ مراد ہے کہ گواہ صریح یہ کہتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا یا وہ ایسی بات کہ جس سے نفی ثابت ہو لیکن بہر حال یہ ضرور ہے کہ دلیل سے کفاروت
نہو تا ہو کہ نفی پہلی خود ہے وجود پر غلام نہیں نفی کے جو دلائل ہے کہ وہ مقبول ہے چنانچہ عینی وغیرہ نے مسئلہ خیار مستعین بیان کیا ہے منہ

گواہوں کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط خرسی میں لکھا ہے۔ اور عورت کے گواہ سناے اور کوئی اولاد ساتھ نہ لے
تو بیٹے کے گواہ مقبول ہونگے اور میراث فقط اسی کو ملیگی اور قاتل قتل کیا جائیگا اور استحسان صرف نسب میں ہے
اور یہی قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا ہے یہ محیط میں ہے۔ اصل میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے یہ گواہ قائم کیے کہ اس
شخص نے میرے باپ کو عمار بیع الاول میں قتل کیا اور مدعا علیہ نے گواہ سناے کہ ہم نے اسکے باپ کو اسکے بعد زندہ
دیکھا یا یہ کہا کہ سکا باپ زندہ تھا اور گواہ کو اسے ہزار درم قرض دیے اور وہ قرض گواہ پر موجود ہے یا یہ حضور واقع ہوئی کہ
مدعی نے یہ گواہ پیش کیے کہ میں نے مدعا علیہ کے باپ کو کل ہزار درم دیے ہیں اور وہ اس پر قرض ہیں اور مدعا علیہ نے گواہ قائم
کیے کہ میرا باپ اس سے پہلے مر گیا یا ایک عورت نے دو گواہ سناے کہ فلان شخص نے اپنی عورت کو عید قربان کے
دن کو نہ میں طلاق دی اور فلان شخص نے گواہ سناے کہ میں اس دن منی میں حاجیوں میں شریک تھا تو مدعی کے
گواہ معتبر ہونگے مدعا علیہ کے گواہوں پر التفات نہ کیا جائیگا ولیکن اگر عام لوگ اگر گواہی دین تو ان سب کی گواہی
لیجائیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ گواہ قائم کیے کہ اسے میرے باپ کو سال گذشتہ میں عمار قتل
کر ڈالا ہوا اور مدعا علیہ نے گواہ سناے کہ اسکے باپ نے کل کے روز ایک غلام ہزار درم کو فروخت کیا ہے تو امام ابو یوسف
نے امام عظیم رحمہ اللہ سے روایت کی ہے کہ قصاص کا حکم دیا جائیگا نہ بیع کا اور یہی قول امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے یہ محیط خرسی میں
لکھا ہے۔ اگر چار آدمیوں نے ایک مرد و عورت پر زنا کی گواہی دی پھر دوسرے چار آدمیوں نے گواہوں پر گواہی دی
کہ یہ لوگ زانی ہیں تو امام عظیم رحمہ اللہ کے نزدیک یہ باطل ہے اور صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک پہلا فریق دوسرے فریق کی گواہی
سے جدا رہا جائیگا اور پہلا مشہود علیہ بالاتفاق حد سے رہا ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے اپنی دو عورتوں سے کہا
کہ جو تم میں سے یہ گروہ روٹی کا کھا گئی وہ طالق ہے پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے یہ گروہ کھایا اور دوسرے
دو گواہوں نے بیان کیا کہ دوسری عورت نے کھایا تو دو توٹوں کی گواہی غیر مقبول ہوگی اور اگر ایک فریق کی گواہی پر
حکم ہو چکا ہو تو دوسرے فریق کی گواہی قبول نہوگی یہ محیط خرسی میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی نے گواہوں کو رد کر دیا پھر ایک
فریق مر گیا اور دوسرے فریق نے پھر وہی گواہی دی جو پہلے ادا کی تھی اور گواہی کا عائد کیا تو گواہی مقبول نہوگی پس
اگر دوسری عورت دوسرے دو گواہ لائی تو انکی گواہی قبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص
نے اپنے غلام سے کہا کہ اگر میں اپنے اس مرض میں مر گیا تو تو آزاد ہو اور ہم یہ نہیں جانتے کہ اسی مرض میں مرایا نہیں مر اور
غلام نے کہا کہ اسی مرض میں مر جا اور وارثوں نے کہا کہ اس مرض میں نہیں مر جا تو قسم لیکر وارثوں کا قول معتبر ہو گا اور
اگر وارثوں نے گواہ قائم کیے تو غلام کے گواہ معتبر ہونگے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے کہا کہ اگر میں اس مرض
مر تو فلان غلام آزاد ہو اور اگر اچھا ہو گیا تو دوسرا فلان آزاد ہو پھر پہلے غلام نے کہا کہ اسی مرض میں مر گیا اور وارثوں
نے کہا کہ اچھا ہو گیا تو قسم لیکر وارثوں کا قول لیا جائیگا اور تمام مال خود مر غلام آزاد ہو جائیگا پھر اگر غلام اول نے
سے دو ذون بیٹے گواہوں کے دو ذون فریق کی گواہی قبول نہیں ہے مگر انکے بعض روٹی کی نسبت گواہی دین در نہ ایک فریق ضرور
جھوٹا ہے اور ترجیح غیر ممکن ہے پس دو ذون سا قہ میں ۱۲ منہ

اس شرط کے گواہ قائم کیے کہ وہ اُسی مرض میں مر گیا تو گواہی مقبول ہوگی اور دہستانی اُسکا آزاد ہوگا اور ایک ثلث کے واسطے وہ سعی کر کے قیمت ادا کر گیا جبکہ میت کا کچھ مال سوائے ان دو غلاموں کے نہواورد دونوں کی قیمت برابر ہو۔ اور اگر دونوں نے اپنے اپنے گواہ سنائے تو میں پہلے غلام کے گواہ جو اس مرض سے انتقال کر گیا مدعی ہو قبول کر دینگا اور دوسرے کے رد کر دینگا پھر اگر وارثوں نے کہا کہ اچھے ہونے سے پہلے اسی مرض میں مر گیا تو دہستانی مال سے غلام مقررہ دوسری آزادی کے بعد آزاد ہو جائیگا پس ایک دہستانی مفت آزاد ہوگا اور دہستانی کے واسطے وہ سعی کر کے قیمت ادا کر گیا بشرطیکہ سوائے دونوں غلاموں کے میت کا کچھ مال نہ ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ فلان شخص نے اقرار کیا تھا کہ میں نے اپنا فلان غلام بکریا اگر میں قتل کیا جاؤں اور وہ قتل کیا گیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ اپنی موت سے مر گیا تو میں دہستانی مال سے عتق جائز رکھوں گا۔ اور اسی طرح اگر یوں گواہی دی کہ اسے کہا تھا کہ میں فلان غلام آزاد کیا اگر مجھے اس سفر یا مرض میں کوئی حادثہ پیش آوے اور حال یہ گذرا کہ وہ اس سفر یا مرض میں مر گیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ وہ اس سفر سے واپس آکر اپنے اہل و عیال میں مراہو تو میں آزادی کے گواہوں کی گواہی قبول کر دینگا اور اگر دوسرے دو گواہوں نے یہ بیان کیا کہ اسے کہا تھا کہ اگر میں اپنے سفر سے واپس ہو کر اپنے اہل و عیال میں مروں تو فلان غلام میرا آزاد ہو اور وہ سفر سے آکر اپنے اہل و عیال میں مراہو تو میں پہلے گواہوں کی گواہی جائز رکھوں گا اور واپس آنے کی گواہی قبول نہ کر دینگا یہ مبوط میں لکھا ہے۔ اگر ایک عورت نے یہ گواہ سنائے کہ میرے شوہر نے مجھے عید قربان کے دن قریب بصرہ کے رقبہ میں طلاق دی ہوا اور اُسکے غلام نے گواہ سنائے کہ اُس نے مجھے اُسی روز منی میں آزاد کر دیا ہے اور وہ شخص مشہود علیہ وکون سے انکار کرتا ہے اور دونوں گواہ بیان ایک ساتھ پیش ہوئیں تو دونوں باطل ہیں اور اگر مشہود علیہ نے کسی گواہی کی تصدیق کی اور دوسرے سے انکار کیا تو اُس پر طلاق دینے اور آزاد کرنے دونوں کا حکم دیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ سنائے کہ مدعی کے گواہ محمد والد القذف ہیں یعنی بھوئی تہمت زدگانے سے اُنکو فلان شہر کے فلان قاضی نے فلان وقت میں حدامری ہوا اور ایسا وقت بیان کیا کہ جب قاضی تھا اور جبیر حد قذف واقع ہونے کی گواہی دی اُسے کہا کہ میں گواہ لاتا ہوں کہ اُس قاضی نے اقرار کیا کہ میں نے حد قذف جاری نہیں کی ہے پس قاضی محمد والد القذف ہونیکا حکم دینکا اور سبب گواہی اقرار کے محدود القذف ہونیکا حکم دینے سے باز نہ لگیا پس اگر حد قذف کے گواہوں نے کوئی خاص وقت مقرر کیا اور کہا کہ فلان قاضی نے اسکو شکم جبری میں حد قذف ماری ہوا اور مشہود علیہ نے گواہ سنائے کہ یہ قاضی شکم جبر میں مر گیا یا وہ شکم جبر میں اُس شہر کے سوا فلان شہر میں تھا تو بھی قاضی اُسکے محدود القذف ہونیکا حکم دینکا اور اسکی گواہی پر التفاف نہ کر گیا لیکن اگر قاضی کا مرنا ایسا مشہور ہو کہ اُسکو ہر کس ناکس جانتا ہو تو البتہ محدود القذف ہونے کا حکم نہ دینکا اور مشہود علیہ پر مال کی دگری کر دینکا۔ اور یہی مسئلہ سے نکال کر ایک مسئلہ کے جواب میں حکم دیا جائے گا اور فتویٰ یہ تھا کہ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ میرے باپ کے سودینا رتھچر تے ہیں اور اُس نے کچھ وصول نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا اور میرے سوائے کوئی اُسکا وارث نہیں ہوئے تھے ادا کر دے اور مدعا علیہ کہ اسکا واقعی سودینا رتھچرے باپ کے آتے تھے انہیں سے اُس نے اپنی زندگی میں اتنی دینا وصول کر لیے اور میرے مکان

نے کسی چوپایہ کا دودھ نہیں پلایا بلکہ پنا دودھ دیا تو مستحسناً قسم لیکر اسی کا قول معتبر ہوگا اور اگر لڑکے والوں نے اپنے دعوے پر گواہ سنائے تو دودھ پلائی کو اجرت نہ ملے گی شمس لائٹس حلوائی نے فرمایا کہ تاویل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس دودھ پلائی نے بکری کا دودھ پلایا اور پنا دودھ نہیں پلایا اور اگر صرف اس قدر کہا کہ اسے پنا دودھ نہیں پلایا تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور اگر دونوں نے گواہ سنائے تو دودھ پلائی کے گواہ معتبر ہونگے یہ فضول عبادت میں لکھا ہو اگر وہ گواہوں نے ایک شخص پر گواہی دی کہ ہم نے سنا کہ یہ کتا تھا المسیح بن اندا اور یہ نہیں کہا کہ یہ قول نصاریٰ کا ہے پس اسکی عورت بائن ہو گئی اور وہ شخص کتا ہے کہ میں نے یہ لفظ بھی ملایا کہ نصاریٰ کا قول ہے تو گواہی قبول ہوگی اور سین اور اسکی جودو میں جدائی کرائی جاوے گی اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے سنا کہ شخص کتا تھا المسیح بن اندا اور اسکے سواے ہم نے نہیں سنا تو یہ گواہی غیر مقبول ہوگی یہ خزانہ الفتاویٰ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے دعوے کیا کہ ایک شخص نے ایک لڑکے کو حکم دیا کہ میرے گدھے کو مار کر اپنے باغ سے نکال دے پھر لڑکے نے اسکو یہاں تک مارا کہ وہ مر گیا اور اسے گواہ قائم کیے اور مدعا علیہ نے گواہ سنائے کہ یہ گدھا زندہ ہے تو گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ بنظر مقصود وہ نفی پر قائم ہے یہ قدیم میں لکھا ہے

دسواں باب اہل کفر کی گواہی کے بیان میں کافر کی گواہی مسلمان پر مقبول نہ ہوگی یہ محیط خنسی میں لکھا ہے۔ اہل مذہب میں سے بعض کی گواہی بعض پر مقبول ہے بشرطیکہ عادل ہوں۔ اگرچہ ملتین مختلف ہوں یہ بلائ میں لکھا ہے۔ جو حرنی کافر ہیں لیکر آئے ہیں اگر ذمی انہیں گواہی دین تو ناجائز ہے بعض حرنی امان لے لے کر بعض پر گواہی دین پس اگر ایک ہی ملک کے ہیں تو مقبول ہے اور اگر جدا جدا ملک کے ہیں تو مقبول نہ ہوگی یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ مرتد مرد یا عورت کی گواہی میں شلخ نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ کافروں پر مقبول ہے اور بعض نے کہا کہ مرتد پر مقبول ہے اور واضح یہ ہے کہ ہر صورت میں غیر مقبول ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر وہ کافروں نے دو مسلمانوں کی گواہی پر گواہی دی اور دو مسلمانوں کی گواہی ایک کافر کی طرف سے دوسرے کافر پر کسی حق میں تھی یا کسی قاضی مسلمین کے حکم پر کسی مسلمان یا کافر کے حق میں تھا تو گواہی تھی تو دونوں کی گواہی ناجائز ہے۔ اور اگر وہ مسلمانوں نے دو کافروں کی گواہی پر گواہی دی تو جائز ہے یہ بسوط میں ہے ایک کافر کے قبضہ میں ایک باندی تھی کہ اسکو اسے مسلمان سے خریدا ہے پھر اسے دو کافروں نے یہ گواہی دی کہ یہ باندی مسلمان یا کافر کی ہے تو گواہی جائز نہ ہوگی اس طرح اگر وہ باندی اسکے پاس کسی مسلمان کی طرف سے ہبہ یا صدقہ میں ہو تو بھی یہی حکم ہے اور یہ قول امام عظیم و امام محمد کا اور پہلا قول امام ابو یوسف کا ہے پھر امام ابو یوسف نے رجوع کیا کہ میں اس گواہی پر خاص کر کافر پر حکم کر دین گاہے غیر پر یہ حاوی اور بسوط میں ہے اگر وہ ذمی ایک ذمی پر یہ گواہی دین کہ یہ اسلام لایا ہے تو قبول نہ ہوگی کیونکہ اسنے زعم میں وہ مرتد ہو گیا اور اہل ذمہ کی گواہی مرتد پر باطل ہے یہ محیط خنسی میں لکھا ہے۔ اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے اہل اسلام میں سے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اسلام لایا ہے اور وہ گواہ کرتا ہے تو امام وقت اسکو اسلام کی واسطے جبر کرے گا اور قید کرے گا اور قتل نہ کرے گا یہ ظہیر یہ میں لکھا ہے۔ ایک ذمی مر گیا اور پھر

وہ نصرانیوں نے گواہی ہی کہ وہ اسلام لایا تھا تو انکی گواہی سے سپر نماز نہ پڑھی جاوے گی اور ہی طرح اگر کافر مسلمانوں نے یہ گواہی دی تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر اس میت کا فر کا کوئی ولی مسلمان ہو اور باقی اولیا کا فر اسکے دین کے ہون پھر مسلمان لی نے دعویٰ کیا کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا اور مجھے وصیت کی ہو اور میراث لینا چاہی اور اہل کفر میں سے دو آدمیوں نے اسکی گواہی دی تو انکی گواہی سے مسلمان لی اسکی میراث لے لیگا اور ولی مسلم سپر نماز پڑھیکا اگر وہ عادل ہو اور اگر سو اسے ولی مسلم کے اسکے اسلام کی کسی نے گواہی نہ دی تو ولی مسلم کے کہنے سے سپر نماز پڑھی جاوے گی اور میراث اسکو نہ ملیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے دو سرے کے ساتھ ملکر یہ گواہی دی کہ میری عورت نفوذ باشر مرہم ہو گئی ہو اور وہ عورت انکار کرتی ہو اور اسلام کا قرار کرتی ہو تو دونوں میں جہدائی کرانی جاوے گی اور آدھا ہر اسکو دلا یا جاوے گا اگر مرد نے اسکے ساتھ دخول نہیں کیا ہو اور عورت کا انکار مرہم ہونا اور اقرار اسلام تو بہ کرنا شمار ہوگا۔ اور اگر دونوں نے گواہی دی کہ وہ مسلمان ہو گئی اور وہ منکر ہو اور اصل دین اسکا نصرانیہ تھا تو گواہی مقبول ہوگی اور اسکا انکار مرہم ہونے میں شمار ہوگا۔ اور اسکا شوہر آدھے مہر سے بری ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو عمر بن ابی عمرو نے امام محمد سے روایت کی ہو کہ ایک می مر گیا پھر ایک مسلمان مرد یا عورت نے جو عادل ہے یہ گواہی دی کہ میت سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا اور اسکے اولیاء نے انکار کیا تو تمام میراث اسکے ولیوں کو اہل ذمہ میں سے ملیگی اور مسلمانوں کو چاہیے کہ اسکو غسل دیکر فن دین اور سپر نماز پڑھیں اسی طرح اگر محد و القذیب مسلمان نے گواہی دی اور اب وہ عادل ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ ایک نصرانی مر گیا اور اسکے دو لڑکے ہیں ایک نصرانی اور ایک مسلمان پھر مسلمان نے دو نصرانی گواہ پیش کیے کہ وہ مسلمان مرا ہو اور نصرانی نے دو مسلمان گواہ دیے کہ وہ نصرانی مرا ہو تو مسلمان کے لیے میراث کا حکم دیا جائیگا کذا فی محیط بخسری اسی طرح اگر نصرانی پیش کیے تو بھی یہی حکم رہیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اور میت پر نماز پڑھنا اسکے مسلمان بیٹے کے کہنے سے ہو نصرانیوں کی گواہی سے اور اگر مسلمان بیٹے نے کہا کہ میرا پ موت سے پہلے اسلام لایا ہو اور میں اسکا وارث ہوں تو نصرانی نے کہا کہ میرا پ مسلمان نہیں ہوا تو میراث کے باب میں نصرانی کا قول معتبر ہوگا اور اسکے مسلمان بیٹے کے کہنے سے سپر نماز پڑھی جاوے گی یہ محیط خسری میں لکھا ہو منقی میں ہو کہ اگر مسلمان بیٹے نے ہنوز اسکے مسلمان مرنے پر گواہ نہ قائم کیے تھے کہ ایک شخص نے سپر قرض کا دعویٰ کیا اور نصرانی گواہ پیش کیے تو مال کا حکم سپر دیا جائیگا پھر مسلمان بیٹے نے اسکے مسلمان ہونیکے گواہ نصرانی منائے تو امام محمد نے فرمایا کہ اگر قرضخواہ مسلمان تھا تو میں اسکے قرض کی بابت جو حکم ہو چکا ہو اہل نظر نہ کروں گا اور اگر قرضخواہ ذمی ہو تو حکم قضا باطل کر کے تمام میراث اسکے مسلمان بیٹے کو دلاؤں گا اور اگر میت نے کچھ مال چھوڑا اور اسکے بیٹے مسلمان نے نصرانی گواہ اسکے مسلمان مرنے پر قائم کیے اور چھوٹے بھائیوں کو لینا چاہا تو گواہی اسلیے مقبول نہ ہوگی اور یہ حکم اسی مقام پر مخصوص نہیں ہو بلکہ جہاں کہیں بیٹے

قول میراث اسولے مسلمان گواہین سے جب نصرانی ثبوت ہو تو بھی نصرانی گواہوں سے اسبرال کا دعویٰ لازم ہو کہونکہ مسلمان کو اہل ہی مخصوص ہو لیکن اسلام میں مسلمان بیٹے کا قول نسبت نصرانیوں کے معجز ہو پس اسلام دیمراث دونوں میں ثبوت ہو گیا ۱۱

کچھ مال نہ چھوڑا ہو کہ جسکے لیے اسکے اسلام کی گواہی قائم کی جائے تو اسکے اسلام کی گواہی مقبول نہوگی اور نہ اسکے اسلام کا حکم دیا جائیگا یہ ذخیرہ محیط میں لکھا ہے۔ ابن سماعہ نے فرمایا کہ میں نے امام محمد سے پوچھا کہ اگر مسلمان قرض خواہ کے گواہ مسلمان ہوں اور نصرانی بیٹے کے سامنے آئی گواہی پر ڈگری کی گئی پھر مسلمان بیٹا ذمی گواہ لایا کہ میرا باپ مسلمان مراہو تو امام محمد نے فرمایا کہ جو کچھ نصرانی میت کا مال تھا اسکا وارث اسکا مسلمان بیٹا ہو اور قرض خواہ پر واپسی وغیرہ کا حکم نہوگا۔ پھر ابن سماعہ نے کہا کہ میں نے امام محمد سے کہا کہ اگر قرض خواہ نے اور مسلمان بیٹے دونوں نے ذمی گواہ ہمیش کے تو امام محمد نے فرمایا کہ اگر دونوں گواہ معاً پیش ہوں تو مدعا علیہ مسلمان وارث قرار پاوے گا کیونکہ اسکے گواہوں سے اسکا وارث ہونا ثابت ہوا اور جب یہ وارث قرار پایا تو قرض خواہ کے ذمی گواہوں کی گواہی اس پر مقبول نہوگی پس قرض خواہ کو ایسی گواہی پیش کرنے سے کچھ متحقق حاصل نہوگا محیط میں لکھا ہے اگر ایک لڑکے نے کہا کہ میرا باپ مسلمان تھا اور میں بھی اور دوسرے نے کہا بلکہ میں بھی اسکے مرنے سے پہلے اسلام لایا ہوں اور دوسرے نے اسکی تکذیب کی تو میراث اسکو ملیگی جسکے مسلمان ہونے پر باپ کی زندگی میں اتفاق ہو محیط خنسی میں لکھا ہے اگر مسلمان بیٹے نے کہا کہ ہمیشہ میرا باپ مسلمان تھا اور نصرانی نے کہا کہ ہمیشہ میرا باپ نصرانی تھا تو مسلمان کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کیے تو مسلمان کے گواہ بھی معتبر ہونگے۔ اور اگر مسلمان بیٹے نے مسلمانوں میں سے دو گواہ باپ کے مسلمان ہونے پر کیا اپنے مرنے سے پہلے مسلمان تھا قائم کیے تو میں قبول نہ کروں گا جب تک کہ اسلام کی تفصیل نہ بیان کریں کہ کیا ہوا اور امام مدظلہ علی سیدی نے بیان کیا کہ اگر گواہ فقیہ ہو تو اسکی گواہی بدون اسلام کی تفصیل بیان کرنے کے مقبول ہوگی اور اگر جاہل ہو تو جب تک اسلام کی تفصیل اور اسکا وصف نہ بیان کرے مقبول نہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ ایک مسلمان عورت نے بیان کیا کہ میرا شوہر مسلمان تھا اور اس شخص کی اولاد کا فرض نے بیان کیا کہ نہیں بلکہ کا فرض تھا اور اس شوہر مسلمان کا ایک بھائی مسلمان تھا کہ وہ اس عورت کی تصدیق کرتا تھا تو میراث اس بھائی اور عورت کے درمیان تقسیم ہوگی۔ اور اگر ایک بیٹا کا فراد ایک بیٹی مسلمان چھوڑی پھر بیٹی نے کہا کہ میرا باپ مسلمان مراہو اور بھائی مسلمان نے اسکی تصدیق کی اور بیٹا کا فرکنا ہے کہ کافر مراہو تو لڑکی کا قول معتبر ہوگا اور اگر جوہر نہ ہو اور بیٹا اور بھائی ہوا اور بھائی اسکے مسلمان ہونیکا دعویٰ کرتا ہو اور بیٹا منکر ہو تو بیٹے کا قول لیا جائیگا اور میراث اسی کو ملیگی۔ ایک بیٹی اور ایک بھائی ہو اور دونوں نے اختلاف کیا تو مدعی اسلام کا قول لیا جائے گا اور یہی حکم بیٹا اور باپ موجود ہونے میں ہو محیط خنسی میں لکھا ہے اگر ایک شخص مر گیا اور اسنے ایک گھر چھوڑا اس میت کے لڑکے نے جو مسلمان تھا کہا کہ میرا باپ مسلمان مراہو اور یہ گھر میرے واسطے میراث چھوڑا ہو اور میت کا بھائی جو ذمی تھا آیا اور کہا کہ میرا بھائی میرے دین پر کافر مراہو تو بیٹے کا قول لیا جائے گا اور اسی کو میراث ملیگی اور اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوے پر گواہ قائم کیے تو بیٹے کے گواہ لیے جائیں گے اور اگر بھائی نے ذمی لوگ گواہ قائم کیے اور مسلمان بیٹے کے گواہ نہیں ہیں تو بھائی کے گواہ ناجائز ہونگے لیکن اگر بھائی نے اپنے دعوے پر مسلمان گواہ قائم کیے تو مقبول ہونگے اور میراث بھائی کو ملیگی یہ محیط اور ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ ایک نصرانی

مرگیا اور دو بیٹے چھوڑے پھر ایک اسکے مرنے کے بعد مسلمان ہو گیا پھر ایک نصرانی نے اس امر کے نصرانی گواہ قائم کیے کہ میں بھی میت کا بیٹا ہوں تو نسب کی گواہی قبول ہوگی اور میراث میں نصرانی بیٹے کا شریک کیا جائیگا اور مسلمان بیٹے کی میراث کے حصہ میں شریک ہوگا یہ محیطہ شرعی میں لکھا ہے بطرح اگر ایک نصرانی بیٹا چھوڑا اور وہ باپ کے مرنے کے بعد مسلمان ہو گیا۔ پھر ایک نصرانی آیا اور نصرانی گواہ اس امر کے لایا کہ میں نصرانی میت کا بیٹا ہوں تو نسب کی گواہی مقبول ہوگی اور جو کچھ مال میراث کا مسلمان بیٹے کے ہاتھ میں ہو کہیں سے کچھ نہ دلایا جائیگا پس اگر میت کا چھ مال برآمد ہوا تو نسب مسلمان بیٹے کو ملے گا پس اگر مسلمان بیٹا ذمہ باپ کی زندگی میں مر گیا تو اس کی میراث اسکے ذمی بیٹے کو ملے گی اور ابن سماعہ نے فرمایا کہ اس صورت میں ذمی بیٹے کو مسلمان بیٹے کی مزاحمت کا حق ہو وقت نہیں حاصل ہوتا ہے کہ جب ذمی بیٹے کے نسب ثابت ہونے سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا ہو اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے اس کا نسب ثابت ہو گیا تو ذمی اس مسلمان کا مزاحم و شریک ہوگا یہ محیطہ میں لکھا ہے ایک نصرانی مر گیا اور اس کی مسلمان عورت نے بیان کیا کہ ان اسکے مرنے کے بعد مسلمان ہوئی ہوں مجھے میراث چاہیے ہو اور وارثوں نے کہا کہ بلکہ تو پہلے مسلمان ہوئی ہو اور تجھے میراث نہ ملے گی تو وارثوں کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر کوئی مسلمان نصرانی عورت کو چھوڑ کر مر گیا اور جھگڑے و نااش کے دن وہ مسلمان تھی پس کہا کہ اسکے مرنے سے پہلے میں مسلمان ہوئی ہوں اور وارثوں نے کہا کہ بعد مرنے کے مسلمان ہوئی ہو تو وارثوں کا قول معتبر ہوگا یہ متراشی میں ہے۔ اگر ایک گھر کی نسبت جو ایک ذمی کے قبضہ میں ہو ایک مسلمان اور ذمی نے دعویٰ کیا اور دونوں نے میراث کا دعویٰ کیا اور دلیل میں کی تو دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہوگا بشرطیکہ ذمی کے گواہ مسلمان ہوں ورنہ مسلمان کی واسطے ڈگری کر دی جائیگی اگرچہ اسکے گواہ کافر ہوں محیطہ میں لکھا ہے ہر گواہی جو ایک ذمی نے دوسرے ذمی پر دی ہو اور ہنوز حاکم نے اس کی گواہی پر حکم نہیں دیا ہو یہاں تک کہ مشہود علیہ مسلمان ہو گیا تو گواہی باطل ہو جائیگی پس اگر مشہود علیہ حکم کے بعد مسلمان ہوا تو حکم سابق باقی رہے گا اور تمام حقوق میں سوائے حدود کے مواخذہ کیا جائیگا اور قصاص نفس یا مالدن نفس میں قیاس چاہتا ہے کہ قاضی نافذ کرے اور جسٹس نافذ نہ کرے گا۔ اور چوری میں اگر چہ حکم قصاص کے بعد ہاتھ کاٹنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو قاضی اس سے مال دلوادے گا اور ہاتھ کاٹنا دفع کر دے گا اور اگر مشہود علیہ پہلے مسلمان ہوا پھر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے یا پہلے گواہ مسلمان ہوئے پھر مشہود علیہ مسلمان ہوا پس اگر انھوں نے از سر نو گواہی نہ ادا کی تو تمام حقوق میں ڈگری نہ ہوگی اور اگر پہلی صورت میں بعد دونوں کے مسلمان ہو نیلے اور دوسری صورت میں بعد مشہود علیہ کے مسلمان ہونے کے دونوں نے از سر نو گواہی دی تو مالوان و قصاص اور حد القذف کے دعویٰ میں ڈگری کر دی جائیگی اور جو حدود خالصہ تھیں تعالیٰ کے واسطے ہیں ان میں کی جائیگی یہ شرح اوسلہ القاضی میں لکھا ہے اگر ایک نصرانی پر چار نصرانیوں نے گواہی دی کہ اسے مسلمان ابندی کے ساتھ زنا کیا ہے پس اگر انھوں نے یہ گواہی دی کہ اسے زبردستی زنا کیا ہے

تو زنا کیا جائیگا یعنی یہ بیٹا جسے گواہوں سے نسبت ثابت کیا ہو وہ مرد ہے نصرانی نہ اس کا بھی ہوگا ۱۲

۱۲ قول ذمی باپ مثلاً نصرانی یا یہودی یا ہندو ۱۲

تو فقط مرد کو حد ماری جائیگی اور اگر انھوں نے یہ گواہی دی کہ اس مسلمان باندی نے اس سے رضامندی سے زنا کر لیا تو دونوں سے حد دفع کی جائیگی اور باندی مسلمان کے حق کے عوض گواہوں کو سزا دی جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ دو نصرانیوں نے ایک مسلمان و نصرانی پر یہ گواہی دی کہ انی دونوں نے ایک مسلمان کو عہد قتل کر ڈالا ہے تو فرمایا کہ مسلمان پر گواہی انکی قبول نہ کرونگا اور نصرانی سے قصاص نہ لوں گا مگر سپراسی کے مال سے دیت دینا لازم کرونگا یہ محیط مین لکھا ہے ابن سماعہ نے فرمایا کہ مین نے امام محمد سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک مسلمان نے عہد ایک نصرانی کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور کہا کہ مین ایک نصرانی کا غلام ہوں اور ہاتھ کٹے ہوئے نے دعویٰ کیا کہ یہ آزاد ہے اور ایک مرد اور دو عورت مسلمانوں کو گواہ لایا کہ اسکے مال کے ایک سال سے اسکو آزاد کر دیا ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ مین اسکو آزاد قرار دیکر ہاتھ کا قصاص لوں گا اور اگر ہاتھ کٹے ہوئے نے دو نصرانی گواہ پیش کیے کہ ایک سال سے اسکے مال کے اسکو آزاد کیا ہے تو مین اسکی آزادی کے بارہ مین یہ گواہی قبول کرونگا اور قصاص نہ لوں گا اور مشائخ نے فرمایا کہ آزادی کی گواہی سمیع ہو یا صاحبین کے نزدیک ہے ناچاہیے نہ امام عظیم کے نزدیک کیونکہ امام عظیم کے نزدیک بدون غلام کے دعوے کے آزادی کی گواہی مقبول نہیں ہوتی ہے اور اس مقام پر وہ منکر ہے نہ مدعی یہ ذخیرہ مین لکھا ہے امام محمد نے فرمایا کہ ایک مسلمان نے اگر کہا کہ اگر فلان نصرانی نے اپنی عورت کو طلاق دی تو میرا غلام آزاد ہے پھر دو نصرانیوں نے گواہی دی کہ فلان نصرانی نے اس قول کے بعد اپنی عورت کو طلاق دی تو مین نصرانی کی عورت کے طلاق ہونے کے بارہ مین گواہی قبول کرونگا اور مسلمان کا غلام آزاد نہ کرونگا یہ محیط مین ہے ایک مسلمان نے کہا کہ اگر میرا غلام اس درمیں دخل ہوا تو وہ آزاد ہے اور ایک نصرانی نے کہا کہ میری عورت کو تین طلاق ہیں اگر یہ غلام اس درمیں دخل ہو پھر دو نصرانیوں نے گواہی دی کہ غلام اس گھڑ میں دخل ہوا ہے پس اگر غلام مسلمان ہو تو دونوں کی گواہی باطل ہے اور اگر نصرانی ہو تو نصرانی کی عورت پر طلاق ہونے مین گواہی جائز ہے اور آزادشی غلام کے بارے مین ناجائز ہے یہ محیط خیرسی مین لکھا ہے ایک نصرانی کے ہاتھ مین ایک چادر تھی پھر ایک مسلمان و ایک نصرانی نے ہر ایک نے اسکے گواہ نصرانی پیش کیے کہ نصرانی نے اقرار کیا ہے کہ یہ چادر مدعی کی ہے تو فرمایا کہ مین مسلمان کی ڈگری کرونگا یہ محیط مین لکھا ہے ایک نصرانی مرد نے ایک نصرانی عورت پر اس امر کے گواہ سنائے کہ مین نے اس عورت سے فلان وقت نکاح کیا ہے تو فرمایا کہ مین نصرانی عورت کے مدعی کی جو رو ہونے کی ڈگری کرونگا پھر ایک مسلمان نے گواہ سنائے کہ مین نے اس وقت کے بعد اس سے نکاح کیا ہے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اسکی ڈگری نہوگی اور امام عظیم کے نزدیک بھیگی اور اگر دونوں نے معاً گواہ سنائے تو امام عظیم کے نزدیک مسلم کی ڈگری ہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نصرانی کی ڈگری ہوگی۔ ایک نصرانی مر گیا اور اسپر ایک مسلمان کا قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہے اور اسپر ایک نصرانی کا

۱۰ کہ نہ انھوں نے سلمہ کا قرض کیا اور انکی گواہی اس سلمہ پر جائز نہیں تو زنا ثابت نہ ہوا اور خالی ہمت رہی ہیں مگر غیر ہر جائیگی

۱۱ قول آزادی الخ اس واسطے کہ یہ گواہی تو مسلمان پر درود ہوئی پس قبول نہوگی تو غلام بھی آزاد نہ ہوگا ۱۲ منہر

قرضہ نصرانی کی گواہی سے ہو تو امام ابو حنیفہ و امام محمد و زفر نے فرمایا کہ مسلمان کے قرضہ سے شریعہ کیا جائے گا
یعنی پہلے مسلمان کا قرضہ ادا کرنا شروع ہو گا کذا فی محیطہ الشریعی پس اگر کچھ بچ رہا تو وہ نصرانی کے قرضہ میں
دیا جائیگا یہ محیطہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک نصرانی کے قرضہ میں ایک غلام ہو کہ اس پر ایک مسلمان اور ایک نصرانی نے
ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ وہ ہر ایک کے دو نصرانی گواہ پیش کیے تو بالا جلع مسلمان کی ڈگری ہوگی یہ محیطہ شریعی میں
لکھا ہے۔ ایک ہی سودم چھوڑ کر مر گیا پھر ایک مسلمان نے دو گواہ ذمی اپنے سودم قرضہ کے پیش کیے اور ایک نصرانی
مسلمان اور ایک ذمی نے اپنے دو گواہ ذمی سودم قرضہ کے پیش کیے تو سودی دو تہائی ایسے دعویٰ مسلمان کو ملیگی اور ایک
تہائی دو نوں شریکوں کو ملیگی اور اگر کسی ذمی قرضخواہ نے دو ذمی گواہ اور ایک مسلمان اور ایک ذمی نے دو ذمی گواہ سنائے
تو سودم تہہ میں سے ہر ایک کو ایک تہائی ملیگا اسی طرح اگر اس صورت میں دو نوں شریکوں نے دو مسلمان گواہ
سنائے تو بھی ذمی قرضخواہ کو تہائی اور دو نوں شریکوں کو دو تہائی ملیگا اور اگر ذمی قرضخواہ نے دو گواہ مسلمان سنائے اور
دو نوں شریکوں نے خواہ مسلمان یا ذمی گواہ سنائے تو سودم کا نصف ذمی کو اور باقی آدھا دو نوں شریکوں کو ملیگا کافی
میں لکھا ہے۔ ایک نصرانی مر گیا اور دو سودم چھوڑے اور دو بیٹے نصرانی چھوڑے پھر ایک مسلمان ہو گیا پھر ایک
شخص آیا اور اسے میت پر سودم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ نصرانی قائم کیے تو قاضی اس قرضہ کا حکم وارث نصرانی کے حصہ
میں سے دیگا اور نصرانی مسلمان کا شریک نہ ہو گا یہ محیطہ میں لکھا ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ ایک نصرانی مر گیا اور ایک ملوک
چھوڑا پھر وہ ملوک کے مرنیکے بعد مسلمان ہو گیا پھر اسکی طرح دو نصرانیوں نے یہ گواہی دی کہ اس کے مالک نے اسکو آزاد
کر دیا ہے اور مالک اسکو اس غلام کے کچھ مال نہ بٹھا اور ایک مسلمان نے دو نصرانی گواہ اس امر پر قائم کیے کہ میرے
ہزار و دم اس میت پر فرض ہیں تو امام محمد نے فرمایا کہ میں دونوں کی گواہی قبول کر دوں گا پس غلام کو آزاد کر دوں گا اور وہ
قرضخواہ کیواسطے سعی کر کے مال داکر لے گا یہ محیطہ شریعی میں لکھا ہے۔ امام محمد نے کتاب الزہن میں فرمایا کہ ایک ذمی مر گیا
اور دوسرے ذمی نے اس کے بعض اسباب کے رہن کا دعویٰ کیا اور اہل ذمہ میں سے گواہ قائم کیے اور ایک مسلمان
نے اس پر قرض کا دعویٰ کیا اور ذمی یا مسلمانوں میں سے گواہ قائم کیے تو امام محمد نے فرمایا کہ میں مسلمان کی گواہی
قبول کر کے اسکا قرضہ لوانا شروع کر دوں گا پھر بعد پورا ہو جانے کے اگر کچھ مال باقی رہا تو وہ ذمی کو ملیگا پھر فرمایا
میں جائز نہ ہو گا جب تک کہ مسلمان اپنا قرضہ پورا نہ لے لیے پس اگر ذمی کے گواہ مسلمان ہوں اور مسلم کے گواہ ذمی یا
مسلمان ہوں تو ذمی کو اپنے رہن لے لینے کا زیادہ استحقاق ہو گا یہ محیطہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مسلمان نے کافر پر
مال کا دعویٰ کیا اور دعویٰ کیا کہ ایک مسلمان فلاں شخص اسکا کفیل ہے اور کفاروں میں سے گواہ قائم کیے تو اس گواہی
سے صیل پر اہل بیت ہو گا نہ کفیل پر صلیح اگر اہل مال کافر ہو پھر دو کافروں نے ایک کافر مسلم پر یہ گواہی دی کہ فلاں ذنون
نے اسکی طرف سے اس مال کی کفالت کی تھی اور ایک سرے کا بھی قیل ہے تو یہ گواہی صیل پر اور کفیل کافر پر جائز ہے اور
مسلمان کفیل پر جائز نہیں اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان پر مال کا دعویٰ کیا اور مطلوب نے انکار کیا اور طالب نے
دعویٰ کیا کہ اس ذمی نے مطلوب کے حکم سے اسکی طرف سے اس مال کی کفالت کی ہے اور کفیل نے انکار کیا پھر دو

ذمیوں نے مدعی کی طرف سے گواہی دی تو گواہی کفیل پر جائز ہوگی نہ اسیل مسلم پر یہاں تک کہ اگر کفیل نے ادا کیا تو اسکو مسلمان سے لینے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور یہی طرح اگر دونوں پر مال دستاویز بنیں ہو اور مسلمان کے نام سے ہو جائے اور ذمی اس کے نیچے کفیل ہو یا دستاویز دونوں کے نام ہو اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہو تو بھی یہ گواہی کا فخر حجت ہوگی نہ مسلم پر یہ بیسوط میں ہے۔ اگر کسی مسلمان نے کافر کے لیے ہزار درم کی ضمانت کر لی اور کافر اسیل نے کہا کہ میں نے اپنی طرف سے ضمانت کرنے کا حکم اسکو نہیں دیا تھا پھر مسلمان دو گواہ کافر لایا کہ انھوں نے گواہی دی کہ اس مسلمان نے اس کافر کے حکم سے اسکی طرف سے ضمانت کر لی تھی اور طالب نے اقرار کیا کہ میں اس کفیل سے مال بھریا ہوں تو کفیل کو اختیار ہوگا اسیل سے مال وصول کرے۔ اور اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کے جان کی یا مال کی جو اسپر کسی مسلمان یا کافر کا بھوکالت کی اور اہل ذمہ سپر گواہ ہوئے پس اگر مسلمان نے اس سے انکار کیا تو انکی گواہی اس پر جائز نہ ہوگی اور اگر اقرار کیا تو اس کے اقرار کی وجہ سے جائز ہوگی نہ گواہی کی وجہ سے پس اگر اس نے مال ادا کر دیا تو ذمیوں نے گواہی دی کہ اس نے ذمی کے حکم سے کفالت کی تھی تو وہ ذمی سے وصول کر لیا یہ محیط میں لکھا ہے کافروں کی گواہی مکاتب کافریہ غلام ماذون کافر پر روا ہے اگرچہ اسکا مولیٰ مسلمان ہو یہ بیسوط میں ہے۔ اگر ایک غلام ماذون نصرانی پر جو مسلمان کا مملوک ہو دو نصرانیوں نے گواہی دی کہ اس نے اس شخص کو یا اس کے گھوڑے کو قتل کر ڈالا ہو تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک قتل کرنے کی گواہی جائز نہیں ہے اور گھوڑے مار ڈالنے کی گواہی جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک قصاص کے واسطے مقبول ہوگی اور خطابین مال لینے کے واسطے مقبول نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر غلام ماذون مسلمان ہو اور اسکا مالک کافر ہو تو کافروں کی گواہی غلام پر مقبول نہ ہوگی یہ بیسوط میں لکھا ہے۔ اگر کسی کافر نے کسی مسلمان کو خرید و فروخت کا وکیل کیا تو کافروں کی گواہی وکیل پر جائز نہ ہوگی اور اگر مسلمان نے کسی کافر کو وکیل کیا تو کافروں کی گواہی وکیل پر جائز نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک کافر مر گیا اور اس نے مسلمان کو وصی بنایا پھر ایک شخص نے میت پر قرضہ کا دعویٰ کیا اور کافر گواہ قائم کیے تو احتساباً جائز ہے اگرچہ وصی مسلمان ہو یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ امام شافعی نے جامع میں فرمایا کہ ایک مسلمان نے دعویٰ کیا کہ فلان نصرانی مر گیا اور اس نے مجھے وصی بنایا ہے اور نصرانی گواہ اس کے پاس اگر کسی نصرانی قرضدار کو حاضر کیا تو قیاساً اسے حتماً گواہی سپر قبول ہوگی اور غیر کی طرف متدبلی بھی ہوگی اور اگر کسی مسلمان قرضدار کو لایا تو قیاساً سپر گواہی مقبول نہ ہوگی اور یہی پہلا قول امام محمد رحمہ کا ہے اور احتساباً مقبول ہوگی اور یہی طرح اگر نصرانی نے نصرانی گواہ قائم کیے کہ فلان شخص مر گیا اور میں اسکا بیٹا ہوں اور وارث ہوں اور گواہ سوائے اسکے کوئی وارث نہیں جانتے ہیں اور میت کا کوئی کافر قرضدار حاضر کیا تو قیاساً و احتساباً گواہی مقبول ہوگی اور اگر کوئی مسلمان قرضدار حاضر کیا تو قیاساً مقبول نہ ہوگی اور احتساباً مقبول ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک مسلمان نے کسی نصرانی کی طرف سے وکالت کا دعویٰ کیا کہ جو کچھ اسکا حق کو ذمہ میں ہے اس کے لیے میں نے مجھے وکیل کیا ہے اور ایک مسلمان قرضدار کو حاضر کیا اور سپر دو نصرانی گواہ قائم کیے تو قبول نہ ہوگی اور اگر نصرانی کو حاضر کیا تو گواہی قبول ہوگی اور

سہ قرضہ یعنی جس نصرانی قرضدار پر ثبوت ہو اور اسے ثبوت سے جس مسلمان پر لازم آوے وہ بھی شامل ہو جائیگا اگرچہ ابتدا میں مسلمان پر گواہی قبول ہو

قاضی نے یہ گواہی قبول کی اور اسکی وکالت کا حکم دیدیا تو یہ حکم سب قرضداروں پر خواہ کافر ہوں یا مسلمان ہوں جاری ہوگا
حتیٰ کہ اگر اسکے بعد کوئی مسلمان قرضدار کو لایا اور اسنے اسکی وکالت سے انکار کیا تو قاضی اسکو دوبارہ وکالت کے گواہان کے
واسطے تکلیف نہ دیگا یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک مسلمان نے اپنا غلام نصرانی کے ہاتھ فروخت کیا پھر کسی نصرانی نے
اسکے پاس سے دو نصرانی گواہ قائم کر کے لینا چاہا تو ڈگری نہ کیجائیگی یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہو۔ ابن ساعدی نے امام
سے روایت کی ہے کہ ایک نصرانی نے مسلمان سے ایک غلام خریدا اور اسکو کسی نصرانی کے ہاتھ قبضہ کرنے کے بعد
فروخت کر دیا پھر دوسرے مشتری نے قبضہ کے بعد اس میں عیب پایا اور دو گواہ نصرانی اس امر کے لایا کہ یہ عیب
بائع مسلمان کے پاس تھا قبل اسکے کہ اسکو نصرانی مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اسکو اختیار حاصل ہوگا کہ اپنے
بائع نصرانی کو واپس کرے اگرچہ اسکے بائع کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ اس گواہی پر اپنے بائع مسلمان کو واپس کرے یہ خبر
میں ہے۔ متقی میں ہے کہ ایک نصرانی نے دوسرے نصرانی کے ہاتھ ایک غلام فروخت کیا پھر دوسرے مشتری نے
اسکو تیسرے مشتری کے ہاتھ اور تیسرے نے چوتھے کے ہاتھ سبطر دست بدست دس نصرانیوں کے ہاتھ
فروخت ہوا پھر ایک نہیں سے مسلمان ہو گیا پھر غلام نے دعویٰ کیا کہ میں اصلی آزاد ہوں اور اسے نصرانی گواہ سنائے تو امام
ازفر نے فرمایا کہ اسکے گواہ مقبول نہ ہونے خواہ اول بائع مسلمان ہو یا درمیانی یا آخر کا جب تک کہ مسلمان گواہ نہ آئے
اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اگر آخر کا مسلمان ہو اور تو گواہی جمع نہ ہوگی اور اگر درمیانی مسلمان ہو اور تو مقبول
ہوگی باہم اپنا اپنا ثمن پس لیتے جا دیں گے یہاں تک کہ مسلمان بائع تک نوبت پہنچے پس اس سے ثمن لے سکتے
اور نہ اسکے پہلے والے فروخت کرے یا واپس کر سکتے اور اگر غلام نے آزاد ہونے کا دعوے کیا پس اگر
یہ دعوے کیا کہ پہلے بائع نے مجھے آزاد کیا ہو اور وہی مسلمان ہو گیا ہو اور گواہ نصرانی ہیں تو گواہی مقبول نہ ہوگی اور
اگر درمیانی مسلمان ہو اور تو گواہی اسکے آزاد کرنے پر مقبول نہ ہوگی اور نہ اس کے بعد کے کسی بائع پر آزاد کرنے کی
گواہی مقبول ہوگی اور اسکے پہلے کسی بائع کے آزاد کرنے پر گواہی مقبول ہوگی اور یہ امام عظیم و زفر کا قول ہے اور امام
ابو یوسف نے فرمایا کہ مسلمان بائع کے پہلے اگر جس بائع سے آزاد کرنے کے یہ گواہ قائم ہوئے مقبول ہونگے ہاں
اگر خود مسلمان بائع پر قائم ہوں تو مقبول نہ ہونگے اور جب غیر مسلمان پر یہ گواہی قائم ہوئی تو باہم ایک دوسرے سے
ثمن پس کرتے چلے جائینگے یہاں تک کہ مسلمان بائع تک نوبت پہنچے پس اس سے اور نہ اسکے پہلے والوں سے
ثمن پس لے سکتے ہیں مگر اس صورت میں کہ مسلمان بائع خود اقرار کرے تو واپس کرینگے یہاں تک کہ آزاد کرنے والے
تک پہنچ کر ختم کرینگے کذا فی المحيط

گیا رضوان باب گواہی پر گواہی دینے کے بیان میں۔ گواہی پر گواہی دینا ایسے ہر حق میں جائز ہے جو شبہ سے
ساقط نہیں ہوتا ہو اور یہ حکم تنہا ہر پس ایسے حقوق میں جو شبہ سے ساقط ہوتے ہیں مثل حدود و قصاص کے مقبول
ہے اور وہ اپنا ثمن اپنے مسلمان بائع سے واپس لےوے بہ سبب اسی گواہی کے ۱۱۔ دعویٰ کیا اور اس سے پہلے کبھی غلام
نے کوئی ایسا قول و فعل نہیں کیا جس سے ثابت ہو کہ وہ اپنے آپ کو غلام جانتا ہے ۱۲

ہوگی یہ ہدایہ میں ہے۔ کتاب الاصل میں ہے کہ اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی کہ فلاں شخص نے فلاں شخص کو حد قذف ماری ہے تو جائز ہو لیکن اصل کی کتاب لہذا میں لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔
 نوادر ابن رقم میں امام محمد سے روایت ہے کہ گواہی پر گواہی دنیا تعزیر میں جائز ہے یہ فتح القدیر میں ہے جیسے ایک شخص نے
 جائز ہو ویسا ہی چند درجن تک جائز ہے یہاں تک کہ فروع کے گواہوں پر گواہیاں ایک بعد دوسرے کے جائز
 ہیں تاکہ حقوق تلف ہونے سے محفوظ رہیں یہ کافی میں لکھا ہے اور ایک شخص کی گواہی پر کم دو شخصوں یا ایک مرد و
 دو عورتوں سے گواہ ہو نا چاہیے اور ایسا ہی ایک عورت کی گواہی کا حکم ہے اور یہ ہمارے نزدیک ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے
 اگر دو شخصوں نے دو مرد گواہوں کی گواہی یا ایک قسم کی گواہی پر گواہی دی تو ہمارے نزدیک ہے قنادی قاضی خان میں
 لکھا ہے اگر ایک شخص نے اپنی گواہی خود ادا کی اور دوسرے گواہ کی گواہی پر دو آدمیوں نے گواہی دی تو مقبول
 ہوگی یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر دو شخصوں نے ایک شخص کی گواہی جو خود ادا کرتا ہے وہی گواہی ہی تو جائز نہیں ہے محیط
 شری میں لکھا ہے اور گواہ کر لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ فرع سے یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ زید کا کرپہ
 فرض ہے تو میری اس گواہی پر گواہی ہے یا یوں کہے کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ
 فلاں بن فلاں نے میرے پاس ایسا اقرار کیا یا یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سنا کہ فلاں شخص نے یہ کہ
 اس قدر حق کا اقرار کرتا تھا پس تو میری اس گواہی پر گواہی دے اور یہ نہ کہے کہ تو اسکی گواہی دے اور یہی
 نہ کہے کہ تم دونوں میری گواہی کی گواہی دو اور یوں گواہی ادا کرے جیسے مجلس قاضی میں گواہی دیتا ہے تاکہ
 مجلس قاضی میں نقل کیا وے اوائل کو یہ بیان کرنا ضرور نہیں ہے کہ فلاں شخص نے مجھے اپنے اور گواہ کر لیا ہے یہ
 کافی میں لکھا ہے اور اگر دو اصل گواہوں نے دو شخصوں سے کہا کہ گواہی دو کہ ہم نے سنا ہے کہ فلاں شخص اپنے اور زید
 کے واسطے ہزار درم کا اقرار کرتا تھا پس دونوں ہم پر اسکی گواہی دو پس دونوں نے اسکی گواہی دی تو مقبول ہوگی
 اور اسی طرح اگر دو اصل گواہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلاں شخص نے اقرار کیا کہ زید کے سپہ ہزار درم فرض ہیں
 پس تم گواہی دو کہ ہم اسی گواہی دیتے ہیں یا کہا تم سپہ گواہی دو کہ ہم سپہ اسکی گواہی دیتے ہیں یا کہا کہ ہم پر گواہی دو جو
 ہم نے گواہی دی یا یوں کہہ کہ فلاں کے فلاں شخص پر ہزار درم ہیں پس گواہی دو کہ ہم نے سپہ یہ گواہی دی جو یا یوں
 کہا کہ گواہی دو سپہ کہ ہم نے گواہی دی یا اصل گواہ نے فرع سے کہا کہ تو گواہی دے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے
 فلاں شخص کو واسطے اس قدر درم کا اقرار کیا تو ان سب رتوں میں گواہ کر لینا درست نہیں ہے یہ قنادی قاضی خان میں لکھا ہے
 اگر غیر کو اپنی گواہی پر گواہ کرنا چاہا تو چاہیے کہ طالب مطلوب کو جہر کر کے دونوں کی طرف اشارہ کرے اور اگر دونوں کی
 غیبت میں گواہ کرنا چاہا تو ہر کا نام و نسب بیان کرے لیکن اگر مشہور علی غائب ہو تو گواہ کر لینے کے واسطے نام و نسب کر لینا
 کافی ہے اور حکم قضا کے واسطے اس قدر کافی نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور جب فرع اصل گواہ کی گواہی ادا کرنا چاہے تو یوں
 بیان کرے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلاں شخص نے مجھ کو اپنی گواہی پر گواہ کیا کہ فلاں شخص نے اس کے نزدیک اس

۱۱ قولہ ایک درجہ یعنی اصل فرق کے شاہد ہوے پھر شاہد کے شاہد ہوے شاہد کے شاہد ہوے علیٰ ہذا القیاس ۱۱

حق کا اقرار کیا ہو اور اسے مجھے کہا کہ تو میری اس گواہی پر گواہی دے کیونکہ ضرور ہو کہ وہ اپنی گواہی کر کے اصل
گواہ کی گواہی اور اسکی طرف سے برہنہ کرنا ذکر کرے یہ دہائیہ میں لکھا ہو اور یہی صبح ہو یہ ناہی میں ہو اور اگر
فروع نے گواہی دی اور یہ نہ کہا کہ ہم اسکی گواہی پر گواہی دیتے ہیں تو انکی گواہی مقبول نہوگی یہ خزانہ فتاویٰ میں ہے اور فروع
کو چاہیے کہ اصل گواہ کے نام کو اور اسے باپ و دادا کے نام کو ذکر کرے اور اگر اسے ترک کیا تو قاضی فروع کی گواہی
قبول نہ کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور فروع کی گواہی قبول نہ ہوگی مگر جبکہ اصلی گواہ مر جاوے یا اسقدر بیمار ہو جاوے
کہ مجلس قاضی میں حاضر نہوسکے یا تین بات و دن کے قدر یا زیادہ دور چلے جاوے تو مقبول ہوگی کذا فی الکافی
اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ اور امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر
اصل گواہ اتنی دور ہو کہ اگر صبح کو گواہی ادا کرنے کے واسطے آوے تو اسکو اپنے اہل و عیال میں رات گزارنا نہ ہو سکے
تو گواہ کر لینا درست ہے اور اسی کو فقیر ابواللیث نے لیا ہے یہ ناہی دہائیہ میں لکھا ہے۔ اور بہت سے مشائخ نے اس
روایت کو لیا ہے جو محیط میں لکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ سراجیہ میں لکھا ہے۔ نو اور ہشام میں ہے کہ میں نے امام
محمد سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک قوم کی معیت میں نکلا اور اسکا ارادہ کہ جانے کا ایسی دوسرے سفر کا
تھا کہ اسکو اسے بیان کر دیا پھر قوم نے اسکو چھوڑ دیا اور لپٹ آئے پھر ایک قوم نے اسکی گواہی پر گواہی دی
اور مشہود علیہ نے دعویٰ کیا کہ وہ حاضر ہے اور گواہوں نے موافق بیان کے گواہی دی اور کچھ زیادہ نہ بیان
کیا تو کیا یہ گواہی پر گواہی دینا اس شخص کے نزدیک جو حاضر کے باب میں ایسا قبول نہیں کرتا ہو قبول ہو یا نہیں
ہو تو امام محمد نے فرمایا کہ ان مقبول ہو کیونکہ غیبت ایسی ہی ہوتی ہے پس اگر اسے قوم کو ودع کر دیا اور اپنے گھر ہی میں
رہا اور اسکو شکستہ نہیں دیکھا تو گواہی قبول نہ کرے لگایہ تاتار خانہ میں لکھا ہے۔ صدر الشہید حسام الدین نے فرمایا کہ امیر
یا سلطان کی طرف سے اگر دونوں شہر میں موجود ہوں تو گواہی پر گواہی دینا درست نہیں ہے یہ قنیین میں لکھا ہے بیٹے
کو باپ کی گواہی پر گواہی دینا درست ہے اسکی قضا پر نہیں درست ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں پر بیٹے کی گواہی
درست ہے میر فتح القدیر میں لکھا ہے اگر اصل گواہ شہر میں قید ہو اور اسے اپنی گواہی پر گواہ کر لے تو فروع کو اسکی گواہی پر
گواہی دینا جائز ہے یا نہیں اور قاضی سپرعل کرے یا نہیں اور اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے اور مشائخ زمانہ
نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ اگر اسی قاضی کے قید خانہ میں قید ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر والی ملک کے قید خانہ
میں ہو اور کمالا ممکن نہ ہو تو جائز ہے اور بعض نے کہا کہ جائز نہونا چاہیے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر کوئی عورت پردہ دار
ہو تو اسکو اپنی گواہی پر گواہ کر لینا درست ہے اور جو عورت اپنے گھر سے مانند قضاے حاجت حمام وغیرہ کے
واسطے نکلتی ہے وہ پردہ دار ہے بشرطیکہ مردوں سے مخالط نہ کرتی ہو یہ قنیین میں لکھا ہے۔ اگر اصل گواہ نے عینکاف
کیا ہو تو فروع کی گواہی جائز نہیں ہے خواہ عینکاف نذر نہ ہو یا نذر نہ ہو قاضی شیخ الدین نے فرمایا ہے کذا فی التاتار خانہ اپنی گواہی
پر گواہ کر لینا درست ہے اگر چہ اصل گواہوں کو کچھ عذر نہ ہو حتیٰ کہ اگر انکو کچھ عذر نہ پیش آ یا مثلاً سفر یا مرض یا موت تو فروع
گواہی ادا کرے یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر فروع نے گواہی ادا کی پھر حکم قضا سے پہلے اصول حاضر ہوے تو فروع

اگر گواہی پر حکم نہ ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اصل گواہ نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور اس نے گواہی کو برداشت نہ کیا اور کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو چاہیے کہ وہ گواہ نہ قرار پائے یہ قنیین میں لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کیا پھر اسکو منع کر دیا کہ میری گواہی پر گواہی نہ دیوے تو امام عظیمؒ کا نام ابو یوسفؒ کے نزدیک منع کرنا صحیح نہیں ہے حتیٰ کہ اگر بعد ازاں منع کے اُس نے گواہی پر گواہی سی تو جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر دو گواہوں کی گواہی پر دو گواہوں نے گواہی سی کہ فلاں نے اپنا غلام آزاد کر دیا ہو پھر انکی گواہی پر ہنوز حکم نہ ہوا تھا کہ اصل گواہ حاضر ہوے اور فروع کو گواہی دینے سے منع کیا تو عامہ مشائخ کے نزدیک صحیح ہے اور بعضوں نے کہا کہ منع صحیح نہیں ہے اور پہلا قول ظہر ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور اگر اصل گواہوں نے گواہی سے انکار کیا تو فروع کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ ہا یہ میں لکھا ہو اگر دو فروع نے ایک اصل کی گواہی پر گواہی سی پھر اصل کو نکالیا اندھا ہو گیا یا مرتد یا فاسق ہو گیا یا انکی عقل جاتی رہی اور ایسی حالت میں ہو گیا کہ اسکی گواہی روا نہیں ہے تو فروع کی گواہی بھی جاتی رہے گی اگر کسی فروع نے اصل کی گواہی پر گواہی سی اور اسکی گواہی بسبب اصل کے فاسق ہونے کے رد کر دی گئی تو اسے بعد دونوں میں سے کسی کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں مسطور خلاصہ میں ہے اگر ایک مرد نے دوسرے کو اپنی گواہی پر گواہ کر لیا پھر اصل گواہ کی اسی حالت ہو گئی کہ اس کی گواہی جائز نہیں ہے پھر بدلتا اسکی اسی حالت ہو گئی کہ اسکی گواہی جائز ہو مثلاً فاسق ہو کر بسنے تو یہ کر لی پھر فروع نے اسکی گواہی پر گواہی سی تو سب کی گواہی جائز ہے اگر دو شخصوں نے دو شخصوں کو اپنی گواہی پر گواہ کیا اور دونوں فروع عادل شخص ہیں پھر فاسق ہو گئے پھر دونوں دل ہو گئے اور گواہی سی اپنی گواہی پر دوسروں کو گواہ کر لیا تو جائز ہے محیط میں لکھا ہو اگر دو فروع گواہوں نے قاضی کے پاس گواہی سی اور قاضی نے دونوں پہلوں میں کچھ تہمت پا کر گواہی رد کر دی تو پھر یہ گواہی اس کے بعد نہ فروع سے قبول ہوگی اور نہ اصول سے اور اگر دو فروع میں کچھ تہمت پا کر گواہی رد کر دی تو اصول کی گواہی اگر عادل ہیں تو جائز رہے گی اور اگر اصول نے دوسرے دو عادل فروع کو گواہ کر لیا تو انکی گواہی بھی جائز رہے گی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر دو گواہوں نے دو غلاموں یا دو کاتبوں یا دو کافروں کی گواہی پر ایک مسلمان پر گواہی سی اور انھیں جنوں سے قاضی نے گواہی رد کر دی پھر دونوں غلام آزاد ہو گئے یا دونوں کاتب آزاد ہو گئے یا دونوں کافر مسلمان ہو گئے اور گواہی داکلی یا اپنی گواہی پر پہلے دونوں آدمیوں کو یا دوسروں کو گواہ کر دیا تو جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہو اگر گواہ اصل گواہ کر لینے کے وقت فاسق ہو پھر تو یہ کرے تو فروع گواہی دے لیکن اگر دوبارہ اسی گواہی پر گواہ کر لے تو پھر ادا کرنا جائز ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر دو فروع اصل گواہ مرتد ہو گئے پھر دونوں مسلمان ہو گئے تو فروع کو انکی گواہی پر گواہی سی جائز نہیں ہے اور اگر دو فروع اصل گواہوں نے بعد مسلمان ہو نیکی خیر گواہی ادا کی تو انکی گواہی مقبول ہوگی یا تاخیراً میں لکھا ہو اگر فروع نے بیان کیا کہ ہم کو اصول نے اپنی گواہی پر جو فلاں بن فلاں کی طرف فلاں شخص سے سفارال کی اہت تھی گواہ کر لیا تھا لیکن ہم فلاں عا علیہ کو نہیں پہچانتے ہیں تو قاضی انکی گواہی قبول کرے گا اور مدعی کو حکم

لے دو پہلوں میں اصول گواہ نہیں ہے

دیگا کہ اس امر پر گواہ لاوے کہ جس شخص کو اسنے حاضر کیا ہو یہ ہی فلاں بن فلاں کا علیہ ہے یہ محیط میں لکھا ہو اگر ذریعہ
نے دوہل گواہوں کی گواہی پر گواہی ہی پس اگر قاضی ذریعہ وصول دونوں فریق کو عادل جانتا ہو تو انکی گواہی پر حکم
دید گیا اور اگر اصول کو عادل جانتا ہو اور ذریعہ کو نہیں پہچانتا ہو تو احکا حال دریافت کر دیا گیا اور اگر ذریعہ کو عادل جانتا
ہو اور وصول کو نہیں پہچانتا ہو تو خصمانے ذکر کیا کہ ذریعہ سے لکھے وصول کا حال دریافت کر دیا گیا اور قبل دریافت
کے حکم نہ دیا گیا پس اگر انھوں نے وصول کی تعدیل کی تو ظاہر روایت میں انکی تعدیل ثابت ہو جائیگی اور امام محمد سے
روایت ہے کہ ذریعہ کی تعدیل کرنے سے وصول کی صداقت ثابت نہوگی اور ظاہر روایت صحیح ہے اور اگر ذریعہ نے وقت
اور یافت کے کمال تک وصول کے حال سے آگاہ نہیں کرتے ہیں تو قاضی انکی گواہی قبول نہ کرے گا پس اگر مدعی نے کہا
کہ میں ایسے لوگ لاتا ہوں جو وصول کی تعدیل کریں گے تو امام محمد کے قول کے موافق قاضی التفات نہ کرے گا اور
اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان اور اگر مدعی نے قاضی سے کہا کہ وصول کا حال دریافت کر لے
کہ وہ لوگ عادل ہیں تو قاضی اسکو قبول کرے گا اور یہ ظاہر روایت ہے یہ محیط شخصی میں لکھا ہو اور اگر ذریعہ نے کہا کہ
ہم اصول کو نہیں پہچانتے ہیں کہ آیا وہ عادل ہیں یا نہیں تو قسم لائے حلوائی نے فرمایا کہ قاضی انکی گواہی رد
نہ کرے اور اصل گواہوں کا حال دوسروں سے دریافت کرے اور یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا
ہو اور ایسا ہی امام ابو یوسف سے روایت ہے اور یہی صحیح ہے یہ محیط اور ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر ذریعہ نے قاضی
سے کہا کہ میں اصل گواہ کو گواہی میں متہم جانتا ہوں تو قاضی ذریعہ سے انکی گواہی پر گواہی قبول نہ کرے گا یہ فتاویٰ
قاضی خان میں لکھا ہو اگر ذریعہ نے تعدیل وصول سے سکوت کیا تو صحیح ہے اور قاضی وصول کی تعدیل دوسرے
لوگوں سے جو تعدیل کرنے کے لائق ہیں دریافت کرے گا اور یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے اور امام محمد کے نزدیک
گواہی قبول نہ کرے گا یہ کافی میں لکھا ہو ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ ایک دل نے اپنی گواہی پر دو گواہ
کر لیے پھر خود غائب ہو گیا کہ پتا نہ ملا مثلاً میں برس تک غائب رہا اور یہ نہ معلوم ہوا کہ وہ اپنی عدالت پر قائم ہے
یا نہیں اور ذریعہ نے یہ گواہی ادا کی اور حاکم نے کسی ایسے شخص کو نہ پایا کہ جس سے اسکی عدالت دریافت کرے
پس اگر اصل گواہ ایسا مشہور ہو جیسے امام ابو حنیفہ و سفیان ثوری تو انکی گواہی پر حکم دید گیا اور اگر غیر مشہور ہو تو
ذریعہ کی گواہی پر حکم نہ دیا گیا فتح القدیر میں لکھا ہو جامع میں مذکور ہے کہ اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کے قتل خطا
کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے مددگار برادر ہی پر دست کا حکم دیدیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی
ہو وہ زندہ نکلا تو گواہوں ذریعہ پر ضمان لازم نہ آوے گی و لیکن وہی مدعی نے جو چھ لیا ہو وہ واپس کر دے اور اگر اصل
گواہ آئے اور انھوں نے گواہی سے انکار کیا تو احکا اقرار ذریعہ کے حق میں صحیح نہ ہوگا اور نہ اپنے ضمان واجب
ہوگی اور اصلی گواہوں پر بھی ضمان نہ آوے گی اور اگر اصلی گواہوں نے کہا کہ ہم نے ان دونوں کو ایک باطل چیز
کی گواہی پر گواہ کر لیا تھا اور ہم جانتے ہیں کہ ہم اسوقت جھوٹ بولتے تھے تو بھی امام عظیم و امام ابو یوسف
کے نزدیک ضمان نہ ہونے اور امام محمد کے نزدیک مددگار برادر ہی کو اختیار ہوگا کہ چاہے اصلی گواہوں

سے ضمان لے یا دلی سے ضمان لے پس اگر اصلی گواہوں سے ضمان لی تو یہ گواہ دلی سے اس قدر مال
 لے لینگے اور اگر دلی سے ضمان لی تو وہ کسی سے نہیں لے سکتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے
 یا رحو ان باب جرح و تعدیل کے بیان میں تضحیٰ کو ضرور چاہیے کہ تمام حقوق میں پوشیدہ مظاہر گواہوں کا
 حال دریافت کرے خواہ خصم نے انہیں طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور یہ امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ہے اور امام
 ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسلمان میں ظاہری عدالت پر اکتفا کریگا لیکن اگر خصم نے طعن کیا تو دریافت کریگا بان حدود
 و قصاص میں بالاجل خفیہ دریافت کرے اور ظاہر میں انکا ترکیب کرے خواہ خصم نے طعن کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس
 زمانہ میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر خصم نے گواہوں میں طعن نہ کیا بلکہ تعدیل کی مثلاً
 یوں کہا کہ یہ لوگ عادل ہیں جو کچھ انھوں نے سمجھا گواہی دی و سچ کہا یا کہا کہ یہ لوگ عادل ہیں انکی گواہی پر
 واسطے یا میرے اوپر جائز ہے تو قاضی اسکے اقرار حق پر حق مدعی کی ڈگری کر دینگا گواہوں کا حال دریافت کرینیکی
 ضرورت نہیں ہے اور اگر مدعا علیہ نے صرف اس قدر کہا کہ یہ عادل ہیں یا کہا کہ عادل ہیں مگر گواہی میں انھوں نے
 خطا کی پس اگر مدعا علیہ دل ہو کہ جسکی تعدیل معتبر ہو سکتی ہے تو دیکھا جائے گا کہ جواب عموماً کے وقت اگر اسنے
 مدعی کے دعویٰ سے انکار نہیں کیا بلکہ سکوت کیا یا ہاتھ کیا کہ گواہوں نے سپر گواہی دی پھر اسنے کہا کہ گواہ عادل
 ہیں تو امام عظیمؒ و امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ قاضی انکی گواہی پر مدعی کی ڈگری کر دینگا اور انکا حال دریافت
 نہ کریگا خواہ دعویٰ ایسے حق میں ہو کہ باوجود شبہ کے ثابت ہوتا ہے یا شبہ کے ساتھ ثابت نہ ہوتا ہو اور امام محمدؒ
 نے فرمایا کہ قاضی بدون اسنے حال دریافت کرنے کے حکم نہ دینگا اور اگر مدعا علیہ نے دعویٰ مدعی سے انکار کیا پھر
 جب گواہوں نے سپر گواہی دی تو اسنے گواہوں کی نسبت کہا کہ یہ عدول ہیں تو بعض روایات میں ہے
 کہ اسین بھی ایسا ہی اختلاف ہے جیسا مذکور ہوا یعنی امام محمدؒ کے نزدیک بدون دریافت حال کے حکم
 نہ دے اور انکے نزدیک حکم دے اور بعض روایات میں امام محمدؒ سے مروی ہے کہ قاضی مدعا علیہ سے انکی
 اس گواہی میں صدق و کذب کو دریافت کرے اگر اسنے کہا کہ انھوں نے سچ کہا تو اسنے دعویٰ کا اقرار
 کر لیا پس اقرار پر حکم دیدے اور اگر اسنے کہا کہ انھوں نے جھوٹ کہا تو بدون دریافت کے حکم نہ دے اور جو کچھ
 میں مذکور ہے کہ اس صورت میں مدعا علیہ کی تعدیل امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور اسکی
 تعدیل بمنزلہ عدم کے ہے اور اگر مدعا علیہ فاسق یا مستور الحال ہو تو اسکی تعدیل صحیح نہیں ہے اور نہ اسپر تضحیٰ
 فیصلہ کریگا اور نہ اسکا یہ کہنا کہ گواہ عادل ہیں اپنے اوپر حق کے اقرار کرنے میں شمار ہوگا اور اگر قاضی نے
 اس سے دریافت کیا کہ گواہوں نے سچ کہا یا جھوٹ اور اسنے کہا کہ سچ کہا تو یہ دعویٰ کا اقرار ہے پس اقرار پر
 حکم دیدینگا اور اگر اسنے کہا کہ گواہوں نے جھوٹ کہا تو قاضی حکم نہ دینگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر مدعا علیہ
 پر گواہی دینے سے پہلے اسنے گواہوں کی تعدیل کی پھر گواہوں نے گواہی دی اور اسنے مشہودہ سے انکار کیا تو
 قاضی اسکی تعدیل کرنے پر اکتفا نہ کریگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص پر دو گواہوں نے گواہی دی اور اسنے

اور اس پر اجماع ہو کہ اگر مشہور علیہ سلمان ہو تو اسکے تعدیل کرنے والے کا مسلمان ہونا شرط ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اور
 علامہ تعدیل کے واسطے بالاجمل لفظ شہادت شرط نہیں ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہو اور قاضی کو چاہیے
 کہ گواہوں کا حال دریافت کرنے کے واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جو عادل اور لوگوں کے حال سے خبردار
 اور طامع نہ ہو اور فقیہ ہو کہ جرح و تعدیل کے اسباب سے واقف ہو اور غنی ہو اور اگر ایک عالم فقیر اور دوسرا
 غیر عالم غنی اور ثقہ پایا یا ایک عالم ثقہ کہ لوگوں سے نہ ملتا ہو اور دوسرا ثقہ غیر عالم کہ لوگوں سے خلط ملط رہتا
 ہو یا تو تعدیل کے واسطے عالم کا اختیار کرنا اولیٰ ہو اور اولیٰ یہ ہو کہ تعدیل کرینوالا مغفل نہ ہو اور نہ گوشہ نشین
 کہ لوگوں سے نہ ملتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور جو معدل پوشیدہ ہو وہی علامہ کی واسطے ہونا چاہیے اور یہی ہمارے
 اصحاب کا قول ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور علامہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہے کہ قاضی تعدیل کرینوالے اور
 گواہ کو جمع کرے اور کہے کہ اسی کی تو نے تعدیل کی ہو یا تم کہ یہی لوگ عادل مقبول الشہادۃ ہیں یہ قاضی میں لکھا ہو
 اور فقیہ تعدیل کرانے کی یہ صورت ہے کہ قاضی تعدیل کرنے والے کے پاس کسی بیٹھی کو بھیجے یا ایک خط لکھے کہ آئیں
 گواہوں کے نام اور سبب اور علیہ درجہ اور بازاء تحریر کرے تاکہ معدل اسکو پہچان لے پھر اسکے پڑوسیوں اور
 دوستوں آشناؤں سے اسکا حال دریافت کر لے گا یہ نہایت لکھا ہو اور اپنے امین کے ہاتھ اس خط کو روانہ کرے گا
 اور اس پر اپنی مہر لگا دیگا اور کسی کو مطلع نہ کرے گا تاکہ حال معلوم ہو جانے سے دھوکا نہ دیوین یہ محیط نسخہ میں لکھا
 ہو پھر قاضی کو اختیار ہو چاہے تعدیل ظاہری و باطنی دونوں دریافت کرے یا صرف تعدیل پوشیدہ پر کفایت
 کرے اور ہمارے زمانہ میں ظاہری کرنے کو ترک کیا گیا ہو کہ ذاتی قادی قاضی خان اور پہلے زمانہ میں صرف
 تعدیل ظاہری تھی اور اس زمانہ میں فتنہ سے بچنے کے واسطے پوشیدہ تعدیل پر کفایت کی گئی اور امام محمد سے
 مروی ہو کہ ظاہری تعدیل بلا اور فتنہ ہو یہ ہدایہ میں ہو اور تعدیل کرنے والے کو بھی چاہیے کہ خود دریافت کرے
 واسطے ایسے شخص کو اختیار کرے جس میں وہ اوصاف موجود ہوں جو تعدیل کرنے والے میں بیان کیے گئے ہیں
 یہ نہایت میں ہو اور مسالائمہ حلوئی نے فرمایا کہ اسکے پڑوسیوں سے اسکا حال چھی دریافت کرے کہ اس سے اور
 ان سے ظاہری عداوت نہ ہو اور نہ وہ اس پر احسان کرینوالا ہو کہ مثلاً انکی طرف سے چوکیداری وغیرہ ادا کرتا ہو
 اور یہی کو ابطال نسفی نے اختیار کیا ہو اور اسکو امام محمد سے روایت کیا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اگر پڑوسیوں
 یا بازاءوں میں ایسا شخص نہ ملا جو تعدیل کی لیاقت رکھتا ہو تو اسکے اہل محلہ سے دریافت کرے اور اگر
 سب غیر ثقہ ہیں تو تو اتراخبار پر عتماد کرے اور اس طرح اگر اسکے پڑوسیوں اور اہل محلہ سے دریافت کیا جالاکہ
 سب غیر ثقہ ہیں اور انھوں نے اسکی حج یا تعدیل پر اتفاق کیا اور اسکے دل میں یا کہ سچ کہتے ہیں تو یہ بھی بمنزلہ خبر
 ہوتا ہے کہ ہو یہ محیط میں لکھا ہو اگر معدل گواہ کو نہیں پہچانتا ہو اور اسکے سامنے دو معدلون نے اسکی تعدیل کی
 اور وہ دونوں ثقہ ہیں تو اسکو روا ہو کہ گواہ کی تعدیل کرے یہ قادی قاضی خان میں ہو پھر جس گواہ کو اسنے
 عادل معلوم کیا تو چاہیے کہ قاضی کے خط میں اس گواہ کے نام کے نیچے لکھے کہ عادل ہو اس کی گواہی جائز ہے

کذا فی النہایہ اور یہ تعدیل ہوا اور اسی قول پر اعتماد کیا گیا ہو کہ کافی فتاویٰ قاضی خان اور امام محمد سے روایت ہے کہ قاضی کے خط میں اُسکے نام کے نیچے یوں لکھنا چاہیے کہ یہ گواہ میرے نزدیک عادل و پسندیدہ اور سچی گواہی جانے ہے اور یہی گواہ ہمارے علمائے لیاہ اور بعض نے کہا کہ یہ تعدیل ہی نہیں اسلئے کہ میرے نزدیک کہنے سے وہم پیدا ہوتا ہو کیا تو نہیں دیکھتا ہو کہ اگر گواہ نے کہا کہ میرے نزدیک اس مدعی کا حق ہو تو گواہی باطل ہوتی ہو کہ کافی الظہیر یا و فقیر بولیت نے اس قول کو ضعیف کیا ہو اور کہا کہ میرے نزدیک یہ قول ہیچ ہو اسلئے کہ حقیقت کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور دوسرے لوگوں سے صرف یہ معلوم کرنا ہوتا ہو کہ تجھ کو کیا معلوم ہو اور تیری کوشش سے کیا معلوم ہو یا یہ محیطین لکھا ہو کہ جن گواہ کا فاسق ہونا اُسکے نزدیک ثابت ہو تو اُسکے نام کے نیچے کچھ نہ لکھے کہ ہتک حرمت ہو یا لکھ دے کہ واللہ اعلم لیکن اگر دوسروں نے اُسکی تعدیل کی ہو اور یہ جانتا ہو کہ اگر میں نے صریح بیان نہ کیا تو قاضی سچی گواہی حکم کر دے گا اور جس کی ہوگی تو بیان کر دیوے یہ عنایہ میں لکھا ہو۔ اور جس گواہ کی عدالت یا جرح کچھ نہ معلوم ہوئی تو اُسکے نام کے نیچے لکھ دے کہ اُسکا حال نہیں لکھا پھر اُس خفیہ خط کو قاضی کے امین کے ساتھ پوشیدہ قاضی کو بھیج دے تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تعدیل کرنے والے کو اذیت پہنچے یہ فتح القدیر میں لکھا ہو اور تعدیل یقینی طور سے کرنی چاہیے اور یہ نہ کہے کہ وہ میرے نزدیک عادلین اس لیے کہ ثقات نے مجھے اُنکے عادل ہونے کی خبر دی ہو۔ اور اگر یہ بیان کیا کہ سوائے بہتری کے مجھے اُن سے کچھ ثابت نہ ہوا تو اصح یہ ہے کہ یہ تعدیل ہو۔ اور اگر یہ کہا کہ جس امین میں نے معلوم کیا اُس میں عادلین تو اصح یہ ہے کہ یہ تعدیل نہیں ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اور بالفاظی میں ہو کہ اگر معدل نے کہا کہ وہ عدول ہیں تو یہ تعدیل نہ ہوئی اور اگر کہا کہ یہ ثقات ہیں تو بھی قاضی اُس پر اکتفا کرے گا اور اگر کہا کہ اُس کی تعدیل کی گئی تو کافی ہو اور اگر کہا کہ میں اس سے سوائے ایک نیک خصلت کے کچھ نہیں جانتا ہوں تو یہ تعدیل نہیں ہو یہ محیطین لکھا ہو۔ اور بعض نے کہا کہ اس کہنے پر کہ وہ عادل ہو اکتفا کرنا چاہیے اور یہی اصح ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ اگر شراب نہ پیتا ہو تو عادل ہے تو یہ تعدیل نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر معدل کو معلوم ہو کہ گواہ عادل ہیں مگر اُس کو معلوم ہو کہ مدعی کا دعویٰ باطل ہو یا کچھ گواہی میں گواہوں کو وہم ہوا تو اُس کو چاہیے کہ سب معاملہ قاضی کے سامنے بیان کر دے پھر قاضی معدل کے بیان کی نہایت نفیث کرے گا اور بعد بہت نفیث کے اگر یہی ثابت ہو جاوے معدل نے بیان کیا ہو تو گواہوں کی گواہی رد کر دے گا ورنہ قبول کر لے گا یہ محیطین لکھا ہو۔ ایک مسافر نے قاضی کے سامنے گواہی دی تو قاضی دریافت کرے گا کہ تیری جان پہچان کے یہاں کون لوگ ہیں پس اگر اُسے ایسے لوگوں کو بیان کیا کہ جو تعدیل کرنے کی لیاقت رکھتے ہیں تو اُن سے خفیہ دریافت کر لیا پس اگر تعدیل کی تو علانیہ دریافت کر لیا پس اگر علانیہ تعدیل کی تو اُسکی گواہی قبول کر لیا بشرطیکہ قاضی کو تعدیل خفیہ و علانیہ دونوں جمع کرنا منظور ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اور اگر یہ لوگ تعدیل کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے ہیں تو جو اُس کے شہر کا معدل موجود ہو اور قاضی

نے قول اس قول یعنی جو بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح کہنا کہ میرے نزدیک یہ گواہ عادل و پسندیدہ ہے۔ تعدیل نہیں ہے ۱۲

یعنے گواہوں کی عدالت اور بعض گواہی میں اُنکا وہم اور بطلان دعویٰ مدعی ۱۳

تحت ولایت میں ہو اُس سے دریافت کرے گا اور اگر نہ ہو تو مسافر کے شہر کے قاضی کو لکھیگا اور اُسکا حال دریافت کرے گا یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور وہ قاضی کے شہر سے پچاس فرسخ کا رہنے والا ہے پس قاضی نے ایک امین اُس کے دریافت حال کے واسطے اجرت پر بھیجا تو اجرت مدعی کے ذمہ ہوگی یہ محیط ختم میں لکھا ہو۔ اگر گواہوں نے کسی حد یا قصاص میں گواہی دی تو قاضی اُس کے دوستوں اور اُشاؤں سے دریافت کرے گا اور خوب چھان بھینک کرے گا کیونکہ خوب دریافت کرنے میں کبھی کوئی ایسی بات دریافت ہوتی ہے جس سے حد کا ساقط کرنا لازم آتا ہے یہ شرح ادب القاضی میں ہے۔ اگر وہ خط جو اُس نے معدل کے پاس بھیجا تھا تعدیل ہو کر واپس آیا اور احتیاطاً قاضی کو دوسرے سے دریافت کرنا منظور ہوا تو دوسرے کو بھی گواہوں کے نام وغیرہ لکھ بھیجے اور یہ نہ لکھے کہ میں نے دوسرے سے انکا حال دریافت کر لیا ہو پس اگر دوسرے نے بھی ایسا ہی لکھا جیسا پہلے نے لکھا ہو تو تعدیل و جرح کو نافذ کرے کذا فی محیط الشرعی اور اگر ایک نے تعدیل کی اور دوسرے نے جرح کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ و امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا کہ جرح مقدم رکھے چنانچہ بالاتفاق اگر دو شخصوں نے تعدیل کی اور دوسرے نے جرح کی تو جرح مقدم ہو اور اگر ایک نے جرح کی اور دوسرے نے تعدیل کی تو بالاتفاق عدالت ثابت ہو جائیگی اور اگر دو شخصوں نے جرح کی اور دوسرے نے تعدیل کی تو جرح مقدم ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو۔ اگر قاضی نے گواہوں کی کیفیت دریافت کی اور انکی جرح کی گئی تو قاضی کو یہ نہ چاہیے کہ مدعی سے صاف کہہ دے کہ تیرے گواہوں کی جرح کی گئی ہے بلکہ یوں بیان کرے کہ تیرے گواہوں کی وجہ نہ بیان کی گئی یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر مدعی نے کہا کہ میں ایسے ثقہ لوگ لاتا ہوں کہ جو انکی تعدیل کریں یا ایسے لوگ بتلاتا ہوں جسے استفسار کیا جاوے اور ایسے لوگوں کا نام لیا جو ثقہ اور تعدیل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو قاضی اسکی سماعت کرے گا پھر اگر خود وہ لایا یا قاضی نے موافق اُسکے بتلانے کے دریافت کیا اور ان لوگوں نے گواہوں کی تعدیل کی تو قاضی طعنہ کرنے والوں سے دریافت کرے گا کہ تم نے کس وجہ سے انکو جرح کہا ہے کیونکہ جائز ہے کہ ایسی وجہ سے انھوں نے جرح نکالی ہو کہ جو قاضی اور تعدیل کرنے والوں کے نزدیک جرح نہیں ہے پھر اگر انھوں نے ایسی وجہ بیان کی کہ جو انھیں کے نزدیک فقط جرح ہو اور قاضی وغیرہ کے نزدیک نہیں ہے تو قاضی اُسپر التفات نہ کرے گا اور اگر ایسی وجہ بیان کی کہ جو سب کے نزدیک جرح ہو تو جرح مقدم رہیگی یہ شرح ادب القاضی میں لکھا ہو۔ وکذا نے فتاویٰ قاضی خان والظہیر والواقعات وال محیط نقل الحسن العیون۔ اسی طرح اگر معدل نے گواہوں کی تعدیل کی اور مشہود علیہ نے اُنپر طعن کیا اور کہا کہ انکا حال فلاں فلاں شخص کچھ صالح لوگوں کا نام لیا کہ ان سے دریافت کیا جاوے تو قاضی اسے دریافت کر لیا پس اگر انھوں نے جرح معقول مبین بیان کی تو جرح مقدم ہوگی کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ واور ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ قاضی مشہود کہ کو یہ حکم نہ کرے گا کہ ایسے لوگوں کو لاوے کہ جو اسے گواہوں کی تعدیل کریں یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر چند گواہوں نے قاضی کے سامنے گواہی دی اور انکی عدالت ثابت ہو کر حکم ہو گیا پھر دوسرے مقدمہ میں انھوں نے گواہی دی پس اگر پھوڑے ہی

دن بعد دوسرے مقدمہ میں گواہی دی ہو تو انکی تعدیل کرانے کی ضرورت نہیں ہو اور اگر دیر گزری تو تعدیل کی ضرورت ہو اور نزدیک اور دیر زمانہ میں اختلاف ہو اور صحیح اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ چھ مہینہ ہوں اور دوسرے یہ کہ یہ قاضی کی رائے پر ہو کہ نہ محیط النہری اور صحیح یہ کہ یہ قاضی کی رائے پر ہے یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہو۔ گواہوں نے گواہی دی اور مرگے پھر انکی تعدیل ہوئی یا غائب ہو گئے پھر انکی تعدیل ہوئی تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ کر دے گا اور اگر مرگے یا اندھے ہو جانے کے بعد انکی تعدیل ہوئی تو فیصلہ کرے گا یہ خزانہ المفتین میں لکھا ہو۔ اگر ایک شخص عادل جو عادل متفق مشہور تھا غائب ہو گیا پھر آیا اور گواہی دی اور معدل سے اُس کا حال دریافت کیا گیا پس اگر تھوڑے دن غائب رہا ہو تو معدل کو اُس کی تعدیل کرنی چاہیے اور اگر چھ سات مہینے کی راہ غائب رہا پس اگر وہ شخص مثل ابو حنیفہ دم و ابن ابی لیلیہ کے مشہور ہو تو اُس کی تعدیل کرے اور اگر ایسا نہ ہو تو فی الفور اُسکی تعدیل نہ کرے کیونکہ محیط میں لکھا ہے۔ ایک شخص ایک قوم میں اگر اترے کہ وہ لوگ اُسکو پہچانتے نہ تھے پھر وہ وہاں رہا اور لوگوں کو سوائے خوبی اور نیکو کاری کے کوئی بری حرکت نہ کی ہوئی تو امام محمد نے فرمایا کہ میں اُسکی تعدیل کے واسطے کوئی وقت مقرر نہیں کرتا ہوں جب تک کہ اُس کے دل میں اسکا عادل ہونا سما جاوے وہی وقت ہو اور وہی پر فتویٰ ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر کسی نے بعد بالغ ہونے کے گواہی ادا کی تو اُسکا حکم بھی اُسی مسافر کا ہو جو کسی قوم میں اگر اترے اور اگر ایک نصرانی مسلمان ہو اور گواہی ادا کی پس اگر نصرانی ہونے کی حالت میں قاضی اُسکو عادل جانتا تھا تو بلا وقت ہنگامی گواہی قبول کرے اور اگر عادل نہیں جانتا تھا تو ایسے شخص سے دریافت کرے جو اُس کو نصرانیت میں عادل جانتا تھا اور اُسکو جائز ہے کہ بلا درنگ اُسکی تعدیل کرے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے امام محمد سے روایت ہے کہ دو نصرانیوں نے ایک نصرانی پر گواہی دی اور نصرانیت میں اُن دونوں کی تعدیل کی گئی تھی پھر مشہور علیہ مسلمان ہو گیا پھر دونوں گواہ مسلمان ہو گئے تو قاضی اس گواہی پر فیصلہ نہ کرے کیونکہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی گواہ کا فاسق ہو نا ثابت ہو پھر وہ سال دو سال کے مسلمان معدل سے اُسکا حال دریافت کر لیا اور اگر پہلے تعدیل مسلمان معدلوں نے کی ہو تو قاضی اُسکی گواہی پر فیصلہ کر دے گا کیونکہ تعدیل معتبر ہوئی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی گواہ کا فاسق ہو نا ثابت ہو پھر وہ سال دو سال کے واسطے غائب ہو گیا کہ اسکا بہتہ لگا پھر آیا اور اُس سے سوائے نیکو کاری اور خوبی کے کوئی جرم ثابت نہیں ہو تا ہو تو معدل کو وہی جرح اُسپر نہ کرنی چاہیے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اور یہ بھی نہ چاہیے کہ اُسکی تعدیل کرے یہاں تک کہ اُسکا عادل ہونا کھلیا دے اسی طرح اگر ایک ذمی مسلمان ہو اور مسلمان ہونے سے پہلے اُسکا مجروح ہونا معلوم ہو اتنا تو معدل کو اُسکی جرح نہ کرنی چاہیے اور نہ اُسکی تعدیل کرنی چاہیے جب تک کہ بعد اسلام کے اُسکی عدالت یا جرح ثابت نہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ امام محمد نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی کبیرو گناہ کیا کہ جس سے اُس کی عدالت ساقط ہوتی ہے اور اُسکو کوئی زمانہ نہ گزرا کہ اُسے توبہ کے بعد کسی مقدمہ میں گواہی دی تو معدل کو اُس کی تعدیل نہ کرنی چاہیے یہاں تک کہ اُسپر اسقدر زمانہ نہ گزرا جو اسے کہ دل میں اُسکی توبہ صحیح ہونے کا یقین ہو جاوے یہ

محیط میں لکھا ہو۔ اگر کوئی گواہی کسی گواہ کے جرح پر حق شرع یا حق عبادت سے خالی ہو تو قاضی اسکی سماعت نہ کرے گا مثلاً یوں گواہی دی کہ شہود فاسق ہیں یا زانی ہیں یا سود خوار ہیں یا شراب خوار ہیں یا گواہوں کے اقرار کی گواہی دی کہ انھوں نے اقرار کیا کہ ہم نے جھوٹ گواہی دی یا ہم نے گواہی سے رجوع کیا یا رشوت لی یا مدعی کا دعویٰ باطل یا ہمارے گواہی کا علیہ پر اس معاملہ میں نہیں ہے یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ نے گواہ کے مجروح ہونے میں گواہی ایسی جرح پر قائم کی جس سے کوئی حق حقوق عبادت سے یا حق شرع متعلق ہو مثلاً اسکے گواہ قائم کیے کہ گواہوں نے زنا کیا ہو اور زنا کا حال بیان کر دیا یا شراب پی یا میرا مال چور یا ہوا اور عرضہ میں گزارا یا یہ سب غلام ہیں یا ایک غلام ہو یا مدعی کا شریک ہو حالانکہ مال میں دعویٰ واقع ہوا ہو یا اُس نے کسی کو زنا کی تمت لگائی ہو حالانکہ وہ شخص قذف کا دعویٰ بھی کرتا ہو یا ان لوگوں کو حد قذف کی سزا دی گئی ہو یا مدعی نے اقرار کیا ہو کہ میں نے انکو اجرت پر گواہ مقرر کیا ہو تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے اگر مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ مدعی کے گواہ محدود القذف ہیں تو قاضی ان گواہوں سے حد کا حال دریافت کرے گا کہ زانی الاصل اس واسطے کہ اگر سلطان یا اسکے نائب نے حد جاری کی تو گواہی باطل ہوگی اور اگر کسی رعایا نے حد جاری ہو تو گواہی باطل نہ ہوگی اسلئے دریافت کرنا ضرور ہے پھر اگر گواہوں نے بیان کیا کہ فلاں شہر کے قاضی نے اسکو حد قذف کی سزا دی ہو تو امام نے یہ ذکر کیا کہ قاضی وقت کو دریافت کرے گا یا نہیں اور کتاب الاقضیہ میں لکھا ہے کہ دریافت کرے تاکہ معلوم ہو کہ وہ قاضی اس وقت میں وہاں کا قاضی تھا یا نہ تھا یہ محیط میں لکھا ہے پس اگر مدعی نے کہا کہ میں اس امر کو گواہ لاتا ہوں کہ اُس قاضی نے اقرار کیا کہ میں نے اسکو حد قذف کی سزا نہیں دی ہو یا وہ قاضی اس وقت سے پہلے مر گیا ہو یا اُس قاضی نے اقرار کیا کہ میں اُس وقت میں اُس شہر میں موجود نہ تھا تو یہ سب مقبول نہ ہو گا یہ غلام میں لکھا ہے۔ اور اگر مدعا علیہ کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے انکو دس درم کی اجرت پر گواہ مقرر کیا تھا اور جو میرا مال ہے پھر اتنی میں سے اُس کو دیا ہو یا میں نے گواہوں سے اس قدر مال پر صلح کی تھی کہ تم لوگ مجھے چھوٹ گواہی نہ دو اور انھوں نے گواہی دی پس میرا مال صلح دلوادیا جاوے یا ان گواہوں نے اقرار کیا ہو کہ ہم لوگ اُس مجلس میں جس میں یہ معاملہ واقع ہوا حاضر نہ تھے یا مدعی نے مانند اسکے اقرار کیا کہ یہ لوگ فاسق ہیں تو یہ گواہی مقبول ہوگی یہ فتح القدیر میں لکھا ہے۔ نوادر ابن سماعین امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے ایک گھر کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور اس پر گواہ قائم کیے اور مشہود علیہ نے اس کے گواہ سنائے کہ مدعی کا یہ گواہ بھی اس گھر کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا ہے پس اگر اُس کے گواہوں کی تعدیل کیجاوے تو یہ گواہی مدعی کے گواہ میں جرح ہوگی اور اسی طرح اگر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ گواہ شرکت کا دعویٰ کرتا تھا تو بھی جرح ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر مشہود علیہ نے اس امر کے گواہ عادل قائم کیے کہ مدعی نے اپنے اس گواہ کو گواہی دینے سے پہلے اس مقدمہ کی خصوصیت کے واسطے وکیل کیا تھا اور اُس نے خصا صمت کی ہو تو گواہی مقبول ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خاں میں لکھا ہے۔ اگر مشہود علیہ نے کہا کہ یہ دونوں گواہ غلام

لے قرار نہ دے سکتے یعنی ایسا اقرار جس سے انکی گواہی باطل ہو جاتی ہے ۱۲

ہیں اور ان دونوں گواہوں نے کہا کہ ہم آزاد ہیں کبھی ملوک نہیں ہوئے پس اگر ان دونوں کو قاضی پہچانتا
ہو اور انکی آزادی کو جانتا ہو تو مشہود علیہ کی بات پر التفات نہ کرے گا اور اگر نہیں پہچانتا ہے تو مشہود علیہ
کا قول قبول کرے گا وہی نامقبول رکھے گا جب تک کہ مدعی یا خود دونوں گواہ اپنی آزادی پر گواہ نہ قائم کریں
اور اگر انھوں نے درخواست کی کہ ہمارا حال دریافت کیا جاوے تو قاضی منظور نہ کرے گا اور اگر منظور کرے
دریافت کیا اور معلوم ہو کہ آزاد ہیں اور گواہی قبول کی تو یہ بہتر ہے یہ خزانۃ المفتین میں ہے۔ اور اگر اس
امر پر گواہ طلب کیے تو زیادہ بہتر ہے پھر اس کے بعد اگر ایک شخص نے اگر اس گواہ کے ملوک ہونے کا
دعوے کیا کہ میرا ملوک ہے تو اس مسئلہ کا ذکر کسی کتاب میں نہیں ہے اور فخر الاسلام علی ہر دوی نے فرمایا کہ
اگر آزادی کے گواہ نہیں قائم ہوئے ہیں تو اس دعویٰ کی سماعت کرے ورنہ نہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور
اگر گواہوں نے کہا کہ ہم غلام تھے لیکن آزاد ہو گئے تو قاضی اسکو بھی بدون گواہی کے قبول نہ کرے گا یہ فتاویٰ
قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر گواہوں نے کہا کہ ہم اصلی آزاد ہیں اور تبدیل کرنے والوں نے کہا کہ ملوک
تھے مگر آزاد ہو گئے ہیں تو اسکو بھی بدون آزاد ہونے کے گواہوں کے قبول نہ کرے گا اور اگر مشہود نے
مشہود علیہ پر اس امر کے گواہ قائم کیے کہ یہ غلام فلاں کے ملوک تھے اسے آزاد کر دیا ہے اور قاضی نے
آزادی کا حکم دیدیا ہے تو یہ حکم آزادی پر نافذ ہو گا اور مشہود علیہ غلاموں کے مالک کی طرف سے ختم قرار پائے گا
یہ محیط میں ہر متصلات صاحب اقصیہ نے فرمایا کہ جھوٹا گواہ ہمارے نزدیک ہے کہ جو قرار کرے کہ میں نے جھوٹا
گواہی دی یا کسی شخص کے مقتول ہونے کی یا مرنے کی گواہی دی پھر وہ شخص زندہ موجود ہو یا یہ محیط میں لکھا ہے
اور گواہی اگر دعویٰ کے مخالف ہو یا دوسرے گواہ کے مخالف ہو یا مدعی خود اسکی تکذیب کرے تو اس سے گواہ جھوٹا
نہ ٹھہرایا جائیگا کذا فی فتح القدیر اور اگر اسے کہا کہ میں نے غلط کیا یا خطا کی یا تہمت کی وجہ سے انکی گواہی رد کر دی
گئی تو بھی جھوٹا گواہ نہ قرار پائے نہ یہ نہایت میں ہے۔ جھوٹے گواہ کو اجاغا سزا دی جائیگی خواہ انکی گواہی پر فیصلہ ہو یا نہ
ہو اور امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سزا اسکی فقط اسکا مشہور کر دینا ہے یہ کافی میں لکھا ہے پس شہرت
کی صورت یہ ہے کہ اگر وہ بازاری آدمی ہو تو جسوقت بازار میں جوم اور لوگوں کے جمناؤ کا وقت ہو اسکو وہاں بھیجا
اور اگر بازار میں نہ ہو تو اہل محلہ کے پاس بھیج دے اور امین قاضی انکو جمع کر کے یہ بیان کرے کہ قاضی تم لوگوں
کو سلام کہتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے اسکو جھوٹا گواہ پایا ہے پس تم لوگ اس سے بچتے رہو اور لوگوں کو اس سے
بچاؤ یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ نے نزدیک اسکو سزائے ضرب نہ دیوے اور اسی پر فتویٰ ہے اور
صاحبین رحمہ نے کہا کہ اسکو سزائے ضرب دیجاوے اور ادب کے واسطے قید کیا جاوے یہ سراجیہ میں ہے اور
شمس اللائے سرخسی نے کہا کہ صاحبین رحمہ کے نزدیک بھی مشہور کیا جائیگا یہ ہدایہ میں لکھا ہے۔ اور حکم امام ابوحنیفہ
سے ہے کہ آزاد ہونے کا حکم دیدیا جائیگا جسے اگر گواہ نے انکار کیا تو دوبارہ گواہی کی
احتیاج نہیں ہے ۱۲ منہ

نے فرمایا کہ اگر بطور توبہ اور ندامت کے اُس نے رجوع کیا تو بلا خلاف اُسکو سزا نہ دی جائیگی اور اگر بطور ضرر و
کے رجوع کیا تو بلا خلاف اُسکو سزا سے ضرب دی جائیگی اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو اس میں اختلاف ہی یہ نہایت میں لکھا
ہو غور میں اور مرد اور ذمی لوگ جھوٹی گواہی میں برابر ہیں کذا فی التبین

کتاب الرجوع عن الشہادۃ

گواہی دیکر اُس سے رجوع کرنے کے بیان میں

اس میں چند ابواب ہیں

باب اول اُسکی تفسیر اور رکن اور حکم اور شرط کے بیان میں۔ گواہی سے رجوع کرنا اُسکو کہتے ہیں کہ جو ثابت
کیا ہو اس کی نفی کرے یہ محیطِ شرعی میں ہوا اور اُسکا رکن یہ ہے کہ گواہ یہ کہے کہ میں نے جس امر کی گواہی دی اُس
سے رجوع کیا یا میں نے جھوٹی گواہی دی یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے اور شرط یہ ہے کہ قاضی کے سامنے رجوع
کرے یہ محیطِ شرعی میں لکھا ہے خواہ وہی قاضی ہو جس کے پاس گواہی ادا کی تھی یا دوسرا ہو یہ فتح القدیر میں لکھا
ہے۔ اور قاضی کے سامنے رجوع کرنے کی شرط کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر قاضی کے سامنے مشہود علیہ نے یہ دعویٰ کیا
کہ قاضی کی کچھری کے علاوہ دوسری جگہ گواہ نے رجوع کیا ہو اور گواہ نے انکار کیا اور مشہود علیہ نے اُسکو
کرنا چاہے یا گواہ سے قسم لینا چاہی تو اُسکو یہ اختیار نہیں ہے یہ نہایت میں لکھا ہے۔ یہی طرح اگر مشہود علیہ نے دعویٰ
کیا کہ گواہ نے رجوع کیا ہو اور مطلقاً دعویٰ کیا تو بھی گواہی کی سماعت نہ ہوگی اور نہ گواہ سے قسم لی جائیگی یہ ذخیرہ
میں ہوا اور اگر اُس امر کے گواہ لایا کہ اسے فلان قاضی کے سامنے رجوع کیا اور مجھے مال یدیا ہو تو گواہی مقبول ہوگی
یہ ہدایہ و رکانی میں لکھا ہے۔ اگر دونوں گواہوں نے دوسرے قاضی کے سامنے رجوع کیا تو وہ اُسے ضمان لیکر محیط
شرعی میں لکھا ہے۔ اگر گواہ نے قاضی کے سامنے اپنے رجوع کرنے کا اقرار کیا کہ میں نے دوسرے قاضی کے سامنے
رجوع کیا ہے تو اُسکا اقرار صحیح ہے اور اسے رجوع کرنے کا حکم دیا جائیگا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دوسرے قاضی کے سامنے
رجوع کیا اور مال کی ضمانت کی اور اپنے نام کا ایک تمسک لکھ دیا اور اُس تحریر میں مال اسی وجہ سے لکھا کہ جس
وجہ سے وہ واجب الماد تھا پھر قاضی کے پاس رجوع سے انکار کیا تو قاضی کے ہاں مال کی ڈگری اپنہ نہ کرے گا
اور اسی طرح اگر رجوع کا اقرار کسی عامل یا ایسے شخص کے سامنے کیا کہ جسکے لیے قضا کی اجازت نہیں ہو تو بھی صحیح
حکم ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر دونوں نے سچے طور سے قاضی کے پاس اقرار کیا کہ اقرار اسی سبب ہے تو بھی قاضی
دونوں پر ضمان مال لازم نہ کرے گا یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے۔ اور حکم گواہی سے رجوع کرنے کا یہ ہے کہ ہر حال میں
اُسکو سزا دی جائے گی اور اگر اُس کی گواہی پر مال کی مثلاً ڈگری ہو گئی ہو تو سزا کے ساتھ ہاں مال کی ضمان بھی اُس پر لازم
ہوگی اگر اُس کا ازالہ بلا عوض ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ اور اگر مشہود یہ مال نہ ہو مثلاً نکاح یا قصاص تو ہاں سے

لے یعنی وہ اختلاف جو اور ملو اور اس صورت میں ہے

علمائے نزدیک اسپر ضمان نہ ہوگی اگرچہ اُس کی گواہی تہلف کرنا لازم آیا ہو اور اسی طرح اگر اُس کی گواہی سے تہلف مال ایسے عوض کے ساتھ لازم آیا ہو کہ جو عوض اُس کے برابر ہے تو بھی ضمان نہیں ہو اور اگر عوض اُس کے برابر نہ ہو تو بقدر عوض کے ضمان نہ ہوگی اور بقدر زیادتی کے ضمان لازم آوے گی محیطین لکھا ہے اور ضمان نہ وقت ادا کرنی واجب ہوگی کہ جب مدعی نے وہ مال خواہ شے معین ہو یا قرض ہو وے وصول کر لیا ہو یہ بدعت اور کافی میں لکھا ہے۔ اور ذخیرہ اور میوہ طین لکھا ہے کہ اگر مشہود بہ مال معین ہو تو مشہود غلیہ کو اختیار ہے کہ گواہ سے بعد رجوع کرنے کے اُس کی ضمان لیوے خواہ مشہود نہ وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو بخلاف مال دین کے کہ اُس میں قبضہ سے پہلے ضمان نہیں ہو کذا فی الکافی اور ہذا ہی رحم نے کہا کہ فتویٰ اس امر پر ہے کہ اگر انکی گواہی پر حکم دیدیا گیا تو ضمان لازم آوے گی خواہ مشہود نہ وصول کیا ہو یا نہ کیا ہو اسی طرح عقائد میں بھی بعد و گری ہو جانے کے اگر رجوع کرے تو ضمان واجب ہو کذا فی فتح القدیر اور دیکھا جائے گا کہ حکم قضا کے دن مشہود بہ کی کیا قیمت تھی یہ محیطین لکھا ہے۔ اور اگر گواہوں نے حکم قضا جاری ہونے سے پہلے رجوع کیا تو قاضی اُن کی گواہی پر حکم نہ دیکھا اور اسپر ضمان واجب ہوگی اور اگر انکی گواہی پر حکم ہو گیا پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو حکم ٹوٹ گیا یہ کافی میں لکھا ہے جس قاضی کے سامنے گواہی دی تھی اگر اُس کے سامنے دوسرے کے سامنے رجوع کیا اور اس امر کے گواہ قائم ہوئے کہ اس نے رجوع کیا اور اس قاضی نے اسپر ضمان کا حکم دیا ہے تو یہ قاضی پھر یہ حکم نافذ کرے گا اور حکم دیکھا کہ ضمان ادا کرے اور اگر قاضی کے سامنے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اُس نے کسی قاضی کے سامنے رجوع کرنے کا اقرار کیا ہے اور اُس نے اسپر ضمان لازم کی ہے تو پہلا قاضی بھی اس گواہی کو مقبول کر کے اسپر ضمان لازم کر چکا کذا فی المحیط

دوسرا باب بعض گواہوں کے رجوع کرنے کے بیان میں۔ اگر دو گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو اسپر آدمی ضمان واجب ہوگی اور ضمان کی تقسیم میں اعتبار باقی گواہوں کا ہے نہ انکا جنھوں نے رجوع کیا ہے پس اگر تین گواہوں نے گواہی دی اور ایک نے رجوع کیا تو ضمان نہ ہوگا اور اگر دوسرے نے رجوع کیا تو دونوں آدمی کے ضمان ہونگے کذا فی الکفر۔ اگر دو مرد اور ایک عورت نے گواہی دی پھر سب نے رجوع کیا تو عورت پر ضمان نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور اگر دو مردوں اور دو عورتوں نے گواہی دی اور پھر دونوں عورتوں نے رجوع کیا تو عورتوں پر ضمان نہ ہوگی اور اگر دونوں مردوں نے رجوع کیا تو آدمی کے ضمان ہونگے اور اگر ایک مرد نے رجوع کیا تو اسپر کچھ نہیں ہے اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونوں پر چھ قاضی مال لازم ہوگا اور اس چھ قاضی کے تین حصہ کر کے دو حصہ مرد کو اور ایک حصہ عورت کو دینا پڑیگا اور اگر سب نے رجوع کیا تو تمام ضمانت کے تین حصہ کر کے دو حصہ مردوں کو اور ایک حصہ دونوں عورتوں کو دینا پڑیگا یہ بدائع میں لکھا ہے۔ اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے گواہی دی پھر ایک عورت نے رجوع کیا تو اسپر چھ قاضی مال واجب ہوگا اور اگر دونوں عورتوں نے رجوع کیا تو نصف مال دونوں

پر لازم ہو اور اگر فقط مرد نے رجوع کیا تو اُس پر آدھا مال واجب ہو گا اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو تین چوتھائی مال لازم ہو گا آدھا مرد پر اور ایک چوتھائی عورت پر اور اگر سب نے رجوع کر لیا تو آدھا مال مرد پر اور باقی آدھا دونوں عورتوں پر لازم ہو گا یہ مبسوط میں ہے اگر ایک مرد اور تین عورتوں نے گواہی دی اور پھر سب نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا اور باقی آدھا تین عورتوں پر لازم ہو گا اور یہ حصہ تین کے نزدیک ہے اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک دو پانچویں حصہ مرد پر اور تین پانچویں حصہ تین عورتوں پر لازم ہیں اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو صرف مرد پر آدھا مال صاحبین رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہو گا اور عورت پر کچھ نہیں لازم ہو گا اور امام کے نزدیک مرد اور عورت پر مال تین تہائی واجب ہے کذا فی التبتین اور اگر ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی پھر آٹھ عورتوں نے رجوع کر لیا تو اُن پر کچھ ضمان نہیں ہے پھر اگر ایک اور نے رجوع کیا تو سب پر چوتھائی حق کی ضمانت لازم ہے اور اگر مرد و عورتوں نے رجوع کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرد پر پچھٹا حصہ اور عورتوں پر پانچ چھٹے حصے لازم ہونگے اور حصہ تین کے نزدیک مرد پر آدھا اور سب عورتوں پر آدھا لازم ہو گا اور اگر تمام عورتوں نے رجوع کیا تو بالاتفاق اُن پر آدھا حق لازم ہو گا یہ ہدایہ میں ہے اور اگر مرد کے ساتھ آٹھ عورتوں نے رجوع کیا تو مرد پر آدھا حق لازم ہو گا اور عورتوں پر کچھ نہیں ضمان ہے یہ محیط شری میں ہے اور اگر مرد کے رجوع کیا تو اُس پر آدھا مال بالاجماع لازم ہے اور اگر ایک مرد اور ایک عورت نے رجوع کیا تو دونوں پر نصف مال کے تین حصہ کر کے دو حصہ مرد پر اور ایک حصہ عورت پر لازم کیا جائیگا یہ شرح طحاوی میں لکھا ہے

تیسرا باب مال کے حق میں گواہی دیکر اُس سے رجوع کرنے کے بیان میں۔ جامع میں مذکور ہے کہ چار شخصوں نے ایک شخص پر چار سو درم مال کی گواہی دی اور ڈگری ہو گئی پھر ایک نے سو درم سے رجوع کیا اور دوسرے نے ان سو درم اور دوسرے سو درم سے یعنی دو سو درم سے رجوع کیا اور تیسرے نے ان دو سو درم اور تیسرے سو درم سے یعنی تین سو درم سے رجوع کیا تو سب رجوع کر نیوالوں پر پچاس درم تین حصہ کر کے تقسیم ہو گا پس اگر چوتھے نے سب سے رجوع کیا تو سو درم کے چار حصہ کر کے تقسیم ہو گا اور سوائے پہلے شخص کے پچاس درم کے تین حصہ کر کے باقیوں کو دینا چاہیے یہ محیط شری میں لکھا ہے منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص گیا اور ہزار درم چھوڑے پھر دو شخصوں نے ہر ایک نے میت پر سو درم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ دارت کی حاضری میں قائم کیے اور قاضی نے دونوں میں سے ہر ایک کی ڈگری کر دی اور سو درم کا ترکہ دونوں میں آدھا آدھا تقسیم ہو گیا پھر ایک کے دونوں گواہ نے پچاس درم سے رجوع کیا اور کہا کہ صرف میت پر پچاس درم کا قرضہ تھا تو دوسرے قرضہ خواہ کو پچاس کی تہائی یعنی سولہ درم اور دہ تہائی درم ڈال دینا چاہیے۔ اور یہی منتقی میں لکھا ہے کہ ایک شخص سلسلہ چوتھائی اس لیے کہ یہ نو عورتیں بمنز لہ عورت واحد ہیں جس کے مقابلہ میں چار مرد ہو کیونکہ نصف بمقابلہ دو دونوں عورتوں کے ہے اور ایک ابھی باقی ہے ۱۲

مرگیا اور ہزار درم ترکہ چھوڑا پھر دو شخصوں نے ہر ایک نے میست پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اور قاضی نے ہزار درم ترکہ دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہزار گواہ پانچ سو درم ڈانڈ بھرتی اور اگر دونوں معیوں میں سے ایک کے دونوں گواہ نے رجوع کیا تو وارثوں کو کچھ ڈانڈ نہ دینگے اور کتاب میں یہ مذکور نہیں ہو کہ دوسرے قرضخواہ کو کچھ بھرتی گے یا نہیں پس مسئلہ مذکور بالا کے قیاس پر ڈانڈ بھرتی چاہیے پھر اگر اسکے بعد دوسرے کے گواہوں نے بھی رجوع کیا تو ایک بارگی رجوع کرنے کی حیثیت اور یہ صورت کیساں ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک مرد اور دو عورتوں نے ہزار درم پر گواہی دی اور ایک مرد اور دو عورتوں نے ان ہزار درم کی اور سو دینار کی گواہی دی اور قاضی نے ڈگری کر دی پھر ایک مرد اور دو عورتوں نے سو دینار کے سواے ہزار درم سے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہوں گے اور اگر سب نے درم اور دینار سب سے رجوع کیا تو دیناروں کی ضمانت بالخصوص انھیں کی گواہی دینے والوں پر ہوگی اور درم کی ضمانت امام عظم کے نزدیک سب پر چار حصوں میں تقسیم ہو کر ہر دو عورت پر چوتھائی اور ہر مرد پر چوتھائی ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تین حصوں میں تقسیم ہو کر ہر مرد پر تہائی اور سب عورتوں پر ایک تہائی ہوگی یہ بیسوط میں لکھا ہو اگر چار گواہوں میں سے دو گواہوں نے پانچ سو درم کی اور دوسرے دو گواہوں نے ہزار درم کی گواہی دی اور قاضی نے سب کی گواہی پر حکم دیدیا پھر ہزار کے گواہوں میں سے ایک نے رجوع کیا تو اس پر ہزار کی چوتھائی ڈانڈ پڑیگی اور اگر اسکے ساتھ پانچ سو کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو اس کے اسپر ہزار کی چوتھائی اور اسپر اور پانچ سو درم کے دونوں گواہوں پر ہزار کی چوتھائی تین تہائی کر کے تقسیم ہو کر ڈانڈ پڑیگی اور اگر پانچ سو والے دونوں گواہوں میں سے ایک یا دونوں نے رجوع کیا تو اسپر کچھ ضامن نہوں گی اور اگر سب گواہوں نے رجوع کیا تو ہزار کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درم کی ضمانت لازم ہوگی اور باقی پانچ سو میں ایک ضمانت دونوں فریق پر چار حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر پانچ سو درم والا ایک گواہ اور ہزار والے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو ہزار والوں پر پانچ سو کی ضمانت اور ہزار کی چوتھائی کی ان دونوں پر اور پانچ سو درم والوں پر تین حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر پانچ سو والے ایک گواہ اور ہزار والے ایک گواہ نے رجوع کیا تو ہزار والے ایک گواہ پر ہزار کا چارم لازم ہوگا اور پانچ سو والے پر کچھ ضامن نہوں گی یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر ایک شخص کا دوسرے پر کچھ قرض ہو پس دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اسکو ہبہ یا صدقہ کر دیا یا بری کر دیا ہے پھر حکم قاضی کے بعد دونوں نے رجوع کیا تو ضامن ہوں گے یہ خلاصہ میں لکھا ہو۔ اسی طرح اگر گواہی دی کہ اس نے ادا کر دیا ہو پھر بعد حکم کے دونوں نے رجوع کیا تو ضامن ہوں گے یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درم کا دعویٰ کیا اور دو گواہ قائم کیے اور شہود علیہ نے اس امر کے دو گواہ قائم کیے کہ مدعی نے اسکو اس سے بری کیا ہے یا ہرقلیل و کثیر سے جسکا دعویٰ کرتا ہے بری کیا ہے پھر سب گواہوں کی تعدیل ہوئی اور دونوں فریقوں کے گواہ قاضی کے پاس مجتمع ہوئے تو جن گواہوں نے

مال کی گواہی ہو انکی سماعت نہ کرنا چاہیے پس اگر براءت کے گواہوں کی گواہی مقبول کر کے حکم دیدیا پھر پھون
نے رجوع کیا پس اگر انکو ضمان کرنا چاہے تو مدعی اپنے گواہ دوبارہ سناوے اور گذشتہ کا اعتبار نہ ہوگا پس اگر اسنے
دوبارہ گواہ سنائے تو اسوقت میں اسکا خصم یعنی مدعا علیہ ہی براءت کے گواہ پھون نے رجوع کیا ہے قرآن
پاؤنیگے پس اگر انکو قرضہ کے گواہوں نے بیان کیا کہ ہزار درم صل میں مدعا علیہ پر ہیں تو حکم ادا کا براءت کے
گواہوں پر کیا جائیگا اور یہ گواہ براءت ہوگا اس شخص سے جسکے واسطے براءت کی گواہی ہے اچکے تھے واپس
نہ لینگے اور واضح ہو کہ جب براءت کے گواہوں نے رجوع کیا تو قاضی مال کے گواہ سنانے کا حکم مدعی مال کو
اس طرح دے گا کہ دونوں رجوع کر نیوالے گواہوں کے سامنے اپنے گواہ سناوے کیونکہ پہلے مال کی گواہی ایسی حالت
میں دہوئی تھی کہ اسوقت ان گواہوں پر مال واجب تھا اور اب رجوع کر چکے بعد وجب ہوا ہے کذا فی المبسوط اور
اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مدعی نے اسکو ایک سال کی مدت ادا کرنے میں پی ہو پھر میعاد آنے سے پہلے یا بعد
اس سے رجوع کر لیا تو طالب کو وہ مال دینا پڑیگا اور میعاد پر وہ مال مطلوب کے واپس لے سکتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے پھر حکم
ایسی صورت میں کہ گواہوں نے میعاد آنے سے پہلے رجوع کیا ہو توضیح ہو اور اگر میعاد آنیکے بعد پھون نے رجوع کیا تو بھی
یہی حکم ہو کیونکہ گواہوں پر ضمان اسی سببے وجب ہوئی کہ انھوں نے اپنی گواہی سے طالب کا حق قبضہ فوت کر دیا
اور میعاد آنے سے یہ ظاہر ہوا کہ یہ اہل انہ نہ تھا لہذا اسکو گواہوں پر رجوع کا حق حاصل ہوا پھر اسکا اختیار ہے چاہے
مطلوب کو پکڑے اور چاہے گواہوں کا منکر ہو کذا فی المبسوط پس اگر مطلوب کے حکم میں جائنکی وجہ سے وہ مال ڈوب گیا
تو دونوں گواہ طالب سے واپس نہیں لے سکتے ہیں یہ خلاصہ میں ہے اور اگر دیون نے میعاد کو سا قح کر دیا تو دونوں ضمان
نہ ہونگے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اگر گواہوں نے اپنے مرض میں رجوع کیا اور قاضی نے انپر ڈانڈ دینے کا حکم کیا تو یہ بمنزلہ
اقرار قرضہ بمرض الموت ہو حتی کہ اگر اسی مرض میں مر گئے اور ان دونوں پر حالت صحت کے بہت قرضے ہیں
تو انھیں قرضوں کا ادا کرنا شروع کیا جائیگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر ایک غلام پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو یہ گواہی
دی کہ یہ اس مدعی کا ہے اور قاضی نے ڈگری کر دی اور اس غلام کی آنکھ میں سفیدی تھی پھر وہ سفیدی جاتی رہی یا
مدعی کے پاس مر گیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کر لیا تو جس روز ڈگری ہوئی ہو اسدن جو کچھ غلام کی قیمت تھی
وہی وہ ڈانڈینگے اور قیمت کے باب میں دونوں کا قول معتبر ہوگا کذا فی الحسادی

جو تھا باب بیع اور ہبہ اور رهن و عاریت و ودیعت و ضمانت و شریکت احارہ کی گواہی سے
رجوع کرنے کے بیان میں اگر کسی چیز کے مثل قیمت یا زیادہ پر بیع ہوئی گواہی ہو پھر رجوع کیا تو ضمان دینگے اور اگر قیمت سے
کم پر بیع ہوئی گواہی ہو تو بقدر نقصان کے ضمان ہونگے خواہ بیع قطعی ہو یا آمین بائع کا خیار ہو یہ ہدایہ میں
لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام اسکے ہاتھ ہزار درم کو بیع کیا ہے اور بائع کیواسطے تین روز کی
شرط اختیار ہے اور غلام کی قیمت دو ہزار درم ہیں اور بائع نے انکار کیا اور قاضی نے گواہی پر بیع کا حکم دیدیا پھر دونوں
گواہوں نے رجوع کر لیا پس اگر بائع نے تین روز کے اندر بیع کو فسخ کر دیا یا اجازت دی تھی تو گواہوں پر ضمان نہیں ہے

قولہ ہر کسی کی گواہی سے رجوع کرنا چاہیے جو زیادتی یا نقصان ہو وہ معتبر نہ ہو گا ۱۱۱

اور اگر تین روز گزرنے کی وجہ سے بیع لازم ہو گئی تھی تو دونوں پوری قیمت تک یعنی ہر گواہ ایک ہزار کا ضامن ہو گا
 میضمرات میں ہے اگر کسی شخص پر کسی چیز کے خرید کی گواہی ہو اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں بیع جمع کیا پس اگر
 مثل قیمت یا کم پر خریدنے کی گواہی ہو تو مشتری کو کچھ ضمانت دینے اور اگر زیادہ پر خریدنے کی گواہی ہو تو
 تو بقدر زیادتی کے مشتری کو ڈانڈ دینگے اور اسی طرح اگر مشتری کے واسطے شرط خیار کے ساتھ خریدنے کی گواہی ہو
 اور سبب تین روز گزرنے کے خرید لازم ہو گئی ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر مشتری نے خود اس عرصہ میں اجازت دی تو
 ضمانت میں ہونے کے یہ تین میں لکھا ہے اگر کسی شخص کی ایک باندی ہو کہ اسکی قیمت سو درہم ہیں اور گواہوں نے یہ گواہی
 دی کہ اسنے اسکو فلان شخص کے ہاتھ پانچ سو درہم کو فروخت کر کے درم لے لیے ہیں اور بائع انکار کرتا ہو اور مشتری
 مدعی ہو اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے جمع کیا تو بائع کو سو درہم اسکی قیمت ادا کرینگے اور اگر پہلے ہی کی گواہی
 دی تھی اور اسکا حکم ہو گیا پھر ثمن پر قبضہ کرنے کی گواہی ہو اور اسکا حکم ہو گیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا
 تو پانچ سو درہم ثمن ادا کرینگے یہ کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس کا غلام دو ہزار درہم
 گواہ ایک سال کے وعدہ پر خریدیا ہے اور قیمت اسکی ہزار درہم ہیں اور گواہوں نے یہی گواہی پھر دونوں نے
 جمع کیا تو بائع کو اختیار ہے چاہے مشتری سے دو ہزار درہم سال بھر کے وعدہ سے وصول کرے یا گواہوں سے
 فی الحال ہزار درہم لے اور جن سے ضمانت لینا اختیار کرے اسکو سوائے دوسرے ہی ہو جائے گا پس اگر اس نے
 گواہوں سے ہزار درہم لیے تو میعاد آنے پر وہ لوگ مشتری سے دو ہزار درہم لینگے مگر ایک ہزار انکو حلال ہیں
 اور باقی صدقہ کر دین میضمرات میں لکھا ہے پس اگر مشتری نے غلام میں کچھ عیب پا کر بغیر حکم قاضی کے واپس کر دیا
 تو یہ بمنزلہ از سر نو بیع ہونے کے ہے پس بائع سے دو ہزار درہم لینگا اور گواہوں سے لینے کی اسکو کوئی تلافی نہیں
 ہے اور اگر قاضی کے حکم سے واپس کیا تو بائع سے گواہ ایک ہزار درہم لینگے اور گواہوں سے مشتری دو ہزار درہم
 لینگا بشرط طحاوی میں لکھا ہے اگر کسی ایسے غلام کی بیع کا جسکی قیمت پانچ سو درہم ہیں بعض ایک ہزار درہم
 فی الحال ادا کرنے کے بیع کی گواہی دی اور قاضی نے بیع کا حکم دیدیا پھر یہ گواہی ہو کہ بائع نے مشتری کو
 ایک سال کی مہلت دی ہے اور قاضی نے اس کا حکم بھی دیدیا پھر دونوں گواہوں نے دونوں گواہیوں سے
 رجوع کیا تو بائع کو ہزار درہم ڈانڈ دینگے اور اگر مدت کی گواہی اور عقد بیع کی گواہی ایک ہی دفعہ ہو اور قاضی
 نے حکم دیدیا ہو تو بائع کو اختیار ہے چاہے گواہوں سے پانچ سو درہم فی الحال لے لے کہ جو غلام کی قیمت ہے
 یا مشتری سے ہزار درہم ایک سال کے وعدہ پر سال گزرنے کے وقت لے لے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر پانچ سو درہم
 پر بیع ہونے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر گواہی ہو کہ بائع نے دام لینے میں ایک سال کی مہلت دی ہے
 اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں گواہیوں سے رجوع کیا تو امام عظیم کے نزدیک پانچ سو درہم ثمن کے ڈانڈ دینگے
 اور یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر تین سال
 سے جو اسکا مشتری کی طرف آتا تھا اسکو بری کر دیا ہے اور حکم ہو گیا پھر گواہی دی کہ اس سے پہلے اسنے

غلام اسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر براہوت کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہونگے یہ عتابیہ میں لکھا ہے اور اگر یہ گواہی دی کہ بائع نے ہر قلیل و کثیر سے جو اسکا مشتری کی طرف آتا تھا اسکو بری کر دیا ہے پھر گواہی کی کہ اس سے پہلے اس نے غلام اسکے ہاتھ فروخت کیا تھا اور قبضہ ہو گیا تھا پس اگر بیع کی گواہی سے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر براہوت کی گواہی سے رجوع کیا تو ثمن کے ضامن ہونگے یہ عتابیہ میں لکھا ہے اگر گواہوں نے بائع کی طرف سے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا غلام فلان کے ہاتھ دو ہزار درم کو فروخت کیا اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے اور قاضی نے اسکا حکم دیدیا مگر غلام کے قبضہ وغیرہ کا حال معلوم نہ ہوا پھر دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ مشتری نے غلام پر قبضہ کر لیا پس مشتری پر دو ہزار درم ادا کرے گا حکم دیدیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ چاہے قبضہ کے گواہوں سے ثمن کی ضمان لے اور بیع کے گواہ بری ہو جائینگے یا بیع کے گواہوں سے ایک ہزار درم غلام کی قیمت لی کر قبضہ کے گواہوں سے دو ہزار درم لے اور ہزار اسکو دیے جاویں اور ایک ہزار بیع کے گواہوں کو واپس کیے جاویں اور اگر دونوں گواہوں پر ایک بار کی حکم ہو جائے یا پہلے بیع کی گواہی پر حکم دیا جائے تو بھی یہی حکم ہے شریعہ جامع کہ یہ میں لکھا ہے پس اگر خریدار نے وقت بیع مگر گیا تو بیع کے گواہوں پر کچھ ضمانتیں ہیں لیکن اگر انکی گواہی پر پیچھے حکم ہوا تو زیادتی کے ضامن ہونگے یہ کافی میں لکھا ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنی یہ باندی اسکے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کی اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے پھر عی کے دونوں گواہوں پر قاضی نے بیع لازم کر دی اور مشتری جانتا ہے کہ میں نے اسکو نہیں خریدا ہے پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو بیع ٹوٹ جائیگا واسطے انکی تصدیق نہ کیا دینی اور امام اعظم کے نزدیک مشتری کو اس سے واپس کرنا حلال ہے اور امام ابو یوسف کے دوسرے قول اور امام محمد کے قول کے موافق اس سے واپس کرنا حلال نہیں ہے یہ سبوط میں لکھا ہے۔ دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے اپنا غلام عمرو کو کہہ کیا اور اس نے قبضہ کر لیا پھر بعد حکم قاضی کے دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے پس اگر مدعا علیہ نے ضمان لے لی تو ہبہ سے رجوع نہیں کر سکتا ہے اور اگر حکم کے روز اسکی آنکھ میں سفیدی تھی پھر زائل ہو گئی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو وہ قیمت ادا کرے گی جو آنکھ کی سفیدی کے ساتھ تھی محیطہ منخرسی میں لکھا ہے اور اگر مدعا علیہ نے گواہوں سے قیمت نہ لی تو قاضی کے حکم سے اسکو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کرے یہ سبوط میں ہے۔ اور صدقہ کا حکم بھی یہی ہے لیکن صدقہ کی صورت میں مثل ہبہ کے رجوع نہیں کر سکتا ہے یہ محیطہ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے ایک غلام پر جو زید کے ہاتھ میں جو یہ دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ہبہ کر کے سپرد کر دیا ہے اور گواہ پیش کر دیے اور دوسرے نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے اور اسکی طرف سے بھی دو گواہوں نے گواہی دی اور بائع معلوم نہیں ہوتی ہے کہ کسی پہلے ہبہ کیا اور کس کے گواہ پیچھے کی گواہی دیتے ہیں تو دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا پھر اگر دونوں فریقوں نے رجوع کیا تو ہر فریق ہبہ کرنے والے کو ادھی قیمت دیگا اور دوسرے کو کچھ نہ دیگا یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر ایسی صورت میں ایک

فرق گواہ نے رجوع کیا تو آدمی قیمت ہرہ کر نیلے کو اور آدمی موہوب لہ کو دینگے یہ غنایہ میں ہر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار دم فرض ہیں اس نے دعویٰ کیا کہ قرضہ دار نے اپنا غلام کہ اسکی قیمت بھی ایک ہزار دم تھی میرے پاس ہیں کیا ہو اور قرضہ دار قرض کا اقرار کرتا ہے پھر دو گواہوں نے نہیں کی گواہی ہے پھر دونوں نے رجوع کیا تو ضامن نہونگے اور اگر قرض سے اس میں زیادتی ہو تو بھی جب تک غلام زندہ ہو ضامن نہونگے اور اگر مرثین کے پاس مرگیا تو نقد زیادتی کے ضامن ہونگے اور اگر مرثین نے رہن کا دعویٰ کیا اور مرثین نے انکار کیا تو زیادتی کے ضامن نہونگے اور جب قرضہ کے مرثین کو ڈانڈ بھرنیکے اور اگر انھوں نے اس طرح رجوع کیا کہ اسنے غلام سپرد کر دیا تھا اور وہ مرثین نہیں لیا تھا تو ضامن نہونگے یہ محیط خنسی میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار دم فرض ہیں اور وہ اقرار کرتا تھا اور قرضخواہ کے قبضہ میں ایک کپڑا ہو جو سودر م کے برابر قیمت کا ہو اور وہ کہتا ہو کہ یہ میرا ہے اور قرضہ دار نے دو گواہ اس مضمون کے قائم کیے کہ میں نے یہ کپڑا اسکے مال کے عوض اسکو رہن میں لیا ہے اور قاضی نے اسکا حکم دیدیا پھر وہ کپڑا تلف ہو گیا اور سودر م قرضہ میں سے کم ہو گئے پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو سودر م قرضہ دار کو دینگے اور اگر قرضخواہ اقرار کرتا ہو کہ یہ کپڑا قرضہ دار کا ہو مگر اسنے مجھے ودیعت رکھنے کو دیا ہے اور قرضہ دار نے کہا کہ نہیں تیرے پاس رہن ہے اور دو گواہوں کی گواہی پر قاضی نے رہن کا حکم دیدیا پھر وہ تلف ہو گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو پھر ضامن نہیں ہو یہ موقوف میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص کے پاس ودیعت ہونے کی گواہی دی اور وہ شخص مدعا علیہ انکار کرتا ہے پھر قاضی نے اسے قیمت دینے کا حکم دیدیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضامن ہونگے اور بضاعت و عاریت کا بھی یہی حکم ہے محیط میں لکھا ہے۔ مضارب نے آدھے نفع کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے اسکی گواہی دی اور رب المال تہائی نفع کا اقرار کرتا ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا اور ہنوز نفع پر قبضہ نہیں کیا گیا تو گواہ ضامن نہونگے اور اگر مضارب و رب المال نے نفع موافق گواہی اور حکم چھی کے آدھا آدھا بانٹ لیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو چھٹے حصے نفع کے ضامن ہونگے اور بعض شائع نے کہا کہ حکم ہر اس نفع پر ہے جو رجوع کر نیسے پہلے حاصل ہوا اور اگر رجوع کے بعد حاصل ہوا اور اس مال عروض میں سے ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر نقد ہو تو رب المال کو نفع کا اختیار تھا اور جب سے نفع نہ کیا تو گواہ وہ نفع پر رضی ہوا یہ محیط خنسی میں ہے اور اگر یہ گواہی ہے کہ رب المال نے اسکو تہائی پر دیا ہے تو اس صورت میں پھر ضامن نہونگی اور اگر اس مال تلف ہو گیا تو دونوں صورتوں میں ضامن نہیں ہو یہ موقوف میں لکھا ہے۔ ایک شخص کے قبضہ میں کچھ مال ہو پس ایک شخص کی طرف سے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ بطور شرکت مفادہ سے اسکا شریک ہے پس آدھے کی ڈگری اسکے لیے دینی پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ آدھا مال مشہود علیہ کو دینگے یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر گواہی دی کہ یہ دونوں باہم شریک ہیں اور اس مال ہر ایک کا ہزار دم ہے اور شرط یہ ہو کہ نفع دونوں میں تہائی مشترک ہوا اور

۱۱۔ تو ایضا عتہ یعنی جبکہ انکار کرنے کی وجہ سے یہ دونوں مثل ودیعت کے انت سے محکم مضمون ہو جاوین ۱۲۔ عتہ یعنی مضارب نے وصول نہیں پایا ۱۳۔ یعنی رب المال کے واسطے ضامن ہونگے ۱۴۔

تہائی والا نصف نفع کا دعویٰ کرتا ہو اور گواہی سے پہلے دونوں نے نفع اٹھایا ہو پس قاضی نے بنا بر گواہی کے تین تہائی کا حکم دیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو تہائی والے کو وہ زیادتی جو تہائی اور آدھے میں ہو دینا پڑیگی اور بعد گواہی کے جو کچھ نفع اٹھایا ہو اسکی ضمانت گواہوں پر نہ ہوگی یہ حاوی میں لکھا ہے ایک شخص نے جو تہائی کا حصہ اپنے دعویٰ کیا کہ میں نے اپنا لکھ دس درہم ماہوار ہی پر اسکو کرایہ دیا ہے اور مستاجر نے انکار کیا پس دوا گواہوں نے اسکی گواہی ہی پھر دونوں گواہی سے رجوع کیا پس اگر شریع میں عداوت میں یہ جھگڑا واقع ہوا تو دیکھا جاوے گا کہ ایسے گھر کی جہت اجرت ہوتی ہے اگر اسی قدر کی گواہی دی تو دونوں ضامن نہ ہونگے اور اگر اجرت کم ہو تو بقدر زیادتی کے ضامن ہونگے اگر مدت گذر جانے کے بعد دعویٰ ہوا ہو تو تمام کرایہ کے ضامن ہونگے یہ شرح الطحاوی میں ہے اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں نے یہ ٹیٹو فلان شخص سے دس درہم پر کرایہ لیا ہے اور ایسے ٹیٹو کی اجرت مثل سودر م ہے اور فلان شخص مذکور اس سے انکار کرتا ہے پھر دوا گواہوں کی گواہی پر قاضی نے کرایہ کا حکم دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو اجرت پر دینے والے کے واسطے کچھ ضامن نہ ہونگے یہ بدائع میں لکھا ہے اگر ایک شخص ایک دنٹ پر سوار ہو کر کہ گیا اور وہ اونٹ راستہ میں ٹھک کر مر گیا پس اونٹ والے نے کہا کہ تو نے مجھے غصب کر لیا تھا اور سوار ہو کر بولے نے کہا کہ میں نے تجھے کرایہ پر لیا تھا اور اسکے دو گواہ قائم کر دیے اور قاضی نے اسکو ضمانت سببری کر کے کرایہ دلا دیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو اونٹ کی قیمت دونوں کو دینی پڑیگی سو اسے اسقدر داموں کے جو اجرت میں لائے گئے ہیں اور اگر پہلے دن سوار ہی کے اونٹ کی قیمت دو سودر م تھی اور جہن بدن ٹھک کر مرا ہے اسدن تین سودر م تھی اور کرایہ پچاس درہم تھا تو ہلاک ہونے کے دن کے حساب سے ڈھائی سودر م دینے پڑینگے اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ صاحبین کے نزدیک ہے اور امام عظیم رحمہ اللہ کے نزدیک پہلے دن کی قیمت کے حساب سے دینا پڑیگی اور اصح یہ ہے کہ یہ بالاجمل سب کا قول ہے یہ مبسوط میں لکھا ہے

پانچواں باب نکاح اور طلاق اور دخول و غلط کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں اگر ایک عورت نے ایک شخص پر نکاح کا دعویٰ کیا اور گواہ سنائے اور نکاح کا حکم ہو گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا پس اگر مہر مثل اسی قدر ہو جتنا بیان ہوا یا اس سے زیادہ تو کچھ ضامن نہ ہونگے اور اگر مہر مثل اس سے کم ہو تو بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمانت دینگے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر ایک مرد نے کسی عورت پر نکاح کا دعویٰ کیا کہ گواہ سنائے اور قاضی نے نکاح کا حکم دیا اور عورت منکر ہو پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو کچھ ضمانت نہ دینگے خواہ مہر مثل بقدر سہمی ہو یا کم ہو یا زیادہ ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر ایک مرد نے ایک عورت پر سودر م پر نکاح کا دعویٰ کیا اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ ہزار درہم پر نکاح کیا ہے اور اس عورت کا مہر مثل بھی ہزار درہم ہو پھر دوا گواہوں نے یہ گواہی دی کہ سودر م مہر پر نکاح کیا ہے اور قاضی نے یہی حکم دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر نکاح باقی ہو نیکی حالت میں یا بعد دخول کے طلاق ہونے کی صورت میں رجوع کیا تو امام عظیم و امام محمد کے نزدیک تو سودر م عورت کو ڈانڈ دینگے اور اگر قبل دخول کے طلاق ہو جانے کی صورت میں رجوع کیا تو بالاجمل کچھ ضمانت نہ دینگے

پھر دونوں اماموں کے نزدیک متعلقہ کے باب میں حکم مقرر کرنا واجب ہے پس اگر زیادہ قرار پایا تو پچاس سے زیادہ کی ضمانت دینگے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اسے عورت کو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور ہر مثل اسکا پانچ سو درم ہو اور یہ گواہی دی کہ اسے ہزار درم وصول کر لیے ہیں اور وہ عورت اسکا یہ کرتی ہے اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو عورت کو ہر مثل ڈانڈ دینگے نہ وہ عورت ہوا ہے یہ بین میں لکھا ہے۔ اور اگر پہلے ہزار درم پر نکاح کی گواہی دی اور قبضہ مہر کی گواہی نہ دی ہے کہ نکاح کا حکم ہوا پھر ہزار درم وصول کر لینے کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر دونوں گواہیوں سے رجوع کیا تو ہر مثل بیس ہزار درم دینا پڑینگے یہ کافی میں لکھا ہے امام محمد نے جامع میں فرمایا اگر دو گواہوں نے ایک عورت کی طرف سے مرد پر یہ گواہی دی کہ اسے اس عورت سے دو ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور اسکا ہر مثل ہزار درم ہو اور قاضی نے حکم دے دیا اور عورت نے دو ہزار درم وصول کر لیے پھر دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے عورت کے ساتھ وطی کی اور اسکو تین طلاق دے دی ہیں اور مرد منکر ہے پس قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کر لیا تو مرد کو اختیار ہے چاہے نکاح کے گواہوں سے ہزار درم لے یا دخول و طلاق والوں سے دو ہزار درم وصول کر لے پس اگر اسے طلاق و دخول کے گواہوں سے دو ہزار درم ڈانڈ لیے تو نکاح کے گواہوں سے ضمانت نہیں لے سکتا ہے اور نہ طلاق و دخول کے گواہ نکاح کے گواہوں سے کچھ لے سکتے ہیں اور اگر اسے نکاح کے گواہوں سے ہزار درم ڈانڈ لیے تو طلاق و دخول کے گواہوں سے ایک ہزار درم اور ڈانڈ لے لیا اور نکاح کے گواہوں کو اختیار ہے کہ طلاق و دخول کے گواہوں سے واپس لیں اور ان ہزار درم کے قبضہ کی صورت میں دایات مختلف ہیں مابین ہر کہ نکاح کے گواہ خود وصول کر لینگے اور جامع میں مذکور ہے کہ شوہر وصول کر کے نکاح کے گواہوں کو دیں گے اور اگر نکاح اور طلاق کے دونوں فریق گواہوں نے اگر کیا رہی قاضی کے سامنے گواہی ہی تو حکم قضا کے ترتیب کا لحاظ ہو گا پس اگر پہلے نکاح کے گواہوں کی تبدیل ہوئی تو یہ صورت اور پہلی صورت مذکورہ برابر ہو اور اگر طلاق والوں کی پہلے تبدیل ہوئی مثلاً انھوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اس عورت سے کل کے روز نکاح کی وطی کی اور طلاق دیدی اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسی عورت سے پہلے ہزار درم پر نکاح کیا تھا پھر پہلے دونوں گواہوں کی تبدیل ہو گئی اور قاضی نے ہر مثل یعنی ہزار درم دینے کا حکم دیدیا پھر نکاح والوں کی تبدیل ہوئی اور قاضی نے ہزار درم دیگر کی ڈگری کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو طلاق و دخول کے گواہ فقط ہزار کے ضامن ہونگے اور گواہ نکاح کے بھی اور ہزار درم کے ضامن ہونگے اور ہر فریق دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں فریق کی ایک ساتھ تبدیل ہوئی اور قاضی نے دونوں کی گواہی پر حکم دیدیا تو یہ صورت اور پہلے نکاح والوں کی گواہی پر حکم ہونے کی صورت کیساں ہے اسی طرح اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا

۱۱
نکاح کے گواہوں نے رجوع کر لیا تو مرد کو اختیار ہے چاہے نکاح کے گواہوں سے ہزار درم لے یا دخول و طلاق والوں سے دو ہزار درم وصول کر لے پس اگر اسے طلاق و دخول کے گواہوں سے ہزار درم ڈانڈ لیے تو نکاح کے گواہوں سے ضمانت نہیں لے سکتا ہے اور نہ طلاق و دخول کے گواہ نکاح کے گواہوں سے کچھ لے سکتے ہیں اور اگر اسے نکاح کے گواہوں سے ہزار درم ڈانڈ لیے تو طلاق و دخول کے گواہوں سے ایک ہزار درم اور ڈانڈ لے لیا اور نکاح کے گواہوں کو اختیار ہے کہ طلاق و دخول کے گواہوں سے واپس لیں اور ان ہزار درم کے قبضہ کی صورت میں دایات مختلف ہیں مابین ہر کہ نکاح کے گواہ خود وصول کر لینگے اور جامع میں مذکور ہے کہ شوہر وصول کر کے نکاح کے گواہوں کو دیں گے اور اگر نکاح اور طلاق کے دونوں فریق گواہوں نے اگر کیا رہی قاضی کے سامنے گواہی ہی تو حکم قضا کے ترتیب کا لحاظ ہو گا پس اگر پہلے نکاح کے گواہوں کی تبدیل ہوئی تو یہ صورت اور پہلی صورت مذکورہ برابر ہو اور اگر طلاق والوں کی پہلے تبدیل ہوئی مثلاً انھوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اس عورت سے کل کے روز نکاح کی وطی کی اور طلاق دیدی اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اسی عورت سے پہلے ہزار درم پر نکاح کیا تھا پھر پہلے دونوں گواہوں کی تبدیل ہو گئی اور قاضی نے ہر مثل یعنی ہزار درم دینے کا حکم دیدیا پھر نکاح والوں کی تبدیل ہوئی اور قاضی نے ہزار درم دیگر کی ڈگری کر دی پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو طلاق و دخول کے گواہ فقط ہزار کے ضامن ہونگے اور گواہ نکاح کے بھی اور ہزار درم کے ضامن ہونگے اور ہر فریق دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر دونوں فریق کی ایک ساتھ تبدیل ہوئی اور قاضی نے دونوں کی گواہی پر حکم دیدیا تو یہ صورت اور پہلے نکاح والوں کی گواہی پر حکم ہونے کی صورت کیساں ہے اسی طرح اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے اقرار کیا ہے کہ میں نے اس عورت سے نکاح کیا

اور اس سے وطی کی اور تین طلاق دیدین اور قاضی نے ہر مثل حکم دیا پھر اسکے بعد عورت دوسرے دو گواہ لائی کہ شوہر نے اقرار کیا ہے کہ میں نے دو ہزار درم پر اس سے نکاح کیا ہے اور قاضی نے عورت کے لیے نیا دینی کی ڈگری کر دی پھر سب گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو یہ اقرار کی صورت اور معائنہ نکاح و طلاق کی صورت یکساں ہو پس اگر نکاح اور دخول و طلاق کے گواہوں کی ایک ساتھ تعدیل مع حکم دیا پھر نکاح کے گواہوں نے رجوع کیا تو اسے ہزار درم کی ضمان لیا ورنہ اور یہ ہزار درم وہ ہیں جو ہر مثل سے زائد ہیں پھر اگر اسکے بعد دخول کے گواہوں نے رجوع کیا تو اسے دو ہزار درم ڈانڈ دیے جائیں گے ایک ہزار اس میں سے شوہر کو ملے گا اور ایک ہزار شوہر نکاح و ولے گواہوں کو دیدیگا اور اگر دخول کے گواہوں نے پہلے رجوع کیا تو اسے دو ہزار درم کی ضمان لیا جائے اگر منور شوہر نے اس پر قبضہ نہ کیا تھا کہ نکاح کے گواہوں نے رجوع کیا تو نکاح والے گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ دیئے ایک مرتد عورت نے کسی شخص پر یہ دعویٰ کیا کہ اسے مجھ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ہزار درم پر نکاح کیا ہے اور وطی کی ہے پھر طلاق دیدی ہے پھر عورت مرتد ہوئی ہے اور شوہر نے ان سب باتوں سے انکار کیا۔ اس عورت کا ہر مثل ہزار درم ہو پھر اسکی طرف سے دو گواہوں نے دو ہزار درم پر نکاح ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس کے روز اس سے وطی کی اور طلاق دی اور آج کے روز یہ مرتد ہو گئی اور قاضی نے اس پر حکم دیدیا پھر سب گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کر لیا تو نکاح کے گواہ شوہر کو کچھ ڈانڈ دیئے اور طلاق کے گواہ دو ہزار درم ضمان دیئے اور اگر دونوں فریق گواہوں کی گواہی پر ایک ساتھ فیصلہ کیا گیا تو یہ صورت اور پہلی صورت یعنی جب نکاح کے گواہوں پر پہلے حکم ہوا ہو تو یکساں ہے اور اگر قاضی نے پہلے دخول و طلاق کے گواہوں پر حکم دیدیا پھر نکاح کے گواہوں پر حکم دیا پھر سب گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو دخول کے گواہ ہر مثل کے ضمان میں ہوں گے اور نکاح کے گواہ اور ایک ہزار کے ضمان میں ہوں گے کہ جو ہر مثل سے زائد ہیں اور ایک فریق دوسرے فریق سے کچھ نہیں لے سکتا یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنی عورت کو طلاق دیدی اور شوہر اس سے انکار کرتا ہے پھر قاضی کے حکم دینے کے بعد دونوں نے رجوع کیا پس اگر طلاق بعد دخول کے ہو اور شوہر دخول کا اقرار کرتا ہو تو گواہوں پر کچھ ڈانڈ ملے گا اور اگر دخول سے پہلے طلاق واقع ہو چکا ہو حکم ہوا اور نصف مہر یا مہر کا حکم قاضی نے دیا ہے تو بعد رجوع کے گواہ ہی مقدار شوہر کو ڈانڈ دیئے پھر شرح طحاوی میں لکھا ہے۔ امام محمد نے جامع میں فرمایا کہ ایک شخص نے ایک عورت نکاح کیا اور اس سے وطی نہیں کی تھی کہ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس عورت کو طلاق دیدی ہے اور قاضی نے دونوں میں جدائی کر دی اور آدھے مہر کا حکم دیدیا پھر شوہر مہر گیا اور گواہوں نے گواہی سے رجوع کر لیا تو دونوں گواہ شوہر کے وارثوں کو آدھا مہر ڈانڈ دیئے اور عورت کے منافع یعنی کچھ ضمان نہیں پڑی اور نصف مہر سے زیادہ کی ضمان عورت کو نہ دیئے اور عورت کو میراث نہ ملیگی اور مرد خواہ صحیح ہو یا مریض یہ حکم برابر محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر شوہر یہ

مرنے کے بعد یہ گواہی ہی کہ اس نے اس عورت کو اپنی زندگی میں طلاق کرنے سے پہلے طلاق دی تھی پھر دونوں نے رجوع کر لیا تو دارتوں کے واسطے کسی چیز کے ضامن نہ ہوئے اور عورت کو نصف مہر اور میراث کی ڈانڈ دینے کا فیصلہ کیا گیا ہو اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے ایک رت کی طلاق پر گواہی دی اور دوسرے ایک مرد اور دو عورتوں نے یہ گواہی ہی کہ اس نے اس سے وطی کی تھی پس قاضی نے مہر اور طلاق دونوں کی ڈگری کر دی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو وطی مانع ہوئی کہ گواہوں پر تین چوتھائی مہر ڈانڈ پڑیگا اور طلاق کے گواہوں پر چوتھائی مہر ڈانڈ پڑیگا اور اگر کیلے ایک مرد گواہ داخل نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضامن ہوگا اور اگر کیلے مرد طلاق کے گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہ ہوگا اور اگر داخل کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو آدھے مہر کے ضامن بنے اور اگر طلاق ہی کے گواہوں نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہ دینگے اور اگر طلاق کے گواہوں کی ایک عورت اور داخل کے گواہوں کی ایک رت نے رجوع کیا تو داخل کے گواہوں کی عورت پر آٹھواں حصہ مہر ڈانڈ پڑیگا اور طلاق کی گواہ عورت پر کچھ ضامن نہ ہوگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اور اگر دو مردوں نے طلاق پر اور دو مردوں نے داخل پر گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر داخل کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو چوتھائی مہر کا ضامن ہوگا پھر اگر اس کے بعد طلاق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضامن نہ دیگا اور اگر طلاق کے دونوں گواہوں نے اور داخل کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب آدھے مہر کے ضامن ہونگے آدھا اس میں سے داخل کے دونوں گواہوں پر اور باقی تینوں گواہوں پر تین حصہ ہو کر تقسیم ہو گیا چاہی میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو ایک طلاق دی ہے اور دوسروں نے یہ گواہی دی کہ تین طلاق دی ہیں اور اس سے وطی نہیں کی تھی پس قاضی نے دونوں کے جدا کر دینے اور نصف مہر دلانے کا حکم کیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو آدھے مہر کی ضمانت میں طلاق والے گواہوں پر ہوگی اور ایک طلاق والوں پر کچھ ضمانت نہ ہوگی یہ ظہیر میں لکھا ہے۔ اگر دو شخصوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے سال گذشتہ میں رمضان کے مہینہ میں اپنی عورت کو طلاق دی اور اس سے وطی نہیں کی تھی پس قاضی نے بنا براس گواہی کے نصف مہر لازم کیا پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا اور قاضی نے ہنوز اسے نصف مہر کی ضمانت میں لائی تھی یا نہ دلائی تھی کہ دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اپنی عورت کو قبل وطی کے سال گذشتہ کے ماہ شوال میں طلاق دی ہے تو دوسرے فرق کی گواہی مقبول نہ ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر شوہر نے اس امر کا اقرار کر لیا تو جو ڈانڈ گواہوں سے لیا ہے انکو واپس دیگا اور بعض نے کہا کہ یہ امام کے نزدیک نہیں ہے بلکہ صاحبین کے نزدیک ہو یہ محیط شرح میں لکھا ہے۔ اور اگر فرق ثانی نے پہلے فرق کے وقت سے طلاق کا وقت مقدم بیان کیا تو گواہی مقبول ہوگی اور پہلے فرق سے ضمانت ساقط ہو جائیگی یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے طلاق پر اور دو گواہوں نے داخل پر گواہی دی اور عورت کا مہر قرینہ ہو یا تھا اور اس پر حکم ہو گیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو طلاق کے دونوں گواہ نصف متعہ کے ضامن ہونگے اور داخل کے گواہ باقی مہر کے ضامن ہونگے یہ حاوی میں لکھا ہے۔ دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت پر از

پرنکاح کیا ہو اور اسکا مثل بھی ہزار درم ہو اور شوہر نے کہا کہ بدون مہر مقرر ہونے کے نکاح کیا ہو اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا پھر شوہر نے اسکو طلاق دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو پھر متعہ اور پانچ سو درم کے درمیان میں جو زیادتی ہو اسقدر ضمانتی ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہوں نے دخول واقع ہونے پر گواہی دیکر رجوع کیا تو دخول کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درم کی ضمانت لازم ہوگی اور باقی متعہ اور پانچ سو درم کے درمیان کی زیادتی دونوں فریقوں پر بھی آدھی واجب ہوگی اور اگر دوسرے دو گواہوں نے طلاق کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو دخول کے گواہوں پر بالخصوص پانچ سو درم کی ضمانت لازم ہوگی اور متعہ اور نصف مہر کے درمیان کی زیادتی دخول اور نکاح دونوں فریق گواہوں پر نصف نصف لازم ہوگی اور تینوں فریقوں پر مقدار متعہ کے تین حصہ کر کے جب ہوگی یہ محیط نحسی میں ہو اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے ہزار درم پر اس عورت کا نکاح کیا ہو اور شوہر نکاح کرتا ہے اور عورت کا مثل پانچ سو درم ہو اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ قبل دخول کے اسے اسکو طلاق دیدی ہو اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو نکاح اور طلاق کے دونوں فریقوں پر ڈھائی ڈھائی سو درم واجب ہونگے اور اگر ان دونوں فریق کے رجوع کرنے سے پہلے دو گواہوں نے دخول کی گواہی دی اور قاضی نے شوہر پر ہزار درم واجب کیے پھر سبھوں نے رجوع کیا تو نکاح کے گواہوں پر پانچ سو درم جو مثل سے زائد میں واجب ہونگے اور باقی پانچ سو درم کی تین چوتھائی دخول کے گواہوں پر اور ایک چوتھائی طلاق کے گواہوں پر واجب ہوگی یہ عادی میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے قسم کھائی تھی کہ میں اس سے عید قربان کے روز و طہی نہ کروں گا اور دوسروں نے گواہی دی کہ اسے عید قربان کے روز اسکو طلاق دیدی پس قاضی نے اسکو جدا کر دیا اور اسے ساتھ و طہی نہیں کی تھی پس قاضی نے اسے آدھا مہر لازم کیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو ضمانت مہر طلاق کے گواہوں پر لازم ہوگی نہ ایلا کے گواہوں پر یہ مبسوط میں لکھا ہے یہی عورت کی نسبت جس سے اسے شوہر نے و طہی نہیں کی تھی یہ گواہی دی کہ اسے اپنے شوہر سے خلع کر لیا ہو اس شرط پر کہ اپنا مہر اسکو معاف کر دیا ہو اور عورت اسکا کرکری ہو اور مرد عادی ہو اور قاضی نے دونوں کی گواہی پر حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو آدھا مہر عورت کو ڈاٹھ دیوین اور اگر اس مسئلہ میں اس عورت سے شوہر نے و طہی کی ہو تو تمام مہر کے ضمانت ہونگے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر مرد کے دعویٰ پر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس عورت نے اس سے ہزار درم پر خلع کر لیا ہو اور عورت منکر ہو پھر گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کو ہزار درم کی ضمانت میں اور اگر عورت ہی مدعی ہو تو کچھ ضمانت دینے کی ضرورت میں لکھا ہے چھٹا باب آزاد کرنے اور مدبر کرنے اور مکاتب کرنے کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں اگر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہو اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی قیمت ان دونوں خواہ خوش حال ہوں یا تنگ دست ہوں اور غلام کی ولاء اسے آزاد کرنے والے کو ملے گی یہ فقہ القدر میں ہے اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسے اپنی بیباندی آزاد کر دی ہو اور قاضی نے گواہی پر حکم دیدیا اور باندی نے اپنا نکاح کیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو مالک کو اسکی قیمت کی ڈاٹھ دینے اور مالک کو

اس سے وطنی نہ باحلال نہیں ہر یہ حاوی میں لکھا ہو اگر دو گواہوں نے شوال میں کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے
 رمضان میں اپنا غلام آزاد کر دیا ہو اور گواہی کے روز غلام کی قیمت دو ہزار درہم تھی اور رمضان میں اسکی قیمت
 ہزار درہم تھی پھر گواہوں کی تعدیل ہونے تک غلام کی قیمت تین ہزار درہم ہو گئی پھر تعدیل ہو گئی اور قاضی نے
 حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو غلام کی اس قیمت کے ضامن ہونگے جو قاضی کی آزادی کا حکم دینے کے
 روز ہو یعنی تین ہزار درہم کنڈانی المحیط اور اس غلام پر حدود و جزا و جرم کا حکم رمضان سے آزاد کرنے کے وقت
 تک آزادوں کے مانند ہو گا یہ محیط بخسری میں لکھا ہو اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے رمضان میں اپنا
 غلام آزاد کر دیا اور قاضی نے گواہی پر یہ حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو دونوں پر ضامن واجب کی پھر
 اگر دونوں نے اس امر کے گواہ قائم کیے کہ اسے شلعبان میں آزاد کیا ہو تو امام کے نزدیک ضامن موقوف ہو جائیں
 کے نزدیک سا قسط ہوگی اور اگر اس امر کے گواہ سنائے کہ اسے شوال میں آزاد کیا ہو تو بالاتفاق ضامن موقوف ہوگی بشرط
 طحاوی میں لکھا ہو اگر گواہی میں کہ اس نے اپنا غلام مدبر کر دیا ہو اور قاضی نے حکم دیدیا ہو پھر رجوع کیا تو بقدر مدبر
 کرنے سے نقصان آیا اس کے ضامن ہونگے پس اگر مولیٰ مرگیا اور یہ غلام اسکے تہائی مال سے نکلتا ہو تو آزاد ہو جائیگا
 اور دونوں گواہ اسکے مدبر ہونے کی حالت کی قیمت ادا کریں اور اگر مولیٰ کے پاس سو اس کے کچھ مال تھا تو تہائی آزاد
 ہوگا اور اپنی دو تہائی مدبر ہونے کی قیمت کے لیے سعی کرے اور دونوں گواہ تہائی قیمت کی ضمانت میں بشرطیکہ غلام
 وہ تہائی قیمت فی الحال ادا کرے اور یہ تہائی قیمت غلام سے نہیں لے سکتے ہیں اور اگر غلام نے دو تہائی قیمت
 معجل ادا کی اور عاجز ہو تو دونوں کو اختیار ہے کہ گواہوں کے لیں اور گواہ غلام سے وصول کریں یہ بوطین لکھا ہو اگر
 دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے البتہ اپنا غلام آزاد کر دیا ہو اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے مدبر کر دیا
 ہو اور قاضی نے انکی گواہی پر حکم دیدیا پھر سب نے رجوع کر لیا تو آزادی کے گواہوں پر ضمان لازم ہوئی نہ مدبر کر نیکی
 گواہوں پر اور اگر مدبر کر نیکی گواہوں نے پہلے گواہی دی اور قاضی انکی گواہی پر حکم دیدیا پھر دو گواہوں نے آزاد
 کرنے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر سب نے رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ وہ نقصان ادا کریں جو مدبر کرنے سے
 غلام میں پیدا ہوا ہو پھر آزادی کے گواہ اس غلام کی قیمت مدبر ہونے کی حالت کی ادا کریں یعنی مدبر ہونے کی حالت میں
 جو اسکی قیمت ہو وہ ادا کریں اور اگر آزادی کے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے مدبر کرنے سے پہلے اسکو آزاد کر دیا
 ہو اور قاضی نے یہ گواہی مقبول کر لی پھر رجوع کیا تو مدبر کرنے کے گواہ بری ہو جائیں گے اور آزادی کے گواہوں
 پر قیمت لازم ہوگی اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم صاحبین کے قول کے موافق ہونا چاہیے ورنہ امام عظم کے نزدیک
 آزادی کی گواہی مقبول نہ ہونا چاہیے یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنے غلام کو ایک
 ہزار درہم پر ایک سال کی میعاد پر مکاتب کیا ہو اور اسکا حکم ہو گیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا اور وہ غلام
 ایک ہزار درہم کا یا دو ہزار درہم قیمت کا ہو تو گواہ اسکی قیمت ادا کریں اور قسط وار غلام سے وصول کریں اور بدوں ادا
 کرنے کے وہ غلام آزاد نہ ہوگا اور ولائ اسکی اسی کو ملے گی جسپر کتابت کی گواہی تھی اور اگر غلام مال ادا نہ کرے سے

عاجز ہوا اور پھر غلام کر دیا گیا تو اسکے مالک کو لیکھا اور مالک نے جو کچھ گواہوں سے لیا ہوا انکو واپس کر دیا گیا یہ حاوی میں لکھا ہوا اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص کو یہ گواہی دی کہ اسنے اپنے غلام کو ایک ہزار درم پر مکاتب کیا ہوا اور لکھیاں میعاد ہو اور غلام کی قیمت یا بخیر و بھلائی اور قاضی نے کتابت کا حکم دیدیا پھر بے گواہی سے رجوع کیا تو قاضی اسکے مالک کو اختیار دیا کہ اگر اسنے گواہوں سے ڈانڈ لینا چاہا تو مکاتب پھر بھی نہیں لے سکتا ہوا جب گواہوں نے اس سے ہزار درم وصول کیے تو انکو اسمن سے یا بخیر و بھلائی حلال ہیں اور باقی حلال نہیں ہیں اور یہ امام عظیم داماد محمد کے نزدیک ہوا اور اگر اسنے برہن قاضی کے اختیار دینے کے مکاتب سے تقاضا کیا یا لینا اختیار کیا تو پھر گواہوں سے کبھی نہیں لے سکتا ہو خواہ اسکو گواہوں کے رجوع کرنے کا علم ہوا ہو یا نہ ہو لیکن اگر مال کتابت اسکی قیمت سے کم ہو تو بقدر کمی کے اسے مطالبہ کر سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہوا اگر کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے اپنا غلام یا بیوی یا بچہ یا نوکر یا دوسرے غلام کی ہزار درم میں قاضی نے گواہی پر اسکو آزاد کر دیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو مشہور علیہ کو اختیار ہو چاہے گواہوں سے ہزار درم وصول کر لے اور گواہ غلام سے یا بخیر و بھلائی وصول کر سکتے ہیں یا غلام سے یا بخیر و بھلائی لے لے اور جس سے اسنے ضمان لینا اختیار کیا اسکے بعد پھر دوسرے سے کچھ بھی نہیں لے سکتا ہو یہ مبسوط میں لکھا ہوا اگر ایک غلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میرے مالک نے مجھے ہزار درم پر مکاتب کیا ہوا اور یہی اہلی قیمت ہو اور مالک نے دعویٰ کیا کہ میں نے اسکو دو ہزار درم پر مکاتب کیا ہوا اور اس پر گواہ پیش کیے پس قاضی نے غلام پر دو ہزار درم دینے کی ڈگری کر دی اور غلام نے ادا کر دیے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو مکاتب کو ہزار درم دینے پڑینگے اور اگر مولیٰ نے کہا کہ میں نے دو ہزار درم پر مکاتب کیا ہوا اور مکاتب نے انکار کیا اور مولیٰ نے ہر گواہ قالم کیے تو قاضی اس گواہی پر حکم نہ دینگا اور قاضی غلام سے کہنگا کہ چاہے تو کتابت ہو دی کر یا غلام ہو جاوے اگر مکاتب نے دعویٰ کیا کہ میں آزاد ہوں پھر مولیٰ دو گواہ لایا کہ اسنے دو ہزار درم پر غلام کو مکاتب کیا ہوا اور قاضی نے ڈگری کر دی اور غلام نے مال ادا کر دیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو مکاتب کو دو ہزار درم ڈانڈ دیوین اگرچہ اسکی قیمت اس سے کم ہو یہ محیط میں لکھا ہوا سا تو ان باب دلاء اور نسب اور ولادت و اولاد اور میراث کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں اگر ایک شخص نے دوسرے پر یہ دعویٰ کیا کہ میں میرا بیٹا ہوں ورنہ انکار کرتا ہو پھر بیٹے نے گواہ سنائے اور قاضی نے اسکے بیٹے کو حکم دیدیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو باپ کو کچھ ضمان دینے خواہ باپ کی زندگی میں رجوع کیا ہو یا بعد میں کے اور اگر بعد مرنے کے اس بیٹے نے ورثہ پایا تو بعد رجوع کرنے کے تمام وارثوں کو اس میراث کی ضمان بھی نہ دینگے اس طرح اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کی لڑکا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں نے مجھے آزاد کیا ہوا ورنہ منکر ہو پھر دعویٰ نے گواہ سنائے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو گواہ معالیہ کو کچھ ضمان نہ دینگے خواہ اسکی زندگی میں رجوع کیا ہو یا بعد مرنے کے کچھ ضمان لکھا ہوا اور اگر یہ گواہی دی کہ یہ شخص اس مقتول کا بیٹا ہو کہ اسکے سواے کوئی اسکا وارث نہیں ہو اور قاتل عہد قتل لے کر دینے پڑینگے قال المترحم ثم قال فی الاصل ولو كانت الکاتب لم یدر الکاتبہ ولو قال المولی الخ پس حرف عطف غلط ہے والسنہ بشرطیکہ کاتب نے عقد مکاتب کو چھڑا نہو یا عبارت اصل سے ساقط ہے تو مقدمہ دیکھو ۲۱ مستر

کرنے کا اقرار کرتا ہو پس قاضی نے قصاص کا حکم دیدیا اور بیٹے نے اسکو قتل کر ڈالا پھر گواہوں نے جمع کر لیا تو قصاص کی ضمانت پر نہ ہوگی اور جو کچھ اس ارث بیٹے نے مقتول کے ترکہ میں سے لیا ہو وہ اسکے معروف دار ثون کو ڈانڈ دینگے اور گواہوں کو تعزیر دی جائیگی محیط خرسی میں لکھا ہو اگر آزاد کیے ہوئے کی ولا کی اسی سے مرنے کے بعد ادا کی پھر گواہی سے رجوع کیا تو جو کچھ آزاد کرنے والے معی نے ولا کے حق میں لیا ہو وہ اس آزاد کیے ہوئے کے معروف دار ثون کو ڈانڈ دینگے اگر ایک عورت کے نکاح کی گواہی دی اور قاضی کے حکم دینے کے بعد اسکا شوہر مر گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا یا شوہر کی زندگی میں گواہوں نے رجوع کیا تو اپنی کچھ ضمانت نہیں ہو اور اگر شوہر کے مرنے کے بعد نکاح کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو جو کچھ عورت نے میراث کا حصہ لیا ہو وہ باقی دار ثون کو ڈانڈ دینگے یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک مسلمان کی طرف سے جسکا باپ کافر تھا یہ گواہی دی کہ اسکا باپ مسلمان مرا ہوا میراث کا ایک بیٹا کافر ہو پس قاضی نے میراث کا مال اسکے بیٹے مسلمان کو دلایا پھر گواہوں نے گواہی سے رجوع کیا تو کافر بیٹے کو تمام مال میراث ڈانڈ دینگے یہ مہبوطین لکھا ہو اگر ایک کافر مسلمان ہو گیا پھر مر گیا اور اسکے دو بیٹے مسلمان ہیں کہ ہر ایک ان میں سے دعویٰ کرتا ہو کہ میں اپنے باپ کے مرنے سے پہلے مسلمان ہوا ہوں اور اس پر گواہ سنلے پس قاضی نے دونوں کو وارث گردانا پھر ایک کے گواہوں نے رجوع کیا تو جو کچھ اس بیٹے نے میراث میں پایا ہو سب دوسرے کو ڈانڈ دینگے اسی طرح اگر ایک شخص مر گیا اور اسکا ایک بھائی معروف ہو پس ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں میت کا بیٹا ہوں اور دو گواہوں نے اسکی طرف سے گواہی دی اور قاضی نے اسکو میراث دلادی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو تمام میراث کی ضمانت اسکے بھائی کو دینگے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا ہو کہ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آزاد ہو یا غلام ہو پھر دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص نے یہ اقرار کیا ہو کہ یہ میرا بیٹا ہو پس قاضی نے اسکا نسب ثابت کر دیا پھر وہ شخص مر گیا اور اسکی میراث اس لڑکے کو نکمہ قاضی دلائی گئی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو کچھ ضمانت نہوئے یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر ایک لڑکی اور ایک لڑکا قید کر کے داراخر بستے لائے گئے اور بیٹے ہو کر آزاد ہوئے اور باہم دونوں نے نکاح کیا پھر ایک عربی مسلمان ہو کر آیا اور گواہ لایا کہ یہ دونوں میری اولاد ہیں اور قاضی نے گواہی کے موافق اسکی اولاد قرار دی اور دونوں میں جدائی کر دی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو رجوع کرنا مقبول نہوگا اور شوہر سے منع کیا جائیگا کہ اس سے وطی نہ کرے اگرچہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی تھی اور ہمارے نزدیک گواہوں پر ضمانت نہیں ہو اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکی تھی کہ وہ اسکو اپنی باندی گمان کرتا تھا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ میری لڑکی ہو اور قاضی نے اسکی بیٹی ہونیکا حکم دیدیا تو مالک کو اس باندی سے وطی کرنا حلال نہیں ہو اگر یہ معلوم ہو گیا کہ انھوں نے جھوٹی گواہی دی ہے پس اگر گواہوں نے رجوع کیا تو اسکی قیمت کی ضمانت دینگے اگر وہ عورت مر گئی اور اسنے میراث چھوڑی تو اس شخص کو اسکی میراث کھانی جائز ہو اور وہی طرح اگر وہ شخص مر گیا تو اس عورت کو اسکی میراث کھانی جائز ہو یہ مہبوطین لکھا ہو ایک شخص مر گیا اور اسنے دو غلام اور ایک باندی اور اموال چھوڑے پھر دو گواہوں نے

یہ گواہی ہے کہ شخص اس میراث کا مالک ہے یا نہیں حقیقی بھائی ہو اور وارث ہو ہم اسکے سوا وارث نہیں جانتے ہیں اور قاضی نے سکود دونوں غلام اور باندی اور مال نے کاکلم کیا پھر دو گواہوں نے حاصل ایک غلام کی طرف سے یہ گواہی ہے کہ میراث کا بیٹا ہو اور قاضی نے اسکی گواہی جائز رکھا کہ تمام میراث اسکود لادی اور بھائی کو محروم کر دیا پھر دوسرے دو گواہوں نے دوسرے غلام کی طرف سے یہ گواہی ہے کہ میراث کا بیٹا ہو اور قاضی نے اسکی جائز رکھا اور پہلے کے ساتھ سکود لادیا بنایا اور مال دونوں کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا پھر گواہوں نے یہ گواہی ہے کہ میراث اس باندی کو آزاد کر کے اپنی زندگی میں اس سے نکاح کیا تھا پس قاضی نے نکاح اور مہر کا حکم دیدیا اور آٹھواں حصہ میراث اسکود لادیا اور ان دونوں میں سے ہر ایک سے سرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہو پھر پہلے بیٹے کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو تمام قیمت پہلے پسر کے آٹھ حصہ کر کے سات حصہ دوسرے بیٹے کو اور ایک حصہ عورت کو ڈانڈ دینگے اور جو کچھ اسنے میراث میں پایا ہو وہ سب دوسرے بیٹے کو دینگے نہ عورت کو اور بھائی کو بھی کچھ نہ دینگے اور سبطرح اگر دوسرے بیٹے کے دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو بھی ہی صورت ہو اور اگر عورت کے گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کی قیمت اور مہر اور میراث دونوں بیٹوں کو آدھی آدھی ڈانڈ دینگے اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ ہر ایک سے سرے کے وارث ہوئی ہو مگر مذکور کرتا ہو اور صرف اپنے آپکو وارث جانتا ہو اور اگر ہر ایک دوسرے کے وارث ہونے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہوں پر کسی صورت میں ضمانت نہیں ہو سبطرح اگر سب وارثوں کی وراثت ہو گواہوں کی گواہی پر ثابت ہوئی ہو خواہ ایک ہی وقت میں دونوں نے سب کی وراثت کی گواہی ہو یا اوقات مختلف میں شہادت ادا کی ہو لیکن ہر ایک بیٹے کے نسب کی علیحدہ دعویٰ کی گواہی ہو سبطرح کہ میراثے اسکوا پنا بیٹا کہا اور پھر اسکوا پنا بیٹا کہا اور قاضی نے حکم دیدیا اور پھر دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو بھی ہی حکم ہو اور اگر گواہ ایک فرق ہو یا چند فرق ہوں تو بیٹوں اور عورت کو ضمانت ہے میں کچھ فرق نہیں ہو اور فرق صرف بھائی کے ضمانت میں ہو پس اگر سب گواہ چند فرقے ہوں تو بھائی کو کچھ ضمانت دینگے اگرچہ اسکے وارث ہونیکا اقرار کریں اور اگر ایک ہی فرقہ ہو تو بھائی کے لیے ضمانت ہونے کے الگ سے وارث ہونیکا اقرار کرتے ہوں یہ محیط میں لکھا ہو اگر ایک شخص کے پاس ایک نابالغ غلام اور ایک باندی ہو پھر دو گواہوں کی گواہی دی کہ اسنے اقرار کیا ہو کہ یہ میراث کا بیٹا ہو اور دوسرے دو گواہوں نے یہ گواہی ہے کہ اسنے اس باندی کو آزاد کیا اور ہزار روپے اس کا نکاح کیا ہو اور وہ شخص مگر بچہ چھان سب باتوں کا قاضی نے حکم دیدیا پھر وہ شخص دو بیٹے سوائے اس بڑے کے کہ چھوٹے کر لگیا پس عورت کو سبطرح مہر کا حکم ہو اور میراث کے طور پر سب ان میں تقسیم کیا گیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بیٹے ہونے کے گواہ اسکی قیمت کے سوا اسکے حصہ کے ضمانت ہونے اور اسے ہی باندی کے گواہ اسکی قیمت کے سوا میراث کے ضمانت ہونے لیکن اگر مہر کے مثل سے زائد ہو تو بقدر زیادتی کے ضمانت ہونے کے مگر حصہ میراث میں سے کم کر دیا جائیگا یہ سبطرح میں لکھا ہو ایک شخص کی دو باندیاں ہیں کہ ہر ایک اسکی ملک میں ایک بچہ جنی ہو پھر دو گواہوں نے ایک بچہ کی نسبت گواہی دی ہے کہ اس شخص نے اسکوا پنا بیٹا کہا ہو اور وہ شخص انکار کرتا ہو اور دوسرے دو گواہوں نے دوسرے بچہ کی نسبت ہی گواہی دی ہے

بقدر زیادتی کے اسوجہ سے کہ وہ طے سے مہر میں اسکا حق ہو گیا ہو صرف زیادتی بذریعہ ان گواہوں کے نقصان ہو، ۳۶۷

پس قاضی نے دونوں بچوں کی نسبت اسکے بیٹے ہونے اور باندی کی نسبت ام ولد ہونیکا حکم دیا پھر بھون نے رجوع کیا
پس اگر گواہی اور رجوع کرنا اس شخص کی حیات میں واقع ہوا تو ہر فرق گواہ اس بیٹے کی قیمت جسکی گواہی ہی تھی اور
ام ولد کا نقصان قیمت اس شخص کو ادا کریں جس کا اکرین جس کا اکرین یا دوسرا شخص نے تلف کر دیا پھر مر گیا اور سوا ان دونوں
لڑکوں کے اسکا کوئی وارث نہیں ہو اور ہر ایک دوسرے سے انکار کرتا ہو تو ہر فرق گواہ اس لڑکے کی مان کی آدھی
قیمت جسکی نسبت بیٹے ہونیک گواہی ہی تھی دوسرے لڑکے کو ادا کریں کذا فی محیط الشری۔ اور ہر فرق اس لڑکے کی قیمت
جسکی نسبت گواہی ہی تھی دوسرے کو نہ دینگے کذا فی محیط اور ہر فرق نے جو کچھ اس شخص کو حالت زندگی میں لڑکے کی
گواہی میں اٹھ دیا ہو اس لڑکے کی میراث کے حصہ سے جو اسنے باپ کی میراث سے پایا ہو لے لینگے کذا فی محیط الشری اور
ہر فرق اس لڑکے سے ہر قدر مال جو دوسرے لڑکے کو ملے گی ان کی قیمت میں بعد نقصان کے دیا ہو نہیں لے سکتا ہو اور نہ
مال کی ضمان جو مشہود لڑکے نے میراث میں حاصل کیا ہو دوسرے کو دینگے اور اگر دونوں لڑکے وارث ہوں تو ہر ایک
دوسرے کی تصدیق کریں تو گواہوں پر کچھ ضمان ان لڑکوں کے لیے نہ دینا پڑے گی اور ہر فرق اپنے مشہود لڑکے سے اس
مال میں سے جو اسنے اپنے باپ کی میراث سے حاصل کیا ہو اسقدر مال واپس لینگا جو اسنے اسکے باپ کو اسکی قیمت اور
اسکی مال کے نقصان قیمت کے عوض دیا ہو کذا فی محیط اور اگر اس شخص کی زندگی میں گواہی واقع ہوئی اور رجوع
کرتا بعد وفات کے واقع ہوا تو ہر فرق گواہ دوسرے لڑکے کو مشہود لڑکے کی آدھی قیمت اور اسکی مان کی
آدھی قیمت ادا کرے گا اور ہر فرق مشہود لڑکے سے وہ مال نہیں لے سکتا ہو جو اسنے دوسرے کو ادا کیا ہو اور حاکم قیمت
ہو کہ ہر لڑکا دوسرے کے وارث ہونے سے انکار کرتا ہو اور اگر ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہو تو گواہ کسی کے
واسطے ضمان نہیں دینگے کذا فی محیط اور اگر گواہی اور رجوع دونوں بعد موت کے واقع ہوئی ہوں اور میراث کا
ایک بھائی یا بیوی باپ کی طرقت سے موجود ہو تو ہر فرق گواہ دوسرے کو مشہود لڑکے کی قیمت ڈانڈے گا اور اسکی مان کی
قیمت بھی جو باندی ہونے کی حالت میں تھی وہ ضمان دیگا اور جو کچھ دونوں کو میراث میں ملا ہو وہ بھی دیگا اور بھائی کو
ڈانڈے میں کچھ نہ دیگا کذا فی محیط الشری اور جو کچھ ضمان میں ادا کیا ہو وہ مشہود لڑکے کے حصہ میراث سے نہ لینگا اور اگر دونوں
گواہیاں ایک ہی فرق نے ادا کی ہوں مثلاً یوں کہا کہ موتی نے بکلمہ واحد کہا تھا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ان دونوں
باندیوں سے ہیں اور دونوں لڑکے بڑے ہیں کہ باندیوں کے ساتھ اسکے مدعی ہیں اور قاضی نے حکم دیدیا پھر
بھون نے رجوع کیا پس اگر مالک کی حیات میں رجوع ہو گیا ہو تو گواہ دونوں بیٹوں کی قیمت اور
نقصان ام ولد ہونے کا ادا کریں اور جب مالک نے اسکو لیکر تلف کر دیا پھر مر گیا تو جو کچھ بیٹوں کو میراث ملی ہو اس میں سے
بقدر ڈانڈے گواہ دونوں لڑکوں سے وصول کریں گے اور اگر میراث کا کوئی بھائی ہو تو اسکو کچھ ضمان میراث نہ دینگے
اور اگر گواہی مالک کی زندگی میں اور رجوع اسکے مرنے کے بعد واقع ہو تو گواہ بیٹوں یا بھائی کو کچھ ڈانڈے نہ دینگے
اور اگر گواہی رجوع دونوں بعد وفات مالک کے واقع ہو ہیں تو بیٹوں کو کچھ ضمان نہ دینگے مگر بھائی کو

۱۲ مشہود لڑکے کو شخص جسکے واسطے گواہوں نے اپنی گواہی سے کوئی ضمانت کیا

بائندوں اور بیٹوں کی قیمت سے اور بیٹوں کی میراث ڈانڈ دینگے اور اگر گواہ ایک ہی فریق ہوں اور لڑکے
 گواہی کے وقت چھوٹے ہوں تو انکے بالغ ہونے کا انتظار کیا جاوے گا پس اگر بالغ ہو کر انھوں نے گواہوں کی
 گواہی میں تصدیق کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ حالت بالغ ہونے میں گواہی کے وقت گواہوں کی تصدیق
 ایک سان ہو اور اگر بعد بالغ ہونیکے ہر ایک نے اس قدر کی تصدیق کی جو اسکے واسطے گواہی دی ہو اور جب قدر دوسرے
 کی واسطے گواہی دی ہو ایک تکذیب کی تو یہ صورت اور وہ صورت کہ ہر ایک کے واسطے ایک فریق گواہ نے علحدہ
 گواہی دی اور ہر ایک نے دوسرے کی تکذیب کی ہو کیا ان ہر دو یہ صورت امام محمد نے ذکر نہیں فرمائی کہ گواہ فریق
 واحد ہیں اور ہر ایک ہرے گواہوں کی اس قدر گواہی میں جتنی اسکے واسطے ہو تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب
 کی تو یہ گواہی مقبول ہوگی یا نہیں پس امام ابو علیٰ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مقبول نہ ہوگی اور عامہ مشل نے فرمایا کہ
 مقبول ہوگی اور چھوٹے اور بڑوں کا ایک حکم ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک شخص پر دوا ہوئے گواہی دی کہ
 اسے اقرار کیا ہو کہ یہ میرا بیٹا اس باندی سے ہو اور وہ شخص انکار کرتا ہو اور قاضی نے یہ حکم دیدیا پھر شہود علیہ کیا پھر
 اسکے مرتبے بعد دو گواہوں نے ایک لڑکے کی نسبت جو اسکی باندی سے اسکے قبضہ میں تھا یہ گواہی دی کہ میت نے
 اس لڑکے کی نسبت اپنی حیات میں ہمارے سامنے اقرار کیا کہ یہ لڑکا اس باندی سے میرا بیٹا ہو تو قاضی پہلے
 بیٹے کے سامنے اس گواہی کو قبول کرے گا اور نہ ثابت ہوگا اور اسکی مان تمام مال سے آزاد ہو جائے گی اور جو کچھ
 پہلے بیٹے کے قبضہ میں ہو ہیں سے ادا اسکو دلا دے گا پھر اگر دونوں فریق گواہوں نے رجوع کیا تو دوسرے کے گواہ
 دوسرے کی تمام قیمت اور اسکی مان کی تمام قیمت اور تمام میراث پہلے بیٹے کو ڈانڈ دینگے اور پہلے بیٹے کے گواہ کی اولہ
 اسکی مان کی نصف قیمت دوسرے بیٹے کو دینگے اور میراث کی کچھ ضمان نہ دینگے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو بدائع میں ہو کہ
 دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ موتی نے یہ اقرار کیا ہو کہ یہ باندی مجھ سے یہ بچہ جینی ہو اور وہ شخص منکر ہو پس قاضی نے
 یہ حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر اسکے ساتھ بچہ نہ ہو اور مالک کی زندگی میں رجوع کیا تو نقصان قیمت کی
 ضمان دینگے یعنی باندی کی قیمت سے ام ولد ہو جائے میں جب قدر نقصان ہو اور ادا کریں پس اگر مالک مر گیا تو ادا
 ہو گئی اور باقی قیمت وارثوں کو ڈانڈ بھرنیکے اور اگر اسکے ساتھ بچہ بھی ہو اور مالک کی زندگی میں رجوع کیا تو نقصان
 قیمت کے ساتھ بچہ کی قیمت بھی ادا کریں گے پس اگر اسکے بعد مالک مر گیا اور بچہ کا میراث میں کوئی شریک نہیں ہے
 تو اسکو کچھ ضمان نہ دینگے اور جو کچھ باپ نے ادا کیا ہو وہ اس سے واپس لینے بشرطیکہ ترکہ موجود ہو ورنہ
 لڑکے پر ضمان نہ ہوگی اور اگر لڑکے کے ساتھ میت کا بھائی ہو تو باقی قیمت کا نصف اسکو ڈانڈ دینگے اور
 بیٹے سے اسی قدر لین گے جو باپ نے وصول کیا ہو نہ وہ جو بھائی کو ڈانڈ دیا ہو اور لڑکے کے جو میراث
 لے لی وہ بھائی کو ڈانڈ نہ بھرنیکے پس اگر بعد وفات مالک کے رجوع کیا پس اگر لڑکے کا کوئی شریک
 نہ ہو تو گواہوں پر ضمان نہیں ہو ورنہ بھائی کو باندی کی باقی نصف قیمت اور لڑکے کی نصف قیمت کی ضمان دینگے اور میراث

لے مشہود علیہ نہ شخص جبر گواہوں نے اپنی گواہی سے کوئی امر ثابت و لازم کیا ۱۲

اور ہر فرق گواہ اپنے مشہودہ کی قیمت اور میراث دوسروں کو ڈانڈ دینگے اور اگر میت نے ایک بھائی معروف اور ایک غلام اور ایک باندی چھوڑی پھر غلام کی نسبت دو گواہوں نے بیٹے ہونے کی اور دوسروں نے باندی کی نسبت بیٹی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہی پر بیٹے و بیٹی کے درمیان میراث تقسیم کر دی پھر گواہوں نے جمع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو نصف میراث اور نصف قیمت غلام کی اور بیٹی کو چھٹا حصہ اور نصف قیمت غلام کی ڈانڈ دینگے اور بیٹی کے گواہ باندی کی قیمت اور میراث خاصہ بیٹے کو ڈانڈ دینگے یہ ذخیرہ میں لکھا ہوا اور بھی نوادر بنیابان میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور ایک بیٹی اور ایک بھائی باپ کی طرف سے چھوڑا پس قاضی نے بھائی کو آدھا اور بیٹی کو آدھا دلایا پھر ایک شخص نے اگر دعویٰ کیا کہ میں میت کا مان باپ کی طرف سے بھائی ہوں پھر ایک گواہ نے اسکے مان باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور دوسرے نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور تیسرے نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے آدھی میراث اسکو دلادی پس اگر اس گواہ نے جمع کیا جس نے مان باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تھی تو حسب قدر میراث اسکو پہنچی ہو اسکے آدھے کا ضامن ہو گا اور اگر باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے جمع کیا تو اسکی میراث کے تین آٹھویں حصہ کا ضامن ہو گا اور اگر ان کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ نے جمع کیا تو آٹھویں حصہ میراث کا ضامن ہو گا یہ محیط میں لکھا ہوا نوادر ابن سماعہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسے ایک چچا زاد بھائی چھوڑا اور اسکے قبضہ میں اپنے ہزار درم چھوڑے پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ میں میت کا بھائی ہوں اور قاضی نے اسکو ہزار درم دلادی پھر بھائی کے گواہوں نے جمع کیا تو چچا زاد بھائی کو اس سے ضمان لینے کا اختیار نہیں ہو پھر اگر اسکے بعد بیٹے کے گواہوں نے جمع کیا تو بھائی اسے ہزار درم کی ضمان لے سکتا ہو اور جب لیے تو چچا زاد بھائی بھی بھائی کے گواہوں سے ہزار درم لے سکتا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہوا ایک شخص مر گیا اور اسے ایک بیٹا چھوڑا اور اسے میراث لے لی پھر دوسرے نے اگر میت کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا اور بیٹے معروف نہ بن سکے نسبت انکار کیا اور اس سے بھی انکار کیا کہ مجھے میراث سے کچھ وصول ہوا ہو پھر مدعی دو گواہ لایا کہ یہ میت کا بیٹا ہو اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دو گواہ لایا کہ اس معروف نسب بیٹے کو میراث میت سے اس اس قدر ملا ہو پس قاضی نے اس میں سے نصف مال معی کو دلایا پھر ب کے گواہوں نے جمع کیا تو حسب قدر مال معی کو پہنچا ہو اسکی ضمانت نیگے پس اگر ضمانت داکرنیکے بعد دوسرے گواہوں نے بھی جمع کیا تو نسب کے گواہ اسے واپس لینگے اور اگر سبھوں نے کیا رگی جمع کیا تو معروف بیٹے کو اختیار ہو چاہے نسب کے گواہوں سے ضمان لے اور وہ مال کے گواہوں سے لے لین گے یا مال کے گواہوں سے وصول کر لے یہ محیط میں لکھا ہو جامع میں روایت ہے کہ ایک شخص کے ہزار درم کی ودیعت ایک شخص کے پاس اور وہ اقرا کرتا ہو پس وہ شخص مر گیا پھر ایک شخص نے دو گواہ سنائے کہ میں میت کا مان واپسے رشتہ سے چچا ہوں اور گواہوں نے بیان کیا کہ ہم سولے اسکے اور کوئی وارث نہیں جانتے ہیں پس قاضی نے حکم دیدیا پھر دوسرا آیا

اور اسے گواہ سنائے کہ میں مان بپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں پس قاضی نے حکم دیدیا اور چچا سے مال واپس کر کے اسکو دلادیا پھر اگر دوسرے نے یہ گواہ سنائے کہ میں میت کا بیٹا ہوں کہ گواہ میرے سوا کسی وارث نہیں جانتے ہیں تو بھائی سے واپس کر کے مال اسکو دلادیا جائیگا پس اگر سب نے رجوع کیا تو بیٹے کے گواہ بھائی کو ضمان دینگے اور بھائی کے گواہ چچا کو ضمان نہ دینگے اور چچا کے گواہ اس شخص کو جسکے پاس ودیعت تھی ضمان نہ دینگے اسی طرح اگر سب نے یکبارگی گواہی دی اور رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے ایک لڑکی اور ایک مان بپ کی طرف سے بھائی چھوڑا پس بیٹی نے آدھا مال لے لیا اور آدھا مال بھائی نے لے لیا پھر ایک شخص نے گواہ سنائے کہ وہ میت کا مان و بپ کی طرف سے بھائی ہے اور قاضی نے اسکو بھائی معفو فی نسب کے ساتھ نصف نصف کا شریک کر دیا پھر دونوں گواہوں نے بپ کی طرف سے بھائی ہونے یا مان کی طرف سے بھائی ہونے ایک سے انکار کیا اور دوسرے پر ثابت رہے تو حنفیہ میراث اسکو ملے گی ہوا اسکے نصف کے ضامن ہوں گے اسی طرح اگر ایک گواہ نے اسکے بپ کی طرف سے بھائی ہونے اور دوسرے نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی سے انکار کیا تو ہر ایک گواہ چوتھائی میراث کا ضامن ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور اسنے دو بھائی مان کی طرف سے اور ایک بھائی بپ کی طرف سے چھوڑا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں مان بپ کی طرف سے ایک بھائی ہوں اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ ان کی طرف سے اس کا بھائی ہے اور قاضی نے حکم دیا پس اسنے بپ کی طرف سے بھائی کے پاس جو مال تھا اسکی دو تہائی لے لی پھر گواہوں نے رجوع کیا تو جنھوں نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تھیں چوتھائی اس مال کا اور جنھوں نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی تھیں ایک چوتھائی ڈانڈ بھرن اور اگر مان کی طرف سے دو بھائی کے بجائے ایک ہی بھائی اسنے چھوڑا ہو تو پھر ایک شخص نے ان و بپ کی طرف سے بھائی ہونے کا دعویٰ کیا اور دو گواہوں نے بپ کی طرف سے بھائی ہونے کی اور دوسرے نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور اسنے پانچ چھٹے حصہ میراث کو لیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو بپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہوں پر تین چھٹے حصہ کی اور چوتھائی حصہ شتم کی ضمان اور دوسروں پر چھٹا حصہ اور ایک چھٹے کی تین چوتھائی کی ضمان جب ہوگی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ ایک شخص مر گیا اور اسنے دو بھائی مان کی طرف سے چھوڑے اور ایک بھائی بپ کی طرف سے چھوڑا پس قاضی نے ان دونوں بھائیوں کو تہائی دیا اور علاتی بھائی کو دو تہائی دیا پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میں مان بپ کی طرف سے میت کا بھائی ہوں پس گواہوں نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی اور میری کہا کہ بپ کی طرف سے بھائی ہونے کے میرے دونوں گواہ غائب ہیں تو قاضی مان کی طرف سے بھائی ہونے کا حکم دیدیگا اور اسکو ان دونوں خیمانی بھائیوں کے ساتھ شامل کر سکتا ہے پس اگر اسنے شامل کر دیا پھر دونوں غائب گواہ حاضر ہوئے تو قاضی انکی گواہی پر اسکو مان بپ کی طرف سے بھائی قرار دیگا اور خیمانی بھائیوں سے جو اسنے لیا ہو وہ علاتی بھائی سے وصول کر کے تہائی پوری کرینگے اور باقی دو تہائی مال اسکو دلایا جائیگا پس اگر کسی نے

گواہوں نے جمع کیا تو جنہوں نے مان کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہو ضامن نہ ہو گئے اور جنہوں نے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کی گواہی دی ہو وہ دو تہائی مال اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے معروف ہو ضمانت نیگے اور اگر اس نے پہلے باپ کی طرف سے بھائی ہونے کے گواہ سنائے اور قاضی کے حکم سے اس نے باپ کی طرف سے بھائی کے حصہ سے آدھا لے لیا پھر مان کی طرف سے بھائی دے گواہ حاضر ہوے اور انکی گواہی پر اس نے باقی آدھا بھی لے لیا پھر سب گواہوں نے جمع کیا تو ہر فرق پر نصف ضمانت لازم ہوگی کذا فی المحیط

اٹھواں باب وصیت کی گواہی سے جمع کرنے کے بیان میں۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میرے مجھے تہائی ہر مال کی وصیت کی ہو پس گواہوں کی گواہی پر قاضی کے حکم سے اسکو تہائی مال ہر چیز سے مل گیا پھر اگر گواہوں نے جمع کیا تو سب تہائی مال کے ضامن ہونگے اس طرح اگر گواہوں نے زندگی میں تہائی مال کی وصیت کی گواہی دی اور بعد موت کے مخاصم ہوا تو بھی یہی صورت ہو سکتی ہو اور یہی حکم ہو یہ محیط خرسی میں لکھا ہو اگر بعد موت کے گواہوں نے گواہی دی کہ میرے اس مدعی کے واسطے اس باندی کی وصیت کی تھی اور وہ باندی تہائی مال ہو اور حکم ہو گیا اور مدعی نے سلوم ولد بنایا پھر گواہوں نے گواہی سے جمع کیا تو جس روز قاضی نے حکم دیا ہو اس دن جو قیمت اس باندی کی ہو اور اگر تین اور عقراور بچہ کی قیمت کے ضامن نہ ہونگے اور یہی طرح اگر اس شخص کے سولے دوسرے سے بچہ جنی تب بھی وارثوں کے لیے عقراور بچہ کی قیمت کے ضامن نہ ہونگے یہ مروط میں ہو پس اگر حکم قاضی کے روز کی قیمت میں کہ باندی کی اس روز کیا قیمت تھی گواہوں اور وارثوں میں اختلاف ہوا اور گواہوں نے کہا کہ اس دن اسکی قیمت ہزار دو سو تھی اور وارثوں نے کہا نہیں بلکہ دو ہزار دو سو تھی پس اگر باندی مر گئی ہو تو گواہوں کا قول لیا جائے گا اور اگر زندہ موجود ہو تو زمانہ حال کے موافق اگر اسکی قیمت دو ہزار ہو تو وارثوں کا قول اور اگر ایک ہزار ہو تو گواہوں کا قول لیا جائے گا اور اگر فی الحال اسکی قیمت دو ہزار ہو اور گواہوں نے گواہی دی کہ حکم قضا کے روز اسکی قیمت ہزار دو سو تھی تو گواہی مقبول ہوگی یہی طرح اگر فی الحال اسکی قیمت ہزار دو سو ہو اور وارثوں کے گواہوں نے حکم قضا کے روز دو ہزار دو سو ہونا بیان کیا تو انکی گواہی مقبول ہوگی پس اگر دونوں فریق نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیے تو وارثوں کے گواہ مقبول ہونگے یہ محیط میں لکھا ہو ایک شخص تین ہزار دو سو اور ایک بیٹا چھوڑ کر مر گیا پھر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہو اور دوسرے دو گواہوں نے دوسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور تیسرے دو گواہوں نے تیسرے شخص کے واسطے ایسی ہی گواہی دی اور میت کا بیٹا اس سے انکار کرتا ہو اور تینوں موصی اہم میں بھی ایک دوسرے کا انکار کرتا ہو پس قاضی نے تہائی مال تینوں کو تقسیم کر دیا پھر سب گواہوں نے جمع کیا تو بیٹے کو کچھ ضمانت نہ دینگے کذا فی محیط الخرسی اور ہر فرق گواہ دوسرے دونوں موصی لہا کے واسطے سولے اسکے جسکی طرف سے گواہی دی تھی تہائی کی تہائی مال کے ضامن ہونگے اور اس طرح اگر ایک گواہوں کی پہلے تعدیل ہوئی اور اسکے لیے تہائی مال کا حکم ہو گیا پھر دوسرے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور اسکے لیے تین سے آٹھ مال کا حکم ہوا پھر تیسرے گواہوں کی تعدیل ہوئی اور اسکے لیے بھی دونوں کے حصہ سے تہائی دلایا گیا پھر سب گواہوں نے

رجوع کیا تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر ایک کے واسطے وصیت کا گواہی پر حکم ہو پھر دوسرے گواہوں نے گواہی دی
 میت نے اسکی وصیت سے رجوع کر کے اس زید کی واسطے وصیت کی ہو پہل قاضی نے پہلے سے مال واپس کر کے
 زید کو دلا دیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید کی وصیت سے رجوع کر کے میت کے واسطے وصیت کی ہو اور قاضی نے
 دوسرے سے لیکر تیس کے کو دلا دیا پھر سب گواہوں نے رجوع کیا تو عمر کے گواہ زید کو کامل تہائی دینگے اور زید کے گواہ
 پہلے کو تہائی کا نصف دینگے اور پہلے کے گواہ پھر ضامن ہونگے اور نہ وارثوں کے لیے ضامن ہونگے یہ محیط خسی میں لکھا
 ہے اور اگر گواہوں نے رجوع نہ کیا لیکن دوسرے کا گواہ ایک غلام نکلا تو تہائی مال پہلے اور تیسرے کے درمیان آدھا
 آدھا تقسیم ہوگا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص مر گیا اور تین ہزار درم چھوڑے اور تہائی مال کی ایک شخص کی واسطے وصیت
 کی اور سکو دیا گیا پھر دو شخصوں نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس وصیت سے رجوع کر لیا تھا پس وہ مال وارثوں کو دلا دیا
 گیا پھر خنین و نون گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے دوسرے شخص کی واسطے یہ وصیت کی تھی پس سکو دلا دیا گیا پھر دو نون گواہوں نے
 سے رجوع کیا تو تہائی مال کے دو مرتبہ ضامن ہونگے ایک بار وارثوں کو ڈانڈ دینگے اور ایک مرتبہ پہلے موصی کو ڈانڈ
 بھرینگے اور اگر وصیت اول سے رجوع کرنے کی اور دوسرے کی واسطے وصیت کر نیکی گواہی دی اور بعد حکم قاضی کے رجوع کیا
 یا فقط پہلی وصیت سے رجوع کر نیکی گواہی دی اور نہ نوز اسکا حکم نہوا تھا کہ دوسرے کی واسطے تہائی کی وصیت کی گواہی دی
 اور یہ صورت مسئلہ واقع ہوئی تو صرف پہلے موصی کو ڈانڈ دینگے نہ وارثوں کو اور اگر مٹا رجوع و وصیت کی گواہی دی
 اور حکم ہو گیا پھر دوسری وصیت کی گواہی سے رجوع کیا اور پہلے کی وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے رجوع نہ کیا تو
 اسے دریافت کیا جائیگا کہ رجوع وصیت کی گواہی سے رجوع کرتے ہو یا نہیں پس اگر سکوت کیا یا گواہی رجوع پر ثابت
 رہے تو ایک تہائی وارث کو دینگے پھر اگر پہلے وصیت کی گواہی سے رجوع کرنے کی گواہی سے بھی رجوع کیا تو دوبارہ ایک
 تہائی پہلے موصی کو ڈانڈ دینگے اور اگر وقت دریافت کرنے کے انھوں نے بیان کیا کہ پہلے رجوع کی گواہی سے بھی
 ہم نے رجوع کیا تو صرف ایک تہائی مال موصی کو دینگے نہ وارث کو اور اگر پہلے فقط وصیت سے رجوع کرنے کی گواہی سے
 رجوع کیا اور دوسرے کے واسطے وصیت کر نیکی گواہی سے رجوع نہ کیا تو پہلے موصی کو تہائی مال کے آدھے کی ضمانت دینگے
 پھر اگر دوسرے کے واسطے وصیت کر نیکی گواہی سے بھی رجوع کیا تو باقی مال بھی پہلے موصی کو دینگے یہ کافی میں لکھا ہے
 ایک شخص تین غلام مساوی قیمت کے چھوڑ کر مر گیا پس دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس نے اس غلام کی قیمت
 زید کے واسطے وصیت کی ہے اور حکم ہو گیا پھر دوسرے دو گواہوں نے اس وصیت سے رجوع کرنے اور دوسرے غلام کی
 عمر کے واسطے وصیت کر نیکی گواہی دی اور حکم ہو گیا اور پہلا غلام وارثوں کو واپس دلا گیا پھر دو گواہوں نے وصیت
 ثانی سے رجوع کرنے کی اور تیسرے غلام کی بکری کے واسطے وصیت کر نیکی گواہی دی اور یہ حکم ہو گیا پھر سبھوں نے رجوع
 کیا تو پہلے کے گواہوں پر کسی کو ضمانت نیالازم نہیں ہے اور دوسرے کے گواہ آدھی قیمت پہلے کو دینگے اور دوسرے کو
 تیسرے کے گواہ غلام کی قیمت ڈانڈ دینگے اور وارث کسی سے ضمانت نہیں لے سکتا ہے اور اگر سبھوں نے ایک بار کی
 گواہی دی اور ایک بار کی تعدیل ہوئی اور تیسرے کے واسطے حکم دیا گیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو تیسرے کے

گواہ وارثوں کو ضمانت یوں اور پہلے اور دوسرے کے گواہوں پر کچھ ڈانڈ نہیں ہو پس اگر دوسرے نے تیسرے کے گواہوں سے ضمانت لینی چاہی تو وصیت کے گواہ اپنے قائم کر کے لے سکتا ہو پھر گواہ وارثوں سے واپس لے سکتے ہیں اگر پہلے نے دوسرے کے گواہوں سے ضمانت لینی چاہی تو دوسرے کے گواہوں پر گواہ وصیت قائم کر کے لے سکتا ہو اور غلام کی نصف قیمت کا حکم انہیں کیا جائیگا کہ اول کو اگرین یہ محیط منہی میں لکھا ہو اگر اس نے دو غلام چھوڑے کہ ہر ایک کی قیمت ایک ہزار درم ہو اور اسکا تہائی مال ایک ہزار درم ہو پس ہر فریق گواہ نے ایک غلام کی ایک شخص کیواسطے وصیت کرنے کی گواہی دی اور ہر ایک کے واسطے آدھے غلام کا حکم ہو گیا اور دونوں فریق گواہوں نے رجوع کیا تو وارث کیواسطے انہیں ڈانڈ نہ ہوگی اور ہر فریق دوسرے موصی کہ کو غلام کی نصف قیمت ادا کرے گا اور اگر دونوں غلام میرے تہائی مال بن سکتے ہوں تو ہر فریق وارث کو اس غلام کی قیمت دیگا جسکی نسبت اس نے گواہی دی کی ہو اور اگر اسکا تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہووے اور ہر ایک کے واسطے تین چوتھائی غلام کا حکم دیا گیا پس اگر رجوع کیا تو ہر فریق پانچ سو درم وارثوں کو ضمانت دینگے اور ہر فریق دوسرے موصی کہ کو ڈھائی سو درم چوتھائی قیمت غلام کی ڈانڈ دینگے اور اگر تہائی مال دو ہزار درم ہو اور قیمت ایک غلام کی دو ہزار درم ہو اور دوسرے کی ایک ہزار درم ہو تو ہر ایک کے واسطے اسکے غلام کی دو تہائی کا حکم دیا جائیگا پس اگر رجوع کیا تو دو ہزار والا سبق ایک ہزار وارثوں کو اور تہائی ہزار دوسرے موصی کہ کو ڈانڈ دیگا اور ہزار والا فریق دو تہائی ہزار کی دو ہزار والے موصی کہ کو دیگا اور وارثوں کی ضمانت اسپر نہیں ہو اور اگر ہر ایک غلام ہزار کی قیمت کا ہو اور تہائی مال ہزار درم ہو اور دوسرے فریق نے یہ گواہی دی کہ میت نے پہلی وصیت سے رجوع کر کے دوسرے کو وصیت کی ہو تو بعد رجوع کے پہلے موصی کہ کو اسکے غلام کی قیمت کی ضمانت دینگے اور وارثوں کا کچھ حق پہلے یا دوسرے فریق پر نہیں ہو اور اگر دونوں غلام تہائی مال سے نکلے اور تہائی مال دو ہزار درم ہو تو دوسرے کے گواہ پہلے کو اسکے غلام کی قیمت اور وارثوں کو دوسرے کی قیمت ڈانڈ دینگے اور اگر تہائی مال ڈیڑھ ہزار ہو تو دوسرے کے گواہ پہلے کو اسکے غلام کی قیمت اور وارثوں کو دوسرے کی آدھی قیمت کی ڈانڈ دینگے یہ کافی میں لکھا ہے اگر یہ گواہی دی کہ میت نے اپنے ترکہ میں سے اس شخص کے واسطے وصیت کی تھی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر موصی نے اس میں سے کچھ تلفت کیا تو دونوں گواہوں پر کچھ ضمانت نہیں ہے

صرف ضمانت موصی پر ہوگی کذا فی السحاوی

توان باب حدود اور جریموں کی گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں۔ اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر ہزار درم معین کی چوری کی گواہی دی اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو اسکے ہاتھ کی دیت اپنے مال سے دیوین اور دونوں پر قصاص ہمارے نزدیک نہیں ہوگا اور ہزار کی ضمانت بھی دین کیونکہ شہود علیہ کا مال ضائع کیا ہو اسبطر نفس یا باذن نفس میں ہر جگہ یہی حکم ہو یہ موقوف میں لکھا ہو۔ اور اگر اسپر دو چوریوں کی گواہی دی اور اسکا ہاتھ کاٹا گیا پھر ایک گواہی سے رجوع کیا تو انہیں ضمانت نہیں آتی ہو یہ عتابیہ میں لکھا ہو چار آدمیوں

نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور دو گواہوں نے اسے محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیان قبول کر کے اس کے رحم کرنا حکم دیا پھر سبھوں نے رجوع کیا تو زنا کے گواہ دیت کی ضمان دینگے اور ہمارے علما و شہ کے نزدیک نہ کہ حد قذف ماری جائیگی اور محسن ہونے کے گواہوں پر ضمان نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر چار گواہوں نے ایک شخص پر زنا کی گواہی دی اور وہ محسن نہیں ہے پس امام نے اسکو دس مارے اور وہ زخمی ہوا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو امام عظم کے نزدیک نہ کہ زخموں کی ضمانت نہوگی اور صاحبین کے نزدیک سہن خلاف ہے اور اگر درون سے وہ زخمی نہیں ہوا تو بالاتفاق انہر ضمان نہوگی اور ایسا ہی اختلاف حد قذف اور حد شراب بخاری اور غیر میں ہے یہ مہر میں لکھا ہے اگر حکم سے پہلے ایک گواہ نے رجوع کیا تو سب کو حد ماری جاوے گی اور اگر بعد حکم ہونے کے قبل اس کے کہ حد ماری جاوے ایک گواہ نے رجوع کیا تو امام محمد کے نزدیک سہی کو حد ماری جاوے گی اور امام عظم و امام ابو یوسف کے نزدیک سب کو حد ماری جاوے گی اور اگر بعد حد مارے جانے کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو خاص اسی کو حد ماری جائیگی یہ جاری میں لکھا ہے اگر چار آدمیوں نے ایک شخص پر زنا کرنے میں حصہ لیا گواہی دی اور قاضی نے اس کے رحم کرنا حکم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا اور وہ شخص زندہ تھا مگر پھر وہ نے اسکو زخمی کر دیا تھا تو قاضی اس سے حد دفع کرے گا اور گواہ اس کے زخموں کی دیت کے ضامن ہونگے یہ بطور میں لکھا ہے اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی اسنے اپنا غلام آزاد کیا ہو اور اس غلام پر چار آدمیوں نے زنا کرنے اور محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے گواہیان قبول کر کے اسکو آزاد کر کے رحم کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو آزادی کے گواہوں پر مالک کی قیمت یعنی پڑی اور زنا کے گواہوں پر دیت لازم ہوگی پس اگر غلام کا کوئی وارث عصبات میں سے نہ ہو تو یہ دیت مالک کی ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر چاروں گواہوں میں سے ایک گواہ آزاد سی کا ہو تو دیت کے حصہ کے ساتھ قیمت کا حصہ بھی نیا اسکو پڑے گا چارویں میں لکھا ہے اگر چار شخصوں نے آزادی اور زنا اور محسن ہونے کی گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا پھر آزادی سے رجوع کیا تو قیمت کے ضامن ہونگے اور اگر دو گواہوں نے آزادی سے اور دو گواہوں نے زنا سے رجوع کیا تو آزادی سے رجوع کرنے والوں کو کچھ نہیں اور زنا سے رجوع کرنے والوں پر آدمی دیت اور حد قذف لازم آدگی یہ مہر میں لکھا ہے اگر گواہوں نے اپنے مورث پر یعنی باپ یا بھائی یا چچا وغیرہ پر زنا کی گواہی دی اور وہ محسن ہے تو وہ رحم کیا جاوے گا اور اس تحت کیوجہ سے اسے جلدی سے میراث ملنے کیو بسطے یہ گواہی دی ہے معتبر نہوگی پس اگر وہ رحم کیا گیا اور یہ لوگ اس کے قتل میں نہ پہنچے پھر ایک نے رجوع کیا تو جو تھائی دیت ادا کرے اور وارث ہوگا اور اگر قتل میں پہنچے اور ایک نے رجوع کیا اور رجوع میں دوسروں نے اسکی تکذیب کی تو ڈانڈ نہ دیا اور وارث ہوگا اور اگر یہ کہ اسکو نے جھوٹی گواہی دی کیونکہ تو نے اس کے زنا کرنے کو نہیں دیکھا تھا اور ہم نے دیکھا تھا تو اسکی چوتھا دیت ڈانڈ دیا اور وارث ہوگا اور اگر سب نے

۱۱ تو سب کو یعنی زنا کے ثبوت میں چار گواہ ضرور ہیں پس جیسا کہ نے رجوع کیا تو باقی قیمت رکھنے والے ہوئے پس سب کو قیمت کی حد ماری جائے گی **۱۲** ایک گواہ آزادی کا لینے آزادی پر جن دو گواہوں نے گواہی دی

باخبرین میں سے ایک ان چار گواہوں میں ہے جنہوں نے زنا کی گواہی دی **۱۳**

اسکی گواہی کی تکذیب کی اور رجوع کرنے میں اسکی تصدیق کی تو مقتول مرحوم کی دیت سبباً کرینا ورنہ کب حلفہ
 ماری جائیگی اور میرا شے محرم ہینگے اور جو کوئی اسکا قریب تر رشتہ دار ہوگا اسکو میراث دلائی جائیگی یہ کافی میں لکھا
 ہو اگر قصاص کی گواہی ہی پھر بعد قتل کر دینے کے رجوع کیا تو دیت کے ضامن ہنگے اور اسے قصاص نہ لیا جائیگا یہ مضمر
 میں لکھا ہو اور اگر یہ گواہی ہی کہ اسے فلان کو خطا سے قتل کیا ہو پھر رجوع کیا تو اسے مال سے دیت و اگر میں ہی طرح اگر
 گواہی ہی کہ اسے خطا سے فلان کا ہاتھ کاٹ ڈالا ہو اور قاضی نے حکم دیا پھر رجوع کیا تو ہاتھ کی دیت کے ضامن
 ہونگے یہ بدلے میں لکھا ہو تین آدمیوں نے عہد اُقتل کر نیکی گواہی ہی اور قاضی نے ولی کو قصاص لینے کا حکم دیا اور
 اسے ضرب سے اسکا ہاتھ کاٹا پھر ایک نے رجوع کیا تو قصاص کا حکم بحالہ باقی رہیگا پھر اگر ولی نے قتل کیا اور دوسرے نے
 رجوع کیا تو ولی پر ضمان آویگی اور پہلا رجوع کرینو والا ہاتھ کی چوتھائی دیت اپنے مال سے ہر طرح ادا کرے کہ وہ تہائی
 پہلے سال میں اور ایک تہائی دوسرے سال میں اور دوسرا رجوع کرینو الا جان کی آدھنی دیت اپنے مال سے تین سال
 میں ادا کرے ہر سال میں تہائی دیت دیوے پھر اگر اسکے ساتھ تیسرے نے بھی رجوع کیا تو وہ باقی نصف دیت تین سال
 میں ہر سال ایک تہائی دیت ادا کرے اور پہلا راج چوتھائی دیت دسکے تہائی ہتھ کی زیادتی ادا کرے پس اگر تیسرا گواہ
 غلام نکلا تو کامل دیت ہاتھ کی پہلے اور دوسرے پر لازم ہوگی اور جان کی دیت ولی کی مددگار برادری پر تین سال میں
 چوبیسگی تین آدمیوں نے عہد اُقتل کر نیکی گواہی ہی اور حکم کے بعد ولی نے قاتل کا ایک ہاتھ قطع کیا پھر ایک گواہ نے رجوع
 کیا اور ولی نے اسکا پانوں کاٹ دیا پھر دوسرے گواہ نے رجوع کیا تو عامہ روایات کے موافق قصاص باطل ہو گیا پس
 اگر دونوں زخمیوں سے اچھا ہو گیا تو پہلے پر چوتھائی دیت اور دوسرے پر چوتھائی دیت اور آدھا جرمانہ پانوں کا واجب
 ہوگا پس اگر تیسرا گواہ غلام ہو تو پانوں کی دیت ولی پر ہوگی۔ اور اگر دونوں زخمیوں سے مر گیا اور تیسرا گواہ غلام ہے تو
 دونوں پر آدھی دیت اور آدھی ولی کی مددگار برادری پر ہوگی پس اگر تیسرے نے رجوع کیا اور اسکا غلام ہونا
 معلوم نہوا پس اگر دونوں زخمیوں سے اچھا ہو گیا تو ہاتھ کی دیت سب پر تین حصہ ہو کر برابر تقسیم ہوگی اور پانوں
 کی دیت دوسرے اور تیسرے پر دو حصہ کر کے تقسیم ہوگی اور اگر مر گیا تو دیت سب پر تین حصہ ہو کر تقسیم ہوگی محیط
 خمری میں لکھا ہو ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اسے میرے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہو اور وہ اس زخم
 سے مر گیا اور گواہ لایا جنہوں نے گواہی دی کہ اسے اسکے ولی کا ہاتھ خطا سے کاٹ ڈالا ہو اور اس زخم سے
 مرجانے کی گواہی نہیں دی اور وہ دوسرے دو گواہ لایا کہ انھوں نے ہاتھ کے زخم سے مرجانے کی گواہی ہی
 اور ہاتھ کاٹنے کی گواہی نہیں دی پس قاضی نے اسکی مددگار برادری پر دیت دینے کا حکم کیا پھر ہاتھ کاٹنے کے گواہوں
 نے ہی خاص کر رجوع کیا تو پوری دیت کے ضامن ہونگے پھر اگر موت کے گواہوں نے رجوع کیا تو ہاتھ کاٹنے کے گواہ ان سے
 واپس لینے ہی طرح اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ اسے جوڑے سے میری انگلی کاٹ دی خطا سے اور میرا ہاتھ شل
 ہو گیا اور مرا علیہ نے اس سے انکار کیا پس مدعی دو گواہ اس امر کے لایا کہ اسے انگلی کاٹی مگر شل ہو جانکی گواہی ہی
 پھر دو گواہ لایا کہ انھوں نے انگلی کٹنے سے شل ہونکی گواہی ہی پس قاضی نے انگلی کاٹنے والے کی مددگار برادری پر ہاتھ

لے قاتل اپنے مال سے مددگار برادری پر دیت کر نیکی

کی دیت دینے کا حکم کیا پھر انکلی کاٹنے کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ تمام جرمانہ کف کے ضامن ہو گئے پھر اگر مثل ہو
 کے گواہوں نے رجوع کیا تو پہلے گواہ ان گواہوں سے تمام جرمانہ واپس لینے کے سواے ایسا انکلی کے جرمانہ کے
 کہ وہ خاصۃً انھیں پر رہ گیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اس شخص کے غلام نے خطا سے ایک شخص کو
 قتل کیا ہے اور دوسرے دو گواہوں نے اس غلام کے آزاد کر دینے کی گواہی دی خواہ دونوں گواہان معاذرین ہوں
 کی پہلے گواہی اور حکم معاذرین قتل کا پہلے ہوا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو قتل کے گواہ کی ہزار دہم قیمت کے ضامن ہو گئے
 اور آزاد دی کے گواہ دس ہزار دہم قیمت کے اور ہزار دیت کی ضمان دینے پس اگر پہلے آزاد دی کے گواہ گورے اور
 حکم ہو گیا پھر دوسرے گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے آزاد ہونے سے پہلے قتل کیا ہے اور مالک اسکو جانتا ہے پھر گواہوں
 رجوع کیا تو آزاد دی کے گواہ کی قیمت کے ضامن ہو گئے اور قتل کے گواہ دس ہزار کے ضامن ہو گئے کذا فی الحکم
 اگر عتق معلق کی گواہی دی مثلاً یوں کہ اس کے غلام نے زید کے ولی کو قتل سے پہلے قتل کیا ہے اور وہ جانتا ہے اور
 غلام کی قیمت ہزار دہم ہے اور دوسروں نے گواہی دی کہ اس شخص نے قتل کیا تھا کہ اگر میرا غلام گھبرن داخل ہوا تو
 وہ آزاد ہو اور تیس ہزار فریق نے گواہی دی کہ اس کا غلام آج گھبرن داخل ہوا ہے قاضی نے حکم دیا پھر گواہوں نے رجوع کیا
 تو قسم کے گواہ جرمانہ کے ضامن ہو گئے اور ہزار دہم دینگے اور گھبرن داخل ہونے کے گواہوں پر کچھ ضمان نہیں
 یہ محیط سرخی میں لکھا ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے امداد وایت ہے کہ دو گواہوں نے مثلاً زید کے اور یہ گواہی دی
 کہ اس نے اس شخص پر کے بیٹے کو قتل کر ڈالا ہے اور انھیں دونوں گواہوں نے اسی زید پر یہ گواہی دی کہ اس نے عمر کے بیٹے
 کو بھی قتل کیا ہے اور دونوں مقتولوں کے باپ مدعی ہیں اور سو باپوں کے کوئی وارث بھی نہیں ہے اس قاضی نے قصاص کا
 حکم کیا اور اس شخص کو دونوں کے باپوں نے قتل کیا پھر گواہوں نے ایک بیٹے کے قتل سے رجوع کیا کہ اس کے بیٹے کو قتل
 قتل نہیں کیا ہے تو آدمی دیت کے ضامن ہو گئے اور اگر انھوں نے گواہی سے رجوع نہ کیا بلکہ ایک بیٹا زندہ موجود ہوا تو
 مقتول کے ولی کو اختیار ہے کہ چاہے گواہوں سے نصف دیت لے لے اور چاہے اس لڑکے کے باپ سے لے لے جو زندہ نظر آیا
 اور اگر دونوں لڑکے ایک ہی شخص کے ہوں اور قاضی نے قصاص کا حکم کیا اور باپ نے دونوں بیٹوں کے عوض نہ دیا تو
 قتل کیا پھر گواہوں نے ایک بیٹے کے قتل کرنے سے رجوع کیا تو دونوں پر کچھ ضمان نہ ہوگی کذا فی محیط
مسوآن باب گواہی پر گواہی دیکر رجوع کرنے کے بیان میں۔ امام محمد رحمہ اللہ نے اصل میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر دو گواہوں
 نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی پھر اصول و فروع دونوں گواہوں نے رجوع کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ و امام
 ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اصول پر ضمان نہیں ہے صرف فروع پر ضمان ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مشہور و علیہ کو اختیار
 ہے چاہے اصول سے ضمان لے یا فروع سے کذا فی الذخیرہ پس اگر اسے فروع سے ضمان لی تو فروع اپنے اصول
 سے نہیں لے سکتے ہیں اور اگر اصول سے لی تو فروع سے نہیں لے سکتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر فقط فروع سے
 رجوع کیا تو بالاتفاق انھیں پر ضمان لازم ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر فروع گواہوں نے کہا کہ اصل گواہوں نے جھوٹا کہا یا
 گواہی میں غلط کیا تو صرف التفات نہ کیا جائیگا اور اگر فروع گواہوں نے کہا کہ ہم نے اپنی گواہی سے رجوع کیا اور اصل گواہوں نے

کما کہ ہم نے اپنی گواہی میں غلط کیا تو فروع گواہوں پر ضمان لازم ہوگی یہ تاتار خانہ میں ہے۔ اگر فروع گواہوں نے قاضی سے کہا کہ اصل گواہوں نے ہم کو اپنی اس گواہی پر گواہ کیا تھا لیکن اُن دونوں نے اس گواہی سے رجوع کیا ہے یا ان بیان کیا کہ ان دونوں نے ہم کو اس امر کی خبر دی تھی کہ ہم نے اپنی اس گواہی سے رجوع کیا تو فروع پر کچھ ضمان نہیں ہے۔ یہ شرح ادب القاضی میں ہے۔ اور اگر اصول نے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے فروع کو اپنی گواہی پر گواہ نہیں کیا تھا تو بالاصل اصول پر ضمان نہ ہوگی اور اگر یہ کہا کہ ہم نے اُن کو غلطی سے گواہ کیا تھا یا ہم نے اس سے رجوع کیا تو پھر بھی امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک یہی جواب ہے اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ اس صورت میں ضمان ہوئے یہ عنایت میں لکھا ہے۔ اگر چاہے شخصوں کی گواہی پر دو شخصوں نے گواہی دی اور دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور ایک ہی ہو اور حکم ہو گیا پھر سب نے رجوع کیا تو چار کے گواہوں پر دو تہائی اور دو کے گواہوں پر ایک تہائی امام عظیم رحمہ اللہ و امام ابو یوسف رحمہ کے قول پر واجب ہوگی اور امام محمد رحمہ نے فرمایا کہ دونوں فریق آدھے آدھے کے ضمان میں ہوئے یہ مسطور میں ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ دو گواہوں نے دو شخصوں کی گواہی پر اور چار گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی اور قاضی نے حکم دیدیا تو بالاجماع بعد رجوع کرنے کے دونوں فریق نصف ضمان ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے دو گواہوں کی گواہی پر ایک شخص پر ہزار دم کی گواہی دی اور دوسرے دو گواہوں نے ایک گواہ کی گواہی پر عینہ شخص ہزار کی گواہی دی اور قاضی نے دونوں گواہیوں پر حکم دیدیا پھر پہلے فریق کے ایک گواہ اور دوسرے فریق کے ایک گواہ نے رجوع کیا تو پہلے والے پر ایک چوتھائی اور دوسرے والے پر ایک آٹھواں حصہ ضمان لازم ہوگی اور اگر فقط پہلے والے ایک نے رجوع کیا تو اس پر ایک چوتھائی ضمان ہوگی اور اگر ایک پہلے والے کے ساتھ دوسرے دونوں نے رجوع کیا تو چوتھائی مال پہلے والے پر اور ایک چوتھائی دوسرے دونوں پر لازم ہوگا یہ ذیہ میں لکھا ہے اور اگر ہر فریق نے دو دو گواہوں کی گواہی پر گواہی دی پھر ایک نے پہلے فریق سے اور ایک نے دوسرے فریق سے رجوع کیا تو جامع میں لکھا ہے کہ ایک چوتھائی اور نصف کے ضمان ہوئے اور موقوف میں صرف نصف لکھا ہے اور اضع یہ ہے کہ موقوف میں حکم قیاسی مذکور ہو اور جامع میں حکم استحسانی ہو یہ محیط خسی میں ہے۔ اگر تعدیل کرنے والوں نے تعدیل سے رجوع کیا تو امام عظیم رحمہ کے نزدیک ضمان ہوئے اور صاحبین رحمہ نے کہا کہ انہیں ضمان نہیں ہے اور امام عظیم رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے کذا فی الضمات

گیارہواں باب متفرقات کے بیان میں۔ اگر ایک عورت نے اپنے شوہر پر یہ دعویٰ کیا کہ اسے میرے نقطہ کے عوض دس درم ماہوار سی پر صلح کی ہے اور شوہر نے کہا کہ میں نے پانچ درم پر صلح کی ہے پس دو گواہوں نے دس درم پر صلح کی گواہی دی اور قاضی نے حکم کر دیا پھر دونوں نے رجوع کیا پس اگر اسی عورت کا نفقہ اٹھان میں دس درم یا اس سے زیادہ ہو اگر تاہی تو اس پر ضمان نہ ہوگی اور اگر کم ہو تاہی تو گزشتہ مہینوں سے بقدر زیادتی کے شوہر کو ضمان دینے میں موقوف میں لکھا ہے۔ اور اگر قاضی نے شوہر پر عورت کا نفقہ کسی قدر ماہوار سی مقرر کیا اور ہر ایک سال گزر گیا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ مرد نے اس کو نفقہ سب ادا کر دیا ہے اور قاضی نے اس گواہی کو جائز رکھا پھر دونوں نے رجوع کیا تو

عورت کو اس نفقہ کی ضمان دینے اور ایسا ہی حکم والد اور ہر ذی رحم محرم کا ہے جسکے لیے قاضی نے کچھ نفقہ مقرر کر دیا ہو ورنہ یہ ذخیرہ مین لکھا ہو اگر کسی نے اپنی عورت کو قبل دہی کے طلاق دی اور اسکا مہر نہیں بٹھرا تھا پھر دو گواہوں نے گواہی دی کہ شوہر نے متعہ کے عوض اپنے غلام دینے پر صلح کر کے غلام عورت کو دیدیا اور اسنے قبضہ کر لیا ہے اور عورت اس سے انکار کرتی ہے پس قاضی نے اس پر حکم دیدیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو عورت کو مال متعہ کی قیمت دینے نہ غلام کی قیمت بخلاف اسکے اگر غلام دینے پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قبضہ کی گواہی نہ دی اور قاضی شوہر کو غلام پر قبضہ کر لینے کا حکم دیدیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو عورت کو غلام کی قیمت ڈانڈ دینے پر عین لکھا ہو اگر یہ گواہی دی کہ اسنے عداوتوں کرنے سے ہزار درم پر صلح کر لی ہے پھر رجوع کیا تو ضامن نہ ہونگے خواہ مدعی و مدعا علیہین سے کوئی منکر ہو اور اگر مین ہزار درم پر صلح کرنے کی گواہی دی اور قائل انکار کرتا ہے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو دیت سے زیادہ کے ضامن ہونگے اور ہر جگہ ماذون نفس میں بھی یہی حکم ہے یہ مسو طین ہوں اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسنے خطا کے خون سے یا خطا یا عداوت سے زخم سے کہ جب مین جرمانہ واجب ہوتا ہے قاتل کو یا جارج کو معافی کیا ہو اور قاضی نے گواہی مقبول کر لی پھر انھوں نے رجوع کیا تو دیت کے یا زخم کے جرمانہ کے ضامن ہونگے اور دیت تین برس مین ادا کرنی واجب ہوگی اور زخم کا جرمانہ اگر پانچ سو درم سے تھائی دیت تک ہو تو ایک سال مین ادا کرنا زیادہ دو تھائی تک دوسرے سال مین واجب الادا ہو اور اگر جرمانہ پانچ سو درم سے کم ہو تو فی الحال ادا کرنے کے اور اگر دیت ایسی ہو کہ فی الحال واجب ہوئی اور اسنے نہ وصول کی یہاں تک کہ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے معافی کر دیا ہے اور بری کر دینے کا حکم ہو گیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو فی الحال ضامن ہونگے یہ حاوی مین لکھا ہو دو گواہوں نے مال کی گواہی دی پس قاضی نے مدعی و مدعا علیہ کو صلح کیواسطے طلب کیا اور فحاش کی کہ صلح کر لیں پس کسی قدر مال پر صلح کر لی پھر ایک گواہ نے رجوع کیا تو کچھ ضمان نہ دیکھا یہ قنینہ مین لکھا ہے۔ اور اگر دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا غلام ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر مدعی نے کسی قدر مال پر اسکو آزاد کر دیا پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا تو مشہود علیہ کے واسطے کچھ ضمان نہ دینے پر مسو طین لکھا ہے۔ نو اور ابن سماعہ مین امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ دو گواہوں نے کسی غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے یہ گواہی دی کہ یہ غلام اس مدعی کا ہے اور قاضی نے حکم دیدیا پھر مشہود علیہ نے وہ غلام مشہود لہ سے سودنیا کو خریدا پھر گواہوں نے رجوع کیا پس اگر مشہود علیہ نے تصدیق مین کی تھی کہ انکی گواہی حق ہے تو گواہوں سے سودنیا وصول کر لیا یہ ذخیرہ مین لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے ایک غلام کی نسبت جو ایک شخص کے قبضہ مین ہے یہ گواہی دی کہ یہ اس مدعی کا ہے اور قاضی نے ڈگری کر دی اور قاضی اس سے انکار کرتا ہے پھر دونوں نے گواہی سے رجوع کیا اور قاضی نے اس پر قیمت کی ضمان واجب کی پس منور انھوں نے قیمت ادا کر دی تھی یا مین ادا کی تھی کہ مشہود لہ نے وہ غلام مشہود علیہ کو خریدا اور اسنے قبضہ کر لیا تو گواہ ضمانت سے بری ہو جائینگے اور اگر انھوں نے قیمت ادا کر دی ہے تو واپس لینے پھر اگر ہر کرنے والے نے ہر پھیر لیا اور غلام پر قبضہ کر لیا تو مشہود علیہ ڈانڈ کا مال گواہوں سے واپس لیا۔ اور اگر مشہود لہ مر گیا اور مشہود علیہ نے وہ غلام وراثت مین پایا تو گواہ اس

ملہ تو کسی قدر اس مال پر بیعت کا دعویٰ کرے کسی حصہ پر

زید کی طرف سے یہ گواہی دی کہ چونکہ اسکا گھر اس گھر سے ملا ہوا ہے اس واسطے زید اسکا شفعہ ہو اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا تو اپنے ضمان نہ ہوگی اور اگر مشتری نے اس میں کچھ عمارت بنائی تھی اور قاضی اس کے توڑ دینے کا حکم کیا تو وقت رجوع کرنے کے گواہ اس عمارت کی قیمت کے ضمان ہوئے اور وہ عمارت کسے گواہوں کی ہوگی یہ حاوی امین لکھا ہے منتقی میں ہے کہ دو گواہوں نے ایک شخص پر یہ گواہی دی کہ اس نے اس می کے واسطے ہزار درم قرض کا کل کے روز اقرار کیا ہے اور قاضی کے حکم سے مدعی نے اسکو وصول کر لیا پھر وہ نے رجوع کیا پھر قاضی نے اسے ضمان لینے کا ارادہ کیا تو انھوں نے کہا کہ ہم گواہ لاتے ہیں کہ مدعا علیہ ٹھیک سال سے اس قرضہ کا اقرار کیا ہے تو قبول نہ ہوگی اور گواہ ان درمیں کی ضمان دینگے اور اگر ایک گواہ نے یہ گواہی کہ اس شخص نے ایک مہینہ سے اپنا غلام آزاد کرنے کا اقرار کیا ہے اور دوسرے نے ایک سال سے آزاد کر دینے کے اقرار کی گواہی دی اور قاضی نے غلام کی آزادی کا حکم دیدیا پھر دونوں نے رجوع کیا پھر جب اسے غلام کی قیمت کی ضمان لیتا چاہی تو انھوں نے کہا کہ ہم اس امر کے گواہ لاتے ہیں کہ اسے اقرار کیا ہے کہ میں یہ غلام دس برس سے آزاد کر دیا ہے تو امام محمد نے فرمایا کہ احتساباً مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر دو گواہوں نے کسی شخص پر یہ گواہی دی کہ اسے اس شخص کو اس واسطے اپنا وکیل کیا ہے کہ زید سے یہ قرضہ وصول کرے اور زید اسے قرضہ دار ہونے کا اقرار کرتا ہے پھر قاضی نے وکیل کی ڈگری کر دی اور اسے وصول کر کے تلف کیا پھر موکل حاضر ہوا اور اسے وکالت سے انکار کیا پھر گواہوں نے رجوع کیا تو اپنے ضمان نہ ہوگی اور وکیل اس مال کا ضمان ہو گا اسی طرح اگر وکالت وصول کرنے یا کر یہ یا میرٹ وغیرہ وصول کرنے کے وکیل کرنے کی گواہی دی اور یہ صورت واقع ہوئی تب بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں لکھا اگر ایک می کی طرف سے دوسرے ذمی پر دھرمیوں نے مال یا شراب یا سود کی گواہی دی اور گواہوں نے رجوع کیا تو مال کے مثل کے اور سود کی قیمت کے ضمان اور شراب کی مثل کے ضمان ہوئے اور اگر دونوں گواہ مسلمان ہوں پھر رجوع کیا تو سود کی قیمت کے ضمان ہوئے اور شراب میں اختلاف ہے امام محمد کے نزدیک اس کی قیمت دینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک کچھ نہ دینگے اور اگر گواہ مسلمان نہ ہو بلکہ مشہود علیہ مسلمان ہو تو بعد رجوع کرنے کے سود کی قیمت دینگے اور شراب کے ضمان نہ ہونگے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ اسے اپنے غلام کو یہ کہا تھا کہ اگر تو گھر میں گھسا تو آزاد ہے یا اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں گھسی تو تجھے طلاق ہے اور وہ عورت ایسی ہے کہ ہنوز اس سے وطی نہیں کی اور دوسرے دو گواہوں نے شرط پائی جانے کی گواہی دی پھر حکم ہونے کے بعد گواہوں نے رجوع کیا تو پہلے فرق پر ضمان لازم ہوگی یعنی غلام کی قیمت یا آدمی اور وجود شرط کے گواہوں پر ضمان نہ ہوگی اور اگر فقط شرط پائی جائے پھر گواہوں نے رجوع کیا تو صحیح یہ ہے کہ کسی حال میں اسے ضمان نہ لیجائیگی اور اگر دونوں گواہوں نے یہ گواہی دی کہ مد نے اپنی عورت کے ہاتھ میں طلاق دینا تفویض کیا یا غلام کے ہاتھ میں آزاد کر لینا سپرد کیا پھر دوسرے دو گواہوں نے عورت کے اپنے تئیں طلاق دے دینے یا غلام کے آزاد کر لینے کی گواہی دی تو یہ تفویض بھی بمنزلہ شرط کے ہے یعنی اس کے وجود کے گواہوں

کا بھی یہی حکم ہے کہ کافی میں لکھا ہو۔ اور اگر غلام کے تین یہ حکم دیا کہ تو اپنا آزاد کرنا کسی شرط پر معلق کرے اس کی گواہی دی اور دوسروں نے یہ گواہی دی کہ اُسے معلق کر لیا اور تیسرے فرق نے شرط پائی جانے کی گواہی دی تو طلاق کے گواہوں پر ضمان لازم ہوگی یہ سب شرائط میں ہیں اور اگر دو گواہوں نے کسی شخص کے محض ہونے کی گواہی دی پھر رجوع کیا تو ضمان نہ ہونگے یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اضافی الکافی

کتاب الوکالت

اس میں چند ابواب ہیں پہلا باب وکالت کے شرعی معنی اور اُس کے رکن اور شرط و الفاظ و حکم و صفت کے بیان میں۔ وکالت شرعی یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کو کسی تصرف معلومہ کے واسطے بجائے اپنے قائم کرے اور اگر تصرف معلوم نہ ہو تو وکیل کو ادنیٰ تصرف یعنی حفاظت ثابت ہو جائے گی اور مبسوط میں لکھا ہے کہ ہمارے علمائے فرمایا کہ اگر کسی نے دوسرے کو اس طرح کہ وکیل کیا کہ میں نے تجھے اپنے مال کا وکیل کیا تو اس لفظ سے وکیل کو صرف حفاظت کا اختیار حاصل ہو گا یہ کنایہ میں لکھا ہے۔ اور رکن وکالت کے وہ الفاظ ہیں کہ جب وکالت ثابت ہوتی ہے مثلاً میں نے تجھے غلام کے فروخت کرنے یا خریدنے کا وکیل کیا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے۔ وکیل کا وکالت قبول کرنا استحساناً وکالت کی صحت کے واسطے شرط نہیں ہے و لیکن اگر وکیل نے رد کر دی تو وکالت رد ہو جائیگی ایسا ہی امام محمد رحمہ فیصل میں لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ چاہے تو اس طرح فروخت کر دے اور وہ خاموش رہا اور اُسے فروخت کیا تو جائز ہوئی اور اگر کہا کہ میں نہیں قبول کرتا ہوں تو باطل ہوئی یہ محیط سرخسی میں لکھا ہے۔ اگر کسی نے دوسرے کو اپنی عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے قبول وکالت سے انکار کیا پھر طلاق دیدی تو صحیح نہیں ہے اور اگر انکار نہ کیا اور نہ صراحت قبول کیا ولیکن طلاق دیدی تو استحساناً صحیح ہے کیونکہ دلالت اُسے قبول کیا یہ محیط میں ہے اور اگر کسی شخص غائب کو وکیل کیا اور اُس کو کسی نے وکالت کی خبر دی تو وہ وکیل ہو جائیگا خواہ خبر دینے والا عادل ہو یا فاسق ہو خواہ اپنی طرف سے خبر دی ہو یا بطور ایلچی کے خبر کی ہو خواہ وکیل نے اس کی تصدیق کی ہو یا لکڑی کی ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ وکالت کی شرطیں چند قسم کی ہیں بعضی موکل سے متعلق ہیں یعنی اس کی طرف راجع ہیں پس یہ شرط ہے کہ موکل جس فعل کے واسطے وکیل کرتا ہو اُسے کرنے کا خود مالک ہو پس مجنون یا محض لایعقل اور کے کی طرف سے وکیل مقرر کرنا درست نہیں ہے اور عاقل اور کے سے ان کاموں میں جنہیں خود تصرف نہیں کر سکتا ہے وکیل کرنا بھی درست نہیں ہے جیسے طلاق و عتاق و ہبہ و صدقہ وغیرہ جنہیں محض ضرر ہے اور جن تصرفات میں نفع ہے جیسے ہبہ و صدقہ وغیرہ قبول کر لینا تو بلا اجازت ولی کے درست ہے اور جن چیزوں میں نفع و ضرر دونوں ہوتے ہیں جیسے خرید و فروخت وغیرہ اگر کو تجارت

کی اجازت ہو تو وکیل کرنا درست ہو اور اگر اجازت نہیں ہو تو ولی کی اجازت پر موقوف ہو یا ولی کے تجارت کی اجازت پر موقوف ہو یہ بدائع میں ہے۔ یتیم نے وکیل کیا اور وصی نے اجازت دی تو جائز ہے یہ محیط شری میں لکھا ہے۔ جو مجنون کبھی جنون میں رہتا ہے اور کبھی افادہ ہو جاتا ہے اگر اس نے حالت جنون میں وکیل کیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر اسے افادہ کی حالت میں وکیل کیا تو جائز ہے اور مشائخ فرمایا کہ یہ حکم موقوف ہو کہ اسے افادہ کا کوئی وقت معلوم ہو تاکہ ہکا جنون اور افادہ وقت سے ہو یقیناً پہچانا جاوے اور اگر ایسا نہ ہو تو جائز نہیں ہو اور مرد معتوہ مغلوب ہے اگر کسی کو خرید و فروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ جس غلام کو تجارت سے معافیت ہو اس سے وکیل کرنا درست نہیں ہے یہ بدائع میں ہے اور جو امر مذون و مکاتب کو خود کرنا جائز ہو اس کے کرنے کے واسطے وکیل کرنا بھی جائز ہے اور غلام مذون کو نکاح کرنے یا اپنے غلام کو مکاتب کرنا اختیار نہیں ہے یہ بسوطین لکھا ہے اگر مذون غلام نے اپنے مولیٰ کو خرید و فروخت وغیرہ کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور ولی کو دوسرے کا وکیل کرنا اس امر میں جائز نہیں ہے اور اگر وکیل کیا اور وکیل اس کو نافذ کیا تو جائز ہے بسوطین غلام پر قرضہ نہ ہو اور اگر ہو تو جائز نہیں ہے کہ انی اتحادی۔ اور غلام کو یا اختیار نہیں ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ خصومت کرنے کے لیے وکیل کرے جو اس کی ذات کی ملکیت کا دعویٰ کرتا ہو یا کسی زعم کا دعویٰ کرتا ہو جو غلام کی طرف سے ہو چکا ہو یا اسے غلام کو پہنچایا ہو اور ان صورتوں میں صلح کیا واسطے وکیل کرنا درست ہے کیونکہ ان طور توں میں خصم شکمالک ہے اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ خود غلام نے حاصل کی ہیں انہیں خصامت وغیرہ کے واسطے وکیل کر سکتا ہے کہ انی البدو ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا کہ ایک نے اپنا حصہ بغیر شریک کی اجازت کے مکاتب کر دیا پھر مکاتب نے خرید و فروخت و خصومت میں کسی کے وکیل کیا گیا تو مکاتب کنندہ کے حصہ میں جائز ہے پھر اگر دوسرے نے بھی اس کو مکاتب کر دیا تو استحساناً دونوں حصوں میں جائز ہے اور اگر دونوں کا مکاتب ہو اور کسی معاملہ میں وکیل کیا گیا پھر ایک حصہ سے عاجز ہوا اور اس کام کو کیا تو دونوں حصوں میں جائز ہے کہ انی الکافی اگر دو شخصوں کا مکاتب ہوا اور اس کو ایک نے دوسرے سے اپنا قرضہ وصول کر لینے کے واسطے وکیل کیا یا کسی غیر سے قرضہ وصول کرنے یا دوسرے کے ہاتھ خرید و فروخت یا غیر کے ہاتھ خرید و فروخت کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر اس مکاتب کو ایک نے اپنا غلام دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے یا غیر کے ہاتھ فروخت کرنے یا دوسرے شخص یا غیر کے اوپر نالش کرنے کا وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر مکاتب اور اس کے دونوں مولیٰ کے درمیان خصومت ہو اور اس نے دونوں میں سے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس معاملہ میں یا خرید و فروخت میں وکیل کیا تو مثل اجنبیوں کے جائز ہے کہ انی البدو طرہ کا وکیل کرنا موقوف رہتا ہے اگر پھر مسلمان ہو گیا تو نافذ ہو گا ورنہ اگر قتل ہو یا مار گیا یا دارا حرب میں جا ملا تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک باطل ہو جاتا ہے بجز اہل حق میں لکھا ہے اگر مرد دارا حرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر پھر ایسا اگر قاضی نے اس کے دارا حرب میں جانے کا حکم جاری کر دیا تھا تو اس کا وکیل وکالت سے منحل گیا اور اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے وہ لگیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی رہیگا یہ حادی میں ہے۔ اگر دارا حرب میں ایک مرد نے کسی کو اپنا مال کر لیا اور اس کا

علم ہونے سے پہلے فروخت کیا تو بیع جائز نہ ہوگی تا وقتیکہ مکمل اس بیع کی اجازت نہ دے یا وکیل بعد علم کے اجازت ہو
 لیکن علی الخصوص وکیل کو وکیل کا علم ہونا پس نیادات میں لکھا ہو کہ شرط ہو اور وکالت میں ہو کہ شرط نہیں ہو یہ بائع
 میں ہو اگر کسی شخص نے کہا کہ میرا یہ کپڑا فلاں شخص کے پاس لیجا تاکہ وہ فروخت کر دے یا فلاں شخص کے پاس جاتا کہ تیرے
 ہاتھ وہ شخص میرا کپڑا جو اسکے پاس ہو فروخت کرے تو یہ جائز ہو پس اگر مخاطب نے اس شخص کو مالک کے اس کہنے سے آگاہ کیا
 تو بیع جائز ہو یہ ایک ہی دایت ہو اور اگر آگاہ نہ کیا تو اس میں دو دایتیں آتی ہیں اور اگر کہا کہ یہ کپڑا کنڈی کر کے دے گا
 پاس لیجا تاکہ وہ کنڈی کر دے یا درزی کے پاس لیجا تاکہ وہ قمیص سی دے تو یہ قول اسکا کنڈی کر کے دے اور درزی
 کو اجازت ہو پس ہر ایک اپنا کام کرے کہ بعد ضمان ہو گا یہ مبوط میں لکھا ہو اگر اپنے غلام سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس
 جاتا کہ تجھ کو آزاد کر دے یا تجھ کو مکاتب کر دے پس اس شخص نے اسکو آزاد کیا تو جائز ہو اور فلاں شخص آزاد کر نیکا وکیل
 ہو جائے گا خواہ اسکو علم ہو یا نہ ہو یہ ذخیرہ و محیط میں ہو اس طرح اگر اپنی عورت سے کہا کہ فلاں شخص کے پاس جا
 کہ وہ تجھ کو طلاق دے پس فلاں نے اسکو طلاق دیدی اور جانتا نہ تھا تو طلاق واقع ہو جائیگی یہ محیط و محضی میں لکھا ہے
 وکیل کا وکالت سے واقف ہونا وکالت کا کام کر نیکی واسطے شرط ہو یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے دوسرے کو اپنا غلام فروخت
 کرنے یا اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل جانتا نہ تھا اور اس نے بیع کی یا طلاق دی تو دونوں جائز ہیں
 ہیں ایسا ہی امام محمد نے جامع صغیر میں فرمایا ہے یہ محیط و ذخیرہ میں لکھا ہو اگر کسی کو وکیل کیا تو جاننے سے پہلے وہ شخص وکیل
 نہ ہو جائیگا اور یہی مختار ہے جو ہر اخلاطی میں لکھا ہو اگر مسلمان نے کسی حربی کو جو دارا حرب میں ہو وکیل کیا اور مسلمان
 دارا الاسلام میں ہو تو وکالت باطل ہو اس طرح اگر حربی نے جو دارا حرب میں ہو کسی مسلمان کو جو دارا الاسلام میں ہے
 وکیل کیا تو باطل ہو اور اگر حربی نے کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کو اپنے قرضہ کے قفلاً کے واسطے جو اسکا دارا الاسلام میں
 ہو وکیل کیا اور اس پر دو گواہ مسلمان کہے پس اسکا وکیل دارا حرب ہے اس کام کی واسطے نکلا تو جائز ہو اسی طرح اگر خرید و فروخت
 یا دیوت وصول کرنے یا اسکے مانند کاموں کی واسطے وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر مسلمان یا ذمی نے کسی حربی کو
 جو امان لیکر آیا ہو خرید و فروخت یا مالش وغیرہ میں وکیل کیا تو جائز ہو اور جب حربی دارا حرب میں جا ملا تو کسی مکان
 باطل ہو گئی کذا فی الحاوی اور اگر مسلم نے مرتد کو وکیل کیا تو جائز ہو اور اگر وکیل ہو نیکی وقت مسلمان ہو پھر مرتد ہو گیا
 تو بھی وکیل باقی ہو لیکن اگر دارا حرب میں جا ملا تو وکالت باطل ہو گئی یہ بدل میں لکھا ہو نوادر ابن سماعہ میں امام
 ابو یوسف سے روایت ہے کہ اگر مضارب نے کسی غلام کو جو اس نے مال مضارب سے خریدا تھا کسی کے ہاتھ فروخت
 کر دیا پھر مشتری نے رب المال کو یہ قرضہ کر نیکی واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہو اس طرح اگر مشتری نے بائع کے شریک کو
 قرضہ کر نیکی واسطے وکیل کیا اور وہ اسکا مفاوض ہو یا شریک عنان کو قرضہ کا وکیل کیا اور یہ غلام و دونوں کی
 تجارت میں سے ہو تو بھی جائز نہیں ہو اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ جن لوگوں کا یہ غلام بیچنا جائز ہو ان کا
 قرضہ کے واسطے وکیل ہونا مشتری کی طرف سے جائز نہیں ہو یہ محیط میں ہو اگر مستامن نے دوسرے مستامن کو کسی
 مفاوض کناب الشریک میں لکھو کہ دونوں برابر کے شریک ہیں باہم ایک دوسرے کے وکیل نہیں ہوتے ہیں عنان میں برابر نہیں ہوتا اور کتاب الشریک

خصوصیت میں کیل کیا اور خود دارا حرب میں چلا گیا اور کیل میں خصوصیت میں پالیں اگر وکیل حربی کی طرف سے حق کا دعویٰ کرتا ہو تو مقبول ہو اور اگر وہ حربی مدعا علیہ ہو تو قیاس چاہتا ہو کہ اسکے دارا حرب میں جانے سے وکالت منقطع ہو جائیگی اور اسی قیاس کو ہم لیتے ہیں اور اگر مستامن نے کسی ذمی کو اپنا اسباب فروخت کرنے یا فرض کا تقاضا کر شیکہ واسطے سوائے خصوصیت کے وکیل کیا پھر خود دارا حرب میں چلا گیا تو جائز ہے یہ سبوط میں ہو اور بخلاف شرطوں کے وہ شرطین میں جو موکل بہ کی طرف یعنی اس چیز کی طرف جسکے واسطے وکیل کیا ہو راجع ہوتی ہیں واضح ہو کہ حقوق و قسم کے ہیں ایک حق اللہ دوسرے حق العبد پھر حق اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک کہ جس میں دعویٰ شرط ہے جیسے حد قذف حد سرقت پس اس قسم کے اثبات کے واسطے امام اعظم و امام محمد کے نزدیک وکیل کرنا جائز ہے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو اور اس قسم کے استیفاء یعنی پورے لینے کے واسطے وکیل کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ موکل حاضر ہو اور اگر غائب ہو تو جائز نہیں ہے اور دوسری قسم جس میں دعویٰ شرط نہیں ہے جیسے حد زنا اور حد شراب بخوارسی پس اس قسم کے ثابت کرنے یا استیفاء کی واسطے وکیل کرنا درست نہیں ہے پھر واضح ہو کہ اختلاف صرف حد کے ثابت کرنے میں ہے اور اس مال کے ثابت کرنے میں جو چوری میں گیا ہو تو ہمیں توکیل بالاجماع مقبول ہے یہ سراج الوداج میں ہے حقوق العباد کی دو قسمیں ہیں ایک جس کا استیفاء باوجود شبہ کے جائز نہیں ہے جیسے قصاص تو اسکے اثبات کی واسطے وکیل کرنا امام اعظم و امام محمد کے نزدیک جائز ہے اور اسکے استیفاء کی واسطے وکیل کرنا اگر ولی حاضر ہو تو جائز ہے اور اگر غائب ہو تو جائز نہیں ہے دوسری قسم وہ کہ جس کا استیفاء باوجود شبہ کے جائز ہے جیسے قرضے و مال معین باقی حقوق تو ان حقوق کے اثبات میں سوائے قصاص کے برضاے خصم وکیل کرنا بلا خلاف جائز ہے اور تعزیرات کے اثبات و استیفاء دونوں کی واسطے وکیل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور وکیل کو اختیار ہے کہ سزاے تعزیر پوری کر لے خواہ موکل حاضر ہو یا غائب یہ بدائع میں لکھا ہے خرید و فروخت اجارہ اور نکاح و طلاق و عتاق و خلع و صلح و عاریت لینے و عاریت لینے و ہبہ و صدقہ و ودیعت رکھنے و قبضہ حقوق و خصومات اور تقاضے دیون اور رہن کرنے اور رہن رکھنے ان کے واسطے وکیل کرنا جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے بمساحات میں وکیل کرنا جیسے گھاس لانا یا لکڑی یا پانی لانا یا کانوں سے جو اسز کلنے کی واسطے وکیل کرنا صحیح نہیں ہے پس اگر وکیل کیا اور اسنے ان چیزوں میں سے کچھ حاصل کیا تو یہی کی ہو ایسے ہی توکیل تکدی ہے کہ کافی فتاویٰ ثانی خان قرض لینے کی واسطے وکیل کرنا درست نہیں ہے اور جو کچھ وکیل قرض لیکھا اس میں وکیل کی ملکیت ثابت نہوگی لیکن اگر بطور بطحی کے اسنے پیغام پہنچا یا کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اسقدر قرض مانگتا ہے تو البتہ جو قرض لیا اس میں موکل کی ملکیت ثابت نہوگی اور جو کچھ قرض لیا وہ وکیل کا ہے اسکو اختیار ہے کہ موکل کو نہ دے اور اگر تلف ہو جائے تو وکیل کا مال گیا کہ ذاتی الکافی شفعہ طلب کرنے اور عیب کی وجہ سے واپس کرنے اور بٹوارہ اور ہبہ مانگنے کی واسطے وکیل کرنا صحیح ہے یہ

۱۱ قولہ لیتے ہیں کیونکہ خصوصیت کی وکالت سے مقصود یہ کہ حکم قضاء حاصل ہو اور قاضی کو اہل حرب پر حکم لازم کرنے کا اختیار نہیں ہے **۱۲** قبض الخ یعنی حقوق حاصل کرنے اور ان میں نالش کرنے وغیرہ کے لیے وکیل کرنا **۱۳** تکدی گد اگر ی کرنا یعنی لوگوں سے سوال کر کے جمع کرنا **۱۴**

بدائع میں لکھا ہے کہ یہ کر نیکی وکیل کو مہرہ واپس لینے کا اختیار نہیں ہے اور نہ یہ اختیار ہے کہ جسکے پاس دیوے ہو سکے
وصول کرے یا مستقیم سے عاریت کی چیز لے یا قرضدار سے قرضہ وصول کرے یا مہرین سے زمین کی چیز وصول
کرے اور اگر ایسی حالت میں شخص کی طرف سے ہو جو ان چیزوں کو مالک ہے چاہتا ہے مثلاً ایک شخص نے وکیل کیا کہ یہ چیز فلاں
شخص کے پاس اسکے قرضہ کے عوض رہن کر دے یا میرے لیے عاریت لے لے یا مہر مانگے تو وکیل کو چاہیے
کہ ان صورتوں میں موکل کی طرف سے عاریت یا مہرہ وغیرہ طلب کرے کہ فلاں شخص یعنی موکل تجھ سے یہ چیز عاریت
مانگتا ہے یا مہر مانگتا ہے اور اگر اسنے اپنی طرف نسبت کر کے یوں کہا کہ یہ چیز مجھے عاریت دے یا مہرہ کرے یا فرض دے
تو وکیل کی ہوگی اور موکل کی ملکیت اس میں ثابت نہوگی یہ سراج الراجح میں ہے

وکالت کے الفاظ وہ ہیں جو علی الاطلاق اسپردال ہوں جیسے میں نے تجھ کو وکیل کیا یا خواہش کی یا پسند کیا یا فرما
ہو یا چاہا یا ارادہ کیا اور اگر یہ کہا کہ میں تجھے اپنی عورت کو طلاق دینے سے منع نہیں کرتا ہوں تو وکیل ہوگی یہ نہیں
میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ موافقت کر میری عورت کے طلاق دینے میں تو یہ وکیل اور مرد دونوں پر محیط میں لکھا ہے اور اگر کسی
کہا کہ میں نے تجھ کو اپنا غلام فروخت کر نیکی یا جائز نہی تو وکیل صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ تو میرا وکیل ہے اس
قرضہ کے وصول کرنے میں تو وکیل ہو جائیگا اسی طرح تو میرا زندگی میں وصی تو وکیل ہے اور یہ کہنا کہ تو میرا وصی ہے تو وکیل نہیں
اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز میں وکیل ہے تو فقط مال کی حفاظت کر نہیں وکیل ہوگا اور یہی صحیح ہے اور تو میرا ہر خلیہ و شیر میں وکیل
ہو حکم رکھتا ہے اور اگر کہا کہ تو میرا ہر چیز میں وکیل ہے تو میرا ہر حکم جائز ہے تو تمام تصرفات مالیہ میں مثل خرید و فروخت ہر طرف
کے وکیل ہو جائیگا اور عتاق و طلاق و وقت میں وکیل ہو جائے میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ نہیں وکیل ہوگا مگر جبکہ
سابق کلام وغیرہ اسپردال ہو اور اسی کو فقہ ابو الیث نے لیا ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اور اگر کہا کہ میں نے تجھے
اپنے جمیع امور میں وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیری عورت کو طلاق دی اور تیری سب سے میں وقت کر دی تو صحیح ہے کہ
کہ جائز نہیں ہے اور اگر وکیل نے اپنا مال موکل کی عمارت میں صرف کیا اور اسکے عیال کو نفقہ میں یا تو بعض نے کہا کہ وہ مال
موکل سے لے سکتا ہے بشرطیکہ موکل نے اس سے کہا ہو کہ جو تو کرے جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے کسی نے کہا کہ میں نے تجھے اپنے
جمیع امور میں وکیل کیا اور میرے سب سے قائم کیا تو یہ وکالت حائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ اپنے تمام امور میں جن میں وکالت جائز ہے
وکیل کیا تو وکالت عام ہوگی بیچ و کلج سب کو شامل ہے اور پہلی صورت میں جب عام وکالت نہ ہوئی تو دیکھنا چاہیے
کہ اگر اس کے امور مختلف ہیں اور کوئی صنعت اسکی معروف نہیں ہے تو وکالت باطل ہے اور اگر کوئی تجارت اسکی معروف ہو تو
یہ وکالت اسی معاملہ میں رکھی جائیگی ایک شخص کے چند غلام ہیں اسنے ایک شخص سے کہا کہ میرے غلاموں کے معاملہ
میں جو تو کرے جائز ہے پھر اسنے سب کو آزاد کیا تو امام عظیم کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ فتاویٰ
قاضی خان میں لکھا ہے اگر سلطان نے کسی شخص پر اپنی عورت کے طلاق دینے کی واسطے وکیل کر کے زمین زبردستی کی پس
اس بجایے نے کسی سے کہا کہ تو میرا وکیل ہے پھر وکیل نے اسکی عورت کو طلاق دیدی اور شوہر نے کہا کہ میری عورت

۱۲ صناعیت کا ریکری اور مراد یہاں حرفہ و پیشہ و تجارت کو شامل ہے ۱۲ یعنی مطلقاً بلا قید زندگی پس یہ کہنا بھی
ہو سکتا ہے ۱۲

طلاق نہ تھی تو یہی عورت کو طلاق ہو جائیگی بخلات اسکے اگر پہلے ہی کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا اور مراد میری اس سے طلاق نہ تھی نہ میں کذا فی المحیط۔ اگر اپنی عورت سے کہا کہ تو میری طرف سے وکیل ہو چو چاہے وہ کہیں عورت کے کہا کہ اگر میں تیری طرف سے وکیل ہوں تو میں نے اپنے تئیں تین طلاق دیکر الگ کیا پس شوہر نے کہا کہ میری مراد اس طلاق نہ تھی پس اگر پہلے کوئی بات یہی نہ ہوئی کہ جبکہ یہ جواب ہو سکے تو مرد کا قول معتبر ہوگا اور اسکی قسم پر عورت کو اسکی تصدیق کرنی جائز ہو اور اگر پہلے کوئی ایسی بات ہو چکی ہو تو ایک طلاق جہی پڑیگی اگر وہ عورت بخولہ ہو اور شاخ نے فرمایا کہ ایک طلاق جب پڑیگی کہ پہلے کلام سے تین طلاق مراد نہ ہو سکتی ہوں اور یہ صاحبین کا قول ہے اور امام عظیم کے نزدیک اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد نہ ہو سکتی ہوں تو کوئی طلاق نہ پڑیگی اور اگر پہلے کلام سے تین طلاق مراد ہو سکتی ہوں تو بالاتفاق تین طلاق لاف ہونگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے کسی نے ایک جنبی عورت کے کہا کہ میں تیرے شوہر سے خلع کرادوں اُسے کہا کہ توجان یا یوں کہا کہ میں فلاں سے تیرا نکاح کرادوں یا کسی سے کہا کہ تیرا اسباب فلاں کے ہاتھ فروخت کرادوں اُسے کہا کہ توجان تو یہ قول اجازت اور خلع اور نکاح اور بیع کی توکیل ہے یہ جواہر اخلاطی میں ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ یہ مال لے اور جو کچھ مصلحت دیکھ وہ تو کر تو یہ توکیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ مصلحت ہو وہ کر و اگر تو یہ توکیل ہے پس مال بیضاعت پر دینے وغیرہ کا مختار ہوگا یہ وجہ کر دہی میں ہے ایک عورت نے اپنے شوہر سے غصہ میں کہا کہ ان کرنی کرتی ہوں مروئے کہا کہ تو کیا کر سکتی ہے عورت نے کہا کہ تیری اجازت کرتی ہوں و مروئے کہا کہ اچھا کہ پس عورت نے کہا کہ میں نے تین طلاق اپنے کو دین تو عورت کو طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس سے عورت میں طلاق مراد نہیں ہوتا ہے محیط میں لکھا ہے کسی نے دوسرے سے کہا کہ ہزار درم کو ایک باندی خرید یا کہا ایک باندی خرید تو وکیل ہوگا اور اگر کہے کہ ایک ایک باندی ہزار درم کو خرید اور تجھ کو اس کام پر ایک درم ملیگا تو یہ وکیل ہو جائیگا اور اسکو اجرت ملے گی اگر ایک درم سے زیادہ نہ ملیگا ایک شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب قدر تجھے ہو اتنے تو میرے لیے ایک باندی خرید تو امام عظیم کے نزدیک توکیل صحیح نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ جب قدر میرا تجھے ہو میرے لیے اسکی یہ باندی یا فلاں شخص کی باندی خرید تو توکیل ہے بالاتفاق ہی طرح اگر کہا کہ جو میرا تجھے ہو وہ فلاں چیز کی بیع سلم میں ہے تو امام عظیم کے نزدیک توکیل نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو میرا مال تجھے ہو وہ بہ طرح بیع سلم میں فلاں شخص کو دیکے تو بالاتفاق توکیل ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر کسی دوسرے سے کہا کہ اگر تو نے میرا غلام فروخت نہ کیا تو میری عورت کو طلاق ہو تو شخص بیع کا وکیل ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھ کو اس کام پر مسلط کیا تو بمنزلہ اس کہنے کے ہو کہ میں نے تجھ کو وکیل کیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر دو کانون کے مالک نے مثلاً کسی سے کہا کہ میں نے ان دو کانون کا معاملہ تیرے سپرد کیا اور اسے دو کانون کی کرایہ پر دہی تین تو وکیل کو اجرت کے تقاضے اور وصول کرنیکا اختیار ہوگا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے اپنے قرضدار کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو بھی یہ اختیار ہے اور اگر کسی سے کہا کہ میں نے اپنے چاؤن و درملو کون کا کام تیرے سپرد کیا تو وکیل ہو

۱۵ یعنی جو تو کر گیا وہ جائز ہے ۱۶ جو کچھ ایسے کام کی اجرت ہوتی ہو لیکن وہ ایک درم پر راضی ہو چکا ہو اگر اجرت مثل دو درم ہو تو ایک درم سے زیادہ نہ دیا جاوے اور اگر نصف درم ہو تو یہی ملے گی ۱۷

انکی حفاظت اور چرانے اور چارہ دینے اور روٹی دینے کا اختیار ہوگا اور اگر لکھنؤ میں نے اپنی عورت کا معاملہ تیرے سپرد کیا تو اسکو طلاق دینے کا اختیار ہو مگر اسی مجلس میں فقط بخلان اسے اگر لکھنؤ میں نے تجھے اپنی عورت کے معاملہ کا مالک کیا تو اسی مجلس میں موقوف نہیں ہو بلکہ غیر مجلس میں بھی طلاق کا اختیار ہو یہ بحر الرائق میں ہے وکالت کا حکم یہ ہے کہ جس چیز کے واسطے وکیل کیا ہو میں وکیل بجائے موکل کے ہو اور اس چیز کے حاضر لانے کے واسطے وکیل پر جبر نہیں ہو سکتا ہو لیکن اگر ودیعت دینے کے واسطے وکیل کیا مثلاً لکھنؤ میں یہ کپڑا فلاں شخص کو دینا اور وکیل نے قبول کیا پھر موکل غائب ہو گیا تو وکیل پر جبر کیا جائیگا کہ حاضر کرے یہ محیط بخسی میں ہے اگر آزاد کر لیا وکیل کیا اور اس نے قبول کیا پھر آزاد کر دینے سے انکار کیا تو اس پر جبر نہ کیا جائیگا یہ حاوی میں لکھا ہے وکیل کو یہ اختیار نہیں ہو کہ جس امر میں وہ وکیل ہوا ہو میں دوسرے کو وکیل کرے لیکن اگر موکل نے اسکو مطلقاً اجازت دی یا حبسین وکیل کیا ہو اس میں اختیار دیا ہو تو اختیار ہو شریعہ حاوی میں ہے اگر خصوصیت میں کسی کو وکیل کیا اور لکھنؤ میں جو تو کرے وہ جائز ہو پھر وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا تو جائز ہو اور دوسرا وکیل موکل کی طرف سے وکیل ہوگا نہ وکیل کی طرف سے یہاں تک کہ اگر پہلا وکیل مر گیا یا مہکل نے اسے معزول کیا یا مجنون ہو گیا یا مرتد ہو کر دارا حرب میں جا ملا تو دوسرا وکیل معزول ہوگا اور اگر موکل پر موت وغیرہ ہو نہ کو رہ طاری ہوے تو دونوں معزول ہو جائیگے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کر دیا تو جائز ہو اور اگر وکیل نے دوسرے کو وکیل کر کے لکھنؤ میں جو تو کرے وہ جائز ہو تو دوسرے کو تیسرا وکیل کرنا جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے غلام تاج نے اپنے مالک کو اپنے قرضے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا تو مالک کو اختیار نہیں ہے کہ دوسرے کو وکیل کرے پس اگر باوجود اسکے مالک نے وکیل کیا تو دیکھنا چاہیے کہ اگر غلام پر قرض نہیں ہو تو جائز ہے اور اگر قرض ہو تو جائز نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے صفت وکالت یہ ہے کہ وکالت عقد جائزہ غیر لازم ہوتا ہے کہ ہر ایک وکیل اور موکل کو بدوون دوسرے کے چھوڑ دینے کا اختیار ہے یہ نہایت میں ہے اور وکیل کے پاس جو چھوڑے وہ اس میں امانت دار ہے مثل ودیعت لینے والے کے پس جن صورتوں میں ودیعت رکھنے والے پر ضمان ہوتی ہو ان میں سے پہلی بھی ہوگی اور جنہیں بری ہوتا ہو ان میں بری ہوگا اور اپنے اوپر سے ضمان دفع کرنے میں اسی کا قول لیا جائے گا اگر موکل نے اسکو مال دیا کہ اسکو فلاں کو میرے قرضہ کے عوض دیدے پھر وکیل نے لکھنؤ میں نے ادا کر دیا اور قرضخواہ نے اسکی تکذیب کی تو بری الذمہ ہونے میں وکیل کا قول معتبر ہوگا اور قرضخواہ کا قول عدم قبضہ میں معتبر ہوگا پس اسکا قرض ساقط ہوگا کہ زانی البحر الرائق اور دونوں پر تم واجب نہ ہوگی صرف قسم پر ہوگی جسے اسکی تکذیب کی نہ اس پر جسے تصدیق کی پس اگر اسنے وکیل کی تصدیق کی کہ اسنے دیدیا تو دوسرے سے قسم لیجائیگی کہ واللہ میں نے وصول نہیں پایا پس اگر اسے قسم کھالی تو قرضہ ساقط ہوگا اور نہ قبضہ ظاہر ہوگا اور اگر انکار کیا تو قرضہ ثابت ہوگا اور موکل کے ذمہ سے قرضہ ساقط ہوگا اور اگر موکل نے عدم قبض کی تصدیق کی تو وکیل سے بالخصوص قسم لیجائیگی کہ میں نے نہ کو دیدیا ہو پس اگر اسے قسم کھالی تو بری ہوگا ورنہ ضمان ہوگا شریعہ حاوی میں لکھا ہے واضح ہو کہ تھوڑی سی جہالت باج کالت میں برداشت کر لیجائی ہو اور وکالت غلط

۱۳ قول بدن دوسرے یعنی بدن آگاہی دوسرے کے لیکن تعرت ناسنہ ہوگا جب تک کہ آگاہی نہ ہو ۱۳

ماذون ہوں مجھے اجازت ہو تو ہکا قول لیا جائیگا اور اگر بائع نے اس امر کے گواہ منائے کہ غلام نے خرید کے بعد
 بیان مجلس میں آنے سے پہلے یہ اقرار کیا کہ میں مجبور ہوں یعنی مجھے مانعت ہو تو گواہی مقبول نہوگی ایک غلام نے
 دوسرے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا پھر کہا کہ یہ جو میں نے فروخت کیا میرے مالک کا ہے اور میں مجبور ہوں و مشتری نے
 کہا کہ نہیں بلکہ تو ماذون ہو تو مشتری کا قول لیا جائیگا۔ شخص اجارہ کا ذیل ہو اسکو اجارہ ثابت کرنے میں خصوصیت
 کرنے اور کرایہ وصول کرنے اور کرایہ کی واسطے جو شے کرایہ پر ہو روک رکھنے کا اختیار ہو اور اگر اجرت پر دینے والے
 نے لینے والے کو ہبہ یا بری کر دیا تو جائز ہے اگر وہ میں ہو اور اگر معین ہو تو نہیں جائز ہے یہ بجز الرقی میں ہو اور ہر عقد کی
 اضافت ہو کہ کیطرت ہوتی ہو تو اسکے حقوق ہو کہ کیطرت رجوع کرنے کے جیسے نکاح و طلاق بال اور اعتاق بال
 خلع و صلح خون عدا وغیرہ کے کذا فی البدلئے۔ شوہر کے ذیل سے مہر کا مطالبہ ہوگا اور نہ عورت کے ذیل سے
 عورت کے سپرد کر نیکا مطالبہ ہوگا اور نہ عورت کا ذیل مہر پر قبضہ کر سکتا ہے اور یہ طریق کتاب کے ذیل کو ثابت
 کے معاوضہ پر جو غلام دیگا قبضہ کر نیکا اختیار نہیں ہو اور خلع کا ذیل اگر شوہر کیطرت سے ہو تو خلع کے بدلے
 قبضہ نہیں کر سکتا اور اگر عورت کیطرت سے ہو تو وہ بدل خلع کے عوض گرفتار نہیں ہو سکتا ہو لیکن اگر ضمانت کرے
 تو پھر اجائیگا کذا فی السراج الوہاج اور یہ سب اس صورت میں ہو کہ ذیل اہل عہدہ میں سے ہو کذا فی البدلئے اگر کسی نے
 مجبور لڑکے کو کوئی اپنی چیز فروخت کرنے یا اپنے لیے خریدنے کا ذیل کیا اور اس نے خرید و فروخت کی تو جائز ہے ہر طریقہ
 کو کا سمجھ لے ہو اور لڑکے پر عہدہ نہیں ہو عہدہ اسکے حکم دینے والے پر ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اور ظاہر روایت کے
 موافق مشتری یا بائع کسی کو خیار نہ ہوگا خواہ اس لڑکے کے مجبور ہو نیکا علم ہو یا نہ ہو یہ سراج الوہاج میں لکھا ہے
 اور اگر لڑکا ماذون ہو پس اگر فی الحال یا میعاد میں من پر فروخت کر نیکا ذیل ہو اور اس نے فروخت کیا تو جائز ہے اور عہدہ
 اسی پر ہوگا اور اگر خریدنے کا ذیل ہو پس اگر اوہا میعاد میں دامون بخیریدنے کا ذیل ہو تو قیاساً و تنسیلاً عہدہ نہیں ہوگا
 بلکہ موکل پر ہو یہاں تک بائع موکل سے من طلب کرے گیانہ اس لڑکے کے ذیل سے اور اگر نقد دامون بخیریدنے کا ذیل ہو تو
 قیاساً و عہدہ پر ہوگا اور تنسیلاً ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر کسی آزاد نے کسی غلام ماذون کو ہواسطے ذیل کیا کہ موکل کے
 واسطے غلام یا باندی یا کھانا وغیرہ ہزار درم نقد کو خرید دے اور یہ ہزار درم خواہ اسکو دیے یا نہ دیے تو غلام ماذون کا
 خریدنا موافق حکم موکل کے جائز ہے اور عہدہ اسی غلام ماذون پر ہے اور اگر موکل نے غلام کو اوہا خریدے کا حکم دیا
 تھا اور اس نے اوہا خریدا تو تمام بیع اس غلام کی ہوگی نہ موکل کی اگر غلام ماذون نے کسی کو اپنی مقبوضہ چیز فروخت
 کرنے یا کچھ خریدنے کے واسطے ذیل کیا تو جائز ہے اور وہ غلام بمنزلہ آزاد کے ہے اور اگر مامور ذیل مرتبہ آدمی
 ہو تو اسکی بیع جائز ہے لیکن امام کے نزدیک حکم عہدہ کا توقف رہے گا اگر وہ مسلمان ہو گیا تو اسی پر ہوگا

در نہ موکل پر ہوگا کذا فی السراج الوہاج

فصل نکاح کے اثبات کرنے اور اس پر گواہی دینے اور تعلقات کے بیان میں قاضی خوارزم کی مجلس میں
 ایک شخص نے حاضر ہو کر کسی کو اپنے تمام حقوق خوارزم وصول کرنے کے واسطے ذیل کیا پس اگر قاضی موکل کو نام سپرد

سے پہچانتا ہو تو وکیل بنا دیکھا پس اگر اسی حاکم کے پاس اس وکیل نے کسی کو حاضر کر کے موکل کے حق کا دعویٰ کیا تو قاضی گواہی پڑ گئی کہ دیکھا اور وکالت ثابت کرنے کی احتیاج نہ ہوگی اور اگر قاضی موکل کو نہیں پہچانتا ہو تو وکیل کو بنا دیکھا اور اگر موکل نے اس امر کے گواہ دینے چاہے کہ میں فلاں بن فلاں چغتائی ہوں تو قبول نہ ہونگے کیونکہ کوئی منصف حاضر نہیں ہوا اور اگر اس غرض سے گواہ سنائے کہ یہ قاضی دوسرے قاضی وشت کو یہ لکھدے کہ فلاں بن فلاں چغتائی نے فلاں بن فلاں چغتائی کو اس امر میں وکیل کیا ہے تو قبول کرے لکھدے یہ وجہ کر دے میں لکھا ہے ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھے فلاں شخص نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ میں اس کے تمام حقوق جو کو فہ میں ہیں وصول کروں یا درناش کروں اور وکالت کے گواہ لایا اور موکل غیر حاضر ہوا کسی ایسے شخص کو نہ لایا کہ جس پر موکل کا کچھ حق آتا ہو تو قاضی سماعت کرے گا اور اگر کسی مدعا علیہ نہ کرے یا مقرر کر لیا تو سماعت کرے اس کے وکیل میں کیا حکم دیدیگا پھر اگر اس کے بعد کوئی دوسرا مدعا علیہ لایا تو دوبارہ وکالت کے گواہ سنائے کی ضرورت نہ ہوگی اور اگر کسی خاص شخص کی طرف سے حق ہونے کا دعویٰ کرے اس کے وصول کرے نیک اپنے آپ کو وکیل قرار دیا تو خاص اشخاص کا حاضر کرنا وکالت کی گواہی سننے کی واسطے ضرور ہے اور جب اس کے سامنے وکالت ثابت ہو گئی اور پھر دوسرا مدعا علیہ لایا تو دوبارہ گواہ سننے کی ضرورت ہوگی یہ بحر الباق میں لکھا ہے اور اگر کسی خاص شخص سے حق موکل وصول و خصوصیت کرنے کی وکالت کا دعویٰ کیا پھر اسی پر موکل کے دوسرے حق کا دعویٰ کیا تو دوبارہ گواہ سننے کی ضرورت نہیں ہوگی اگر دوسرے موکل کی طرف سے وکالت کا دعویٰ کرے تو اس کے گواہ سننے کی ضرورت نہیں ہے جو چیز میں لکھا ہے ایک شخص نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ فلاں موکل نے مجھے اداس شخص فلاں بن فلاں کو اس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اس کا اس مدعا علیہ پر آتا ہے وکیل کیا ہے اور قرضدار نے قرض کا اقرار کیا لیکن اس کی وکالت سے انکار یا دونوں سے انکار کیا پھر وکیل نے وکالت اور قرضہ دونوں کے گواہ سنائے تو قاضی دونوں وکیلوں کی وکالت کا حکم دیدیگا اور اس وکیل حاضر کو بدوین دوسرے وکیل کے تنہا قرضہ وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور جب حاضر ہو تو دونوں وصول کریں اور اس کو اپنی وکالت کے ثابت کرنے کی واسطے گواہ سنائے کی ضرورت نہ ہوگی یہ محیط میں ہے وکیل نے دعویٰ کیا کہ میں فلاں شخص کی طرف سے اس مدعا علیہ حاضر پر قرضہ کے وصول کرنے کا وکیل ہوں اور وکالت اور قرضہ پر ایک ہی گواہ سنائے تو امام عظم نے فرمایا کہ وکالت کا حکم دیدیگا پھر قرضہ کی واسطے دوبارہ گواہوں کو سنائے انسانی الوجیز الکروری اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر دونوں پر کیا رگی گواہ سنائے تو دونوں کا حکم دیدیگا اور دوبارہ سنائے کی احتیاج نہیں ہے اور یہ تہسان ہے اور فتویٰ امام عظم کے قول پر ہے جو یہ جو ہر اخلاطی میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو اپنے کسی مال معین کے فروخت کی واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے یہ قصد کیا کہ اپنی وکالت اس طور سے قاضی پاس ثابت کرے کہ اگر موکل اگر انکار کرے تو اس کے انکار پر لحاظ نہ کیا جاوے پس اس کی چند صورتیں ہیں ایک یہ ہو کہ وہ مال معین کسی شخص کو دیدے پھر اس پر دعویٰ کرے کہ میں فلاں کی طرف سے اس مال کو وصول کر کے فروخت کرنے کا وکیل ہوں اور وہ شخص کہے کہ میں تیرے وکیل ہوں نہ کو نہیں جانتا ہوں پس وکیل اس امر کے گواہ سنائے تو قاضی اس شخص کو حکم دیدیگا کہ اس کے سپرد کردے پس وکیل اس کو فروخت کرے پھر اگر موکل نے انکار کیا تو التفات نہ کیا جاوے گا اور دوسری

صورت یہ ہو کہ کسی سے کہے کہ یہ فلان شخص کی ملکیت میں اسکو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور جب فروخت کر دیا تو اس سے کہے کہ اس پر قبضہ کر لے پھر مشتری کہے کہ میں تجھ سے لیکر قبضہ نہ کروں گا کیونکہ شاید مالکے اگر تیری وکالت سے انکار کیا اور اکثر میرے پاس چھوٹا ہوتا ہے یا اس میں نقصان آجاتا ہے تو مجھے خواہ مخواہ ضمانتی پڑے پس اس امر کے گواہ سنا دیگا کہ میں اسکی طرف سے فروخت کر دینے اور سپرد کرنے کا دلیل ہوں پس اس پر قبضہ کرنے کا جبر کرے اور تیسری صورت یہ ہو کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ جو گھر تیرے قبضہ میں ہے وہ فلان شخص کی ملکیت ہے اور تہ اسکی طرف سے فروخت کر لیا گیا ہے اور تو نے میرے ہاتھ فروخت کر دیا پس یہ دلیل یوں کہے کہ ہاں میں نے فروخت کر دیا لیکن میں فلان کی طرف سے دلیل نہیں ہوں اور مجھے بیع کی واسطے دلیل نہیں کیا ہے پھر خریداری کے مدعی نے اسکی دلیل بیع ہونیکے گواہ سنا دیے تو گواہی قبول ہو کر اسکی دلیل بیع ہونیکا حکم دیا جائیگا یہ بھرا لائق میں لکھا ہوا ایک شخص نے دوسرے کو اپنا قرضہ فلان سے وصول کرنے اور اس میں خصومت کر لیا کہ اسکی دلیل کیا پس دلیل نے قرضدار کو حاضر کیا اور اسنے وکالت کا اقرار کیا مگر قرض سے انکار کیا پس دلیل نے قرضہ ہونے پر گواہ سنا دیے تو مقبول ہونگے یہ فتاویٰ قاضینا میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر کسی غائب کا حق ہونے کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کیے کہ غائب نے مجھے اپنا حق وصول کرنے اور خصومت کر لیا کہ اسکی دلیل کیا ہے پس مدعا علیہ نے اس امر کے گواہ پیش کیے کہ موکل نے اس کو حضور یا بلا حضور ہی میں وکالت سے برطرف کر دیا ہے تو یہ گواہی قبول ہوگی اور وکالت باطل ہوگی بطح اگر دلیل کے اقرار کے گواہ دیے کہ اسنے اقرار کیا ہے کہ موکل نے مجھے وکالت سے برطرف کر دیا تو بھی وکالت باطل ہوگی اسی طرح اگر یہ گواہ سنا دیے کہ موکل نے اقرار کیا کہ میں نے دلیل کو نہیں مقرر کیا ہے تو بھی گواہی مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر قرضدار نے مال دلیل کو دیا پھر قرضدار نے گواہ دیے کہ یہ دلیل نہیں ہے یا اسنے اقرار کیا ہے کہ قرضخواہ نے مجھے دلیل نہیں کیا ہے تو گواہی مقبول ہوگی اور اگر اس امر پر اسنے قسم لینا چاہی تو نہ لیجائیں گی اور اگر اس امر کے گواہ سنا دیے کہ قرضخواہ نے وکالت سے انکار کر کے اپنا قرضہ مجھے وصول کر لیا تو گواہی مقبول ہوگی یہ کافی میں لکھا ہے قرضہ وصول کرنے کی دلیل ہے اگر قرضہ ہونے پر گواہ سنا دیے اور قاضی نے قرضدار پر یہ حکم دیدیا کہ دلیل کو دیر سے اور دلیل نے وصول کر کے ضائع کر دیا پھر قرضدار نے یہ گواہ سنا دیے کہ میں موکل کو ادا کر دیا ہے تو دلیل سے لینے کی اسکو کوئی راہ نہیں ہے ہاں موکل سے وصول کر لیا یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو شخص سے خصومت کر لیا کہ اسکی دلیل کیا ہے پھر دلیل نے ایک شخص کو حاضر کر کے اس پر موکل کے کچھ مال کا دعویٰ کیا پس مدعا علیہ نے وکالت کا اقرار کیا پھر دلیل نے کہا کہ میں اپنی وکالت کے گواہ سنا دیے دیتا ہوں تاکہ دوسروں پر حجت ہو تو قاضی سماعت کر کے اسکو مفرا وغیرہ سب پر دلیل قرار دیا یہ فتاویٰ قاضینا میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ

۱۰ قولہ ہونگے کیونکہ گواہی قرضہ پر قبول نہیں مگر خصم سے اور مدیون کے اقرار سے وکالت ثابت نہیں ہوتی تو دلیل خصم نہ ہوگا آیا تو نہیں دیکھتا کہ مدیون نے اگر وکالت کا اقرار کیا اور دلیل نے کہا کہ میں وکالت کو کیے دیتا ہوں کہ مبادا موکل حاضر ہو کر وکالت سے منکر نہ ہو جاوے تو گواہی قبول ہوگی اگرچہ اقرار ہی مدعا علیہ پر قائم ہے یعنی اسی وجہ سے کہ اقرار مدعا علیہ سے وکالت عموماً ثابت نہیں ہوگئی **۱۱** قولہ کہ لکھا کیونکہ اسکی دلیل کا قبضہ اسی کا قبضہ ہے **۱۲**

کیا کہ تو فلاں شخص کی طرف سے خصومت کا وکیل ہو اور میرا سپر اس قدر چاہیے ہو پس مدعا علیہ نے کہا کہ فلاں شخص نے مجھے خصومت کا وکیل نہیں کیا ہو اور مدعی نے دعویٰ کے گواہ منائے تو مقبول ہونگے یہ دخیل کر دی میں ہو اگر دو گواہوں نے کسی شخص کی وکالت کی گواہی دی اور وکیل کو نہیں معلوم کہ میں وکیل ہوا ہوں یا نہیں اور کہا کہ مجھے گواہوں نے خبر دی کہ موکل نے مجھے وکیل کیا ہو اس لیے میں طلب کرتا ہوں تو یہ جائز ہو اور اگر گواہوں کی گواہی پر اسے انکار کیا پس اگر طالب کا وکیل ہو تو اس گواہی پر حق وصول نہیں کر سکتا ہو کیونکہ اس نے اپنے گواہوں کی تکذیب کی اور اگر مطلوب کا وکیل ہو پس اگر گواہوں نے یہ بیان کیا کہ اس نے وکالت قبول کی تو اس پر وکالت لازم ہوگی اور اگر گواہوں نے قبول کی گواہی نہ دی تو اس کو قبول کرنے اور نہ قبول کرنا اختیار ہو یہ موقوف ہے اگر طالب غائب ہو اور طالب نے اس کے گھر میں اپنے حق کا دعویٰ کیا اور مطلوب کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ مطلوب نے اس شخص کو وکیل خصومت کیا ہو اور وکیل طالب انکار کرتا ہو تو وکالت باطل ہوگی اور مطلوب نے اگر کسی کو مال دیا اور دعویٰ کیا کہ یہ طالب کا وکیل ہو اس نے قبضہ کرنا وکیل کیا ہو پھر طالب نے انکار کیا اور مطلوب کی طرف سے طالب کے دو بیٹوں نے وکالت کی گواہی دی تو جائز ہو اور اگر طالب کا وکیل نہ ہو تو اس کا دعویٰ کرتا ہو اور مطلوب انکار کرتا ہو پس طالب کے دو بیٹوں نے وکالت کی گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی خواہ وکالت خصومت ہو یا وصول قرض یا وصول شے معین ہو اگر مطلوب نے قرض کی وکالت میں قرار کیا تو محاکمہ کیا جائیگا کہ قرض اس کو دیدے کیونکہ خود مقرر ہو اور اگر وکیل خصومت نے قرار کیا تو جائز نہیں ہو کیونکہ احتمال ہو کہ دو نو نہیں سمجھتا ہو گیا ہو کہ وکیل جا کر قرار کرے کہ موکل کا کچھ حق نہیں ہو اور اگر مال معین وصول کر نیکی وکالت میں مطلوب نے قرار کیا تو ظاہر روایت کے موافق صحیح نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہو اگر مسلمان کے قبضہ میں ایک گھر ہو سپر ایک فی فی نے دعویٰ کیا اور دو بیٹوں کی گواہی سے ایک وکیل کیا تو ان کی گواہی وکالت پر جائز نہ ہوگی خواہ مسلمان نے وکالت کا قرار کیا ہو یا نہ کیا ہو یہ موقوف ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کو فلاں شخص سے اپنا قرضہ وصول کرنا وکیل کیا پھر وکیل نے گواہی سے وکالت ثابت کرنا چاہی پس گواہوں نے ایسی ہی گواہی ادا کی تو امام عظیم نے فرمایا کہ قرضہ وصول کرنے اور خصومت کرنے دونوں کا وکیل ہو جائیگا اور اگر گواہوں نے یہ گواہی دی کہ قرضہ خواہ نے اس کو قرضہ وصول کرنے کو بھیجا ہو تو بالاتفاق وکیل خصومت نہ ہوگا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ اس نے اپنا قرضہ فلاں سے لینے کا اس کو حکم کیا ہو تو بھی وکیل خصومت نہ ہوگا اسی طرح اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اس کو بجائے اپنے قرض وصول کرنے میں مقرر کیا ہو تو بھی وکیل خصومت نہ ہوگا اور اگر یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ میں نے تجھ کو فلاں سے اپنا قرضہ وصول کرنے پر مسلط کیا یا اپنی جیات میں تجھے دے دیا کہ فلاں سے قرضہ وصول کرے تو امام عظیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وصول کرنے اور خصومت کرنے دونوں کا وکیل ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہو اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے قرضہ

۱۱۔ قولہ جائز ہو کیونکہ دو گواہوں پر جب قاضی کو حکم ہو جاتا ہو تو بدرجہ اولیٰ وکیل کو ہونا چاہیے ۱۲۔ قولہ لازم ہوگی کیونکہ مطلوب کے وکیل پر بعد قبول کے خصم کی جوابدہی کے لیے جبر کیا جائے گا ۱۳۔ قولہ اختیار کیونکہ گواہوں سے جس قدر تو وکیل ثابت ہو جائے معائنہ کے ہے ۱۴۔ اور نہ مال معین دینے کا حکم ہوگا ۱۵

وصول کرنے کا اسکو وکیل کیا ہو اور دوسرے نے کہا کہ اسکو حکم دیا ہو کہ قرضہ وصول کرنے یا قبضہ کرنے کے واسطے بھیجا
 ہو اور مطلوب قرضہ کا اقرار کرتا ہو تو وکیل اس سے وصول کر سکتا ہو اور خصوصیت نہیں کر سکتا ہو تاکہ وہ انکار کرے
 یہ محیط میں ہو اگر ایک گواہ نے گواہی دی کہ قبضہ کرنے کا وکیل کیا ہو اور دوسرے نے گواہی دی کہ تقاضا قرضہ
 طلب کرنے کا وکیل کیا ہو تو گواہی جائز ہو اور جو ہمارے صاحب نے استحسان لیا ہو اسکے موافق گواہی مقبول نہونی
 چاہیے یہ شرح اہل تقاضی میں لکھا ہو اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ فلان نے اسکو یہ غلام فروخت کر نیکاً وکیل کیا ہے
 مطلقاً بیع بیان کی اور دوسرے نے کہا کہ فروخت کر نیکاً حکم کیا ہو اور کہا ہو کہ بیرون میری رائے لینے کے فروخت
 نہ کر دینا پھر وکیل نے فروخت کر دیا تو جائز ہو اور ایک نے کہا کہ موکل نے اسکو غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہو اور
 دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اسے اسکو اور اس دوسرے شخص کو غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا ہو تو دونوں
 یا ایک اسکو فروخت نہیں کر سکتے ہیں اور یہی حکم ایسی صورت میں مال معین وصول کر نیکاً ہو اور اگر وکیل خصوصیت ہو
 تو جس شخص پر اتفاق کیا ہو وہ خصوصیت کر سکتا ہو لیکن جب قاضی نے ڈگری کر دی تو یہ وکیل تنہا وصول نہیں کر سکتا
 ہو یہ محیط میں ہو اگر ایک نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس سے کہا کہ تو میرا وکیل قبضہ دین ہو اور دوسرے نے
 کہا کہ تو میری طرف سے اسکے وصول کی لیاقت رکھتا ہو تو نکالت بالقض کا حکم دیا جائیگا اور یہی حکم خصوصیت
 اور مال معین کے قبضہ کا ہو اور اگر ایک نے گواہی دی کہ وکیل کیا ہو اور دوسرے نے وہی کہا تو گواہی مقبول نہونی اور
 اگر زندگی کا وحسی مقرر کرنا بیان کیا تو مقبول ہوگی اور اگر ایک گواہ نے بیان کیا کہ موکل نے اسکو اس گھر میں
 خصوصیت کرنے کو فلان شہر کے قاضی کے پاس حکم دیا ہو اور وکیل کیا ہو اور دوسرے گواہ نے دوسرے شہر کے
 قاضی کا نام لیا تو یہ حکم ہوگا کہ یہ وکیل وکیل خصوصیت ہو یہ سبوط میں لکھا ہو اور اگر یہ صورت حکم مقرر کر نیکی و بدقیہوں
 میں ہو تو ہمیں اختلاف سے گواہی مقبول نہونی طرح اگر ایک گواہ نے قاضی شہر کو ذکر کیا اور دوسرے نے کسی
 فقہ کو حکم بنانے کی واسطے ذکر کیا تو بھی نام مقبول ہو اگر ایک گواہ نے ذکر کیا کہ اسکو فلان عورت کے طلاق دینے کی واسطے
 وکیل کیا ہو اور دوسرے نے اس عورت اور دوسری عورت کے طلاق کے واسطے وکیل کرنا ذکر کیا تو پہلی عورت کے
 طلاق کی واسطے وکیل ہونے کا حکم دیا جائیگا اور ایسی ہی بیع اور کتابت اور آزادی کی صورتوں میں بھی حکم ہو
 اور اگر ایک نے قبضہ کرنے کا وکیل کرنا اور دوسرے نے قبضہ کرنے پر مسلط کرنا بیان کیا تو ایک ہی جہتی ہیں
 لکن انی محیط دونوں نے وکیل کر نیکی گواہی دی پھر ایک نے بیان کیا کہ موکل نے اسے معزول کر دیا ہو تو نکالت
 ثابت ہوگی نہ معزولی یہ سبوط میں ہو اگر دونوں گواہوں نے کسی کی نکالت کی گواہی دی اور حکم ہو گیا پھر
 دونوں نے رجوع کیا تو نکالت کا حکم قضا باطل نہوگا اور نہ گواہ ضامن ہونگے یہ محیط میں لکھا ہو اگر گواہی کے
 ساتھ کسی کو اپنے تقاضاے قرض کا وکیل کیا پھر غائب ہو گیا پھر طالب کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ہمارے
 باپ نے اسکو نکالت سے معزول کر دیا ہو اور مطلوب نے انکی گواہی کا دعویٰ کیا تو گواہی جائز ہو اور اگر
 مطلوب نے انکی گواہی نہ طلب کی تو حیران الکیل کو دلاؤ گا اور یہی حکم دہن بیون کی گواہی کا اس باب میں ہو

پھر اگر مال دینے کے بعد طالب آیا اور کہا کہ میں نے اسکو وکالت سے برطرف کر دیا تھا پس اگر دونوں گواہ طالب کے دونوں بیٹے ہوں تو اسکو ضمان لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر گواہ جنبی ہوں تو معزول ہونا ثابت ہوا اور طالب کو اختیار ہوگا کہ مطلوب سے مال کی ضمان لیوے یہ سبوط میں لکھا ہوا اور اگر طالب کے دونوں بیٹوں نے اپنے باپ کے آنے سے پہلے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے پہلے وکیل کو معزول کر کے اسکو وکیل کیا ہے پس اگر مطلوب نے انکار کیا تو یہ گواہی نہ پہلے کے معزول ہونے اور نہ دوسرے کے مفقود ہونے کسی پر مقبول نہوگی اور پہلا وکیل برقرار رہے گا اور حکم ہوگا کہ مال اسکو دیوے اور اگر مطلوب نے اقرار کیا تو معزول ہونا گواہی سے ثابت ہوگا اور حکم ہوگا کہ مطلوب دوسرے وکیل یا قرار دی کو مال دیدیوے یہ محیط میں لکھا ہے اگر کسی وکیل نے دعویٰ کیا کہ یہ گھر جو اس شخص کے قبضہ میں ہے میرے موکل کا ہے اور قابض نے دعوے اور وکالت دونوں سے انکار کیا پھر قابض کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اسکو خصوصیت کے واسطے وکیل کیا ہے تو مقبول ہوگی یہ سبوط میں ہے اور اگر وکیل کے دو بیٹوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے ہمارے باپ کو معزول کر کے اس شخص کو وکیل قبضہ کیا ہے تو جائز ہے اور اگر یہ دونوں گواہ دوسرے وکیل کے بیٹے ہوں تو دوسرے وکیل سے وکالت کے باب میں یہ گواہی مقبول نہوگی اور پہلے کے معزول ہونے کے واسطے مقبول ہوگی یہ محیط میں لکھا ہے اگر طالب ایک وصی ہے اور دو مسلمانوں نے یہ گواہی دی کہ اسنے اس مسلمان کو اپنا فرضہ فلان شخص سے وصول کرنے کا وکیل کیا ہے اور مطلوب اقرار کرتا ہے اور دو ذمیوں نے یہ گواہی دی کہ موکل نے اس وکیل کو معزول کیا ہے اور اس دوسرے کو وکیل کیا ہے تو یہ گواہی پہلے وکیل مسلمان پر مقبول نہ ہوگی اور اگر پہلا وکیل ذمی ہو تو مقبول ہوگی کذا فی المبسوط

دوسرا باب خریدنے کی واسطے وکیل کر کے بیان میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ چیز جسکے خریدنے کی واسطے وکیل کیا اس طرح بھول ہو کہ وکیل سے فراہم داری ممکن نہ ہو سکے اور وہ چیز معلوم نہ ہو سکے تو وکالت صحیح نہیں ہوتی یہ روئے صحیح ہے یہ تین میں سے لکھا ہے جو حالت تین طرح کی ہوتی ہے ایک جہالت نہایت مرتبہ کی اور وہ جہالت جس میں شکا کہے یا چوہائے یا ذوق کی خریدنے کی واسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح نہیں ہے اگرچہ دام بیان کر دیے ہوں اور دوسری ادنیٰ مرتبہ کی جہالت اور وہ جہالت نوع ہو مثلاً گدھے یا بچہ یا گھوڑے یا کپڑے ہر وی یا مروی کے خریدنے کی واسطے وکیل کیا تو وکالت صحیح ہے اگرچہ مول نہ بیان کیا ہو تیسری جہالت درمیانی ہے یعنی نوع اور جنس کے درمیان کی جہالت جیسے غلام یا باندی یا گھر خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس اگر دام یا نوع بیان کر دی تو صحیح ہے اور اگر دام یا نوع نہ بیان کی تو صحیح نہیں ہے یہ کفایہ میں لکھا ہے اگر ہر وی یا بچہ یا گھوڑے یا بچہ کے خریدنے کی واسطے وکیل کیا تو صحیح ہے خواہ مول بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو اور اگر غلام خریدنے کی واسطے وکیل کیا تو جائز ہے بشرطیکہ مول بیان کیا ہو اور اگر مول نہ بیان کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کپڑا یا چوہا یا بچہ خریدنے کا وکیل کیا تو صحیح نہیں ہے اگرچہ مول بیان کر دیا ہو اور یہ سب سب صورت میں ہے کہ وکالت کی دلالت عموم پر نہ ہو ورنہ اگر وکیل سے کہا کہ جو تیری رائے میں آئے میرے لیے خرید کرے تو وکالت جائز ہے یہ تین میں سے لکھا ہے اس طرح اگر یہ کہا کہ میرے لیے ہزار درہم کے کپڑے یا چوہائے یا گھوڑے یا بچہ تیری رائے میں آئے یا مجھے پسند ہو یا جو کچھ تیرے سامنے آوے یا جو مجھے

لے خریدے تو وکالت صحیح ہو سلیح اگر کہا کہ میرے واسطے خریدے مگر ہزار درم سے نہ بڑھانا یا فروخت کر دے یا بھٹا
دے تو بھی صحیح ہو کیونکہ وکیل کے سپرد کر دیا یہ کافی ہے ہر سلیح اگر کہا جو کچھ تیرا جی چاہے یا جو چاہے تیرا جی چاہے یا جو
تجھے لے خریدے تو صحیح ہو یہ بدلے میں لکھا ہو اور اگر کہا میرے لیے کپڑوں یا چوپاؤں کو خرید کر تو صحیح نہیں ہے کیونکہ کپڑوں
کا لفظ جمع ہے اور حالت عدد میں بہت ہے یہ محیط خسی میں لکھا ہو اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک لکھ خرید کر تو جتنا سول
بیان کرے صحیح نہیں ہے اور بعد بیان میں کہ اسی شہر کا گھر مراد ہو گا جس میں وہ دونوں میں اربعہ میں نے کہا کہ باوجود بیان
میں کے محل بیان کرنا ضرور ہو کہ کافی فتاویٰ قاضی خان اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک گھر کو نہ میں ہزار درم کو خرید کر تو بالآخر
صحیح ہو اور اگر کہا ایک گھر کو نہ میں فلاں موضع میں در موضع جہاں کر کیا اس جگہ کا بعض بعض سے قریب قریب میں
تو جائز ہو خواہ میں ذکر کیا نہ کیا۔ بلکہ میں ایک گھر خریدے کا وکیل کیا اور اسے منج سے خارج خرید پس اگر موکل شہری ہو تو
سے ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر دیہاتی ہو تو جائز ہے یہ بحر الرائق میں ہے اگر کہا کہ میرے لیے ایک گھر شام میں ہزار درم کو خرید کر
تو فاسد ہو کہ کافی محیط اور اگر کہا کہ میرے واسطے ایک نہ موتی یا یا قوت سرخ رنگ کا نلینہ خرید کر دے اور مولیان کیا
تو جائز نہیں ہے اور اگر وکیل نے خرید تو ہی کا ہو گا نہ موکل کا یہ سراج الوہاج میں ہے اگر گھوٹوں یا کوئی مقداری چیز خریدنے کا
وکیل کیا اور مقدار و وزن کا ذکر نہ کیا تو صحیح نہیں ہے اور اگر کوئی بیانیہ معروف ذکر کیا تو صحیح ہے یہ وجہ کر دی میں ہو وکیل
خرید کو جائز ہو کہ مثل قیمت پہلا واسقہ زیادتی پر کہ جتنا خسارہ اپنے انداز میں لوگ برداشت کر لیتے ہیں خریدے
اور شیخ الاسلام خواہ ہزار دہے فرمایا کہ یہ حکم ان چیزوں میں ہے کہ جنکی قیمت شہر والوں میں کٹی ہوئی معلوم نہ ہو اور جنکی
قیمت شہر والوں کو معلوم ہو جسے روٹی و گوشت وغیرہ مثلاً اگر انہیں زیادتی کر دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی خواہ زیادتی
قلیل ہو یا کثیر ہو یہ جو ہر چیز میں لکھا ہو اگر کہا کہ میرے واسطے ایک حبشی یا ہندی باندی خرید کر دے اور اسکا متن
بیان کیا تو صفت مذکور کے ساتھ اسکا خرید لینا جائز ہے بشرطیکہ متن میں پر خریدی ہو یہ سراج الوہاج میں ہے اگر وکیل
سے کہا کہ میرے واسطے اسی حبشی کی ایک باندی خرید دے اور میں ذکر نہ کیا تو یہ اس طور سے جائز ہے کہ حبشی لوگوں کا
معمول اس حبش میں خریدنے کا ہو خرید کرے اور اگر کوئی بیانیہ متن کہ عام لوگوں میں ایسا معاملہ نہیں آج ہو خرید لایا تو
موکل پر لازم نہ ہوگی اگر کہا کہ میرے واسطے خیر کا کپڑا کو نہ کا خرید دے اور میں ذکر نہ کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر کہا کہ خیر کا
کپڑا سودہ کو میرے واسطے خرید دے اور میں بیان نہ کی تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر ایک دیہاتی نے ایک
شخص کو وکیل کیا کہ میرے لیے حبشی باندی خرید دے اور میں نہ بیان کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ اس قسم کے
میں مثل پر خرید کر دے کہ جیسے دیہاتی خریدتے ہیں اور اگر اس سے بھی تجاوز کیا کہ دیہاتی بھی نہیں خریدتے ہیں تو جائز
نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہو۔ ایک دلال کو ہزار درم دیے کہ اسکی چیز خرید دے پس اگر وہ دلال کسی چیز کی خریداری میں
مشہور ہو تو یہ وکالت اسی شے سے متعلق ہوگی ورنہ فاسد ہو یہ وجہ کر دی میں لکھا ہو خریداری کے وکیل کرنے
میں اگر کوئی قید ہو تو بالاجماع اس قید کا محاذ کیا جاوے گا خواہ وہ قید مشتری سے متعلق ہو یا متن سے متعلق ہو
یہاں تک کہ اگر وکیل نے اس قید سے مخالفت کی تو خریداری اسکے ذمہ ہوگی لیکن اگر خلاف کرنے میں مکمل کی تہری

۲۴
ترجمہ فتاویٰ عالمگیری جلد پنجم

ہو تو موکل کو لازم ہوگی۔ اگر کسی وکیل سے کہا کہ میرے واسطے ایسی باندی خرید کر دے کہ میں اس سے وطی کروں یا مہر
 بناؤں پھر اسے ایک مجوسی باندی یا موکل کی رضاعی بہن یا مرتد باندی خرید دی تو یہ بیع موکل پر نافذ نہ ہوگی کیونکہ
 نافذ نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر کہا کہ میرے واسطے اس قدر دامون کو ایک باندی خرید دے کہ میں اس سے وطی
 کروں پس وکیل نے موکل کی عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ رضاعی یا نسبی خرید دی تو موکل کے ذمہ نہ ہوگی بلکہ
 وکیل کے ذمہ پڑے گی اسی طرح اگر شوہر دار باندی یا طلاق یافتہ یا جہی یا وفات سے عدت میں ٹھہنے والی باندی خرید دی
 تو بھی موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ وجہ کر دہی وقاضی خان میں ہے۔ اگر ایسی باندی خرید دی کہ جس کے رقب کا عارضہ
 تھا پس اگر وکیل کو معلوم نہ ہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کرنے کا اختیار ہو اور اگر وکیل کو معلوم تھا تو موکل کے
 ذمہ لازم نہ ہوگی اسی طرح اگر وکیل کو معلوم نہ تھا مگر بائع نے اس سے ہر عیب سے برأت کر لی تو بھی موکل کو لازم نہ ہوگی
 یقادی وقاضی خان میں لکھا ہے اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی خرید دے کہ میں اس سے وطی کروں
 پس وکیل نے ایک لڑکی کہ جو وطی کرنے کے قابل نہیں ہے خرید دی تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں ہے اور
 مذکورہ یا نصرانیہ خرید دی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور عصبیہ بھی امام عظم کے قیاس پر موکل کے ذمہ ہوگی اور اگر ایسی
 باندی کی بہن خرید دی جو موکل کے پاس موجود ہو اور موکل نے اس سے وطی کی ہے تو موکل کو لازم ہوگی محیط میں
 لکھا ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھے دو باندیاں خرید دے کہ میں دونوں سے وطی کروں گا پس ایک ہی عقد بیع میں دو باندیاں
 خریدیں یا ایک باندی اور دوسری اسکی پھوپھی یا خالہ رضاعی یا نسبی ایک ہی عقد میں خریدیں تو ہمارے
 نزدیک موکل کو لازم نہ ہوگی اور اگر دو عقد بیع میں خریدیں تو انہ کے نزدیک موکل کے ذمہ پڑے گی انتہی میں لکھا ہے کہ اگر
 ایسے وکیل نے اس کے واسطے ایک باندی اور اسکی بیٹی خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی کیونکہ وہ ایک کی بیٹی پر بیعت
 قادر ہے اور دوسری اس پر بعد ایک کی وطی کے حرام ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر کہا کہ میرے واسطے ایک
 باندی خدمت کے واسطے خرید دے یا روٹی پکانے کی واسطے خرید دے یا کوئی غلام خدمت کی واسطے یا کسی کام کی واسطے
 خرید دے پس باندی یا دونوں ہاتھ کسی یا دونوں پاؤں کسی باندی خرید دی تو بالاجل موکل کے ذمہ نہ پڑے گی سیرج الملج
 میں لکھا ہے۔ اگر اس واسطے وکیل کیا ہے کہ ایک گھوڑا میری سواری کے واسطے خرید دے پس انہ یا بچہ یا ہاتھ کا خرید دے یا تو موکل
 کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو اس واسطے وکیل کیا کہ ایک باندی مجھے
 اس واسطے خرید دے کہ میں اسکو کفارہ ظہار سے آزاد کروں گا پھر اسے اندھی یا دونوں ہاتھ کٹی یا پاؤں کٹی خرید دی اور
 موکل کو معلوم نہ ہوا تو موکل کے ذمہ ہوگی مگر واپس کر دینے کا اسکو اختیار ہو اور اگر وکیل نے جانکر خریدی تو موکل کے ذمہ
 نہ پڑے گی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر موکل نے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی خرید دے اور اسے عصبی خرید دی
 تو موکل کے ذمہ نہ ہوگی اور وکیل کے ذمہ لازم نہ ہوگی یہ بدائع میں لکھا ہے اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک بیوی
 کپڑا خرید دے کہ میں اسکی قمیص بنائوں پس اسے اس قدر کپڑا خریدا کہ قمیص بنیں بن سکتی ہے تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ ذخیرہ
 میں لکھا ہے اور اگر وکیل سے خریدنے کو کہا کہ میرے واسطے میں فن کی خیار کی شرط کرے اور اسے بدون شرط خیار کے خرید

تو وکیل کے ذمہ یہ بیع لازم ہوگی یہ بدلے میں لکھا ہوگا کہ میرے واسطے ہزار درم کو ایک باندی خریدی یا ایک باندی ہزار درم کو میرے مال سے یا ان ہزار درم سے یعنی اپنے مال کی طرف اشارہ کیا خریدے تو یہ صورت وکیل نانکی ہو اور اگر وکیل نے خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور اگر یوں کہا کہ باندی ہزار درم کو خریدی یا یہ باندی ہزار درم کو خریدی تو وکیل نہیں ہو اور اگر خریدی تو اسی کے ذمہ پڑے گی نہ کہنے والے کے ذمہ اور اگر دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی یا ان ہزار درم کو خریدی اور اشارہ دینا روں کی طرف کیا تو یہ وکالت دینا روں کی خریدنے کی ہوگی حتیٰ کہ اگر اسے درم میں خریدی تو یہی ذمہ ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہوگا کہ وکیل نے اگر جنس کی قید میں مخالفت کی تو یہ خریداری موکل کے ذمہ نہ ہوگی اگرچہ جو کچھ اسے خریدا ہو زمین بہتری ہو مثلاً اسے اپنا غلام ہزار درم پر فروخت کرنے کو کہا اور وکیل نے ہزار دینا روں کو فروخت کیا تو مخالفت ناجائز ہو اور اگر مخالفت و صف یا قدر میں ہو پس اگر وکیل کے کام میں بہتری ہو تو موکل پر نفاذ ہوگا اور اگر ضرر ہو تو موکل پر نفاذ نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہوگا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درم کو خرید دے پس اسے ہزار سے زیادہ کو خرید دی تو وکیل کے ذمہ پڑے گی نہ موکل کے اور اگر کہا کہ میرے واسطے ہزار درم یا سو دینا روں کو ایک باندی خرید دے پس اسے درم یا دینا روں کے سو کو دوسری چیز کے عوض خریدی تو بالاجماع موکل کے ذمہ نہ پڑے گی اور اگر ہزار درم ادھار پر خریدے کو کہا اور اسے نقد ہزار درم کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اگر ہزار درم نقد کو خریدنے کی واسطے وکیل کیا اور اسے ہزار درم ادھار پر خریدی تو وکیل کے ذمہ لازم ہوگی یہ بیع میں ہو اگر ہزار درم کو ایک باندی خریدے کا وکیل کیا پس اسے آٹھ سو درم کو خریدی اور اسی باندی ہزار درم کو آئی ہو تو وکیل کے ذمہ پڑے گی یہ بیع میں لکھا ہوگا اگر ایک خاص باندی سو دینا روں کو خریدنے کی واسطے وکیل کیا پس وکیل نے ہفت درم کو خریدی جسکی قیمت سو دینا روں تو مشہور روایت کے موافق سب کے نزدیک موکل کے ذمہ نہ پڑے گی اور جن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی کہ موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ فتاویٰ میں لکھا ہوگا کہ ایک شخص نے دوسرے کو نیک غلام خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر اس غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا پھر وکیل نے خرید کیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہوگا اگر ایک باندی خریدنے کی واسطے اسکو وکیل کیا اور جنس میں اسکا بیان کر دیا پس اسے اندھی باندی یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹی یا نہی باندی خریدی یا مجنونانہ خریدی تو امام اعظم کے نزدیک جائز اور صاحبین کے نزدیک ناجائز ہو اور اگر کافی یا ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کٹی ہوئی خریدی تو بالاتفاق جائز ہو یہ محیط خسی میں لکھا ہوگا اور اگر ایک ہاتھ اسکا کٹا ہو اور دوسری طرف سے اسکا ایک پاؤں کٹا ہو تو موکل کے ذمہ پڑے گی یہ بدلے میں ہو اگر کہا کہ میرے واسطے ایک قبہ خرید دے تو بالاجماع اندھی یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹی جائز نہیں ہو اور اگر کافی یا ایک پاؤں کٹی ہوئی خریدی تو بالاجماع موکل کے ذمہ پڑے گی یہ سراج الوداج میں لکھا ہوگا اگر باندی خریدنے کی واسطے وکیل کیا اور جنس جنس بیان کر دی پس وکیل نے موکل کی ذمہ محرم خریدی یا اسی باندی خریدی جسکی نسبت موکل نے قسم کھائی تھی

۱۰ قول نفاذ مثلاً ہزار درم کا حکم کیا اور اسے ڈیڑھ ہزار کو بیچا اور ضرر کی صورت اسے برعکس ہے ۱۱ منہ

۱۲ ذمہ پڑے گی یعنی اسی کو بیسی ہوگی اور یہ بیع اسی پر نفاذ ہوگی ۱۳

کہ اگر میں اسکا مالک ہوں تو آزاد ہو تو خریدنا صحیح ہو اور وہ آزاد ہو جائیگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر کسی کو ایک نو شیر و مغلہ
عورت کے خریدنے یا فروخت کا وکیل کیا پھر وہ بڑھیا ہو گئی اور وکیل نے خریدی یا فروخت کی تو جائز ہو بطرح گلے بکری
کا بچہ اگر بڑا ہو جائے تو یہی حکم ہو کہ ان فی الظہیر یہ والحمیط اگر کہا کہ میرے واسطے ایک خادم ہزار درم کو خرید دے تو یہ غلام د
باندی دونوں کو شامل ہو کہ ان فی الذخیرہ قلت اردو زبان میں صرف غلام پر بولا جائیگا والذکور اطلاق العرب اگر اس واسطے
وکیل کیا کہ ایک دم کا گوشت خریدے پس اسے بھیڑ یا گائے یا اونٹ کا گوشت خریدے یا تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر وہ چھوٹی
یا سری یا پائے یا نمک دار گوشت یا چروین کا گوشت یا وحشی جانور ورن کا گوشت یا زندہ بکری یا بچ کی گئی یا بے صاف
کی ہوئی بکری خریدی تو موکل کے ذمہ نہوگی اور اگر ذبح کی ہوئی صاف بکری خریدی تو موکل کے ذمہ نہوگی لیکن
اگر مرن قلیل دیا ہو تو نہیں یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو اگر یہ حکم دیا کہ ایک دم کا گوشت خرید دے پس اسے پیٹ
یا چکتی کی چربی خریدی یا چکتی کا حکم دیا تھا اور اسے چربی خریدی یا چربی کا حکم دیا تھا اور اسے چکتی خریدی تو
موکل کے ذمہ لازم نہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے اور اگر گوشت خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور اسے بھنا ہوا یا بچا ہوا خرید
دیا تو موکل کو لازم نہوگا لیکن اگر مسافر سے بینات ہو تو وہی پر محمول ہو اور ایک دم کی چھلی خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وکالت
بڑی نازی چھلی سے متعلق ہو اور اگر سری خریدنے کا حکم کیا تو صرف بکری کی سری پر محمول ہو نہ گائے و اونٹ وغیرہ پر
اور چھنی پر نہ چھنی پر یہ سراج الوہاج میں ہے قلت اردو اطلاق میں بھیڑی و بکری دونوں کو شامل ہو اور چھنی پر محمول
ہو الا یہ کہ کسی خاص مقام کا رواج مثل مذکور کتاب کے ہو واللہ اعلم انڈے خریدنے کے واسطے وکیل کرنے میں
صرف خاص مرغی کے انڈے مراد ہونگے یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے اور اگر دو دھ خریدنے کے واسطے وکیل کیا تو جو دو
شہر میں متعارف ہو بکری گائے بھینس وغیرہ کا مراد ہوگا اور یہی حکم چربی کا ہو اور اگر سب دو دھ برابر ہوتے ہوں یعنی
سب متعارف ہوں تو سب پر محمول ہو گا یہ حاوی میں لکھا ہو اور اگر تیل خریدنے کا وکیل کیا تو ہر تیل پر جو بازار
میں بکتا ہو محمول ہو اور یہی حکم فواکہ کا ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر کسی کو درم دیکر طعام خرید دینے کا حکم کیا تو کتاب
امام محمد میں لکھا ہو کہ کیوں اور اسکا آٹما مراد ہوگا اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے فرمایا کہ اگر درم اس قدر زیادہ ہوں
کہ ان سے کیوں ہی خریدے جا کر تے ہیں تو آٹے اور روٹی پر چل نہ کیا جائیگا اور اگر تھوڑے ہوں کہ ان سے آٹما
یا کیوں نہیں خریدے جاتے ہیں تو فقط روٹی مراد ہوگی اور اگر اوسط درجہ میں ہوں تو کیوں اور آٹما مراد ہوگا
نہ روٹی اور شیخ نے فرمایا کہ یہ ان کے عرف کے موافق ہو لیکن ہمارے عرف میں طعام کا لفظ پختہ چنے پر مشتمل
گوشت پختہ یا بھنے ہوئے کے یا جو روٹی کے ساتھ کھایا جاتا ہو جاتے ہیں یہ فتاویٰ قاضیخان میں ہے اور صدر الشہید
نے فرمایا کہ یہی پرتوی ہے اور اگر اسکو درم نہ دے اور کہا کہ طعام خرید دے تو موکل کے ذمہ نہ پڑے گا کیونکہ اسے کیلی خریدنا
کا حکم کیا اور مقدار نہ بتلائی یہ بین میں لکھا ہو اگر کبش خریدنے کا حکم کیا اور اسے نعجہ خریدی تو موکل اسکا مالک نہوگا اور عرفان
خریدنے کا وکیل کیا اور اسے جدی خریدی تو موکل کی نہوگی یہ بیان میں ہے اگر گھوڑا یا بزدل خریدنے کا وکیل کیا اور مرن

لکھنؤ کالت باب دوم وکیل خرید

بیان کر دیا پس وکیل نے گھوڑوں یا بر دونوں کی مادہ خریدی تو شہری موکل پر نافذ نہ ہوگی اور دیہاتیوں کی یہ اسطے
 جو مادیان پالتے ہیں نافذ ہوگی اور بچوں میں اگر مادہ خریدے تو شہری و دیہاتی دونوں موکلوں کی واسطے جائز ہوگا
 اگر کہ موکل نے نہ کہا اور وکیل نے مخالفت کر کے مادہ خریدی یا بالعکس تو البتہ ناجائز ہو یہ سراج الوہاج میں جو اور بقر کی
 وکالت اور بروایت الجامع بقرہ کی وکالت نہ موادہ دونوں پر واقع ہوگی اور بیعی صحیح ہو قال المتترجم رد وہین گائے
 کے نام سے مادہ او بیل کے نام سے نرماد ہوگا نہ مادہ وانشاء علم و جاج نہ موادہ دونوں کو شامل ہو اور وجاہے یعنی
 مرغی صرف مادہ پر بولی جائیگی اور بعیر کی وکالت صرف اونٹ پر اور ناقہ کی وکالت صرف اونٹنی پر واقع ہوگی اور بقر
 کی وکالت جاموس یعنی بھینس پر واقع نہ ہوگی اگرچہ جاموس اس حیث سے ہے کہ ذانی البدان اگر کسی فالیزی نے دوسرے
 کو ایک گدھا خریدنے کا وکیل کیا اور اسے سواری کا چمچو شہر والوں کے کام آتا ہو اور کام کاج میں نہیں چلایا جاتا ہے
 خرید دیا تو موکل کے ذمہ نہ ہوگا پس اگر ثمن بتلادیا اور وکیل نے اس ثمن سے ایک گدھا خریدیا کہ جسکی قیمت ثمن کے برابر ہو
 ہو یا بقدر زیادہ ہو کہ بقدر خسارہ لوگ سمین اٹھالیتے ہیں تو موکل کے ذمہ ہوگا اور اگر اسکے برخلاف ہو تو وکیل کے
 ذمہ پڑے گا یہ سراج الوہاج میں لکھا ہوا اور اگر قربانی کے جانور خریدنے کا وکیل کیا تو یہ وکالت ایام قربانی تک مقید ہوگی
 یعنی ان تین دن تک خرید دیا تو موکل کا ہو ورنہ وکیل کا ہو اور کوئلہ اور برت خریدنے کی وکالت ہی حال کے اپنے اپنے
 موسم کے ساتھ مقید ہوگی یعنی برت مثلاً اگر میون کے دنوں تک ہوگا اور اگر دوسرے سال اسکے موسم میں خرید دیا
 تو جائز نہیں ہو اور اگر قربانی کی گائے سیاہ خریدنے کا وکیل کیا اور اسے سپید یا سرخ خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی
 اور اگر مادہ گائے کا حکم کیا اور اسے نہ خریدیا تو نہیں اور یہی حکم کبریٰ کا ہو اور اگر صرف بقر کا لفظ کہا اور بقر مادہ نہ کہا
 تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اگر سینگون دار میں گدھا قربانی کی واسطے خریدنے کا حکم کیا اور اسے بے سنگون والا خریدیا
 تو موکل کے ذمہ ہوگا یہ وجہ کروری میں لکھا ہے ایک شخص کو دس روپے دیکر حکم کیا کہ اسکے گھوٹوں بونے کی واسطے خرید
 اور اسکو درم دیدیے تاکہ بودیوے پس وکیل نے گھوٹ خریدے مشائخ نے فرمایا کہ اگر اسے گھوٹ بونے کے دنوں
 میں خریدے اور انکو بے وقت بویا تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور وکیل پر اسبقہ گھوٹ لازم ہونگے اور اگر
 وکیل نے بے وقت گھوٹ خریدے تو اسے اپنے واسطے خریدے اور موکل کے درم اسکو واپس سے یہ تھا کہ ہینجان
 میں ہو اگر کسی کو اپنے واسطے ایک گدھا خریدنے کا حکم کیا تو یہ حکم ایسے گدھے کی نسبت سمجھا جاتا ہے جس پر حکم دینے والا
 سوار ہوتا ہو پس اگر حکم دینے والا مثلاً قاضی ہو اور وکیل نے دم کٹا اور کان کٹا پھر خرید دیا تو جائز نہیں ہو اور
 اگر فالیزی ہو تو جائز ہے یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے اگر حبشی غلام خریدنے کا کوئی شخص وکیل ہو اور اسے غلام کے
 دام اپنے صرف میں کر لیے اور غلام اپنے پاس خرید دیا تو غلام وکیل کا ہوگا اور یہی مختار ہے اور اگر غلام خرید کر
 موکل کو دیدیا پھر بائع کو وہ دام اپنے خرچ میں لانے کے بعد دوسرے درم ادا کر دیے تو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا
 ہے اگر کسی کو ایک خاص گھر خریدنے کا وکیل کیا پس اسے آدھا خریدیا پھر موکل نے باقی آدھا خرید دیا تو وکیل کا آدھا
 موکل کے ذمہ لازم نہیں ہو سکتا ہو اور اگر موکل نے پہلے آدھا گھر خریدیا پھر باقی آدھا وکیل نے خرید دیا تو جائز ہے پھر اگر

مسئلہ وکیل خرید کر دیا تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اگر اسے غلام کے دام اپنے صرف میں کر لیے اور غلام اپنے پاس خرید دیا تو غلام وکیل کا ہوگا اور یہی مختار ہے اور اگر غلام خرید کر موکل کو دیدیا پھر بائع کو وہ دام اپنے خرچ میں لانے کے بعد دوسرے درم ادا کر دیے تو جائز ہے یہ خلاصہ میں لکھا ہے اگر کسی کو ایک خاص گھر خریدنے کا وکیل کیا پس اسے آدھا خریدیا پھر موکل نے باقی آدھا خرید دیا تو وکیل کا آدھا موکل کے ذمہ لازم نہیں ہو سکتا ہو اور اگر موکل نے پہلے آدھا گھر خریدیا پھر باقی آدھا وکیل نے خرید دیا تو جائز ہے پھر اگر

وہ آدھا جو موکل نے پہلے خریدا تھا استحقاق ثابت کر کے لیا گیا تو ہکو اختیار ہوگا کہ باقی آدھا کوئل کا خریدا ہو اور پس کر دے
 اور اگر موکل سب گھر مول لیوے پھر آدھا استحقاق میں لیا جاوے تو باقی دس کر سکتا ہو یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہو اگر
 کسی خاص غلام کے خریدنے کا کوئل لیا گیا اور اسے آدھا خریدا تو خرید موقوف ہوگی اگر خصوصیت سے پہلے اسے باقی آدھا بھی
 خریدا تو ہمارے صاحب ثلثہ کے نزدیک موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نے کوئل سے خصوصیت کی اور کوئل نے ہنوز
 باقی نہیں خریدا ہو اور قاضی نے کوئل کے ذمہ لازم کیا پھر کوئل نے باقی خریدا تو بالاجل کوئل کے ذمہ لگا اور یہی حکم ہر چیز
 میں ہو جسکے ٹکڑے کرنے میں ہر یا عیب آجائے جیسے باندی غلام کپڑا وغیرہ اور اگر کسی چیز کے خریدنے کا کوئل لیا گیا کہ جسکے
 ٹکڑے کرنا ضرر یا عیب نہیں ہو پس کوئل نے آدھی چیز خریدی تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی اور باقی کے خریدنے کے وقت تک
 توقف ہوگا مثلاً سودرم ایک کرہیون کیواسطے دسے اور کوئل نے آدھا کرہیون دس کو خریدا تو جائز ہو اور اگر ایک ہزار درم دو
 غلاموں کے خریدنے کیواسطے دسے پس ایک پانچ سو درم کو خریدا تو بالاجل موکل کے ذمہ لازم ہوگا اسی طرح اگر ایک جماعت غلاموں
 کے خریدنے کیواسطے دسے کیا اور اسے ایک خریدا تو بھی یہی حکم ہو یہ بدائع میں لکھا ہو اور اگر دو معین غلاموں کے خریدنے کے
 واسطے کوئل کیا کہ ہزار درم کو خریدا دسے پھر اسے ایک غلام پھر سودرم کو خریدا تو موکل کو لازم ہوگا بشرطیکہ ہزار کے حصہ سے
 زیادہ کو خریدا ہو اور اگر موافق حصہ کے یا کم خریدا ہو تو موکل کے ذمہ لازم ہوگا اور اگر باقی غلام باقی دسوں کو خریدا
 تو دونوں موکل کو لینے پڑینگے یہ حاوی میں لکھا ہو ایک شخص کو ایک گھر ہزار درم پر خریدنے کیواسطے حکم کیا پس کوئل
 نے ایسے گھر کا آدھا خریدا جسکا موکل اپنے بھائی کے ساتھ وارث ہوا تھا تو جائز ہو یہ خزانہ مفتین میں لکھا ہو اگر ایک
 شخص کو حکم کیا کہ غیر مقسوم گھر کا آدھا ہزار درم کو میرے واسطے خرید دے پس شری نے خریدا اور بائع کے ساتھ شواہد
 گریا تو خرید جائز ہو اور قیمت اطل ہو اور اگر ایسی چیز میں نکالت ہو جانی یا تولی جاتی ہو تو خریدنا اور بائع سبب جائز ہو
 یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہو اگر کسی نے ایک دار خریدنے کیواسطے کوئل کیا پس اسے ایسا دار جس میں عمارت نہ تھی
 خریدا تو جائز ہو اسواسطے کہ دار میدان زمین کا نام ہو اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ ایسا میدان خریدا جو دراصل
 بنا ہوا تھا پھر خراب ہو گیا اور میدان ہو گیا اور اگر ایسا میدان خریدا جس پر بھی عمارت ہی نہ تھی تو جائز نہیں ہے
 کیونکہ وہ دار نہیں کہلا تاہو قلت اور ہمارے عرف کے موافق دونوں صورتوں میں موکل کے ذمہ لازم ہوگا کیونکہ
 میدان ہمارے عرف میں کسی صورت میں انہیں کہلاتا ہو یہ محیط خسی میں لکھا ہو اگر دس رطل گوشت ایک دم کو خریدنے
 کیواسطے کوئل کیا اور اسے دس رطل ایک دم کو خریدا حالانکہ وہ ایک گوشت دس رطل ایک دم کو کہتا ہو تو امام عظم کے نزدیک
 اس میں سے دس رطل آدھے درم کو موکل کو لینا پڑیگا اور اگر اس گوشت کے دس رطل ایک دم کو نہ کہتے ہوں تو بالاجل
 کل گوشت کوئل کو لینا پڑیگا اور صاحبین نے کہا کہ بیون رطل موکل کو لازم ہونگے یہ سراج الوہاج میں ہو ایک
 شخص کو ایک گھر درم دیکر حکم کیا کہ اس میں سے کچھ کی روٹی اور کچھ کا گوشت خرید دے تو مالغ نے فرمایا کہ اس صورت
 میں جیلہ یہ ہو کہ قصاص کے لئے کہ تو اپنے واسطے آدھے درم کی روٹی خرید لا پھر یہ دلیل اس سے آدھے درم کی روٹی اور آدھے
 درم کا گوشت خرید کر کے پورا درم اسکو دے یا روٹی دے کہ آدھے درم کا گوشت اپنے واسطے خریدنے کا حکم کرے پھر

قلہ اختیار کیا کہ کوئل کی خرید و بیع کے ہاں اگر کوئل سبب خرید و بیع جائز ہو

اسی طور سے اس سے خریدے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے دس روپے کو ایک ہروی کپڑے کے خریدنے کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور اسے دو ہروی کپڑے دس روپے میں خریدے کہ ہر ایک دس روپے کا ہو یا ہر ایک کو ایک عظم کے نزدیک کوئی دونوں میں سے موکل کو لینا لازم ہوگا اور اگر اسکو کسی خاص کپڑے معین کے خریدنے کا حکم کیا اور باقی مسئلہ ہی ہو تو موکل کو وہ کپڑا اپنے حصہ میں کے عوض لازم ہوگا اور اگر کسی خاص کپڑے میں کے خریدنے کا حکم کیا ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ چیز کو درمی میں لکھا ہے کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ ان سائل میں جسکو کسی چیز کے خریدنے کا حکم کیا گیا ہو اگر اسکو میں اشارہ کر کے اور نام لیکر دونوں طرح بتلایا اور اشارہ الیہ کے برخلاف نکلا جو اسے نام یا تھا پس یا تو دونوں اشارہ الیہ کے حال سے جاہل تھے یا ایک جاہل تھا یا دونوں اوقت تھے مگر ہر ایک سے اس کے واقعہ ہونے سے خبردار نہ تھا یا دونوں خبردار تھے پس پہلی صورت میں دونوں میں سے اس قسم سے متعلق ہوگی جو میں اسے نام رکھ کر بتلایا ہو تاکہ دونوں یا ایک فریب سے بچ جاوے اور چوتھی صورت میں اشارہ الیہ سے متعلق ہوگا کیونکہ اشارہ میں پہچان پادہ ہوتی جو اور اشارہ الیہ وہی جنس ہو جو اسے نام لیا ہو تو کالت اشارہ الیہ سے متعلق ہوگی لیکن اگر ہمیں وکیل کا ضرر ہو مثلاً بمذول اسکی رضا مندی کے میں اس کے ذمہ مقرر ہوا جاتا ہو تو ایسا ہوگا دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ایک باندی بعض اسکے جو اس تھیلی میں ہو ہزار روپے سے خریدے اور وکیل کو درمی اسے ہزار روپے کو ایک باندی خریدی پھر تھیلی کو جو دیکھا تو اس میں ہزار دینار یا ہزار پیسے نکلے یا نو سو روپے نکلے تو یہ خرید موکل کے ذمہ ہوگی اگر دونوں ناواقف تھے کہ تھیلی کے اندر کیا ہو یا ایک ناواقف تھا یا دونوں اوقت تھے مگر ہر ایک میں سے جانتا تھا کہ دوسرا جانتا ہو اسی طرح اگر وکیل نے تھیلی کی چیز کو دیکھا کہ باندی خریدی تو بھی خرید موکل کے ذمہ ہوگی کیونکہ کالت جب پائی گئی تو اس سے متعلق ہوئی تھی جو اسے نام لیا تھا یعنی ہزار روپے سے اسی طرح اگر تھیلی میں ڈیڑھ ہزار روپے نکلے اور موکل نے باندی ہزار روپے کو خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اسی طرح اگر یوں کہا کہ میرے لیے ایک باندی ہزار روپے کو نقد بیت المال سے جو اس تھیلی میں ہو خریدے پس موافق حکم کے اسے خریدی پھر دیکھا تو تھیلی میں ہزار روپے غلہ کے نکلے یا یوں کہا کہ میرے واسطے ہزار روپے غلہ کے عوض جو اس تھیلی میں ہو خریدے اور اسے بطرح خریدی پھر دیکھا تو ہزار روپے نقد بیت المال تھیلی میں نکلے تو بھی خریداری موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہی حکم میں لکھا ہے اگر موکل نے ہزار روپے وکیل کے سامنے تولیے اور وکیل نے کچھ ہاتھ اور کہا کہ ان سو دینار کے عوض میرے واسطے ایک باندی خریدے پس وکیل نے موافق بیان موکل کے باندی خریدی تو خریداری اسکی ذات کی واسطے ہوگی اور اگر انھیں روپوں کے عوض خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گی اور اگر وکیل کو اسے ایک تھیلی حوالہ کی اور کہا کہ میرے واسطے ایک باندی ان ہزار روپے کو جو اس تھیلی میں ہو خریدے پھر تھیلی سے جو کچھ اس میں تھا وکیل کے ہاتھ سے تلف ہوئی پھر وکیل نے ہزار روپے کو ایک باندی موکل کیواسطے خریدی اور دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ دو سو متوق یا رسام تھے تو خریداری موکل کے ذمہ ہوگی اور یہ اس صورت میں ہے کہ دونوں تھیلی جنس کے وقت ناواقف تھے کہ میں کیا ہو یا ایک نہیں ناواقف تھا یا دونوں اوقت تھے مگر ایک کو دوسرے کے وقت کا حکم تھا اور اگر دونوں اوقت تھے کہ میں کیا ہو اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کا وقت تھا تو کالت اشارہ الیہ کے

۱۷ کیونکہ ترجیح ممکن نہیں ۱۸ قول نقد بیت المال وہ کھرا بے میل نقد ہوتا ہے اور غلہ میں کھرے کھوٹے لے جے ہوئے ہیں

ساتھ متعلق ہوگی یہاں تک کہ اگر اسے مشارالیه کے تلف ہونیکے بعد خریدی تو خریداری اسکی اثا کیواسطے ہوگی اور اگر وہ بون
 یمن سے ایکٹے اپنے جاننے سے انکار کیا یا دوسرے کے وقوت سے خبردار ہونے سے انکار کیا تو ہی کا قول لیا جائیگا اور اگر وہ بون
 نے بہت بڑی سے کہا کہ دم زیوت یا نہرہ تھے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو پس اگر وہ بون کو تھیلی دینے کے وقت وقوت نہوا
 یا صرف ایکٹے جانایا دونوں نے جانا اگر ہر ایک کو دوسرے کے وقوت سے آگاہی نہ تھی تو خریداری وکیل کے ذمہ پڑیگی اور اگر
 زیوت دم موکل کے پاس بعدنیہ قائم ہون پھر اسے ایک باندی ہزار دم کھرے دیکر خریدی تو خریداری ہی موکل کے ذمہ ہوگی
 لیکن اگر وہ بون نے تھیلی دینے کے وقت جانا اور ہر ایک کو دوسرے کے جاننے کی خبر ہو تو نکالت مشارالیه سے متعلق ہوگی
 اور اگر بعد تلف ہونے مشارالیه کے اسے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ پڑیگی یہ ذخیرہ بین لکھا ہو دوسرے سے کہا کہ یہ غلام
 خریدے اور مال پیدا تو عرف میں وکیل کرنا ہو اگر چہ اسے یہ نہ کہا کہ میرے واسطے خریدے یا اس مال کے عوض خریدے کا وکیل
 کو اپنے واسطے خریدنا روا نہیں ہو اور اگر اپنے واسطے نیت کر لی تو بھی موکل کیواسطے ہوگا یہ تینہ بین لکھا ہو اگر کسی غلام معین یا ندی
 معین کی خریداری کیواسطے وکیل کیا پس وکیل نے بعدنیہ وکیل موزون کے عوض یا کسی اسباب کے عوض خریدنا تو بلا خلاف جائز
 نہیں ہو اور اگر وکیل یا موزون غیر معین کے عوض خرید کیا تو یہ صورت کتاب لاصل میں مذکور نہیں ہو اور مثل نے بین اختلاف کیا
 ہو محیط بین ہو اگر کسی نے دوسرے کو کسی خاص غلام کے خریدنے کیواسطے کیسے قدر دامن معین کے عوض حکم کیا اور وکیل
 نے نکالت قبول کر لی پھر خریداری کے وقت گواہ کر لیے کہ میں اپنے واسطے خریدتا ہوں پھر غلام کو مکمل
 اس شخص کے عوض خریدنا تو وہ موکل کیواسطے ہوگا اور اگر اس شخص سے زیادہ کو یا دوسری جنس میں کے عوض خرید کیا تو ہی کیواسطے
 ہوگا اور اگر اس وکیل نے دوسرے کو خریدنے کا وکیل کیا اور اسے خریدنا تو بھی پہلے موکل کا ہوگا دوسرے کیواسطے ہوگا اور جیسے کم
 اس وقت ہو کہ دوسرے وکیل نے نکالت یرون پہلے موکل کی موجودگی کے قبول کی ہو اور اگر پہلے موکل موجود ہو پس اگر دوسرے
 موکل نے کوئی دوسرا شخص بیان کیا مثلاً پہلے نے ہزار دم پر خریدنے کو کہا اور دوسرے نے سو دینار پر خریدنے کو بیان کیا اور
 دوسرے وکیل نے سو دینار کو خریدنا تو دوسرے موکل کیواسطے ہوگا یہ ذخیرہ بین لکھا ہو اور اگر موکل نے کسی معین غلام کے
 خریدنے کا حکم کیا اور شخص بیان کیا پس اگر وکیل نے دم یا دینار سے خریدنا تو موکل کیواسطے ہوگا اگر چہ اپنے لیے نیت کی یا تصریح کر دی
 ہو اور اگر سولے دم و دینار کے اور کسی چیز کے عوض خریدنا تو ہمارے علم کے نزدیک اسی کیواسطے ہوگا اور اگر وکیل نے کسی دوسرے کو
 اسی شے کے خریدنے کا وکیل کیا پس اگر دوسرے وکیل نے ہکڑ پہلے وکیل کیواسطے خریدنا تو پہلے کیواسطے ہوگا اور مثل نے فرمایا کہ
 پہلے کیواسطے ہونے کی اس صورت میں ہی صورت ہو سکتی ہو کہ پہلا وکیل دوسرے سے یہ کہہ دے کہ میرے واسطے
 خرید کر یا یہ خرید کر اور اگر یون کہا کہ میرے موکل غلام کیواسطے خرید کر اور دوسرے وکیل نے خریدنا تو دوسرے وکیل
 کیواسطے ہوگا نہ پہلے وکیل کیواسطے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کے حضور میں خریدنا پس اگر مثل اس شخص کے عوض
 خریدنا جو پہلی وکیل میں ہو یا اس سے کم پر خریدنا تو یہ خریداری پہلے موکل کے واسطے ہوگی اور اگر پہلے شخص سے زائد پر یا
 دوسری جنس کے عوض خریدنا تو پہلے وکیل کیواسطے ہوگی اور اگر پہلے موکل نے اپنے وکیل سے کہا تھا کہ اپنی رائے سے
 کام کر پس پہلے نے دوسرے کو وکیل کیا اور اسے پہلے کی غنیمت میں مثل شخص مذکور کے عوض خریدنا تو پہلے موکل کیواسطے

ہوگا پہلے وکیل کیواسطے نہ ہوگا یہ محیط میں لکھا ہو کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے فلاں شخص کی باندی خریدنے
اسنے بان یا نہیں کچھ نہ کہا اور جا کر خرید لی پس اگر کہا کہ میں نے موکل کے لیے خریدی تو اسکے لیے ہوگی اور اگر کہا کہ اپنے
لیے خریدی تو اپنے لیے ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے خریدی اور موکل کے لیے یا اپنے لیے کچھ نہ کہا پھر کہا کہ فلاں موکل
کے لیے خریدی ہو پس اگر یہ قول باندی کے ہلاک ہونے یا اس میں عیب پیدا ہونے سے پہلے کہا تو تصدیق کی جائیگی اور اگر ہلاک
یا عیب پیدا ہونے کے بعد کہا تو تصدیق نہ کی جائیگی یہ خلاصہ میں ہو کسی شے معین کے خرید لینے کے لیے اگر اسکو خرید یا پھر موکل
نے اسکے بعد خواہش کی تو بیع لازم ہوگی اور واپس نہ کیگی یہ جو اہر الفتاویٰ میں ہے ایک شخص کو حکم دیا کہ فلاں غلام میرے
اور اپنے درمیان مشترک خریدے پس وکیل نے کہا کہ اچھا پھر وکیل نے جا کر خرید لیا اور گواہ کر لیے کہ میں نے اپنے ہی واسطے خرید یا پھر تو موکل
شرط کے دونوں میں مشترک ہوگا یہ فتاویٰ قاضیخان میں لکھا ہو۔ اگر نے دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کا غلام میرے اور اپنے
درمیان مشترک خریدے پھر وکیل نے کہا کہ اچھا پھر دوسرے شخص نے وکیل سے ملکر یہی کہا اور وکیل نے قبول کر لیا پھر تیسرا شخص
وکیل سے ملا اور اسنے بھی مثل پہلے کے اس سے کہا اور اسنے قبول کر لیا پھر وکیل نے وہ غلام خرید لیا پس اگر تیسرے کی کالت
کو وکیل نے دونوں پہلے موکلوں کے سامنے قبول کیا تھا تو یہ غلام وکیل اور تیسرے کے درمیان مشترک ہوگا اور پہلے دونوں
کچھ نہ ملے گا اور اگر دونوں پہلے دونوں کی موجودگی و علم کے خرید لیا تو فقط پہلے دونوں میں نصف نصف مشترک ہوگا یہ فیض ہے جو
اور اگر ایک معین غلام کو پانچ سو درم کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا پھر وکیل نے دوسرے غلام کے ساتھ اسکو ملا کر ہزار درم کو
ایک ہی صفقہ میں خرید لیا تو امام عظم کے نزدیک دونوں وکیل کے ہونے اور موکل کے ذمہ کوئی لازم نہ ہوگا اور صاحبین نے
فرمایا کہ موکل کے ذمہ دونوں میں وہ ہوگا جسکو اسنے معین کر دیا تھا بشرطیکہ اسکا حصہ میں پانچ سو درم یا کم ہو اور یہ اختلاف
اسوقت ہو کہ موکل نے وکیل کہنے وقت میں بیان کر دیا ہو اور اگر بیان نہ کیا ہو تو بالاجماع جائز ہو بشرطیکہ جو غلام موکل
کیواسطے خرید لیا ہو اسکا حصہ میں اسکی قیمت کے مساوی یا اتنا زائد ہو کہ جقدر خسارہ ایسے معاملہ میں لوگ برداشت
کر لیتے ہیں یہ سراج الوباح میں لکھا ہو۔ اگر کسی شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے فلاں شے معین اسقدر میں کو خرید دے
اسنے اسی قدر میں کو خرید دی یہاں تک کہ خرید موکل کیواسطے ہو گئی پھر اس میں کوئی عیب یا کربانہ کو واپس کر دی پھر چاہا کہ
اپنے واسطے خریدے پس اگر وکیل نے قبضہ بعد حکم قاضی یا قبضہ سے پہلے حکم قاضی یا بدون حکم قاضی کے ہوا تو وکیل اپنے واسطے
نہیں خرید سکتا ہو بان اگر دوسری جنس کے عوض خریدے یا اس میں سے کچھ زیادہ دیکر خریدے تو ہو سکتا ہو اور اگر وکیل
کرنا قبضہ کے بعد بدون حکم قاضی کے ہوا تو اپنے واسطے جس میں سے چاہے خرید لے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ ایک
شخص نے دوسرے کو ایک خاص چیز ہزار درم کو خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور اسنے ایک ہزار ایک سو درم کو خرید لیا پھر

لے فلاں معین دونوں میں سے ایک کو خاص بیان یا معین

فصل غیر معین چیز خریدنے کیواسطے وکیل کرنے اور وکیل و موکل میں اختلاف ہونیکے بیان میں۔ ایک نے دوسرے
کو ایک غلام خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور ایک دوسرے موکل نے بھی اسکو ہی واسطے وکیل کیا اور دونوں نے اسکو دوام
دیدے پس اسنے ایک غلام خرید لیا اور کہا کہ میں نے فلاں شخص کی بیعتا اسکو خرید لیا ہو تو اسکا قول مقبول ہوگا۔ و مضمون میں سے

اگر ایک شخص کو ایک خاص غلام میں آدھا خریدنے کی واسطے وکیل کیا پس اسے خریدنا اور دونوں میں ایک ہی مجلس کے
 میں اور اسے کہا کہ میں نے فلان کی واسطے نیت کی ہے تو اس کا قول لیا جائیگا اور اگر میں نے دو جنسوں سے ہو مثلاً ایک سے
 ہزار درم کو اور دوسرے سے سو دینار کو خریدنے کی واسطے وکیل کیا پس وکیل نے آدھا غلام سو دینار کو درم واپس کر کے
 لی بیعت کر دیا تو خریداری وکیل کی ذات کی واسطے ہوگی یہ محیط خسر میں لکھا ہے اگر غیر معین چیز کے خریدنے کی واسطے وکیل
 کیا پس اسے کوئی غلام خریدنا پس یا تو عقد بیع میں میں معین کی طرف اضافت کی یا مطلق میں بیان کیا پس اگر میں معین
 بیان کیا تو بیع اس میں لے کو ملے گی اگر جنسیت اسکی برخلاف ہو اور اگر مطلق میں بیان کیا پس یا تو نقد دینا قرار پایا یا ادھا
 میعاد دی ہے پس اگر نقد فی الحال ہے تو اس صورت میں یا کسی کی واسطے نیت کرنے کا یا عدم نیت کا دونوں سے سچا قرار کیا
 یا دونوں نے اختلاف کیا پس اگر کسی کی واسطے نیت کرنے کا دونوں نے اقرار کیا تو بیع اسی کو ملے گی اور اگر نیت میں اختلاف
 کیا تو جس کا مال نقد دیا ہو اسی کی واسطے ہوگی اور اگر عدم نیت پر اتفاق کیا تو امام محمد کے نزدیک عقد کرینا لے کو ملے گی اور
 امام ابو یوسف کے نزدیک مال عباد کیا ہے وہی حاکم ہو جائیگا پس جس کا مال ادا کیا اسی کو ملے گی اور اگر میں میعاد دی ہو تو بیع وکیل
 کو ملے گی اگر کسی غیر معین غلام کے خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے غلام کو خریدنا اسکو موکل نے کبھی نہ لکھا ہے اور وکیل نے دیکھا
 نہیں ہے تو وکیل کی واسطے خیار رویت باقی رہے گا اور اگر غیر معین غلام خریدنے کا وکیل کیا گیا پس اسے ایسا غلام خریدنا کہ جسکو
 اسے نہ لکھا ہے تو وکیل موکل کو وکیل کی واسطے خیار رویت حاصل نہ ہوگا یہ محیط میں ہے کسی نے ہزار درم کو ایک یا بڑی خریدنے
 کی واسطے وکیل کیا اور دام دیدے پس وکیل نے خرید دی اور موکل نے کہا کہ تو نے پانچ سو درم کو خریدی ہے اور وکیل نے کہا
 کہ میں نے ہزار درم کو خریدی ہے تو وکیل کا قول لیا جائیگا بشرطیکہ باندی ہزار کی قیمت کی ہو اور اگر پانچ سو درم قیمت کی ہو تو
 موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر موکل نے اسکو دام نہیں دیا ہے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہے تو موکل کا قول لیا جائیگا اور باندی
 وکیل کے ذمہ پڑے گی مگر پہلے دونوں ایک دوسرے کے دعوے پر قسم کھائیں گے یہ کافی میں لکھا ہے اور اگر کسی معین باندی خریدنے
 کی واسطے وکیل کیا پس اسے خریدی پھر وکیل اور موکل میں اختلاف پڑا وکیل نے کہا کہ تو نے ہزار درم کو خریدنے کی واسطے
 وکیل کیا تھا اور میں نے تیرے حکم کے موافق خریدی اور موکل نے کہا کہ میں نے پانچ سو درم کو خریدنے کی واسطے حکم کیا تھا
 اور تو نے ہزار درم کو اپنے واسطے خریدی ہے تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور باہم دونوں سے قسم نہ لیجائیں گی یہ محیط میں لکھا ہے
 اگر خاص اس غلام کے خریدنے کی واسطے وکیل کیا اور میں نے بیان کیا پس وکیل نے خریدنا پس وکیل نے کہا کہ میں نے ہزار
 درم کو خریدنا ہے اور باقی نے اسکی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ پانچ سو درم کو خریدنا ہے تو دونوں سے قسم لیجائیں گی اور اسی کو
 شیخ ابو منصور نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ قسم نہ لیجائیں گی اور اسی کو ہتھیہ ابو جعفر نے اختیار کیا ہے اور ظاہر پہلا ہی قول
 صحیح ہے یہ کافی میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے لیے اپنا بھائی خریدنے کی واسطے وکیل کیا اور وکیل نے خرید
 پس موکل نے کہا کہ یہ میرا بھائی نہیں ہے تو قسم لیا اسکا قول لیا جائیگا اور بیع وکیل کے ذمہ پڑے گی اور غلام آزاد ہو جائیگا
 کیونکہ اس کے اقرار پر موکل کا بھائی اور اسکی طرف سے آنا دہی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر دوسرے کو ایک ہندی
 یعنی فلان درم یا فلان شخص کے ال سے ال یعنی ال کے ذریعہ سے دونوں میں فیصلہ ہو جس شخص کا مال ادا کیا ہے وہی کی واسطے خرید قرار پائے گی

غلام خریدنے کا وکیل کیا اور وکیل نے موافق حکم موکل کے ہندی غلام خریدنے میں موکل کے پاس اسکو لایا اور موکل نے کہا کہ یہ تو میرا غلام ہے مجھے فلاں شخص نے غصب کر لیا تھا اور وکیل نے کہا کہ یہ فلاں شخص کا غلام ہے تو میں نے تیرے واسطے خریدنا ہو پس اسکی دو صدیہ تین سو روپے کو میں نے لیا گیا ہے تو موکل کا قول قبول نہو گا اور اگر نہیں لیا ہو تو اسکا قول لیا جائیگا کہ وکیل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب تک اپنے دعویٰ پر گواہ نہ لادے موکل سے میں نے لیوے اور اگر اسنے گواہ نہ لادے تو اسکا دعویٰ مقبول ہوگا اور اگر موکل نے بھی غلام اپنی ملکیت سے نیکے گواہ نہ لائے تو وکیل کی گواہی مقدم بھی جائیگی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار روپے کسی غلام کے خریدنے کی واسطے دیے پھر وکیل ایک غلام لایا اور کہا کہ میں نے اسے ہزار روپے کو خریدنا ہے اور موکل نے کہا کہ تو نے اسکو نہیں خریدا ہے اور میں نے تجھ کو اسکا برطنت کر دیا پس میرے واسطے کوئی چیز نہ خریدنا تو وکیل کا قول مقبول ہو اسی طرح اگر یوں کہا کہ میں نے تیرے لیے اس شخص سے ایک غلام خریدا اور قصہ کر لیا تھا پھر وہ مر گیا تو جائز ہے اور ہزار روپے اسکو دلانے جا دینے اور اگر وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے لیے ہزار روپے کو ایک غلام ایک شخص سے خریدا اور کسی ایسے شخص کو بتلایا جو چاہا نا جاوے پس موکل نے کہا کہ تو نے میرے واسطے کچھ نہیں خریدا ہے اور میں نے تجھ کو وکالت سے برطرف کیا تو وکالت سے خارج ہو جائیگا پس اگر اسکے بعد کسی خاص شخص کا نام لیا تو اسکی تصدیق نہ کی جائیگی نوادر ابن ساعین نام ابو یوسف کے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں نے یہ غلام ہزار روپے کو فلاں شخص کے مال سے خریدا ہے اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے تجھے ہوا سٹے حکم کیا تھا پھر اسنے کہا کہ تو نے مجھے حکم نہیں کیا تھا بلکہ میں نے تیرے ہزار روپے غصب کر کے اسکا یہ غلام خریدا تو وہ وکیل مالک کا قول لیا جائیگا یہ میط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی ہزار روپے کو خریدنے کی واسطے وکیل کیا پس اسنے دوسرے روپے کو خرید کر وکیل کے پاس بھیج دی اور اسنے اسکو ام ولد بنایا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دو ہزار روپے کو خریدی تھی پس اگر وکیل نے اسکو بھیج دینے کے وقت یہ کہا کہ یہ ہی باندی ہے جسکے خریدنے کی واسطے تو نے مجھے وکیل کیا تھا اور میں نے تیرے لیے خرید کر دی ہے پھر کہا کہ دو ہزار روپے خریدی ہے تو اسکی بات کی تصدیق نہ کی جائیگی اور اگر گواہ پیش کیے تو سماعت نہو گی اور اگر وقت ارسال کے کچھ نہیں کہا تھا پھر دو ہزار روپے پر خریدنے کا دعویٰ کیا تو اسکا قول لیا جائیگا اور اسکو اختیار ہوگا کہ چاہے باندی مع حق اور بچہ کی قیمت کے موکل سے واپس کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک باندی خریدنے کی واسطے ہزار روپے دیے اور کہہ دیا کہ اپنے پاس سے پانچ سو روپے تک نہ یادہ بڑھاوے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دو ہزار روپے کو خریدی ہے اور وکیل نے کہا کہ ایک ہزار کو تو ہر ایک کے دوسرے کے دعوے پر قسم لیا جائیگی اور پہلے وکیل کی طرف سے قسم لیا جائیگی پس اگر اسنے قسم کھالی تو باندی کی ایک تہائی وکیل کی اور دو تہائی موکل کی ہوگی یہ میط نسخی میں لکھا ہے اگر وکیل نے کہا کہ میں نے یہ چیز موکل کو واسطے خریدی ہے اور موکل نے کہا کہ تو نے اپنے واسطے خریدی ہے پس اگر کسی خاص میں غلام کے خریدنے کی واسطے وکیل کیا ہو اور وکیل نے اسکے خریدنے کی خبر دی ہو اور غلام زندہ موجود ہو تو بلا جامع وکیل کا قول لیا جائیگا خواہ من نقد دیا ہو یا نہ دیا ہو اور اگر خریدنے کے وقت غلام مر چکا ہو اور کہا کہ بعد خریدنے کے غلام مر گیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے اسکو من نقد دیا نہیں کیا ہے تو موکل کا قول لیا جائیگا اور اگر نقد دیا ہو تو قسم لیکر وکیل کا قول لیا جائیگا اور اگر غلام

مقبول یعنی یہ غلام موکل کو لازم ہے اور خرید کا دعویٰ وکیل قبول ہے مان آئندہ سے وہ وکالت سے برطرف ہوا ۱۲

غیر معین خریدنے کا وکیل کیا اور غلام زندہ موجود ہو پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے خریدا ہے اور وکیل نے کہا کہ بلکہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہے پس اگر تیرے نقد دیا تو وکیل کا قول اور اگر نہیں دیا تو وکیل کا قول امام عظم کے نزدیک ایسا جائیگا اور صاحبین کے نزدیک وکیل کا قول ایسا جائیگا اور اگر غلام مر گیا ہو پس اگر تیرے نقد دیا ہے تو وکیل کا قول اور اگر نہیں دیا ہے تو وکیل کا قول ایسا جائیگا تبیین میں لکھا ہے اگر کسی شخص کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکی باندی یا کوئی غیر معین خرید دے پس وکیل کے پاس تلف ہو گئے پھر اسے خریدی تو وکیل کے ذمہ ہوگی اور اگر بعد خریدنے کے دام دینے سے پہلے تلف ہو گئے پس اگر وکیل کے پاس تلف ہوئے تو وکیل کے ذمہ پڑیگی اور بقدر موکل سے لے لیگا اور حکم اس صورت میں ہے کہ خریداری سے پہلے یا بعد تلف ہو جانے پر دونوں میں اتفاق ہو اور اگر اختلاف ہو تو وکیل کا قول اسکی دانست قسم لیکر معتبر ہوگا اور اگر درم تلف نہ ہوئے یہاں تک کہ وکیل نے ادا کر دیے پھر ایکسے استحقاق ثابت کر کے بائع کے قبضے سے لیلیے تو بائع وکیل سے اور وکیل موکل سے پھر بقدر وصول کر لینگے اور اگر بعد خریداری کے وکیل کے پاس تلف ہو گئے اور اسے موکل سے پھر وصول کر لے پھر دوسری بار بھی وہ وکیل کے قبضہ میں تلف ہوئے تو موکل سے پھر وصول نہیں کر سکتا ہے اس طرح اگر خریدنے کے بعد بھی اسے موکل سے ہزار درم ابتدا میں وصول کیے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہو گئے تو موکل سے نہیں لے سکتا ہے اور بائع کو اپنے پاس سے ادا کر لیا یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکا ایک غلام خرید دے پھر وکیل درمون کو اپنے گھر رکھ کر بازار گیا اور جا کر موکل کے لیے ایک غلام خرید کر کے اپنے گھر بائع کے ساتھ لایا تاکہ بائع کو وہ درم دے جا کر دیکھا تو درم کوئی شخص چالے گیا تھا اور غلام اسے گھر میں مر گیا پھر بائع نے اس سے دام مانگے اور وکیل نے غلام مانگا تو مشائخ نے فرمایا کہ وکیل موکل سے دام لیکر بائع کے سپرد کرے اور پہلے دام اور غلام وکیل کے پاس امانت میں ضائع ہوئے اور فقہاء بولیشٹ نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ گواہوں سے یہ بات ثابت ہو جاوے کہ اسے غلام خریدا تھا اور وہ مر گیا اور اگر صرف اسکے کہنے سے یہ بات معلوم ہوئی تو اس امر میں اسکی تصدیق کی جائیگی کہ اس نے غلام خریدا ہے اور اسکی تصدیق نہ کی جائیگی کہ موکل دوبارہ دام دیوے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم ایک باندی خریدنے کی واسطے دیے اور اسے خریدی پھر وکیل نے وہ درم زیوت یا نہر یا ستون یا رصاص پائے اور بائع کو دینے لایا اور اسے نہ لیے پھر وہ وکیل کے پاس ضائع ہو گئے تو موکل کا مال گیا اور وکیل موکل سے ہزار درم کھرے لیکر اپنے گھر کو دیا اور اگر بائع نے وہ درم وکیل سے لیکر لیے پائے اور وکیل کو پھیر دیے اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوئے پس اگر اسے زیوت یا نہر یا ستون یا رصاص پا کر واپس کیے تھے تو تلف ہونا وکیل کے ذمہ ہوگا پھر وہ ہزار درم کھرے اپنے پاس سے ڈانڈیگا اور وکیل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر ستون یا رصاص پا کر واپس کیے تو تلف ہونا موکل کے ذمہ پڑیگا اور وہ موکل سے ہزار درم کھرے لیکر بائع کو دیا اور اگر کھرے لینے کے بعد اسکے پاس تلف ہو گئے تو وکیل کا مال گیا پھر موکل سے نہیں لے سکتا ہے چھپ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک باندی ہزار درم کو خرید دے اور وکیل نے خریدی اور ہونہر یا ستون یا رصاص لایا اور نہ دے دے تو وکیل نے اسکو دام دے دیا کہ جا کر ادا کر دے پھر وکیل نے تیرے تلف کر دیا اور وہ تندرست تو بائع کو اختیار ہے کہ تیرے وصول کرے عوض باندی کو روک رکھے اور یہ اختیار نہیں ہے کہ موکل سے مواخذہ کرے اور وکیل موکل سے نہیں

لے سکتا ہو اور اگر موکل نے دوبارہ ٹن یا حالانکہ سپرد بیاض روئی نہیں ہو تو وہ باندی سے لے گا اور بائع انکار نہیں کر سکتا اگر
پھر موکل وکیل سے اپنے درم واپس کر گیا اور اگر موکل نے درم نہ دیے تو بالاتفاق قاضی اس باندی کو درم وکیل کے عوض فروخت
کر گیا اگر بائع اور موکل رضی ہوں اور اگر دونوں یا موکل رضی نہ ہو تو بھی امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک یہی حکم ہے اور
جب قاضی نے حکم فروخت کیا اور دوسرے شخص میں بیعت پہلے کے زیادتی ہو تو وہ موکل کو ملیگی اور اگر نقصان ہو تو بائع
اپنا نقصان وکیل سے لے لیگا نہ موکل سے پھر موکل بائع سے اپنے درم جو اسے دیے ہیں واپس لیگا یا اتنا زانیہ میں لکھا ہو کسی نے
دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے ان ہزار درم وکیل کی ایک باندی خرید دے اور درم دکھلا کر اسکو دے تین ہزار ہا تک
کہ وہ درم چوری گئے پھر وکیل نے باندی خریدی تو موکل کے ذمہ بڑی سی طرح اگر چوری نہ گئے وکیل موکل سے اسکو اپنی
ضرورت میں خرچ کر ڈالا تو بھی یہی حکم ہے اور اگر موکل نے وکیل کو دیدیے اور اسکے پاس سے چوری گئے تو پھر ضمانت میں
پھر اگر اسکے بعد وکیل نے باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ بڑی سی خواہ وکیل کو درم تلف ہوئی خبر ہو یا خبر نہ ہو اور اگر وکیل نے
درم دیکر باندی خریدیے کا حکم کیا پھر تین سے پانچ سو درم وکیل کے پاس تلف ہو گئے اور پانچ سو باقی رہے پھر وکیل نے
ایک باندی خریدی اور ہزار درم میں ہو تو وکیل کی ہوگی اور اگر پانچ سو درم کو خریدی پس اگر پانچ سو درم قیمت کی ہو تو
وکیل کی ہوگی اور اگر ہزار درم قیمت کی ہو یا سقد ر کم ہو کہ لوگ اتنا خسارہ اٹھا لیتے ہیں تو موکل کی ہوگی یہ ذخیرہ
میں ہو دوسرے کے غلام سے کہا کہ تو اپنے آپ کو میرے واسطے اپنے مالک سے خرید لے اور غلام نے قبول کر لیا
پھر اپنے مالک کے پاس جا کر اپنے آپ کو خرید پس اگر اسنے یہ کہا کہ مجھے میرے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دے اسنے فروخت کیا
اور غلام نے قبول کیا تو وہ آزاد ہو اور سپہ ہزار درم جب ہو گئے اور اسکی ولادت اسکے مالک کو ملیگی سی طرح اگر کلام کو مطلق
چھوڑا کہ مجھے فروخت کر دے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کہا کہ مجھے فلاں شخص کے واسطے ہزار درم پر فروخت کر دے اسنے فروخت
کیا اور غلام نے خرید تو وکالت صحیح اور بیع موکل کی ہوگی اور مال غلام کی گردن پر ہوگا کہ اسکو موکل سے لے لیگا اور
اگر بائع نے ٹن کے عوض غلام کو روکنا چاہا تو اسکو یہ اختیار نہ ہوگا پس اگر موکل نے آئین عیب پا کر بائع سے جھگڑا کر پاچا یا
پس اگر عیب خرید کے روز غلام کو معلوم تھا تو واپس نہیں ہو سکتا ہو اور اگر غلام اس عیب کو نہیں جانتا تھا تو واپس کر سکتا
ہو اور وہی الی خصوصیت اس غلام کا ہو اور غلام کو اختیار تھا کہ بدون موکل کی رائے دریافت کر نیکی واپس کرے اور اگر
اپنے آپ کو مالک سے موکل کو واسطے ہزار درم کو عطیہ وصول ہو نیکی وعدہ پر خرید یا تو عقد فاسد ہو اور اگر عقد بیع کے بعد
غلام مر گیا تو موکل اسکی قیمت جہاں تک پہنچی ہو اور اگر گیا اور غلام نہ مراد لیکن بائع نے اسکو اپنے کسی کام میں لگایا تو نقصان
بیع ہو یہاں تک کہ اگر پھر مر گیا تو بائع کا مال گیا اور اگر غلام نے اپنے نفس کو موکل کو واسطے ایک ہزار درم کو وعدہ عطیہ
میں عباد محمول کے یا کسی میعاد معروف کے خرید یا اور موکل نے ہزار کا حکم دیا تھا تو بیع کے وقت آزاد ہو یہ محیط میں ہو اگر غلام نے
کسی کو اپنی ذات کے خریدنے کو واسطے وکیل کیا کہ ہزار درم کو اسکے مالک سے خرید دے اور وکیل کو ہزار درم دیدیے پس وکیل نے
خریدنے کی وقت اسکے مالک سے کہا کہ میں تیرا غلام تجھے ہی کیواستے خریدتا ہوں اور اسنے فروخت کر دیا تو وہ آزاد ہو گیا اور اسی
ولادت اسکے مالک کو ملیگی اور اگر خریدنے کا نام لیا اور کسی کو بیان کیا تو غلام وکیل کی ملک نہ گا اور ہزار درم جو وکیل سے لیے ہیں لی

۱۲ مالک سے اول مالک جس سے فروخت کیا ۱۲

کو مفت میں گے اور شریعی غلام پر ہزار درم میں بیل حق کے چہ بنے لگے اور اس میں کہ وکیل نے کسی کو بیان کیا تو مالک شریعی سے ہزار درم لیا کیونکہ وہی عاقد و مالک غلام ہو اور اگر بیان کر دیا کہ غلام کی واسطے اسکو خریدتا ہوں تو امام محمد نے فرمایا کہ غلام آزاد ہو جائیگا اور مال غلام پر واجب ہے گانہ وکیل پر اور یہی صحیح ہے تبیین میں لکھا ہو اور اگر ایسا غلام مدبر ہو تو وہ خریدنی کے وقت سے آزاد ہو جائیگا خواہ وکیل نے مطلقاً خرید یا نہیں اپنی طرف نسبت کیا ہو یا مدبر کی طرف منسوب کیا ہو اور اگر مال کو عطیہ وصول ہونے تک دھار رکھا ہو تو ہر وقت لیا گیا اور سب صورتوں میں مال غلام آزاد ہو گا اور کسی صورت میں وکیل پر ہونگا کی محیط میں لکھا ہو خریداری کے وکیل نے اگر بیع میں کچھ عیب پایا تو بدوئی ریافت کے وکیل کے پاس کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ چیز اسی کے قبضہ میں موجود ہو یہ خلاصہ میں ہے خریداری کے وکیل نے اگر بیع موکل کے سپرد کر دی پھر بائع کے پاس اگر عیب میں جھگڑا کیا تو وہیں نہیں کر سکتا ہو لیکن اس امر کے گواہ سنئے کہ موکل نے واپس کر لیا حکم دیا ہو تو واپس کر سکتا ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر وکیل نے بیع قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ وکیل نے اس میں عیب پایا پھر واپس کر لیا حکم موکل نے اسکو دیا پس وکیل عیب پر رضی ہو گیا اور بائع کو اس عیب سے بری کر دیا تو موکل کو اختیار ہے چاہے بیع کو اس عیب کے ساتھ قبول کر لے اور کچھ اسکو نہ لیا گیا وکیل کے ذمہ لے اور اپنا من واپس کر لے پس اگر موکل نے ہنوز باندی کا لینا یا وکیل کے ذمہ ڈالنا کچھ نہیں اختیار کیا تھا یہاں تک کہ باندی وکیل کے پاس نہ گئی تو اسکا مال گیا اور موکل وکیل سے بقدر حصہ عیب کے واپس لیا یہ سراج الوماج میں ہے اور اگر باندی نہ گئی لیکن کافی ہو گئی تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اسکا اختیار ہو گا کہ وکیل سے اسقدر حصہ نقصان عیب کی قیمت جیسہ رضی ہو گیا ہو واپس لے اور اگر کافی نہ ہوئی اور موکل نے وکیل کے ذمہ ڈالنا اختیار کیا اور اس کے ذمہ ڈالی اور شریعی وصول کر لیا پھر وکیل نے اس میں سے اس عیب کے جسپر وہ رضی ہوا ہو دوسرے عیب پایا اور یہ عیب بائع کے پاس کلا ہو تو وہ عیب کی وجہ سے اسکو نہ موکل نہ مانے کسی کو واپس نہیں دیکتا ہو یہ محیط میں ہے خریداری کے وکیل نے اگر بیع میں عیب پایا کہ اسپر رضی ہو کر قبضہ کیا پس اگر وہ عیب مثلاً اندھے ہونے وغیرہ کے مثل استلاک نہیں ہو تو موکل کے ذمہ پڑیگی اور اگر ایسا عیب کہ نہ پڑا کہ کے شمار ہو کر دیا نقصان لوگ نہیں برداشت کر سکتے ہیں تو موکل کے ذمہ نہ پڑیگی اور وکیل کے ذمہ ڈال سکتا ہو اور نہ نقصان کا قول ہے اور امام غفرم کے نزدیک نون صورتیں بیان ہیں اور اگر ایسا عیب کسی قیمت اسقدر ہو کہ جتنے کو خریدی ہو یا اتنا نقصان ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو موکل کے ذمہ لازم ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کے حکم سے اس کے لیے ایک غلام خریدا اور اسپر قبضہ کر لیا پھر اس میں عیب پایا اور بائع کو اس عیب سے بری کر دیا پس موکل نے اسکا کہہ کر کہ تو نے عیب سے بری کر دیا اس لیے میں نے اسکو تیرے ذمہ ڈالا اور وکیل نے قبول کیا تو بدوئی حکم قاضی اس کے ذمہ نہ پڑیگا اور اگر قاضی نے حکم دیدیا تو ایسا ہو گیا اسنے موکل سے اسکو خریدا ہو پھر اگر اسنے دوسرے عیب پایا تو بدوئی اس کے کہ پہلے موکل کو واپس کرے بائع کو واپس نہیں کر سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہے اگر خریداری کے وکیل کے پاس خریدی ہوئی باندی موجود ہو اور اسنے عیب کی وجہ سے واپس کر دینی چاہی اور بائع نے دعویٰ کیا کہ موکل اس عیب پر رضی ہو گیا ہو تو بدوئی کو بھی

۱۔ ذمہ نہ ہو گا کیونکہ مدبر کی خرید جائز نہیں اور اعتاق جائز ہے تو ہنسنے معنی پر عمل کیا پس مدبر کی طرف سے اعتاق قبول کر لیا وکیل کے ذمہ نہ ہو گا

۲۔ مال فی الامثل بیعت میں مال وکیل یعنی وکیل کا مال گیا اور صحیح ظاہر ہے کہ مال لوکل یعنی موکل کا مال گیا و اللہ اعلم ۱۲

کے مقبول نہوگی اور اگر قیسم دلانا چاہے کہ موکل کے مرضی ہو نہ کوکیل جانتا ہو تو بائع کو یہ اختیار نہیں ہو کہ بائع کے پاس کل کے عیب پر مرضی ہو نہ کہ گواہ ہوں اور کوکیل نے باندی واپس کر دی پھر موکل نے حاضر ہو کر رضامند ہونے کا دعویٰ کیا اور باندی لینا چاہی اور بائع نے انکار کیا اور کہا کہ قاضی نے بیع توڑ دی اب تو نہیں لے سکتا ہے تو قاضی اس قول کی طریت التفات نہ کر کے باندی موکل کو دلا گیا اور بعض مشائخ نے کہا کہ یہ قول صرف امام محمد کا ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں سب کا یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اور اگر کوکیل نے باندی واپس کر کے ٹخن لے لیا اور وہ اسکے پاس تلف ہو گیا تو کوکیل کا مال گیا اور وہ ہتھکڑی مال موکل کو ڈانڈ دیکھا پھر اگر بائع کی تصدیق موکل نے اس امر میں کی کہ میں عیب پر مرضی ہو اور باندی پر قبضہ کر لیا تو بائع کو اپنے پاس سے ٹخن دیکھا اور خود ہی ٹخن دلا کر گیا اور باندی پر قبضہ کر گیا اور موکل کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بائع سے کہے کہ ایک مرتبہ تو نے وکیل سے ٹخن وصول کر لیا قرار کیا ہے اور دوسری بار مجھے نہیں ملتا ہے پھر اگر موکل نے اس میں دوسرا عیب پایا تو خود ہی خصوصیت کرنے اور واپس کرنے کا متولی ہو گا اور اگر بعد قاضی کے بیع ختم کرنے اور وکیل کے باندی واپس کر کے وکیل نے قرار کیا کہ موکل عیب پر مرضی ہو گیا تھا تو بائع کو اختیار ہے کہ چاہے باندی رہنے دے یا وکیل کو بھیجے اور اگر موکل نے قرار کیا کہ میں عیب پر مرضی ہو گیا ہوں تو باندی موکل کی ہوگی کہ وکیل بائع سے لیکر اسکے سپرد کر دے اور بائع کا ٹخن وکیل پر ہو گا اور اگر وکیل نے باندی واپس کرتے وقت بائع سے ٹخن وصول کر لیا ہو گا اور اگر باندی میں دوسرا عیب نکلا تو وہی اسکا محام ہو گا محیط میں ہے اگر کسی کو ایک باندی خریدنے کا حکم دیا اور وکیل نے خریدی اور قبضہ نہ کیا یہاں تک اس کے کسی عیب پر مطلع ہوا اور موکل اس عیب پر مرضی ہو گیا تو یہ جائز ہے اور اگر موکل نے عقد بیع کو توڑ دیا تو اسکے توڑنے سے کچھ کام نہیں چلتا ہے یہ خلاصہ میں ہے خریداری کے وکیل نے اگر ہزار درم کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت تین ہزار درم ہو پھر اس میں عیب پایا تو واپس نہیں کر سکتا ہے اور اگر خریداری ویت یا خیار شرط میں ایسا ہوا تو واپس کر سکتا ہے محیط میں لکھا ہے کسی غیر معین غلام خریدنے کے وکیل نے اگر ایسا غلام خریدا کہ جس میں ایک عیب ہو کہ جسکو موکل جانتا ہے اور وکیل کو اسکا علم نہیں ہے تو وکیل اسکو واپس کر سکتا ہے محیط میں ہے خریداری کا وکیل اگر مرگیا پھر موکل نے بیع میں کچھ عیب پایا تو وکیل کا وارث یا وصی اسکو واپس کرے اور اگر اسکا وارث یا وصی نہ ہو تو موکل خود واپس کر گیا یہ خلاصہ میں لکھا ہے خریداری کے وکیل سے ٹخن کا مطالبہ اسکے ذاتی مال سے کیا جائیگا اگرچہ ہنوز موکل نے اسکو نہ دیا ہو اور وکیل کو اختیار ہے کہ موکل سے ٹخن لے لیوے اگرچہ اپنے مال سے لے سکتا ہے ہنوز ادا نہ کیا ہو اور اسکو اختیار ہے کہ حقد و دام اسے دیے ہیں انکو وصول کرنے کے واسطے بیع کو موکل کو دینے سے روک لے اور اگر روک لینے سے پہلے بیع وکیل کے پاس ہلاک ہو گئی تو موکل کا مال گیا اور وکیل پر ضمان نہیں ہے اور اگر بعد روکنے کے تلف ہوئی تو ٹخن کے عوض گئی اور یہ امام عظیم کے نزدیک ہے اور امام محمد نے کسی کتاب میں یہ صورت ذکر نہیں فرمائی کہ اگر وکیل نے دام نہ ادا کیے اور بائع نے اسکو بیع سپرد کر دی تو اس صورت میں بھی وکیل کو روکنے کا اختیار ہے کہ موکل کو دام لینے سے پہلے نہ دیوے اور جس لائمہ حلوانی نے ذکر کیا کہ اسکو یہ اختیار ہے اور یہی صحیح ہے محیط میں لکھا ہے خرید کے وکیل نے اگر ٹخن اپنے پاس سے ادا کر دیا پھر موکل اسکو دوسرے شہر میں ملا اور بیع اسکے پاس نہیں ہے اور موکل سے

مثنیٰ طلب کیا اور اسے بغیر مبیع لیے مثنیٰ دینے سے انکار کیا پس اگر پہلے ایسا ہوا ہو کہ جب مبیع دونوں کے سامنے موجود تھی سو فتنہ موکل نے مانگی ہو اور وکیل نے بدون مثنیٰ دینے سے انکار کیا ہو تو اب اسکو اختیار ہو کہ بدون مبیع لیے مثنیٰ دینے سے انکار کرے اور اگر ایسا نہیں ہوا ہو تو انکار نہیں کر سکتا ہو کیونکہ مثنیٰ اسکے ذمہ فرض ہو گیا ہو یہ بجز الرائق میں ہو اگر ہزار درم کو ایک باندی خریدنے کی واسطے وکیل کیا اور اسے ہزار کو خرید کر دام دیکر سپر قبضہ کر لیا اور موکل کو دینے سے منع نہیں کیا یہاں تک کہ موکل نے اسکو پانچ سو درم دیدے پھر باندی طلب کی اور اسے روکی اور اسے ہاتھ میں مرگئی تو وکیل کو وہ پانچ سو درم جو اسے قبضہ کیے ہیں دیے جائینگے اور باقی طلب کر لیا اور اگر اسے پہلے ہی سے روک لی ہو تو اس پر قبضہ کیے ہوئے درم بھی واپس کر دینا واجب ہیں یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر بعد روکنے کے اسکی ایک آنکھ جاتی رہی تو مثنیٰ میں سے کچھ ساقط نہوگا اور موکل کو اختیار ہو چاہے پورے مثنیٰ میں لے لے ورنہ چھوٹے یہ بجز الرائق میں لکھا ہو وکیل نے اگر ہزار درم کو ایک غلام ایک سال کے وعدے پر خریدا اور قبضہ کیا اور موکل نے سپر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ میعاد آگئی اور بائنے وکیل کو مال کے واسطے پکڑا پھر وکیل نے چاہا کہ مثنیٰ وصول کرنے کی واسطے موکل کو دینے سے روکے تو اسکو اختیار نہوگا اور اگر روکا تو ضامن ہوگا اور اگر موکل نے سپر قبضہ کر لیا پھر وکیل نے اگر موکل کی بلا موجودگی اسکو لے لیا اور یہ نہ کہا کہ جب تک مثنیٰ نہ دیگا نہ دوں گا اور وہ وکیل کے پاس مر گیا تو موکل سے مثنیٰ ساقط نہوگا اور وکیل کا لے لینا گویا موکل کو بدون مثنیٰ دینے سے منع کرنا شمار ہو یہ ذخیرہ میں ہو اگر موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ دو باندیاں ہر ایک ہزار درم کی یا دونوں ہزار درم کی خرید دے پھر وکیل نے خرید کر کے دونوں پر قبضہ کیا پھر موکل نے خاص ایک اس میں سے طلب کی اور وکیل نے انکار کیا یہاں تک کہ مرگئی تو فقط اسی کا مثنیٰ باطل ہو گیا پھر اگر موکل نے کہا کہ مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہو تو اس کے کہنے پر اتفاقات نہ کیا جائیگا اور بقدر حصہ کے موکل کو لازم ہوگی اور اگر وہ نہ مری جسکے دینے سے وکیل نے انکار کیا تھا بلکہ دوسری مرگئی تو باقی اسکو لینی پڑگی اور دونوں کے دام اسکو دینے پڑینگے اور اگر موکل نے یہ حکم دیا کہ میرے واسطے دو باندیاں ایک صفحہ میں ایک باندی ہزار درم نقد کو اور دوسری ایک ہزار درم ادھار ایک سال کے وعدہ پر خریدے اور اسے موافق حکم کے خرید دین اور قبضہ کر لیا اور موکل نے طلب کیں پس اسے دونوں کے دینے سے انکار کیا یعنی مثنیٰ لیکر دوں گا تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو اور چاہیے کہ وہ باندی جو ایک سال کے وعدہ پر ہے اسکو دیے ہاں نقد قیمت والی دامون کے لینے کے واسطے روک سکتا ہے اور اگر ادھار باندی کو اسے روکا اور وہ مرگئی تو وکیل کو اسکی قیمت دینی پڑگی اور اگر نقد دامون والی کو روکا یہاں تک کہ مرگئی پھر موکل نے کہا کہ مجھے دوسری ادھار والی کی ضرورت نہیں ہو تو اسکا کتنا مقبول نہوگا اسی طرح اگر اسے دونوں کو دو ہزار درم نقد دینے خریدنے کے واسطے حکم دیا اور اسے اسطرح خریدین اور موکل کو دینے سے منع نہ کیا یہاں تک کہ بائنے نے مشتری کو ایک باندی کے دامون کے واسطے پکڑا تو یہ صورت اور پہلی صورت سب باتوں میں جو ہم نے بیان کر دیں کیا ان پر یہ محیط میں ہو اگر خریداری کے وکیل نے اپنے مال سے دام ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور موکل نے اسکی

تصدیق کی اور رائے نے تذبذب کی تو وکیل موکل سے نہیں لے سکتا ہو یہ بجز اذن میں جو وکیل خریدنے اگر کوئی شے معین جسکے خریدنے کی واسطے وکیل کیا گیا تھا خریدی اور من نہ دیا یہاں تک کہ بائع نے اسکو کچھ مہلت دیدی تو صحیح ہے اور یہ مہلت موکل کی واسطے بھی ثابت ہوگی اور وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل سے مبادا کرنے سے پہلے مواخذہ کرے اور اگر بائع نے وکیل سے کچھ دم گھٹا دیے تو وہ موکل سے گھٹا کر لیوے اور اگر بائع نے سب ام وکیل کے ذمہ سے گھٹا دیے تو یہ موکل کے حق میں ثابت ہوگا یہاں تک کہ وکیل کو اختیار ہوگا کہ موکل سے سب ام لیوے اور اگر کچھ من ہبہ کر دیا ہو تو موکل سے بھی سب ام وکیل سے ہو جائینگے اور اگر کل نام ہبہ کیے تو یہ موکل کے حق میں ثابت ہوگا اور اگر بائع نے سب دام سے بری کر دیا تو سب ہبہ کر لینے کا منہ حکم ہو یہ محیط میں ہو اور اگر بائع نے وکیل کو پہلے پانچ سو درم ہبہ کر دیے پھر باقی پانچ سو درم بھی ہبہ کر دیے تو وکیل نے موکل سے پہلے پانچ سو درم نہیں لے سکتا ہو اور دوسرے پانچ سو درم لے لگا اور اگر نو سو درم پہلے ہبہ کر دیے پھر سو درم تو وکیل فقط سو درم موکل سے لے سکتا ہو اور یہ سب ام وکیل کو ابوسف کے نزدیک ہے کذا فی فتاویٰ تاضی حان

تیسرا باب بیع کرنے کی واسطے وکیل کرنے کے بیان میں وکیل بیع کو تھوڑے یا بہت ام یا اسباب کے عوض بیع فروخت کر دینا جائز ہو اور یہ امام عظیم کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ اسقدر خسارہ کے ساتھ بیچنا کہ لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں جائز نہیں ہو اور سوائے درم و دینار کے دوسری چیز کے عوض بیچنا بھی جائز نہیں ہو یہ ہدایہ میں ہے اور صاحبین کے قواعد نفیس چیز ہو یا خفیس ہر فتویٰ ہے یہ چیز کو درسی میں لکھا ہے اور یہ اختلاف مطلقاً و کالت میں ہو ورنہ اگر موکل نے کھلا کہ ہزار درم کو یا سو دینار کو فروخت کر دے تو کم بیچنا بالاجماع جائز نہیں ہو یہ سراج الوداج میں لکھا ہے اگر کسی غلام کو بعض کسی اسباب کے جسکا وصف بیان کر دیا گیا ہو فروخت کر دینے کی واسطے وکیل کیا اور اسے بعض اسباب کے کھلا ہوا خسارہ اٹھا کر فروخت کیا تو امام عظیم کے نزدیک جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہے وکیل بیع کو ادھار بیچنے کا اختیار ہر فتویٰ میں ہے کہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ یہ حکم تجارت میں ہے اور اگر حاجت کی واسطے ہو مثلاً ایک رشتہ اپنا سوٹ بیچنے کو دیا تو یہ وکالت فقہ بیچنے کی واسطے ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ خلاصہ میں ہے بیع مطلق کی واسطے جو شخص وکیل ہو اگر اسے اسباب کو کسی مبادی کو ادھار پر فروخت کیا پس اگر یہ مدت ایسے اسباب میں تاجرون میں معدوم ہو تو ہمارے علم کے نزدیک جائز ہے اور اگر یہ مدت تاجرون میں متعارف نہیں ہو مثلاً پچاس برس کے وعدہ پر فروخت کیا تو امام عظیم کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہو قلت اس نے مانہ میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ضرور ہو مشکل نے فرمایا ادھار بیچنا اس وقت جائز ہے کہ اس شخص کے فروخت کرنے میں یعنی کالت میں کوئی ایسا لفظ نہ ہو جو فقہ بیچنے پر دلالت کرتا ہو اور اگر ہوگا تو ادھار بیچنا جائز نہ ہوگا مثلاً کسی سے کہا کہ یہ غلام فروخت کر کے میرا قرض ادا کرے یا کہا کہ جا اس غلام کو فروخت کر دے کہ قرض میری جان کھلے جائے ہیں یا مجھے اپنے بال بچوں کے کھانے پینے کی ضرورت ہو تو ان صورتوں میں ادھار بیچنا جائز نہیں ہو یہ محیط میں لکھا ہے ادھار بیچنے کی واسطے وکیل کرنا ایک مہینہ اور اس سے زیادہ ادھار کی واسطے لیا جائیگا اور اگر ایسے وکیل نے نقد بیچ دیا تو مشکل نے اختلاف کیا ہے شیخ امام ابو بکر محمد بن افضل نے فرمایا کہ اگر اسے نقد بیچ دے وہوں کو دیا جتنے کو ادھار لیتا تھا تو جائز ہو اور اگر اس سے کم کو بیچا تو جائز نہیں ہو اور دوسرے مشائخ نے کہا کہ

مطلقاً جائز ہو ہی طرح اگر کما کہت بیچ مگر نقد تو بھی یہی حکم ہو اگر کسی ایسی چیز کے بیچنے کی واسطے جس پر خریدہ اور بربرداری ٹرتی ہو
 وکیل کیا تو وہ ہی شہرت رکھ ہوگی جس میں وکیل اور موکل دونوں موجود ہیں اور اگر موکل سکود دوسرے شہر میں لے گیا اور چوری ہو گئی
 یا ضائع ہو گیا تو وکیل ضامن ہو گا اور اگر وکیل سکود دوسری جگہ نہ لے گیا اور خود جا کر وہاں فروخت کیا تو جس جگہ بیچ
 واقع ہوئی ہو اسی جگہ پر دکرنا ہے و جب ہو گا اور اگر ایسی چیز ہو جسکی بربرداری یا خریدہ پڑتا ہو تو وکالت ہی شہر کی واسطے
 مخصوص نہ ہوگی یعنی اگر دوسرے شہر میں لیجاوے اور چوری ہو تو وکیل ضامن نہیں ہو یہ تقادی قاضی خان میں
 لکھا ہو بیچ مطلق کے وکیل نے اگر بطور بیچ فاسد کے بیچا تو بیچ اور تسلیم سے ضامن نہ ہو گا اور وکیل واپس لے سکتا ہو اور
 جو شخص بیچ فاسد کی واسطے وکیل ہو اگر اسے صحیح طور سے بیچ کیا تو اتنا سنا جائز ہو یہ خلاصہ میں ہو وکیل بیچ بیچ کو اپنے
 واسطے نہیں خرید سکتا ہو کیونکہ ایک ہی شخص مشتری اور بائع نہیں ہو سکتا ہو یہ وجہ کر دی ہیں ہو اور اگر موکل نے حکم دیا کہ
 اپنے ہاتھ خرید یا فروخت کر دے تو بھی نہیں جائز ہو اس طرح اگر وکیل نے اپنے نابالغ لڑکے کے ہاتھ فروخت کیا تو بھی بیچ
 جائز نہیں ہو اور اگر انہی کے ہاتھ بیچا یا غلام کے ہاتھ فروخت کیا تو بالاجل جائز نہیں ہو یہ سراج الوہاج میں ہو وکیل بیچ نے
 اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جسکی گواہی وکیل کے حق میں درست نہیں ہو پس اگر قیمت سے زیادہ کو فروخت کیا
 تو بلا خلاف جائز ہو اگر قیمت سے کم پر غبن فاحش کے ساتھ فروخت کیا تو بالاجل جائز نہیں ہو اور اگر غبن بہت زیادہ ہو مگر
 ہو تو امام عظیم کے نزدیک جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اگر مثل قیمت کے عوض فروخت کیا تو امام عظیم سے دور نہیں ہیں
 اور ظاہر روایت یہ ہو کہ ناجائز ہو یہ تقادی قاضی خان میں لکھا ہو اور اگر موکل نے وکیل کو ایسے لوگوں کے ہاتھ فروخت
 کرنے کا حکم کر دیا کہ اس طرح اجازت دی کہ جسکے ہاتھ بیچا جائے فروخت کر دے تو بالاجل ایسے لوگوں کے ہاتھ
 فروخت کرنا جائز ہو لیکن اگر اپنے ہاتھ خود فروخت کر دے یا اپنے نابالغ لڑکے یا اپنے ایسے غلام کے ہاتھ جس پر قرض نہیں
 ہو فروخت کر دے تو قطعاً جائز نہیں ہو اگرچہ موکل نے صراحتاً ان لوگوں کے ہاتھ فروخت کرنے کی اجازت دی ہو اور
 یہی حکم خرید کے وکیل کا ہو جبکہ ان لوگوں سے خرید کرے یہ سراج الوہاج میں لکھا ہو اگر وکیل نے موکل کے باب
 یا بیٹے یا ملاک یا غلام یا مذون کے ہاتھ فروخت کیا تو جائز ہو اس طرح اگر غلام کے وکیل نے اسکو اسکے مالک کے ہاتھ فروخت
 کیا تو جائز ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اپنا اسباب بیچنے کے واسطے وکیل کیا اسنے کما کہتے کو فروخت کروں پس موکل نے
 کہا تو جان یا اسکو اور اسکے مول کو تو جان پس اسنے ناچیز دامون کو فروخت کر دیا تو اسکو واپس کر دینے کا اختیار ہے
 اور اسی پر فتویٰ ہو یہ قنیمہ میں لکھا ہو موکل نے اگر وکیل سے کوئی شرط کی اور شرط میں ہر وجہ سے مقید کیا مثلاً یوں
 کہا کہ تو اسکو اس طرح فروخت کر دے کہ مجھ کو ہر وجہ سے نفع ہو تو وکیل کو ہر طرح اس کا لحاظ رکھنا چاہیے غواہ نفی
 کے ساتھ تاکید لایا ہو یا نہ لایا ہو چنانچہ اگر کہا کہ اسکو خیار کے ساتھ فروخت کر دے اسنے بلاخیار فروخت کیا
 تو جائز نہیں ہو یہ ذخیرہ میں ہو ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اور کہا کہ تین روز تک میرے
 واسطے خیار کی شرط کر لے یہ بھی حکم دیا پس اسنے بلا شرط خیار فروخت کیا تو بیچ جائز نہیں ہو اور اگر فروخت کرنے
 میں موکل کے واسطے خیار کی شرط کی تو خیار وکیل اور موکل دونوں کے واسطے ثابت ہو جائیگا اور اگر موکل نے

مطلقاً بیع کیواسطے حکم کیا اور وکیل نے فروخت میں موکل یا اجنبی کیواسطے خیال کی شرط کی تو صحیح ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر موکل نے ایسی شرط لگائی کہ جو اسکے حق میں بالکل نافع نہیں ہے بلکہ مضر ہے تو وکیل پر اسکا لحاظ رکھنا واجب نہیں ہے خواہ نفی سے تاکید کی ہو یا نہ کی ہو چنانچہ اگر یون کہا کہ اسکو ہزار درم ادھار پر فروخت کرے یا یون کہا کہ نہ فروخت کر مگر ہزار درم ادھار پر پھر وکیل نے ہزار درم نقد پر فروخت کیا تو موکل کی طرف سے جائز ہوگی اور اس پر نافذ ہوگی اور اگر ایسی شرط لگائی کہ ایک وجہ سے اسکے حق میں نافع ہو اور ایک طرح سے نافع نہیں ہے پس اگر نفی کے ساتھ اسکی تاکید کی تو لحاظ رکھنا واجب ہے چنانچہ اگر کہا کہ اس بازار میں فروخت کر سنے دوسری بازار میں فروخت کیا پس اگر نفی کے ساتھ نہ موکل کیا تو موکل پر نافذ ہوگی اور اگر موکل کیا ہو تو یہ بیع اس پر نافذ نہ ہوگی یہ ذخیرہ میں لکھا ہے اگر موکل نے کہا کہ میرا یہ غلام فروخت کر اور گواہ کر لینا اسنے فروخت کیا اور گواہ نہ کر لیے تو جائز ہے اور اگر کہا کہ بدون گواہ کرنے کے فروخت نہ کرنا اور اسنے بدون گواہ کے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے یہ سب طرح اگر یون کہا کہ میں نے تجھ کو اس غلام کے فروخت کرے گا اس شرط سے وکیل کیا کہ تو اسکے فروخت کرنے پر گواہ کرے پھر اسے بدون گواہ کیے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے اور ایسی طرح اگر یون کہا کہ گواہوں کے ساتھ اسکو فروخت کر تو بھی یہی حکم ہے یہ قاضی قاضی خان میں ہے بیع کیواسطے وکیل کیا اور منع کر دیا کہ فروخت نہ کرے مگر جبکہ فلاں شخص موجود ہو تو بدون اسکی موجودگی کے فروخت نہ کرے یہ وجہ کر درسی میں لکھا ہے اگر یہ حکم دیا کہ اس غلام کو رہن یا کفیل لیکر فروخت کرے پس وکیل نے بدون رہن یا کفیل کے فروخت کیا تو جائز نہیں ہے خواہ موکل نے نفی کے ساتھ تاکید کی ہو یا نہ کی ہو یعنی یون کہا ہو کہ نہ فروخت کر تا مگر رہن یا کفیل لیکر یا نہ کہا ہو اور اگر یون کہا ہو کہ ایسا رہن لیکر فروخت کرے کہ جس میں مضبوطی ہو تو بیع نہیں جائز ہے مگر جبکہ ایسی چیز رہن لی ہو جسکی قیمت سے بیع کے دام پورے حال ہو سکتے ہوں یا صرف اسقدر کمی پڑتی ہو کہ جسقدر لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر موکل نے مطلقاً رہن لیکر کہد یا تو تنہا اس رہن لیکر فروخت کرنا بھی جائز ہے یہ محیط میں لکھا ہے اور اگر یون کہا کہ اسکو فروخت کرے اور کفیل لے لے یا یون کہا کہ اسکو فروخت کر دے اور رہن لے لے تو بھی بدون کفیل یا رہن لیے جائز نہیں ہے یہ قادی قاضی خان میں لکھا ہے پھر اگر وکیل و موکل نے وکالت میں کسی قسم کی شرط ہوئے یا نہ ہونے میں اختلاف کیا تو موکل کا قول لیا جائے گا سب طرح اگر بغیر اس ثمن کے فروخت کرنے کا حکم دینے کا دعویٰ کیا تو بھی موکل کا قول لیا جائے گا یہ وجہ کر درسی میں لکھا ہے اگر ہزار درم کو فروخت کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے زیادہ کو بیچا تو بیع نافذ ہوگی اور اگر کم کو بیچا تو نافذ نہ ہوگی اور اگر سو درم کے کسی چیز کے عوض بیچا تو بھی نافذ نہ ہوگی اگرچہ اسکی قیمت ہزار درم سے زیادہ ہو یہ سراج الوہاج میں ہے کسی نے دوسرے کو اپنا ایک غلام ہزار درم کو بیچنے کا حکم دیا اور اسنے آدھا ہزار درم کو بیچا پھر باقی آدھا سو دینار کو تو پہلے آدھے کی بیع جائز اور دوسرے کی بیع لینے وکیل نے مثلاً سو درم کے عوض فروخت کیا اور موکل نے دعوے کیا کہ میں نے اس ثمن کے عوض بیچے کا حکم نہیں کیا تھا بلکہ پچیس دینار کے عوض حکم کیا تھا منہ

جائز ہو اور اگر پورا غلام ہزار درم اور سودینار کو بیچا تو کل کی بیع جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر آدھا غلام ایک درم کم ایک ہزار درم اور ایک کرہیوں کے عوض بیچا تو باطل ہو اور اگر غلام بعض ہزار درم اور ایک کرہیوں کے بیچا تو موکل کو اختیار ہو چاہے کل بیع باطل کر دے یا اجازت دے اور کر وکیل کا ہوگا اور اس پر نقد اسکے حصہ قیمت کے واجب ہوگا کہ غلام کی قیمت میں ادا کرے اور اگر اسکو ہزار درم پر بیچا پھر مشتری نے ایک کرہیوں یا بیعین زیادہ کیا تو بلا اختیار بیع جائز ہو اور کر وکیل کو لیکنا یہ قادی قاضیان میں ہو اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے نصف یا کوئی حصہ معلوم کسی کے ہاتھ بیچا تو امام عظم کے نزدیک بیع جائز ہو خواہ باقی اس مشتری کے ہاتھ بیچا ہو یا نہ بیچا ہو اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہو مگر جبکہ باقی بھی فروخت کر دے اور یہی حکم ہر بیع میں جاری ہو جسکے ٹکڑے کرنے میں ضرر اور ٹکڑے ہونا اس میں عیب شمار کیا جاتا ہو اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں جیسے کیلی اور ورنہ فی چیزیں انکی وکالت میں اگر تھوڑی فروخت کر دی تو بالاتفاق جائز ہو اسی طرح اگر چند ایسی چیزیں جو کتنی سے ملتی ہیں اور باہم قریب برابر کے ہوں انکے بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے ایک فروخت کر دی تو بالاتفاق جائز ہو کذا فی شرح الطحاوی۔ اگر حکم دیا ہو کہ یہ غلام فلان شخص کے ہاتھ فرض فروخت کر دے اسنے دوسرے شخص کے ہاتھ فرض بیچا تو جائز نہیں ہو اور اگر اسنے فلان شخص اور دوسرے شخص دونوں کے ہاتھ بیچا تو امام عظم کے نزدیک اس نصف کی بیع جو دوسرے کے ہاتھ بیچا ہو جائز نہیں ہو اور جو نصف فلان شخص کے ہاتھ بیچا ہو انکی بیع جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہو مگر جبکہ باقی بھی فروخت کر دے کذا فی الذخیرہ۔ اگر ہزار درم میں دو باندیان فروخت کر نیکی واسطے وکیل کیا گیا اور اسنے ایک باندی پانچ سو درم یا کم یا زیادہ کو فروخت کر دی تو امام عظم کو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہو مگر جبکہ دوسرے کو بھی فروخت کر کے ہزار درم پورے کر دے یا زیادہ کر دے تو جائز ہو یہ محیط میں لکھا ہو۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام فروخت کرے اور فلان کے ہاتھ فروخت کر دے تو اسکو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچا لانے کا اختیار ہو اور اگر اسکو فلان شخص کے ہاتھ فروخت کر دے اور وکیل نے دوسرے کے ہاتھ بیچا تو جائز نہیں ہو یہ قادی قاضیان میں لکھا ہو۔ اگر موکل نے کہا کہ یہ غلام ہزار درم کو ایک سال کی ادھار پر فروخت کر دے اور وکیل نے ہزار یا زیادہ کو نقد بیچا تو جائز ہو اور اگر ہزار درم سے کم نقد پر بیچا تو جائز نہیں ہو اور اگر دو ہزار درم کو ایک سال یا ایک ماہ کی ادھار پر بیچا تو جائز نہیں ہو محیط میں ہو بیع کیواسطے مطلقاً وکیل کیا پھر کہا کہ آج اسکو نہ بیچنا پھر دوسرے روز وکیل نے بدون تجدید وکالت کے فروخت کر دیا تو جائز ہو یہ وجہ کر دہی میں لکھا ہو ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرنے کیواسطے وکیل کیا اور غلام دیدیا اور منع کر دیا کہ بعد بیع کے جب تک ٹن نہ لے لے غلام نہ دے تو امام محمد نے فرمایا کہ ممانعت باطل ہو اور اگر بعد بیع کے وہ غلام مشتری کے پاس مر گیا تو مشتری کا مال گیا اور وکیل ہی دام وصول کرے کا متولی ہوگا اور موکل کو اختیار ہوگا کہ وکیل سے دامون کی ضمانت لے یہ محیط میں ہو اور اگر وکیل نے دام لینے سے پہلے سوئپ دیا اور وہ دم ڈوب گئے تو وکیل پر ڈانڈ نہیں ہو یہ قادی قاضی خان میں ہو اگر موکل نے غلام وکیل کو دیدیا اور کہا کہ جب تک دام نہ لے لے مشتری کے ہاتھ غلام نہ بیچے اور اسنے دام لینے سے پہلے فروخت کیا تو بیع باطل ہے بیع مشتری سے پھیر لے اور اگر غلام

وکیل کو نہیں دیا اور اسے موکل کے ہاتھ میں ہونے کی حالت میں ہزار درم نقد فی الحال میں بیٹا الا تو جب تک کہ
 نہ لے غلام سپرد کر نہ کیا اسکو اختیار نہیں ہو خواہ موکل نے دام لینے سے پہلے دینے سے منع کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اگر
 ہزار درم کو ایک مہینے کی ادھار پر بچا اور غلام موکل کے ہاتھ میں ہو تو بیع صحیح ہو اور موکل کو مشتری کو نہ دینے کا
 اختیار نہیں ہو کیونکہ یہ بھی موکل کے تحت حکم داخل ہو پس گویا خود اسی نے فروخت کیا اور خود ادھار فروخت
 کرنے پر سپرد کرنے کے واسطے مجبور کیا جاتا ہے لکن ان فی المحیط اگر غلام فروخت کر نہ کیا وکیل اور غلام دیدیا پھر وکیل نے
 اسکو فروخت کیا اور ہنوز مشتری کے سپرد نہ کیا تھا کہ موکل نے وکیل کے گھر سے اسکو لے لیا اور وکیل کو دام لینے سے
 پہلے دینے سے منع کر دیا تو صحیح ہو اور وکیل کو اختیار ہو گا کہ موکل کے گھر سے لیکر دام لینے سے پہلے مشتری کو دیدے یہ
 فتاویٰ قاضی خان میں ہو اگر اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام موکل کے پاس ہو اور موکل نے وکیل کو نہ لینے کا
 حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا پس وکیل نے فروخت کیا پھر اسکو موکل کے گھر میں سے مشتری کو دینے کے واسطے لے لیا
 اور اس کے ہاتھ میں مشتری کو دینے سے پہلے مر گیا تو وکیل پر ڈانڈ نہیں ہو کیونکہ دام ادا ہونے کے وقت سپرد کر نیکی لیے
 وکیل کو ضرور ہے کہ غلام پر قبضہ کرے تا کہ سپرد کر سکے و لیکن اگر موکل منع کر دے تو البتہ نہیں لے سکتا ہو اور یہاں موکل نے
 منع نہیں کیا اور اگر غلام انہیں مر اور درم لینے سے پہلے وکیل نے مشتری کو دیدیا تو موکل کو اختیار ہو کہ تا وقتیکہ دام نہ
 ادا ہوں مشتری سے لے لے اور اگر موکل نے غلام پھر لیا پھر مشتری دام لایا تو موکل غلام کو وکیل کے سپرد کر دیکر اور
 حکم دے گا کہ مشتری کے والد کرے اور وہ من لے لیا لکن ان فی المحیط پس اگر اسے من نہ لیا یہاں تک کہ غلام مشتری کے پاس
 تو موکل کسی وکیل یا مشتری سے قیمت کی ڈانڈ نہیں لے سکتا ہو لیکن وکیل مشتری سے دام لیکر موکل کو دیدیگا لکن ان
 فتاویٰ قاضی خان اور اگر اسکو بیچنے کا حکم دیا اور قبضہ کرنے سے منع کیا اور اسے بیع سے پہلے قبضہ کر لیا اور بیع کرنے سے پہلے اس کے
 پاس مر گیا تو اسکی قیمت کا ضامن ہو گا پس اگر غلام نہیں مر رہا جو وقت اس نے فروخت کیا تو بیع صحیح ہوگی اگرچہ پھر غلام
 ضامن ہو اور اگر نہ مر رہا تھا کہ اسے مشتری کے سپرد کر دیا اور اس کے پاس مر گیا تو وکیل قیمت کا ضامن نہیں ہو اگرچہ بیع سے
 پہلے قبضہ کر لینے سے قاصد پھر ہو کیونکہ بعد غصب بھی بیع کا حکم باقی ہو اور امام عظیم رحمہ و امام محمد رحمہ کے نزدیک وکیل
 دامون کا ضامن نہ ہو گا بلکہ مشتری سے لیکر موکل کو دیدیگا اور اگر غلام مشتری کے پاس نہ مر رہا تھا کہ موکل نے
 اگر مشتری سے لے لیا پھر دام ادا ہونے سے پہلے وکیل نے موکل کے گھر میں سے مشتری کو دینے کی واسطے اسکو لے لیا
 اور دینے سے پہلے وکیل کے پاس مر گیا تو وکیل ضامن نہیں ہو کیونکہ وہ بیع کے بعد قبضہ کر سکتا ہو۔ اور بیع ٹوٹ گئی یہ محیط
 میں لکھا ہو اگر ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کا حکم دیا اور من پر قبضہ کرنے سے منع کیا مگر فلان شخص کے سامنے یا گواہ کر کے قبضہ
 کرے تو اسکا منع کرنا صحیح نہیں ہو اور وکیل کو اختیار ہو کہ بدول فلان شخص یا بدول گواہوں کے وصول کرے اور اگر موکل
 خود ہی غلام بیچا اور وکیل کو من پر قبضہ کرنے کے واسطے مقرر کیا پھر منع کر دیا کہ بدول فلان شخص یا گواہوں کے وصول
 نہ کرے تو بیع صحیح ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہو۔ اگر مکان میں ایک شخص کو اپنا غلام فلان شخص کے ہاتھ فروخت کرنے کا حکم کیا اور اسے
 غیر کے ہاتھ بیچا اور وکیل نہیں ہو تو جائز نہیں ہو یہ موطا میں لکھا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا غلام سودینا کر بیچنے کے واسطے

لے اور ضامن ہو گا علت فی الاصل نہ تھا سوا الامارۃ فانظر المصنف ۱۳

وکیل کیا اور اُسے ہزار درم کو فروخت کیا اور موکل کو معلوم ہوا کہ کتنے کو فروخت کیا ہے اور وکیل نے کہا کہ میں نے غلام
بیچ ڈالا اور موکل نے کہا کہ میں نے اجازت دی تو بیچ ہزار درم کو جائز نہ ہوگی کذا فی اخلاصہ اور اگر موکل نے کہا کہ میں نے
جس طرح سمجھے حکم دیا تھا اسی بیچ کی اجازت دی تو درمون سے بیچنا جائز نہیں ہے فتاویٰ قاضی خان میں لکھا کہ
دیناروں کے بیچنے کے وکیل نے اگر دینار خود رکھ لیے اور اپنے دینار بیچے تو جائز نہیں ہے یہ خلاصہ میں ہے اگر غلام
وکیل کو دیا اور کہا کہ اسکو ہزار درم کو سات مثقالی وزن کے درمون سے فروخت کر دے اور وکیل نے دو ہزار بیچ
مثقالی درمون کو بیچا تو جائز ہے کیونکہ اُسے جس قدر دامن کو موکل نے کہا تھا اسی حد تک کے زیادہ دامن کو بیچا ہے یہ سبوط
میں لکھا ہے ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم کو فروخت کرے اور قیمت اسی ہزار درم ہی بچھاؤ بدل
کیا اور اُسکی قیمت دو ہزار درم ہو گئی تو وکیل کو ہزار درم میں بیچنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر وکیل نے اپنی عیادت پر
فروخت کیا پھر مدت خیار کے اندر اُسکی قیمت بڑھ کر دو ہزار درم ہو گئی تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اسکو اپنی بیع تمام کر لینا
اعتبار ہے اور صاحبین ہم نے انہیں خلاف کیا ہے اور اگر وکیل نے بیع تمام نہ کی بلکہ خاموش رہا یا تنگ کہ مدت خیار گذر گئی
تو امام محمد رحمہ کے نزدیک بیع باطل ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک جائز ہے کذا فی اخلاصہ اسی طرح اگر حاملہ باندی
شرط خیار پر بیچی کہ وہ بچہ جنی اور بچہ ہزار درم کا ہے اور اسی طرح اگر درخت میں پھل لگے تو بھی یہی احتلافی حکم ہے محیط میں
لکھا ہے اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ میرا غلام لے اور غلام کے عوض اس کو فروخت کر دے یا اس کے عوض کوئی غلام
خریدے پس اگر خریدنے کا وکیل کیا اور اُسے غیر معین غلام خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر معین خریدا پس اگر اُسکی قیمت
اس غلام کی قیمت کے برابر یا اس قدر کم ہو کہ جس قدر خسارہ لوگ اٹھا لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس قدر کم ہو کہ لوگ تنازعہ
نہیں اٹھا لیتے ہیں تو جائز نہیں ہے اور اگر بیچ کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے غلام غیر معین کے عوض بیچا تو جائز نہیں ہے
اور اگر معین کے عوض بیچا پس اگر قیمت اس غلام کی مثل قیمت اس غلام کے یا اس قدر کم ہو کہ لوگ برداشت
کر لیتے ہیں تو جائز ہے اور اگر اس قدر کم ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اگر یہ حکم دیا
کہ میرا یہ غلام بعوض ایک گریہوں یا بعوض دس ہر دی کپڑوں کے فروخت کرے تو وکیل کو یہ اختیار ہے کہ مسمیٰ کے
عوض مسمیٰ کو بیان کر کے ذخیرہ اگر مسمیٰ ادا ہوا پر فروخت کر دے اور شرط یہ ہو کہ غلام بیچ کی قیمت کے برابر ہو یہ محیط
میں ہے اگر اناج بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ ہر گریہوں یا بعوض بیچاں درم کے بیچے اور وکیل نے سب متا بیچ ڈالا تو جائز
ہے یہ سبوط میں ہے اور اگر یوں کہا کہ ہر گریہوں یا بعوض قدر کو بیچے جتنے کو فلاں شخص نے بیچا ہے اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے
گر چالیس درم کو بیچا ہے اور وکیل نے یہی حساب سے بیچا پھر معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے بیچاں کے حساب سے بیچا
تو بیچ واپس ہو جائے گی کیونکہ اُس نے اس واسطے وکیل کیا ہے کہ جتنے کو فلاں نے بیچا ہے فروخت کرے نہ جو
فلاں شخص خبر دے اتنے کو فروخت کرے اور اگر فلاں نے کوئی گر چالیس کو اور کوئی گر چالیس کو بیچا ہے اور وکیل نے
سب اناج چالیس کے حساب سے بیچا تو استحساناً جائز ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اگر مہراتی کپڑوں کی گٹھری بیچنے کو دی
اور دونوں کو فرم میں موجود ہیں تو کوہ کے جن مال دارین فروخت کر دے تو جائز ہے اور اگر بصرہ میں لے گیا تو استحساناً

مخالف شمار ہو گا حتیٰ کہ اگر وہاں گٹھری تلف ہو جائے تو ضامن ہو گا اور اگر گٹھن ہوئی یہاں تک کہ اس نے بصرہ میں فروخت کر دی تو وکالت الاصل میں ہو کہ موکل پر بیع نافذ نہ ہوگی اور کتاب البصرہ میں بروایت ابو سلیمان یہ ہے کہ بیع جائز ہوگی اور بعض مشائخ نے کہا کہ کتاب الوکالت کی روایت حکم استحسانی ہے اور یہی قول امام عظیم رحمہ اللہ کا ہے اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور اسی طرف شیخ الاسلام کامیلان ہے اور اگر موکل نے قید لگائی ہو کہ کو ذہین فروخت کرے پھر وہ بصرہ میں لے گیا تو قیاساً و استحساناً ضامن ہو گا اور اگر اس نے بصرہ میں بیچا تو مشائخ عامہ کے نزدیک یہ بیع موکل پر نافذ و جائز نہ ہوگی کذا فی الذخیرہ اور یہی اصح ہے یہ مسوطین ہیں۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ ہروی یا زطی کپڑوں کی گٹھری فروخت کرے پس اگر اس نے پوری گٹھری ایک ہی صفقہ میں بعبوض مثل قیمت کے یا اس کے کم کو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں فروخت کی تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر اس قدر کمی پر بھی کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو اختلاف ہے اور اگر اس نے ایک ایک کپڑا کر کے سب گٹھری بیچ دی پس اگر ایک ایک کپڑے کی قیمت ملا کر ہی نافذ ہو جاتی ہے جتنی کل گٹھری کی قیمت ہو اگر کل گٹھری کی فروخت کر دیتا یا صرف اس قدر کہ کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر صفقات متفرقہ کی فروخت گٹھری کی فروخت کو نہیں پہنچتی اور بقدر کمی جتنی ہو کہ لوگ سکو نہیں برداشت کرتے ہیں تو امام عظیم رحمہ کے قول پر جائز ہے اور صاحبین رحمہ کے مذہب پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ نہیں جائز ہے اور بعضوں نے کہا کہ جائز ہے اور اگر اس نے صرف ایک کپڑا فروخت کر دیا اور باقی نہیں تو امام عظیم کے قول کے موافق جواز ذکر کیا گیا ہے خواہ باقی کے حق میں ایسا ضرر ہو کہ لوگ اٹھا لیتے ہیں یا نہیں اٹھا لیتے ہیں اور صاحبین رحمہ کے قول کے موافق اگر باقی کو ضرر نہ پہنچے یا ایسا ضرر ہو کہ لوگ برداشت کرتے ہیں مثلاً بعضے اندازہ کرنے والے اتنے کو بھی اندازہ کرتے ہیں تو جائز ہے اور اگر ایسا ضرر ہو کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں ہے اور یہ حکم مذکور کپڑوں کی بابت ہے اور اگر کسی کپڑی یا وڈنی چیز کی بیع کیواسطے جو ایک برتن میں ہو وکیل کیا اور اس نے تھوڑی فروخت کر دی اور باقی رہنے دی تو بالاتفاق جائز ہے یہ قیاس میں ہے اگر کسی نے دوسرے کو اپنے غلام کو ہزار درہم میں بیچے کیواسطے وکیل کیا اور غلام کی قیمت ہزار درہم یا پانچ سو درہم میں اور اس نے ہزار درہم کو بوجہ عطا کے بیع کر دیا اور مشتری کے سپرد کر دیا اور وہ مشتری کے پاس گیا یا اسے آزاد کر دیا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور قیمت پر قبضہ کر لیا حق وکیل کو ہے یہ فیضہ میں ہے۔ ایک نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرا غلام ہزار درہم کو فروخت کر دے اور وکیل نے پانچ سو درہم کو بوجہ عطا کے فروخت کیا اور اس کی قیمت ہزار یا پانچ سو درہم میں اور مشتری نے قبضہ کیا تو مالک نہ ہو گا اور اگر مشتری کے ہاتھ میں مر گیا تو موکل کو

ملہ زط ایک کردہ لوگوں کا جو عراق میں رہتے ہیں انھیں کی طرف نہ ملی کپڑا منسوب ہے کذا اقال صدر الشریعہ اور بعض نے کہا کہ یہ جٹ کا معرب ہے جو ہندوستان کی قوم ہے لیکن ہمارے یہاں جاٹین یہ صنعت کبھی نہ تھی اور شاید یہ قوم جڑ ہو ۱۲ ملہ ورا خلات یعنی امام کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک نہیں اور مرجع جوازیہ کہ اس نے ثمن نہیں بتلایا تو وکیل کا اختیار غنیمت فاحش تک بڑھا اور یہ امام کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین رحمہ کے نزدیک نہیں جائز ہے ۱۳ ملہ قول عطاء یعنی جب سلطان کی طرف سے عطیہ یعنی نانکار ملیگی ۱۴

اختیار ہوگا چاہے مشتری سے قیمت لے یا وکیل سے پس اگر اسے مشتری سے لی تو وہ غیر سے نہیں لے سکتا ہی اور
 اگر وکیل سے لی تو مشتری سے لے لیگا۔ اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار درم کو اول عطا کے وعدہ پر بیچ دے
 اور اسے دوسری عطا کے وعدہ پر فروخت کیا اور مشتری نے قبضہ کیا اور اس کے ہاتھ میں مر گیا تو موکل پر نفاذ
 نہوگی اور اگر کسی میعاد معین کے وعدہ پر سوائے وعدہ عطا کے بیچا تو موکل پر نفاذ نہوگی یہاں تک کہ وکیل
 ضمان نہوگا یہ محیط میں ہی۔ اگر اپنا غلام ہزار درم کو بیچنے کی واسطے وکیل کیا اور اسے ہزار درم اور ایک پل شراب
 غیر معین کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مر گیا تو مشتری قیمت کا ضمان ہو اور وکیل پر ضمان نہیں ہوگا
 اگر ہزار درم اور ایک پل شراب معین کے عوض بیچا اور غلام مشتری کے پاس مر گیا تو امام اعظم رحمہ کے قول پر چاہے موکل
 مشتری سے غلام کی قیمت ضمان لے اور وہ وکیل سے نہیں بھیر سکتا ہی وکیل سے ضمان لے اور اس صورت میں غلام
 ہزار درم اور شراب کی قیمت پر تقسیم ہوگا پس جب قدر ہزار درم کے پرتے میں بڑے اسکا ضمان فقط مشتری ہو سکتا ہی
 اور شراب کی قیمت کے پرتے میں جب قدر بڑے آہیں موکل کو اختیار ہو چاہے وکیل سے ہقدر لے یا مشتری سے سب
 قیمت لے پس اگر اسے بلوغ سے ضمان لی تو وہ مشتری سے بھیر لیگا اور یہ سب امام اعظم رحمہ کے نزدیک ہی اور ضمان
 کے نزدیک موکل کو اختیار ہو چاہے وکیل سے سب قیمت لے یا مشتری سے سب قیمت لے اور اگر ہزار درم اور معین
 یا غیر معین سور کے عوض بیچا تو اسکا حکم ویسا ہی ہو جیسا ہزار درم اور معین شراب کے عوض بیچنے کا ہی اور اگر ہزار درم
 اور مردار یا خون یا ایسی چیز کے عوض جسکی قیمت نہیں ہو فروخت کیا اور وہ مشتری کے پاس مر گیا تو بالاتفاق بلوغ
 ضمان نہیں ہو اور مشتری پر قیمت واجب ہوگی اور وکیل ہی قیمت لیکر موکل کو دے گا اور اگر ایک گریہوں سود درم میں
 بیچنے کی واسطے وکیل کیا اور اسے سود درم و ایک پل شراب معین کے عوض بیچا اور اناج مشتری کے پاس تلف ہوا
 تو بالاتفاق وہی حکم ہو جو امام اعظم رحمہ کے نزدیک غلام کو ہزار درم معین شراب کے عوض فروخت کر بیچا ہی ہو جیسا کہ
 اگر اپنا غلام سو پل شراب کے عوض بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور اس نے سور کے عوض بیچا یا سور کے عوض
 بیچنے کے وکیل نے شور پل شراب کے عوض بیچا تو مشتری کا مالک نہوگا جتنے کہ اگر بعد قبضہ کے اسے آزاد کیا تو عتق نافذ
 نہوگا اور اگر مشتری کے پاس مر گیا تو موکل مختار ہو چاہے بلوغ سے قیمت لے اور وہ مشتری سے بھیر لیگا یا مشتری
 سے قیمت لے اور وہ کسی سے نہیں لے سکتا یہ محیط میں لکھا ہی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرا غلام فروخت کر دے
 اور مشتری نے قبضہ سے پہلے اسے عیب پا کر وکیل کو بھیر دیا اور اسے قبول کر لیا تو موکل کو لازم ہوگا اور اگر بعد قبضہ کے عیب
 پا کر بھیرا اور وکیل نے قبول کر لیا تو وکیل کے ذمہ پڑے گا یہ ذخیرہ میں ہی۔ وکیل بیع اگر مر گیا اور مشتری نے بیع
 میں عیب پایا تو وکیل کے وحی یا وارث کو واپس کرے اور اگر وحی یا وارث نہ ہو تو موکل کو واپس کرے اور فتاویٰ
 صغریٰ میں ہی کہ وکیل اگر غائب ہو تو جب تک زندہ ہو تب تک حقوق موکل کی طرف راجع نہوتے کہ انی اخلاصہ ایک نے
 دوسرے کو اپنا غلام بیچنے کا حکم کیا اور اسے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور سپرد کر دیا وارث خواہ وصول کیا تھا یا نہ کیا
 تھا یہاں تک کہ مشتری نے اسے عیب پایا کہ اس کے مثل عیب پیدا نہیں ہوتا ہی جیسے انگلی یا دانت کا زیادہ ہونا اور اگر

لے تو وکیل کے ذمہ ہو جیسا کہ برادران حکم کا معنی کے ماہر تفسیر آئندہ ہو گا نظر ۱۱

قاضی کے حکم یا قسم یا وکیل کے اقرار کی وجہ سے اُسے واپس کیا تو وکیل کو اختیار ہے کہ موکل کو پھر دے اور اگر ایسا عیب ہو کہ اُسکے مثل پیدا ہو سکتا ہو پس اگر گواہی ہو واپس کیا تو موکل کو لازم ہو گا اور اگر قسم سے باز رہنے کی وجہ سے واپس کیا تو بھی اور اگر وکیل کے اقرار عیب پر واپس کیا تو وکیل کے ذمہ پڑیگا اور اگر مشتری نے خود ہی بدون حکم قاضی واپس کیا اور عیب ایسا ہو کہ پیدا ہو جائے کا احتمال رکھتا ہو تو وکیل کے ذمہ پڑیگا اور کسی حال میں وہ موکل سے مخاصم نہیں کر سکتا ہو اور اگر عیب ایسا ہو کہ پیدا نہیں ہو سکتا ہو اور واپسی بدون حکم قاضی کے وکیل کے اقرار سے واقع ہوئی تو ایک روایت میں بلا خصوصیت موکل کے ذمہ لازم ہو گا اور عامہ روایات میں یہ ہے کہ موکل سے خصوصیت نہیں کر سکتا ہے اور وکیل کے ذمہ لازم ہو گا یہ کافی نہیں ہے۔ ایک شخص نے ایک وکیل اپنی زمین بیچنے کے واسطے مقرر کیا اور اُسے فروخت کر دی سُنیں ایک قطعہ زمین وقف نکلی کہ مشتری کے وکیل کو پھر نہ چاہا اور وکیل نے اقرار کیا تو مشتری واپس کر سکتا ہو پھر وکیل موکل کو واپس نہیں دے سکتا ہے۔ اور اگر گواہوں کی گواہی ہو وکیل کو واپس دی گئی تو موکل کو واپس دے سکتا ہو اور باقی کی عقد بیع کی نسبت عامہ مشائخ نے فرمایا کہ عقد بیع باقی فاسد نہ ہو گا یہی صحیح ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو وکیل بیع نے اگر موافق حکم موکل کے مزارعہ کو غلام فروخت کر دیا اور باقی قبضہ کے بعد اُسکے پاس تلف ہو آیا اُسے موکل کو دیدیا پھر مشتری نے اُسے عیب کا دعویٰ کیا جسکے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور وکیل نے انکار کیا اور موکل نے اقرار کر لیا تو اُسکے اقرار سے بیع نہ ٹوٹتی اور اُسکے اور وکیل کے ذمہ کچھ لازم نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر مشتری کے پاس سُنیں دوسرا عیب پیدا ہو گیا اور اُسے عیب سابق کا نقصان لینا چاہا اور باقی صورت یوں ہی واقع ہوئی جیسی بیان ہوئی تو بھی اسی حکم پر یہ فیروہن لکھا ہے اور اگر وکیل نے اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو مشتری وکیل کو واپس کر لے گا اور اُسکا اقرار اُسکے حق میں صحیح ہے موکل کے حق میں۔ مگر وہ عیب اگر ایسا ہو کہ اتنی مدت میں اُسکے مثل نہیں پیدا ہو سکتا ہو تو موکل کے حق میں بھی صحیح ہو گا کیونکہ یہ عیب یقیناً اُس کے پاس کل ہو گا اور اگر اس مدت میں اُسکے مثل پیدا ہو سکتا ہے تو موکل کو بدو وکیل اس بات کے یہ عیب موکل کے پاس کا ہے واپس نہیں کر سکتا اس سے قسم سے پس اگر قسم سے باز رہا تو واپس کرنے ورنہ وکیل کے ذمہ پڑیگا اور کسی کو واپس ہو گا جب تک زندہ عاقل موجود ہے پس اگر وکیل مر گیا ہے اور کوئی خلیفہ نہ چھوڑا یا لائق لزوم عہدہ کے نہیں ہے مثلاً مجھ پر ہو تو موکل کو واپس کرے اور موکل کو وکیل سے مخاصم لگائی بخش نہ ہو گی یہ وجہ کر دہی میں ہے اور اگر بیع استحقاق میں ہے لیکنی تو ابنا مشن مشتری وکیل سے لیگا اگر اسکو دیا ہے اور اگر موکل کو ادا کیا ہے تو اس سے لیگا اور اگر استحقاق میں لگائی لیکن مشتری نے اس میں عیب پایا تو وہ موکل سے مخاصم کر سکتا ہے اور جب بقابلہ اُس سے عیب ثابت ہو گیا تو حکم قاضی اُسکے پاس کرے اور اپنے دام وکیل سے لیوے اگر اسکو دے میں اور اگر موکل کو دے میں تو اسی کو واپس لیوے یہ شرح مجاوی میں ہے اگر مشتری نے خرید کا وکیل پر غولے کیا اور وکیل نے اس انکار کیا اور موکل نے اقرار کر لیا کہ وکیل سے خرید ہے اور قاضی نے عہدہ موکل کے اوپر رکھا اور دونوں نے باہم قبضہ کر لیا پھر وکیل نے

دو نوں کی تصدیق کی تو عہدہ موکل سے اٹھکر وکیل پر آجائے گا اور موکل اس سے بری ہو جائیگا۔ پھر اگر مشتری نے کسی عیب کا دعویٰ کیا کہ اسکو یا نے چھپا ڈالا تھا اور یا نے چھپا ڈالنے سے انکار کیا اور قسم کھائی اور موکل نے مشتری کی عیب کے دعویٰ میں تصدیق کی تو مشتری اور موکل کے درمیان کچھ خصوصیت قرار نہ پاوگی یہ محیط میں لکھا ہے۔ وکیل بیع سے اپنے مال سے من ادا کر نیکا مطالبہ نہیں کیا جائیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور تقاضا کرنے اور من پورا وصول کرنے کے واسطے اس پر جبر نہ کیا جائیگا اور اگر اسے تقاضا کر کے وصول کیا تو بہتر ورنہ اس سے کہا جائیگا کہ موکل کو مشتری پر اترا دے یا اسکو تقاضا کرنے کے واسطے وکیل مقرر کر دے پھر اگر وکیل بیع نے کہا کہ میں تقاضا کرونگا اور موکل نے کہا میں تقاضا کرونگا تو تقاضا کرنا وکیل کے اختیار میں نہ ہوگا اور موکل کو مشتری پر حوالہ کر دینے کے واسطے مجبور نہ کیا جائے گا اور یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بلا اجرت وکیل قرار پایا ہو اور اگر مثل دلال وغیرہ کے اجرت پر وکیل ہو تو من پورا وصول کرنے کے واسطے اس پر جبر کیا جائے گا یہ محیط میں لکھا ہے اور موکل مالک نہ ہوگا اگرچہ اس کے نام کا تسک لکھ دیا جاوے یہ ذخیرہ میں ہے وکیل بیع نے اگر فروخت کر کے مشتری کی طرف سے دامون کی کفالت کر لی تو کفالت صحیح نہیں ہو اور دام وصول کرنے کی وکیل نے اگر مشتری کی طرف سے دامون کی کفالت کی تو صحیح ہو اور اگر وکیل نے مشتری کو من سے بری کر دیا تو بری کرنا صحیح نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اور اگر موکل نے احتیال من وکیل پر کیا تو حوالہ باطل ہے اور اگر موکل نے ان دامون سے جو مشتری پر آتے ہیں وکیل کے کسی معین غلام پر صلح کر لی یا مشتری کی طرف سے وکیل دام دیدے تو جائز ہے اور مشتری بری ہو جائے گا اور غلام موکل کا ہو جائے گا اور وکیل کسی یعنی موکل یا مشتری سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر وکیل نے باندی کو موکل کے ہاتھ ان دامون کے عوض جو موکل کے مشتری پر ہیں فروخت کیا تو بیع باطل ہے اسی طرح اگر وکیل نے موکل سے اپنی باندی دیکر اس امر صلح کی کہ جو دام موکل کے مشتری کے ذمہ ہیں وہ وکیل کے ہونگے تو بھی باطل ہے۔ اسی طرح اگر وکیل نے موکل کو دام اس شرط پر ادا کیے کہ جو اس کے دام مشتری آتے ہیں وہ وکیل کے ہونگے تو بھی باطل ہے اور اگر مشتری پر اس من کو اترا دیا اور مشتری راضی ہو گیا تو صحیح ہے اور یہ وکالت ہو حوالہ نہیں ہے پس اگر موکل نے مشتری سے دامون کا مطالبہ کیا تو اس کو ادا کرنے کے واسطے مشتری پر جبر کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مطالبہ کیا تو بھی ادا کرنے کے واسطے مجبور کیا جائے گا اور اگر وکیل نے مشتری کو من کر دیا کہ موکل کو نہ دے تو مانع صحیح ہے کہ مشتری پر موکل کو دنیا واجب نہ ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے وکیل بیع نے اگر مشتری کو دام ادا کرنے میں تاخیر کر دی یا دامون سے بری کیا یا حوالہ قبول کیا یا زیوف درم لے لیے اور چشم پوشی کر لی تو امام اعظم رحمہ کے قول میں جائز ہے اور وکیل کو موکل کو من دینا ہو گا اور اس بات پر اجماع ہے کہ اگر من مال معین ہو اور وکیل نے مشتری کو ہبہ کر دیا تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر من دین ہو اور وکیل نے وصول کر کے پھر مشتری کو ہبہ کیا تو بالاجل صحیح نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے اور وکیل نے بیع کا اقالہ کر لیا تو امام اعظم امام محمد رحمہ کے نزدیک صحیح ہے اور من کا ضامن ہو گا اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اقالہ کرنے سے وکیل خود

خریدنے والا شمار ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہو۔ ایک شخص نے وکیل کو باندی دیکر فروخت کرنے کا حکم کیا اور وکیل نے ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی کہ جبکہ موکل پر قرضہ ہزار درہم آتا ہو اور باندی اس کو دیدی تبیع جائز ہو اور بالاتفاق قرضہ من کا بدلہ ہو جائے گا اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کی جبکہ وکیل پر ہزار درہم کا قرضہ ہو تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وکیل کے قرضہ کا بدلہ ہو جائے گا یہ ذخیرہ مین ہو اور اگر ایسے وکیل نے بیع کو بدینہ کیا یہاں تک کہ اس کے پاس تلف ہو گئی تو بدلہ باطل ہو گیا اور وکیل پر موکل کے لیے ڈانڈ نہیں آتی یہی فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہو اور اگر اس وکیل نے ایسے کے ہاتھ بیجا جبکہ موکل وکیل دونوں پر قرضہ آتا ہو تو موکل کے قرضہ کے عوض بدلہ ہو جائیگا وکیل کے قرضہ کے عوض بدلہ نہ ہو گا اور موکل وکیل سے کچھ نہیں سکتا ہے یہ ذخیرہ مین لکھا ہے قاعدہ یہ ہے کہ وکیل بیع نے اگر موکل پر کسی چیز کا اقرار کیا کہ جو مشتری کے واسطے دامون سے موجب بات کا ہو اور موکل نے اس کی تکذیب کی پس اگر مقرب ایسی شے ہو کہ اگر اپنے نفس کی اقرار کرتا تو صحیح ہوتا اور مشتری شے سے بری ہو جاتا اور موکل کے واسطے کچھ ضمان نہ دیتا تو جب موکل کی ذات پر ایسا اقرار کر گیا تو بھی یہی حکم ہو گا اور اگر مقرب ایسی چیز ہو کہ اگر اس کا اپنی ذات پر اقرار کرتا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہوتا اور مشتری شے سے بری ہو جاتا اور موکل کو کوئی مثل ضمان نہ دیتا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بری نہ ہوتا تو جب موکل پر ایسا اقرار کر گیا تو بھی یہی حکم ہو گا کیونکہ وکیل نے ایسے امر کا جھکا خود مالک ہو دوسرے کی طرف نسبت کر کے اقرار کیا اور انسان کا اقرار ایسی چیز کا جس کا خود مالک ہو دوسری طرف نسبت کر کے حالانکہ دوسرا بھی اس کا مالک ہو بمنزلہ اپنی ذات پر اقرار کرنے کے ہوتا ہو کیا تو نہیں دیکھتا ہو اگر ایک شخص نے ایک غلام خریدیا پھر اقرار کیا کہ بائع نے اس کو بیع سے پہلے آزاد کیا ہو تو بمنزلہ اس کے ہونے اقرار کیا کہ مین نے فی الحال اس کو آزاد کیا ہو پس ایسا ہی یہاں بھی ہو محیط مین ہو غلام بیچنے کے وکیل نے اگر فروخت کیا پھر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے دام وصول کر لیے ہیں تو قسم لیکر اس کا قول لیا جائیگا اور مشتری دامون سے بری ہو جائیگا پس اگر وکیل نے قسم کھائی تو پریشان نہیں ہو اور اگر باز رہا تو موکل کے واسطے من کا ضامن ہو گا یہ فتاویٰ قاضی خان مین ہو اور اگر وکیل اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے خریداری سے پہلے ہزار درہم قرض لیے یا غصب کر لیے ہیں تو مشتری شے سے بری ہو جائیگا اور وکیل اس کے لیے من کا ضامن ہو گا اور یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ و امام محمد رحمہ اللہ کا ہی ہے چنانچہ دونوں اماموں کے نزدیک موکل سے قسم بیجا بیگی اگر باز رہا تو وکیل بری ہو گیا اور اگر قسم کھائی تو وکیل ضمان ادا کرے اور اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے خود خریدنے کے مشتری سے ہزار درہم قرض لیے یا غصب کر لیے ہیں تو قسم سے اس کا قول لیا جائیگا۔ اسی طرح اگر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری کو خریدنے کے بعد یا پہلے عم اس طرح زخمی کیا ہو کہ ایک ہزار درہم اس کا جو مانہ حالہ موکل پر لازم ہو تو مثل بری کرنے کے قراء کے ہو اور یہی طرح اگر مشتری کوئی عورت تھی اور وکیل نے اقرار کیا کہ موکل نے اس سے من کے بلا ہزار درہم خریدے ہو یا کیا اور طے کر لی ہو اور عورت نے اس کا اقرار کیا اور موکل نے انکار کیا تو بھی یہی حکم ہو اسی طرح اگر اقرار کیا کہ موکل نے مشتری کو کئی سالہ قرضہ مال لینے فی الحال اپنے مال سے ادا کرنے کا حکم شرعی ایسے جرم مین ہے اور یہ نہیں کہ کئی سال مین مثل دین کے ادا کرے تو یہ قید اس لیے ہو کہ اگر فی الحال ادا کرنا لازم نہ ہو گا تو ضامن نہیں ہو سکتا ۳۸ م۔

کے برابر دامون پر مزدور کیا اور اس نے کام پورا کر دیا یہاں تک کہ ثمن مزدوری کے عوض بلا ہو گیا تو بھی یہی حکم
 اسی طرح اگر یہ اقرار کیا کہ موکل نے مشتری سے کوئی دینا بغرض ثمن کے خریدے ہیں اور وصول کر لیے ہیں تو بھی یہی
 ہی حکم ہے محیط میں ہے۔ زید و عمر و بن ایک باندی مشترک ہو زید نے عمر کو اس کے بیچے کا وکیل کیا اور اسے ہزار
 درم میں بیچا پھر زید نے اقرار کیا کہ عمر نے درم وصول کر لیے اور عمر نے انکار کیا تو مشتری زید کے حصہ سے ہی ہوا اور عمر
 کو ادھاتن دینا کیونکہ زید کا اقرار اس کے حق میں صحیح ہو پھر زید عمر سے قسم لیا کہ اللہ بین دام جس طرح دعویٰ کرتا
 ہی وصول نہیں پائے ہیں پس اگر قسم کھالی تو اس پر کچھ نہیں اور اگر نہ کھالی تو زید کا حصہ نہ نیا اس پر لازم ہوگا اور اگر خود عمر نے اقرار
 کیا کہ زید نے دام وصول کر لیے ہیں اور مشتری نے اسکی تصدیق کی اور زید نے انکار کیا تو بھی مشتری دے دامون سے ہی
 ہو گیا اور باقی نصف مشتری سے عمر وصول کر گیا اور خاصہ اسی کو نہ ملے بلکہ زید کی شرکت میں ملے گا اور ہر ایک موکل وکیل
 سے دوسرے دعویٰ قیام پائیگی اور یہی صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ وکیل بیع سے اگر موکل خریدے کہ اس کو کسے وہ جائز ہے تو کوئی دوسرا
 وکیل کر گیا اعتبار نہ ہوگا اور اگر دوسرا وکیل کیا اور اسے پہلے وکیل کے سامنے بیچا تو جائز ہے اور اصل میں مذکور ہو کہ حضور
 دوسرے وکیل کی طرف راجع ہوئے اور یہی صحیح ہے کہ ذاتی فتاویٰ قاضی خان اور الہیلا وکیل حاضر نہ ہو تو جائز نہیں ہے اور
 اگر وکیل کے سوا کسی فروخت کیا اور وکیل کو خبر ہو چکی اور اسے مبیع سپرد کی تو جائز ہے۔ اگر کسی دوسرے وکیل کے
 کہا کہ اپنی رائے سے کام کر اور وکیل نے دوسرا وکیل کر کے کہا کہ اپنی رائے سے کام کر تو دوسرے کو تیسرا وکیل کرنے کا اختیار
 نہیں ہے یہ محیط میں ہے اگر بیع کے واسطے وکیل کیا اور دام تہلا دیے اور وکیل نے دوسرے کو حکم دیا اور دام تہلا دیے تو
 جائز ہے کیونکہ دام تہلا دینے سے پہلے وکیل کی رائے موجود ہے اور یہی غرض تھی یہ محیط شری میں ہے عدل نے بیع اہل کے واسطے
 وکیل کیا اور اس نے سامنے فروخت کیا تو جائز ہے اور اگر عدل حاضر نہ ہو تو بدولت کی اجازت کے جائز نہیں ہے اور اگر عدل
 نے ثمن مقرر کر دیا اور اسے وکیل نے سامنے بیچا تو جائز ہو نا ظاہر ہے اور اگر وہ موجود نہ ہو تو کتاب الوکالت کی روایت کے بموجب
 بسبب اسکی رائے موجود ہونے کے جائز ہے اور اسے سوا روایت میں جائز نہیں ہے جب تک اجازت نہ ہو جیہ کہ درسی میں آؤ
 ابن سماعین ہے کہ ایک شخص نے اپنا غلام بیچنے کے لیے دوسرے کو وکیل کیا اور اسے کام کو اس باب میں جائز رکھا اور
 اسکو وکیل کر گیا اختیار دیا اور وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے دوسرے سے غلام خرید لیا تو جائز ہے
 کیونکہ دوسرا بھی موکل وکیل ہو گیا ہے ایک شخص نے دوسرے کے بلا حکم اس کا غلام فروخت کیا پھر غلام کے مالک نے مشتری
 سے کہا کہ میں نے تجھے غلام کے بیچنے کا وکیل کیا اور جسکو تیرا بیچا ہے وکیل کر دے اور مشتری نے کسی کو غلام بیچنے
 کا وکیل کیا اور اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہے یہ محیط میں ہے وکیل بیع یا نکاح یا ہر ایسے عقد کا جو معاوضہ ہے اگر
 وکیل کے سامنے دوسرے کا اس کام کے کر دینے کے بعد اجازت دیدی تو جائز ہوگا اور اگر وہ موجود نہ ہو اور دوسرا اس
 کام کو کرے تو جائز نہیں ہے اور طلاق و عتاق بلا معاوضہ کے وکیل نے اگر بدولت موجودگی وکیل کے دوسرے
 نے یہ کام کیا پھر وکیل نے اجازت دی تو بھی جائز نہیں ہے یہ محیط شری میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ
 اسے اسوجہ سے کہ اسے ثمن کو معین کر دیا اور اسکی رائے کی ضرورت ثمن ہی کے واسطے تھی پس اسکی رائے حاصل ہو گئی *

میں نے تجھے حکم کیا تھا کہ میرا غلام نقد فروخت کر دے اور تو نے اُدھا بیچ ڈالا اُسے کہا کہ تو نے مجھے سچے کا حکم کیا تھا اور کچھ نہیں کہا تھا تو موکل کا قول لیا جائیگا اور اگر دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنا غلام اپنی شرط خیار پر فروخت کر دیا تھا تو موکل نے کہا کہ تو نے خیار کی شرط کر دیا تھا مجھے حکم نہیں دیا تھا تو موکل کا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر کہا کہ میں نے بیع فاسد کے طور پر سچے کا حکم کیا تھا تو بھی دلیل ہی کا قول لیا جائیگا یہ محیط میں ہو ایک شخص کو حکم کیا کہ میرا غلام فروخت کر دے اور غلام اسکو دیدیا اسنے کہا کہ میں نے فلاں شخص کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا اور دام وصول کر لیے اور وہ میرے پاس تلف ہو گئے یا میں نے موکل کو دیدیا اور موکل نے بیع سے انکار کیا یا بیع کا اقرار کیا اور دام وصول کر لیا انکار کیا تو دلیل کا قول لیا جائیگا اور اگر قسم نہیں ہو کذا فی الذخیرہ اور بیع مشتری کو دیکھا گیا اور ثمن وکیل پر ہو گا نہ مشتری پر پس اگر وکیل نے اپنے قول پر قسم کھالی تو وہ بھی بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو موکل کو ثمن ڈانڈ دیا پھر اگر مشتری سے غلام استحقاق میں لے لیا گیا تو اپنے دم وکیل سے واپس لے اور اگر وکیل نے قبض ثمن میں اسکی تصدیق نہیں کی ہو تو واپس نہیں لے سکتا ہو کیونکہ وکیل کی تصدیق اس پر سے ڈانڈ اٹھانے میں ہو نہ موکل سے واپس لینے میں اور وکیل کو یہ اختیار ہو کہ موکل سے قبضہ کے عدم علم پر قسم لے پس اگر قسم سے انکار کیا یا قبضہ کا اقرار اور دینے اور تلف ہونے سے انکار کیا تو جو وکیل نے ڈانڈ دیا ہو وہ موکل سے واپس لے اور یہ اس صورت میں ہو کہ مشتری نے وکیل کے قبضہ کا اقرار کیا اور اگر موکل کے قبضہ کا اقرار کیا تو مشتری وکیل اور موکل کسی سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مشتری نے بیع میں غییب یا کر حکم قاضی وکیل کو واپس کیا پس اگر موکل نے دام وصول کر لیا تو اس سے واپس کر کے اور وکیل اپنے موکل سے لے لیا بشرطیکہ موکل نے ثمن وصول کرے میں اسکی تصدیق کی ہو اور بیع موکل کی ہوگی اور اگر موکل نے غییب کی ہو تو رجوع نہیں کر سکتا ہو وکیل موکل سے اسے علم پر قسم لیا پس اگر قسم کھالی تو نہیں لے سکتا ہو اور اگر قسم سے انکار کیا تو دام واپس لیا اور پہلی صورت میں غلام فروخت کر کے داموں کو پورا کر لیا اور اگر کچھ بڑھا تو اسکو موکل کو دیدیا اور اگر کچھ کم ہو گیا تو وکیل نے ڈانڈ بھر گیا اور یہ ڈانڈ کسی سے واپس نہیں لے سکتا ہو کذا فی الوجیز للکردی اور یہی صحیح ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اور اگر موکل کے مشتری سے دام وصول کر لیا تو وقت وہی کے وکیل اور موکل کسی سے نہیں لے سکتا ہو اور موکل سے قبضہ قسم لیا اگر اسنے انکار کیا تو دام اس سے پھر لیا اور بیع اسکو دیکھا اور اگر قسم کھا گیا تو نہیں لے سکتا ہو اور غلام فروخت کر کے اس سے دام پورے کر لیا جیسا کہ سئلہ مذکورہ بالا میں گذرا ہو یہ وجیز کردی میں ہو اور اگر موکل نے وکیل کو باندی نہ دی اور اسنے دعویٰ کیا کہ میں نے فروخت کر کے دام وصول کر لیے ہیں اور وہ تلف ہو گئے یا میں نے موکل کو دیدیا ہے اور موکل نے انکار کیا تو ہکو اختیار ہو کہ دام وصول ہونے تک اسکو روکے اور مشتری سے کہا جائیگا کہ اگر بھرا جی چاہے تو اسکو دوسرے ہزار درم سے یا بیع توڑ دے کذا فی المخلصہ پس اگر اسنے ہزار درم دیکر موکل سے باندی لے لی تو وکیل سے اپنے پہلے ہزار درم واپس لیا یہ محیط میں ہو پس اگر موکل مر گیا اور وارثوں نے کہا کہ تو نے غلام فروخت نہیں کیا ہو اور وکیل نے کہا کہ میں نے فروخت کیا اور دام لے لیا اور وہ میرے پاس تلف ہو گئے اور مشتری نے اسکی تصدیق کی پس اگر غلام موجود ہو تو وکیل کا قول لیا جائیگا اور یہ حکم مستحاثا ہو اور اگر غلام تلف ہو تو بدون اس امر کے

کہ ہوں گے کہ اسے موکل کی زندگی میں غلام فروخت کیا تھا وکیل کی تصدیق نہ کیا گئی یہ خلاصہ میں ہو ایک شخص کو حکم دیا کہ میرا غلام فروخت کر دے اور غلام دیدیا پھر وہ غلام کسی شخص کے ہاتھ میں پایا گیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے اس کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو اور اسے وکیل کی تصدیق کی مگر موکل نے دونوں کی تکذیب کی تو اسکو اختیار ہو کہ غلام لے لے اور اگر غلام اسکے بعد اس شخص کے پاس مر گیا تو وکیل سے ضمان لینے کی بابت اسکی تصدیق نہ کیا جائے گی اگر ایک شخص کو اپنا غلام فروخت کرے کہ واسطے وکیل کیا پھر موکل نے کہا کہ میں نے تجھے وکالت سے برطرف کیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے یہ غلام کل کے روز فروخت کر دیا ہو تو اسکی تصدیق نہ کیا جائے گی حالانکہ وکیل وکالت سے خارج ہو گیا اور پیشانے نے فرمایا کہ یہ حکم اس صورت میں ہو کہ وہ شے بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو تو قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائیگا وکیل بیع نے اگر موکل کے مرتبے بعد دعوے کیا کہ میں نے وہ شے فروخت کر دی تھی اور وارثوں نے انکار کیا پس اگر وہ شے بعینہ قائم ہو تو وارثوں کا قول لیا جائیگا اور اگر تلف ہو گئی ہو تو وکیل کا قول معتبر ہو گا یہ محیط میں لکھا ہے عقد صرف میں اور عقد سلم میں ربہ سلم کی طرف سے وکیل کرنا درست ہے لیکن مسلم الیہ کی طرف سے وکیل کرنا جائز نہیں ہے اور اگر وکیل دوسرے سے قبضہ ہونے سے پہلے جدا ہو گیا تو عقد باطل ہو جائیگا اور وکیل کا جدا ہونا اگر وہ بعد بیع کے قبضہ سے پہلے آیا ہو تو معتبر نہیں ہے لیکن اگر مجلس عقد میں آیا تو حقوق عقد اسکی طرف منتقل ہو جائیں گے اور اسکی جدائی معتبر ہوگی اور بیع صرف ایچی کے ساتھ درست نہیں ہے اگر وہ شخصوں نے بیع صرف قرار دی پھر دونوں میں سے ہر ایک نے ایک شخص کو دم کی تنقید کا حکم کیا پھر ایک شخص حکم دینے والا مجلس اٹھ کر چلا گیا تو بیع صرف باطل ہو جائیگی اگرچہ وکیل مع دوسرے کے حاضر رہے اور اگر وکیل اٹھ گیا تو بیع صرف باطل نہ ہوگی یہ سراج الوباح میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک چاندی کی چھاگل جو معین تھی خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور دم نہ بتلائے پس وکیل نے وزن اسکے دم یا دینار سے خریدی تو جائز ہے اور اگر چاندی کی چھاگل کو درمون سے خریدنے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے دیناروں سے خریدی تو وکیل کی ہوگی اگر کسی شخص کو سوناری کی مٹی فروخت کر لیا وکیل کیا تو اسنے دم و دینار کے سوائے کسی چیز کے عوض فروخت کی تو امام عظیم کے نزدیک مکمل پڑا ہوا ہوگی اور صاحبین کے نزدیک نہیں جائز ہے اور اگر موکل نے ہزار دم معین کی بیع صرف کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے اپنے قبضہ کرنے سے پہلے دوسرے ہزار دم موکل کے مال سے لیکر بیع صرف کر دی تو جائز ہے اور اگر ہزار دم معین پر قبضہ کر کے پھر دوسرے ہزار دم لیکر لگی بیع صرف کی تو جائز نہیں ہے اور دھلی ہوئی چاندی کی چیز معین فروخت کرے کیواسطے وکیل کیا اور وکیل نے دوسری فروخت کی تو جائز نہیں ہے اور تیر کی بابت دور دایتین آئی میں نہیں سے ایک ایت میں یہی حکم اسکا بھی ہو کوفہ میں دیناروں کو بعض درمون کے فروخت کر لیا حکم کیا اسنے کوئی درمون کے عوض فروخت کیا تو امام عظیم کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اگر لگا کہ ان درمون کو شامی دیناروں کے عوض فروخت کرے اسنے کوئی دیناروں کے عوض بیچے حالانکہ شامی اور کوئی دینار وزن میں برابر ہوتے ہیں تو جائز ہے اور اگر وکیل نے موکل کے غلام کے ساتھ بیع صرف کی تو ضامن نہ ہو گا خواہ غلام پر فرض ہو یا نہ خواہ اسکو معلوم ہو کہ یہ موکل کا غلام ہے

یا نہیں اور اگر موکل کے مفاد میں کے ساتھ یا وکیل یا شریک وکیل یا مضارب کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز نہیں ہو اور اگر وکیل کے شریک غیر مفاد میں کے ساتھ بیع صرف کی تو جائز ہو اور اگر اس کی بان یا باپ یا لڑکے یا جوڑے کے ساتھ بیع صرف یا سلم قرار دی تو امام عظیم کے نزدیک جائز نہیں ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز ہو۔ اگر فلوس خریدنے کی واسطے وکیل کیا اور بعد قبضہ کے وہ کاسد ہو گئے تو موکل کے ذمہ پڑینگے اور اگر قبضہ سے پہلے کاسد ہوئے پھر بھی اسے قبضہ کر لیا تو وکیل کے ہونے کیونکہ کاسد ہونا بمنزلہ تلف ہونیکے ہو پس بیع ٹوٹ گئی اور جب وکیل نے قبضہ کیا تو دونوں میں از سر نو بیع تعاطی منقذ ہو گئی تو اسکو موکل کو نہ دینے کا اختیار ہو اور اگر اسے موکل کو دیدیے تو باہم بیع جب منعقد ہو جائیگی ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے دس درم ایک کر گھوٹوں کی بیع سلم میں دیدیے تو جائز ہو اور اگر اپنے پاس سے اولیے تو موکل سے لے سکتا ہے اور اگر اسکو حکم کیا کہ میرے واسطے دس درم اناج کے عوض لے لے اور وکیل نے لے لیے تو وکیل کے ذمہ پڑینگے کیونکہ اسے ایسی چیز کی بیع کی واسطے وکیل کیا جو اسکے پاس نہیں ہو اور اگر کہا کہ جو میرا تجھے ہو اسکو ایک کر گھوٹوں کی سلم میں دیدیے تو امام عظیم کے نزدیک مکمل پر نافذ نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر کہا کہ جو میرا تجھے ہو اسکو فلاں شخص کو سلم میں دیدیے تو بالا جلع موکل پر بیع نافذ نہ ہوگی مضارب کے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے بیع سلم کو دے تو جائز ہو ایک شخص کو دو مخصوصوں نے وکیل کیا ہر ایک کچھ درم دیدیے کہ میرے واسطے بیع سلم ٹھہرا دے پس اسے درہم غلط کر دیے تو اسے مال تلف کیا اس واسطے وکیل رہا اور اگر غلط نہ کیے اور ایک ہی عقد میں سب دیدیے تو جائز ہو محیط سترہ میں لکھا ہو اگر سونے کی انگلی یا قوت کا ٹکینہ جڑی ہوئی بیچنے کی واسطے وکیل کیا اور اسے چاندی کے عوض یا انگلیٹھی کے سونے سے زیادہ سونے کے عوض یا بعض سونے کی انگلیٹھی کے جسمین ہونا اس سے زیادہ اور ٹکینہ نہ تھا فروخت کر دی تو جائز ہو اور اگر سونے کی انگلیٹھی کے عوض جسمین سے زیادہ یا کم تھا اور ٹکینہ خراب ہوا تھا فروخت کر دی اور باہم قبضہ کر لیا تو جائز ہو اور اگر وکیل کو دس درم کسی کپڑے کی بیع سلم میں دیے اور کپڑے کی جنس نہ بتلائی تو جائز نہیں ہو اور اگر وکیل نے انگلیٹھی کپڑے کی جنس بیان کر کے اسے سلم میں دیدیا تو بیع سلم وکیل کی ہوگی پھر موکل کو اختیار ہو چاہے وکیل سے ضمان لے یا مسلم الیہ سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو سلم وکیل کے حق میں جائز رہی اور اگر بعد افراتق کے مسلم الیہ سے ضمان لی تو سلم باطل ہو جائیگی اور اگر موکل نے کپڑا یہودی بیان کر دیا تو جنس بیان کرنے کی وجہ سے تو وکیل جائز ہو یہ سبوط میں لکھا ہے بیع سلم کے وکیل کو امام عظیم و امام محمد کے نزدیک اقالہ کا اختیار ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے

۱۲ یعنی فی الحال باہم بیع منقذ ہوگی

مفضل ہے کہ اس واسطے وکیل کر نیے بیان میں۔ ہبہ کرنے والے کو اختیار ہو کہ سپرد کر نیے واسطے وکیل کرے اور موہوب کہ یعنی جسکو ہبہ کیا گیا ہو اسکو اختیار ہو کہ قبضہ کر نیے واسطے وکیل کرے اور یہی حکم صدقہ میں ہے۔ ہبہ کے وکیل کو ہبہ سے رجوع کرنے کا اختیار نہیں ہو اسی طرح اگر وکیل نے حکم موکل ہبہ کیا ہو تو بھی رجوع نہیں کر سکتا ہو اور اگر ہبہ کرنے والے نے ہبہ سے رجوع کرنا چاہا اور حالیکہ وہ شے موہوب لے کے وکیل کے ہاتھ میں ہو تو رجوع نہیں کر سکتا ہو اور یہ وکیل اسکا مخاصم نہیں ہو سکتا ہو یہ حاوی میں ہو اگر ایک ذمی نے دوسرے کو

شراب یا سورہہ کی اور موہوب لہ نے اس پر قبضہ کر نیکی واسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا یا واہب نے موہوب لہ کو دینے کی واسطے کسی مسلمان کو وکیل کیا تو جائز ہو اگر موہوب لہ نے اس پر قبضہ کر نیکی واسطے دو شخصوں کو وکیل کیا اور ایک نے قبضہ کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر واہب نے دینے کی واسطے دونوں کو وکیل کیا اور ایک نے دیدیا تو جائز ہو و علیٰ ہذا اگر وکیل نے دوسرے کو دینے کی واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہو اور اگر موہوب لہ کے وکیل نے دوسرے کو قبضہ کر نیکی واسطے وکیل کیا تو جائز نہیں ہو لیکن اگر وکیل نے اس سے کہدیا تھا کہ جو کچھ تو کرے وہ روا ہو تو اسکو دوسرے کو وکیل کرنا جائز ہو اگر ایک شخص کہہ واسطے وکیل کیا کہ یہ کپڑا فلاں شخص کو عوض لیکر ہبہ کر دے اور عوض اس سے وصول کر لے پس وکیل نے ایسا ہی کیا مگر عوض اس سے قیمت میں کم ہو تو امام عظیم کے نزدیک یہ جائز ہو اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہو مگر جبکہ عوض اسکے برابر یا اس قدر کم ہو کہ لوگ اتنی کمی برداشت کر لیا کرتے ہیں تو جائز ہو اگر وکیل سے کہا کہ اپنے مال میں سے میری طرف سے عوض اس شرط پر دیدے کہ میں اسکا ضامن ہوں اور وکیل نے دیدیا تو جائز ہو اور وکیل اس سے اسکے مثل لے لیکا اگر عوض مثلی تھا یا اگر عوض لے لیکا اگر مثلی نہیں تھا اور اگر عوض دینے کا حکم دیا کہ عوض اپنے مال سے دیے اور اپنے ضامن ہو یہی شرط ہے کی تو وکیل بعد عوض دینے کے اس سے کچھ نہیں لے سکتا جو بیسوط میں ہو واہب کو اختیار ہے کہ ہبہ سے رجوع کر نیکی واسطے وکیل مقرر کرے اگر دو شخصوں نے ایک شخص کو ایک غلام یا گھر ہبہ کیا پھر دونوں نے ایک شخص کو دینے کی واسطے وکیل کیا تو جائز ہو اگر دو شخصوں کو وکیل کیا یا ہر ایک نے ایک شخص کو علمہ وکیل کیا تو بھی جائز ہو پس اگر دونوں کیلون میں سے ایک نے موہوب لہ کو دیدیا یا غدا سے قبضہ کر لیا تو جائز ہو یہ حاوی میں لکھا ہو موہوب لہ نے عوض دینے کی واسطے وکیل کیا اور عوض کو متعین کیا پس وکیل نے عوض دیا تو جائز نہیں ہو اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میری طرف سے جو چاہے عوض دے تو جائز ہو کیونکہ جب تک اس پر چھوڑا تو بقدر عوض دیا کسی نسبت ہو کہ نہ ہو کہ اس قدر میری مراد تھی محیط میری میں ہو اگر دو شخصوں کو ہبہ سے رجوع کر نیکی واسطے وکیل کیا تو ایک میں دوسرے کے متفرق نہیں ہو سکتا ہے یہ بیسوط میں ہے

چوتھا باب اجارہ وغیرہ کی وکالت کے بیان میں اور اس میں تین فصلیں ہیں

فصل اول اجارہ دینے اور اجارہ لینے اور عیثی اور عاملہ کی وکالت کے بیان میں گھر کو اجارہ پر دینے کا وکیل اجارہ لینے کا وکیل کرنا اور کرایہ وصول کرنے اور گھر کو سبب کرایہ کے روک لینے میں خصم قرار پاوگا کیونکہ یہ اسکے حقوق عقد سے ہو اگر وکیل اجارہ نے اجارہ لینے والے کو کرایہ معاف کر دیا پس اگر کرایہ مال معین ہو تو برسی کرنا صحیح نہیں ہو اور اگر مال میں ہو پس اگر بعد ازاں اجاب ہو جانے کے برسی کیا فلاں مدت گذر گئی یا تعمیل شرط تھی تو امام عظیم و امام محمد کے نزدیک جائز ہو اور اسکے مثل ہو کہ کو عیثی سے اور اگر واجب ہو جانے سے پہلے معاف کر دیا تو ظاہر الروایت میں مذکور ہے کہ امام عظیم و امام محمد کے نزدیک جائز ہو یہ محیط میں ہے جو شخص گھر کے قیام و اجارہ پر دینے اور کرایہ وصول کر نیکی واسطے وکیل مقرر ہوا ہو اسکو کچھ عمارت بنانے یا اس میں مرمت کا اختیار نہیں ہو اور اسکی خصوصیت کیواسطے وکیل نہ شمار ہوگا اور اگر اس میں سے کسی نے کوئی بیت گرا دیا تو اسکے باب میں خصم ہو سکتا ہو کیونکہ اسکے قبضہ کی چیز سے تلف کی سی طرح اگر کسی کو اسے کرایہ دیا اور اسے نکال کر دیا تو اس پر اجارہ ثابت کرنے کے واسطے خصم قرار پاوے گا اور کرایہ دینے کے واسطے دوسرے

لے لینے عدول وکیلان کے واسطے تو عام عامل یعنی موکل کو بنانی یا برود یا حبس مراد است محیط کو بنانی یا برود یا حبس

کیل کرنا اسکو جائز نہیں ہوا اور کیل نے اگر ایسے شخص کو جو اسکی پردیش میں زمین ہو کر ایہ وصول کرنے کے واسطے کیل کیا تو جائز
 ہوا اور کر ایہ پر لینے والا بری ہو جائیگا اور کیل نے کر ایہ پر دیا ہو وہی کر ایہ کا ضامن ہوگا کیونکہ اسی کے کیل نے
 وصول کیا ہو یہ حاوی میں لکھا ہے اجارہ کے کیل کو اختیار ہو کہ اسباب یا لونڈی غلام کے عوض کر ایہ پر دیے اگر ایسی
 زمین کر ایہ دینے کی واسطے کیل کیا گیا کہ جس میں بیوت اور عمارت ہیں اور مول نے انکی تفصیل نہ بیان کی تو اسکو اختیار ہو کہ زمین
 مع بیوت کے کر ایہ پر دیے۔ سیطرہ اگر زمین پر چلی ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اگر زمین کو درمیں کر ایہ دینے کی واسطے کیل کیا اور
 اسے دیناروں کے عوض کر ایہ دی یا آدھ کی بٹائی پر چھیتی کے واسطے دیدی تو جائز نہیں ہو سیطرہ اگر کر ایہ دینے کے
 واسطے حکم کیا اور عوض ذکر نہ کیا اور کیل نے آدھ کی بٹائی پر چھیتی کی واسطے دیدی تو بھی جائز نہیں ہو سیطرہ اگر آدھ
 کی بٹائی پر دینے کی واسطے حکم کیا اور کیل نے درم یا دیناروں کے عوض کر ایہ پر دیدی تو بھی جائز نہیں ہو اور اگر
 یہ سون یا جو ایسی چیزوں کے عوض جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں کر ایہ پر دی تو اس باب میں مذکور ہو کہ جائز نہیں
 ہوا اور باب مزارعت میں لکھا ہو کہ جائز ہو بشرطیکہ جس قدر کہ سون پر اجارہ دیا ہو وہ اس نصف کے برابر ہوں جو
 اس زمین سے پیدا ہوتے ہیں کذا فی الذخیرہ۔ اجارہ لینے کا وکیل درم و دینار و کیل و وزنی کے عوض اجارہ لے سکتا
 ہو بشرطیکہ غیر معین ہو اور اسباب معین یا کیلی و وزنی معین کے ساتھ اجارہ نہیں لے سکتا ہو یہ محیط میں لکھا ہو اور اگر
 مول کے بیان درم سے زیادہ درم پر اجارہ دیا تو جائز ہو سیطرہ اگر وکیل مقرر ہو کہ اس مدت معلومہ کا اس قدر
 درم پر اجارہ لےوے اور اسے کم پر اجارہ لیا تو بھی جائز ہو بشرطیکہ اگر کسی کو وکیل واسطے کر ایہ لینے کا وکیل ہوا اور اسے
 دو برس کی واسطے کر ایہ لیا تو پہلا سال مول کا اور دوسرا سال کیل کا ہوگا اور اگر وکیل کے قبضہ سے پہلے یا بعد کیس قدر مکان
 گر گیا پھر مول نے کہا کہ یہ مجھے پسند نہیں ہو تو مکان مول کے ذمہ لازم ہوگا بلکہ وکیل کے ذمہ ہوگا یہ حاوی میں
 لکھا ہو کسی شخص کو خاص زمین کے اجارہ لینے کا وکیل کیا پھر مول نے وکیل کے اجارہ لینے کے بعد اسکے مالک
 سے خریدی اور اسکو اجارہ کا حال نہیں معلوم ہو پھر معلوم ہوا تو واپس نہیں کر سکتا ہو اور کر ایہ پر اسکے پاس سبکی ایک
 شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک ٹودس درم کو کو قہ تک کر ایہ کرے اسے پندرہ درم کو کر ایہ کیا اور مول کے پاس لایا اور
 کہا کہ میں نے دس درم کو کر ایہ کیا ہو وہ سوار ہو گیا تو مول پر کچھ کر ایہ نہیں واجب گا اور ٹودے کا کر ایہ وکیل پر ہوگا ایک
 شخص کو حکم کیا کہ میرا گھر دس درم کو کر ایہ کو دیوے اسے پندرہ درم میں دیدیا تو اجارہ فاسد ہو اور اگر درم لے لیے ہیں
 تو پانچ درم صدقہ کرے یہ خلاصہ میں ہو ایک شخص کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک مکان سال بھر تک کی واسطے سو درم
 میں کر ایہ پرے اور وکیل نے کر ایہ لیکر قبضہ کر لیا اور مول کو دینے سے انکار کیا کہ جب تک کر ایہ نہ وصول کرے نہ دیگا
 پس اگر اجارہ مطلقا ہو تو اسکو یہ اختیار نہیں ہو کہ وکیل نے یہاں تک کا کہ سال گذر گیا تو حکم عقد کر ایہ وکیل پر لازم
 ہوگا پھر وکیل مول سے لیکر اسی طرح اگر کر ایہ بوجہ ایک سال کے ہو تو بھی یہ صورت اور پہلی صورت ایکساں ہو ایسا ہی ہے
 مسئلہ بعض روایات میں مذکور ہو اور بعض روایات میں آیا ہو کہ وکیل تجھنا مول سے کر ایہ نہیں لے سکتا ہو اور قاضی
 امام جمال الدین نے فرمایا کہ یہ صحیح ہو سیطرہ اگر مول نے وکیل سے لیکر قبضہ کیا پھر وکیل نے اس پر زبردستی کر کے گھر کے قبضہ

۱۲
 لے تو رکھ کر ایہ لینے دس درم بھی واجب نہ ہو گئے بلکہ درم و دینار و کیل کے واسطے قرار پایا ہے

کیل کیا کہ میری زمین بٹائی کھیتی پر دیسے اس قدر خسارہ پر دی کہ جو اندازہ نہیں کیا جاتا ہو تو جائز نہیں ہو اور جو کچھ پیدا ہو وہ کاشتکار اور وکیل کے درمیان اُن کے شرط کے موافق تقسیم ہوگا اور زمیندار کو زمین کچھ نہ ملیگا اور صاحب زمین کے نزدیک زمیندار و دونوں میں سے جس سے چاہے زمین کا نقصان لے لے اور امام عظم کا قول اس کے خلاف ہو اور اگر کھیتی سے کچھ نقصان نہیں آیا ہو تو امام محمد نے یہ صاف صریح ذکر نہیں کیا ہو عامہ شائع نے فرمایا کہ مزارعت جائز ہو اور وکیل اور کاشتکار کے درمیان تقسیم ہوگی اور زمین موکل کو کچھ نہ ملیگا اور اگر اس قدر خسارہ ہو دیا کہ جو اندازہ میں آتا ہو تو جائز ہو اور پیداوار موکل اور کاشتکار کے درمیان موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور حصہ موکل کا وکیل کو اپنے قبضہ میں لینا جائز ہو اور اگر بیع زمیندار کا ہو اور وکیل نے اس قدر خسارہ پر زمین دی جو برداشت ہو سکتا ہو تو روایت عمرائہ کے موافق زمیندار ہی اپنے حصہ پر قبضہ کرے گا اور ایسا ہی معاملہ میں درخت کا مالک دہی اپنے حصہ پر قبضہ کرے گا اور روایت وکالت میں یہ ہو کہ وکیل کو اس کے حصہ پر قبضہ کرے گا حق ہو اور اگر اس قدر نقصان کے ساتھ دی کہ جو برداشت نہیں ہوتا ہو تو وکیل بیع اور زمین کا غاصب ہو اور زمیندار کو نقصان زمین لینے کا اختیار ہو اور کاشتکار کو جو کچھ ملا اس میں صدقہ نہ کرے گا اور وکیل زیادتی صدقہ کرے گا یہ محیط الخسری میں لکھا ہو مزارعت و معاملات کے وکیل کو اختیار ہو کہ حاصلات میں سے مالک کا حصہ وصول کرے اور اگر عامل کو ہبہ کیا یا اسکو بری کر دیا تو جائز نہیں ہو اس شخص کے قول میں جو مزارعت و معاملات کو جائز رکھتا ہو یہ حاوی میں لکھا ہو اگر اپنی زمین مزارعت و کاشتکاری بٹائی پر دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل کو وقت نہ بتلایا تو پہلے سال پہلی کھیتی کی واسطے جائز ہو پس اگر وکیل نے اس سے زیادہ کیواسطے یا سولے اس سال کے دی اور اس سال نہ دی تو ہٹانا جائز نہیں ہو اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین اس سال کے واسطے اس شرط پر دیے کہ بیج موکل کی طرف سے ہو پس وکیل نے اس طرح کی کہ جس میں نقصان اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہیں تو جائز ہو اور اگر اس قدر نقصان کے ساتھ لی کہ لوگ نہیں برداشت کرتے ہیں تو جائز نہیں ہو لیکن اگر موکل راضی ہو جاوے اور زمین مزارعت کرے تو جائز ہو اور وکیل ہی سے مالک زمین کے حصہ کا مواخذہ ہو تا کہ اسکو سپرد کر دے پس اگر وکیل نے اس قدر نقصان سے لی کہ لوگ برداشت نہیں کرتے ہیں اور موکل نے اجازت اس وقت تک نہ دی کہ اسے مزارعت کی اور وکیل نے اسکو مزارعت کی اجازت دی تو جو کچھ پیداوار ہوئی وہ موکل کی ہو اور وکیل زمیندار کے مالک کو اس زمین کے مثل کی پیداوار کے موافق دینا لازم ہو اور مالک زمین کا موکل پر کچھ نہیں ہو اور کاشتکار پر زمین کا نقصان اُس کے مالک کو دینا واجب ہو اور اگر اسے اجازت نہ دی اور مزارعت کیواسطے کاشتکار کو بھی حکم نہ کیا تو جس قدر پیداوار ہو وہ کاشتکار کی ہو اور وکیل پر زمیندار کا کچھ حق نہیں ہو اور کاشتکار اسکو نقصان زمین دینا چاہیے اور وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہو اور اگر وکیل کو حکم کیا کہ کوئی زمین بٹائی پر یا کوئی درخت ساچھے پر لے کر اور بیان نہ کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر زمین بیان کر دی اور بیج نہ بیان کیے تو جائز ہو اور اگر وکیل کو زمین بٹائی پر یا درخت ساچھے پر دینے کا حکم کیا اور وہ شخص بیان نہ کیا جسکو دیا جاسے تو جائز ہو ایک شخص کو حکم دیا

۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کہ زمین کی جتنی بٹائی پر دیدے اور اسے ایک کرگیون درمیانی پر کرایہ دیدی تو جائز ہے۔ اور کاشتکار کو اختیار ہے کہ جو کچھ اسکا جی چاہے گیون کی قسم سے یا جو اس سے کم مضرب ہو زمین بودے اور اگر سوائے گیون کے کسی چیز کے عوض دسی تو جائز نہیں ہے اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ تھائی بٹائی پر دیدے اور اسے ایک کرگیون دسٹ کے عوض اجرت پر دیدی تو اسے خلاف کیا اور مستاجر نے اگر اس میں بویا تو پیداوار اسی کی ہوگی اور اس پر ایک کرگیون درمیانی اجرت پر دینے والے کو دینا واجب ہو گئے اور مالک زمین کو نقصان دیگا اور اجرت پر دینے والے سے واپس لیا اور اگر مالک زمین چاہے تو اجرت پر دینے والے سے نقصان زمین وصول کرے اور وہ اسی زمین سے جو سکا اجرت میں ملا ہے نقصان اور اگر لگا اور پائی کو جو زیادہ ہے صدقہ کر دیگا ایک شخص کو اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے یہ زمین تھائی بٹائی پر لپوے اور وکیل نے ایک کرگیون درمیانی کے عوض لی تو جائز نہیں ہے لیکن اگر موکل جیسی ہو تو جائز ہے اور اگر سوائے واسطے وکیل کیا کہ یہ خرما کا وخت میرے واسطے معاملت پر لپوے اور اسے اس شرط پر لیا کہ جو کچھ پھل پیدا ہوئی مالک وخت کے میں اور عامل کو کھرے فارسی چھوہارے خشک ایک کر لینگے تو جائز ہے اور اگر وکیل چھوہارے کی شرط کی پس اگر وخت میں ناکارہ وقل پیدا ہوتے ہیں تو جائز ہے ورنہ نہیں جائز ہے۔ اور اگر ایک کرگیون کی شرط کی تو جائز نہیں ہے اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے فلاں شخص کا وخت خرما تھائی کے سبجے پر لپوے اور اسے ایک کر خشک چھوہارے فارسی کی شرط پر لیا تو موکل کے ذمہ لازم نہ ہوگا لیکن اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ ایک کر تھائی سے کم یا برابر ہے تو جائز ہے یہ محیط خرسی میں ہے

فصل دوسری مضارب شریک کو وکیل کرنے کے بیان میں قاعدہ یہ ہے کہ جو ایسی تجارت ہو کہ اگر اسکو مضارب عمل میں لاوے تو بے مال پر صحیح ہوتی ہے جب ایسے معاملہ میں وکیل کر گیا تو بھی رب المال پر صحیح ہوگا اور مضارب خرید و فروخت اور قرضہ اور قصومت میں وکیل کرنا جائز ہے مضارب بے قرضہ کے قصومت کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور وکیل نے اقرار کر دیا کہ مضارب نے وصول کر لیا ہے تو جائز ہے پھر اگر مضارب نے کہا کہ میں نے وصول نہیں کیا ہے تو وکیل پر ضمان نہوگی اور قرضہ برہمی ہو گیا چنانچہ اگر مطلوب سے وصول کر لیا اقرار کیا اور مضارب نے حکم کیا تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط خرسی میں ہے مضارب کو ایک غلام مضارب سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے رب المال کا بھائی خریدا تو خریداری مضارب پر جائز ہوگی نہ رب المال پر اور اگر مضارب نے لیا پس اگر اس میں زیادتی نہیں ہے تو مضارب بت میں جائز ہے اور اگر زیادتی ہو تو خاصۃ مضارب کے حق میں جائز ہے یہ بیسوط میں ہے۔ اگر مضارب کا مال رب المال سے وصول کرنے یا اسکو دینے کے واسطے مضارب نے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے۔ اور اگر رب المال نے مضارب کو اپنے اہل و عیال کو نفقہ دینے کا حکم کیا اور مضارب نے نفقہ دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے سودم ان لوگوں پر خرچ کیے اور اتنی مدت میں اس قدر دم اتنے لوگوں پر خرچ ہو سکتے ہیں۔ اور مضارب نے کہا کہ دو سودم خرچ کیے اتنی مدت میں کراس قدر دم اتنی مدت میں اتنے لوگوں پر خرچ ہو سکتے ہیں اور رب المال نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں خرچ کیا ہے تو مضارب کا قول

دوسری مضارب شریک کو وکیل کرنے کے بیان میں قاعدہ یہ ہے کہ جو ایسی تجارت ہو کہ اگر اسکو مضارب عمل میں لاوے تو بے مال پر صحیح ہوتی ہے جب ایسے معاملہ میں وکیل کر گیا تو بھی رب المال پر صحیح ہوگا اور مضارب خرید و فروخت اور قرضہ اور قصومت میں وکیل کرنا جائز ہے مضارب بے قرضہ کے قصومت کے واسطے دوسرے کو وکیل کیا اور وکیل نے اقرار کر دیا کہ مضارب نے وصول کر لیا ہے تو جائز ہے پھر اگر مضارب نے کہا کہ میں نے وصول نہیں کیا ہے تو وکیل پر ضمان نہوگی اور قرضہ برہمی ہو گیا چنانچہ اگر مطلوب سے وصول کر لیا اقرار کیا اور مضارب نے حکم کیا تو بھی ایسا ہی ہے یہ محیط خرسی میں ہے مضارب کو ایک غلام مضارب سے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسے رب المال کا بھائی خریدا تو خریداری مضارب پر جائز ہوگی نہ رب المال پر اور اگر مضارب نے لیا پس اگر اس میں زیادتی نہیں ہے تو مضارب بت میں جائز ہے اور اگر زیادتی ہو تو خاصۃ مضارب کے حق میں جائز ہے یہ بیسوط میں ہے۔ اگر مضارب کا مال رب المال سے وصول کرنے یا اسکو دینے کے واسطے مضارب نے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے۔ اور اگر رب المال نے مضارب کو اپنے اہل و عیال کو نفقہ دینے کا حکم کیا اور مضارب نے نفقہ دینے کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو جائز ہے پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے سودم ان لوگوں پر خرچ کیے اور اتنی مدت میں اس قدر دم اتنے لوگوں پر خرچ ہو سکتے ہیں۔ اور مضارب نے کہا کہ دو سودم خرچ کیے اتنی مدت میں کراس قدر دم اتنی مدت میں اتنے لوگوں پر خرچ ہو سکتے ہیں اور رب المال نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں خرچ کیا ہے تو مضارب کا قول

لیا جائیگا حالانکہ مال میں سے دوسو درم جانتے رہے ہیں اور وکیل کچھ ضامن نہ ہو گا اور مضارب کے قول کی تصدیق سوچہ سے کی جاتی ہے کہ مال اسکے قبضہ میں ہے اور اس طرح ہر وکیل کہ جسکو کچھ مال دیا جاوے کہ اسکو فلاں چیز میں صرف کرے تو بطریق معروف اسکی اس بارہ میں تصدیق کی جاوے گی یہ حاوی میں ہے اگر مضارب بت کے غلاموں کی خورداک کیواسطے مضارب نے کسی کو وکیل کیا اور اسکو کچھ مال نہ دیا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے انہیں اس مقدار خرچ کیا ہے اور مضارب نے اسکی تزیین کی تو وکیل کی تصدیق نہ کی جاوے گی اس طرح اگر اپنی ذاتی چیز پر صرف کرنے کیواسطے وکیل کیا تو یہ صورت بھی مثل صورت سابقہ کے ہے اور اگر مضارب نے مضارب بت کے غلاموں میں سے کسی غلام کو فروخت کر نیلے واسطے وکیل کیا پھر رب مال نے مضارب کو بیع سے منع کر دیا اور مضارب بت توڑ دی پھر وکیل نے اسکو فروخت کیا اور اسکو مانعت کا علم ہے یا نہیں ہے تو اسکی بیج جائز ہے کیونکہ مال عروض ہو جانے کے بعد مضارب کے لیے اسکی بیج کی مانعت کرنے کا اختیار رب مال کو نہیں ہے اس طرح اگر رب مال مر گیا پھر وکیل نے بیجا یا مضارب نے اسکی موت کے بعد وکیل کیا اور اسے بیجا تو بھی یہی حکم ہے یہ بیسوط میں ہے اگر دو متفاوضون میں سے ایک نے کسی کو بیسی چیز کے بیچنے کیواسطے جسکا وہ ولی ہے وکیل کیا پھر دونوں جدا ہو گئے اور اپنا اپنا مال بانٹ لیا اور گواہ کر لیے کہ ہم دونوں میں شرکت نہیں ہے ہی پھر وکیل نے جس کام کے واسطے وکیل ہوا تھا اسکو پورا کیا اور اسکو اسکا علم ہے یا نہیں ہے تو دونوں کے حق میں یہ کام جائز ہو گا اسی طرح اگر دو دونوں نے وکیل کیا ہو تو بھی یہی حکم ہے یہ حاوی میں ہے اگر دو شریک عثمان میں سے ایک نے کسی شریک کی چیز کی بیج کے واسطے وکیل کیا تو دونوں پر مستحکما جائز ہے اس لیے کہ ہر ایک دوسرے کے حق میں بمنزلہ وکیل مختار عام کے ہے یہ بیسوط میں ہے اگر کسی چیز کی بیج یا خرید یا اجارہ یا قرضہ کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے شریک نے اسکو وکالت سے برطرف کیا تو سب چیزوں سے سولے تقاضے قرض کے برطرف ہو جائیگا اس لیے کہ اگر ادانت مکمل ہی کیطرت سے تھی تو دوسرے کا نکالنا باطل اور اگر نہیں تھی تو وکالت ناجائز ہے لکن فی الحاق حاوی دونوں متفاوضون میں سے ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور اس میں عیب پایا پس اسکی واپسی کیواسطے ایک وکیل مقرر کیا اگر اسکا شریک وہی محکم ہو تو ضرور ہے کہ جس نے خریدا ہے وہ حاضر ہوتا کہ اس سے قسم لیاوے کہ وہ عیب پر رضی ہوا ہے یا نہیں ہے اگر خریدا خود حاضر ہو تو وہی محکم قرار پاوے گا اور بائع کو اختیار نہیں ہے کہ اس کے شریک عیب پر راضی ہونے کی قسم لے دو دونوں شریکوں میں سے ایک نے ایک غلام میں خصوصت کیواسطے جسکو فروخت کیا تھا وکیل کیا اور مشتری نے اس میں عیب لگا یا اور مکمل غائب ہو گیا تو وکیل پر قسم نہیں آتی ہے اور اگر مشتری نے دوسرے شریک سے جھگڑا کر چاہا اور اس کے علم پر اس سے قسم لینی چاہی تو ہو سکتا ہے کہ کیونکہ مفاد ضہ کا ہر ایک شریک مدعا علیہ ہونے میں بجائے دوسرے کے ہے یہ بیسوط میں ہے

تو درج ہونے سے متعلقہ چیز میں بیج نہ ہو سکتا ہے

فصل تیسری بیعاعت کے بیان میں اگر ایک نے دوسرے کو ہزار درم بیعاعت دیے اور کہا کہ اس کے عوض میرے لیے کپڑے کو یا کپڑوں کو یا تین کپڑوں کو خرید دے تو جائز ہے اس طرح اگر ہزار درم بیعاعت دیکر کہا کہ میرے لیے اسکی کوئی چیز خرید دے تو بھی جائز ہے اور اگر کہا کہ اپنے مال سے میرے واسطے ہزار درم بیعاعت قرار دیکر کسی چیز

خرید دے اور اسے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اور جو کچھ خرید و بیگاؤہ حکم دینے والے کی ہوگی اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم بضاعت کے لئے تو جائز ہو اور خریداری کی اجازت اسکو اسی حکم سے حاصل ہو گئی۔ اگر کہا کہ یہ کپڑا بضاعت میں ہے تو جائز ہو اور فروخت کی اجازت اسکو حاصل ہوگی۔ پھر کپڑے کی صورت میں امام عظمیٰ کے نزدیک ہر عزیز و خسیس کے عوض اور جس میں کو فروخت کر دینا بیع نافذ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صرف درم و دینار سے اجازت اور اگر خسارہ ہو تو بقدر اتنے خسارہ کے جائز ہوگی کہ لوگ برداشت کر سکتے ہیں اور درم و من کی صورت میں اسکی خریداری موکل پر نافذ ہوگی الا مثل قیمت کے عوض یا اس قدر کمی سے کہ لوگ برداشت کر لیا کرتے ہیں اور اگر کہا کہ یہ ہزار درم بضاعت کے لئے اور میرے لیے کچھ خرید و فروخت کرنا پڑا اللہ تعالیٰ مجھے کچھ نفع نصیب کرے تو جائز ہو اور اسکو خریدنے اور فروخت کرنے کا اختیار ہوگا یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میں شہر میں جا چاہتا ہوں کپڑے اور غلام خریدوں پس اسے کہا کہ میرے یہ ہزار درم بضاعت کے لئے یا کہا کہ میرے لیے اپنے مال سے ہزار درم بضاعت کرے تو جائز ہو اور اسکو غلام و کپڑے خریدنے کی اجازت حاصل ہوئی اور اگر یوں کہا کہ یہ ہزار درم رسے پر بضاعت میں ہے کپڑے کے واسطے یا غلام کو کہا یا اناج کے واسطے کہا پھر اس شخص نے جب کو حکم کیا تھا تمام مال سے وہ شے جسکا حکم کیا تھا خریدی پھر اسکو لے دیا اور اپنے مال سے خرچ کیا یہاں تک کہ مال کے پاس لایا تو اس خرچ میں وہ احسان کرنے والا شمار ہوگا اور خریداری رب المال کے واسطے جائز ہوگی اور اگر تھوڑے مال سے وہی چیز خریدی اور تھوڑا کرایہ میں خرچ کر کے لایا تو جائز ہو اور اگر رب المال نے حکم کیا کہ جس شہر میں رہتا ہوں میں خریدے پھر اسے تھوڑے مال سے چیز خریدی اور تھوڑا باقی کرایہ میں خرچ کیا تو جائز ہو اور اگر تمام مال سے اسی شہر میں وہ چیز خریدی اور اپنے پاس سے خرچ کر کے اسکے گھر تک پہنچائی تو مستحسانا رب المال سے واپس لیگا اور اگر اس شخص نے جسکو حکم کیا ہو تھوڑے مال سے یہ چیزیں خریدیں اور باقی مال خرچ کرایہ وغیرہ کے واسطے رکھا اور وہ خرچ نہوا یہاں تک کہ رب المال مر گیا پھر باقی اسے خرچ کیا پس اگر اسکو رب المال کے مرنے کا علم تھا تو حقیقتہً خرچ کیا ہو اسکا ضامن ہو اور اگر علم نہ تھا تو مستحسانا ضامن نہیں ہو اور جب تک اسکو علم نہ ہو معزول نہ ہو گا یہ محیط میں ہو اور اگر اس شخص نے مال سے کچھ چیز نہ خریدی یہاں تک کہ رب المال مر گیا پھر اسے خریدی تو ضامن ہو گا خواہ مرنے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو پھر واضح ہو کہ مسئلہ بضاعت میں اگر تھوڑے سے مال سے غلام خرید چکا ہو پھر اسکو رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہوا یا اسکے منع کرنے کا حال معلوم ہوا اور اسکو غوث ہو کہ اگر غلاموں کو کھانا نہیں دیتا ہو تو مر جائیگے تو چاہیے کہ قاضی کے سامنے اس معاملہ کو پیش کرے تاکہ قاضی کو جو کچھ معلومت معلوم ہو یعنی بیع کر دینا اور اسکا ثمن رکھ لینا یا باقی مال سے ان کو نفقہ دینا وہ اسکو حکم کرے لیکن جب تک گواہ نہ قائم ہوں قاضی حکم نہ دے گا اور اگر اسکے پاس گواہ نہ ہوئے اور قاضی کی رائے میں آیا کہ یوں گواہ کرنے کے اس شخص نے ایسا ایسا بیان کیا ہو پس اگر اسے بیع کہا تو میں نے اسکو نفقہ دینے یا بیع کر دینے کی

۱۱ قولہ عزیز خسیس یعنی غواہ فقیر مال کے عوض یا چیز کے عوض ۱۲ قولہ کرایہ میں یعنی رب المال کے مکان تک لانے میں ۱۳

اجازت دی تو جائز ہو یہ ذخیرہ میں لکھا ہو اگر اس شخص نے تھوڑے مال سے خریدا پھر رب المال مرگیا پھر باقی مال سے
خریدا یا فقہ وکرا یہ وغیرہ میں صرف کیا تو خریدنے کی صورت میں ضامن ہوگا خواہ رب المال کے مرنے کا حال معلوم ہو
یا نہ ہو اور نفقہ کی صورت میں اگر معلوم تھا تو ضامن ہوگا اور اگر نہ معلوم ہوا تو ضامن نہ ہوگا اور یہ حکم استحساناً ہے
کنافہ الصغریٰ۔ ایک شخص کو ہزار درم بضاعت کسی خاص چیز کے خریدنے کے لیے جسکو بیان کر دیا ہے دیے اور
اختیار دیا کہ جسکو چاہے وکیل کر لے پس اس وکیل نے دوسرے کو دیگر حکم دیا کہ جس اسباب کے خریدنے کے واسطے
رب المال نے حکم کیا ہو وہ خرید کرے اور اسے خریدا تو پہلے وکیل کو اختیار ہو کہ مشتری سے متاع اپنے قبضہ میں لے
اور اگر پہلا وکیل مر گیا تو دوسرے کی وکالت باطل نہ ہوگی اور اگر درم دینے کے وقت کہا کہ میں نے تجھ کو فلاں شخص کے
واسطے وکیل کیا کہ تو اسکے واسطے ان ہزار درم کی فلاں متاع خرید دے تو شخص رب المال کا وکیل ہوگا اور جسے
درم دیے ہیں اسکو یہ اختیار ہوگا کہ اس مشتری سے متاع لیکر قبضہ کرے یا طرح اگر درم دوسرے کو دیے اور کہا کہ
میں نے تجھے وکیل کیا کہ ان درمون کی فلاں شخص کے واسطے فلاں چیز خریدے اور یہ نہ کہا کہ فلاں شخص کے واسطے
وکیل کیا تو بھی یہی حکم ہو۔ یا طرح اگر کہا کہ میں نے تجھے وکیل کیا کہ ان درمون کے عوض فلاں چیز خرید دے پھر باہم
ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ یہ درام ہم فلاں شخص کے تھے اور اسے فقط اس واسطے وکیل کیا تھا کہ فلاں مالک
کے واسطے خرید دے اور فلاں شخص نے اس کو حکم دیا تھا کہ جسکو چاہے وکیل کر لے تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط میں ہے
ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم بضاعت کسی متاع کے خریدنے کی واسطے دیے اور اس شخص نے جسکو درم دیے
تھے ان درمون کو ایک دلال کو دیا اسے متاع خرید کر کے وکیل کے پاس روانہ کی اور وہ راستہ میں ضائع ہوئی
تو وکیل اسکے لیے ضامن نہ ہوگا اور اگر درم والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ بضاعت ہیں اور باقی مسئلہ بچہ حال ہوگا
تو ضامن ہوگا مگر دلال نے اسکے سامنے اگر خریدا تو ضامن نہ ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے

پانچواں باب رہن کے معاملہ میں وکیل کرنے کے بیان میں۔ اگر ایک شخص کو اسباب دیا اور کہا کہ اسکو
سیرے واسطے فروخت کر دے اور دامون کے لیے رہن لے لینا اور اسے ایسا ہی کیا تو جائز ہو اور اگر رہن
دامون سے اسقدر کم ہو کہ لوگ اندازہ میں اسقدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو بھی امام عظیم کے نزدیک جائز ہو
اور اگر کہا کہ اسکو فروخت کر کے مضبوطی کے لائق رہن لے اسے ایسا رہن لیا جو دامون سے اسقدر کم ہو کہ لوگ
برداشت کر لیتے ہیں تو جائز ہو اور اگر اسقدر کم ہو کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں برداشت کرتے ہیں تو نہیں جائز ہے
اور اگر وکیل نے رہن لیکر پھر رہن کو پھیر دیا تو واپس کرنا جائز ہو اور موکل کے واسطے ضامن نہ ہوگا اور بیچ اپنے
حال پر رہیگی۔ اور اگر وکیل نے رہن کو کسی عادل کے قبضہ میں رکھا ہو تو جائز ہو اور موکل کو اس پر قبضہ کرنے کا
اختیار نہیں ہوگا۔ اگر کسی کو کچھ درم دیے اور کہا کہ اسکو فلاں شخص کے پاس لیجا اور کہہ کہ فلاں شخص نے تجھے
اس شرط پر قرض دیا ہو کہ تو اسکے عوض رہن دے اور مجھے رہن پر قبضہ کرنے کا حکم کیا ہو پس اس نے
ایسا ہی کیا اور رہن پر قبضہ کیا تو جائز ہو اور موکل کو اختیار ہو کہ رہن وکیل سے لیکر اپنے قبضہ میں کر لے اور اگر رہن

وکیل کے پاس تلفت ہوا تو موکل کا مال گیا۔ اور اگر یوں کہا کہ یہ درہم لے اور انکو قرض دے اور انکے عوض رہن لے لے
 اسے ایسا ہی کیا تو رہن وکیل سے رہن نہیں لے سکتا ہو اور اگر وکیل کے پاس تلفت ہوا تو موکل کا مال گیا یہ حاوی
 میں ہو۔ اگر ایک شخص کو ایک کپڑا جو دس درم کے انداز کا ہو دیا اور حکم دیا کہ دس درم میرے واسطے قرض لیکر آؤ
 رہن کر دے پس اگر موکل نے کلام ایچی بھیجنے کے طور پر کہا کہ فلاں کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ فلاں شخص تجھ سے
 دس درم قرض چاہتا ہو اور یہ کپڑا تجھے رہن دیتا ہو پھر اگر وکیل نے بھی بعد اسکے بطور ایچی کے کلام کیا کہ قرض و رہن کو موکل
 کی طرف نسبت کیا اور درم لیکر رہن دیدیا تو قرض موکل کا ہوگا یہاں تک کہ اسکو اختیار ہو کہ جو درہم ایچی نے لیے ہیں انکو
 ایچی سے لے لے اور قرض دینے والے کا مطالبہ ایچی سے نہوگا ایچی بھیجنے والے سے ہوگا اور وہی فک رہن کر دینگا
 اور اگر وہ درہم ایچی کے وصول کر لینے کے بعد اسکے پاس تلفت ہو گئے تو بھیجنے والے کا مال گیا۔ اور اگر ایچی نے وکیل
 کی طرح کلام کیا یعنی قرض و رہن کو اپنی طرف نسبت کیا اور کہا کہ مجھے دس درم قرض دے اور یہ کپڑا رہن ہے پس
 قرض دینے والے نے دیے اور رہن لے لیا تو ایچی اپنی ذات کے واسطے قرض لینے والا شمار ہوگا اور بھیجنے والا اس سے
 درم نہیں لے سکتا ہو اور جو کپڑا اسے قرض دینے والے کو دیا ہو اسکا ضامن ہو اور اگر قرض دینے والے کے پاس وہ کپڑا
 تلفت ہوا تو مالک کو اختیار ہو کہ جو کچھ اس کپڑے کی قیمت ہوا اسکو چاہے قرض دینے والے سے یوں یا نہ قرض
 لینے والے سے جسے کپڑا دیا ہو یوں ہے پس اگر اسے ایچی سے ضمان لی تو رہن جائز رہا اور قرض خواہ کا قرضہ ساقط ہوا اور اگر
 قرض دینے والے سے ضمان کی تو وہ ایچی سے اپنا قرضہ اور کپڑے کی قیمت لے لیگا۔ اور اگر موکل نے وکالت کے طور پر
 کلام کیا یعنی وکیل کر کے بھیجا اور یوں کہا کہ میں نے تجھے اس واسطے وکیل کیا کہ تو میرے واسطے فلاں شخص سے دس درم
 قرض لے اور یہ کپڑا اسکو رہن میں دیدے پھر اگر وکیل نے اسکے بعد ایچیوں کے مانند کلام کیا اور اس شخص سے جا کر
 کہا کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس دس درم اپنے واسطے قرض لینے کو بھیجا ہو اور یہ کپڑا اسکے رہن میں دیا ہے
 اور قرض دینے والے نے اس پر عمل کیا تو جو کچھ اسے قرض دیا وہ موکل کا ہو حتیٰ کہ وکیل اسکو لینے سے منع نہیں
 کر سکتا ہو اور رہن موکل کی طرف سے جائز ہوگا یہاں تک کہ یہ شخص وکیل اسکا ضامن نہوگا اور فاک رہن کرنا موکل
 کے ذمہ ہوگا۔ اور اگر وکیل نے وکیلوں کی طرح جا کر کلام کیا یعنی جا کر کہا کہ مجھے دس درم قرض دے اور یہ کپڑا میری
 طرف سے رہن لے تو قرض کے درم وکیل کے ہونگے اور اسکو اختیار ہو کہ موکل کو نہ دے اور کپڑے کا ضامن نہوگا
 اگرچہ اسے اپنے قرض میں دیا ہو اور اگر مرتن کے پاس وہ تلفت ہو گیا تو وکیل کپڑے کی قیمت اور قرض میں سے جو کم ہو
 اسکا ضامن ہوگا یہ ذخیرہ میں ہو۔ اگر ایک شخص کو ایک کپڑا دیا اور حکم دیا کہ اسکو قرض درم یوں کے عوض رہن کر دے
 اور درم یوں کی تعداد بتلا دی پھر وکیل نے اس تعداد سے زیادہ یا کم درم لیے پس اگر موکل نے بطور ایچی بھیجنے کے
 کلام کیا تھا یعنی فلاں شخص کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ فلاں شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہو کہ یہ کپڑا رہن
 لکھ لے اور دس درم قرض دے پھر اگر وکیل نے بطور ایچی کے کلام کیا اور قرض و رہن کو موکل کی طرف نسبت
 کیا و لیکن تعداد میں درم زیادہ یا کم کیے تو خلاف کرنے والا شمار ہوگا اور جو اسے قرض لیا اسی کا ہوگا موکل کو اسکے

لینے کی کوئی راہ نہیں ہو اور نہ ہن کا ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہو کہ جان تک اس کپڑے کی قیمت پر
خواہ تعداد جو اسے بیان کی تھی اس سے کم ہو یا زیادہ ہو اسکو الچی سے لیوے یا مرہن سے لیوے پس اگر اسے الچی سے
ضمان لی تو مرہن صحیح رہا اور اگر مرہن سے لی تو مرہن سبکی قیمت اور اپنا قرضہ الچی سے بھر لینگا اور اگر وکیل نے وکیلوں
کی طرح کلام کیا یا زیادہ یا کم تعداد بیان کی تو مخالفت شمار ہوگا اور کپڑے کا ضامن ہوگا اور اگر موکل نے بطور وکالت کے
کلام کیا یعنی ہن نے مجھے فلاں سے دس درم قرض لینے کے واسطے وکیل کیا اور یہ کپڑا ہن کر دے پس اگر وکیل نے وکیلوں
کی طرح کلام کیا اور کہا کہ مجھے درم قرض دے اور یہ کپڑا ہن لے اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو جو اسے قرض لیا اسی کا ہوگا
اور بقدر زیادتی کے ضامن ہوگا اور کپڑے کے مالک کو اختیار ہو کہ اگر کپڑا تلف ہو جاوے تو چاہیے وکیل سے
ضمان لے یا مرہن سے پس اگر وکیل سے ضمان لی تو مرہن صحیح ہو گیا اور جو ضمان دی وہ مرہن سے نہیں لے سکتا اور
اور اگر اسے مرہن سے ضمان لی تو مرہن اپنے قرضہ و کپڑے کی قیمت کو وکیل سے بھر لینگا اور اگر اسے تعداد سے کمی
کی پس اگر قرضہ کپڑے کی قیمت کے برابر یا زیادہ ہو تو ضامن ہوگا اور اگر کپڑے کی قیمت سے کم ہو تو ضامن ہوگا اور
کپڑے کے مالک کو اختیار ہو چاہے قرض دینے والے سے ضمان لے یا کپڑا ہن دینے والے سے ضمان لے اور
اگر وکیل نے الچیوں کی طرح کلام کیا اور تعداد میں کمی یا زیادتی کی تو ہر حال میں ضامن ہوگا پھر اگر وکیل موکل کے
پاس بقدر سبکی تعداد بیان کیے ہوئے کے درم لایا اور اسکو دے تو یہ وکیل کا قرضہ اُس پر ہوگا اور کپڑا ہن ہوگا
اور مرہن کو اختیار ہو کہ جو وکیل نے اس سے وصول کیا ہو اسکو پھر لے یہ محیط و ذخیرہ میں ہو اور اگر مرہن نے
اسے الچی ہونے میں تصدیق کی تو وکیل امانت دار ہو پس اگر اس کے ہاتھ میں درم تلف ہو گئے تو مرہن کو کچھ ڈانڈ
نہ دیگا پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے کپڑے کے مالک کو دیدیے تو اس پر سے ضمان دفع کرنے کے حق میں اس کا
قول لیا جائے گا اور کپڑے کے مالک پر ضمان لازم ہونے کے واسطے اس قول کا اعتبار نہیں ہوگا اور وکیل
نے کہا کہ مجھے تو نے پندرہ درم میں دہن کرنے کے واسطے حکم کیا تھا اور کپڑے کے مالک نے کہا کہ دس
یا بیس درم میں دہن کے واسطے حکم دیا تھا تو دونوں صورتوں میں قسم لیکر موکل کا قول لیا جائیگا پس اگر قسم کھائی
تو یہ اور صورت سابقہ کیساں ہوگی اور اگر کچھ دہن کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اس چیز میں کونہ تبلا یا تو جو چیز میں
کہے جائز ہو یہ موقوف میں ہو وکیل دہن کو دوسرے کو وکیل کر دینا جائز نہیں ہو اور نہ مرہن کو اسکی بیع کا اختیار
دینا جائز ہو اور اگر موکل نے وکیل سے کہا کہ جو تو کہے سب جائز ہو تو یہ روا ہو پس اگر وکیل نے دوسرے کو
دہن کرنے کا حکم دیا ہو تو جائز ہو اور وکیل نے اگر خود دہن کیا اور مرہن کو اس کے بیچنے کی قدرت دیدی تو بھی جائز ہو
یہ حاوی میں ہو اگر کسی نے کسی قدر تعداد معلوم درم میں دہن کرنے کے واسطے ایک کپڑا دیا اور وکیل نے اپنے
پاس ہی دہن کر لیا اور وہ درم موکل کو دیدیے اور اُس سے بیان نہ کیا تو کپڑا ہن ہوگا اور وہ اس کپڑے کا مالک ہے
اور اگر تلف ہو جاوے تو ضامن ہوگا اور درم اس کے موکل پر فرض میں ہے اگر اپنے چھوٹے نابالغ لڑکے کے پاس دہن
کیا یا کسی اپنے غلام کے پاس جس پر فرض نہیں ہو دہن کیا تو بھی یہی حکم ہو اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا مکاتب یا اپنے

غلام تاجر قرضدار کے پاس رہن کیا تو جائز ہو اور اگر وکیل اس معاملہ میں غلام تاجر یا مکاتب یا لڑکا ہو پس اگر اسنے یہ کہا کہ فلاں شخص مجھے کتنا ہو کہ مجھے اس قدر قرض دے اور یہ کہ پڑا رہن کر لے تو جائز ہو اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو لڑکے اور غلام مجھ پر کی صورت میں جائز نہیں ہو اور دوسروں کی وکالت سے جائز ہے اور اگر غلام تاجر ہو اور قرضدار ہو اور اسنے اپنے مالک کے پاس رہن کیا تو جائز ہو اور اگر قرضدار ہو پس اگر اسنے کہا کہ فلاں شخص کو قرض دے اور یہ رہن لے تو جائز ہو اور اگر کہا کہ مجھے قرض دے اور یہ رہن لے تو جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں ہو اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرا غلام ہزار دم میں رہن کر دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے اسکو فلاں کے پاس رہن کیا اور مال اس سے لے لیا اور رہن دیدیا اور مال میرے پاس تلفت ہو گیا اور میں نے اس سے کہا تھا کہ فلاں شخص کو قرض دے کہ اسنے مجھے تیرے پاس بھیجا ہو اور موکل نے اس سے یون ہی کیا تھا اور مرثیہ نے اسکی تصدیق کی اور موکل نے کہا کہ تو نے یہ قرض میرے واسطے نہیں وصول کیا اور نہ غلام رہن کیا ہو تو قسم لیکر موکل کا قول لیا جاوے گا یہ حاوی میں ہو اور اگر وکیل نے خود ہی مال قرض لیا اور غلام رہن کر دیا اور مالک غلام نے یون ہی حکم کیا تھا تو یہ مال وکیل پر قرض ہو گا نہ موکل پر یہ مبسوط میں لکھا ہو رہن کے واسطے وکیل کیا اس نے رہن کر کے بیعنامہ لکھ دیا اور وکیل و مشتری دونوں اقرار کرتے ہیں کہ اس نے رہن رکھا ہو اور بیعنامہ دکھلانے سنلے کو لکھ دیا ہو تو استحساناً یہ رہن ہو کیونکہ دونوں نے ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ رہن کیا اور بیعنامہ دکھلانے سنلے کو تھا اور ظاہر ہو کہ عقد دونوں کا حق ہو دوسرے کی طرف تجاویز نہیں کرے گا تو کیفیت عقد میں انھیں کا قول لیا جائیگا اور جو انکے قول سے ثابت ہو مثل معائنہ کے ہو یہ محیط بشری میں ہو اگر وکیل نے مرثیہ کو رہن پر سواری لینے یا خدمت لینے کی اجازت دی اور اسنے ایسا ہی کیا تو وہ ضامن ہو اور رہن کا کھانا دچارہ موکل پر ہو اور اگر وکیل نے مال اپنے واسطے قرض لیا تو مرثیہ سے کہا جائیگا یا تو نفقہ دے اور جو نفع اٹھایا اسکے مالک کو واپس کر دے کہ وہ نفقہ دے۔ اسی طرح باغ کا پانی دینا اور بکریوں کی چرائی موکل پر ہے بخلاف اجرت نگبان و مکان حفاظت کے یہ مبسوط میں لکھا ہے۔ چھٹا باب ان عقود میں جن میں وکیل سفیر محض ہوتا ہے اور حقوق اس کی طرف راجع نہیں ہوتے

اور اس میں دو فصلیں ہیں

فصل اول وکالت بالکل کے بیان میں کسی شخص کی منکوحہ نے دوسرے سے کہا کہ میں اپنے شوہر سے خلع کرانا چاہتی ہوں جسب خلع کرالون اور عدت گذر جاوے تو مجھے فلاں شخص کے ساتھ نکاح کر دے تو صحیح ہو یہ خلاصہ میں ہو نکاح کرنے کے وکیل کو دوسرے کا وکیل کرنا روا نہیں ہو اور اگر اسنے دوسرے کو وکیل کیا اور اسنے پہلے کہ اسنے نکاح کر لیا تو جائز ہو۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ دو عورتیں ایک عقد میں نکاح کر کے سنے میں عورتوں سے اس طرح نکاح کر دیا تو بعض روایات میں مذکور ہے کہ یہ اجازت پر متوقف نہ ہوگا اسی طرح اگر ایک کی جگہ دو اور مرثیہ کی جگہ چار

سے ذرا اجرت لینے مال مرہون کا حفاظت کرنے والا شخص اور مکان حفاظت اگر کر لے یہ مرثیہ اجرت مرثیہ پر ہوگی ۱۲

عورتین کر دین اور بعض روایات میں ہے کہ جائز نہیں ہے اور یہی ظاہر ہے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ایک عورت سے نکاح کر دے پھر اسے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کر دے کہ اگر وہ ایک عورت اس عورت کے اختیار میں ہو یعنی طلاق دے لینا اسکے اختیار میں ہے تو نکاح جائز اور شرط باطل ہے عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ اسکا نکاح کر دے اور کہہ دیا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پھر وکیل نے ایک شخص کو اسکے نکاح کرنے کی وصیت کر دی اور مر گیا تو وصی کو اسکے نکاح کر دینے کا اختیار ہے اور یہی حکم تمام وکالتوں میں ہے اگر ایک شخص کو وکیل کیا کہ فلاں شہریا فلاں قبیلہ سے ایک عورت سے نکاح کرے اور اسے دوسرے شہر یا قبیلہ سے بیاہ دے تو جائز نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے غلام مجبور نے اپنے نکاح کے واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اسکو نکاح کی اجازت دیدی یا غلام آزاد ہو گیا تو وکیل وکیل ہو گیا اور اگر اسے کسی عورت سے نکاح کر دیا تو جائز ہے یہ ذخیرہ میں ہے کسی خاص عورت سے نکاح کر دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مرتد ہو کر دلا کھرب میں جا ملا پھر وکیل نے دعویٰ کیا کہ میں نے حالت اسلام میں اسکا نکاح کر لیا تھا اور داروں نے اور موکل نے جب مسلمان ہو کر آگیا تو اس سے انکار کیا تو وکیل اور عورت کا قول معتبر نہ ہوگا کیونکہ وکیل ایسی چیز کی خبر دیتا ہے کہ موکل کے مرتد ہونے سے معزول ہو کر اسکی استیفات کا مالک نہیں ہے اور اگر دونوں فریق نے گواہ سنائے تو عورت کے گواہوں کی گواہی معتبر رکھی جائیگی اور اگر دونوں کے پاس گواہی نہ ہو تو داروں سے انکے علم پر قسم لی جائیگی کیونکہ اگر انھوں نے عورت کے دعوے پر اقرار کیا تو اپنی دعویٰ لایم ہوگا پس اگر داروں کے قسم کھانے کے بعد قاضی نے میراث کا حکم انکے واسطے دیدیا پھر موکل مرتد مسلمان ہو کر واپس آیا اور عورت نے اس سے بھی قسم لینا چاہی تو اسکو یہ اختیار ہے کیونکہ وہ مہر کے ذمہ فرضہ ہونے کا دعوے کرتی ہے یہی مسوط میں لکھا ہے

دوسری فصل طلاق خلع کے واسطے وکیل کرنے کے بیان میں اگر ایک شخص نے دوسرے کو سنت طریق پر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور وہ عورت ایسی ہے کہ اسکو حیض آتا ہے اور توہل حالت حیض میں یا ایسے طہر میں جس میں وطی ہو چکی ہو واقع ہوئی پس وکیل نے حالت حیض میں یا اسی طہر میں طلاق دی تو طلاق واقع نہوگی کذا فی المحيط اور اسکی وکالت باطل نہوگی یہاں تک کہ اگر اسوقت کے بعد اسے وقت سنت پر اسکو طلاق دی تو طلاق واقع ہو جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور اگر اسی حالت حیض میں اس عورت سے کہا کہ تجھ کو بطور سنت طلاق ہے یا جب ظاہر ہو تو طلاق ہے یا دوسری صورت میں یعنی جماعی طہر کی تو وکیل میں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے جب تجھ کو حیض آدے اور تو ظاہر ہو جاوے تو طلاق واقع نہوگی اور پہلی صورت میں جب پاک ہو گئی یا دوسری صورت میں جب حیض آکر پاک ہو گئی اور وکیل نے طلاق دی تو واقع ہو جائیگی یہ محیط میں لکھا ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت تین طلاق دیدے پس وکیل نے اس عورت سے ایسے طہر میں جس میں وطی نہیں ہوئی ہے کہا کہ تجھ پر بطور سنت تین طلاق ہیں تو فی الحال ایک طلاق واقع ہوگی اور پھر بعد حیض سے پاک ہونے کے بعد دوسرے طلاق واقع کریں گے

سلطنت حضرت علی بن ابی طالب میں جس میں دینی امور کی تھی

پھر واقع نہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق دیدے اور ایک دوسرے شخص سے بھی یہی کہا پس دونوں نے ایسے طریقہ میں جمع نہیں ہوا ہو مٹا اسکو طلاق دی تو ایک طلاق واقع نہوگی اور شوہر کو سہن خیال نہوگا پھر دوسرے طریقہ میں جب تک دونوں طلاق نہ دین طلاق واقع نہوگی اور اگر وکیل اور شوہر نے مٹا ایک طریقہ میں اسکو طلاق دی پھر وکیل نے دوسرے طریقہ میں اسکو طلاق دی تو ایک دوسری طلاق واقع نہوگی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو بطور سنت طلاق بائن دیدے اور دوسرے سے کہا کہ اسکو بطور سنت ایک طلاق رجعی دیدے پس دونوں نے ایک ہی طریقہ میں اسکو طلاق دی تو اسپر ایک طلاق واقع نہوگی مگر شوہر کو اختیار ہو کہ چاہے بائن مقرر کر لے یا رجعی متعین کر لے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر وکیل کو طلاق دینے کا حکم دیا پھر شوہر نے اسکو طلاق دی تو جب تک وہ عورت عدت میں نہ ہو وکیل کی طلاق اسپر واقع ہو جائیگی اور اگر عدت گذر گئی پھر اس سے نکاح کیا پھر وکیل نے طلاق دی تو وکیل کی طلاق اسپر واقع نہوگی اور اگر عورت مرتد ہو گئی یا شوہر مرتد ہو گیا تو جب تک وہ عورت عدت میں نہ ہو وکیل کی طلاق واقع ہو جائیگی اور اگر شوہر مرتد ہو کر دارا حرب میں جا ملا پھر وکیل نے حالت عدت میں عورت کو طلاق دی تو واقع نہوگی اسی طرح اگر مسلمان ہو کر آیا اور اس سے نکاح کر لیا تو بھی پھر وکیل کی طلاق واقع نہوگی یہ حاوی میں ہو ایک شخص کو ایک طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے دو طلاق دی تو امام عظم کے نزدیک کوئی نہ واقع نہوگی اور صاحبین نے فرمایا کہ ایک واقع نہوگی ایک نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دیدے وکیل نے تین طلاق ہی پس اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی تھی تو واقع ہو جائیگی ورنہ کوئی واقع نہوگی اور یہ قول امام عظم کا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک واقع نہوگی ایک شخص کو ایک طلاق بائن دینے کے واسطے وکیل کیا اسنے ایک رجعی طلاق دی تو ایک طلاق بائن واقع نہوگی اگر ایک رجعی طلاق دینے کی واسطے وکیل کیا اور اسنے بائن ہی تو ایک رجعی واقع نہوگی اور یہ اس صورت میں ہے کہ وکیل نے کہا کہ میں نے اس عورت کو ایک طلاق بائن دی اور اگر یوں کہا کہ میں نے اسکو بائن کر دیا تو کوئی طلاق واقع نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے۔ اگر بیوی دو عورتوں سے کہا کہ تم دونوں اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے اپنے آپ کو اور دوسری سو تین طلاق دی تو دونوں کھٹا ہو جائیگی لیکن چاہیے کہ آپ کو ہی مجلس میں شوہر نے یہ اغاظ کیے ہیں طلاق دیوے پھر دوسری عورت کا طلاق دینا اس مجلس اور غیر مجلس میں جائز ہے اگر ایک شخص کو اپنی عورت کو طلاق دینے کی واسطے وکیل کیا پس اسنے اسے ایک خاص عورت کو طلاق دی تو صحیح ہے اور شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس عورت کے سواے دوسری عورت کی طرف یہ طلاق پھیر دے اور اگر ایک غیر معین کو اسنے طلاق دی تو بھی صحیح ہے اور معین کو نہ نکاح اختیار شوہر کو ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر اس طرح وکیل کیا کہ میری عورت کو طلاق دیدے اور اسکی چار عورتیں ہیں اور کسی کو معین نہ کیا پس اگر اسنے ایک کو طلاق دیدی تو جائز ہے اور اگر سب کے طلاق دی تو بھی ایک عورت پر جائز نہوگی اور شوہر کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے معین کرے یہ حاوی میں ہے۔ اگر دو عورتوں سے کہا کہ اگر چاہو تو تم دونوں اپنے آپ کو تین طلاق دو پس ایک نے طلاق دی تو واقع نہوگی تا وقتیکہ دونوں

اسی مجلس میں تین طلاق پر مجتمع نہوں یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہوا اگر کہا کہ تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے
میرا وکیل ہو بشرطیکہ وہ عورت چاہے یا پسند کرے یا خواہش کرے تو یہ شخص وکیل نہوگا جب تک کہ وہ عورت
اس طلاق کو اسی مجلس میں پسند نہ کرے اور اگر اسے پسند کیا تو وکیل ہو گیا اور طلاق دینے سے پہلے اگر وکیل مجلس
سے اٹھ کھڑا ہو تو نکاح باطل ہو گئی اور اگر کہا کہ اگر تو چاہے تو میری عورت کے طلاق دینے کے واسطے وکیل ہو
پس اگر اسے اسی مجلس میں چاہا تو جائز ہو اور اگر قبل چاہنے کے مجلس سے اٹھ کھڑا ہو تو وکیل نہیں ہو یہ حاوی میں ہوا
ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ جب میں فلان عورت سے نکاح کروں تو تو اسکو طلاق دیدے پس اسے نکاح کیا
اور وکیل نے طلاق دیدی تو صحیح ہو یہ ذخیرہ میں ہو وکیل طلاق نے اگر دوسرے کو وکیل کیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر غیر کو
وکیل کیا اور اسے پہلے وکیل کے سامنے طلاق دی یا کسی اجنبی نے طلاق دی پھر وکیل نے اجازت دی تو اجنبی کی
طلاق واقع نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہوا ایک شخص نے غیر کی عورت سے کہا کہ جب تک تو اس گھر میں داخل ہو
تو تجھ کو طلاق ہو پس شوہر نے اسکی اجازت دیدی اور بعد اجازت ہو جانے کے وہ اس گھر میں گئی تو طلاق ہو جائیگی اور
اگر قبل اجازت ہو جائیکے گئی تو طلاق نہ پڑے گی پھر اگر دوبارہ بعد اجازت ہو نیکی گئی تو طلاق پڑ جائیگی یہ محیط میں ہوا اگر اپنے
غلام کو اپنی عورت نے طلاق دینے کو واسطے وکیل کیا پھر غلام کو فروخت کیا تو وہ اپنی نکاح پر باقی ہو یہ ذخیرہ میں
لکھا ہوا ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دیدے یہ امر میں نے تیرے سپرد کیا تو اس امر کا قبول
کرنا فقط اسی مجلس تک رہے گا ایک شخص کو طلاق دینے کو واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اپنی نکاح کے علم سے پہلے اس
عورت کو طلاق دی تو واقع نہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہوا وکیل طلاق نے اگر مال بیعت کیا پس اگر وہ عورت ہی ہو
کہ شوہر نے اس سے وطی کر لی ہو تو وکیل نے بری مخالفت کی اور اگر ایسی ہو کہ اس سے وطی نہیں کی ہو تو مخالفت چھی ہو
اور یہی مذہب اکثر مشائخ کا ہوا اور اسی کو صفا نے اختیار کیا ہوا اور امام ظہیر الدین نے فرمایا کہ اس عورت میں بھی جس سے
وطی نہیں کی ہو نہیں جائز ہو کیونکہ یہ بھی اسکی بری مخالفت ہو یہ ذخیرہ میں ہوا ایک شخص کو وکیل کیا کہ تین طلاق
عورت کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دے پس وکیل نے ایک طلاق تہائی ہزار درم کو بھیجی تو کوئی طلاق واقع نہوئی
ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ توجہ قدر دامون کو چاہے اپنی طلاق مجھے خریدے میں نے تجھے اس معاملہ
کو وکیل کیا اسنے کہا کہ اسقدر کو میں نے خریدا تو یہ باطل ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہوا اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری
عورت کو بعض ہزار درم کے یا ہزار درم پر تین طلاق دیدے اسنے ایک یا دو طلاق دی تو واقع نہوگی اور اگر ہزار
درم یا زیادہ پر طلاق دی تو جائز ہو یہ بسو ط میں ہوا اور اگر خلع کو واسطے وکیل کیا تو وکیل کو اختیار ہو کہ اس عورت سے
اس مجلس یا غیر مجلس میں جب تک مغزول نہو خلع کر لے یہ حاوی میں ہو وکیل خلع کو بدل پر قبضہ کا اختیار نہیں ہے
کذا فی فتاویٰ قاضی خان خلع مطلق کے وکیل کو امام اعظم کے نزدیک قلیل و کثیر خلع کرنا اختیار ہوا اور صاحبین کے
نزدیک ہر مثل سے کم پر خلع کرنا نہیں جائز ہو کذا فی التامہ از قاضیہ اگر کسی شخص کو خلع کو واسطے وکیل کیا اور کہا کہ اگر خلع لینے
سے انکار کرے تو طلاق دیدے پس اسنے خلع سے انکار کیا اور وکیل نے طلاق دیدی پھر عورت نے کہا کہ میں خلع

لے لینے خلاف کارم کے ایسی چیز اختیار کی جو معمول کے حق میں بری ہے بطلان صورت ثانیہ ہے

کرتی ہوں پس اگر عدت میں اس سے خلع کیا اور طلاق جی تھی تو جائز ہو کذا فی الحاوی۔ ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری عورت سے خلع کر لے پھر شوہر نے خود اس سے خلع کیا یا کسی اور وجہ سے وہ بائن ہو گئی پھر عدت میں یا اسکے بعد اس سے بکاح کیا تو وکیل خلع نہیں کر سکتا ہو۔ اگر کوئی شخص دونوں طرف سے خلع کا وکیل ہو تو دو روز یا تین میں ایک وایت یہ ہو کہ وہ دونوں طرف سے عقد کا متولی نہیں ہو سکتا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ وکیل خلع نے اگر ہزار درم پر اس شرط سے خلع کیا کہ میں ضامن ہوں تو صحیح ہو اگرچہ عورت نے اسکو ضمانت کا حکم نہ دیا ہو اور جب وکیل نے اور کیا تو عورت سے پھیر لے گا اسی طرح او اگر نے سے پہلے بھی لے سکتا ہے یہ سراجیہ میں ہو۔ اگر مرد نے اپنی عورت کو وکیل کیا کہ اپنی ذات کا مجھ سے خلع کر لے پس عورت نے مال یا عوض پر خلع کر لیا تو جائز نہیں ہے لیکن اگر شوہر راضی ہو تو جائز ہو۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ جب کل کارور آوے تو مجھ سے ہزار درم پر خلع کرے تو یہ وکیل ہو اسلئے اگر عورت شوہر کو اس سے مانعت کر دے تو صحیح ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر ایک ذمی عورت نے کسی مسلمان کو اپنے شوہر سے شراب یا سوہر پر خلع کرانے کا وکیل کیا تو جائز ہو اور اگر شوہر باوجود دونوں میں سے کوئی مسلمان ہو اور وکیل کافر ہو تو خلع جائز ہو اور جمل باطل ہو یہ مبسوط میں ہو۔ اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری عورت سے مال پر خلع کرادے یا بلا مال اسکو تین طلاق دیدے پھر شوہر مرد ہو کر الّا عین میں جا ملا یا مر گیا اور وکیل نے عورت کو خلع دیا یا طلاق دی پس عورت نے کہا کہ تو نے یہ فعل میرے شوہر کے مرتکب بعد یا دارا حرب میں جانے کے بعد کیا ہو اور وکیل دواڑوں نے کہا کہ یہ اسکی زندگی اور اسلام میں ہوا ہو تو عورت کا قول لیا جائے گا اور طلاق باطل اور اسکا مال اسی کو پھیر دیا جائے گا اور اسکو میراث ملے گی یہ مبسوط میں ہے عتق کے واسطے وکیل کرنا جائز ہو خواہ عتق مال پر ہو یا بغیر مال ہو اور جب وکیل نے آزاد کیا تو اسکو مال پر قبضہ کر لینا اختیار نہیں ہو اور صرف اسی مجلس تک یہ وکیل مقصور نہیں ہو۔ اعتاق مطلق کا وکیل مدبر کرنے یا مکاتب کرنے یا مال پر آزاد کرنے کا اختیار نہیں رکھتا ہو اور ایسے ہی تعلیق بالشرط اور اضافۃ الی الاوقات کا بھی مختار نہیں ہو پس مالک کے مدبر کرنے سے تو وکیل عتق باطل ہوگی یہ محیط میں ہو۔ اگر اپنا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اسنے قرضہ یا مال پر آزاد کیا یا شرط لگائی اور کہا کہ اگر تو چاہے تو تو آزاد ہو تو جائز نہیں ہو کذا فی محیط الخسی اگر نصف غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے کل آزاد کر دیا تو جائز نہیں ہو اور کچھ آزاد نہو گا اور چھٹانے فرمایا کہ جائز ہو اور کل آزاد ہو جائیگا۔ اور اگر کسی کو پورا غلام آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے آدھا آزاد کیا تو امام اعظم کے نزدیک آدھا آزاد ہو جائے گا اور صاحبین کے نزدیک کل آزاد ہو جائے گا کذا فی الذخیرہ۔ دو شخصوں میں سے ہر ایک کا غلام ایک ہے اور ایک ہی شخص کو دونوں نے اپنا اپنا غلام

۱۱ قولہ تعلیق بالشرط مثلاً کہ کہ اگر یزید بادشاہ ہو جاوے تو تو آزاد ہے یا جب جب کا چاند دیکھا جاوے تو تو آزاد ہو کیونکہ طلاق کے خلاف مقید ہے **۱۲** قولہ جائز نہیں کیونکہ یہ تخیر ہے اور اسنے تعلیق بیان کی حالانکہ ان دونوں میں عین مخالفت ہے **۱۳**

۱۴ قولہ کل یہ برابر نہی عتق امام کے نزدیک ٹکڑے ہوتا اور صاحبین کے نزدیک نہیں ہوتا ہے **۱۵**

آزاد کرنے کے واسطے علیحدہ وکیل کیا پھر وکیل نے کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک کو آزاد کیا پھر وہ بیان کرنے سے پہلے مر گیا تو قیاساً کوئی آزاد نہ ہوگا اور سخا نادونوں آزاد ہو جائیگے اور ہر ایک اپنی نصف قیمت کی واسطے سعی کرے گا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر کسی نے کسی شخص کو اپنا غلام معین آزاد کر نیچے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے کہا کہ میں نے سکوکمل کے روز آزاد کر دیا ہو تو بدون گواہی کے اسکی تصدیق نہ کی جائیگی یہ ذخیرہ میں ہے۔ اور اگر اپنی باندی آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور باندی قبل آزاد کرنے کے بچہ جنی تو وکیل اسے بچہ کو آزاد نہیں کر سکتا ہو اور اگر اپنے غلام کو جعل پر آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے شراب یا سود پر آزاد کیا تو عتق جائز ہو اور غلام کی اپنی حالت کی قیمت دینا واجب ہو اور اگر مرد یا غلام کے عوض آزاد کیا تو جائز نہیں ہے۔ اور اگر موکل نے کہا کہ غلام کو اس غلام کے عوض آزاد کر دے اسنے سیطرہ آزاد کیا پھر یہ غلام آزاد نکلا تو عتق جائز ہو اور غلام آزاد شدہ پر اپنی قیمت واجب ہو اور اگر اسکو کسی غلام پر آزاد کیا اور وہ غلام مستحقین میں لے لیا گیا تو عتق جائز ہو اور غلام پر اپنی قیمت واجب ہو اور یہ امام عظیم کا دوسرا قول ہے اور یہی قول امام ابو یوسف کا ہے کذا فی الحادی اور اگر اسکو ذبح کی ہوئی بکری کے عوض آزاد کیا پھر وہ بکری مردار ثابت ہوئی تو جائز نہیں ہے اور اگر اسکو جعل پر آزاد کرنے کا حکم کیا اسنے ہزار درم پر آزاد کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ ایسا غلام تنے پر آزاد ہوتا ہو اور یہ حکم استحسان ہے محیط سرخسی میں ہے۔ اگر اپنے غلام سے کہا کہ اپنے کو آزاد کر جس عوض پر چاہے اسنے درمون پر آزاد کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ مالک اسپر رضی ہو کیونکہ جب بدل کی تعداد بیان نہ ہو تو ایک ہی شخص جانیں سے قبل نہیں ہوتا ہو اور ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ ہو سکتا ہے اگرچہ بدل کی تعداد بیان نہ ہو اور بعضے مشائخ نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔ اور اگر اس صورت میں بدل کی تعداد بیان ہو اور غلام نے کہا کہ میں نے اسقدر پر اپنے کو آزاد کیا تو جائز ہے پھر مالک کی رضامندی شرط نہیں ہوگی یہ محیط میں ہے۔ کہا کہ مال پر آزاد کر دے اسنے ایک درم پر آزاد کر دیا تو امام ابی حنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین نے خلاف کیا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے اور اگر وکیل کیا کہ کسی چیز کے عوض آزاد کر دے تو جقدر پر اصناف مال میں سے آزاد کرے جائز ہے اور اگر وکیل و مالک نے جنس بدل یا اسکی مقدار مامور بہ میں اختلاف کیا تو مالک کا قول لیا جائیگا یہ مبسوط میں ہے۔ ایک شخص کو کسی نے اپنے غلام کے مکاتب کرنے اور بدل کتابت وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے کتابت کیا اور بدل وصول کر لیا اور مالک نے انکار کیا تو مکاتب کرنے میں وکیل کا قول لیا جائیگا نہ بدل وصول کرنے میں اور اگر مکاتب کیا پھر کہا کہ میں نے بدل لیکر تجھے دیدیا ہو تو اسکی تصدیق کیجاوگی یہ خلاصہ میں ہے۔ اگر مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اسنے مکاتب کر دیا تو اسکو بدل وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اگر مکاتب نے اسکو دیدیا تو مکاتب برہی نہ ہوگا۔ اور اگر مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے اسقدر مال پر مکاتب کیا کہ لوگ اسقدر خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو امام عظیم کے قول پر جائز ہے اور اگر غنم یا وصیف یا کسی قسم کے کپڑوں یا مکمل یا موزوں پر مکاتب کیا تو جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ اور اگر اپنے دو غلام مکاتب کر نیچے واسطے وکیل کیا اور اسنے ایک کو مکاتب کیا تو جائز ہے

صلہ جملہ بھلائے اسے غلام کو مال لائی مزدوری اور دیان مطلقاً عوض ہے

اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ دونوں کو ایک ہی کتابت میں مکاتب کرے اور ہر ایک کو دوسرے کا کفیل بناوے اور اسے ایک کو مکاتب کیا تو جائز نہیں ہو اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ غلام کو مکاتب کرے یا بیع کرے پھر غلام نے کسی کو خط سے قتل کر ڈالا پھر وکیل نے یہ فعل کیا اور اسکو اس جرم کا علم ہو یا نہیں ہو تو وکیل کا فعل جائز ہے کیونکہ سبب جرم کے غلام کا مستحق ہونا مامول کو تصرف سے نہیں روکتا ہو خواہ بطور بیع یا بطور کتابت ہو اور وکیل کا معزول ہو جانا بھی اس سے وجہ نہیں اور مالک پر اسکی قیمت واجب ہوگی یہ مبسوط میں ہو اور اگر کہا کہ میرے اس غلام کو فروخت کر دے یا مکاتب کر دے یا مال پر آزاد کر دے تو جو فعل انہیں سے وکیل کرے جائز ہو گا اور اگر کہا کہ اسکو یا اسکو مکاتب کر دے تو وکیل جبکہ چاہے مکاتب کر دے یہ حاوی میں ہو اور اگر وکیل نے ہر ایک کو علیحدہ مکاتب کیا تو پہلے کی کتابت جائز ہو اور اگر ایک ساتھ مکاتب کیا تو کتابت باطل ہو اور اگر وکیل کیا کہ جمعہ کے روز میرے غلام کو مکاتب کر دے پھر وکیل نے بیچ کرے روز کہہ کہ میں نے وکالت کے بعد اسکو کل اس قدر مال پر مکاتب کر دیا اور مالک نے اسکی تکذیب کی تو قیاساً مالک کا قول معتبر ہو وکیل نے سچا اقرار وکیل جائز ہو کیونکہ جس کام پر اسکو مسلط کیا تھا اسکو اسی وقت معلوم پر عمل میں لانے کی تسخیر دی اگر مکاتب کرنے کی واسطے وکیل کیا پس وکیل نے کہا کہ مجھے تو نے قتل وکیل کیا تھا اور میں نے بعد وکالت کے آخر دن میں اسے مکاتب کر دیا اور مالک نے کہا کہ میں نے تجھے قتل وکیل کیا تو مالک کا قول معتبر ہو گا یہ مبسوط میں ہو اور اگر کہا کہ ان دو شخصوں میں سے جسے غلام کو مکاتب کر دیا وہ ہو تو جو شخص دونوں میں سے مکاتب کر دے جائز ہو اور اگر ایک شخص کو غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اور غلام نے قبول سے انکار کیا پھر اسکو قبول کر لینا مصلحت معلوم ہو اور وکیل نے مکاتب کر دیا تو جائز ہو کذا فی الحاوی اگر کسی کو اپنے غلام کے مکاتب کرنے یا مال کے عوض یا بلا مال آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر ہوکل مرید ہو گیا اور دار الحرب میں جا ملا یا مر گیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے اسکی حالت اسلام میں ایسا کیا ہے اور دار ثون نے اسکی تکذیب کی تو دار ثون کا قول لیا جائیگا کیونکہ غلام پر انکی ملکیت ظاہر ہو اور وکیل ایسے امر کی خبر دیتا ہو جو انکی ملکیت کو باطل کرے اور ایسے امر کے ایجاد کرنے کا اسکو کسی حال میں اختیار نہیں ہو پس اس کا قول قبول نہو گا کذا فی المبسوط

ساتواں باب خصوصیت و صلح وغیرہ میں وکیل کرنے کے بیان میں خصوصیت کے واسطے وکیل کرنا بدون خصم کی رضامندی کے لازم نہیں ہو جاتا ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ لازم ہو جاتا ہے پھر امام کے قول پر مشائخ نے اختلاف کیا بعضوں نے کہا کہ وکیل کی صحت کے واسطے خصم کی رضامندی شرط نہیں ہو بلکہ اسکے لازم ہونے کے واسطے شرط ہو اور یہی صحیح ہو یہ خزانۃ المفتیین میں ہو حتی کہ خصم پر وکیل کے مقابلہ میں حاضر ہونا اور جوابدہی لازم نہیں ہو کذا فی المحیط اور فقیہ ابو الیث نے فتویٰ کیا کہ اسطے صاحبین کا قول اختیار کیا ہے کذا فی خزانۃ المفتیین اور عتابی نے کہا کہ یہی مختار ہے اور اسی کو صفائے لیا ہے یہ بحر الرائق میں ہو اور اس مسئلہ میں جو حکم مختار ہے وہ یہ ہو کہ اگر قاضی کو ثابت ہو کہ مدعی اندراہ کشتی وکیل

ملک تو مستحق لینے مشغول کا ولی اس غلام کا مستحق ہو گیا ۱۱

سے انکار کرتا ہے تو اسکو یہ قدرت نہ دے اور خصم سے توکیل قبول کر لے اور اگر یہ ثابت ہو کہ موکل اس توکیل میں خصم کی ضرر رسانی چاہتا ہو تو بدون اسکی رضامندی کے قبول نہ کرے کذا فی المبسوط اور اسپر اجماع ہے کہ اگر موکل بقدر ادنی سافت سفر کے غائب ہو یا شہر میں موجود ہو مگر مریض ہو کہ اپنے پاؤں سے قاضی کے دروازہ تک نہیں حاضر ہو سکتا ہو تو اسکو وکیل کر دینے کا اختیار ہو خواہ وہ مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور اگر ایسا ہو کہ اپنے پاؤں میں چل سکتا ہو لیکن چوپایہ یا آدمی کی پیچھے پر سوار ہو کر حاضر ہو سکتا ہو پس اگر اس طرح آنے سے اسکے مرض میں زیادتی ہو تو وکیل کر دینا جائز ہو اور اگر زیادتی نہ ہوتی ہو تو اختلاف ہو بعضوں نے کہا کہ وکیل جائز ہو اور یہی صحیح ہو کذا فی قادی قاضی خان اور یہی قول اصح و ارفق ہو کذا فی المحيط اور اگر کہا کہ میں فقہار ارادہ رکھتا ہوں تو وکیل اسکی طرف سے لازم ہوگی خواہ طالب ہو یا مطلوب ہو لیکن مطلوب اپنا کفیل دیدے تاکہ طالب اپنا قرضہ وصول کر سکے۔ اور اگر خصم نے اسکے ارادہ سفر میں اسکو جھوٹا بتلایا۔ تو مشائخ نے اختلاف کیا ہے بعض نے کہا کہ قاضی اس سے ارادہ سفر پر قسم لے گا۔ اور اسی کو خصم نے اختیار کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اسکے رفیقوں سے پوشیدہ دریافت کر گیا۔ اگر قاضی مسجد میں بیٹھ کر فیصلہ کرتا ہو تو منجملہ عذر و ان کے ایک حصین نفاس کا عذر ہو اور اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ عورت طالبہ ہو دوسری یہ کہ مطلوبہ ہو پس اگر وہ عورت معذورہ طالبہ ہو تو وکیل اس سے مقبول ہوگی اور اگر مطلوبہ ہو پس اگر طالب نے اسکو اس قدر تاخیر دی کہ قاضی مسجد سے باہر آوے تو وکیل اسکی طرف سے مقبول نہ ہوگی اور اگر اس قدر تاخیر نہ دی تو قبول کر لے گا۔ اور اگر موکل اسی غائی کے قید خانہ میں قید ہو کہ جسکے سامنے مقدمہ پیش ہوا ہو تو وکیل قبول نہ کر گیا اور اگر حاکم شہر یا ولی ملک کے قید خانہ میں ہو کہ وہ اسکو قید خانہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں دیتا ہو تو اسکی طرف سے وکیل قبول کر لے گا یہ ظہیر یہ ہیں جو اور پردہ دار عورت سے وکیل مقبول ہو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثنیہ ہو اور پردہ دار وہ عورت ہو کہ جو کبھی مردوں سے مخالط نہیں ہوتی ایسا ہی ابو بکر رازی نے ذکر کیا ہے اور عامہ مشائخ نے اسی کو لیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے یہ قادی قاضی خان میں ہے اگر قاضی کو ثابت ہو کہ موکل خود مقدمہ میں بیان کرنے سے عاجز ہو تو اسکی طرف سے وکیل قبول کر گیا یہ نہایت حق ہے **المترجم** اور یہی قادی قاضی خان میں بھی ہے۔ اگر عورت نے اپنی طرف سے وکیل خصوصیت مقرر کیا اور اس پر قسم واجب ہوئی اور اسکا نکلنا معلوم نہیں ہوا تو حاکم اسکے پاس تین آدمی حادل بھیجے گا کہ ایک اس سے قسم لے لے اور دوا اسکی قسم کے گواہ ہوں اسی طرح مریض معذور کا جو حاضر نہیں ہو سکتا ہو یہی حکم ہو یہ سراج الوباح میں ہے اور اگر اسکے پر دشمن ہونے میں اختلاف کیا پس اگر وہ اثرائت کی بیٹی ہو تو خواہ باکرہ ہو یا ثنیہ ہو اسی کا قول لیا جائیگا کیونکہ اسکے حال سے یہی بات ظاہر ہو کہ پردہ نشین ہے اور اگر درمیانی لوگوں سے ہو تو اگر باکرہ ہو تو اسکا قول لیا جائیگا اور نیچے ادنی لوگوں میں اسکا قول کسی صورت میں مقبول نہ ہوگا اور ضرورت کیواسطے نکلنا اسکی پردہ داری میں قاضی نہیں ہو جب تک وہ عورت اکثر نہ نکلتی ہو یعنی بلا حاجت بھی نکلتی ہو یہ چیز کر داری میں ہے۔ ایک شخص اشرف کا مقدمہ ایک وضع کے ساتھ پیش ہوا اور اسنے چاہا کہ میں خود نہ جاؤں اور اپنا وکیل

بھیج دیں تو مشائخ نے اختلاف کیا فقہ ابوالمیث نے فرمایا کہ ہماری رائے ہو کہ ہم وکالت قبول کر لیں خواہ مکمل
شرعی ہو یا وضع ہو یہ جو اہل اخلاقی میں ہو ایک عورت مستورہ اپنے شوہر کے گھر میں ہو کہ اسکو کوئی ایسی علت ہے
کہ شوہر کے گھر سے اسکا نکلنا بن نہیں پڑتا ہو اس پر ایک شخص نے بدون گواہوں کے کچھ دعویٰ کیا تو اس مدعی کو اسکے
شوہر سے خصوصیت کا اختیار نہیں ہو اور شوہر کو بھی اختیار نہیں ہو کہ مدعی کو عورت کے وکیل یا عورت سے خصوصیت
کرنے سے منع کرے یہ قمارے قاضی خان میں ہو اگر کہا کہ میں نے فلاں شہر کے لوگوں پر اپنے تمام حقوق میں خصوصیت
کے واسطے تجھے وکیل کیا تو وہ شخص تمام حقوق میں جو وکیل کے روز ہین پاسدا ہوں استخوانا اسی شہر کے لوگوں سے
خصوصیت کر سکتا ہو اور اگر کہا کہ فلاں شخص پر اپنے حق کی خصوصیت کی واسطے وکیل کیا تو ہر حق میں جو فقط وکیل کے
روز موجود ہو خصوصیت کر سکتا ہو یہ خلاصہ میں لکھا ہو اگر کہا کہ میں نے تجھ کو خصوصیت کے واسطے وکیل کیا اور اس سے
زیادہ نہ کہا تو وکیل ہو گا اور اگر کہا کہ جو ہمارے درمیان جھگڑا ہو اسکے واسطے تجھے وکیل کیا یا ہمارے درمیان جھگڑے
میں خصوصیت کی واسطے وکیل ہو یا اسکے مشابہ بیان کیا تو شیخ الاسلام خواہر زادہ و امام احمد طوادی نے سنایا
کہ وکیل ہو جائیگا اور شمس الائمہ نے ذکر کیا کہ ہو گا یہ ذخیرہ میں ہو اگر مال معین پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل
کیا تو بالاتفاق وہ وکیل خصوصیت نہ ہو گا یہ سراج الوباح میں ہو شفعہ کے طلب کرنے اور بہ سبب عیب کے
واپس کرنے اور بٹوارہ کے واسطے جو وکیل ہو وہ بالاجل وکیل خصوصیت ہو کہ انی الحادی یہاں تک کہ وکیل
شفعہ کو لے گا اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ موکل نے شفعہ دیدیا ہو اور وکیل پر اس امر کے گواہ قائم کیے تو مقبول
ہوئے بطرح اگر مشتری نے بیع میں عیب پایا اور ایک شخص کو واپس کرنے کا وکیل کیا اور بائع نے کہا کہ مشتری
عیب پر رضی ہو گیا ہو اور وکیل نے انکار کیا اور بائع نے اسکی رضامندی کے گواہ قائم کیے تو مقبول ہو گئے اور
اسی طرح جبہ دہیں کر نیکیے وکیل پر اگر موہوب لے لے گواہ قائم کیے کہ وہاں بیع نے عوض لے لیا ہو یا بیع میں زیادتی ہوئی
ہو تو مقبول ہوئے اور ایسے ہی وکیل تقسیم سے اگر ایک شریک نے جسے اسکو وکیل نہیں کیا ہو کہا کہ میرے شریک نے
اپنا حصہ لے لیا اور وکیل نے انکار کیا پھر مدعی نے اپنے دعوے کے گواہ سناے تو مقبول ہوئے یہ سراج الوباح میں ہے
قرض وصول کر نیکیے وکیل کر کے طالب غائب ہو گیا اور مطلوب پر قرضہ کے گواہ قائم ہو گئے سنئے کہا کہ میں طالب سے
اس امر کی قسم لیتا جا رہا ہوں کہ سنئے مجھ سے وصول نہیں پایا تو اسکو وکیل کو ادا کر دینا لازم ہو گا بطرح شفعہ طلب
کر نیکیے وکیل کا حکم ہو کہ اگر شفعہ پر دعویٰ ہو کہ سنئے شفعہ دیدیا تو حکم ہو گا کہ وکیل کو گھر پر دیکھا جاوے پھر شفعہ حاضر ہو گا تو اس
قسم لیا جائیگی بطرح استحقاق ثابت کر نیوالے کے وکیل قبض پر اگر یہ دعویٰ ہو کہ مشتری نے کہا کہ مستحق نے اجازت دیدی
ہو تو اسکو حکم کیا جائیگا کہ بیع وکیل کے سپرد کر دے پھر جب مستحق حاضر ہو تو مشتری اس سے قسم لے سکتا ہے
یہ محیط خرسی امین ہو قرضہ وصول کرنے کا وکیل امام عظیم کے نزدیک وکیل خصوصیت ہوتا ہو حتیٰ کہ اگر اس پر اس
امر کے گواہ پیش ہوں کہ موکل نے وصول کر لیا یا مطلب کو معاف کر لیا تو امام کے نزدیک مقبول ہوں گے اور
صاحبین نے فرمایا کہ وہ خصم نہیں قرار پائے گا اور اسکو حسن نے امام عظیم سے بھی روایت کیا ہو کہ انی الامدا یہ

اور اگر قرضدار نے قرضہ سے انکار کیا اور قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے قرضہ ثابت کر نیکی واسطے گواہ منائے تو امام عظم کے قول پر مقبول ہوئے اور صاحبین کے قول پر مقبول نہ ہوئے اور قاعدہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہو کہ اگر توکیل ایسی چیز کے وصول کے واسطے ہو جو موکل کی ملک ہو تو وکیل اسکے اثبات کی واسطے خصم قرار نہ پا دینگا اور اگر ایسی چیز کے واسطے ہو جو ہر وجہ سے غیر کی ملک ہو اور توکیل اس پر حق موکل کی وجہ سے ہو تو اثبات کی واسطے وکیل خصم قرار دیا جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے۔ قاضی نے اگر غائب شخص کے قرضوں کے وصول کر نیکی واسطے کسی کو وکیل کیا تو غصہ کے نزدیک ایسا وکیل وکیل خصوصیت نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر خصوصیت کی واسطے کسی کو وکیل مقرر کیا تو کسی چند صورت میں ہر اول یہ کہ اسکو خصوصیت کی واسطے وکیل کر دے اور کسی دوسری چیز سے تعرض نہ کرے اور اس صورت میں بالاجماع انکار کا وکیل ہو اور تینوں اماموں کے نزدیک اقرار کا بھی وکیل ہو پھر ہمارے علمائے اختلاف کیا کہ امام عظم و امام محمد نے فرمایا کہ توکیل خصوصیت مجلس حکم میں توکیل اقرار کا حتیٰ کہ اگر مجلس حکم میں اپنے موکل پر کسی امر کا اقرار کیا تو صحیح ہو اور اگر غیر مجلس حکم میں اقرار کیا تو صحیح نہیں ہے اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ مجلس حکم وغیر مجلس حکم دونوں میں اسکا اقرار صحیح ہو مگر ان دونوں اماموں کے نزدیک اگر غیر مجلس حکم میں اقرار کیا اور اسکا اقرار صحیح نہ ٹھہرا تو وہ شخص وکیل نہ باقی رہے گا یہاں تک کہ اسکے بعد خصوصیت کرنے سے منع کر دیا جائے گا کذا فی الذخیرہ اور اگر وکیل خصوصیت نے حد قذف و قصاص کا اقرار کیا تو صحیح نہیں ہو کذا فی التنبیہ۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایسی خصوصیت کا جو جائز الاقرار نہیں ہو وکیل کرے اور اس صورت میں انکار کا وکیل ہوگا۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ خصوصیت میں بلا جواز انکار وکیل کرے اور اس صورت میں اقرار کا وکیل ہوگا اور ہر دو استثنائے ہر روایت میں صحیح ہو اور چوتھی یہ کہ خصوصیت میں بجواز اقرار وکیل کرے اور اس صورت میں خصوصیت اور اقرار کا وکیل ہوگا حتیٰ کہ اگر اسنے موکل پر اقرار کیا تو ہمارے نزدیک صحیح ہو اور پانچویں یہ ہے کہ وکیل سے کہا کہ میں نے تجھے خصوصیت کا وکیل بلا جواز اقرار و انکار مقرر کیا اور اس صورت میں متاخرین نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ یہ توکیل اصلاً صحیح ہی نہیں ہے اور قاضی عالم صاعدنیشا پوری سے منقول ہے کہ توکیل صحیح ہو اور یہ وکیل وکیل سکوت ہو تاکہ مجلس حکم میں حاضر ہو کر گواہوں کو سنے یہ ذخیرہ میں ہے۔ اقرار کے واسطے وکیل کرنا جائز ہو اور موکل فقط وکیل کرنے سے مقرر ہوگا اور اقرار کے واسطے وکیل کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وکیل سے یوں کہے کہ میں نے تجھے خصوصیت کا اور اپنے اوپر سے مذمت رفع کرنے کا وکیل کیا پس جب تو دیکھے کہ انکار سے مجھے مذمت آتی ہو اور اقرار کرنا تیری رائے میں صواب معلوم ہو تو مجھے اقرار کر دے کہ میں نے تجھے اسکی اجازت دیدی۔ اور اگر خصومات اور اپنے حقوق لوگوں سے لینے کے واسطے اس شرط پر وکیل کیا کہ موکل پر جو دعوے ہوں ان میں وکیل نہیں ہو تو جائز ہے یہ خزائنہ المفتین میں لکھا ہے پس اگر وکیل نے موکل کی واسطے مال ثابت کیا پھر مدعا علیہ نے اسکا دفعیہ کرنا چاہا تو وکیل پر کسی جماعت نہ ہوگی ایسا ہی صدر الشہید برہان الدین کا فتویٰ ہے کہ کذا فی المحيط کتاب الاقصیہ میں ہے کہ اور اگر خصوصیت کی واسطے وکیل

مقرر کرنے والا مطلوب ہو اور اسنے طالب سے خصوصیت کے واسطے ایک شخص کو وکیل مقرر کیا مگر یہ شرط کی کہ اسکا قرار صحیح نہیں ہو تو امام ابو یوسف کے قول میں یہ جائز ہو اور امام محمد نے فرمایا کہ اگر مطلوب نے ایسا وکیل مقرر کیا اور طالب نے کہا کہ مجھے سوائے اسکے پسند نہیں ہو کہ تو میری خصوصیت کی واسطے اپنے قائم مقام کوئی شخص مقرر کر کہ اس کا اقرار مثل تیرے اقرار کے جائز ہو یا خود حاضر ہو کر رو بکاری کر تو مطلوب سے کہا جائے گا کہ یا ایسا شخص مقرر کر یا خود حاضر ہو اس طرح اگر موکل طالب ہو اور اسنے ایسا وکیل کیا اور مطلوب نے کہا کہ میں رضی نہیں ہوں مگر اس صورت میں کہ یا خود تو رو بکاری کر یا ایسے شخص کو مقرر کر کہ میری محبت کی سپر سماعت ہو اور تیرے مال وصول پانے کا اسکا اقرار صحیح ہو تو اسکو یہ اختیار ہو بشرطیکہ طالب حاضر ہو اور اگر غائب ہو اور اسنے ایسا وکیل کر دیا جسکا اقرار صحیح نہیں ہو تو مطلوب کو یہ اختیار نہیں ہو کہ وکیل سے خصوصیت کرنے سے انکار کرے اور کہے کہ میں تجھ سے اسوقت تک رو بکاری نہ کروں گا کہ جب تک تیرا اقرار تیرے موکل پر جائز نہ ہو جاوے یہ ذخیرہ میں ہو ایک شخص پر کسی کا دعویٰ اور نالش دائر تھی اسکے طلب کے موافق مدعا علیہ نے قاضی کے سامنے کسی کو وکیل خصوصیت کیا اور وکیل حاضر ہو پس اسنے قبول کیا پھر جب قاضی کے پاس سے دونوں باہر گئے تو مدعا علیہ نے دعویٰ سے کہا کہ میں نے اسکو وکالت سے برطرف کیا اور فلان بن فلان مخدومی کو وکیل خصوصیت مقرر کیا اور یہ فلان شخص غائب ہو تو طالب کو اختیار ہو کہ یہ وکالت قبول نہ کرے کسی نے ایک شخص کو ایک شخص کی نالش میں وکیل کیا پھر موکل نے وکیل قاضی کے پاس آیا اور ایک دوسرے شخص کو ساتھ لایا اور قاضی سے موکل نے کہا کہ میں نے فلان شخص کی نالش میں اسکو وکیل کیا تھا اور یہ سفر کو جانا چاہتا ہوں اور مجھے سبکی طرف سے بدگمانی ہو کہ شاید تمھیں کسی چیز کا اقرار کر دے کہ میرے ذمہ لازم ہو جاوے اسلئے میں نے اسکو وکالت سے برطرف کر کے اس دوسرے کو وکیل کیا تو قاضی بدوین جسم کے حاضر ہوئے اپنے حکم سے اسکو قبول نہ کر گیا اور اپنے پیادوں میں سے کسی کو جسم کی طلبی کیواسطے مقرر کر گیا پس اگر انھوں نے جسم کو نہ پایا تو اسوقت پہلے کو برطرف کر کے دوسرے کو وکیل مقرر کر دیا اور مدعا علیہ سے مضبوطی کر کے گایہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو اگر کسی کو اپنے حقوق طلب کرنے اور وصول کرنے اور انہیں خصوصیت کر نیکی واسطے وکیل کیا بشرطیکہ وکیل کی صلح یا کسی گواہ کی تبدیل جو ایسے امر کی سپر گواہی دے جس سے حق باطل ہو تو جائز نہیں ہو تو وکالت اس شرط کے ساتھ جائز ہو پس اگر وکیل نے اقرار کیا کہ قرض خواہ موکل نے یہ قرضہ قرضدار سے وصول کر لیا ہو تو جائز نہیں ہو اور اگر یوں کہا کہ میں نے یہ قرضہ قرضدار سے وصول کیا اور وہ ضائع ہو گیا یا میں نے طالب کو دیدیا تو اقرار صحیح ہو اور قرضدار برسی ہو گیا یہ ادب القاضی میں ہو اگر اپنی نالش میں اسے وکیل کیا پھر چاہا کہ اسکا اقرار مستثنیٰ کر دے پس اگر طالب کی حاضری میں ایسا کیا تو جائز ہو ورنہ اگر وہ حاضر نہیں ہو تو بھی امام محمد کے نزدیک ایسا ہی ہو بخلاف امام ابو یوسف کے۔ اور ایسا ہی اختلاف ہو اس صورت میں کہ اگر مطلوب نے اپنے وکیل کو وکیل کرنیکی اجازت دی پھر چاہا کہ اس اجازت سے اسکو روک دے تاکہ وکیل کوئی دوسرا وکیل نہ کر سکے تو امام محمد کے نزدیک صحیح ہو اگرچہ بدوین موجودگی طالب کے ہو یہ عیض میں لکھا ہو۔ اگر اپنے گھر کی بابت

تالش دائر کرنے اور اس پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پس قابض نے وہ گھر فروخت کر دیا اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا تو وکیل کو مشتری سے مخاصمت کا اختیار ہوا اور اگر خاص فلاں شخص سے اس گھر کی بابت تالش کرنے کا وکیل تھا اور اُس نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو دوسرے سے مخاصمت نہیں کر سکتا یہ ذخیرہ میں ہے اور اگر قابض نے خدمت کے واسطے وکیل کیا اور وہ گھر فروخت نہیں کیا تو اس وکیل کو اختیار ہے کہ قابض کے وکیل سے مخاصمت کرے اور اگر کہا کہ فلاں شخص سے اس گھر کی بابت مخاصمت کرے پھر وہ گھر دوسرے شخص کے قبضہ میں نکلا تو وکیل دونوں میں سے یعنی فلاں شخص اور دوسرے شخص کسی سے مخاصمت نہیں کر سکتا ہے اور اگر موکل نے کسی کا نام نہیں لیا تو جسے قبضہ میں گھر پایا جاوے وکیل اُس سے مخاصمت کر سکتا ہے اور اگر وہ گھر کسی غلام کے قبضہ میں تھا اور اسے کسی کو مخصص کے واسطے کہ فلاں مدعی سے مخاصمت کرے وکیل کیا پھر دوسرے شخص نے اس پر دعویٰ کیا تو غلام کا وکیل اس دوسرے مدعی سے مخاصمت نہیں کر سکتا ہے بلکہ پہلے مدعی اور اس کے وکیل سے مخاصمت کر سکتا ہے یہ مرسوم میں ہے اگر فلاں قاضی کے پاس مخاصمت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اس کو دوسرے قاضی کے پاس مخاصمت کا اختیار ہے اور اگر فلاں قاضی کے پاس مخاصمت پیش کرنے کا وکیل کیا تو دوسرے قاضی کے سامنے پیش کرنے کا اختیار نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ کل جو زمین میری خراسان میں ہے اس کی مخاصمت کے واسطے تو میرا وکیل ہے اور جس کے قبضہ میں زمین تھی وہ خراسان سے کو زمین آیا ہے تو اس کو کو زمین مخاصمت کا اختیار ہے اور اگر وکالت قرضہ کی بابت ہو تو کو زمین مخاصمت نہیں کر سکتا ہے اور اگر کہا کہ میرا قرضہ جو کو زمین ہے پھر چند لوگ خراسان سے کو زمین آئے اور موکل کا اُن پر قرضہ ہو تو وکیل اُن سے کو زمین مخاصمت کر سکتا ہے۔ ایک شخص نے اپنے ہر حق کے طلب کے واسطے اور اس میں مخاصمت کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے ایک دارموکل کے قبضہ میں سے غصب کر لیا تو وکیل اس میں مخاصمت کر سکتا ہے اور اگر کوئی گھر فروخت ہوا اور اس میں موکل کا حق شفعہ ہو تو یہ وکیل اس کو طلب نہیں کر سکتا ہے ہاں اس کو یہ اختیار ہے کہ جس شفعہ کی نسبت موکل کے واسطے حکم قاضی ہو گیا ہو اس پر قبضہ کرے کذا فی احادیث۔ ایک شخص کے قبضہ میں ایک غلام ہے کہ کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کا غلام ہوں ملکی ملکیت میں پیدا ہوا ہوں اور اُس نے مجھے اپنے نفس کی بابت مجھے مخاصمت کرنے کا وکیل کیا ہے تو قابض کو یہ اختیار نہیں ہے کہ غلام کو منع کرے بشرطیکہ غلام کے پاس وکالت کے گواہ موجود ہوں اور اگر غلام نے کہا کہ مجھے فلاں شخص نے تیرے ہاتھ فروخت کر دیا اور میں پر قبضہ نہیں کیا اور مجھے دام وصول کرنے کا وکیل کیا ہے تو قابض کو اختیار ہے کہ مخاصمت سے منع کرے کیونکہ اس صورت میں وہ قابض کی ملکیت کا اقرار کرتا ہے اور پہلی صورت میں منکر ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ مطلوب نے فلاں مدعی کے دعوے میں مخاصمت کے واسطے کسی کو وکیل کیا تو اگر اجازت دی کہ جس کو اس کی رائے میں آوے وکیل کرے تو یہ جائز ہے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو وکیل کیا اور طالب نے اس پر کوئی حق ثابت کیا یا نہ کیا یہاں تک کہ اول نے دوسرے کو وکالت سے برطرف کر دیا تو جائز ہے خواہ طالب موجود ہو یا نہ ہو اور اگر پہلے وکیل نے طالب کی موجودگی میں کسی کو طلب کی طرف

سے اس طالب کے ساتھ خصوصت کرنیکے واسطے وکیل کیا اور دوسرے نے وکالت قبول کر لی پھر پہلا وکیل مر گیا تو دوسرا وکیل اپنے حال پر وکیل باقی رہی یہ ادب القاضی میں ہے۔ اگر کسی کو خصوصت میں وکیل کیا اس شرط کے ساتھ کہ جسکو وکیل چاہے وکیل کرے پھر مدعا علیہ نے بدون موجودگی مدعی کے گواہ کر دیے کہ میں نے وکیل سے دوسرے وکیل کرنے کا اختیار نکال لیا تو جائز ہے اور یہ امام محمد کے نزدیک ہے اور اسی پر فتویٰ ہے کہ فانی فتاویٰ قاضی خان۔ منجملہ وکیل خصوصت کے احکام کے یہ ہے کہ جب حق موکل پر ثابت ہو جاوے تو اس پر لازم نہ ہوگا اور نہ وہ قید کیا جائے گا اگرچہ عام وکیل ہو کیونکہ اگر نا اور ضمان دینا اس سے انتظام نہیں پاتا ہے یہ بجز الرائق میں ہے۔ ایک شخص کو خصوصت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جو تو کرے وہ جائز ہے پس وکیل نے دوسرے کو اس کام کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اور دوسرا وکیل پہلے وکیل کا وکیل نہیں بلکہ موکل کا وکیل ہوگا اور اگر پہلا وکیل مر گیا یا مجنون ہو گیا یا معزول ہو گیا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا تو دوسرا وکیل معزول نہ ہوگا۔ اور اگر موکل اول مر گیا یا مجنون ہوا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں جا ملا تو دونوں وکیل معزول ہو جائیں گے اور اگر پہلے وکیل نے دوسرے کو معزول کیا تو جائز ہے کہ فانی فتاویٰ قاضی خان

فصل یہ تقاضائے قرض اور اسکے وصول کرنے کے وکیل کے احکام میں۔ اگر کسی شخص کو اپنے تقاضائے قرض کیواسطے وکیل کیا تو جائز ہے خواہ مطلوب راضی ہو یا نہ خواہ موکل حاضر ہو یا غائب ہو خواہ صحیح ہو یا مریض ہو مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم ائمہ وقت ہے کہ مطلوب قرض کا اقرار کرتا ہو اور اگر منکر ہو تو امام عظیم کے نزدیک اگر موکل صحیح حاضر ہو تو بدون رضا مندی خصم کے وکیل کرنا صحیح نہیں ہے اور اسی قول کی طرف شمس الائمہ حلوائی نے میلان کیا ہے اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ ہر حال میں تو وکیل صحیح ہے یہ محیط میں ہے۔ تقاضے کا وکیل وصول کرنے کا بھی وکیل ہوتا ہے کیونکہ تقاضا بروزن تقاعیل مانو ذائقنا سے ہے جسکے معنی وصول کرنے کے ہیں پس تقاضے کی تو وکیل وصول کرنے کی تو وکیل صحیح ہے اور ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ تقاضے کے وکیل کو وصول کرنے کا اختیار نہیں ہو کیونکہ ہمارے ملک میں اسکے برخلاف عادت جاری ہے اور اس میں مشائخ نے اختلاف کیا ہے کہ اسکو خصوصت کرنے کا اختیار ہی یا نہیں ہے اور بعض نے فرمایا کہ امام اعظم کے نزدیک اسکو خصوصت کا اختیار حاصل ہونا ضروری ہے اور یہی اصوب و اشبہ ہے کیونکہ امام محمد نے اس مسئلہ کے بعد کتابا لو کالت میں ذکر کیا کہ تقاضے کا وکیل خصوصت کا وکیل تو ہے اور جس شخص پر کسی کا مال ہے اسکی ملازمت اور پیچھا پکڑنے کیواسطے اگر کوئی وکیل کیا تو وہ وکیل قبضہ کرنے کا وکیل نہیں ہوتا ہے یہ محیط سرخسی میں ہے۔ خصوصت کے واسطے وکیل مقرر کرنا ہمارے صحاب ثلاثہ کے نزدیک قرض وصول کرنے کا وکیل مقرر کرنا ہے اور امام زفر نے فرمایا کہ قرض وصول کرنے کا وکیل نہ ہوگا اور صدر الشہید رحمہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے قول پر فتویٰ نہیں ہے بلکہ امام زفر کے قول پر فتویٰ ہے اور نوابین میں ہے کہ فقہ ابو الیث نے یہ اختیار کیا ہے کہ اسکو وصول کرنے کا اختیار نہیں ہے اور ایسا ہی متاخرین نے اختیار کیا ہے اور اہم ہی کو لیتے ہیں یہ خلاصہ میں لکھا ہے۔ اگر اسکو ہر قرض کے تقاضے کے واسطے وکیل کیا یا اسکو اپنے

ہر حق کے واسطے جو لوگوں پر ہو وکیل کیا یا اسکو اپنے ہر حق کے طلب کے واسطے جو فلان شہر میں پائے جاتے ہیں وکیل کیا تو یہ وکیل اُن حقوق سے جو موجود ہیں اور اُن حقوق سے جو پیدا ہوں استحساناً متعلق ہوگی اور اگر اسکو اپنے قرضہ کے وصول کرنے کے واسطے جو فلان شخص پر ہو یا کل قرضہ کے واسطے جو فلان و فلان شخصوں پر ہو وکیل کیا تو کیا وہ ذات میں مذکور ہو کہ یہ وکیل موجودہ قرضہ سے متعلق ہو اور جو آئندہ پیدا ہو اُس سے متعلق نہیں ہے نہ قیاساً اور نہ استحساناً یہ ذخیہ میں ہو اگر کسی نے کہا کہ تو میرے ہر قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہے اور اسکا آج کے روز کچھ کسی پر قرض نہ تھا پھر اسکا قرض ہو گیا تو یہ وکیل اُسکے وصول کرنے کا وکیل ہوگا کذا فی احادیث۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے ہر حق کے وصول کرنے میں جو پیدا ہو اور اس میں خصوصیت کے واسطے تو وکیل ہو اور تیرا فعل جائز ہو تو اس میں قرض اور ودیعت اور عاریت اور ہر حق کہ جسکا موکل مالک ہو داخل ہو لیکن نفقہ خجلہ اُن حقوق کے ہو کہ اسکا مالک نہیں ہو کذا فی البحر الرائق۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے ہر حق وصول کرنے کیواسطے جو لوگوں پر آتا ہو اور اُسکے پاس ہو اور اُسکے ساتھ اور اُسکے قبضہ میں اور جو حق آئندہ پیدا ہو اور شرکیوں میں باہمی تقسیم کیواسطے اور جس چیز کا روکنا مصلحت جانے روک دے یا جسکو دنیا اسکی رائے میں آوے اُس سے روک اٹھاوے ان سب کے واسطے وکیل کیا اور اسکی ایک تحریر لکھ دی اور آخر میں تحریر کر دیا کہ یہ وکیل خصوصیت کے لئے لا اور خصوصیت کیا گیا دونوں ہو سکتا ہے پھر ایک قوم نے موکل کی طرف اپنے مال کا دعویٰ کیا اور موکل غائب ہو اور وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ میں اسکا وکیل ہوں اور مال سے انکار کیا پس مدعیوں نے اپنے گواہ موکل پر قائم کیے تو انکو وکیل کے قید کرانے کا اختیار نہیں ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر ایک مکاتب دو شخصوں میں مشترک ہو پھر ایک نے اسکو اپنا قرضہ دوسرے شریک یا غیر سے وصول کر نیکی واسطے یا دوسرے سے خرید و فروخت یا غیر سے خرید و فروخت کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر ایک نے اسکو ایک غلام دوسرے کے ہاتھ یا غیر کے ہاتھ بیچنے یا شریک یا غیر کے ساتھ خصوصیت کرنے کے واسطے وکیل کیا تو بھی جائز ہے۔ اسی طرح اگر اُسکے دو لون مالکوں کے درمیان جھگڑا ہو اور اُس نے ایک کے بیٹے یا غلام یا مکاتب کو اس خصوصیت کے واسطے وکیل کیا یا خرید و فروخت کیلئے وکیل کیا تو بھی جائز ہے یہ مبسوط میں ہے۔ قرضہ وصول کر نیکی وکیل کو اختیار نہیں ہے کہ قرضدار نے اگر کسی پر اتر دیا تو یہ حوالہ قبول کرے کذا فی الخلاصہ وکیل قبض دین کو قرضہ قرضدار کو ہبہ کر دینے یا مدت میں تاخیر دینے یا اسکو بری کر دینے یا رہن لے لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر اُس نے مال کا کفیل لے لیا تو جائز ہے اور اگر کفیل اس شرط پر لیا کہ قرضدار بری ہے تو برات جائز نہیں ہے اور اگر طالب نے قرضدار سے کفیل لے لیا تو وکیل کفیل سے تقاضا نہیں کر سکتا جو کذا فی احادیث۔ اگر رہن وکیل کے پاس تلف ہو گیا تو اسکی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وکیل نے کہا کہ مجھے طالب نے رہن لے لینے کا حکم کیا اور مطلوب نے اسکو رہن دیدیا تو اس صورت میں مطلوب کو اختیار ہے کہ وکیل سے قیمت رہن یا قرض سے جو کم ہو اسقدر ضمان لے یہ مسئلہ اصل میں مطلقاً مذکور ہے اور فقہ الاسلام نے اسی طرح میں فرمایا کہ اگر مطلوب نے وکالت میں شریک لکھ دیا یا اسکی رہا یا تصدیق کی اور پھر ضمان کی شرط نہ لیا

تو ضمان لینے کا اختیار ہوگا اور اگر تصدیق کے ساتھ ضمان کی شرط نہ بیان کی تو ضمان نہیں لے سکتا ہو اور دوسری صورت یہ ہو کہ وکیل نے کہا کہ مجھے موکل نے رہن لینے کا حکم نہیں کیا یا جو اسکے مطلوب نے اسکو رہن دیدیا اور وہ وکیل کے پاس تلف ہوا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر کسی شخص کا قرضہ دوسرے پر کسی وجہ سے واجب ہو اسی اُسے اسکے وصول کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا تو جائز ہو اور جب اسے وصول پایا تو قرضہ ابری ہو گیا اور جو کچھ وکیل نے وصول پایا وہ موکل کی ملک ہو اور وکیل کے پاس امانت ہے جس صورت میں و دعوت میں ضمان آتی ہے اس میں بھی آوے گی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر اس واسطے وکیل کیا کہ فلاں شخص سے میرا قرضہ لیکر فلاں شخص کو میری طرف سے ہبہ کرے تو جائز ہو اور اگر قرضہ ابرے کہ اس میں نے فلاں شخص کو دیدیا اور موہوب لہ نے اسکی تصدیق کی تو جائز ہو اور اگر تکذیب کی تو قرضہ ابرے تصدیق نہ کی جائیگی اور اگر قرضہ ابرے وصول کرنے اور فلاں شخص کو ہبہ کر دینے کے واسطے وکیل کیا پس قرضہ ابرے کہ اس میں نے وکیل کو دیدیا اور وکیل نے تصدیق کی پھر وکیل نے کہا کہ میں نے موہوب لہ کو دیدیا تو قرضہ ابرے وصول کرنے اور فلاں شخص کو ہبہ کر دینے کے واسطے وکیل کیا پس قرضہ ابرے کہ اس میں نے وکیل کو دیدیا اور وکیل نے تصدیق کی اور وکیل ادا سے امانت سے وکیل کی اس بارہ میں تصدیق نہ ہوگی کہ موہوب لہ ثبوت ہبہ ہو یعنی ہبہ کرنے والا اس سے اس ہبہ کو واپس کر سکے۔ اسی طرح اگر کسی نے وکیل کیا کہ جو کچھ میرے مکان پر ہے اسکو وصول کر کے فلاں شخص کو ہبہ کر دے تو جائز ہے یہ مہبوط میں ہے۔ قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل نے اگر قرضہ وصول کیا پھر وکیل وکیل قرضہ وصول کرنے کا آیا تو اسکو پہلے وکیل سے لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر یہ دوسرا وکیل ہر چیز موکل کی قبضہ کرنے کے واسطے وکیل ہے تو اسکو اختیار ہے کہ پہلے وکیل سے لیکر اپنے قبضہ میں کر لے اور پہلے وکیل کو دوسرے وکیل سے کوئی چیز لینے کا اختیار نہیں ہے کذا فی الخلاصہ۔ اگر مسلمان نے کسی مرتد کو اپنا قرضہ وصول کرنے کا وکیل کیا پس اُسے وصول کیا یا وصول کر کے تلف ہو جانے کا اقرار کیا پھر مرتد اپنے قرضہ ہبہ کر کے قتل کیا گیا تو ہبہ وصول کر لینا جائز ہے گا اسی طرح اگر وکیل حربی تھا اور اُسے وصول کیا پھر دار الحرب میں جا ملا تو بھی یہی حکم ہے یہ مہبوط میں ہے اگر قرضہ غلام کو کسی نے وکیل کیا کہ اپنے مالک سے میرا قرضہ جو مالک پر آتا ہے وصول کر دے تو جائز ہے اور اگر ایسے غلام نے وصول کرنے اور تلف ہو جانے کا اقرار کیا تو مالک بری ہو جائے گا اور اگر کسی نے ایسے قرضہ غلام کے مالک کو وکیل کیا کہ اپنے غلام سے قرضہ وصول کر دے تو وکیل کرنا اور وصول کرنا دونوں جائز نہیں ہیں یہ بحر الرائق میں لکھا ہے محتمل رہے اگر محیل کو وکیل کیا کہ محتمل علیہ قرضہ وصول کر دے تو صحیح نہیں ہے اور اسی طرح اگر قرضہ خواہ نے قرضہ ابرے کو وکیل کیا کہ اپنی ذات سے میرا قرضہ وصول کر دے تو بھی صحیح نہیں ہے نوادر بشر میں روایت ہے اگر مال کا کوئی شخص کفیل ہو اور طالب اسکو مطلوب سے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اُسے وصول کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اسکے پاس تلف ہو گیا تو ضمان نہیں ہے یہ ذخیرہ میں ہے۔ غلام قرضہ ابرے کو اسکے مالک نے آزاد کیا ہے کہ قرضہ ابرے کو اسکی قیمت کی ضمان دی اور جمع قرض کا مطالبہ غلام سے ہے اگر طالب نے اسکو غلام سے مان وصول کرنے کا وکیل کیا تو باطل ہے یہ ہبہ

مین ہو۔ نوادر بن سماعہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک شخص کے دو شخصوں پر ہزار درم قرض ہیں اور
 ہر ایک دوسرے کا کفیل ہے پس قرضخواہ نے خاص ایک قرضدار سے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے
 دوسرے سے وصول کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہیں اور اُس کا ایک کفیل
 ہے پس طالب نے ایک شخص کو اسیل سے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے کفیل سے وصول کیا تو جائز
 ہے یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر ایک شخص کو اپنا قرضہ وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور اُس نے قبول کرنے سے انکار کیا
 پھر اُس کے بعد وکیل نے جا کر قرضہ قرضدار سے وصول کیا تو قرضہ ابری نہ ہوگا اور قرضہ بحال باقی رہے گا اور اُس کا
 وصول کر لینا مثل اجنبی کے وصول کرنے کے ہے یہ سراج الوباح میں ہے۔ کسی کو اپنے قرضہ وصول کرنے کا
 وکیل کیا اور وکیل نے قرضدار سے وصول کیا اور اُس کو زیون یا ستوق یا نہرہ یا رصاص پایا اور واپس کر دیا
 تو قیاساً ضامن ہوگا اور استحساناً ضامن نہ ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ یہ قیاس اور استحسان ایسی صورت میں ہے کہ قرض کو
 زیون یا نہرہ پا کر واپس کرنا چاہا تو قیاس چاہتا ہے کہ بدون رائے لینے موکل کے واپس کرے اور اگر اس کو آگاہ کیا
 اور واپس کر دیا تو ضامن ہوگا اور استحساناً بدون رائے لینے موکل کے واپس کر سکتا ہے اور جب واپس کیا تو ضامن
 نہ ہوگا اور ستوق و رصاص کی صورت میں بدون آگاہی رائے موکل کے واپس کر سکتا ہے اور واپس کر کے قیاساً استحساناً
 ضامن نہ ہوگا یہ محیط میں ہے۔ قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر قرضدار سے عروض لے لیے اور موکل راضی
 نہیں ہو اور عروض نہیں لیتا ہے تو وکیل کو اختیار ہے کہ قرضہ عروض واپس کر دے اور اس سے قرض کماٹا
 کرے یہ جو اہر الفتاویٰ میں لکھا ہے ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم کھرے ہیں اُس نے اُن کے وصول کرنے کے واسطے
 ایک شخص کو وکیل کیا اور اس کو آگاہ کر دیا کہ درم کھرے ہیں پس وکیل نے ہزار درم غلہ کے جان بوجھ کر وصول کر لیے
 تو موکل پر جائز نہیں ہوئے اور اگر ضائع ہو گئے تو وکیل ضامن ہوگا موکل پر کچھ ضمان نہیں ہو اور اگر بدولت جانے
 ہوئے قبضہ کر لیا تو قبضہ جائز ہے اور ضامن نہ ہوگا اور واپس کر سکتا ہے اور کھرے لے سکتا ہے اور اگر اُس کے ہاتھ میں تلف
 ہوئے تو گویا موکل کے پاس تلف ہوئے اور امام غلام کے نزدیک کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ کے
 نزدیک اُن کے مثل واپس کر کے کھرے لے سکتا ہے کذا فی الحاشیہ قرضہ وصول کرنے کے وکیل نے اگر کہا کہ میں نے
 قرضہ وصول کیا اور وہ میرے پاس تلف ہوا یا میں نے موکل کو دیدیا اور موکل نے اُسکی تکذیب کی تو قرضدار کی
 برائت کے باب میں اُسکی تصدیق کچھ ایسی اور اس باب میں تصدیق نہ کی جائیگی کہ استحقاق ثابت ہونے کی صورت میں موکل
 سے کچھ لیا جاوے یعنی مقبوضہ وکیل میں کسی نے ایسا استحقاق ثابت کیا اور وکیل سے ضمان لے لی تو وکیل اپنے
 موکل سے نہیں لے سکتا کذا فی المحیط۔ قرضدار نے اگر قرضخواہ کو کوئی مال معین دیا اور کہا کہ اس کو فروخت کر کے
 اپنا حق سہیں سے لے لے اُس نے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے اور وہ اُس کے پاس تلف ہو گئے تو قرضدار کا مال
 گیا تا وقتیکہ قرضخواہ اُس پر انی ذات کے واسطے قبضہ نہ کرے اور اگر کہا کہ اُس کو بعض اپنے حق کے فروخت کر گئے
 فروخت کیا اور دام وصول کر لیے تو اپنے حق کا قابض ہو گا حتیٰ کہ اگر اس کے بعد تلف ہو جاوے تو قابض کا مال گیا

اگر قرضدار نے قرضہ سے اپنی جان چھڑانے کے واسطے وکیل کیا تو صحیح ہے اور مجلس تک وکالت مقصور نہ ہوگی
 کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ اگر قرضدار نے کہا کہ میرے دس درم جو تجھے آتے ہیں میری طرف سے فقیروں کو
 صدقہ کر دے یا کہا کہ جو میرا تجھے میرے میرے قسم کا کفارہ ادا کرے یا کہا کہ میرے دس درم سے جو تجھے آتے ہیں
 میرے مال کی زکوٰۃ دیدے تو بالاجماع وکالت صحیح ہے ایسا ہی شمس الائمہ نے ذکر کیا ہے اور کتاب الاجارات میں
 مذکور ہے کہ اگر کسی نے ایک جانور ایک شہر سے دوسرے شہر جانے کے واسطے کرایہ کیا پھر کرایہ پر دینے والے نے
 کرایہ کرنے والے سے کہا کہ کرایہ سے ایک غلام خریدے کہ جو کو چلاے وکالت صحیح ہے اور اس میں کسی کا خلاف ذکر نہیں کیا اور
 اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے کہ اگر کوئی گھر کرایہ پر لیا پھر کرایہ پر دینے والے نے کرایہ لینے والے سے کہا کہ کرایہ جو تجھے چڑھا
 ہے اس سے اسکی مرمت کر دے تو وکالت صحیح ہے یہ ذبیحہ میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھ کو فلاں
 شخص نے اس مال کے وصول کرنے کے واسطے جو اسکا تجھے قرض ہے وکیل کیا ہے تو تین حال سے خالی نہیں
 یا تو قرضدار اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کرے یا خاموش رہے گا پس اگر اسکی تصدیق کی تو اسکو ادا کر دینے کے واسطے
 مجبور کیا جائیگا اور اسکے بعد اس سے پھر لینے کا اسکو اختیار نہیں ہے اور اگر تکذیب کی یا خاموش رہا تو ادا کرنے پر
 مجبور نہ کیا جائیگا لیکن باوجود اسکے اگر اسے ادا کر دیا تو پھر واپس نہیں لے سکتا ہے پھر اگر موکل آیا اور اسے
 وکالت کا اقرار کیا تو یہ جو گذرا پورا ہو گیا کذا فی الاختصاصہ اور اگر وکالت سے انکار کیا اور قرضدار سے اپنا قرض لینا
 چاہا اور قرضدار نے اس پر دعویٰ کیا کہ اسے وصول کر نیوالے کو وکیل کیا تھا اور گواہ سنائے یا قسم لی اور اسے ہکا کیا
 تو توکیل ثابت اور قرضدار پر ہی ہو گیا اور اگر قسم کھائی اور مال قرضدار سے لے لیا تو قرضدار کو وکیل سے ضمان
 لینے کا اختیار نہیں ہے لیکن جو اسے وکیل کو دیا ہے اگر باقی ہو تو واپس کرے یہ کافی میں ہے اور اگر وکیل نے خود تلف
 کر دیا تو اسے مثل ڈانڈ دے۔ اور اگر اسکے پاس تلف ہو گیا پس اگر قرضدار نے وکیل کی تصدیق کی تھی تو اس سے
 واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر اسکی تصدیق کی اور ضمان کی شرط کر لی یا تکذیب کی یا ساکت رہا تو واپس لے سکتا
 ہے اور دوبارہ وکیل سے نہیں لے سکتا ہے اور اگر قرضدار نے موکل سے یہ قسم لینا چاہی کہ واللہ میں نے
 اس شخص کو وکیل نہیں کیا تھا تو اسکو یہ اختیار حاصل ہو گا اور اگر سکوت کے ساتھ دیدیا ہے تو موکل سے قسم نہیں
 لے سکتا ہے مگر جبکہ تصدیق کی طرف عود کرے اور اگر انکار کے ساتھ قرض ادا کیا ہے تو طالب سے قسم لینے کا اختیار اسکو
 کسی حال میں حاصل نہ ہو گا خواہ تصدیق وکیل کی طرف عود کرے یا نہ کرے لیکن وکیل سے واپس لے لیا اور وکیل کو
 اختیار ہے کہ قرضدار سے انکار اور سکوت کی صورت میں یوں قسم لے کہ واللہ میں نہیں جانتا ہوں کہ قرضخواہ نے اسکو
 وکیل کیا ہے پس اگر قرضدار نے یہ قسم کھالی تو جو کچھ معاملہ گذرا وہ ٹھیک ہے اور اگر انکار کیا تو وکیل پر ضمان نہیں ہے
 اور اگر چاہے تو قرضدار سے قسم لے کہ واللہ میں نے اسکو وکیل نہیں کیا ہے پس اگر اسے قسم کھالی تو وکیل پر ڈانڈ
 آگیا اور اگر منکر ہوا تو وکیل طالب سے لے لیا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس نے وکیل ہونے کا دعویٰ
 کیا ہو اور اگر یوں کہا کہ اس نے مجھے وکیل تو نہیں کیا لیکن تو مجھے قرضہ دیدے کہ وہ میرے وصول کرنے کو

عنقریب جائز کر دیکھا اور مجھ پر اسکی ضمانت ہو تو اسکو دیدینا نہیں لازم ہو اور اگر دیدیا تو ضمانت قرار یا ویکھا اور جسکو دیدیا ہو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہو اگرچہ اپنے ضمانت ہونے کی شرط کر دی تھی کذا فی اخلاصہ اور اگر موکل حاضر ہو اور اسکا انکار کرنا معلوم نہ ہو ایسا نہ ہو کہ اگر مرگیا اور قرضدار ہی اسکا وارث ہوا اور وکیل سے کہا کہ اُسے مجھے وکیل نہیں کیا تھا اور اب میں اس کا وارث اور اُسکے قائم مقام ہوا ہوں اور وہ تجھکو جھوٹا کہہ سکتا تھا پس میں تجھ اُسکے تجھے جھوٹا کہتا ہوں اور تجھے ضمانت ہونگا تو اسکو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر قرضدار نے وکیل سے یہ قسم لینے چاہی کہ واللہ فلان شخص نے مجھے وکیل کیا تھا تو یہ بھی اختیار نہیں ہو اور اگر وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ مجھے فلان شخص نے وکیل نہیں کیا تھا تو اسکا اقرار صحیح ہو اور قرضدار اُس سے مال کی ضمانت لے سکتا ہے اور اگر قرضدار نے کہا کہ میں اس امر کے گواہ لاتا ہوں کہ فلان شخص نے اسکو وکیل خصوصاً نہیں کیا تھا یا اس امر کے کہ وکیل نے خود اس بات کا اقرار کیا ہو تو اُسکے گواہ مقبول ہونگے کذا فی المحیط اور اگر موکل نے قرضدار کو قرضہ مہر کر دیا اور وہ وکیل کے ہاتھ میں موجود ہو تو حسب صورتوں میں اس سے لے لیا گیا کیونکہ ہنگامی ملک ہو اور اگر ملک ہو گیا تو ڈانڈ بھر لیا مگر جس صورت میں کہ اسکی وکالت کی تصدیق کی ہو تو نہیں ڈانڈ لے سکتا ہے کذا فی التبيين اور اگر موکل مرگیا اور قرضدار اور ایک دوسرا شخص دونوں اُسکے وارث ہیں تو اجنبی کے آدھے حق کی نسبت وہی علم ہو جو دوسرے طالب کے حاضر ہونے اور وکالت سے انکار کر نیکی تھا پس آدھا قرض قرضدار سے لے لیا اور وہ وکیل سے لے لیا اور قرضدار کے آدھے حصہ کی نسبت وہی حکم ہو جو پہلے ذکر کر دیا اور اگر قرضدار ہی اکیلا وارث ہو تو وکیل سے واپس نہیں لے سکتا ہو مگر جبکہ مال وکیل کے ہاتھ میں موجود ہو تو اُس سے لے لیا پس اگر وکیل نے تلف ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ امر صرف اُسکے کہنے سے معلوم ہوتا ہو اور قرضدار نے دعویٰ کیا کہ تلف نہیں ہوا ہو تو اسکو وکیل سے قسم لینے کا اختیار ہو پس اگر قسم کھالی تو بری ہو گیا اور اگر انکار کیا تو یہ آدھا اُسکے ذمہ لازم ہوگا اور اگر موکل نہ مرا اور نہ قرضدار کو مال مہر کیا و لیکن حاضر ہو کر وکالت سے انکار کیا اور نہ قرضدار کو قاضی کے پاس ہمک نہیں لایا تھا کہ مرگیا اور قرضدار ہی اسکا وارث ہو یا مال اسکو مہر کر دیا پس قرضدار نے قاضی کے سامنے موکل کی وکالت سے انکار کر نیکی گواہ پیش کیے تو اسکی طرف سے مقبول نہ ہونگے اور اسکو وکیل سے ضمانت لینے کا حق نہ ہوگا اور اگر ان چیزوں میں سے جو اُسے وکیل کو دی تھیں کوئی چیز بعینہ اُسکے پاس موجود پائی تو اسکو لے سکتا ہے اور اگر موکل نے قاضی کی مجلس میں وکالت سے انکار کیا اور قاضی نے قرضدار پر اُسکے کچھ حکم نہ کیا ایسا نہ ہو کہ وہ مرگیا تو قرضدار کو اختیار ہو کہ وکیل سے لیوے اور اُسپر واجب ہو کہ قرضدار کو پچھروے بشرطیکہ وہ بعینہ قائم ہو اور اگر تلف ہو گئی ہو تو اسکی قیمت واپس دے اور اگر اُسکے بعد موکل مرگیا اور قرضدار اسکا وارث ہو یا اُسے قرضدار کو مہر کیا یا اسکو بری کر دیا تو قرضدار کو اختیار ہے کہ مال کے واسطے وکیل کو پکڑے جیسا کہ قبل موت کے حکم تھا و لیکن قرضدار سے قسم لے گا کہ واللہ وہ نہیں جانتا ہے کہ طالب نے اُس کو قبضہ مال کا وکیل کیا ہے۔ اور اگر قرضدار نے وکالت کے دعویٰ میں وکیل کی تصدیق کی اور ضمانت کی شرط پال ہو

دید یا پھر موکل حاضر ہوا اور وکیل کرنے سے انکار کیا اور قسم کھالی اور قاضی نے قرضدار پر مال کی اسکی ڈگری کر دی پھر وصول کرنے سے پہلے موکل مر گیا اور قرضدار اسکا وارث ہوا یا اسے قرضدار کو مال ہبہ کر دیا تو قرضدار وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہو اور اگر موکل نے حاضر ہو کر قرضدار سے مال لے لیا تھا اور قرضدار سے حکم کفالت وکیل سے واپس لیا پھر موکل مر گیا اور قرضدار اسکا وارث ہوا تو وکیل کو اختیار ہو کہ موکل کی میراث سے جس قدر اسنے ڈانڈ بھرا ہو لے لیوے اور اگر دو شخص اسکے وارث ہوئے کہ ایک انہیں سے وہی قرضدار سے تو وکیل کو قرضدار کے حصہ میراث میں سے لینے کا اختیار ہو اور اگر طالب نہیں مرا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو اور طالب نے قرضدار کو ہزار درم ہبہ کیے اگر وہی ہزار درم ہبہ کیے جو اسے قرضدار سے لیے تھے تو جو کچھ اس نے ادا کیا ہے قرضدار سے پھر لے گا اور اگر دوسرے ہزار درم دیے تو کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر طالب مر گیا اور قرضدار کو واسطے ہزار درم کی توصیت کر گیا تو وکیل قرضدار سے پھر لے گا یہ محیط میں لکھا ہو اگر کسی نے اپنے مال وصول کرنے واسطے وکیل کیا اور قرضدار نے دعویٰ کیا کہ صاحب مال نے مجھ سے سب وصول کر لیا ہو تو قرضدار وکیل کو مال ادا کرے اور ب المال کا دانگیہ ہو کر اس سے قسم لیوے اور وکیل سے قسم نہیں لے سکتا ہو یہ سراج الوہاج میں ہے۔ اگر کسی کو فلان شخص سے اپنا مال وصول کرنے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے انہیں سے کچھ وصول کیا پھر وکیل نے قرضدار سے خصومت کی اور قرضدار نے کچھ مال ادا کر دینے کا دعویٰ کیا اور وکیل منکر ہوا اور قرضدار کے پاس اسکے گواہ نہیں ہیں اور وکیل نے اس سے سب مال وصول کر لیا پھر موکل حاضر ہوا پھر قرضدار نے ادا کر دینے کے گواہ نہائے تو اسکو موکل سے مواخذہ کرنے کا اختیار ہے مگر اس صورت میں کہ یہ مال قرض لینے وکیل کے ہاتھ میں موجود ہو تو وکیل سے لے لے گا اور اگر وکیل کے ہاتھ میں ضائع ہو چکا ہو یا وکیل نے کہا کہ میں نے طالب کو دیدیا ہو تو شکوہ طالب سے مطالبہ کرنے کا اختیار ہو ہی طرح اگر طالب نے اقرار کیا کہ میں نے اس سے وصول کر لیا ہو تو بھی یہی حکم ہو۔ اور اگر بعد وصول حق کے اسکو وکیل کیا تو وکیل سے شکوہ نہیں لگایا بشرطیکہ اس مر کے گواہ لاو کر دینے طالب کو وکیل کرنے سے پہلے اسکا حق ادا کر دیا ہو اور بالاتفاق طالب کچھ لازم نہیں آتا ہو اور اگر طالب نے اس امر کا اقرار کیا تو کسی سے کچھ نہیں لے سکتا ہو مگر اس صورت میں وکیل سے لے سکتا ہو کہ یہ مال بعینہ اسکے ہاتھ میں موجود ہو۔ اگر فلان شخص سے اپنا مال وصول کرنے واسطے وکیل کیا اور دستاویز اسکو دیدی حالانکہ اس سے پہلے وصول کر چکا ہے اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو تو واپس لے سکتا ہو خواہ طالب سے یا وکیل سے پس اگر وکیل سے واپس لیا تو وکیل طالب سے پھر لگایا محیط میں ہے اگر قرضخواہ نے قرضدار کے کسی شخص پر اترنے کو قبول کر لیا تو وکیل قبض کو محتال علیہ سے وصول کرنے کا اختیار نہیں اور یہ محیل یعنی قرضدار سے لے سکتا ہو پھر اگر محتال علیہ پر دام ڈوب گئے اور قرضہ عود کر کے محیل پر آگیا تو وکیل کو اس سے طلب کرنے کا اختیار حاصل ہوا یہی طرح اگر موکل نے مطلوب سے بعض مال قرض کے کوئی غلام خرید کیا اور اسکے ہاتھ سے استحقاق میں لے لیا گیا یا بعد قبضہ کے حکم قاضی یا قبل قبضہ کے خود ہی بسبب عیب یا خیار کے واپس کیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے بشرط

اگر خود درم وصول کرے اور انکو تزیوت پایا تو بھی ہی حکم ہو یہ پھر الرائق میں لکھا ہے۔ دو فرض خواہوں میں سے ایک سے اگر کسی اجنبی کو وکیل کیا کہ میرا حصہ وصول کر لے اور اسے وصول کیا تو صحیح ہو یہاں تک کہ اسکے پاس تلفت ہو تو موکل کا مال گیا لیکن اگر تلفت نہ ہو بلکہ اسکے پاس موجود ہو تو شریک کو اس میں شرکت کا اختیار ہو جیسا کہ اگر شریک نے خود وصول کیا ہو تو دوسرے کو شرکت کا اختیار ہوتا ہے اور اگر تلفت ہو تو خاصہ اسی کا حصہ جاتا ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص سے قرضہ وصول کرنے کا وکیل ہو اور وکیل پر قرضدار کا جنس قرض سے کچھ حق واجب ہو تو بدلا جائیگا کذا فی الخلاصہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنا قرضہ وصول کرنے اور قرضداروں کو قید کرانے کی واسطے ایسا وکیل کیا جو خصوصیت کرینوالا اور مدعا علیہ ہو سکے پس وکیل نے کسی قرضدار کو موکل کی واسطے قید کر لیا پھر اسکو قید سے رہا کر کے اسکی ذات کے واسطے کفیل لے لیا پھر وکیل مر گیا پھر صاحب مال نے کفیل کو گرفتار کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہے کہ قاضی سے درخواست کرے کہ کفیل کو حکم دے کہ کفیل عنہ کو حاضر کرے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درم قرض ہیں پھر قرضخواہ نے قرضدار سے کہا کہ انکو فلاں شخص کو دیدے پھر اس سے کہا کہ فلاں فلاں شخص کو نہ دینا اور قرضدار نے کہا کہ میں نے اسے دیدیے اور فلاں شخص نے اسکی تصدیق کی تو یہ جائز ہے اور قرضدار بری ہو گیا۔ محیط میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر کچھ درم قرض ہیں اسے دوسرے سے کہا کہ میرے مال کی نہ کوۃ اس مال سے جو میرا فلاں شخص پر قرض ہے وصول کر لے اسے بجائے درمون کے دینا۔ وصول کیے تو جائز نہیں ہے اور اگر قرضخواہ نے کہا کہ میں نے تجکو وہ مال جو میرا فلاں شخص پر قرض ہے ہبہ کیا تو اس سے وصول کر لے اسے بجائے درم کے دینا۔ وصول کیے تو جائز ہے کذا فی فتاویٰ قاضی خان

فصل ایک شخص کا دوسرے پر قرض آتا ہے اسے قرضدار کے پاس ایک ایچی بھیجا کہ میرا کچھ قرض تجھے سہوہ بھیج دے پس اگر اسے ایچی کے ہاتھ بھیج دیا تو وہ قرضخواہ کا مال ہے یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ قرضدار سے کہا کہ مال قرض فلاں شخص کے ہاتھ یا میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دے اور اسے ایسا ہی کیا اور وہ ضائع ہوا تو مطلوب کا مال گیا کیونکہ یہ شخص مطلوب کا ایچی تھا اور قرضخواہ کا یہ کہنا کہ فلاں کے ہاتھ بھیج دے تو وکیل نہیں ہے اور اگر یوں کہا کہ میرے بیٹے یا اپنے بیٹے یا میرے غلام یا اپنے غلام کو دیدے کہ وہ مجھے پہنچا دے گا تو یہ تو وکیل ہے اور اگر ضائع ہوا تو طالب کا مال گیا یہ ذخیرہ میں ہے۔ ایک شخص کے دوسرے پر سود درم قرض ہیں پس اسکے پاس ایک آدمی سود درم وصول کر نیکیے واسطے بھیجا اور مطلوب نے اسکو ایک ہی صفقہ میں دو سود درم تول دیے اور ایچی نے اپنے قبضہ کر لیا اور وہ ضائع ہو گئے تو قرضدار پر مال جیسا تھا دیا ہی باقی ہے اور ایچی پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ایچی کو ایک سود درم علیحدہ اور دیے اور اسے دونوں کو ملا دیا تو وہ ایک سود درم کا ضامن ہوگا اور مطلوب ایک سود درم سے بری ہو گیا یہ محیط میں لکھا ہے اگر یہ کہا کہ جو کچھ میرا تجھے قرض ہے وہ فلاں شخص کے ایچی کو دیدینا پھر قرضدار نے کہا کہ میں نے اسکو دیدیا اور ایچی نے تصدیق کی کہ میں نے وصول پایا تھا مگر وہ ضائع ہو گیا اور موکل نے دینے اور پانے دونوں کی تکذیب کی تو قرضدار بری ہو جائیگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر

ایک شخص کے پاس قرض لینے کے لیے ایچی بھیجا اسے کہا کہ میں نے قرض وصول کیا تھا مگر میرے پاس تلف ہو گیا تو یہی
تصدیق کیا نیکی اور اسپر ضمان نہوگی اور ضمان بھیجنے والے مستقرض پر ہوگی یہ اتنا رخانیہ میں ہو۔ اگر کسی بڑا کے پاس
ایک ایچی بھیجا کہ فلاں فلاں کپڑا اس دام کا بھیج دے پس بڑا نے اپنے ایچی یا دوسرے کے پاس بھیجا اور راہ میں تلف
ہوا اور طلب کرنے والے تک نہ پہنچا اور اس امر کی سبب باہم تصدیق کی اور اقرار کیا تو ایچی پر کچھ ضمان نہیں ہو اور اگر
بڑا نے بھیجنے والے کے ایچی کے ہاتھ بھیجا تو بھیجنے والے پر ضمان لازم ہوگی اور اگر بڑا کا ایچی ہو تو جب بھیجنے والے
کے پاس کپڑا پہنچ گیا تو بھیجنے والا ضامن ہو گا۔ اور اگر کسی شخص نے ایک ایچی کے ہاتھ کسی شخص کو خط بھیجا کہ میرے
پاس فلاں کپڑا فلاں داموں کا بھیج دے اسے ایسا ہی کیا اور شخص خط لایا تھا اسکے ہاتھ روانہ کیا تو جب تک
خط بھیجنے والے کے پاس نہ پہنچے گا وہ ضامن نہوگا کیونکہ وہ شخص فقط خط پہنچانے کا ایچی تھا اور یہی حکم قرض
اور قرض وصول پانے کا ہو۔ ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تیرا ایچی میرے پاس آیا اور پیغام پہنچا یا کہ تو نے
کہلا بھیجا ہو کہ فلاں کپڑا اس قدر داموں کا میرے پاس بھیج دے میں نے بھیج دیا پس اسے کپڑا اپنے پاس
پہنچنے سے انکار کیا اور ایچی نے کہا کہ میں نے پہنچا دیا ہو تو شیخ ابو بکر محمد بن افضل نے فرمایا کہ اگر بھیجنے
والے نے اقرار کیا کہ ایچی نے کپڑا وصول کیا اور اپنے پاس پہنچنے سے انکار کیا تو کپڑے کی قیمت کا ضامن ہو گا
اور اگر ایچی کے وصول کرنے سے انکار کیا تو قول اسی کا لیا جائیگا اور اسپر ضمان نہیں ہو۔ ایک شخص دوسرے
کی طرف سے ایک شخص کے پاس ایچی بنکر اس واسطے آیا کہ مجھے پانچ سو درم دیدے اسے کہا کہ جب تک مجھ سے اور
بھیجنے والے سے ملاقات نہوگی اور وہ خود مجھ سے نہ کہے گا میں تجھے نہ دوں گا پھر ایچی سے کہا کہ میں اس سے ملا تھا اسے
مجھے دینے کا حکم کیا ہو پھر دینے سے انکار کیا یا کہا کہ اسکے بعد اس نے مجھے تجھ کو دینے سے منع کر دیا ہو تو اسکو اس امر کا اختیار
ہو لیکن اگر یہ مال اسپر قرض ہو تو منع کر دینے کے باب میں اسکی تصدیق نہ کی جائے گی کذا فی فتاویٰ قاضی خان
مصلح اگر کسی شخص کو اپنا قرضہ ادا کرنے کے واسطے وکیل کیا تو جائز ہو اور وکیل نے جس قدر ادا کیا وہ موکل
سے لے لیتا اور اگر کسی سے کہا کہ میری قسم کے کفارہ میں محتاج کھلاؤ یا میری زکوٰۃ ادا کر دے
تو اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے مگر در صورتیکہ موکل نے یہ کہہ دیا ہو کہ اس شرط پر میں ضامن ہوں تو
لے سکتا ہو کذا فی امادوی۔ اگر کسی سے کہا کہ فلاں شخص کو ہزار درم دیدے تاکہ اسکا قرض ادا ہو یا صرف یہی کہا کہ
فلاں شخص کو ہزار درم ادا کر دے اور یہ نہ کہا کہ میری طرف سے یا اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں یا اس شرط پر
کہ وہ درم تیرے مجھے ہونگے پس وکیل نے موافق حکم کے اسکو دیدے پس اگر وکیل اس موکل کا شریک یا خلیفہ
ہو تو بالاجمل اس سے لے سکتا ہو اور خلیفہ اسکو کہتے ہیں کہ باز اس کے معاملات میں دو فوج میں ہیں دینے جاری
ہو اور ایک دوسرے کے پاس رکھ دیتا ہو جب دوسرے کا ایچی آوے تو اسکے ہاتھ بیچ کر کے یا قرض دے
اور یہی حکم ہو اگر وکیل ان لوگوں میں سے ہو کہ اسکی عیال میں موکل کے عیال میں یا وکیل موکل کے عیال کو نفقہ دینے
کے واسطے مقرر ہو پس ان صورتوں میں بالاجمل واپس لے سکتا ہو اگر چاہے اسنے ضامن ہونے کی شرط نہ بیان کی

کیونکہ آئین عرف معتبر ہو اور اگر ان صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جاوے تو امام عظیم و امام محمدؒ کے نزدیک
 واپس نہیں لے سکتا ہے یہ ذخیرہ میں لکھا ہے۔ اگر دوسرے سے کہا کہ فلاں شخص کو میری طرف سے ہزار درم نقد
 دیدے یا ادا کر دے یا دیدے یا عطا کر دے اور میری طرف یہ لفظ ذکر کیا یا یہ نہ کہا لیکن یوں کہا کہ وہ ہزار درم جو
 اسکے مجھے آتے ہیں اور وکیل نے ایسا ہی کیا تو وکیل کو موکل سے واپس لینے کا اختیار ہو اگرچہ واپس لینا یا ضمانت
 کی شرط نہیں کی تھی۔ اگر دوسرے سے کہا کہ میری طرف سے میرے مال کی زکوٰۃ دیدے یا میری طرف سے دس
 مسکین کھلا دے یا میری طرف سے دس درم صدقہ کر دے یا میری طرف سے فلاں شخص کو دس درم ہبہ کر دے
 اسے ایسا ہی کیا تو بدون شرط و ضمان کے اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے اگر کہا کہ میری طرف سے
 یہ درم زید یا عمرو کو قرضہ ادا کر دے تو جسکو ادا کر دیا گیا جائز ہو یہ حاوی میں ہے۔ ائمہ نے فرمایا کہ اگر کسی کو اپنے
 قرض ادا کر دینے کے واسطے وکیل کیا پھر وکیل نے آن کر بیان کیا کہ میں نے ادا کر دیا اور موکل نے اسکی تصدیق کی
 پھر جب وکیل نے جو کچھ دیا تھا اسکے لینے کا مطالبہ کیا تو موکل نے کہا کہ مجھے غوث ہو کہ قرض خواہ آوے اور میرے
 وکیل کے ادا کر دینے سے انکار کرے کہ دوبارہ مجھ سے وصول کرے تو موکل کے اس کلام کی طرف التفات کیا جائیگا
 اور حکم دیا جائیگا کہ وکیل کا حق اسکو ادا کرے پھر اگر قرض خواہ نے پھر موکل سے قرضہ لیا تو موکل وکیل سے جحد فرمایا ہو
 واپس لے گا اگرچہ ادا کر دینے میں اسکی تصدیق کی ہو یہ بحر الرائق میں لکھا ہے اور اگر موکل نے وکیل کے ادا کر دینے
 سے انکار کیا پھر وکیل نے ادا کر دینے کے گواہ سنائے تاکہ موکل سے مال وصول کرے اور قرض خواہ قاسب ہو تو اسکی
 گواہی مقبول ہوگی حتیٰ کہ اگر قرض خواہ نے حاضر ہو کر وصول پانے سے انکار کیا تو التفات نہ کیا جائیگا کذا فی محیط اور
 یہ جائز نہیں ہے کہ ایک ہی شخص مطلوب کی طرف سے ادا کر دینے کا اور طالب کی طرف سے وصول کر لینے کا وکیل ہو
 یہ سبوط میں لکھا ہے اور اگر قرض ادا کر نیلے وکیل نے بلا گواہوں کے مال ادا کر دیا اور یہ نہ لکھوائی تو سپر ضمان نہیں ہے
 لیکن اگر موکل نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بدون گواہوں کے نہ دینا پھر اسے بدون گواہوں کے دیدیا تو ضمان ہوگا
 پس اگر وکیل نے کہا کہ میں نے گواہ کر لیے تھے اور طالب نے انکار کیا اور وکیل کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وکیل ضمانت سے
 بری ہوگا بشرطیکہ اس بات پر قسم کھائے اور اگر موکل نے کہا کہ بدون موجودگی فلاں شخص کے نہ دینا اسے بدون اسکی
 موجودگی کے دیدیا تو ضمان ہوگا یہ حاوی میں ہے قرضدار نے اگر اپنا مال کسی شخص کو دیا تاکہ اسکا قرضہ ادا کر دے اور
 اس سے کہہ دیا کہ یہ مال فلاں شخص کو اس قرضہ کے ادا میں دیدے جو اسکا مجھے آتا ہے اور اسکے لئے دیکھتے کہ کیا
 تو ضمان نہیں ہے اور اگر یہ کہا تھا کہ جب تک تم تک نہ لیوے نہ دے اسے بدون تم تک لینے کے دیدیا تو ضمان ہوگا
 یہ ذخیرہ میں ہے۔ اگر ایک شخص کو ہزار درم دیدے کہ اسکو میرے قرض کے ادا کیواسطے فلاں شخص کو دیدے تاکہ میری طرف
 سے ادا ہو جاوے پھر وکیل نے انکو رکھ لیا اور انکے سوا کسی دوسرے درم دیدے تو قیاس چاہتا ہے کہ جو درم اسے
 رکھ لیے ہیں موکل کو واپس کرے اور قرضہ ادا کرے میں وکیل نے موکل پر اپنی طرف سے احسان کیا یعنی موکل پر
 وجوب نہیں ہے کہ اسکو دیسے اور سخا نا یہ حکم نہیں ہے اور وجہ سخا ان کی یہ ہے کہ موکل کا مقصد اپنی جان چھٹانا ہے

اور یہ مقصود دونوں طرح سے حاصل ہوتا ہے خواہ وکیل ہی ہزار درم جو موکل نے دیے ہیں ادا کرے یا اسکے مثل ادا کرے یہ مبسوط میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو کچھ درم اس واسطے دیے کہ میری طرف سے فلاں شخص کا قرضہ ادا کرے پھر طالب سلام سے مرتد ہو گیا اور وکیل نے اسکے مرتد ہونے کی حالت میں ادا کر دیا اور طالب سلامی حالت میں مراہیں اگر وکیل کو فقہ سے خبر تھی کہ اس مرتد کو اسکا دینا جائز نہیں ہے تو جس قدر درم وکیل کو دیے گئے تھے وکیل اسکا ضمانت ہے اور اگر یہ بات اسکو نہیں معلوم تھی تو ضمانت نہیں ہے اور اسکا جمل ہی غدر ہو گا کیونکہ یہ بات اکثر فقہیوں پر مشتبہ ہے تو عام لوگوں پر کیونکہ مشتبہ نہ ہو گی یہ واقعات میں ہے۔ نوادر ابن سماعہ میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو اپنے قرضہ ادا کرنے کا حکم کیا پھر موکل نے خود ہی قرض خواہ کو ادا کر دیا پھر وکیل نے ادا کیا تو وکیل اپنے مال کو اس سے پیسے جسکو دیا ہے موکل سے نہیں لے سکتا ہے کیونکہ جب موکل نے خود ادا کیا تو وکیل معزول ہوا کیونکہ خود ادا کرنا وکیل کو معزول کرتا ہے اور وکیل کا علم ہونا کہ موکل نے ادا کیا ہے شرط نہیں ہے اور یہ مسئلہ وکالتہ الاصل میں مذکور ہے امین وکیل کا علم شرط ہے اور اگر وکیل نے اس امر کے گواہ سنائے کہ میں نے حکم دینے کے بعد موکل کے ادا کرنے سے پہلے ادا کیا ہے تو اسکو اختیار ہے چاہے موکل سے واپس لے یا قابض سے محیط میں ہے جو شخص اداے قرض کی واسطے وکیل ہوا اور اس نے جس قسم کا قرض ادا کرنے کا حکم تھا اس سے جید ادا کیا تو ویسا ہی لے سکتا ہے جیسا حکم کیا گیا تھا اور اگر دی ادا کیا تو جیسا ادا کیا ویسا ہی موکل سے لے سکتا ہے کذا فی الذخیرہ۔ نوادر ہشام میں امام محمد سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور حکم دیا کہ یہ دوم میرے قرض خواہ کو دے اسے سوائے انکے دوسرے درم اپنے پاس بچھنے یا اسکے ہاتھ ان دہون کو کوئی غلام فروخت کر دے یا وکیل کے سپرد درم آتے تھے انکے عوض بدلا کر لیا تو سب جائز ہے اور وہ احسان کرے یا الا شمار ہو گا یعنی یہ ہو گا کہ وکیل کے ہزار درم واپس کرے اور یہ چلے ادا کیا آہین سے احسان کیا اور اگر وکیل کو کوئی غلام دیا کہ اسکو فروخت کر کے اسکے دامن سے فلاں حص کا قرض جو مجھے آتا ہے ادا کر دین پھر وکیل نے غلام فروخت کرنے کے پہلے اسکے دامن کے برابر دم اپنے پاس سے لیکر موکل کی طرف سے قرضہ ادا کر دیا تو اس صورت میں احسان کرے یا الا شمار ہو گا یہ محیط میں ہے ایک شخص نے حکم کیا کہ فلاں شخص کا قرض جو مجھے آتا ہے تو ادا کر دے اسے ادا کر دیا پھر موکل کے پاس جس قدر اسے ادا کیا ہوا اسکو لینے آیا پس موکل نے اس سے کہا کہ اس شخص کا مجھے قرض ہی نہ تھا اور نہ میں نے تجھے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور نہ تو نے کچھ ادا کیا ہے اور قرض خواہ غائب ہے پس وکیل نے قرضہ ہونے اور ادا کرنے کا حکم دینے کے گواہ سنائے تو قاضی قرض خواہ غائب کا موکل پر قرضہ ہونے کا حکم دیا اور وکیل کے موکل سے واپس لینے کا حکم دیا اگرچہ قرض خواہ غائب ہے یہ فتاویٰ صغریٰ میں ہے اگر ایک شخص نے کسی کو دینے کے واسطے مال وکیل کو دیا اسے کہا کہ میں نے دیدیا مگر موکل اور اس شخص نے جسکو دینے کے واسطے حکم کیا تھا دونوں نے اسکی تکذیب کی تو وکیل کا قول اسکی براوت کے واسطے لیا جائیگا اور قرض خواہ کا قول قرضہ نہ کرنے میں لیا جائیگا اور قرض ساقط نہ ہو گا اور دونوں پر قسم نہیں لگتی ہے صرف اس پر وجب ہو گی جسے تکذیب کی نہ اس شخص پر جسے تصدیق کی اور اگر وکیل کے دینے میں تصدیق ہوئی تو دوسرا

قسم کھاوے کہ واثق ترین نے وصول نہیں پایا پس اگر قسم کھالی تو اسکا قرضہ ساقط نہ ہوگا اور اگر قسم سے باز رہا تو ساقط ہوگا اور اگر دوسرے کی تصدیق کی کہ اسنے وصول نہیں پایا تو وکیل سے قسم لے گا کہ اسنے دیدیا ہو پس اگر قسم کھالی تو بری ہو ورنہ ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی مال مضمون ہو مثلاً مال مغضوب غاصب کے پاس یا قرض پس صاحب قرض یا مغضوب منہ نے اسکو حکم کیا کہ فلاں شخص کو دیدے اور وکیل نے کہا کہ میں نے ایسا کیا اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے قبضہ نہیں پایا تو وکیل کی تصدیق واقع پر بدون گواہوں کے نہ کی جائے گی مگر اس صورت میں کہ دینے میں موکل نے اس کی تصدیق کی ہو تو اس وقت میں ضمان سے بری ہو جائے گا لیکن قایض پر دونوں کی تصدیق نہ کی جائے گی اور عدم قبض میں اسی کا قول لیا جائیگا مگر قسم کے ساتھ۔ اور اگر وکیل کی موکل نے تکذیب کی کہ اسنے نہیں دیا ہے اور وکیل نے اس سے قسم طلب کی تو اسکے علم پر قسم لی جائے گی کہ واثق ترین نہیں جانتا ہوں کہ اسنے دیا ہے پس اگر قسم کھالی تو وکیل سے ضمان لینگا اور اگر انکار کیا تو ضمان ساقط ہوگی یہ شرح طحاوی میں ہے اگر دو شخصوں کے مکاتب نے کسی کو وکیل کیا کہ ایک شخص کا حصہ اسکو دیدے اور غائب ہو گیا تو دوسرا شخص وکیل سے کچھ نہیں لے سکتا ہو کیونکہ وکیل اسکے حصہ کے دینے کی بابت اسکی طرف سے وکیل نہیں ہو۔ اور اگر مکاتب نے اپنے قرض ادا کرنے کا وکیل کیا اور مال قرض وکیل کو دے گیا پس اسکے دونوں مولی یا غیروں نے وکیل سے اسکو لینا چاہا تو انکو یہ اختیار حاصل نہ ہوگا کذا فی المبسوط فی باب وکالتہ العبد لما ذون والمکاتب

فصل مال عین پر قبضہ کرنے کے وکیل کے احکام میں مال معین پر قبضہ کرنے کے وکیل کو خصوصیت کا اختیار نہیں ہوتا ہر جہتی کہ اگر کسی نے اپنے غلام پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اور قایض حال نے گواہ سنائے کہ موکل نے میرے ہاتھ اسکو فروخت کیا ہو تو موکل کے حاضر ہونے تک توقف کیا جائیگا اور یہ شخصان ہو یہاں تک کہ اگر غائب حاضر ہوا تو بیع کے گواہ دوبارہ پیش کیے جائینگے۔ اسی طرح اگر وکیل نے بیان کیا کہ عورت کے شوہر یا باندی یا غلام کے مالک نے مجھے وکیل کیا ہو کہ میں اسکی عورت یا باندی یا غلام کو اسکے پاس پہنچا دوں پس عورت نے گواہ سنائے کہ وہ مجھے طلاق دیکھا ہو یا باندی یا غلام نے آئندہ کر دینے کے گواہ سنائے تو ہتھانہ وکیل کا ہاتھ روکنے کی بابت مقبول ہونگے اور طلاق وعتاق کی بابت مقبول نہ ہونگے یہ سراج الوہاج میں ہے کسی مال معین پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر ایک شخص نے اگر قبضہ کرنے سے پہلے اسکو تلف کر دیا تو وکیل اس سے قیمت لینے کی واسطے خصوصیت نہیں کر سکتا ہو اور اگر بعد قبضہ کے تلف کی تو کر سکتا ہو یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک شخص نے اسواسطے وکیل کیا کہ میری امانت فلاں شخص سے لے لے اور فلاں شخص نے کہا کہ میں نے موکل کو دیدی تو اسکا قول لیا جائیگا اسی طرح اگر اسنے دعویٰ کیا کہ میں نے وکیل کو دیدی تو بھی اسی کا قول لیا جائیگا کہ وہ بری ہے کذا فی الحاکم وی۔ ایک شخص نے دوسرے کے پاس ہزار درم و دیت رکھے پھر جسکے پاس دیت رکھے تھے اسکی عیبت میں کہا کہ میں نے فلاں شخص کو حکم کیا کہ میری دیت جو فلاں شخص کے پاس ہے وصول کرے اور وکیل کو یہ بات معلوم نہ ہوئی لیکن

اسنے ودیعت وصول کر لی اور وہ ضائع ہو گئی تو صاحب ودیعت کو اختیار ہو چاہے دینے والے سے ضمان لے یا لینے والے سے ضمان لے۔ اور اگر ودیعت پاس رکھنے والے کو توکیل کا علم ہوا اور وکیل کو نہوا پس جسکے پاس نہ ودیعت ہو اسنے وکیل کو دیدی تو جائز ہو اور دونوں میں سے کسی پر ضمان نہ ہوگی اور دونوں میں سے ایک کو وکالت کا علم نہوا اور وکیل نے کہا کہ فلاں شخص کی ودیعت مجھے دیدے کہ میں اسکے مالک کو پہونچا دوں یا مجھے دے کہ میرے پاس اسکی ودیعت ہو سکی اسنے دیدی اور وہ ضائع ہو گئی تو ودیعت کے مالک کو اختیار ہو جس سے چاہے دونوں میں سے ضمان لے یہ قول امام ابو یوسف و امام محمد کا ہو یہ قنادی قاضی خان میں ہو اگر کسی کو ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے تھوڑی ودیعت پر قبضہ کیا تو جائز ہو لیکن اگر اسنے کم دیا تھا کہ قبضہ نہ کرے مگر سب ودیعت پر تو البتہ تھوڑی ودیعت پر قبضہ نہیں جائز ہو اور ضمان ہوگا اور اگر بعض مقبوضہ ودیعت کے تلف ہونے سے پہلے اسنے باقی قبضہ کر لیا تو یہ قبضہ موکل پر جائز ہوگا یہ مبسوط میں ہو ایک غلام ایک شخص کے پاس ودیعت ہو اسکے قبضہ کے واسطے وکیل کیا اور وہ غلام خطا سے قتل کیا گیا تو جسکے پاس ودیعت ہو وہی اسکی قیمت لے سکتا ہو وکیل نہیں لے سکتا ہو۔ اسی طرح اگر غلام پر کسی نے کوئی ایسا جرم کیا جسکے عوض جبرانہ حاصل ہو تو وکیل کو غلام پر قبضہ کرنے کا اختیار ہو جبرانہ پر قبضہ نہیں کر سکتا ہو اور یہی حال باندی کے مہربانہ مزدوری کا ہو اور اگر وکیل نے غلام پر قبضہ کیا پھر وہ اسکے قبضہ میں خطا سے قتل ہو تو اسکو قیمت لینے کا اختیار ہو یہ محیط شری میں ہے اور اگر کسی باندی یا بکری پر قبضہ کرنے کا وکیل ہو پھر وہ بچہ جنی تو وکیل بچہ کو مع مان کے اپنے قبضہ میں لے سکتا ہو اور اگر وکیل کرنے سے پہلے وہ بچہ جنی تو وکیل کو بچہ پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہو اور باغ کے پھلون کا حکم بچہ کے مانند ہو اور درختوں کے پھل اگر مالک زمین کے حکم سے ودیعت ہوں تو وکیل قبضہ نہیں کر سکتا ہو اور یہی حکم باندی کے بچہ کا ہو کتنا فی البحر الرائق اگر اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے جو کسی کے پاس رکھی ہے وکیل کیا پھر خود ہی وصول کر لی پھر اسکے پاس ودیعت رکھی تو وکیل اس سے وصول نہیں کر سکتا ہو خواہ اس معاملہ سے واقف ہو یا ہو یا نہ ہو اسی طرح اگر وکیل نے پہلے اسکو وصول کیا اور موکل کو دیدیا پھر موکل نے دوبارہ اسی کے پاس رکھی تو وصول نہیں کر سکتا ہو اور اگر وصول کیا اور ضائع ہو گئی تو مالک ودیعت کو اختیار ہو چاہے جس سے ضمان لے پس اگر اسنے وکیل سے ضمان لی تو وکیل کسی سے نہیں لے سکتا ہو اور اگر مستودع سے ضمان لی تو وہ وکیل سے پھیر لگا اور یہ حکم اس صورت میں ہو کہ دوبارہ اسکے وکیل ہونے کی تصدیق نہ کی ہو یہ مبسوط میں ہو کیسلی باورنی ودیعت کے وصول کرنے کا وکیل کیا اور اسکو کسی نے تلف کر دیا تھا اور اسکے مثل مستودع نے تلف کر نیوالے سے لے لی تھی تو استحساناً وکیل اسکو وصول کر لے سکتا ہو یہ محیط شری میں ہو اگر آج کے روز کسی ودیعت پر قبضہ کر نیکی واسطے کسی کو وکیل کیا تو اسکو اختیار ہو کہ کل کے روز وصول کر لے اور اگر کل کے روز قبضہ کر نیکیا وکیل کیا تو آج کے روز وصول نہیں کر سکتا ہو یہی طرح اگر کہا کہ اسی ساعت وصول کر لے تو اس ساعت کے بعد وصول کر سکتا ہو اور اگر کہا کہ فلاں شخص کی موجودگی میں وصول کرے اسنے بدون اسکی موجودگی کے وصول کیا تو جائز ہے اسی طرح اگر کہا

یہی نہیں کر سکتا ہو کہ میں نے اسکو قبضہ کیا ہے اور وہ اسکا کسے ۱۲

گو اہون کے سامنے وصول کرے اسنے بدون گواہوں کے قبضہ کیا تو جائز ہے بخلان اسکے اگر کہا کہ بدون بخلان
 شخص کی موجودگی کے قبضہ نہ کرے اور اسنے قبضہ کر لیا حالانکہ بخلان شخص موجود نہ تھا تو جائز نہیں ہے یہ فصول عمادیہ
 میں ہے ایک شخص نے کہا کہ میں بخلان کی طرف سے مجھے ودیعت وصول کرنے کا وکیل ہوں اور مرا علیہ نے
 وکالت اور ودیعت دونوں کی تصدیق کی پھر دینے سے انکار کیا تو اسپر چرمانہ کیا جائیگا کذا فی السراجیہ اگر ایک
 شخص نے کسی کی ودیعت وصول کی پھر مالک ودیعت نے قسم سے کہا کہ میں نے اسکو وکیل نہیں کیا تھا اور اپنا
 مال اس سے لے لیا جسکو ودیعت دیا تھا تو وہ قبضہ کرینوالے سے لے لیا بشرطیکہ بعینہ اسکے پاس قائم ہو اور اگر
 اسنے کہا کہ میرے پاس تلف ہو گیا یا میں نے موکل کو دیدیا پس اگر وکالت میں اسکی تصدیق کر چکا ہو تو اس سے کچھ
 نہیں لے سکتا ہو اور اگر تصدیق نہیں کی بلکہ تلمذیب کی یا کچھ تصدیق یا تلمذیب نہیں کی یا بشرطیہ ضمانت تصدیق
 کی ہو تو اس سے ضمان لے سکتا ہو اور اگر سپرد کرنے کا حکم نہیں کیا گیا تھا و لیکن اسنے سپرد کر دیا بعد دینے کے
 اس سے واپس لینا چاہا تو یہ اختیار اسکو نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کام کو توڑنا چاہتا ہے جسکو اسنے خود تمام کیا ہو اور اگر بعد
 انکار کے ودیعت اسکے پاس تلف ہو گئی تو بعض مشائخ نے فرمایا کہ وہ ضامن نہ ہوگا اور چاہیے ہے کہ ضامن ہو
 کیونکہ مودع کے وکیل سے انکار کرنا اسکے زعم میں بمنزلہ مودع سے انکار کرنے کے ہے یہ تمام میں ہے ایک شخص نے
 دوسرے کے پاس کوئی متاع ودیعت رکھی پھر کسی کو اسپر قبضہ کر نیلے واسطے وکیل کیا اور مستودع نے سولے متاع
 موکل کے دوسری متاع وکیل کو دی اور وکیل نے موکل کو دیدی اور موکل کے پاس تلف ہو گئی تو اسکا ضمان
 موکل ہوگا یہ ذخیرہ میں ہے اگر ایک چوپا کسی سے مستعار لیا اسپر قبضہ کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اسنے قبضہ
 کر کے سواری لی تو وہ ضامن ہے اگر مر جائے اور موکل سے جمع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ موکل کی طرف سے سواری
 کے واسطے مامور نہ تھا اور مشائخ نے فرمایا کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ چوپا یہ ایسا ہو کہ بدون سواری کے قابو میں چلا جائے
 اور اگر ایسا ہے کہ بدون سواری ہونے کے نہیں قابو میں آتا ہے تو موکل گویا اسکی سواری پر زنی ہو چکا ہے کذا فی البدل
 اگر قرضدار کی کسی شخص کے پاس ودیعت ہو اس شخص نے قرضدار سے کہا کہ اپنی ودیعت کو قرضخواہ کے قرض
 میں ادا کرے اور غریب وہ میرے قبضہ کو جائز کر دیا قرضدار نے ایسا ہی کیا اور اپنے قرضہ میں دی اور اسی
 شخص کو جسکے پاس ہے قرضخواہ کی طرف سے قبضہ کرنے کا حکم کیا پھر قرضخواہ آیا اور اس معاملہ کو جائز رکھا پھر
 ودیعت کے مالک نے اس شخص کو جسکے پاس ہے منع کیا کہ قرضخواہ کو نہ دے اور نہ اسپر اسکا قبضہ کرے ورنہ لغت
 صبیح ہے بشرطیکہ اس شخص نے جسکے پاس ودیعت ہے قرضخواہ کی طرف سے قبضہ نہ کیا ہو اگرچہ اسنے مستودع سے
 لے کر قبضہ کیا ہو اور اگر مستودع نے قرضخواہ کی طرف سے قبضہ کر لیا ہے تو وہ ودیعت قرضخواہ کی ہو گئی یہ قواوے
 قاضی خان میں ہے۔ اگر مستودع نے ودیعت کسی شخص کو دیدی اور دعویٰ کیا کہ میں نے صاحب
 ودیعت کے حکم سے دی ہے اور صاحب ودیعت نے انکار کیا تو اسی کا قول کہ میں نے حکم نہیں دیا ہے اس سے
 معتبر ہوگا کذا فی البدل۔ اپنا غلام بخلان شخص کو دینے کے واسطے وکیل کیا اور وکیل نے اسکے پاس آکر کہا کہ

مالک غلام نے غلام تیرے پاس بیعت رکھا ہے اس نے قبول کیا اور وکیل کو واپس دیا پھر وہ وکیل کے پاس مر گیا تو مالک
 غلام کو اختیار ہو کہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے اور اگر وکیل نے کہا کہ مالک نے مجھے حکم دیا ہے کہ اس سے خدمت
 لے یا فلاں شخص کو دیدے اور اس نے ایسا ہی کیا اور وہ مر گیا تو وکیل ضمان نہیں کیونکہ وکیل سے فقط جھوٹا قول فریب
 پایا گیا اور فریب دہندہ پر فقط فریب سے بدون کسی معاوضہ لینے کے ضمان واجب نہیں ہوتی ہوا ضمانت
 لینے والا ضمان ہوگا کیونکہ اس نے پرانے غلام سے بدون اس کی اجازت کے خدمت لی کذا فی محیط السخسی
فصل وکیل صلح کو خصوصیت کا اختیار نہیں ہوتا ہے اور نہ دوسرے کو صلح کے واسطے وکیل کر سکتا ہے
 پس اگر اس نے وکیل کر دیا اور دوسرے نے صلح کی پس اگر موکل کے مال سے درم دیے تو موکل اس سے
 لے گا اور اگر اپنے پاس سے دیے ہیں تو پہلے موکل پر کچھ لازم نہیں آئے گا اور یہ صلح پہلے وکیل پر جائز ہوگی
 اور اس نے احسان کیا اسی طرح اگر دو آدمیوں کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر ایک نے اپنے مال سے صلح
 کر لی تو اسی پر جائز ہوئی اور اس کا احسان ہوا اسی طرح اگر ہزار درم پر صلح کے واسطے وکیل کیا اور کس
 کے مال کی ضمان دے اس نے دو ہزار درم یا سو دینار پر صلح کی اور اپنے پاس سے ادا کر دیے یا کسی عروض
 یا کیل یا ورنہ فی چیز پر اپنے پاس سے دیکر صلح کی تو صلح جائز ہے اور موکل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور
 اگر ہزار سے کم پر صلح کی اور مال دیدیا تو یہ صلح موکل پر جائز ہوگی اور ہر صورت میں کہ وکیل کو جس چیز پر صلح
 کرے مکالمہ کیا گیا تھا اسکے جنس یا وصف میں خلافت کیا تو صلح وکیل پر جائز ہوگی موکل پر نہیں کذا فی الاحادیث
 اگر کسی نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میری طرف سے فلاں شخص سے جس نے اسپر کسی عین یا دین کا دعویٰ کیا تھا صلح
 کرے اور اس معاملہ میں اپنی رائے پر عمل کرے پس وکیل نے سود درم پر صلح کی تو جائز ہے اور مال موکل پر ہوگا نہ
 وکیل پر یہ بسو ط میں ہو مدعا علیہ کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہو اگر اس نے بدل صلح دیدیا یا مال صلح کو اپنی طرف
 نسبت کیا تاکہ اسپر لازم ہو گیا اگر اس نے ادا کر دیا تو موکل سے پھیر لیا اگر چہ ضمان بدون حکم موکل ہو قتل عمد میں مطلوب
 کی طرف سے جو شخص وکیل صلح مقرر ہوا وہ بمنزلہ خرید نفس کے وکیل کے ہو اگر اس نے اس قدر عوض پر صلح ٹھہرائی
 جو قیمت نفس کے برابر یا اس سے کم ہو یا اس قدر زیادتی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو بلا خلاف جائز ہے اور
 اگر اس قدر زیادتی صلح ٹھہرائی کہ لوگ اتنا خسارہ برداشت نہیں کرتے ہیں تو بلا خلاف ناجائز ہے اور قتل عمد میں طالب
 کی طرف سے جو شخص وکیل صلح ہو وہ بمنزلہ کسی نفس کے فروخت کرنے کے وکیل کے ہے اگر اس نے اس قدر عوض پر
 صلح ٹھہرائی جو قیمت نفس کے برابر یا اس قدر کم ہے کہ لوگ برداشت کر سکتے ہیں تو بلا خلاف جائز ہے
 اور اگر اس قدر کمی پر صلح کر لی کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے ہیں تو اسکے جواز میں اختلاف ہے یہ محیط
 میں ہے اگر ایک قتل عمد سے جس کا اسپر دعویٰ کیا گیا ہو کسی کو صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اس نے اگر

صلح قتل عمد میں مطلوب اس میں فائل ہو جس کا نفس قصاص میں مباح ہو صلح کا وکیل گویا اسکے نفس کا خریدار ہو اور طالب ولی

کسی ایسی مجلس پر جو دیت میں دیجاتی ہو صلح کی خواہ کوئی چیز ہو تو موکل پر جائز نہ ہوگی اور اگر زمین اس قدر زیادتی کی کہ لوگ اتنا خسارہ نہیں برداشت کرتے ہیں اور مال صلح دیدیا تو وکیل پر جائز نہ ہوگی نہ موکل پر اور اگر طالب تصاص نے صلح کے واسطے وکیل کیا پس وہ جس پر اجناس دیت سے صلح کرے جائز نہ ہوگی پس اگر اس نے دیت سے کم پر صلح کر لی تو امام عظم کے نزدیک موکل پر جائز نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک جائز نہ ہوگی مگر جبکہ کمی صرف اس قدر ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں کذا فی الحاوی۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ ایک کر گیون پر صلح کرے اس نے ایک کر جو یا ورمون پر صلح کی تو وکیل پر جائز نہ ہوگی نہ موکل پر۔ اور اگر کسی معین غلام پر صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا پس اس نے اس شرط پر صلح کی کہ یہ وکیل کا ہو تو صلح وکیل پر جائز نہ ہوگی خواہ غلام دے یا اسکو دے اور موکل پر جائز نہ ہوگی۔ اور اگر غلام نے اس واسطے وکیل کیا کہ اس دار کے غلام بیت معین پر صلح کرے اس نے اسی بیت پر صلح کی اور صلح میں کہا کہ دوسرا بیت نہ ملے گا تو یہ جائز ہو کیونکہ اس نے ایک اچھی بات کہی۔ اور اگر اس واسطے وکیل کیا کہ اس بیت کے دعویٰ سے سودرم پر صلح کرے اس نے اس بیت اور ایک دوسرے بیت سے سودرم پر صلح کی اور وکیل مدعا علیہ کی طرف سے ہو تو یہ صلح بقدر اس بیت کے حصہ کے جائز ہو کذا فی المبسوط۔ اگر وکیل کو حکم کیا کہ اس کر گیون معین پر صلح کر دے اس نے اس کے سولے اسی نصف کے ایک کر گیون پر جو اس سے کھرے ہیں صلح کی اور دیدے تو صلح وکیل پر جائز نہ ہوگی نہ موکل پر اور اگر ایک کر درمیانی گیون پر صلح کی اور معین نہ کیے اور وکیل کو دیا گیا ہے وہ بھی درمیانی ہو تو آخسائا جائز ہو اور اگر کسی دار کے دعوے میں صلح کے واسطے وکیل کیا اور جہر صلح کی جائے اس کا نام نہ لیا پس وکیل نے مال کثیر پر صلح ٹھہرائی اور اسکو دیدیا تو وکیل پر لازم ہوا پھر اس میں بحفاظت کیا جائے گا اگر اس قدر زیادتی کی ہو کہ جسکو لوگ برداشت کر لیتے ہیں تو صلح موکل پر جائز نہ ہوگی اور اگر اس سے زیادہ ہو تو اس پر جائز نہ ہوگی کذا فی الحاوی پس اگر وکیل مدعی کی طرف سے ہو اور اس نے تھوڑی سی چیز پر صلح کر لی تو امام عظم کے نزدیک صلح مدعی پر جائز نہ ہوگی اور صاحبین کے نزدیک نہیں مگر جبکہ ایسا ہو جاوے کہ لوگ اتنا خسارہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور اگر دعویٰ ایسا ہو کہ اس میں مدعی کے پاس حجت نہ ہو اور مدعا علیہ منہکما کرتا ہو تو صلح ہر حال میں جائز ہو یہ مبسوط میں لکھا ہو خون کے مقدمہ میں اگر مطلوب مدعا علیہ کے وکیل نے قاضی کے سامنے اقرار کر دیا کہ مدعی میرے موکل سے سچے حق کا مطالبہ کرتا ہو۔ تو قیاساً اقرار جائز ہو اور آخسائا جائز نہیں ہو۔ یہی طرح اگر کوئی چیز خریدی اور میں عیب لگایا اور عیب سے صلح کے واسطے کوئی وکیل مقرر کیا اس نے اقرار کر دیا کہ مشتری نے عیب باطل کر دیا اور راضی ہو گیا تھا تو اسکا اقرار موکل پر روا نہ ہوگا اگر مطلوب کے وکیل نے مطالبہ کسی غلام پر صلح ٹھہرائی اور مطلوب نے صلح کی چیز معین نہیں کی تھی تو جائز ہو اور مطلوب کو اختیار ہوگا چاہے وہی غلام دیدے یا اسکی قیمت دے اور یہی حکم ہر مال معین میں جبکا مثل نہیں ہے جاری ہے اور اگر ایسے مال معین پر صلح ٹھہرائی جبکا مثل موجود ہے تو مطلوب کو اختیار ہے چاہے وہی مال معین دے یا اسکا مثل

وے پس اگر کسی شخص نے کسی مال معین پر جو ایک شخص کے قبضہ میں ہو دعویٰ کیا اور مدعا علیہ نے کسی شخص کو مدعی کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے وکیل مقرر کیا اور اسکو ضمان دینے کا حکم کیا پس اسنے مدعی سے کسی قدر مال معاویہ اور حارہ صلح کی تو وکیل بھی موکل سے اسی میعاد پر لے گا اور اگر نقد دینے کی شرط پر صلح کی اور دیدیا تو موکل سے بھی فی الحال لے لیگا اور اسکو اختیار ہے کہ چاہے ادا کر دینے سے پہلے موکل سے مطالبہ کرے ادا کر دے وکیل نے طالب سے کسی قدر مال پر اس شرط سے صلح کی کہ یہ مال وکیل کے سواے موکل پر ہے تو جائز ہے اور اگر طالب نے کسی کو صلح اور قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا تو اسکو مال صلح پر قبضہ کرنے کا اختیار ہو اور اگر طالب نے کسی کو وکیل کیا کہ مطلوب سے صلح کرے اور مطلوب نے وکیل کیا کہ طالب سے صلح کرے پھر دونوں وکیلوں سے ملاقات ہوئی اور باہم صلح کر لی تو جائز ہے۔ اور اگر خون کا حق ہو اور چند وارث اسکے ولی ہوں پھر ایک نے اپنے حصہ سے صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے چند درمون پر صلح کر کے درم وصول کر لیے تو باقی وارثوں کو اختیار ہے کہ بقدر اپنے اپنے حصہ کے اس میں شریک ہو جائیں اور اگر یہ مال وکیل کے پاس تلف ہو گیا تو گویا موکل کے پاس تلف ہوا اور وارث اس وکیل سے مطالبہ نہیں کر سکتے ہیں ہاں موکل سے بقدر حصہ کے لے سکتے ہیں کیونکہ گویا اسی نے وصول کیا تھا اور اگر دیت میں ان وارثوں کا حکم ہو اور طالب نے کسی کو اپنا قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے قبضہ کر کے انکو دانہ چارہ دیا تو یہ اسکا احسان ہے اور اگر دیت میں کسی جنس کے مال دینے کا حکم ہوا اور وکیل نے علاوہ اس جنس کے دوسری جنس کا مال وصول کر لیا تو بہ سبب مخالفت کرنے کے جائز نہیں ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر مطلوب نے کسی شخص کو خصوصیت کے واسطے وکیل کیا اسنے اپنے پاس سے مال ادا کر دیا تو موکل سے نہیں لے سکتا ہوا اور اگر مطلوب نے دیت میں کچھ درم دو شخصوں کو دیے اور کہا کہ میری طرف سے تم دونوں ادا کر دو پس دونوں نے طالب سے دینا ریا غرض پر صلح ٹھہرائی تو جائز ہے اور اگر دونوں نے سواے ان درمون کے جو دیے گئے تھے دوسرے ادا کر دیے تو قیاس چاہتا ہے کہ ان درمون کو واپس کرین اور استعنا ان دونوں کو ان درمون کے مثل دینا چاہیے یہ بسوط میں ہے۔ اگر کسی شخص پر دعویٰ ہوا کہ اسنے سر میں زخم ڈالا ہے اسنے کسی کو وکیل کیا کہ صلح کرے اور مال صلح کا ضامن ہوا پس وکیل نے پانچ سو درم سے زیادہ پر صلح قرار دی پس اگر وہ زخم خطا سے ڈالا ہے تو صلح پانچ سو پر جائز ہے اور زیادتی باطل ہے اور اگر عمدہ زخمی کیا ہے تو زیادتی بقدر اسکے جائز ہے کہ لوگ برداشت کرتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بالاجل جائز نہیں ہے اور اگر وہ شخص جسکے سر میں زخم آیا تھا مگر صلح دونوں صورتوں میں باطل ہو گئی یہ امام اعظم کے نزدیک ہے پس اگر وکیل نے جرم سے صلح کی پھر زخم اچھا ہو گیا تو امام کے نزدیک صلح باطل ہوئی اور اگر مگر صلح خاصہ وکیل پر جائز ہوگی اگر ضامن ہوا ہو سر زخمی کے وکیل نے اگر موضع زخم سے صلح میں پانچ سو درم سے کم لیا ہو تو صلح بالاجل جائز ہوگی بشرطیکہ اسقدر کمی ہو کہ لوگ برداشت کر لیتے ہیں اور اگر اس سے زیادہ کمی ہو تو نہیں جائز ہے اور اگر وکیل نے اس

لے پانچ سو درم سے کم لیا ہو تو صلح بالاجل جائز ہے

زخم اور دوسرے زخم سے جو اسکے مثل ہے صلح کی تو موکل پر آدھے کی صلح جائز ہوگی بشرطیکہ دونوں کی ارش برابر ہو اور اگر ارش میں اختلاف ہو تو بحساب اسکے لازم ہوگی اور زیادتی وکیل کے ذمہ ہے اگر اسنے ضمان دی ہے یہ محیط میں ہے۔ اگر موضع زخم سے اور جو کچھ اس سے نقصان پیدا ہوا صلح کرنے کے واسطے وکیل کیا اسنے دو موضع زخموں اور انکے نقصانوں سے صلح کی اور ضامن ہوا تو آدھی موکل پر اور آدھی وکیل پر جائز ہوئی خواہ وہ شخص زندہ رہے یا مر جائے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر کسی کے زخم سر کا ایک شخص پر دعوے کیا گیا اسنے ایک شخص کو صلح کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ بدل کی ضمانت کر لے اسنے وصیفت غیر معین یا دس بکریوں یا پانچ اونٹوں پر صلح کی تو جائز ہو اور وکیل پر او وسط مرتبہ کے واجب ہونگے جیسا موکل کے خود صلح کرنے میں درمیانی واجب ہوتے اگر مطلوب نے کسی سر کے زخم سے جو اسنے عہد ازجی کیا ہے صلح کر نیکی واسطے وکیل کیا اور وکیل نے موکل کے غلام کی دس برس خدمت کرنے پر صلح کی تو جائز ہو اور اگر شراب یا سور پر صلح قرار دی تو یہ عفو ہو اور وکیل یا موکل پر کچھ واجب ہوگا اور وکیل نے کہا کہ میں تجھ سے اس غلام یا اس سر کے پر صلح کرتا ہوں پھر وہ غلام آزاد نکلا اور سر کہ شراب نکلی تو وکیل پر زخم کا ارش واجب ہوگا اور اگر دو غلاموں پر صلح کی پھر ایک غلام آزاد نکلا تو صلح کرنے والے کے واسطے سوائے باقی غلام کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ امام عظیم کا قول ہے اور اگر کسی غلام پر صلح کی اور وہ مدبر یا مکاتب نکلا یا کسی باندی پر صلح کی اور وہ ام ولد نکلی اور وکیل نے اسکے سپرد کرنے کی ضمانت کی ہے تو اپنے مال سے اسکی قیمت ادا کرے اور موکل سے واپس لے یہ مبسوط میں ہے۔ اگر دو شخصوں نے ایک شخص کے سر میں موضع زخم ڈالا اور دونوں نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ ہماری طرف سے صلح کرے اسنے ایک معین کی طرف سے سودہم پر صلح کی تو جائز ہے اور دوسرے پر آدھا ارش واجب ہوگا اور اگر کسی ایک کی طرف سے صلح کی اور اسکو معین نہ کیا تو جائز ہے اور معین کرنا اسی کے بیان سے ہو اسی طرح اگر دو شخصوں کے سر میں زخم ڈالا اور وکیل کیا کہ دونوں سے صلح ٹھہرائی پھر اسنے ایک معین سے صلح کی تو جائز ہے اور اگر کسی ایک سے صلح کی اور بیان نہ کیا تو بھی جائز ہے اور بیان کرنا اسی پر ہے اور اگر ایک آزاد اور ایک غلام نے کسی کا سر زخمی کیا اور زخم موضع ہو پھر آزاد اور مالک غلام نے کسی کو صلح کیو واسطے مقرر کیا اسنے دونوں کی طرف سے پانچ سو درم پر صلح ٹھہرائی تو مالک غلام پر نصف اور آزاد پر نصف درم لازم ہونگے اگرچہ غلام کی قیمت پچاس درم کیونکہ یہ محیط میں ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک آزاد اور ایک غلام کو قتل کیا پھر مالک غلام نے اور ولی آزاد نے کسی کو قاتل کے ساتھ صلح کرنے کے واسطے مقرر کیا پس اگر عہد قتل کیا اور غلام کی قیمت پانچ سو درم ہے اور صلح کیا رہ ہزار درم پر واقع ہوئی تو بدل صلح دونوں میں تقسیم ہوگا

۱۷ وصیفت قابل خدمت باندی یا غلام خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو **۱۸** نہ ہوگا اس لیے کہ جب سلمان نے عوض میں شراب یا سور ٹھہرایا اور وہ اس کا مالک نہیں ہو سکتا تو گویا اس نے معاف کر دیا **۱۹** منہ

آزاد کے وارثوں کو دس ہزار درم اور مالک غلام کو پانچ سو درم دیے جائیں گے تو اکیس حصے ہونگے اور اگر دونوں
 خون خطا سے ہوں تو آزاد کے وارثوں کو دس ہزار درم اور باقی غلام کے مالک کو ملے گا اور اگر غلام کا خون عمدہ
 اور آزاد کا قتل خطا سے ہو تو بھی یہی حکم ہو کہ وارثان آزاد کو کل ہزار درم اور باقی مالک غلام کو ملے گا اور اگر غلام
 کا قتل خطا سے اور آزاد کو عمدہ قتل کیا ہو تو اسکا حکم وہ ہو جو دونوں عمدہ ہونے کی صورت میں مذکور ہوا یہ بوطین
 ہو اگر کوئی غلام خطا سے مقتول ہوا اور مالک نے کسی کو صلح کے واسطے مقرر کیا اسے دس ہزار درم پر صلح
 کی تو جائز ہو اور مالک دس درم واپس کر دے اور اگر اسکی آنکھ پھوڑ دی گئی اور چھ ہزار درم پر صلح ہوئی
 تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہو اور اگر بجائے آنکھ پھوڑنے کے سر میں موضعہ زخم کیا ہو اور ہزار درم
 پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہو اور اگر دس ہزار درم پر صلح ہوئی تو امام ابو یوسف کے
 نزدیک اس میں سے دس درم کم کیے جائیں گے اور امام محمد کے نزدیک آنکھ پھوڑنے میں سوائے پانچ
 درم کم پانچ ہزار درم کے واجب نہیں ہوتے ہیں اور موضعہ زخم میں سوائے نصف درم کم پانچ سو
 درم کے واجب نہیں ہوتے ہیں یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر مکاتب پر کسی جرم کا یا اسکے غلام پر کسی جرم
 کا دعویٰ ہوا اور اسے کسی کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر مکاتب عاجز ہوا اور غلام ہو گیا اور وکیل کو معلوم
 نہ تھا اسے صلح کی اور بدل صلح کی ضمانت کر لی تو مکاتب کی ذات پر یہ صلح جائز نہیں ہے پس وکیل سے مطالبہ
 کیا جائے گا کیونکہ اسے ضمانت کر لی ہے اور جب مکاتب آزاد ہو جاوے تو اس سے پھیرے گا یہ مبسوط
 میں لکھا ہے۔ اور اگر کسی کے سر میں زخم ڈالا گیا اسے کہا کہ میں نے تجھ کو اپنے سر کے زخم میں وکیل کیا اور اس
 زیادہ کچھ نہ کہا تو وکیل کو صلح کرنے یا عفو کرنے یا خدمت کرنے کا اختیار نہیں ہو اور اگر زخم کا پورا ایش لے لیا
 پس اگر زخم خطا سے آیا ہو تو مستحاناً جائز ہو اور اگر عمدہ ہو تو اسکو ایش پر قبضہ کرنے کا اختیار نہیں ہو یہ محیط میں لکھا
 ہے اور اگر مٹی جو ج نے کہا کہ جو کچھ تو میرے اس زخم کی بابت کرے وہ جائز ہے اسے صلح کر لی تو مستحاناً جائز ہو
 اور اگر زخم ڈالنے والے کو بری کر دیا تو جائز نہیں ہے اور اگر کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہو تو بری کرنا اور
 صلح وغیرہ سب کرنا جائز ہے کذا فی المبسوط

اسطوان باب دو شخصوں کو وکیل کرنے کے بیان میں۔ اگر دو شخصوں کو وکیل کیا تو ایک
 کو بدوین دوسرے کے اس میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے اور یہ اس وقت ہے کہ ایک ہی
 غلام سے دونوں کو وکیل کیا مثلاً کہا کہ میں نے تم دونوں کو اپنے پاس غلام کے فروخت کے واسطے
 وکیل کیا اور اگر دونوں کو علیحدہ علیحدہ وکیل کیا تو جس شخص نے دونوں میں سے اسکو فروخت کیا جائز ہو
 یہ سراج الوماج میں لکھا ہے۔ ایک شخص کو ایک عورت سے نکاح کر دینے کے واسطے وکیل کیا
 اور دوسرے کو بھی اسی واسطے وکیل کیا پھر ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کر دیا پھر دونوں
 عورتیں بہین نکلیں پس اگر دونوں نکاح آگے پہنچے واقع ہوئے تو پہلا نکاح جائز اور دوسرا باطل ہو اور اگر دونوں

معاذ واقع ہوئے تو دونوں نکاح باطل ہوئے۔ دو شخصوں کو ایک عورت سے نکاح کرنے کے واسطے وکیل کیا یا ایک عورت نے دو وکیلوں کو اسی واسطے مقرر کیا پھر ایک وکیل نے ایسا کیا تو جائز نہیں ہو اگرچہ موکل نے ہر مقرر کر دیا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان مین لکھا ہے۔ طلاق و عتاق کے دو وکیلوں مین سے ایک منفرد ہو سکتا ہے بشرطیکہ بغیر مال کے ہو اور ایسے ہی ودیعت اور عاریت اور غصب اور بیع بیع فاسد کے واپس کرنے میں وکیلوں کا بھی یہی حکم ہو کذا فی الخلاصہ۔ اگر دو شخصوں کو اپنی عورت کی طلاق کے واسطے وکیل کیا اور ایک شخص نے طلاق دی اور دوسرے نے انکار کیا تو جائز ہو کیونکہ ایقلع طلاق کے واسطے اسے کی حاجت نہیں ہو اور یہی حکم غلام کے آزاد کرنے میں ہو۔ اور اگر طلاق کے واسطے دو شخص وکیل مقرر کر کے کہا کہ ایک بدون طلاق دوسرے کے ہرگز طلاق نہ دے پس ایک نے بدون دوسرے کے طلاق کے طلاق دی یا ایک نے طلاق دی اور دوسرے نے فقط اجازت دی تو جائز نہیں ہو۔ اور یہی حکم عتق کے دو وکیلوں کا ہے۔ اور اگر کہا کہ تم دونوں عورت کو تین طلاق دو پس ایک نے ایک طلاق دی پھر دوسرے نے دو طلاقیں دیں تو کچھ واقع نہ ہوگی جب تک کہ تین طلاقوں پر اجتماع نہ ہو۔ اور اگر دونوں کو ایک غیر معین عورت کے طلاق کی واسطے وکیل کیا یا غیر معین غلام کی آزادی کے واسطے وکیل کیا تو طلاق یا عتاق دونوں جب تک کہ مجتمع نہ ہوں جائز نہیں ہو کذا فی النہایہ۔ اگر خلع کے واسطے دو شخصوں کو وکیل کیا پھر ایک نے خلع کر لیا تو جائز نہیں ہو اور اگر بدل خلع معین کر دیا ہو تو بھی ایسا ہی ہو کذا فی الذخیرہ اسی طرح اگر ایک نے خلع کیا اور دوسرے نے اجازت دیدی تو بھی جائز نہیں ہو جب تک کہ دوسرا یہ نہ کہے کہ میں نے اس عورت سے خلع کیا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ ایسے مسائل میں قاعدہ یہ ہو کہ جس تصرف میں مالے کی احتیاج ہو اگر اس میں دو شخص وکیل کیا اور ایک نے وہ کام کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہیں ہو اور جس تصرف میں مالے کی ضرورت نہیں ہو اس میں ایک کے تصرف سے بدون دوسرے کے جواز ہو جائے گا۔ اگر اپنی عورت کا کام دو شخصوں کے ہاتھ میں یعنی اسکو طلاق دین یا نہ دین پس فقط ایک نے طلاق دی تو جائز نہیں ہو اگر دو شخصوں کو ہزار درہم بیعاعت کسی شخص کو دینے کی واسطے وکیل کیا اور ہزار درہم دونوں کو دیدیے پس ایک نے بدون دوسرے کے وہ درہم اس شخص کو دیدیے تو قیاس چاہتا ہو کہ ڈانڈ بھرے اور استحقاقاً ضامن نہ ہو گا اور اگر دونوں وکیلوں نے کسی کو اس واسطے وکیل کیا کہ جسکو مالک نے کہا ہو اسکو یہ درہم دیدے اسنے دیدیے تو قیاس چاہتا ہو کہ دونوں ضامن ہوں اور استحقاقاً ضامن نہ ہونگے کیونکہ شخص اس مال پر قبضہ کرنے کے واسطے مالک کی طرف سے بیان کیا گیا تھا اسکو مال پہنچ گیا محیط میں ہو۔ ایک شخص نے دو شخصوں کو اپنا قرضہ فلان شخص سے وصول کرنے کے واسطے وکیل کیا اور موکل غائب ہو گیا اور ایک وکیل بھی غائب ہو گیا پھر دوسرا وکیل جو حاضر ہو قرضدار کے پاس آیا

۱۔ باطل الیٰ اس واسطے کہ وہ دونوں کا نفع ہونا باطل ہو تو لا محالہ ایک جائز ہو سکتا ہو لیکن دونوں معاویہ ہوئے تو کسی کو ترجیح نہیں ہو بطریق اگر آگے پیچھے ہوں مگر اول معلوم نہ ہو تو بھی باطل کہا جاوے لیکن نصف مہر یا متعہ ان دونوں میں شریک ہوگا ۱۲

اور قرضدار نے قرض کا اقرار کیا مگر وکالت سے انکار کیا پس وکیل نے گواہ سنائے کہ اس شخص کو غلامان شخص نے اپنا قرضہ وصول کر نیکی واسطے جو اس مدعا علیہ پر ہو وکیل کیا ہو تو قاضی دونوں کی وکالت کا حکم دیدیگا حتیٰ کہ اگر غائب وکیل آوے تو اسکو اپنی وکالت کی واسطے دوبارہ گواہ سنائے کی ضرورت نہوگی کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصوں کو ایک قرض کے دعویٰ میں خصوصیت کرنے اور قبضہ کرنے کی واسطے وکیل کیا تو ایک کو بدون دوسرے کے خصوصیت کا اختیار ہو لیکن ایک بدون دوسرے کے قبضہ نہ کریگا پس اگر ایک نے قبضہ کیا تو قرضدار بری نہوگا جب تک دوسرے وکیل کے ہاتھ میں بھی یا موکل کے پاس نہ پہنچے کذا فی الاحادیث۔ نوادر ابن سمانہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ ایک گھر ایک شخص کے قبضہ میں ہے اس پر ایک شخص نے دعویٰ کیا اور اس میں خصوصیت کے واسطے دو شخصوں کو اور اس پر قبضہ کر نیکی واسطے وکیل کیا پس دونوں نے مخاصمہ کیا پھر ایک وکیل مر گیا تو امام نے فرمایا کہ میں زندہ وکیل سے گھر کے مقدمے میں گواہ قبول کروں گا اور موکل کی ڈگری کر دوں گا لیکن گھر اسکے قبضہ میں رہے گا حکم نہ دون کا بلکہ مردہ وکیل کی طرف سے ایک وکیل اس وکیل کے ساتھ مقرر کر کے دونوں کے قبضہ میں گھر سپرد کرنے کا حکم دون کا اسی طرح اگر ایک ہی وکیل مقرر ہوا ہو اور اسے گواہ سنائے اور میں نے موکل کی ڈگری کر دی پھر وہ وکیل مر گیا تو اسکی طرف سے ایک وکیل مقرر کر کے مدعا علیہ کو حکم دوں گا کہ گھر اسکے قبضہ میں سپرد کر دے اور مدعا علیہ غائب کے ہاتھ میں نہ چھوڑ دوں گا کذا فی الذخیرہ اگر دو شخصوں کو بیع کے واسطے وکیل کیا اور ایک انہیں غلام مجبور ہو تو اکیلا دوسرا بیع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ موکل ایک کی رہے پر رضی نہیں ہو پس اگر ایک وکیل مر گیا یا اسکی عقل جاتی رہی تو دوسرا اسکو فروخت نہیں کر سکتا ہے۔ اگر دو شخصوں کو ایک غلام فروخت کرنے یا خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے بدون دوسرے کے یہ کام کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے خواہ دام مقرر کر دیے ہوں یا نہ مقرر کیے ہوں اور خواہ دوسرا وکیل غائب ہو یا حاضر ہو لیکن خریدار فروخت میں ایک فرق ہے جو وہ یہ ہے کہ اگر اکیلے نے خرید یا تو خریداری اسکے ذمہ بلا توقف پڑ جائیگی بخلاف بیع کے کہ یہ موکل یا دوسرے وکیل کی اجازت پر موقوف رہیگی۔ اسی طرح مکاتب کر دینے یا مال لیکر آزاد کر دینے کے دونوں وکیلوں میں اگر ایک نے کیا دوسرے نے نہ کیا تو جائز نہیں ہے جب تک کہ موکل یا دوسرا وکیل اجازت نہ دے۔ اور اگر کسی کو کچھ ہبہ کیا اور اسکے سپرد کر نیکی واسطے دو وکیل کیے اور ایک نے بدون دوسرے کے سپرد کیا تو ہبہ صحیح ہو گیا اور اگر اسے قرض کے واسطے دو وکیل کیے اور قرض انکو دیدیا پھر ایک نے بدون دوسرے کے قرض ادا کیا تو جائز ہے یہ سراج الوہاب میں ہے۔ ایک شخص نے دو شخصوں کو وکیل کیا کہ میری دونوں عورتوں کو اسقدر مال پر خلع کر اؤ یا میرے دونوں غلاموں کو اسقدر دامون پر فروخت کر دو پھر دونوں نے ایک عورت سے خلع کیا یا ایک غلام کو مٹن معلوم پر فروخت کیا تو جائز ہے یہ قادیانی قاضی خان میں ہے۔ اگر دو شخصوں کو وکیل کیا کہ دونوں یہ مال معین ہبہ کر دو اور موہوب کہ کو معین نہ کیا تو سب کے نزدیک ایک منفرد ہو سکتا ہے کذا فی البحر الرائق۔ رہن کے دو وکیلوں میں سے ایک منفرد نہیں ہو سکتا ہے یہ قادیانی میں لکھا ہے۔ اگر دو وکیلوں کو کوئی گھر یا زمین اجارے پر لینے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے جائے پائے

لیا تو یہ عقد اسی کے لیے ہوا اور اگر سنے موکل کو دیا تو دست پرست دونوں میں از سر نو اجارہ منعقد ہو گا کذا فی محیط
 اگر دو شخصوں کو اپنی ودیعت پر قبضہ کرنے کے واسطے وکیل کیا پس ایک نے دونوں دوسرے کے قبضہ کیا تو وہ ضمان
 ہو اور اگر دونوں نے ایک ساتھ قبضہ کیا تو جائز ہو اور ہر ایک کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دینے کا اختیار
 ہو اور دونوں کو اختیار ہو کہ ایک کے عہد کے پاس ودیعت رکھ دین کذا فی الحادوی۔ ایک شخص نے دو شخصوں
 سے کہا کہ میں نے دونوں میں سے ایک کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک ہی باندی ہزار درم کو خرید دے
 پس ایک نے خریدی پھر دوسرے نے خریدی تو دوسرا اپنی ذات کے واسطے خریدنے والا ہو گا اور اگر دونوں
 نے ایک ہی وقت میں موکل کے واسطے باندی خریدی تو دونوں کی دونوں باندی موکل کی ہونگی اور اسی پر
 فتویٰ ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ اگر کسی شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا اور دوسرے کو بھی اسی
 غلام کے بیچنے کے واسطے وکیل کیا پس اسے ایک شخص کے ہاتھ بچا اور دوسرے نے دوسرے کے ہاتھ بچا
 پس اگر پہلا مشتری معلوم ہو تو غلام اسی کا ہو گا اور اگر اول نہ معلوم ہو تو ہر ایک کو آدھا غلام ملے گا اور آدھے
 دام دینے پڑیں گے اور ہر ایک اس سے خدمت لیگا اور اگر غلام کسی ایک وکیل کے قبضہ میں ہو یا موکل کے قبضہ
 میں ہو تو بھی یہی حکم ہو اور اگر کسی مشتری کے قبضہ میں ہو تو وہ اولی شمار ہو گا اور اسی کو ملے گا وکیل اگر دوسرے
 مشتری نے اپنے خریدنے کی تاریخ اس سے پہلے لکھی دکھائی تو ایسا نہیں ہو اور ایک یہ صورت ہو سکتی ہے
 کہ ایک وکیل نے ایک شخص کے ہاتھ اور غلام موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا یا ایک ہی وکیل تھا
 اسے ایک کے ہاتھ اور موکل نے دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا اور یہ صورت کتاب میں مذکور نہیں ہے
 اور شک نہیں ہو کہ اگر اول معلوم ہو تو وہی اولی ہو گا اور اگر معلوم نہ ہو تو حسن نے امام عظیم سے روایت کی کہ
 موکل کی بیع اولی ہوگی اور ابن سماعہ نے امام محمد سے روایت کی کہ غلام دونوں خریداروں میں آدھا آدھا
 مشترک ہو گا یہ محیط میں ہو اگر دو شخصوں کو ہزار درم اس واسطے دیے کہ فلاں شخص کو دیرین پھر ایک نے اسکو
 دیے تو قیاساً وہ نصف کا ضامن ہو گا ولیکن استحساناً ضامن نہ ہو گا کیونکہ غیر کو مال ہو بچا دینے میں راعے
 کی ضرورت نہیں ہو یہ مبسوط میں ہو اگر کسی شخص سے کہا کہ میری طرف سے یہ ہزار درم فلاں یا فلاں کو
 ادا کر دے اسے دونوں میں جسکو چاہا ادا کر دیا تو جائز ہو کذا فی الحادوی۔ ایک شخص نے دوسرے کو
 ایک غلام معین کی بیع کے واسطے وکیل کیا اور اسی غلام کی بیع کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر ایک نے
 اسکو فروخت کیا پھر دوسرے نے مشتری کے ہاتھ اس سے زیادہ دامون کو فروخت کیا تو امام ابو بکر
 بلخی نے فرمایا کہ دوسرے کی بیع جائز ہو کیونکہ پہلے کے فروخت کرنے سے دوسرا کالت سے خارج نہیں
 ہوا اور دوسرے کی بیع اسی مشتری کے ہاتھ پہلی بیع کے واسطے فصیح بھی نہیں ہے تاکہ ناجائز نہ ہو یہ فتاویٰ
 قاضی خان میں ہو۔ اگر دو شخصوں کو دو غلاموں کو ہزار درم میں فروخت کرنے کی واسطے وکیل کیا پس
 ایک نے ایک غلام چار سو درم کو بچا پس اگر یہ دام ہزار درم میں سے اس غلام کا حصہ ہو تو جائز ہے

یونکہ دونوں غلاموں کے جدا بیچنے میں موکل کا ضرر نہوا اسی طرح اگر اسکے حصہ سے زیادہ دامون کو بیچا تب بھی موکل کا نفع ہو اور اگر کم دامون کو دیا تو جائز نہیں ہو اور کتاب میں مذکور ہو کہ تھوڑا اور بہت نقصان کیساں ہو اور یہ امام اعظم کا قول ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر نقصان خفیف ہو تو جائز ہو اور اگر زیادہ ہو تو جائز نہیں ہو یہ مبسوط میں ہے دو شخصوں کو دین کر نیلے واسطے وکیل کیا اور حکم دیا کہ مرثیہ کو دین کی بیع کے واسطے قابو دیدین پس دونوں نے دین کیا اور ایک نے مرثیہ کو بیع کیواسطے اختیار دیا تو مرثیہ کو بیع کا اختیار حاصل نہوگا کیونکہ ایک اسکی بیع کا اختیار علیحدہ نہیں رکھتا ہو تو دوسرے کو بھی بیع کا اختیار نہیں دے سکتا ہو پس اگر دونوں نے کہا کہ فلاں شخص تجھ سے فرض مانگتا ہے اور دونوں نے اسکو دین دیدیا پھر ایک نے کہا کہ ہکو بھیجے والے نے حکم دیا تھا کہ ہم مرثیہ کو بیع کا اختیار دیدین اور دوسرا خاموش رہا تو مرثیہ کو اختیار حاصل ہو جائے گا کیونکہ ایک اپنی بیع کے واسطے منفرد ہو سکتا ہو تو بیع کا اختیار دیدینے بھی منفرد ہو سکتا ہے یہ محیط شری میں ہے

توان باب ان صورتوں کے بیان میں جسے وکیل دکالت سے باہر ہو جاتا ہے اذ انجملہ یہ ہے کہ جس امر کے واسطے وکیل کیا تھا اس میں وکیل کے تصرف سے پہلے خود موکل تصرف کرے مثلاً اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود بیچا یا دہر کر دیا یا مکاتب کر دیا تو وکیل دکالت سے خارج ہو اسی طرح اگر اس میں استحقاق ثابت ہو یا وہ اصلی آزاد ہے تو بھی دکالت سے خارج ہوا لہذا فی البدائع اور اگر بیع کے واسطے وکیل کیا پھر غلام یا باندی کو ہبہ یا صدقہ کیا یا اس سے دہی کی اور ام ولد بنایا تو وکیل دکالت سے خارج ہو اور اگر دہی کی اور ام ولد نہ بنایا یا خدمت لی یا تجارت کی اجازت دی تو دکالت پر باقی ہے اور اگر دین کیا یا گریہ دیکر سپرد کیا تو ظاہر الروایہ میں ہو کہ دکالت سے باہر نہوگا اگر موکل یا وکیل نے غلام فروخت کیا پھر سبب عیب کے حکم قاضی واپس دیا گیا تو وکیل اسکو فروخت کر سکتا ہو اور اگر موکل نے فروخت کیا اور اپنے واسطے تین روز کی خیال کی شرط کی پھر بیع تو دہی تو وکیل فروخت کر سکتا ہو اگرچہ موکل واپس کرنے کا مختار ہو جبکہ خیال اسکے واسطے ہو کذا فی المحيط اگر اپنے غلام کو آزاد کرنے یا مکاتب کرنے کا وکیل کیا پھر مالک نے اسکو فروخت کر دیا تو وکیل دکالت سے خارج ہو گیا پھر اگر وہ غلام مالک کی ملک میں آگیا پس اگر وہ ایسے سبب سے آیا کہ جو اصل سے بیع کے واسطے نسخہ ہے تو اسکی قدیمی ملک عود کر آئی پس وکیل بھی اپنی دکالت پر ہو اور اگر ایسے سبب سے اسکی ملک میں آیا جو اسکی ملکیت پیدا کرتی ہو جیسے بعد قبضہ کے بدون حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے واپس لیا یا اقالہ یا میراث کی وجہ سے ملا تو دکالت عود نہ کرے گی اور اگر اہل حرب نے اسکو قید کیا اور اپنے ملک میں لے گئے پھر موکل نے اسکو خرید لیا اذ اسکو فروخت کر لیا تو دکالت عود نہ کرے گی اور اہل حرب نے خرید نیوالے سے لے لیا یا اس شخص سے لیا جسے حصہ میں مال غنیمت میں آیا تھا اذ قیمت ادا کر دی تو وکیل اپنی دکالت پر رہے گا اور اگر اپنی باندی آزاد کرنے کے واسطے وکیل کیا

بھرا اسکو مالک نے آزاد کیا پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی گئی اور پھر قید ہوئی اور مولیٰ اسکا مالک ہوا تو اسکو وکیل کا آزاد کرنا جائز نہ ہو گا یہ مبسوط میں ہے۔ اگر اپنا غلام ہبہ کر نیلے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود ہبہ کر دیا پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو وکالت عود نہ کرے گی حتیٰ کہ وکیل کو ہبہ کر دینے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی چیز کی خریداری کے واسطے وکیل کیا اور خود خریدی تو بھی ایسا ہی ہے یہ بدائع میں ہے۔ اگر کسی کو معین کیوں کے خریدنے یا فروخت کرنے کا وکیل کیا پھر وہ آٹا یا ستون یا ڈالے گئے تو وکالت سے نکل گیا کذا فی اختلاص۔ اگر کسی دار معین کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا حالانکہ وہ پرپٹ زمین تھی پھر اس عمارت بنائی گئی پھر وکیل نے اسکو خریدا تو جائز نہیں ہے اور اگر عمارت بنی ہوئی تھی اس میں ایک دیوار پر صائی گئی یا کچھ گئی یا کھل لگائی گئی اور وکیل نے خریدی تو موکل کے ذمہ پڑے گا اسی طرح بیع کی وکالت میں بھی یہی حکم ہے اور اگر کما کما میرے واسطے یہ پرپٹ زمین یا یہ قراح خریدے یا کما کما فروخت کرے پھر اس میں خرما کے درخت یا اور درخت لگائے گئے یا ڈالیا عام یا حائوت سنائی گئی یا باغ چار دیواری کا کر دیا گیا تو اسکی خرید و فروخت موکل کے ذمہ نہیں پڑے گی اسی طرح اگر گھوڑوں کی کھیتی یا انگور کے تاک لگائے گئے تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط مخری میں لکھا ہے۔ اگر کسی کو اس واسطے دیا کہ میرا قرضہ ادا کر دے پھر موکل نے خود ادا کر دیا پھر وکیل نے ادا کیا پس اگر وکیل کو موکل کے فضل کی خبر نہ تھی تو ضامن نہ ہو گا اور موکل قرض خواہ سے وہ مال جو وکیل نے دیا ہے واپس لے گا اور اگر خبر تھی تو ضامن ہو گا اور خبر نہ ہونے میں قسم کے ساتھ وکیل کا قول لیا جائیگا کذا فی اکاوی۔ اگر اپنا غلام مکاتب کرنے کے واسطے وکیل کیا اسے مکاتب کر دیا پھر وہ عاجز ہو کر غلام ہو گیا تو وکیل کو دوبارہ مکاتب کرنے کا اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر ایک عورت سے نکاح کر دینے کا وکیل کیا اسے ایک عورت سے نکاح کر دیا پھر موکل نے اسکو بائن کر دیا تو وکیل دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا یہ بدائع میں ہے۔ اور اگر موکل نے اس عورت کی مان یا ذات رحم محرم سے نکاح کر لیا یا اسکے سواے چار عورتوں سے نکاح کر لیا تو وکیل معزول ہو گیا کذا فی اختلاص۔ اگر اپنی عورت کو خلع کر نیلے واسطے وکیل کیا پھر اسکو خود خلع دیدیا یا خلیعہ کر دیا تو وکیل معزول ہو گیا کیونکہ وہ خلع کا محل نہیں رہی کذا فی البدائع۔ اگر کسی خاص عورت سے نکاح کر دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے خود اس عورت سے نکاح کر لیا پھر اسکو طلاق دیدی پھر وکیل نے اس کے ساتھ نکاح کر دیا تو جائز نہیں ہے ایک عورت نے کسی کو اپنا نکاح کر دینے کے واسطے وکیل کیا پھر عورت نے خود ہی نکاح کر لیا تو وکیل وکالت سے نکل گیا خواہ اسکو خبر ہو یا نہ ہو کذا فی محیط۔ ایک شخص کو اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر موکل نے اپنی عورت کو بائن یا رجعی طلاق دی اور اس کی عدت گزر گئی پھر وکیل نے طلاق دی تو واقعہ نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر اس کے بعد پھر موکل نے اس سے نکاح کیا تو وکیل اسکو طلاق سے ملے میں کہتا ہوں کہ اس کے عرف میں دوا کا لفظ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے اور ہمارے عرف میں یہ طلاق جائز نہیں ہے بلکہ گھر کے مانند ہو تو فرق ہمیشہ محفوظ رکھنا چاہیے تاکہ فقہ میں نافع ہو۔ ۱۲ منہ

دے سکتا ہے۔ اور اگر موکل نے بعد توکیل کے ایک طلاق دی پھر عدت میں وکیل نے اسکو طلاق دی تو طلاق
 ٹر جائیگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر اپنی عورت کو طلاق دینے کے واسطے وکیل کیا پھر خود اس سے
 خلع کر لیا تو جب تک وہ عدت میں ہو وکیل کی طلاق اُس پر ٹر جائے گی کیونکہ شوہر کی طلاق اس حالت میں نہیں
 واقع ہو سکتی جس وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے یہ بین میں ہے۔ اگر کسی کو بہن کے واسطے وکیل کیا پھر خود وہی
 بہن کیا پھر فک بہن کر لیا تو وکیل بہن نہیں کر سکتا ہے۔ اور اگر ایک دوسرے شخص کو بہن کی واسطے وکیل کیا اور
 پہلے وکیل نے بہن کر دیا ہے پھر اسے فک بہن کیا تو دوسرا بہن کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب اسے پہلے وکیل کے بہن کے
 بعد وکیل کیا تو یہ دلیل ہے کہ بعد انفکاک بہن کے اسکو بہن کا اختیار ہے بخلاف اسکے کہ اگر دوسرے کو پہلے
 کے بہن کرنے سے پہلے وکیل کیا پھر پہلے وکیل نے بہن کیا کیونکہ اس صورت میں دوسرے کو بہن کرنے کی
 اجازت فی الحال حاصل ہوئی تو گویا بہن کے واسطے وہ وکیل ہوئے پس جسے بہن کر دیا جائے یہ یہ محیط
 خیر میں ہے اور زکوٰۃ کے وکیل نے اگر موکل کے غوداد کر دینے کے بعد ادا کی تو امام
 عظیم رہے کے نزدیک ضامن ہو گا خواہ اسکو موکل کا ادا کر دینا معلوم ہو یا نہ معلوم ہو اور صاحبین کے نزدیک
 اگر معلوم ہو تو ضامن ہو گا ورنہ نہیں یہ محیط میں ہے۔ اذبحلہ خود موکل کے معزول کرنے سے معزول ہو جائے
 اور عزل کے صحیح ہونے کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وکیل کو اسکا علم ہو جاوے کیونکہ معزول کرنا ایک عقد کا
 فسخ کرنا ہے پس مثل فسخ کے اسکا حکم بدون علم کے ثابت نہ ہو گا پس اگر وکیل کی موجودگی میں اسکو معزول کیا تو صحیح ہے
 اور اگر غائب ہو اور اسکو خط لکھ بھیجا اور وہ خط اسکو پہنچا اور اس کے مضمون سے واقف ہوا تو معزول ہو گیا اسی
 طرح اگر ایک ایلی بھیجا اور اس ایلی نے پیغام معزولی پہنچا دیا کہ فلان شخص نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے کہتا ہے
 کہ میں نے تجھے وکالت سے معزول کیا تو معزول ہو جائیگا خواہ ایلی عادل ہو یا غیر عادل آزاد ہو یا غلام
 صغیر ہو یا کبیر ہو بشرطیکہ پیغام اسی طور سے پہنچا دے جیسا میں نے بیان کیا اور خط یا ایلی نہ بھیجا لیکن وکیل کو وہ خط
 نے خواہ عادل ہوں یا غیر عادل یا ایک شخص نے یہ خبر دی کہ تو معزول ہو گیا تو بالاتفاق معزول ہو جائیگا خواہ
 وکیل نے اسکی تصدیق کی ہو بشرطیکہ یہ خبر سچی ثابت ہو کیونکہ ایک شخص کی خبر معاملات میں مقبول ہوتی ہے اگرچہ عادل
 نہ ہو اور اگر ایک شخص غیر عادل نے اسکو خبر دی پس اگر اسے تصدیق کی تو بالاتفاق معزول ہو گا اور اگر تکذیب کی تو معزول
 نہ ہو گا اگرچہ خبر کا صدق ہو نا ظاہر ہو اور یہ امام عظیم کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر خبر کا صدق ظاہر ہو تو معزول
 ہو گا اگرچہ تکذیب کی ہو اور اگر موکل نے اسکو معزول کیا اور اسکی معزولی پر گواہ کر لے اور اسکو برطرف کرنے کی خبر کسی نہ دی
 تو معزول نہ ہو گا اور بعد معزول ہونیکہ خبر پہنچنے سے پہلے اسکا تصرف و سیاہی جائز ہو گا جیسا کہ معزول ہونے سے پہلے
 جائز تھا کسی امر میں احکام میں سے فرق نہ ہو گا۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کالت سے دوسرے کا حق متعلق نہ ہو اور اگر دوسرے کا
 حق متعلق ہو تو نہ وکالت کی رضا مندی کے اسکا معزول کرنا صحیح نہیں ہے چنانچہ اگر عبد علی نے مدعی کی درخواست
 ایک شخص کو انکی خصوصیت کی واسطے وکیل کیا پھر بدون مدعی کی موجودگی کے اسکو معزول کیا تو معزول نہ ہو گا یہ بدلتین

ہو ایک شخص کو اپنا غلام بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر اسکو وکالت سے باہر کیا اور اسکو معلوم نہیں ہوا پس اُس نے غلام
فروخت کیا اور ثمن پر قبضہ کر لیا اور وہ اُسکے ہاتھ میں تلف ہو گیا اور غلام بھی سپرد کرنے سے پہلے ہی کے پاس مر گیا
تو مشتری کو اختیار ہو کر ثمن وکیل سے لیوے اور وکیل کو اختیار ہو کر موکل سے لیوے۔ اسی طرح اگر مالک غلام
نے اسکو مدبر یا مکاتب یا بیع کیا اور وکیل کو معلوم نہ ہوا۔ اسی طرح اگر اس میں استحقاق ثابت ہوا یا ظاہر ہوا کہ وہ
اصلی آزاد ہو تو بھی یہی حکم ہو یہ حاوی میں ہو۔ ایک شخص کو اپنے مال معین کے فروخت کے واسطے
وکیل کیا پھر اسکو وکالت سے باہر کرنا چاہا تو اسکو اختیار ہو کر اُس صورت میں اختیار نہ ہو گا کہ اُس سے وکیل کا
حق متعلق ہو مثلاً اسکو حکم دیا کہ یہ مال فروخت کر کے اسکے دامون سے اپنا قرض لے لے کذا فی الذخیرہ۔
اگر خصم کی غیر حاضری میں وکیل معزول ہو یا یہ وکیل طالب کا تھا تو معزول کرنا صحیح ہے اگرچہ مطلوب
حاضر نہ ہو۔ یا مطلوب کا وکیل تھا پس یا وکیل بدون کسی کے التماس کے تھی اور اس صورت میں بھی معزول
کرنا صحیح ہو اگرچہ طالب غائب ہو یا قاضی یا طالب کے التماس سے تھی پس اس صورت میں اگر وکیل کے
وقت وکیل غائب تھا اور اسکو وکیل کی خبر نہ ہوئی تو ہر حال میں اُسکا معزول کر دینا صحیح ہو اور اگر وکیل حاضر
تھا یا غائب تھا مگر اسکو وکیل کا علم ہوا اور اُس نے رد نہ کیا پس اگر طالب کے التماس سے یہ وکیل تھی تو اسکی غیبت
میں معزول کرنا صحیح نہیں ہو اور اسکی موجودگی میں صحیح ہو خواہ وہ خوش ہو یا ناخوش ہو اور اگر قاضی کے التماس سے
توکیل تھی اور طالب غائب تھا تو قاضی کے سامنے اُسکا معزول کرنا صحیح ہو اگرچہ طالب غائب ہو اور اگر طالب کے سامنے
معزول کیا تو بھی صحیح ہو یہ محیط میں ہو۔ ایک شخص نے سفر کا ارادہ کیا اسکی عورت نے کہا کہ اگر تو فلان مدت تک
نہ آوے تو میری طلاق کیو واسطے کسی کو وکیل مقرر کر دے کہ مجھے اسوقت پر طلاق دیدے اُس نے ایسا ہی کیا پھر
اُس نے وکیل کو لکھا کہ میں نے تجھے وکالت سے خارج کر دیا تو نصیر بن سحیہ رحم نے فرمایا کہ معزول کرنا صحیح ہے اور
محمد بن سلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معزول کرنا صحیح نہیں ہو یہ محیط سرحدی میں ہو۔ اذ انجلہ موکل کے مرجانے سے
معزول ہو جاتا ہو کیونکہ وکیل موکل کے حکم سے تھی اور مرجانے سے حکم دینے کی اہلیت باقی نہ رہی پس وکالت
باطل ہو گئی خواہ وکیل کو اُسکے مرنے کی خبر ہو یا نہ ہو بدلتے میں ہو۔ اور اگر طالب مر گیا اور طالب کے مرنے کی خبر
مطلوب کو نہ ہوئی اُس نے وکیل کو مال دیدیا تو بری نہ ہو گا اور اسکو واپس کر لینے کا اختیار ہو اور اگر موکل کے مرنے
کی خبر تھی تو وکیل سے ضمان نہیں لے سکتا ہی اگر اُسکے پاس ضائع ہو جائے کذا فی الاخلاصہ وکیل نے بطور
بیع الوفاء کے فروخت کیا پھر اُسکا موکل مر گیا تو اُسکے مرنے سے وکیل معزول نہ ہو گا کذا فی البحر الرائق۔ ایک
شخص پر دعویٰ کیا گیا کہ اُس نے سر زخمی کر دیا ہو اُس نے ایک شخص کو صلح کے واسطے وکیل کیا پھر موکل مر گیا تو وکالت
باطل ہو گئی پس وکیل نے صلح کی تا اور اپنے مال سے ضمانت دی تو خالصتہ وکیل پر صلح جائز ہوئی اور اگر موکل
نہ مرا اور طالب مر گیا اور وکیل نے طالب کے وارثوں سے صلح کی تو جائز ہے کیونکہ طالب کے وارث بجائے
اُسکے قائم ہو کر مطالبہ کر سکتے ہیں کذا فی البسوط۔ اذ انجلہ موکل کا جنون ہو جانا وکالت کو باطل کرتا ہو بشرطیکہ

جنون مطبق ہو کیونکہ اس سے اہلیت حکم باقی نہیں رہتی ہو کذا فی البدایع اور جنون مطبق امام ابو یوسف سے کہ
 نزدیک ایک مہینہ ہو اور امام محمد کے نزدیک ایک سال کامل ہو اور یہی صحیح ہو کذا فی الکافی اور مشائخ نے فرمایا کہ
 جنون مطبق کا جو حکم ذکر کیا وہ ایسی نکاح کے حق میں محمول کیا جاتا ہے کہ جو لازمی نہ ہو کہ ہر ساعت موکل اسکو
 معزول کر سکتا ہو جیسے طالب کی طرف سے وکیل خصوصیت ہوتا ہے اور اگر نکاح لازمی ہو کہ موکل ہر ساعت
 اسکو معزول نہ کر سکتا ہو مثل غفل کے کریم رہن پر مسلط ہو اور مسلط کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو موکل کے
 جنون کی وجہ سے وکیل معزول نہ ہو گا اگرچہ جنون مطبق ہو اور اگر وکیل کو جنون مطبق ہو اور ایسا ہو گیا کہ نیا
 اور خرید و فروخت کو نہیں سمجھتا ہو تو نکاح سے باہر ہو جائیگا حتیٰ کہ اگر اس حالت میں خرید و فروخت کی توجانہ
 نہیں ہو اور اگر ایسی حالت ہو کہ نیا بخت و خرید و فروخت سمجھتا ہو تو وکیل باقی رہیگا اور معزول نہ ہو گا پس
 اگر خرید و فروخت کی تو اصل میں مذکور ہو کہ جائز ہو اور مشائخ نے فرمایا کہ جو اصل میں مذکور ہو وہ ایسی صورت
 میں گمان کیا جاتا ہے کہ جب موکل اس سے راضی ہو اور اگر موکل پسند نہ کرے تو اسکا تصرف موکل پر نافذ نہ ہو گا
 کذا فی المحیط۔ از انجملہ موکل کا مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملنا وکیل کو نکاح سے خارج کرتا ہے اور یہ امام غزالی کے
 نزدیک ہے اور صاحبین اس کے نزدیک نہیں خارج کرتا ہے۔ اور اگر موکل عورت ہو۔ اور مرتد ہو گئی تو وکیل ایسی نکاح
 پر ہر بیان تک کہ عورت مر جائے یا دار الحرب میں چلی جائے اور یہ بالا جماع ہے کیونکہ عورت کا مرتد ہونا مانع نفوذ تصرف
 نہیں ہے یہ بلایع میں ہے اگر وکیل نے کہا کہ یہ فعل میں نے اس عورت کی حیات میں کیا ہے تو خرید و فروخت و تقاضا
 قرض و ادائے قرض وغیرہ کے ایسی چیزوں میں جو تلف ہو چکی ہیں اسکی تصدیق کیجا ئیگی اور جو بعینہ قائم ہو اسمیں
 اسکی تصدیق نہ ہوگی اور اگر کہا کہ میں نے اس عورت کا قرض فلان شخص سے وصول کیا تو بدون گواہوں کے
 اسکی تصدیق نہ ہوگی اگرچہ بعینہ قائم ہو یہ حاوی میں ہے۔ اور اگر کہا کہ مجھے جو مال فلان عورت نے دیا اسکو میں نے
 وصول کیا اور موکل عورت نے اسکو اسکا حکم کیا تھا تو اسکی تصدیق کیجا و سہی بشرطیکہ مال بعینہ قائم نہ ہو بیسوط
 میں ہے۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ اس عورت سے میرا نکاح کرادے پھر وہ مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملے پھر قید ہو کر اسلام
 لائی پھر وکیل نے موکل سے اسکا نکاح کرادیا تو جائز ہے بقاوی قاضی جان میں کہ ایک شخص کو دو شخصوں نے وکیل کیا
 کہ ہم دونوں کے واسطے فلان باندی خرید دے پھر دونوں میں سے ایک مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملا پھر وکیل نے
 وہ باندی خریدی تو وکیل کے ذمہ آدمی اور آدمی دو مرتبہ موکل کے ذمہ ہے کی اگر مرتد کے وارثوں نے کہا کہ تو نے
 ہمارے میراث کے مرتد ہونے سے پہلے خریدی ہے اور وکیل نے انکی تکذیب کی تو قسم لیکر اسی کا قول لیا جائیگا اور اگر وکیل
 نے مرتد کا مال بایعہ کو دیا ہے تو وارثوں کا قول لیا جائیگا اور اگر دونوں گواہ سنائے تو وارثوں کے گواہ مقبول ہو گئے اور اگر
 وکیل نے کہا کہ میں نے باندی مرتد کے دار الحرب میں جا ملنے سے پہلے خریدی ہے اور وارثوں نے تکذیب کی تو وارثوں کا قول
 لے تو اگر کسی نکاح لازمی وہ نہیں ہوتی جسکو موکل ہر وقت معزول کر سکے ورنہ لازمی ہے مسئلہ مثل عدل یعنی رہن میں شرط ہو کہ مہون
 ایک عادل کے پاس ہو چکا ہو یا نہیں روپیہ دے تو عادل مسلط ہے کہ راہن کی طرف سے مہون فروخت کر کے روپیہ ادا کر دے

لیا جائیگا بشرطیکہ مال وکیل کو دیا گیا ہو اور وہ مال بعینہ اُسکے یا دوسرے کے ہاتھ میں قائم نہ ہو اور اگر مال نہیں دیا گیا تو وارثوں کا قول لیا جائیگا اور یہی حکم ہو اگر وہ مال بعینہ وکیل یا بائع کے پاس قائم ہو بشرط میں لکھا ہو۔ از انجملہ موکل کے عاجز یا مجبور ہو جانے سے وکیل معزول ہوتا ہے مثلاً مکاتب نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ عاجز ہو گیا یا ماذون نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ مجبور ہو گیا تو وکالت باطل ہو گئی کذا فی البدائع۔ اگر مکاتب نے کسی کو وکیل کیا پھر وہ عاجز ہو گیا یا ماذون نے وکیل کیا پھر مجبور ہوا تو وکالت باطل ہوئی ہوئی خواہ وکیل کو خبر ہو یا نہ ہو اور مستغنی میں لکھا ہے کہ عاجز یا مجبور ہونے سے فقط خرید و فروخت کی وکالت باطل ہوتی ہے اور اگر تقاضے یا ادائے قرض کا وکیل ہو تو وکالت باطل نہوگی یہ سراج الوہاج میں ہے از انجملہ وشرکوں کے جدا ہو جانے سے وکالت باطل ہوتی ہے اگرچہ وکیل کو علم نہ ہو کیونکہ یہ عزل علیٰ ہی اور عزل حکمی میں علم شرط نہیں ہے کذا فی التبيين۔ از انجملہ خود وکیل کا مرجع یا جنون مطبق ہو جانا بمطل وکالت ہی اور اگر مرتد ہو کر دارالاضواء میں جا ملا تو اسکا تصرف جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں جائز ہو گا کہ مسلمان ہو کر عود کرے لیکن جب تک اسے دارالکرب میں جانے کا حکم نہ ہو جاوے تب تک اسکا کام موقوف رہیگا اگر مسلمان ہو کر عود کرے تو گویا مرتد نہیں ہوا اور اگر اُس کے دارالکرب میں جانے کا حکم ہو گیا پھر وہ مسلمان ہو کر عود کرے تو امام ابو یوسف نے فرمایا کہ وکالت عود نہ کریگی اور امام محمد نے فرمایا کہ عود کریگی اور اگر وکیل مرتد ہو کر دارالکرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو ظاہر الروایت میں وکالت عود نہ کریگی یہ بدائع میں ہے۔ اگر کسی مسلمان نے دوسرے مسلمان کو طلاق کیواسطے وکیل کیا اور وہ مرتد ہو کر دارالکرب میں جا ملا پھر مسلمان ہو کر آیا تو اپنی وکالت پر باقی رہے گا کذا فی الاحادیث اور معزول ہونے کی صورتوں میں سے ایک اُس غلام کا مرجع یا جسکی بیع یا ہبہ یا دیگر بایا مکاتب کرینگے واسطے مثلاً وکیل ہوا تھا کہ محل تصرف کے ہلاک ہو جانے کے بعد تصرف متصور نہیں ہو سکتا ہے کذا فی البدائع۔ از انجملہ جس چیز کی وکالت واسطے مقدر ہوا تھا وہ متغیر ہو جاوے مثلاً فلاں شخص کے درخت خرمکے کھری بیچنے یا خریدنے سے واسطے وکیل کیا گیا پھر وہ کھری گد یا بچہ یا خشک چھوہا لے ہو گئے اور اسکا نام کھری نہ رہا بلکہ سرسبز ہو گیا پس وکالت باطل ہو گئی ایسے ہی اگر سرسبز ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت باطل ہو گئی اور اگر بعض سرسبز ہو گئے تو خرید و فروخت کی وکالت ہی قدر میں باطل ہوئی لیکن اگر قلیل سرسبز ہوئے مثلاً دریا تین تو وکالت کل کی باقی رہیگی اور اگر رطب خشک ہو کر تر ہو جائیں تو خرید و فروخت کی وکالت استحساناً باطل نہوگی بخلاف غنہ کے اگر وہ زمیہ ہو جاوے تو یہ حکم نہیں ہے اور اگر چھوٹا سرسبز ہو جائے تو بیع و شرا کی وکالت باطل نہ ہوگی یہ محیط میں ہے۔ اگر انڈون کے خرید و فروخت کیواسطے وکیل ہوا پھر اُس میں سے چوزے نکل آئے یا ناک کے پورے بچنے کے واسطے وکیل ہوا اور وہ بڑھ کر ٹھک ہو گئے یا عصیہ یا عنب کی بیج کیواسطے وکیل ہوا اور وہ سرسبز یا زیب یا عصیہ ہو گیا یا دودھ بچنے کے واسطے وکیل ہوا اور وہ مکھن یا بھی ہو گیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا۔ ابن سمان نے لے عزل حکمی یعنی حکم کا معزولی پر کچھ زبان سے معزول نہیں کیا ۱۱۷۷ یعنی قاضی کے سامنے پیش ہوا تو اسے حکم دیا کہ عربی کا فرق ہے

امام محمد سے روایت کی کہ اگر مرغی کے انڈے تین روز کی شرط خیار پر فروخت کیے پھر پھین تین دن میں نہیں چوزے پیدا ہوئے تو بیع باطل ہو گئی اور یہی ابن سماعہ نے امام ابو یوسف سے روایت کی کہ اگر تین حلیب معین خریدنے کی واسطے وکیل کیا پھر وہ ترش ہو گیا پھر وکیل نے خریدا تو موکل پر جائز نہیں ہے اور اگر حلیب کا نام نہ لیا تو جائز ہے کیونکہ دودھ اسکو بھی کہتے ہیں قلت فرق فی الاصطلاح۔ اور اگر تازہ شیرین دودھ بیچنے کے واسطے وکیل کیا پھر ترش ہو گیا پھر فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ محل مفقود نہیں ہوا اسلئے کہ مقصود بیع سے درم حاصل کرنا ہے یہ محیط نحسی میں لکھا ہے اگر کسی ذمی نے دوسرے ذمی کو شراب معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا اور وہ سرکہ ہو گئی تو اسکو قبضہ کرنے کا اختیار ہے کذا فی الحاوی۔ یہی طرح اگر مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شرہ انکو معین پر قبضہ کرنے کا وکیل کیا پھر وہ سرکہ ہو گیا تو قبضہ کر سکتا ہے اور اگر شراب ہو جاوے تو اسکا حکم کتاب میں ذکر نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ قبضہ کر سکتا ہے یہ مبسوط میں ہے اگر خاص ستون کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ بھی یا روغن زیتون میں لت کیے گئے یا شکر یا شہدین شیرین کیے گئے تو اسکی خریداری موکل پر جائز نہ ہوگی اور جتنا جائز ہے اور اگر معین تلون کے خریدنے کے واسطے وکیل ہوا پھر وہ تل بنفشہ یا فیحہ میں بسائے گئے تو اسکی خریداری موکل پر ناجائز اور بیع جائز ہے اور اگر معین سپید کپڑے کی خریداری کا وکیل کیا پھر وہ سُرخ رنگا گیا تو خریداری موکل پر ناجائز اور بیع جائز ہے یہی طرح اگر سفید کو زبان سے نہ کہا و لیکن اشارے سے بتلایا تو بھی یہی حکم ہے یہ محیط میں لکھا ہے اگر تازہ تر مچھلی معین خرید کرنے کے واسطے وکیل کیا پھر وہ مچھلی نمکین کی گئی تو خریداری موکل پر ناجائز اور بیع جائز ہے یہ محیط نحسی میں ہے۔ اگر غلام نے اپنے قرض کے تقاضے کی واسطے وکیل کیا پھر مالک نے اسکو باجارت قرضخواہ کے فروخت کیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو گیا خواہ اسکو علم ہو یا نہ ہو خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو اور اگر اس پر قرض نہ ہو تو مالک اسکا تقاضا کرے اور اگر قرض ہو تو قاضی اسکی طرف سے ایک وکیل تقاضائے قرض کے واسطے مقرر کرے تاکہ اُس سے قرضخواہوں کا قرض ادا کرے۔ اور اگر مالک نے اسکو آزاد کر دیا تو وکیل اپنی وکالت پر باقی ہے یہی طرح اگر قرضخواہوں کی اجازت سے اس کو مکاتب کر دیا تو بھی یہی حکم ہے اگر مکاتب نے اپنے بہرہ پر قبضہ کر لیا واسطے کوئی وکیل کیا اور وکیل نے مکاتب کے عاجز ہونے یا آزاد ہونے کے بعد قبضہ کیا تو جائز ہے کذا فی المبسوط۔ اگر غلام تاجر نے خریدا فروخت وغیرہ کے واسطے وکیل کیا پھر موٹے نے وکیل کو وکالت سے خارج کیا تو یہ کچھ نہیں ہے خواہ غلام پر قرض ہو یا نہ ہو یہ حاوی میں ہے۔ اگر دو شخصوں کا مکاتب ہو اُسے خریدا فروخت یا خصوصت کے واسطے وکیل کیا پھر ایک کے حصہ ادا کرنے سے عاجز ہوا اور وکیل نے وہ کام کیا تو دونوں کے حصہ میں جائز ہوگا کذا فی المبسوط

مستترقات عزل وغیرہ کے اگر عورت کو وکیل کرنے کے بعد تین طلاق دیے تو معزول نہ ہوگی کذا فی البحر الرائق

اگر اپنے غلام کو فروخت کر نیلے واسطے وکیل کیا پھر غلام اور موکل دونوں مر گئے اور وکیل کو معلوم نہ ہوا اُس نے

تین کتابوں کے اصطلاح میں تفاوت ہے ۱۲۸

فروخت کے دام وصول کر لیے اور اسکے پاس تلف ہو گئے تو وکیل من کا ضامن ہو گا اور موکل سے نہیں لگتا
 ہو اگر غلام مر گیا ہو اور موکل کے ترکہ سے نہیں لے سکتا ہو اگر موکل مر گیا ہو کذا فی المحیط۔ اگر عربی نے دوسرے
 عربی کو دار الحرب میں وکیل کیا پھر دونوں مسلمان ہوئے یا ایک مسلمان ہوا تو دکالت باطل ہو یہ مبسوط میں ہے وکیل
 نے اگر دکالت رد کر دی تو رد ہو جائیگی اور یہ اس وقت ہو کہ موکل کو معلوم ہو اور اگر معلوم نہ ہو تو رد نہ ہوگی حتیٰ کہ اگر
 کسی غائب کو وکیل کیا اور اسکو خبر ہو گئی آتے قبول نہ کی بلکہ رد کر دی مگر موکل کو خبر نہ ہوئی تھی کہ اسے پھر قبول
 کر لی تو صحیح ہو اور وکیل ہو جائیگا اسی طرح اگر دکالت کرے پھر موکل نے اس سے کہا کہ دکالت رد کر دے
 آتے کہا کہ میں نے رد کر دی تو دکالت سے باہر ہو جائیگا یہ محیط میں ہے اگر موکل نے دکالت سے انکار کیا اور کہا
 کہ میں نے اسکو وکیل نہیں کیا ہے تو یہ معزول کرنا ہو گا اسی طرح اگر کہا کہ گواہ رہو کہ میں نے اسکو وکیل نہیں کیا
 ہے تو یہ کذب ہو اور وہ شخص وکیل رہا معزول نہ ہوا اور بعض مشائخ نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو داستان ہیں اور یہی
 صحیح ہو کذا فی الذخیرہ۔ باپ نے اگر کسی کو اپنے کامل فروخت کر نیکی واسطے وکیل کیا پھر باپ یا وصی مر گیا تو
 وکیل معزول ہو گیا جبکہ باپ کے کا وارث ہوا اور یہ ہمارے علاقے تلبہ کے نزدیک ہو کذا فی الخلافۃ۔ اور اگر وکیل
 کے کسی فعل کے کرنے سے پہلے لڑکا بالغ ہو گیا تو وکیل معزول ہو گیا اور باپ کا وکیل اور وصی کا وکیل ایک حکم کہتا
 ہے اگر کسی کو خصومت کے واسطے وکیل کیا اور کہا کہ جب میں تجھکو معزول کروں تو میرا خصومت کے مقدمہ میں وکیل ہے
 ہو دکالت مستقبلہ میں مشائخ نے ایسی دکالت کی جو اذین اختلاف کیا ہے عامہ مشائخ نے فرمایا کہ جائز ہے جس طرح ہوا دریا
 ابو زید شروطی فرماتے تھے یہ محیط میں ہے پھر جب اس شرط سے دکالت جائز تھیں اور موکل نے دکالت سے خارج کرنا چاہا
 تو جس لفظ سے خارج کرے سہین اختلاف ہو بعض نے کہا کہ موکل یوں کہے کہ میں نے اپنے ہاں قول سے کہ جب میں
 تجھے دکالت سے خارج کروں تو تو میرا وکیل ہو جو جمع کر لیا تو جمع صحیح ہو پھر اسکے بعد کہہ دے کہ میں نے تجھے اس دکالت سے
 معزول کیا پس جب دکالت متخیرہ سے خارج کر دیا تو وکیل نہ ہو گا اور شمس الائمہ شرحی نے فرمایا کہ میرے نزدیک
 صحیح یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجھے ان دکالتوں سے برطرف کیا تاکہ معلق و متخیرہ دونوں کو شامل ہو یہ فتاویٰ
 قاضی خان میں ہے۔ اگر کسی کو کسی شرط پر معلق کر کے وکیل کیا پھر جو شرط سے پہلے اسکو معزول کیا تو امام ابو یوسف
 رحمہ کے نزدیک صحیح نہیں ہے اور امام محمد رحمہ کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر کہا کہ جب میں تجھے معزول
 کروں تو تو میرا وکیل ہو پھر کہا کہ جب تو میرا وکیل ہو جائے تو میں نے تجھے معزول کیا سہین بھی مشائخ نے اختلاف
 کیا ہے اور مختار یہ ہے کہ وکیل کی موجودگی میں اسکو دکالت سے برطرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے مگر سوائے
 طلاق و عتاق و سوائے اس تو وکیل کے جو بدخواست خصم واقع ہوئی اور یوں کہے کہ میں نے تجھے دکالت
 مطلقہ سے معزول کیا اور دکالتوں معلقہ سے رجوع کیا اور اسی پر فتویٰ ہے یہ غلامہ میں لکھا ہے اگر مطلوب نے
 خصومت کی واسطے اس شرط پر کوئی وکیل کیا کہ وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کا اختیار ہے پھر بدو موجودگی طالب
 لہ قول ضامن اگر کہہ بیان علی عزل ہو یعنی فرق غاصم نے درخواست کی کہ وکیل کر دے دکالت مطلقہ جس میں کوئی شرط و قید نہ ہو وکیل کیا ہو

کے وکیل کو دوسرا وکیل کرنے کے اختیار سے ممنوع کیا یوں کہا کہ میں نے مجھ کو اقرار سے منع کیا اگر تو اقرار کر دے
تو تیرا اقرار مجھ پر روا نہ ہوگا تو امام محمدؒ کے نزدیک ایسی ممانعت صحیح ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بدوین موجودگی
طالب کے صحیح نہیں ہے یہ محیط سرخسی میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم دیے اور حکم کیا کہ اسکی ایک باندی
خرید دے اور کہا کہ جو کچھ تو کرے وہ جائز ہو پس وکیل نے اس کام کے واسطے دوسرا وکیل کیا پھر موکل نے وکیل
اول کو معزول کیا پھر دوسرے وکیل نے باندی خریدی تو جائز ہو خواہ وکیل ثانی کو پہلے وکیل کا معزول ہونا
معلوم ہو یا نہ معلوم ہو خواہ اُس نے دوسرے وکیل کو دام دیے ہوں یا نہ دیے ہوں اسی طرح اگر پہلا وکیل مر گیا پھر
دوسرے نے خریدی تو خریداری موکل پر جائز ہوگی اور اگر موکل نے دوسرے وکیل کو وکالت سے برطرف
کیا تو صحیح ہو خواہ وکیل اول زندہ ہو یا مر گیا ہو اور اگر وکیل اول نے اپنے معزول ہونے اور دوسرے
وکیل کے خریدنے سے پہلے باندی خریدی تو خریداری موکل پر روا ہو پس اگر اسکے بعد دوسرے وکیل نے
خریدی تو اسکی ذات کے واسطے ہوگی خواہ اُسکو پہلے وکیل کے خریدنے کا علم ہو یا نہ ہو خواہ اُسکو دام دیدیے
گئے ہوں یا نہیں اور اگر دونوں نے ایک ایک باندی علیحدہ علیحدہ ایک ہی وقت میں خریدیں تو دونوں
موکل کی ہوگی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اگر مضارب نے کسی کو ایک غلام خریدنے کا وکیل کیا اور مال دیا
پھر رب المال مر گیا یا مجنون ہو گیا پھر وکیل نے خریدنا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا چنانچہ اگر غلام خرید کرنے کا
وکیل کر کے مال دیدیا پھر عقد مضاربت ٹوٹ گیا اور وکیل بخیر ہو اُس نے خریدنا تو خاص مضارب کے ذمہ ہوگا یہ محیط سرخسی
میں ہے۔ ایک شخص پر دوسرے کا قرض ہے پھر قرضدار نے ایک شخص کو مال دیکر وکیل کیا کہ قرض خواہ کو دیدے پھر
طالب نے قرضہ قرضدار کو ہبہ کر دیا تو وکیل دینے سے ضامن ہوگا اور اگر یہ حال اُسکو معلوم نہ ہو تو ضامن نہ ہوگا
یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے غلام نے ایک شخص کو اپنی ودیعت وصول کرنے کے واسطے جو اُسکے آقا یا غیر کے
پاس ہے وکیل کیا پھر مالک نے غلام کو آزاد یا بیع کر دیا یا باندی بھتی کہ اُسکو ام ولد بنا لیا تو وکیل اپنی وکالت پر
باقی ہے کیونکہ جو معاملہ پیش آیا یہ ابتدائی توکیل کے منافی نہیں ہے تو بدرجہ اولیٰ بقائے توکیل میں منافی نہ ہوگا
یہ سبوط میں لکھا ہے۔ اگر غلام نے کسی کو خصوصت یا بیع یا خرید میں وکیل کیا پھر غلام بھاگ گیا تو وکیل وکالت
سے خارج ہو گیا اور اگر وکیل غلام بھاگ گیا تو اپنی وکالت پر باقی ہے ہاں اُسپر عہدہ کسی چیز کا
نہ ہوگا کذا فی المبسوط

وسوان باب متفرقات کے بیان میں۔ خریداری کے وکیل نے اگر کوئی مال چکانے کے طور پر بائع سے لیا
اور دام بیان کر دیے اُسکو موکل نے ادا کر دیا پھر موکل اس سے راضی نہ ہوا اور ناپسند کر کے واپس کیا اور وہ وکیل کے
پاس تلف ہوا تو وکیل بائع کے واسطے اُسکی قیمت کا ضامن ہوگا پس اگر موکل نے ٹھکانہ چکانے کے طور پر لینے کا حکم کیا
تو وکیل اُس سے بھرنے لگا اور اگر حکم نہیں کیا تھا تو نہیں لے سکتا ہے یہ محیط میں ہے۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو میرا
سلہ یعنی اگر یہ غلام باندی ایسی حالت ہو جائے بعد وکیل کرے تو جائز ہے پس جو وکیل کیا تھا وہ بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا ۱۲ منہ

فرض وصول کرنے میں وکیل ہے اور جسکو چاہے وکیل کر دے پس وکیل نے اس کام کے واسطے ایک وکیل
 کیا تو اسکو اختیار ہو کہ جب چاہے اس وکیل کو خارج کر دے اور اگر کہا کہ تمہارے فرض وصول کرنے میں وکیل
 ہے اور فلاں شخص کو وکیل کر دے اسے وکیل کر دیا تو یہ وکیل اسکو معزول نہیں کر سکتا ہے اگر کہا کہ فلاں
 شخص کو اگر تیرا جی چاہے وکیل کر دے اسے وکیل کیا تو معزول کر سکتا ہے کذا فی الحاکم وی۔ ایک شخص نے
 غلام خریدا اور گواہ کر لیے کہ میں فلاں شخص کو واسطے خریدا ہوں اور فلاں شخص نے کہا کہ میں رضی ہوں تو مشتری کو
 اختیار ہے کہ چاہے اسکو نہ دے پس اگر مشتری نے اسکو دیکر دام اس سے لے لیا تو یہ دونوں میں بیع تعاملی
 ہو گئی یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو جس شخص کے دوسرے پر ہزار درم آتے ہیں اسنے حکم دیا کہ انکے عوض
 یہ غلام خرید دے اسنے خریدا تو جائز ہے اور اگر حکم کیا کہ انکے عوض غیر معین غلام خرید دے اسنے خریدا
 پھر موکل کے قبضہ سے پہلے اسی کے ہاتھ میں مر گیا تو مشتری کا مال گیا اور اگر موکل نے قبضہ کر لیا تو اسکا
 ہوگا اور یہ امام عظم کے نزدیک ہو اور صاحبین کے قول میں وہ موکل کا ہو جو بوقت کہ وکیل نے اسے قبضہ کیا
 کذا فی البدایہ۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک دینار فروخت کرنے کے واسطے دیا اسنے اپنا دینار موکل
 کے واسطے بیچا اور موکل کا اپنے واسطے رکھ چھوڑا تو امام ابو یوسف سے روایت ہو کہ جائز نہیں ہے
 اور اگر اسکو ایک دینار کپڑا خریدنے کے واسطے دیا اسنے اپنے پاس کے دینار سے خرید دیا تو خریداری موکل
 کے واسطے ہوگی اور دینار وکیل کا ہے یہ بھی امام ابو یوسف سے ہے یہ محیط شریعی میں ہے۔ اگر
 غیر کے دینار سے خریدا اور موکل کا دینار ادا کیا تو خریداری وکیل کے واسطے ہوگی اور موکل کو اسکے
 دینار کی ضمانت کے کذا فی الخلاصہ۔ وکیل خریدنے کے اگر خریدا اور اپنے مال سے درم دیے اور قبضہ کر کے
 موکل کو دیدیا اور اس سے دام لے لیے پھر بیع موکل کے ہاتھ سے اتفاق میں لے لی گئی پھر موکل نے قصد
 کیا کہ اپنے دام وکیل سے قبل اسکے کہ وکیل بائع سے لیوے وصول کر لے تو اسکو یہ اختیار ہوگا اور اگر موکل
 نے دام نہ دیے ہوں تو وکیل کو اختیار ہو کہ داموں کا اس سے مواخذہ کرے پھر جب بائع سے وصول کر لے
 تو اسکو واپس کر دے۔ ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک کپڑا جسکا وصف بیان
 کر دیا بعض دہراہم کے جو اسکو دیدیے ہیں خریدے پس وکیل نے خریدا اور درم ادا کر دیے پھر بائع نے یہ درم
 یہ کہہ کر کہ زیوت ہیں وکیل کو واپس کر دیے اور وکیل نے اسکی تصدیق کی یا تکذیب کی اور موکل نے یہ درم اپنے
 درم ہونے سے انکار کیا تو وکیل کو اختیار ہو کہ موکل کو پھر دے اور اس باب میں بائع کا قول الجائز کا اور یہی
 حکم دیناروں کا ہو مگر عوض کا یہ حکم نہیں ہو کذا فی محیط ایک کے قبضہ میں دوسرے کا غلام ہو قابض نے
 ایک شخص کو وکیل کیا کہ یہ غلام اسکے مالک سے خرید دے پھر وکیل نے کہا کہ میں نے یہ غلام خریدا اور
 دام اپنے پاس سے دیدیے اور موکل نے اسکی تصدیق کی تو موکل کو حکم دیا جائے گا کہ دام وکیل کو ادا کرے
 اور اس کے پاس عذر پر کہ مجھے خوف ہو کہ غلام کا مالک اگر بیع سے انکار کر کے غلام مجھ سے واپس لے

الذات نہ کیا جائے گا کذا فی الذخیرہ۔ ایک شخص کی جو کسی شخص کی باندی ہو اسے ایک شخص کو وکیل کیا کہ میری جو رو اسکے مالک سے مجھے خرید دے پس وکیل نے خرید دی پس اگر شوہر نے اس سے وطی نہیں کی ہو تو نکاح باطل ہو گیا اور شوہر سے ساقط ہو گیا کیونکہ یہ جدائی ایسے شخص کی طرف سے ہوئی جو ہر کا مالک تھا اور یہ حکم اس وقت ہو کہ جب مالک کو یہ بات معلوم ہو کہ وکیل اسکے شوہر کے واسطے خریدتا ہو اور اگر مالک نے کسی کے ہاتھ فروخت کر دی پھر شوہر نے اس سے خریدی اور ہنوز اس باندی سے وطی نہیں کی ہو تو ادھا مرد بنا پڑیگا کیونکہ مالک مہر کی طرف سے فروخت پیدا نہیں ہوئی ہو۔ اور یہ اس وقت ہو کہ مولیٰ اقرار کرتا ہو کہ مشتری اسکے شوہر کی طرف سے وکیل تھا یا یہ امر گواہوں سے ثابت ہو اور اگر صرف وکیل کے افراد سے خریدنے کے بعد وکالت ثابت ہوئی ہے تو اس باب میں بائع کا قول اسکے علم پر قسم لیکر معتبر رکھا جائے گا مگر اس صورت میں نہیں کہ جب شوہر وکیل کرنے کے گواہ قائم کرے۔ ایک شخص نے وکیل کیا کہ اپنے غلام کے عوض میرے واسطے فلان شخص کا غلام خرید دے اسے خرید دیا تو وہ غلام موکل کا ہو گا اور موکل پر وکیل کے غلام کی قیمت واجب ہوگی اور تو وکیل صحیح ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو۔ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور خریدنے سے پہلے یا بعد اس امر کے گواہ کر لیے کہ میں نے فلان شخص کے واسطے اسکے حکم سے خریدا ہے پھر اس امر کے گواہ کر لیے کہ میں نے فلان شخص دیگر کے واسطے اسکے حکم سے خریدا ہے اور اسکے مال سے خریدا ہے پھر وہی دوسرا شخص آیا اور پہلا نہ آیا تو اسی کے واسطے بیع کا حکم دیا جائے گا لیکن پہلا شخص اپنی حجت پر باقی ہو پھر اگر وہ آیا اور اسنے دعوے کیا تو اسی کی ڈگری کر دی جائیگی اسی طرح اگر پہلے شخص کے گواہ ہوں تو بھی یہی حکم ہو یہ محیط میں لکھا ہے۔ اگر اس واسطے وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک باندی اتنے دامون کو خرید دے اسے خریدی اور وہ استحقاق میں لے لی گئی تو وکیل ضامن نہ ہو گا اور اگر ایک باندی خریدی اور ظاہر ہو کہ وہ حرہ ہو تو ضامن ہو گا۔ یہ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے اگر آخر میں نے کے واسطے وکیل کیا اور دام دیدے پھر ایک شخص نے وکیل کو چڑا دکھلایا اور وکیل نے گمان کیا کہ یہ اٹما ہے پس اس سے اس بات پر کہ یہ اٹما ہو چڑا خرید لیا اور دام دیدے تو وکیل دامون کا ضامن ہو گا اسی طرح ہر چیز میں بھی یہی حکم ہے جو حسین مخالفت واقع ہوئی اگر نہیں جانتا ہو کذا فی المحيط۔ اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک گریہوں خرید دے اسنے اسکے واسطے خریدے اور ایک اونٹ کرایہ کر کے اسپر لا دے پس اگر اس طرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر میں دونوں موجود ہیں اسی کے نولح میں گریہوں یا نانج خرید دے تو قیاس یہ چاہتا ہو کہ بار برداری میں وکیل احسان کرے نوالا شمار ہو اور اجرت اسکو نہ ملے اور تھسا ناموہ ڈاٹنہ دیگا اور کرایہ لے لیگا۔ اور اگر اس طرح وکیل کیا تھا کہ جس شہر میں دونوں موجود ہیں اسکے کسی گانوں میں خرید دے تو وکیل احسان کرے نوالا شمار ہو گا اور یہ قیاس و تھسا کرایہ نہیں لے سکتا ہو اگر کسی دوسرے شہر میں خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو بھی قیاس و تھسا کرایہ نہیں لے سکتا ہو اور اگر موکل نے اس طرح وکیل کیا کہ میرے واسطے

لے کر انیسے مہر کا مالک حقیقت بائع تھا جو باندی کا مولیٰ تھا تو جب اسنے فروخت کی تو خود ہی نکاح دور کر نوالا ہوا تو ہر بھی نہیں دیکھا

النج خرید دے اور ایک درم کو ایک اونٹ اجارہ کر لے اسنے ڈیڑھ درم کو اجارہ لیا تو کرایہ متاجر پر ہوگا اور اگر موافق حکم کے ایک ہی درم کو کرایہ کرنا تو موکل پر جائز ہوتا اور اجرت کے عوض النج روک لینے کا اس کو اختیار نہیں ہو جیسا کہ کرایہ کے واسطے روک سکتا تھا کذا فی الذخیرہ ایک معین باندی خریدنے کے واسطے وکیل کر دیا اسنے اسی کے واسطے خرید کر کے اس سے وطی کی تو حد نہ ماری جائیگی اور نسب ثابت ہوگا اور باندی اور اسکا بچہ موکل کا ہوگا اور یہ کتاب میں مذکور نہیں کہ عقلاً لازم آئیگا اور مشائخ نے فرمایا کہ دیکھا جائے کہ اگر ثمن کے واسطے روک لینے سے پہلے ایسا کیا تو عقلاً لازم ہوگا اور اگر اسکے بعد ایسا کیا تو امام عظیم کے نزدیک عقلاً لازم نہ ہوگا اور امام محمد کے نزدیک ثمن باندی اور اسکے عقر پر تقسیم کیا جاوے پس جعفر و امام عقر کے پڑنے میں پڑین وہ ساقط اور جو باندی کے پڑنے میں پڑین وہ باقی رہیں گے یہ محیط سخری میں ہو اور اگر اسکو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درم کو خرید دے اسنے بعض ہزار درم کے بوجہ عطا خریدیا اور غلام وکیل کے ہاتھ میں مر گیا تو وکیل پر قیمت واجب ہوگی پھر جعفر قیمت ڈانڈ دی ہو وہ موکل سے لے لیگا اگرچہ ہزار درم سے بڑھ جاوے اور اگر غلام نہیں فرمایا نہ تک کہ موکل نے اسے آزاد کر دیا تو صحیح ہو اور اگر وکیل نے آزاد کیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر وکیل نے ایک ہزار دس درم کو بوجہ عطا خریدیا اور باقی مسئلہ اپنے حال پر ہو تو کچھ قیمت وکیل نے ڈانڈ دی ہو وہ موکل سے نہیں لے سکتا ہو کیونکہ اسکے واسطے نہیں خریدیا ہو یہاں تک کہ اگر مرنے سے پہلے موکل نے اسے آزاد کیا تو صحیح نہیں ہو اور اگر وکیل نے آزاد کیا تو صحیح ہو محیط میں ہو ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے واسطے ایک غلام ہزار درم کو خرید دے پس وکیل نے ہزار درم میں ایسا غلام جسکی قیمت ہزار درم تھی خرید اس شرط پر کہ وکیل کو تین روز کے اندر اختیار حاصل ہو پھر اسکی قیمت گھٹ کر یا بچو درم رہ گئی اور وکیل نے غلام کا لینا اختیار کیا تو امام محمد کے نزدیک وہ وکیل کے ذمہ ہوگا اور ایسا ہی قیاس قول امام عظیم کا ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو ایک شخص نے غلام خریدیا اور ہنوز دام نہ دیے تھے کہ اسکے آزاد کرنے کے واسطے ایک وکیل کیا اسنے آزاد کر دیا تو ضامن نہ ہوگا یہ محیط سخری میں ہو تنقی میں بروایت بشر کے امام ابو یوسف سے آیا ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو کسی چیز کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اس چیز کو بیان کر دیا اور اسکی جنس و صفت بتلا دی اور موکل کی ملکیت میں وکیل کرنے کے دن ایسی کوئی چیز موجود تھی پھر اسنے فروخت کر دی پھر وکیل نے ہی کو موکل کے واسطے خریدیا تو جائز نہیں ہو اور اگر وکیل کی ملکیت میں تھی اور اسنے فروخت کر دی پھر موکل کے واسطے خرید دی تو جائز ہو یہ محیط میں ہو ایک شخص کو فلان شخص کا غلام ہزار درم میں خریدنے کے واسطے وکیل کیا پس وکیل بانٹنے کے پاس آیا اور بیع کی درخواست کی اسنے کہا کہ میں نے اپنا یہ غلام فلان شخص یعنی موکل کے ہاتھ ہزار درم کو بیچا وکیل نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو یہ بیع موکل کے ذمہ لازم نہوگی اور صحیح یہ ہے کہ وکیل اس صورت میں درمیانی فضولی ہو گیا پس بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا یہ محیط میں ہو

ایک شخص کو ایک باندی خریدنے کے واسطے وکیل کیا اور اسکی جنس بیان کر دی مگر نہ بیان کیا پس وکیل نے ایک باندی خرید کر کے موکل کے پاس بھیج دی اسنے اس سے وکیل کی اور اسکو حل رہ گیا پس وکیل نے کہا کہ میں نے تیرے واسطے نہیں خریدی تھی تو ہی کا قول لیا جائے گا اور موکل کا نسب ثابت ہوگا اور ام ولد بنا اثابت ہوگا محیط سرخسی میں ہے۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ میرے واسطے ایک کر گھون سودرم کو خرید دے اور اپنے پاس سے دام دے اسنے ایسا ہی کیا پھر موکل پر اسکو قلابہ ملا یعنی اسنے موکل کو نہ پایا اور قاضی کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا تو قاضی گھون فروخت کر کے اسکے دام وکیل کے پاس موکل کی طرف سے ودیعت رکھ دیا اور یوں نہ دیگا کہ جس مین کو اسنے گھون خریدے ہیں یہ اسکے دام ہیں یہ محیط میں ہے ایک شخص کو حکم کیا کہ میرے واسطے ایک کر طعام سودرم کو خرید دے اسنے ایسا ہی کیا اور سودرم ادا کر دیے پھر وکیل نے بائع کو پاس درم اس شرط پر دیے کہ بائع ایک کر طعام زیادہ کر دے اسنے ایسا ہی کیا تو مشلح نے فرمایا کہ پہلا کر موکل کا ہوگا اور دوسرا کر وکیل کا ہوگا اور وکیل موکل کو پچیس درم ضمان دیا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے اگر حکم کیا کہ کسی قدر معین طعام سہی کی بیع سلم میں کچھ درم معین میرے واسطے لیوے اسنے لیے اور موکل کو دیدے تو طعام سلم وکیل پر لازم ہوگا اور موکل پر اسکے درم قرض ہونگے کذا فی النہایہ۔ ایک شخص کے پاس ہراتی کپڑوں کی ایک گٹھری تھی اسنے دو شخصوں سے کہا کہ جو تم میں سے فروخت کر دے جائز ہے جو شخص فروخت کر دے گا جائز ہے اسی طرح اگر کہا کہ جس کسی نے ان دونوں میں سے بچا جائز ہے پس جو فروخت کر دے جائز ہے اور اگر کہا کہ میں نے اسکو یا اسکو اسکے بچنے کے واسطے وکیل کیا تو جو شخص اکیلا فروخت کر دے جائز ہے اور یہ حکم استحسانا ہے یہ محیط میں ہے اگر کسی سے کہا کہ جو شخص میرا یہ غلام تیرے ہاتھ فروخت کر دے اسکو میں نے اجازت دی تو وہ وکیل نہیں ہوگا یہ تانا خانہ میں ہے اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ میرے ہاتھ یہ غلام فلان شخص کے واسطے فروخت کر دے اسنے فروخت کر دیا پھر انکار کیا کہ مجھے فلان شخص نے حکم نہیں کیا تھا تو فلان شخص اسکو لے سکتا ہے کیونکہ قول سابق سے وکالت کا اقرار ثابت ہے اور اگر فلان شخص نے کہا کہ میں نے حکم نہیں دیا تھا تو نہیں لے سکتا ہے مگر مشتری اسکو سپرد کر دے تو بیع قطعی ہو جائیگی یہ سراج الوہاج میں ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ غلام فروخت کر دے یا مکاتب کر دے یا آزاد کر دے تو انہیں سے جو کام وکیل کر گذرے جائز ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جسکی تعلیق شرط سے جائز ہے وہ مجہول میں بھی منعقد ہو جاتی ہے کیونکہ وہ بیان سے معلوم میں منعقد ہو سکتی ہے پس مجہول میں انعقاد ہونے سے قائمہ منظور ہے اور جسکی تعلیق شرط سے جائز نہیں ہے وہ مجہول میں منعقد نہیں ہوتی ہے کیونکہ مقید نہیں ہے۔ وکیل کیا کہ یہ غلام یا وہ غلام فروخت کر دے یا اس عورت یا اس عورت سے نکاح کر دے اسنے دونوں کو معا ایک ہی دامین یا مختلف دامین میں فروخت کیا یا معا دونوں عورتوں سے نکاح کر دیا تو ایک میں بھی جائز نہیں ہے کیونکہ ایسی جمالت موجب فساد ہے جس سے جھگڑا پیدا ہوتا ہے اگر دو عورتوں میں سے ایک کی طلاق

یاد و غلاموں میں سے ایک کے آزاد کرنے کے لیے وکیل کیا اسنے دونوں کو مال پر یا بلا مال طلاق دیا یا آزاد کیا تو ایک میں جائز ہے اور موکل ہوگا کہ جسکو چاہے معین کرے کیونکہ اسکی تعلیق شرط سے جائز ہے پس تعلیق بشرط بیان بھی جائز ہو اور ایسا ہی غلے میں بھی ہو سکتا ہو۔ اگر دو عورتوں میں سے کسی ایک کے غلے کے واسطے وکیل کیا اسنے دونوں کا ایک غیر معین مال یا دو مالوں پر متاغلے کر دیا تو بعض نے فرمایا کہ ایک کا غلے جائز ہو اور شوہر بیان کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اگر کہا کہ اس غلام یا اس غلام کو مکاتب کر کے اسنے دونوں کو مکاتب کر دیا تو جائز نہیں ہو اگر ایک پنجم میں ہوں ورنہ ایک میں جائز ہے جسکو چاہے اختیار کرے یہ محیط سرخی میں ہو۔ دو شخصوں نے ایک غلام کی آزادی پر گواہی دی اور سب ثمت کے قاضی نے دونوں کی گواہی رد کر دی پھر مالک نے ایک کو غلام کی بیع کے واسطے وکیل کیا اسنے دوسرے گواہ کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہے اور مشتری کی جانب سے آزاد ہو جائیگا اور بائع ثمن کا منافع ہے اور مشتری امام عظم و امام محمد کے نزدیک ثمن سے بری ہو اور اگر کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کیا تو صحیح ہے اور دام لے لیا اور غلام آزاد نہ ہوگا اور اگر بائع کے دام وصول کر لینے کے بعد مشتری نے اسکی تصدیق کی تو بری ہو جانا صحیح ہو اور غلام آزاد ہو گیا اور بائع اپنے مال سے مشتری کو دام ادا کر دے اور اگر بائع کے دام وصول کرنے سے پہلے تصدیق کی تو مشتری بری ہو گیا اور امام عظم و امام محمد کے نزدیک بائع موکل کو دام ڈانڈ دے یہ محیط سرخی میں ہو۔ اگر کسی کو وکیل کیا کہ میرے غلام کو اسی کے ہاتھ ہزار درم کو فروخت کر دے اسنے بوجہ عطا یا حصا دیا و باس کے ان داموں کو فروخت کیا اور غلام نے قبول کیا تو جائز ہو اور غلام آزاد ہو گیا اور مولیٰ خود ہی دام وصول کرنے کا متولی ہوگا اور اسی میعاد پر ملین گے یہ محیط میں ہو اگر وکیل نے غلام فروخت کیا اور مالک نے اسے قتل کر ڈالا تو بیع باطل ہوگی علیٰ ہذا اگر مالک نے اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا تو بھی مگر مشتری کو اختیار ہو چاہے آدمی داموں میں اسکو لے لے یہ محیط میں ہو اگر وکیل نے غلام فروخت کیا پھر خود اسکا ہاتھ کاٹ ڈالا اور ہنوز مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے تو مشتری کو اختیار ہے چاہے پورا ثمن دیکر غلام لے لے اور وکیل سے اسکی آدمی قیمت بھر لے ورنہ بیع فسخ کر دے اور وکیل موکل کو آدمی قیمت دیگا اور وہ زیادتی صدقہ کر دیگا یہ محیط سرخی میں ہو۔ ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درم میں اپنا غلام فروخت کرنے کا وکیل کیا اسنے فروخت کیا اور دام وصول کر لیے اور غلام مشتری کو دیدیا پھر وکیل نے مشتری کو ایک گھر بڑھا دیا تو جائز ہے اور گھر و غلام مشتری کا ہوگا اور اس زیادتی میں وکیل احسان کرینوالا شمار ہوگا اور بیع کو اختیار ہوگا کہ اس گھر کو ہزار درم میں حقدرا اسکا حصہ پڑتا ہو خرید لے اور اگر گھر استحقاق میں لے لیا گیا تو مشتری وکیل سے بقدر حصہ اس گھر کے واپس لیا اور وکیل موکل سے کچھ نہیں لے سکتا ہے اور اگر غلام استحقاق میں لیا گیا تو وکیل پورے ہزار درم موکل سے لیا پھر مشتری کو اس میں

استحقاق میں لے لینے دوسرے نے اپنا حق ثابت کر کے اسکو لے لیا ۱۳

بقدر حصہ غلام کے دیگا اور گھر کا حصہ وکیل کے واسطے بیچ رہے گا۔ وکیل بیچنے اگر فروخت کیا پھر مشتری سے اپنے واسطے خریدا اور مشتری قبضہ کر چکا ہے پھر بیچ میں استحقاق ثابت ہوا تو وکیل مشتری سے لیگا پھر مشتری وکیل سے پھر وکیل موکل سے لیگا یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ وکیل بیچنے اگر کہا کہ میں نے غلام ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا اور سپرد کر دیا اور میں اسکو پہچانتا نہیں ہوں اور دام مجھے وصول نہ ہوئے کہ مجھے اس سے وصول کرنے کی قدرت نہیں ہے تو وکیل ضامن ہوگا۔ وکیل بیچنے اگر بیع کسی شخص کو دی کہ فروخت کرنے کے واسطے جسکو چاہے دکھلا دے پھر وہ شخص بھاگ گیا اور بیع لے گیا یا اسکے پاس تلف ہو گئی تو وکیل ضامن ہو گا نہانی خزانہ مفتین اور یہی اصح ہے اور میرے والد فرماتے تھے کہ جسکو دی ہو اگر وہ ثقہ ہو تو وکیل ضامن نہ ہوگا یہ ظہیر میں ہے ایک شخص نے دوسرے کو ایک طشت دیا کہ اسکو فروخت کر دے اسنے توڑ ڈالا اور پھر فروخت کیا پس اگر طرح توڑا ہو کہ جس سے یہ حکم دیا جاتا کہ وکیل موکل کو نقصان ادا کرے تو بیع جائز ہو اور اگر نقد توڑ ڈالا ہو کہ حکم دیا جاتا کہ یہ طشت وکیل کے حوالہ کر دے اور اس سے اپنی قیمت لے لے تو یہ بیع بھی موکل کی طرف سے جائز نہ ہوگی یہ خزانہ مفتین میں ہے۔ کپڑا فروخت کرنے کے وکیل نے اگر کنڈی کرنے والے کو کپڑا دیا تو ضامن ہوگا پھر اگر کپڑا اسکے پاس آگیا تو ضامن سے چھوٹ گیا حتیٰ کہ اگر پھر اسکے پاس تلف ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وکیل نے اسکے بعد فروخت کر دیا تو جائز ہو اور تمام دام موکل کے ہونے اور اسکو اختیار نہ ہوگا کہ کنڈی کی اجرت موکل سے لے سکے اور نہ اسکے مقابلہ میں کچھ اجرت ہوگی یہ محیط میں ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو ایک کپڑا دیا اور کہا کہ میرے واسطے اسکو فروخت کر دے اسنے فروخت کیا اور دام وصول نہ کیے یہاں تک کہ موکل سے ملا اور کہا کہ میں نے تیرا کپڑا فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا اور میں اسکی طرف سے تجھے ادا کرتا ہوں پس اسکی طرف سے سب دام دیدیے تو اسنے احسان کیا اور مشتری سے تجھ نہیں لے سکتا ہو اور اگر یوں کہا کہ میں تجھے اس شرط سے ادا کرتا ہوں کہ جو تیرا مال مشتری پر ہو وہ میرا ہوگا تو جائز نہیں ہو اور جو اسنے ادا کیا ہو وہ موکل سے پھیرے اور مشتری پر وہ دام بحالہ باقی رہے کہ وکیل اس سے لیکو موکل کو دے اور اگر وکیل نے کپڑے کے مالک کے ہاتھ کوئی اسباب سی قدر دامون کو جو اسکے مشتری پر آئے ہیں فروخت کیا اور کہا کہ ان دامون کا ان دامون سے بدلہ کر لے اور یہ نہ کہا کہ اس شرط پر کہ جو مال تیرا مشتری پر ہو وہ میرا ہو تو جائز ہو اور اسنے مشتری پر احسان کیا کہ ان فی الذخیرہ باندی فروخت کرنے کے وکیل نے اگر اسکو ہزار درم میں فروخت کیا جیسا کہ موکل نے حکم کیا تھا اور باہم قبضہ ہو گیا پھر مشتری نے دعویٰ کیا کہ میں نے اس شرط پر خریدی تھی کہ وہ لکھنا جانتی ہے یا روٹی پکانا جانتی ہو یا اس شرط پر کہ باکرہ ہو اور اب میں نے اسکو ایسا نہیں پایا اور بائنے نے اسکی تلمذ کی اور موکل نے تصدیق کی تو موکل کی تصدیق سے بیع نہ ٹوٹے گی اور اگر مشتری نے دعویٰ کیا کہ بائنے نے اپنے واسطے تین دن کی شرط خیار کی کر لی تھی اور اسنے تین ہی دن کے اندر بیع توڑ دی اور بائنے نے انکار کیا مگر موکل نے اقرار کیا تو قاضی حکم دیگا کہ باندی موکل کو واپس دی جاوے اور مشتری

اپنے دام موکل سے لے لیا اسی طرح اگر مشتری نے باندی پر قبضہ کرنے سے پہلے دعویٰ کیا کہ میں نے باکرہ ہونکی
شرط کر لی تھی اور اب میں نے اسے ثیب یا پس مجھے اس کے لینے کی کچھ ضرورت نہیں اور میں نے بیع تو ردی
اور بائع نے یہ شرط ہونے سے انکار کیا مگر موکل نے تصدیق کی تو قاضی حکم دیگا کہ باندی موکل کو دیجاوے
اور مشتری اپنے دام موکل سے لے لیا اسی طرح اگر قبضہ سے پہلے یہ شرط بیان کی کہ میں نے اس شرط سے
خریدی تھی کہ وہ روٹی پکانا جانتی ہے یا لکھنا جانتی ہے اور اب میں نے اسے ایسا نہ پایا تو بھی یہی حکم ہے
یہ محیط میں ہو اگر ایک ہراتی کپڑوں کی گھڑی فروخت کر نیلے واسطے وکیل کیا اسے فروخت کر دی اور مشتری
نے اس پر قبضہ کر لیا پھر خیال رویت کی وجہ سے بائع کو واپس کر دی اور موکل نے کہا کہ یہ میری گھڑی میں ہو
تو وکیل کا قول لیا جائیگا اور اگر وکیل نے نہیں سے ایک کپڑا فروخت کیا اور باقی نہ فروخت کیے تو امام عظم
کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین نے فرمایا کہ جائز نہیں ہو بشرطیکہ اس سے پوری گھڑی میں نقصان آتا ہو
یہ موقوف میں ہو وکیل نے اگر موکل کے حکم سے ایک فقہ کسی شخص کو دست کر نیلے واسطے دیا پھر اس کو دینا
کہ میں نے سکودیا جو تو ضامن نہو گا یہ ظہیر یہ کہن ہو ایک شخص نے دوسرے کو دس درم دیکر حکم کیا کہ انکو صدقہ
کر دے پس وکیل نے انکو خرچ کر ڈالا پھر اپنے مال سے دس درم موکل کی طرف سے صدقہ کر دیے تو جائز نہیں
ہو اور دس درم کا ضامن ہوگا اور اگر وہ درم قائم ہوں اور وکیل نے انکو رکھ لیا اور بجائے اسکے دس درم
اپنے پاس سے صدقہ کر دیے تو ہتھسٹا جائز ہو اور یہ دس درم اسکے دس درم کے عوض لے سکے ہونگے ایک
شخص کو کچھ مال دیکر حکم کیا کہ اسکو صدقہ کر دے اسنے موکل کے ہاتھ بیٹھے کو صدقہ میں دیے تو بالاتفاق جائز ہے
ایک شخص نے اپنے وکیل کو حکم دیا کہ جو گہون میرے تیرے پاس ہیں انہیں سے اسقدر فقیر فلاں شخص یعنی زید
کو مثلاً دیدے اور زید نے اسی کو وکیل کیا کہ انکو میری طرف سے فروخت کر دے اسنے فروخت کر دیے تو
بیع کا تمام ہونا موکل کی اجازت پر موقوف رہا اور زید کے وکیل کرنے سے وہ شخص وکیل نہوگا کیونکہ قبضہ سے
پہلے صدقہ کا وہ مالک نہیں ہو یہ فتاویٰ قاضی خان میں ہو اگر ایک شخص نے وکیل کیا کہ تو میرا خرچ اٹھا
اسنے اٹھایا تو موکل سے بھرے گا اگرچہ لینے کی شرط نہ کی ہو اسی طرح اگر کہا کہ میری اولاد کا خرچ اٹھا تو بعدون شرط
کرنے کے جو صرف کرے وہ اس سے لے لیا نوادر ابن سمامہ میں امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص نے
دوسرے سے کہا کہ میرے اہل و عیال کو دس درم ماہواری خرچ دے لے کہ میں نے اسی قدر خرچ کیا
ہو اور موکل نے تکذیب کی اور وکیل نے اس سے قسم لینا چاہی تو قاضی یوں قسم لیا کہ وہ اندر میں جاننا ہوں
کہ اسنے میرے اہل و عیال پر اسقدر ماہواری خرچ کیا ہو محیط میں لکھا ہو فرض لینے کے وکیل نے کہا کہ میں نے
فرض دینے والے سے ایک ہزار فرض لیے ہیں اور فرض دینے والے نے اسکی تصدیق کی مگر موکل نے انکار
کیا تو امام محمد نے فرمایا کہ موکل کا قول لیا جائیگا اور امام ابو یوسف نے فرمایا کہ اس باب میں وکیل کا قول لیا
جائیگا ایک شخص نے وکیل کیا کہ میرے غلام کو مکاتب کر کے اسکا بیل کتابت وصول کرے اور وکیل نے کہا

میں نے ایسا ہی کیا ہو اور موکل نے انکار کیا تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ مکاتب کرنے میں وکیل کا قول معتبر ہوگا کیونکہ ہو کہ
 کچھ فائدہ نہیں ہو اور بدل کتابت وصول کرنے میں معتبر ہوگا کیونکہ اس میں مہم ہو سکتا ہو اور اگر مکاتب کر دیا پھر کتابت
 ثابت کر کے کہا کہ میں نے بدل کتابت وصول کر لیا ہو اور تجھ کو دیدیا ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی اس لیے کہ وہ
 امین قرار دیا گیا ہو یہ محیط خرسی میں ہو ایک مریض کی موت قریب آئی اس نے کہا کہ یہ دراہم لہجہ کر میرے بیٹے
 اور بھائی کو دیدے اور اسکے سوا کچھ نہ بیان کیا تو یہ شخص وکیل ہو اور اسکو حلال نہیں ہو کہ وارثوں کو دے بلکہ
 قرض خواہوں کو اور اگر نے یہ خزانہ لہشتین میں لکھا ہو منتقی میں مذکور ہو کہ وکیل کو حکم کیا کہ میرے قرضدار سے
 ہزار درم لیکر صدقہ کر دے اس نے ہزار درم صدقہ کر دیے تاکہ بدیوں سے خود وصول کر لے تو سختانا جائز ہے
 یہ بجز الرائق میں ہو معلیٰ نے امام ابو یوسفؒ سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے دوسرے کو آزاد کرنے کے
 واسطے غلام دیا اس نے آزاد کیا یہاں تک کہ غلام کے مالک نے دریافت کیا تو اس نے انکار کیا کہ تو نے مجھے
 کوئی غلام نہیں دیا ہو پھر اسکو آزاد کیا تو اعتنا میں باطل ہو یہ ظہیر یہ میں ہو ایک اونٹ کرایہ کیا اور اس پر
 بار برداری لا دکر بلخ تک بھیجا اور حال کو حکم دیا کہ اسکو وکیل کے سپرد کر کے اس سے کرایہ وصول کر لے
 اسکے وکیل نے قبول کیا اور کچھ کرایہ دیا اور باقی کے دینے سے انکار کیا پس اگر کرایہ کرے تو بولے کا وکیل ہو
 قرضہ آتا ہو اور وہ اقرار کرتا ہو کہ مجھے قرضہ ہو اور موکل نے کرایہ دینے کا حکم کیا ہو تو باقی دینے کے واسطے
 آپس جبر کیا جائیگا اور اگر موکل کے حکم سے اس نے انکار کیا تو حال اس سے قسم لے سکتا ہو کہ واسطہ میں نہیں
 جانتا ہوں کہ اس نے وصول کرنے کا حکم دیا ہو کہ اگر وکیل پر اسکا قرضہ نہ ہو تو باقی ادا کرنے کے واسطے اس پر
 جبر نہ کیا جائیگا یہ خزانہ لہشتین میں لکھا ہو وکیل نے اگر وکالت قبول کرنے کے بعد یوں کہا کہ لعنت
 بروکیلے باد یا کہا کہ میں ایسی وکالت سے بری ہوں یا کہا کہ اقامہ بولکیلے اور موکل اسکا حاضر ہے
 تو وکالت سے خارج نہو گا یہ ظہیر یہ میں ہے

لہذا ان آزاد کرنا جائز ہے



مختصر فہرست کتب فقہ فارسی وار دو

ناظرین کی آگاہی کے لئے اسی فن کی چند کتب کی فہرست درج کیجاتی ہے مطول فہرست قہرّم کی کتب کی طلب فرمانے پر بلا قیمت روانہ ہوگی۔
 نیچر نو لکچرر پریس صیغہ بکڈ پوٹنگھو

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
فقہ فارسی (اہل سنت)		اور متعدد فصلیں ہیں جن میں تمام ضروری مسائل بیان کئے ہیں۔ اور آخری باب میں مناقب امام ابو حنیفہؒ کو بیان کیا گیا ہے از شیخ نصیر الدین مرحوم نہایت صحت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔	عہ
حج ایچ کے بغایت الشعور اس میں احکام حج کی ضرورت اور صحت اور کعبہ کی عظمت کو دلائل سے ثابت کیا ہے از مولانا محمد شاہ صاحب۔		عمدۃ البضائع فی مسائل الرضا عہ	عہ
تبیان فی احکام شرب الدخان حقہ پینے نہ پینے کے احکام کی تصریح۔		اس میں دودھ پلانے کے مسئلے رضیع اور مرضعہ کے بابت احکام بالتفصیل درج ہیں۔	ار
نام حق منظوم۔ اس میں نماز و روزہ کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ از مولانا شرف الدین بخاری۔		مسائل المتقین۔ فقہ کی مشہور و معروف کتاب ہے	عہ
مانہ مسائل۔ اس میں سو مسائل ضروری بطور سوال جواب کے بیان کئے ہیں		قدوری۔ مترجمہ مولانا ابی القاسم ابن حسین۔	ار
شرح وقایہ فارسی۔ یعنی عربی شرح وقایہ کا فارسی میں ترجمہ اور حاشیہ پر حاشیہ		شرح فارسی مختصر وقایہ مستند و مقبول عام شرح ہے از مولانا عبد الرحمن جامی	عہ
لمتقی اللہ بحر چڑھا ہوا ہے مترجمہ مولوی عبدالحق صاحب سرہندی		کنز الدقائق۔ فارسی مشہور و معروف کتاب ہے۔ ترجمہ فارسی۔	عہ
فتاویٰ برہنہ۔ اس میں ۳۶ ابواب		بالا بدمنہ۔ جملہ ضروری مسائل نماز و روزہ	ار

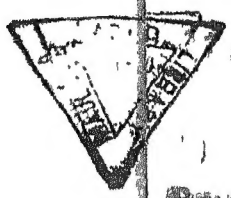
قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب
۴۰	ملتقى الاجر	۱۰	حج زکوٰۃ از قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی
	فقہ اُردو مذہب اہل سنت	۱۰	معہ وصیت نامہ
	غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو درختار کامل چار	۱۰	شرح مختصر وقایہ کور میری - یہ شرح
	جلد - یہ وہی نادر کتاب فتاویٰ ہے جس میں	۱۰	داخل درس ہے مسائل مختصر وقایہ کو خوب
	کل معاملات شرعی و عرفی کا فیصلہ کر دیا گیا	۱۰	حل کیا ہے۔ از مولانا جلال الدین کور میری
	ہے بیع شری - حوالہ شہادت و کالت و حکم	۱۰	رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت
	اقرار صلح مضاربت وغیرہ کے بالتفصیل	۱۰	جانور ان نہایت ضروری رسالہ ہے -
۱۰	بیان و احکام درج ہین کاغذ سفید	۱۰	رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان ارکان
	کشف الحاجۃ - ترجمہ مالابہ منہ از مولوی	۱۰	اسلام -
۱۰	نور الدین بن محمد اشرف چاٹھامی	۱۰	نادر المعراج - شب معراج کا مختلف آیات
	رسالہ خلاصۃ المسائل - معاملات و	۱۰	واحادیث سے ثبوت اور اس کی فضیلت
۱۰	عبادت کے ضروری مسئلے -	۱۰	آنحضرت کا دنیا سے آسمان پر جانا اور
	مرآۃ الصلوٰۃ اُردو - وضو اور نماز کے	۱۰	مشاہدہ عجائبات وغیرہ وغیرہ دیگر
	مسائل میں نہایت جامع کتاب ہے از	۱۰	ولایتوں میں یہ کتاب بہت مروج ہے
	مولوی محمد مرتضیٰ صاحب اعظمی ہندوی	۱۰	از مولانا شیخ الاسلام اکبر آبادی ع
۱۰	یہ کتاب جدید الطبع ہے -	۱۰	شاہجہانی میں تصنیف ہوئی
	ہزار مسئلہ - اس میں سات رسالے شامل	۱۰	مختصر وقایہ مترجم فارسی یعنی فارسی
	ہین - جن میں سے ہر ایک اہل اسلام	۱۰	تحت اللفظ ترجمہ مع متن عربی -
۱۰	کے لئے ضروری ہے از مولوی عبداللہ	۱۰	ایضاً - جلد اول
		۱۰	جلد دوم
		۱۰	فریل العواشی - شرح اصول الشاشی از نجم الغنی صاحب

۱۷۵

۲۹۶

This book is due on the date last stamped. A fine of 1 anna will be charged for each day the book is kept over time.

4 JUL 59



20 JAN 60

1 JUL 60

22 MAY 65

2 JUL 1976

10 NOV 76

11 MAY 77

URDU STACKS



The image shows two overlapping handwritten inventory sheets. The top sheet is titled "STACKS" and contains a table with columns "Date", "No.", and "Date". It has handwritten entries including "12/2", "11/24", "67", "67", "1068", and "1011". The bottom sheet is tilted and contains a table with columns "Date", "No.", and "Date". It has handwritten entries including "12/2", "11/24", "V.5", "1068", "1011", and "1011".